

کیونکر کائنات کے ساتھ پیدا ہوا ہے

حیاتِ اکبریاں اُرُو

علامہ کمال الدین الدیرمیؒ (۸۰۸ھ) کی شہرہ آفاق کتاب

حیوۃِ اکبریاں اکبریاں کا پہلی بار مکمل اردو ترجمہ حیوانات کا انسائیکلو پیڈیا۔ اپنی طرز کا لاجواب اور عظیم معلومات و حقائق کا خزانہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے سیکڑوں جانوروں کے نام اور کمیتیں، لغوی تشریحات، جانوروں کی عادات، خصائل اور خصوصیات، قرآنِ کریم اور احادیث میں ان کے تذکرے اور متعلقہ حوالے شرعی حلت و حرمت، ضرب اللشال، طبی فوائد، خواب کی تعبیر، تذکروں کے ذیل میں تاریخی واقعات اور اشعار اور ادب و وظائف، تعویذات و عملیات اور دیگر فوائد، نادر اور دلچسپ واقعات و معلومات، اسلامی کتب میں موضوع کی ندرت کے اعتبار سے عظیم شاہکار، کتاب بیش بہا اور جدید سائنسی و عمومی حواشی اور تحقیقی مقدمات کے ساتھ پہلی بار طبعیت

www.KitaboSunnat.com

ادارۃ السنیہ

لاہور — کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حیاتِ اَحْیَوَانِ

جلد اول

حَیَاتُ الْحَيَوَانِ

جلد اول

علامہ کمال الدین الدیرمیؒ (م ۸۰۰ھ) کی شہرہ آفاق کتاب

حیوة الحيوان الکبریٰ کا پہلی بار مکمل اردو ترجمہ حیوانات کا انسائیکلو پیڈیا۔ اپنی طرز کا لاجواب اور عظیم معلومات، حقائق کا خزانہ، حروف تہجی کے اعتبار سے سیکڑوں جانوروں کے نام اور کئی لغوی تشریحات، جانوروں کی عادات، خصائل اور خصوصیات، قرآن کریم اور احادیث میں ان کے تذکرے اور متعلقہ حوالے شرعی حلت و حرمت، ضرب اللشال، طبی فوائد، خواب کی تعبیر، تذکروں کے ذیل میں تاریخی واقعات اور اشعار اور ادب و وظائف، تعویذات و عملیات اور دیگر فوائد، نادار اور دھچپ واقعات و معلومات، اسلامی کتب میں موضوع کی ندرت کے اعتبار سے عظیم شاہکار کتاب، بیش بہا اور جدید سائنسی و عمومی حواشی اور تحقیقی مقدمات کے ساتھ پہلی بار طباعت

اردو ترجمہ و حواشی

مولانا محمد عیسیٰ قسیمی مولانا محمد عرفان سرھنوی مولانا شہزاد احمد گوندوی

ترتیب جدید و ترجمہ حواشی: سعود شرف عثمانی

www.KitaboSunnat.com

ادارۃ ایسٹریٹس پبلشرز، بک سیلرز، کمپیوٹرز

کوئٹہ

پتہ: اردو بازار، کراچی ۷۴۲۲۳۱

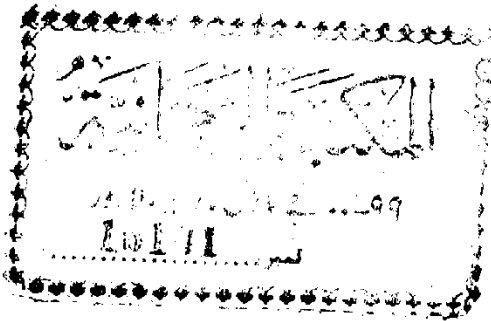
۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان

فون: ۳۵۳۲۵۵ - ۳۵۳۲۹۱

دینا چتر گیشیا، مال روڈ، لاہور

فون: ۳۵۳۲۳۱۲ - ۳۵۳۲۳۱۵

مکمل ترجمہ، حواشی اور کتبیت سمیت جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
کاپی رائٹ رجسٹریشن ۲۰۷۹ - COPR - حکومت پاکستان



نام کتاب ——— حیوانہ المیوان ، جلد اول
 طباعت اولیٰ ——— ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ ، جولائی ۱۹۹۳ء
 باہتمام ——— اشرف برادران تلمیذ المرحوم
 ناشر ——— ادارۃ اسلامیات - انارکلی لاہور

ارشاد سلمان و ہاب پر نثر زلاہور

590

2-50

ملنے کے پتے

ادارۂ اسلامیات - انارکلی - لاہور ۲
ادارۂ المعارف، جامعہ دارالعلوم کوئٹہ، کراچی ۱۵
مکتبہ دارالعلوم، " " " " " "
دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی ۷
بیت القرآن، اردو بازار، کراچی ۸
ادارۃ القرآن، چوک سبیلہ، گارڈن ایسٹ کراچی
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار - لاہور

فہرست عنوانات (حیوۃ المیوان) اردو

حصہ اول

www.KitaboSunnat.com

55	ابو مسلم خراسانی کے واقعات	باب الالف	19	عرض ناشر
55	ابو مسلم خراسانی کے حالات	38	23	فاتحہ الکتاب
58	خلیفہ منصور کا ایک دلچسپ واقعہ	39	29	حضرت امام دمیریؒ کے حالات
59	شیر کا شرعی حکم	40		زندگی
60	شیر کی کماوتیں اور مثالیں	40	29	ولادت
60	فرزدق کا مشہور قصیدہ	41	29	”دمیہ“ کی تحقیق
61	اور اس کا شان نزول	42	30	تحصیل علوم
64	فرزدق	46	30	تعلیم و تدریس
64	شیر ہمیشہ بخار میں جٹا رہتا ہے		31	عبادت و ریاضت
65	شیر کے طبی فوائد	48	31	اولاد
66	شیر کی خواب میں تعبیر	48	32	وفات حسرت آیات
68	ایک علمی بحث	49	33	تصانیف
70	دیگر اصحاب کا استدلال		33	حیات المیوان الکبریٰ کی مقبولیت
70	ایک اعتراض اور اس کا جواب	49	34	زمانہ قدیم میں اس علم کی ترویج
70	تفصیل اور شرح	51	34	تراجم حیات المیوان
71	علم کلام کا فائدہ	51	35	علم المیوان کی تعریف
71	ایک شبہ اور اس کا جواب		35	ملاکاتب چلی کا تبصرہ
72	توحید کی صحیح تعریف	51	36	”حیات المیوان“ علماء دیوبند کی
73	علم نجوم	52		نظر میں
75	الاہل (اونٹ)	52	36	”حیات المیوان“ اور امام العصر
76	اونٹ کی خصوصیات	54		علامہ کشمیریؒ
			37	مقدمہ از علامہ دمیریؒ

115	اطیش	100	قاضی شریح کے حالات	79	اونٹ کی قسمیں
115	اشہب کون ہیں؟	102	خرگوش کے طبی فوائد	80	اونٹ کی عادتیں اور خصلتیں
116	امام شافعی رحمہ اللہ	104	خرگوش کی خواب میں تعبیر	82	اونٹ کا شرعی حکم
117	الاعشر (ایک آبی پرندہ)	105	ارنب بحری (دریائی خرگوش)	83	اونٹ کی زکوٰۃ کے مثال
117	الافال والافال انوٹ کا بچہ	105	دریائی خرگوش کا شرعی حکم	84	اونٹ کی مثالیں اور کماوتیں
117	الافعی (سانپ)	105	ارویۃ (پھاڑی بکری)	85	اونٹ کے طبی فوائد
118	حیرت انگیز واقعات	105	احادیث رسول میں پھاڑی بکری کا ذکر	85	اونٹ کی خواب میں تعبیر
118	افعی کی خصوصیات	107	پھاڑی بکری کا شرعی حکم	87	آبائیل (جھنڈ)
118	دو واقعات	107	ضرب الامثال اور کماوتیں	89	آنان (گدھی)
119	افعی کی ضرب المثل	108	پھاڑی بکری کے طبی فوائد	91	گدھی کی کماوت
121	شیخ صالح کا قتل	108	اساریح (کلی چمچڑی، سبزی کے کیڑے)	91	گدھی کی خواب میں تعبیر
122	صالح بن عبدالقدوس	108	اساریح کا شرعی حکم	92	اخطب (گدھے کی ایک قسم)
122	افعوان	109	اساریح کے طبی فوائد	192	اخیضر (ایک قسم کی مکھی)
127	نزا کے بیٹوں کی ذکاوت	109	اساریح کی خواب میں تعبیر	192	آخیل (ایک منخوس پرندہ)
130	ابن التلمند کے حالات	109	اساریح کے طبی فوائد	193	آزید (خاکستری رنگ کا سانپ)
131	نوٹ	110	اساریح کا شرعی حکم	193	آزخ (نیل گائے)
131	الاسطربلاب	110	اساریح کی خواب میں تعبیر	94	آزضۃ (دیمک، گھن)
132	افعی سانپ کے طبی فوائد	110	اسود سالخ	94	دیمک کی خصوصیات
133	ایک حکایت	111	اسودین سے تحفظ کی دعا	95	دیمک کا شرعی حکم
134	الاقہبان (ہاتھی اور بھینس)	111	متفرق واقعات	95	دیمک کی کماوت و مثال
134	الاملول (ریتیل جانور)	112	صدقہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے	95	دیمک کی خواب میں تعبیر
134	الانس	113	اصبرمان (کوا، بھیڑیا)	59	ارقم (چنگوڑیا سانپ)
135	الانسان	113	وہ صحابی کون تھے	92	ارنب (خرگوش)
136	ایک علمی بحث	114	اصلہ	97	خرگوش اور باندی کا قصہ
137	ایک علمی واقعہ	114	دجال کی ایک پہچان	97	خرگوش کی خصوصیات
128	صابر و شاکر	114	اطلس	98	خرگوش کا شرعی حکم
139	ایک اور واقعہ	115	اطوم	99	دوسری جماعت کا استدلال
140	عملیات اور وظائف			99	خرگوش کی مثال اور کماوت

161	ایک حکایت	147	کے لیے	141	عبادت میں چستی اور ہر قسم کی برکت کے لیے
161	دریائی انسان کا شرعی حکم	147	عذاب قبر سے حفاظت کے لیے	141	نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے
161	الانقد (سی)	148	اوصاف حمیدہ کے وظائف	141	ایمان کی حفاظت
162	ضرب الامثال اور کہاوٹیں	149	قرض اور دین کی ادائیگی کے لیے	142	نیک عادتیں
162	عملیات اور تعویذات وغیرہ	149	ہلاکت اور مصیبت سے نجات کیلئے	142	اسم اعظم کیا ہے؟
162	(داڑھ کے درد کے لیے)	149	شریر قوم سے حفاظت کے لیے	144	دعا سے مایوسی کی ممانعت
164	الانکلس (مارہائی)	149	بادشاہ کے خوف سے حفاظت کیلئے	144	دعا کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے؟
165	الان	149	دین میں ثابت قدمی اور استقلال کے لیے	145	اوراد اور وظائف
165	الانیس (آبی پرندہ)	149	خیر و برکت اور رزق میں وسعت کے لیے	145	ظلمتوں اور تاریکیوں سے بچنے کے لیے
165	اس پرندہ کا شرعی حکم	150	بھوک اور پیاس پر قابو پانے کے لیے	145	صفات حمیدہ کے وظائف
165	الانوق (عقاب)	150	تجارت میں ترقی کے لیے	146	خیر و برکت اور رزق کے لیے
166	ضرب الامثال	150	نقصان سے بچنے کے لیے	146	خوف اور دھمکی سے حفاظت کے لیے
167	امام سہیلیؒ کے حالات	150	موت میں آسانی اور سلامتی کے لیے	146	آسمان کے دروازے کھلنے کے لیے
168	الاولۃ (بڑی بیٹی یا مرغابی)	150	درد سر کے لیے مجرب عمل	147	رنج و غم سے بچنے کے لیے
149	ابونواس	151	درد سر کے لیے دوسرا مجرب عمل	147	ننانوے امراض سے حفاظت
170	بڑی بیٹی کی خصوصیات	152	انسان کے طبی فوائد	147	گرفتار مصیبت کو اجر و ثواب کے لیے
170	حضرت علیؑ کی شہادت	157	عورت کا بانجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ	147	قرض کی ادائیگی کے لیے
172	حضرت علیؑ کی مرقہ مبارک لاپتہ ہے	158	انسان کی خواب میں تعبیر	147	مجاہدہ اور ریاضت کے لیے
173	سیرت تاجدار دو عالم سرکار مدینہ ﷺ	159	عورت کو خواب میں دیکھنا	147	حیات جاودانی کے لیے
174	خلافت امیر المومنین خلیفہ اول	161	انسان الماء (دریائی انسان)	147	بشاشت اور انوار و برکات کے لیے
176	سیدنا صدیق اکبرؓ				قیامت کے دن کی پیاس سے بچنے
176	وفات و مدت خلافت				
176	خلافت امیر المومنین خلیفہ دوم				
176	حضرت سیدنا عمر فاروقؓ				
177	آپ کا نمایاں کردار				
179	ایک عجیب و غریب واقعہ				

200	بن ابی سفیان	189	مدینہ منورہ کے مفتی تابعین عظام	180	حضرت عمر فاروقؓ کے کارنامے
201	تاریخ وفات	189	شیر خوارگی میں گفتگو کرنے والے	181	سیدنا امیر المومنین عمر فاروقؓ کی
201	خلافت مروان بن الحکم	189	موت کے بعد گفتگو کرنے والے		شہادت
201	مروان بن الحکم کی وفات	189	ماور رحم میں مدت سے زائد رہنے	182	تاریخ شہادت و مدت خلافت
202	مدت خلافت		والے	182	خلافت امیر المومنین خلیفہ سوم
202	خلافت عبدالملک بن مروان	189	نمرونی نامی بادشاہ	183	سیدنا حضرت عثمان غنیؓ
203	شاہ روم کا عبدالملک بن مروان	189	فراعنہ مصر	183	آپ کا حسن کردار
	کے نام خط	190	ائمہ مذاہب اربعہ	184	حضرت عثمانؓ کے مناقب
203	عبدالملک کا جواب	190	جلیل القدر محمد شین کرام	184	اختلاف اور جھگڑوں کا آغاز
204	محمد بن علی بن حسین کا مشورہ	190	علیؓ بن ابی طالب سے لوگوں کی	185	گھر کا محاصرہ
205	سیدنا عبداللہ بن زبیر		بیعت	185	محاصرہ کے وقت حضرت علیؓ کا
206	حجاج بن یوسف کا محاصرہ	190	حضرت علیؓ کے بارے میں عمر		تعاون
206	قیافہ شناس کی پیشین گوئی		فاروقؓ کا مشورہ	186	حضرت عثمانؓ پر حملہ
207	عبدالملک کی وفات	191	سیدنا علیؓ کے اخلاق و کردار	186	تاریخ شہادت
207	خلافت عبداللہ بن زبیرؓ	192	آپ کی عمر اور مدت خلافت	187	مدت خلافت
207	محل کا اندام	192	خلافت سیدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی	187	خلافت امیر المومنین خلیفہ چہارم
208	مصعب بن زبیر		طالب	194	سیدنا علیؓ بن ابی طالب
208	حجاج بن یوسف کا محاصرہ	194	حضرت حسنؓ کو زہر دیا گیا تھا	187	اولو العزم پیغمبر کون ہیں؟
208	مدت خلافت	194	تاریخ وفات	188	ماں کے پیٹ سے مٹھون پیدا
208	خلافت الولید بن عبدالملک	194	مدت خلافت		ہونے والے پیغمبر
208	ولید کے کارنامے	195	خلافت امیر المومنین سیدنا معاویہؓ	188	رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کاتبین
209	فتوحات		بن ابی سفیانؓ		وحی
210	وفات	195	حلیہ اور نسب	188	دور نبوت کے حفاظ صحابہ کرام
210	خلافت سلیمان بن عبدالملک	196	وفات معاویہ بن سفیان	188	حضور ﷺ کے سامنے گردن
210	حسن اخلاق	196	خلافت یزید بن معاویہ		اڑانے والے صحابہؓ
210	سلیمان بن عبدالملک کے	197	سیدنا حسینؓ کا قاتل کون تھا؟	188	رسول اللہ ﷺ کے محافظ صحابہ
	کارنامے	199	یزید بن معاویہ کی وفات		کرامؓ
211	سلیمان کے اخلاق و عادات		خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہ	189	دور نبوت کے مفتیان صحابہ کرام

243	خلافت جعفر متوکل	227	ایک عجیب و غریب واقعہ	211	سلیمان کے کارنامے
244	جعفر متوکل کا کردار	228	ہارون رشید کی شفقت کا ایک واقعہ	212	سلیمان کی وفات اور مدت خلافت
245	جعفر متوکل کا قتل			212	خلافت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ
245	خلافت محمد منتصر باللہ	228	ہارون رشید کا انتقال	215	ذی کے مقدمہ کے بارہ میں نکتہ
246	خلافت احمد مستقن باللہ	229	خلافت محمد امین		پچھنیاں
249	خلافت ابو عبید اللہ محمد معتز بن متوکل	229	امام کسائی کا بیان کردہ واقعہ	215	امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؓ کا جواب
249	خلافت جعفر متدی باللہ بن ہارون	230	امام اصمعیؒ کا مامون اور امین سے انٹرویو	216	ہو شرباگرانی کا ایک واقعہ
250	ایک مناظرہ	231	مامون رشید کی پیدائش کا واقعہ	217	آپ کے اخلاق و حسن کردار
253	خلافت ابو القاسم احمد معتمد علی	232	وفات و خلافت	218	وفات
	اللہ بن متوکل	232	خلافت عبداللہ المامون	218	خلافت یزید بن عبدالملک
254	خلافت ابو العباس احمد معتضد باللہ	232	مامون رشید کی وفات	219	وفات
	بن موفقی	233	خلافت ابو اسحق ابراہیم المعتصم	220	خلافت ہشام بن عبدالملک
254	خلافت ابو محمد علی مکشی باللہ بن معتضد	233	امام احمد بن حنبلؒ کی گرفتاری اور جیل کی صعوبتیں	220	خلافت الولید بن یزید بن عبدالملک
255	خلافت ابو الفضل جعفر مقتدر باللہ	234	خلیفہ الواثق کی سختی اور متوکل کا انعام و کرام	221	عیش و عشرت
256	خلافت عبداللہ بن المعتز المرتضیٰ باللہ	234	خلیفہ معتصم کی امام احمد پر سختی	222	الولید بن یزید کا قتل
258	خلافت محمد قاہر باللہ	236	امام شافعیؒ کا خواب	222	خلافت یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان
259	خلافت ابو العباس احمد راضی باللہ بن مقتدر	237	امام احمدؒ کی وسعت ظرفی	223	وفات اور مدت خلافت
259	خلافت ابراہیم متقی باللہ	237	جناب رسول اللہ ﷺ اور موسیٰؑ کی بشارت	223	خلافت ابراہیم بن الولید
260	خلافت عبداللہ المستنصر باللہ بن مکشی	237	امام احمد بن حنبلؒ کے حالات	224	خلافت مروان بن محمد
261	خلافت ابو الفضل مطیع اللہ بن مقتدر	238	معتصم کی وفات	225	خلافت عباسیہ
262	خلافت ابو بکر عبدالکریم الطائع باللہ	239	خلافت ہارون واثق باللہ	225	خلیفہ ابو العباس سفاح
264	عضد الدولہ کا انتقال	239	خلق قرآن کے موضوع پر مناظرہ	225	خلافت ابو جعفر منصور
		242	قوت باہ کا نسخہ	226	خلافت محمد المہدی
		243	تاریخ وفات	227	خلافت موسیٰ المہادی
				227	خلافت ہارون الرشید

289	سینگ کب نکلتے ہیں؟	274	خلافت حاکم بامر اللہ ابو الربیع	265	خلافت ابو العباس احمد قادر باللہ
289	ارسطو کا فلسفہ		سلیمان بن حاکم بامر اللہ		بن اسحاق
289	فوائد	274	خلافت حاکم بامر اللہ احمد بن	265	خلافت ابو جعفر عبد اللہ قائم بامر
290	امام زجاجی		مستکفی باللہ		اللہ بن قادر باللہ
291	امام ابو الیقین	274	خلافت معتمد باللہ	266	خلافت ابو القاسم مقتدی بامر اللہ
291	بارہ سنگا کا شرعی حکم	274	خلافت متوکل علی اللہ		بن محمد بن القائم بامر اللہ
291	طبی فوائد	275	خلافت مستعین باللہ	266	اشغال کا واقعہ
291	ابن اوی (گیدڑ)	276	مصاحبین اور حاشیہ نشینوں کے	266	خلافت مستنصر باللہ ابو العباس
292	گیدڑ کا شرعی حکم		لیے ہدایات		احمد
292	گیدڑ کے طبی فوائد	280	خلافت معتمد باللہ ابو الفتح داؤد	267	خلافت ابو منصور فضل مسترشد
	باب الباء	280	خلافت مستکفی باللہ		باللہ بن مستنصر
293	البابوس (چھوٹے بچے)	281	خاندان عبیدی	267	خلافت ابو منصور جعفر راشد باللہ
293	البازی	283	بڑی بطحی خصوصیات	268	خلافت ابو عبد اللہ محمد متقی لامر
293	(باز، شکرا)	283	نفسیاتی سراغ		اللہ
293	دین کی خدمت کرنے والے کو	284	شرعی حکم	269	خلافت ابو المنظر یوسف مستنجد
	عبد اللہ بن مبارک کی امداد	284	بڑی بطحی کے طبی فوائد		باللہ بن متقی لامر اللہ
294	عبد اللہ بن مبارک	285	الالفہ (بھتی یا مادہ بھیڑیا)	269	خلافت مستنصر بن نور اللہ بن مستنجد
295	ہارون رشید کا واقعہ	285	الائق (بھیڑیا)		باللہ
295	باز کی قسمیں	285	الادود (جنگلی چوہا)	269	خلافت ابو العباس احمد ناصر الدین
295	باز کی صفات	285	الاورق (خاکستری اونٹ)		اللہ
296	الباشق	285	الاولس (بھیڑیا)	270	خلافت ظاہر بامر اللہ بن ناصر
296	البیوق	286	احادیث رسول اللہ میں اوس		الدین اللہ
297	باز کا شرعی حکم		اولیس کا تذکرہ	270	ظاہر بامر اللہ کے حالات
298	باز کی کماوت اور امثال	286	اولیس القرنی	271	مستنصر باللہ کے حالات
298	ایک حکایت	287	الابلس (مچھلی)	272	خلافت مستنصر باللہ
299	ابو ایوب سلیمان کا قتل	287	الایم والاین	273	خلافت مستنصر باللہ احمد بن خلیفہ
300	باز کے طبی فوائد	288	(ایک قسم کا سانپ)		ظاہر باللہ
		288	الایل (بارہ سنگھا)	274	خلافت حاکم بامر اللہ

327	پسو کی مثالیں اور کمالاتیں	313	کیوں؟	300	باز کی خواب میں تعبیر
327	پسو سے متعلق اشعار	314	بھیڑ کے پچھ سے مثالیں	300	الیاذل (کوٹھی والا اونٹ)
328	موزی جانوروں سے حفاظت کے لیے	314	البراق (شب معراج کی سواری)	301	الباقفہ (ہشیار آدمی)
329	پسو کی خواب میں تعبیر	315	ایک اعتراض اور اس کا جواب	301	بلام
329	البرا (ایک پرندہ کا نام)	315	حضرت جبریل آپ کے ساتھ	303	نون اور بلاام نامی مچھلی
329	البرقانت (رنگ برنگی مڈی)	315	سوار ہوئے یا نہیں؟	303	البال (بڑی مچھلی)
329	البرقش (چڑیا)	315	فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی ﷺ کی فضیلت	304	ببر شیر
330	البرکۃ (آبی پرندہ)	316	معراج کا واقعہ کس دن پیش آیا؟	304	ببر شیر کا شرعی حکم
330	البشر (انسان)	316	تاجدارِ مدینہ کی مختصر سوانح	304	ببر شیر کے طبی فوائد
330	البط (بٹخ)	318	البرزون (ٹٹا)	305	البيضاء (طوطا)
331	ایک فقہی مسئلہ	319	ٹٹو کا احادیث رسول میں تذکرہ	305	طوطے کی قسمیں اور خصوصیتیں
331	بطحی ضرب الامثال	320	سیدنا عمرؓ پر سوار ہوئے	305	طوطے کی انوکھی تعلیم
334	امیر یعقوب کے حالات	320	ابو الذیل کی سرگزشت کا ایک عجیب و غریب واقعہ	307	طوطے کا شرعی حکم
334	سلطان محمود کے حالات	321	دوسرا واقعہ	307	طوطے کے طبی فوائد
336	البطس (مچھلی کی ایک قسم)	322	خالد بن صفوان خلیفہ ابو العباس	308	طوطے کی خواب میں تعبیر
336	البعوض (مچھر)	324	سفاح کے دربار میں	308	البيج (آبی پرندہ)
337	مچھر کی حیرت انگیز قوت	324	ٹٹو کا شرعی حکم	308	البيجع (پوٹا)
340	نمرود کی ناک میں مچھر کا گھس جانا	324	ٹٹو کے طبی فوائد	308	البيخرج (نیل گائے کا بچہ)
341	ملک الموت کا سرانے پر جائزہ لینا	324	ٹٹو کی خواب میں تعبیر	308	البيحاق (نر بھینڑا)
341	مچھر کی خوبیاں	324	البرغش (مچھر کی ایک قسم)	308	البيخت (بختی اونٹ)
342	ایک واقعہ اور مچھروں کا لٹنے کا واقعہ	325	البرغن (نیل گائے کا بچہ)	310	البدنه
342	امام زنجبیریؒ گون	325	البرغوث (پسو)	311	(حج کے قربانی کا جانور)
343	دوسرا واقعہ اور دعا	325	پسو کی خصوصیات	311	سب سے پہلے بدنہ کی قربانی پیش کرنے والے
343	موسیٰؑ کا ظلم کی وفات	326	پسو کا شرعی حکم	312	بدنہ پر سواری کرنا؟
344	مچھر کا شرعی حکم	326	پسو سے حفاظت کے لیے	313	البدنج (بھیڑ کا بچہ)
344	فائدہ	327	امام مالکؒ سے ایک سوال		بھیڑ کے بچے کا حدیث میں تذکرہ
	حسینؑ کا خاندان رسولؐ سے				

388	اہل عرب کی ایک رسم	364	شیخ ابو اسحق شیرازی فیروز آبادی	345	ہونے کا ثبوت
389	گائے کا شرعی حکم	365	امام الحرمین کی وفات	347	یحییٰ بن یعمر کون تھے؟
390	فقهی مسائل	365	امام اعظم ابو حنیفہؒ	347	خواب میں سیدنا علی مرتضیٰ سے
391	بنی اسرائیل کے تین قاضیوں کا واقعہ	366	نضر بن شمیم کا ایک علمی واقعہ		ایک سوال
		367	ہارون رشید کے دربار میں امام ابو یوسفؒ کا علمی مقام	348	حیص بیص شاعر
391	گھریلو گائیوں کی ضرب الامثال			349	مچھر کی ضرب المثل
391	گائے بیل کے طبی فوائد	370	فخر بے نسل کیوں ہوتا ہے؟	349	فائدہ
392	گائے بیل کی خواب میں تعبیر	370	ایک رافضی کی بد بختی	349	بعبیر (اونٹ)
394	بقرو وحشی (بیل گائے)	371	فقهی مسائل	350	فقهی مسائل
394	بیل گائے کا حدیث میں تذکرہ	372	حضورؐ کا دلدل نامی فخر	350	شب زفاف کی دعا
395	بیل گائے کا شرعی حکم	373	فخر کا شرعی حکم	351	حدیث میں اونٹ کا ایک واقعہ
395	بیل گائے سے ضرب الامثال	374	ایک جزئی مسئلہ	351	مدعی کے خلاف اونٹ کی شہادت
395	بیل گائے کے طبی فوائد	374	فخر کی ضرب الامثال اور کہاوتیں	351	فوائد
396	بیل گائے کی خواب میں تعبیر	378	سعید بن عبدالرحمن کے بارے میں ائمہ کی رائے	353	ہارون رشید کی پریشانی اور تفصیل بن عیاض کی نصیحت
396	بقرو الماء (سندری گائے)				ایک دوسرا واقعہ
397	نبی اسرائیل کی گائے	378	ایک رہزن نما پادری	356	امام اوزاعیؒ کون ہیں؟
397	بق (پسو)	380	فخر کے طبی فوائد	358	اونٹ کا شرعی حکم
398	پسو کے طبی فوائد	380	فخر کی خواب میں تعبیر	359	ضرب الامثال اور کہاوتیں
398	پسو سے حفاظت کے لیے	381	البغیع (ھرن)	359	ذہانت اور ذکاوت کے واقعات
398	پسو کا احادیث میں تذکرہ	381	البقر الاھلی (گھریلو گائے بیل)	360	اونٹ کے طبی فوائد
399	ضرب الامثال	383	گائے بیل کیا ہیں؟	361	بغات (گدھ سے چھوٹا پرندہ)
399	خواب میں تعبیر	384	ولادت میں آسانی کے لیے عمل	361	بخاث کا شرعی حکم
399	بکرو (جوان اونٹ)	384	کامیابی کے لیے ایک عمل	361	ضرب الامثال
401	بکرو سے ضرب الامثال	385	ولادت میں آسانی کے لیے دوسرا عمل	361	بغل (فخر)
402	بلبل			362	فخر پر سوار ہونے کے واقعات
404	امام مالکؒ سے ایک استفتاء	385	گائے کا ایک عجیب واقعہ	362	علی بن حسینؒ کون تھے؟
405	بلبل کے طبی فوائد	386	دوسرا واقعہ	363	علی بن العابدینؒ کی وفات
405	بلبل کی خواب میں تعبیر	387	کچھ جلال الدولہ کے بارے میں	364	

429	موسیٰؑ کے عصاء کی خصوصیت	باب التاء	406	بلح
431	اڑدے کا شرعی حکم	تالب (پھاڑی بکری)	406	(ایک پرندہ جو گدھ سے بڑا ہوتا ہے)
431	اڑدے کے طبی فوائد	تبیع (چھڑیا)		
431	تورم (ایک پرندہ)	تبشر (زرد پردوں کا پرندہ)	406	بلشون (بگلا)
431	تولب (گدھے کا بچہ)	تثفل (بھینرے کا بچہ)	406	بلصوص (ایک قسم کا پرندہ)
432	تیس (بکرا)	تدرج (تتر کے مانند ایک پرندہ)	406	بنات الماء (سندری لڑکیاں)
435	حجاج بن یوسف کے واقعات	تدرج کا شرعی حکم	407	بنات وردان (گبرٹلا)
441	حجاج کے انتقال کا واقعہ	تدرج کے طبی فوائد	407	بہار (سفید مچھلی)
447	اشکال اور اس کا جواب	تخس	407	بہشتہ (نیل گائے)
448	تیس سے ضرب الامثال	تغلق (آبی پرندہ)	407	بہرمان (ایک قسم کی گوریا)
448	تیس کے طبی فوائد	تفہ	409	بہمة (گائے، بھینر، بکری کے بچے)
	باب التاء	(بلی کی شکل کا ایک شکاری جانور)	410	چوپائے اور مویشی میدان حشر میں
448	ثاغیہ (بھینر)	تفہ کا شرعی حکم	413	ایک فقہی مسئلہ
448	ثرملة (مادہ لومڑی)	تفہ سے ضرب الامثال	413	چوپاؤں سے ضرب الامثال
449	ثعبان (اڑدہ)	تم (مرغابی کے مانند ایک پرندہ)	414	بوم، بومتہ (الو، چفد)
449	عبد اللہ بن جدعان کا واقعہ	تمساح (گھڑیاں - مگر مچھ)	414	الو کی خصوصیت
451	عبد اللہ بن جدعان	گھڑیاں کی خصوصیات	416	الو کا شرعی حکم
456	ثعالہ (لومڑی کا نام ہے)	گھڑیاں کا شرعی حکم	417	فائدہ
456	ثعالہ سے ضرب الامثال	گھڑیاں سے ضرب الامثال	417	الو کے طبی فوائد
457	ثعبہ (ایک قسم کا گرگٹ)	گھڑیاں کے طبی فوائد	418	الو کی خواب میں تعبیر
457	ثعلب (لومڑی)	گھڑیاں کی خواب میں تعبیر	418	بوہ (الو کے مانند ایک پرندہ)
459	امام جاحظ کون ہے؟	تمیلة (بلی کے برابر جانور)	418	بوقیر (ایک سفید پرندہ)
460	پسودور کرنے کا عمل	تنوط	419	بینیب (سندری مچھلی)
460	حکایت	تنوط کا شرعی حکم	419	بیاح (ایک قسم کی مچھلی)
460	لومڑی کی چالاکی اور تدبیر	تنوط کے طبی فوائد	419	ابو براقش
461	جانوروں کی چالاکی کا دوسرا واقعہ	تنین (اڑدہ)	420	(گوریا اور چڑیا کے مانند پرندہ)
462	ایک اور واقعہ	تنین کا حدیث میں تذکرہ	420	ابو براہ (ایک قسم کی چڑیا)
			420	ابو برص (چھچھلی)

490	الحجرات (مڈیاں)	باب الحکم	465	شیر کی عیادت اور لومڑی کی چالاک	
491	وظائف و عملیات	480	الحجرات	466	حدیث میں لومڑی کی تاک جھانک
496	مڈی سے حفاظت کے لیے	480	(شکاری درندہ یا پرندہ)		کا تذکرہ
497	مڈی کا شرعی حکم	480	الحجاموس (بھینس)	466	کچھ امام ثعلبی کے بارے
499	مسئلہ	481	بھینس کا شرعی حکم	469	لومڑی کا شرعی حکم
499	مڈی سے ضرب الامثال	481	بھینس کے طبی فوائد	469	لومڑی سے ضرب الامثال
500	مڈی کے طبی فوائد	482	بھینس کی خواب میں تعبیر	470	لومڑی کے طبی فوائد
500	خواب میں تعبیر	482	الحجان (پتلا سانپ)	471	لومڑی کی خواب میں تعبیر
501	الحجرات البحری	483	الجبہنہ (گھوڑا)	472	نفا (جنگلی بلی)
501	(دریائی مڈی)	483	حدیث نبویؐ میں گھوڑے کا تذکرہ	472	نفلان (جن وانس)
591	دریائی مڈی کے طبی فوائد	484	الجبطلہ (کلی چوٹی)	472	تلج
501	الحجرات (بھوکے ایک قسم)	484	الجبل	472	نسی (دو سالہ جانور)
502	الحجوز (زچوہا)	484	الجحمرش (دودھ ہلا لے والی)	472	نور (تیل بجا)
503	لطیفہ (فائدہ)		خرگوشنی یا بانجھ عورت	473	جانوروں کی آپس میں ہمدردی اور
504	چوہے کا شرعی حکم	484	الجحش		اخلاص
504	خواب میں تعبیر	485	(گھریلو یا جنگلی گدھے کا بچہ) امثال	473	کیا یہ کرہ ارض تیل کے سینک پر
504	الحجرجس (مچھروں کے بچے)	485	الجحذب		ہے؟
504	الحجوارس (شہد کی مکھی)		(مڈی کی ایک قسم)	473	ایک روایت
505	الحجرو (کتے کا چھوٹا بچہ)	485	الجد الجدة (جھینگرا)	474	مچھلی اور تیل بھی جنت کی غذا ہیں
	حدیث شریف میں الحجرو کا ذکر	485	جد جد کا شرعی حکم	474	سورج اور چاند کا تیل کی شکل میں
507	الحجریث (مارمائی)	485	الجد الیہ (ہرن کا بچہ)		ہوتا
507	مارمائی کا شرعی حکم	486	الجدی (بکری کا زچہ)	476	تیل کے ضرب الامثال
507	مارمائی کے طبی فوائد	486	بکری کے بچے کے طبی فوائد	479	تیل (بجا) کے طبی فوائد
508	الجزور (اونٹ)	487	خواب میں تعبیر	479	خواب میں تعبیر
509	زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مذاہب	487	اجدل (شکرہ)	479	الثول
509	جزور کا شرعی حکم	487	الجدع	480	(نر شہد کی مکھی)
510	الحساسہ		(بھیر کا ایک سالہ بچہ)	480	الثیل (پاڑی بکرا)

579	الجودل (کیوتری کا بچہ)	512	الجمعلیلة (بجہ)	512	حدیث شریف میں جسارہ کا ذکر
580	العیال (بجہ)	512	جمیل و جمیل (چھوٹا سا پرندہ)	512	تیم داری
580	ابوجوارہ	513	الجندب (مڈی)	513	الجمعار (بجہ)
	باب الخاء	513	الجندع (کالی مڈی)	513	بجہ کے طبی فوائد
580	حاتم	513	الجن (ہوائی مخلوق)	513	بجہ کی خواب میں تعبیر
580	حاتمہ	513	علمی بحث	513	الجمعدۃ (بکری)
551	حاریہ	513	فائدہ	513	الجعل (گھریلا)
581	الحباب (سانپ)	515	مسائل	515	گھریلا کا شرعی حکم
581	حاب کا حدیث میں ذکر	515	جن کی عادتیں	515	طبی فوائد
581	الحبتر (لومڑی)	516	جنات کی خواب میں تعبیر	516	خواب میں تعبیر
581	الحبث (سانپ)	516	جنان البیوت	516	الجعول (شتر مرغ کا بچہ)
581	حاباحب (جگنو)	518	گھریلو سانپ	518	الجغفرہ (بکری کا بچہ)
581	حباری (سرخاب)	518	حدیث میں جنان کا ذکر	518	بکری کے بچہ کا شرعی حکم
583	حدیث میں حباری کا ذکر	518	الجندباد ستر	518	الجلالۃ
583	سرخاب کی ضرب الامثال اور		(ایک آبی جانور)		(نجاست کھانے والی گائے)
	کہاوتیں	519	جندباد ستر کے طبی فوائد	519	الجلم (شکاری پرندہ)
583	سرخاب کے طبی فوائد	519	الجنین (ناکمل بچہ)	519	الجمل (زراونٹ)
584	الحبرج (زررخاب)	519	جنین کا شرعی حکم	519	فائدہ
584	الحبرکی (چمچری)	519	جھبر	519	حدیث میں جمل (اونٹ) کا ذکر
584	حلیق (بکری کا بچہ)	520	الجواد	520	حکایت
584	حبیش (پرندہ کی ایک قسم)	525	(تیز رفتار عمدہ گھوڑا)	525	دعا
584	الحجر (گھوڑی)	525	حدیث میں جواد کا ذکر	525	مسئلہ
584	حجر کا حدیث میں ذکر	527	واقعہ	527	ضرب الامثال اور کہاوتیں
584	خواب میں تعبیر	527	محبت کی تعریف	527	جمل کی خواب میں تعبیر
585	الحجروق	528	حکایت	528	جمل البحر (مچھلی)
505	(جانوروں کی ایک قسم)	528	الجواف (مچھلی کی ایک قسم)	528	جمل الماء
585	الحجل (زرچور)	528	الجودر		(ایک قسم کا پرندہ)
		528	(جنگلی گائے کا بچہ)		جمل الیہود (گرگٹ)

603	الحضب (اژدہا)	595	فائدہ	585	چکور کا شرعی حکم
603	الحفان (چوپاؤں کے بچے)	596	حرقوص کا شرعی حکم	587	چکور کی ضرب الامثال اور
603	الحفص (شیر کا بچہ)	596	الحربش (چت کور یا سانپ)		کماوتیں
603	الحقم (کبوتر جیسا بچہ)	596	حریش کا شرعی حکم	587	طبی فوائد
603	الحلزون (کیڑے)	596	حریش کے طبی فوائد	587	خواب میں تعبیر
604	حلزون کا شرعی حکم	596	الحسان (مڈی)	588	الجداء (جیل)
604	الحلکة والحلکاء	596	الحساس (چھوٹی مچھلیاں)	589	واقہ
604	والحلکی	597	الحسل (گود کا بچہ)	590	چیل کا شرعی حکم
604	الحلم (چیچری)	597	حسل کا شرعی حکم	590	چیل کی ضرب الامثال اور
605	مسئلہ	597	حسل کی ضرب الامثال اور		کماوتیں
605	حلم کا شرعی حکم		کماوتیں	590	چیل کے طبی فوائد
605	حلم کی ضرب الامثال اور کماوتیں	597	الحسبل (مچھڑا)	591	چیل کی خواب میں تعبیر
605	الحمار الاہلی	597	حسون	591	الحذف (بھیر کا بچہ)
	(گھریلو گدھا)		(خوش آواز پرندہ، نیک کنٹھ)	591	الخؤ (اصیل گھوڑا)
606	حدیث میں حمار کا تذکرہ	598	الحشرات	591	الحرباء (گرگٹ)
607	عجیب حکایت		(زمین پر زینگیٹنے والے جانور)	593	گرگٹ کا شرعی حکم
610	تقشیر حمار	598	فائدہ	593	ضرب الامثال اور کماوتیں
610	دوسری حکایت	598	حشرات کا شرعی حکم	593	طبی فوائد
610	فائدہ	599	الحشور والحاشیہ	593	خواب میں تعبیر
611	دوسرا فائدہ		(اونٹ کے چھوٹے بچے)	593	الحرزون
619	قیصر	599	الحصان (گھوڑا)		(گود کے مانند ایک جانور)
620	منصور علاج کا واقعہ		حدیث میں حصان کا ذکر	594	حرزون کا شرعی حکم
622	حلاج کی وجہ تسمیہ	599	قصہ بنی اسرائیل	594	حرزون کے طبی فوائد
622	محمد بن ابی بکر کا قصہ	600	عبد الملک بن مروان	594	خواب میں تعبیر
624	سفیان ثوری کا واقعہ	602	مامون کا قصہ		الحرشاف یا الحرشوف
624	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت	602	الحصور (اونٹنی)	594	(لاغر مڈیاں)
625	عورتوں کی مکاری کے قصے	602	فائدہ	594	الحرقوقص
628	ایک بوڑھے کی حکایت	602	حضاجر (بکر)		(چت گور یا پسو)

661	الحملولة	645	کبوتر کی خاص عادتیں	628	ایک بوڑھے کی حکایت
662	الحمیق	646	مستر شد باللہ کا واقعہ	628	ایک درزی کی حکایت
662	حمیل خور	649	شیخ ابو الحسن شازلیؒ کا خواب	629	ذوالنون بن موسیٰ کی حکایت
622	الحنش	650	فائدہ	629	ایک بچہ کی حکایت
662	حدیث میں فض کا ذکر	651	کبوتر کا شرعی حکم	629	ابن خاقان کی حکایت
663	الغضب (نڈی)	652	مالک بن انس کا قصہ	629	ایک جوان کی حکایت
663	الحوار (اونٹنی کا بچہ)	653	امیر المومنین منصور کا قصہ	630	حاکم عبیدی کی حکایت
663	حوار کی ضرب الامثال اور	654	کبوتر کی ضرب الامثال اور	630	ایک اور حکایت
	کماوتیں		کماوتیں	631	تذنیب
664	الحوث (مچھلی)	655	کبوتر کے طبی فوائد	632	گدھے کا شرعی حکم
665	حوث کی ضرب الامثال اور	655	فائدہ	632	گدھے کی ضرب الامثال اور
	کماوتیں	656	کبوتر کی خواب میں تعبیر		کماوتیں
665	حدیث میں مچھلی کی تذکرہ	657	الحمد (قطا کے بچے)	634	گدھے کے طبی فوائد
666	حضرت یونسؑ کا قصہ	657	الحمر (ایک پرندہ)	634	خواب میں تعبیر
	فائدہ	657	ابن لسان کا واقعہ	635	الحماد الوحشی
667	حضرت سلیمانؑ کی دعوت	658	حمر کا شرعی حکم		(جنگلی گدھا)
668	حوث الحیض	658	حدیث میں حمر کا ذکر	637	گور خر کا شرعی حکم
	(مچھلی کی ایک قسم)	658	حمر کی ضرب الامثال اور کماوتیں	639	گور خر کی ضرب الامثال اور
668	حوث الحیض کا شرعی حکم	659	الحمہ		کماوتیں
668	حوث الحیض کے طبی فوائد	659	الحماط والحموط	639	گور خر کے طبی فوائد
668	تمہ		(سبزی کا کثیرا)	639	گور خر کی خواب میں تعبیر
669	حضرت موسیٰؑ و یوشع علیہما السلام	659	الحمک	640	حماد قبان
670	فائدہ	659	الحمل		(ایک چھوٹا سادابہ)
671	حضرت خضرؑ کا نام	659	حدیث میں حمل کا ذکر	641	حمار قبان کا شرعی حکم
674	فائدہ	660	ایک حکایت	641	طبی فوائد
675	حضرت علیؑ کا واقعہ	660	ایک عجیب حکایت	641	خواب میں تعبیر
675	ایک عجیب حکایت	660	حضرت یعقوبؑ کا قصہ	641	الحماد (کبوتر)
675	الحوشی (وحشی اونٹ)	661	الحمنان		حدیث میں حماد کا ذکر

713	ام حبس	696	جھاڑ	676	الحوصل (ایک بڑا پرندہ)
714	ام حفصہ	697	عجیب حکایت	676	حوصل کا شرعی حکم
714	ام حمارس	698	ایک انوکھی حکایت	676	الحلان
		699	تتمہ	676	(کبری کے پیٹ میں پایا جانے والا
		699	تکملہ		بچہ)
		701	عماد الدولہ کا قصہ	676	حدیث میں حلان کا ذکر
		702	ایک آزمودہ عمل	677	حیدرہ (شیر کے ناموں میں سے
		702	سانپ کا شرعی حکم		ایک نام)
		703	حدیث میں سانپ کا ذکر	678	حدیث میں حیدرہ کا ذکر
		704	مسئلہ	680	تتمہ
		705	ضرب الامثال اور کہاوٹیں	680	الحیرمہ (گلے)
		705	سانپ کے طبی فوائد	680	الحیة (سانپ)
		706	فائدہ	681	سرانہیپ (لٹکا)
		706	خواب میں سانپ کی تعبیر	682	اقسام
		707	الحیوت	686	علی ابن نصر جعفی کا واقعہ
		707	الحیدوان	690	فائدہ
		707	الحیقطان	691	حضرت ابوالدرداء کا قصہ
		707	الحیوان (ہر وہ چیز جس میں حرکت اور زندگی پائی جائے)	691	عجیب حکایت
		708	حدیث میں حیوان کا تذکرہ	692	ہارون رشید کا واقعہ
		709	تتمہ	692	حکایت
		709	حیوان کا شرعی حکم	692	حضرت عیسیٰ کا واقعہ
		710	حیوان کے طبی فوائد	693	ایک انوکھا واقعہ
		711	خواب میں تعبیر	693	فائدہ
		712	ام حبیب (گرگٹ جیسا ایک جانور)	695	وظائف و عملیات
		712	ام حبیب کا حدیث میں ذکر	696	بچھو کے کانٹے ہوئے کو جھاڑنے کا
		713	ام حبیب کا شرعی حکم		عمل
		713	ام حسان		سانپ کے ڈسنے یا پاؤں کے کتنے کے
					کانٹے یا زہریلے لینے کے لیے مجرب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے حضور تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ علامہ دمیریؒ کی شہرہ آفاق کتاب ”حیات المیوان الکبریٰ“ کا مکمل اردو ترجمہ مترجمین اور ناشرین کی سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد حاضر خدمت ہے۔

علامہ کمال الدین محمد الدمیریؒ (م ۸۰۸ھ) اور ”حیات المیوان الکبریٰ“ کے بارے میں تفصیلی مقدمات تو آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں ان صفحات کے ذریعے کتاب کی اہمیت کے چند گوشوں کی جانب توجہ مقصود ہے۔

”عرض ناشر“ کسی کتاب کے تعارفی مقدمات میں قاری کی نظر سے گزرنے والا سب سے پہلا اور درحقیقت لکھا جانے والا سب سے آخری مقدمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان صفحات میں دیگر مقدمات سے ہٹ کر کوئی نئی بات پیش کرنا کارے وارد ہوتا ہے اور اس فریضہ سے سبکدوش ہونا نہایت مشکل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ عموماً دیباچوں اور مقدموں کی بھرمار قاری اور اصل کتاب کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور اگر مضامین کی تکرار بھی ہو تو ان تمام مقدمات کو پڑھنا صبر آزما کام ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے باوجود ”حیات المیوان“ کے سلسلے میں یہ ناگزیر محسوس ہوا کہ مضامین کی تکرار سے بچتے ہوئے ان صفحات میں بعض معلومات شامل کر دی جائیں جو اس کتاب پر کام کے دوران وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہی ہیں اور جو اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کے لئے شاید کارآمد ہوں گی۔

”حیات المیوان الکبریٰ“ اپنے زمانہ تصنیف (۷۷۳ھ) سے اب تک اپنی متنوع اور گوناگوں خصوصیات کی بناء پر مقبول عام رہی ہے اور مختلف زمانوں اور زبانوں میں اس پر کام کیا جاتا رہا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

کتاب کی ضخامت کے پیش نظر مختلف ادوار میں اس کے انتخاب کئے گئے اکثر تلخیصات کا ذکر آئندہ صفحات میں مل سکے گا۔ اضافی چیزیں درج ذیل ہیں:

”حاوی الحسان من حیات المیوان“ کے نام سے ایک تلخیص حنفی العقیدہ عالم محمد بن عبد القدیر بن محمد الدمیری نے کی جس میں انہوں نے ”اوز“ کے عنوان کے تحت طویل تاریخی تفصیل حذف کر دی تھی۔ ”حاوی الحسان“ کا عربی مخطوطہ پیرس لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں موجود ہے۔

ایک اور تلخیص ”عین المیوان“ کے نام سے محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر بن محمد الحزومی الدماینی المالکی نے کی جس کی تکمیل ۱۱۳۰/ شعبان ۸۲۳ھ کو ہوئی۔ گویا یہ تلخیص علامہ دمیریؒ کی وفات کے محض پندرہ سال کے بعد ہوئی۔ جیسا کہ اس تلخیص کے

لے انگریز مترجم جیاکار کے مطابق یہ تلخیص ”نہروالا“ گجرات، پنجاب میں لکھی گئی۔

دیباچے سے ظاہر ہوتا ہے۔ مؤلف علامہ دمیری کے شاگردوں میں سے ایک تھے اور انہیں حیوة الحیوان کے مضامین خود علامہ دمیری سے سننے کا موقع ملا تھا۔

جرمن مستشرق وٹسن فیلڈ (F. WUSTENFELD) کے مطابق ایک تلخیص کے مخطوطے برلن اور پیرس وغیرہ میں موجود ہیں لیکن چونکہ اس نے اس تلخیص یا اس کے مؤلف کا نام نہیں دیا اس لئے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مذکورہ بالا دو نسخوں میں سے کوئی ایک ہے یا کوئی علیحدہ نسخہ ہے۔

تراجم | ”حیات الحیوان“ کے تراجم دنیا کی اکثر بڑی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ فارسی ترجمے کے ساتھ ایک مصور ایڈیشن ایران میں (غالباً تہران سے) طبع ہوا تھا۔ اس کا ایک نسخہ پیرس کی آر سیٹل (ARSE NAL) لائبریری میں موجود ہے۔

ترکی زبان میں استنبول سے ۱۳۷۲ھ میں ترجمہ شائع ہوا۔ اس کی مزید معلومات فراہم نہیں ہو سکیں۔ فرانسیسی زبان میں (PETIT DE LA CROIX) نے اس کا ترجمہ کیا لیکن یہ طبع نہیں ہو سکا۔

جناب محمد عباس فتح پوری صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمے میں اردو تراجم کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں ضروری معلومات وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ چونکہ مولانا عبدالقدیر صاحب دیوبندی کا ترجمہ انہیں دستیاب نہیں ہو سکا تھا اس لئے اس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہیں۔

یہ ترجمہ میری نظر سے گزرا ہے اور اس کی ایک نقل احقر کے پاس موجود ہے۔ مترجم کا مکمل نام محمد بن عبدالقدیر دیوبندی ہے اور یہ ترجمہ نو کشور، لکھنؤ ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۶ء) میں طبع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ بھی درحقیقت حیوة الحیوان کی تلخیص ہے، لغوی مباحث، اشعار، اقوال وغیرہ اکثر و بیشتر محذوف ہیں اور جگہ جگہ عبارات چھوڑ دی گئی ہیں۔ ترجمے کی زبان اور اسلوب قدیم ہے اور زیادہ ترجمہ لفظی ہے۔

۱۹۰۶ء میں بمبئی سے حیات الحیوان کا ایک انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ اس ترجمے کی جلد اول احقر کی نظر سے گزری ہے مترجم کا نام آئی جی ایس جیاکار (I.G.S. JAYAKAR) تھا۔ مترجم کا تعلق بظاہر انگلستان کے ان فوجی افسران سے تھا جو انڈین ملٹری سروس کے تحت خدمات انجام دے رہے تھے۔

یہ ترجمہ بھی درحقیقت ”حیات الحیوان“ کی تلخیص ہے۔ مترجم کے اپنے الفاظ میں:

”میں نے ترجمے میں بیشتر عملیات حذف کر دیئے ہیں سوائے ان عملیات کے جو قرآن کریم کی آیات پر مشتمل ہیں۔“

اسی طرح دمیری رحمہ اللہ نے جملہ کیں ایسے اشعار نقل کئے ہیں جو زیر بحث عنوان سے غیر متعلق تھے، مترجم نے انہیں بھی اکثر مقالات پر حذف کر دیا ہے۔ نیز ”وفیات الاعیان“ (ابن خلکان) کی وہ عبارات جو علامہ دمیری نے نقل کی ہیں ان کے ترجمے کے بجائے مترجم نے محض وفیات الاعیان کی انگلش ترجمے (مترجم ڈی۔ سلین DE. SLANE) کے حوالے نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔

”جیاکار“ نے ترجمے کے ساتھ ساتھ مختصر حواشی بھی تحریر کئے ہیں جن کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ دمیری جن جانوروں کا ذکر کرتے ہیں ان کے بارے میں مترجم نے تحقیق کی ہے اور اگر کسی جانور کا معین طور پر علم ہو گیا ہے تو اس کا موجودہ سائنسی نام حاشیہ پر تحریر کر دیا ہے۔ نیز بہت سے مقالات پر موجود علم الحیوانات (ZOOLOGY) کی رو سے اس کی انواع اور مختلف عرب خطوں میں اس کے موجود نام بھی دیئے ہیں۔ یہ حواشی یقیناً موضوع سے متعلق اہم ہیں اور اسی کے پیش نظر احقر نے

ایسے مفید حواشی کو اردو میں منتقل کر کے موجودہ ایڈیشن میں شامل کر دیا ہے۔ ان حواشی کی اصل قدر و قیمت تو علم المیوانات سے متعلقہ افراد ہی متعین کر سکتے ہیں۔ لیکن بظاہر یہ کتاب کے موضوع پر اہم اضافہ ہے۔

انگریز مترجم نے ترجمے کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں جہاں روایتی غیر مسلم مستشرقین کے متعصبانہ ذہن کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے وہیں بہت سی مفید معلومات بھی دی ہیں۔ ایسی معلومات سے احقر نے عرض ناشر کے ان صفحات میں بہت مدد لی ہے۔

مستشرقین نے ”حیات المیوان“ کے مواد سے ایسی بے شمار تصانیف میں کام لیا ہے۔ انگریز مترجم کے مطابق لین (LANE) نے اپنی عربی لغت میں، بوخارت (BOCHART) نے (HERO FOICON) میں، ہیزل (HEZEL) نے (CHRESTOMATHIE ARABE) میں، ٹائچسن (TYCHSEN) نے (ELEMENTALE ARAB) میں، اور اسی طرح دیگر مستشرقین نے اہل عرب اور عربی زبان و ادب سے متعلق موضوعات میں اس سے مدد حاصل کی ہے۔

طباعت ”حیات المیوان“ پہلی بار عربی زبان میں زیر سرپرستی خدیو سعید پاشا، بلاق پریس قاہرہ سے ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء) میں اور پھر ۱۲۸۳ھ میں طبع ہوئی۔ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء) میں یہ مسموئہ پریس قاہرہ سے چھپی۔ اس ایڈیشن کے حواشی پر ذکر یا بن محمد بن محمود القزویٰ (م ۶۸۲ھ) کی کتاب ”عجائب المخلوقات والیوانات و غرائب الموجودات“ شامل کی گئی تھی۔ بعد میں ایران سے ”حیات المیوان“ کا ایک مصور ایڈیشن اور اسی کا فارسی مصور ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ موجودہ زمانے میں مصر، لبنان اور ایران سمیت کئی ممالک میں متعدد بار شائع ہو چکی۔

www.KitaboSunnat.com

کتاب پر ایک مجمل نظر

”حیات المیوان“ میں ۱۰۶۹ ناموں کے تحت جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے جن جانوروں کے حلیہ اور تفصیل کا ذکر ہے ان کی تعداد ۷۳۱ بتلائی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ بسا اوقات مختلف جانوروں کو ایک ہی نام دیا گیا ہے اور متعدد جگہوں پر اس کے برعکس ایک ہی جانور مختلف ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، اس لئے کتاب میں مذکور حیوانات کی اصل تعداد متعین کرنا خاص دشوار ہے۔ اس کے علاوہ علامہ دمیریؒ نے خلفاء کی تاریخ ذیل میں ۶۹ خلفاء کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

موجودہ ایڈیشن چند سال قبل جب مولانا عبدالقدیر صاحب کا ترجمہ (جس کا ذکر تراجم میں آچکا ہے) ہماری نظر سے گزرا، تو ”ادارۃ اسلامیات“ لاہور سے اس کی جدید طباعت کا ارادہ کیا گیا۔ اصل دشواری اس ترجمے کی زبان تھی جو اکثر و بیشتر لفظی ترجمے کی صورت میں قدیم اردو اسلوب میں لکھی گئی تھی۔ اسے جدید انداز میں طبع کرنے کے لئے ضروری تھا کہ زبان کی تسہیل کی جائے اور اسے با محاورہ اردو کا رنگ دے کر سلیس زبان میں منتقل کیا جائے۔ چنانچہ احقر نے یہ کام شروع کیا اور بہت حد تک مکمل بھی کر لیا۔ اسی دوران مولانا عباس صاحب اور مولانا محمد عرفان صاحب کے جدید ترجمے کی اطلاعات ملتی رہیں۔ لیکن اس ترجمہ کے کام کی رفتار اس قدر سست تھی کہ تکمیل کے لئے ایک عمر درکار تھی۔

کٹھن مرحلہ اس وقت پیش آیا جب یہ علم ہوا کہ جدید ترجمے کی اقساط اگرچہ کم طبع ہوئی ہیں اور درمیان میں بہت دفعہ کام بند

بھی ہوا۔ لیکن بہر حال مترجمین ترجمہ مکمل کر چکے ہیں اور وہ غیر مطبوعہ مسودے کی صورت میں محفوظ ہے۔ یہ فیصلہ بہت دشوار تھا کہ آیا اپنا دو سالہ محنت کا کام ایک طرف رکھ کر جدید مترجمین کا وہ ترجمہ اختیار کر لیا جائے جو مکمل بھی ہے اور جس پر جدید حواشی بھی تحریر کئے گئے ہیں یا اپنی محنت بروئے کار لاتے ہوئے وہ ترجمہ طبع کیا جائے جو بہر حال تلخیص کھلائے گا۔

بالآخر جدید ترجمے کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے غیر مطبوعہ مسودہ منگوا کر مکمل ترجمے کے خصوصی حقوق اشاعت حاصل کئے گئے اور ترتیب جدید کے ساتھ اس کی از سر نو کتابت کرائی گئی۔ اسی کے ساتھ احقر نے انگریز مترجم کے حواشی کو بھی اردو میں منتقل کر کے حواشی میں شامل کر دیا۔ ایسے حواشی کے آخر میں انگریز مترجم جیاکار (JAYAKAR) کا علامتی لفظ ”ج“ درج ہے۔ یہ فٹ نوٹ علم الحيوانات (ZOOLOGY) کی رو سے بہت سے حیوانات کے جدید سائنسی قانون، ان کی انواع اور مختلف عرب خطوں میں ان کے مختلف ناموں پر مشتمل ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

چنانچہ اب موجودہ ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اس کے مختلف مدارج میں درج ذیل اصحاب کی کاوشوں کا حصہ رہا ہے:-

مترجمین :- مولانا محمد عباس فتح پوری صاحب۔ مولانا محمد عرفان سرودھنوی صاحب۔ مولانا ثار احمد گونڈوی صاحب۔

حواشی :- مولانا محمد عباس فتح پوری صاحب۔ سعود اشرف عثمانی۔

”حیات الحيوان“ کے سلسلہ میں ایک دو باتیں پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

اول تو یہ کہ ”حیات الحيوان“ کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس پر حدیث، فقہ یا دیگر بنیادی اسلامی علوم میں سے کسی کا مدار ہو۔ اور نہ یہ علوم ”حیات الحيوان“ سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔ لہذا روایات و مسائل وغیرہ کے ضمن میں مستند وغیر مستند کی بحث غیر ضروری ہو گئی۔

دوم یہ کہ ”حیات الحيوان“ اس اسلوب تصنیف کی نمائندگی کرتی ہے جس میں مصنف کی ذمہ داری موضوع سے متعلق تمام دستیاب شدہ مواد خواہ اس کی نوعیت کسی قسم کی ہو، یکجا کر دینے تک محدود ہوتی ہے اور وہ جانچ پڑتال اور چھان بھٹک کا کام آئندہ کام کرنے والوں پر چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ اس نوعیت کی تصنیفات کی ہر روایت پر نہ مکمل طور پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نہ اسے مکمل طور پر ناقابل اعتماد قرار دینا چاہیے۔ بلکہ اس کا مطالعہ اسی تاظر میں کرنا چاہیے جس میں اس کے مصنف نے اسے تحریر کیا ہے۔

ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے امید ہے کہ یہ کتاب اپنے قاری کو بیش بہا معلومات فراہم کر سکے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نفع بنائیں اور مصنف، مترجمین اور ناشرین کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائیں۔

سعود اشرف عثمانی (اشرف برادران)

ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور نمبر ۲

فَاتِحَةُ الْكِتَاب

حضرت مولانا نظر شاہ صاحب شیخ التفسیر والحديث دارالعلوم دیوبند

رسول اکرم ﷺ کا سفر جسے عامۃ المسلمین کی زبان میں معراج و اسراء سے تعبیر کیا جاتا ہے بجائے خود یہ معقول بھی ہے اور اس کے منقول ہونے پر تو شافی و کافی ذخیرہ بطور کمک موجود ہے۔ احادیث میں ان عجائبات کا تفصیلی ذکر ہے جو صاحب معراج ﷺ کو دکھائے گئے۔ اس سفر کا مقصد ہی سفر کرنے والے نے ان الفاظ سے بیان کیا تھا: **لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى**

ہمارے مفسرین احادیث کے معاملہ میں سہل انگار واقع ہوئے۔ محدثین کی رعایتوں اور جکڑ بندیوں سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں موجودہ احادیث کا ذخیرہ وہ اہمیت نہیں لے سکا جو بالغ نظر ذخیرہ حدیث جمع کرنے والوں کے مقدس دفاتر کو ہے۔ بہر حال تفسیری ذخیرہ میں بسلسلہ معراج ایک روایت نظر سے گزری اور جب کسی روایت کی پشت پر قرآن کا کوئی صادق بیان مؤید کی حیثیت سے ہو تو اس روایت کی پختگی میں شبہ ہی کیا باقی رہ جاتا ہے؟ روایت یہ ہے کہ آنحضور ﷺ جب عجائبات کا گلہ گر و شالہار دیکھتے ہوئے اپنا سفر طے فرما رہے تھے تو رفیق سفر جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ خدائے تعالیٰ کی مخلوقات کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے؟ جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کوئی نہیں جانتا کہ کہاں کہاں ہے اور کس طرح۔ اس روایت کی توثیق قرآن مجید کی یہ آیت و ما یعلم جنود ربک الا هو کرتی ہے۔ انسان کی دانش مندی و چالاکیوں کو کون اور کب بیان کر سکتا ہے۔ اس نے دنیا کی بیشتر چیزوں پر اپنی تسخیر کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ مشہور شہروں میں آپ پہنچ جائیے، دل افروز و نظارہ سوز، حسین اشیاء کو جمع کرنے کے اہتمام کے ساتھ چڑیا گھر کے نام سے جو عمارتیں وسیع تر پھیلائی گئی ہیں ان میں چرند، پرند اور درندوں کی ایسی مخلوق نظر آتی ہے جنہیں دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ عالم پر قبضہ اسی مخلوق کا ہو گا۔ مگر حیرت ہے کہ بے شمار مخلوقات و انواع خلایق کے باوجود آبادی کا حصہ، غیر مسکونہ علاقوں کے مقابلے میں اب بھی کم ہے۔ طوطوں کو دیکھئے تو ان کی سینکڑوں اقسام، موروں کی بے شمار قسمیں، طرح طرح کے ہرن، سانپوں کو لیجئے تو سینکڑوں اقسام، بندروں کی اچھل کود اور لنگوروں کی چھلانگوں میں نیا ہی عالم تسخیر، شیر، بھیڑیے، چیتے، تیندوے، ہاتھی، گینڈے، زراف، غرضیکہ کس کس کا ذکر کیجئے۔ قرآن مجید نے بھی اس مخلوقات کا ذکر کیا ہے۔ کہیں فرمایا کہ **و ان من شئی الا یسبح بحمده۔ الخ** تو کہیں ارشاد ہوا۔ **اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی الظَّیْرِ فَوْقَهُمْ صَفْیٰتٌ وَ یَقْبِضُنْ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ۔ الخ** بلکہ قرآن نے لفظ طیر سے جاہلیت کے خام و نا پختہ عقیدوں کا سراغ دینے کے لئے لفظوں کی بھی وضع و تراش کی۔ مثلاً **تَطَّیَّرُ** جس کا مادہ طیر ہی ہے بدشگونی کے معنی میں لیا گیا۔ چنانچہ ایک جاہل قوم کا مکالمہ اپنے نبی وقت سے قرآن میں ان الفاظ میں موجود ہے: **”وَ نَظَّیْرُکَ وَ بَیِّنُ مَعْلَکَ“** کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بدشگونی کا باعث سمجھتے ہیں۔ طیارہ، طیران گاہ، مطار سب وہی الفاظ ہیں جو اس طیر سے نکلے اور آج کل کے عام استعمال میں آئے۔ ان کروڑ ہا کروڑ جانوروں کی حیرت انگیز عادات و مانومات میں خواص ہیں اور تاثیرات، بلکہ ان کے ساتھ بود و باش کے اثرات خود مضبوط ترین مخلوق انسان پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

دیدہ و ر علماء نے آنحضور ﷺ کے ایک ارشاد گرامی سے یہ بھی لطیف استنباط کر لیا کہ گھوڑے میں مفاخرت کا جذبہ موجود

ہے۔ چنانچہ شہسوار میں بھی یہ اثرات نمایاں ہوں گے۔ شتر کا کینہ، شیر کی شجاعت، لومڑی کی عیاری، ہاتھیوں کی ذکاوت، سانپوں کا انتقام، کدو کی حرص، مرغ اور مرغی کی آرز، سب ہی عوامی محاورے اور ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر گئے۔

قرآن کریم نے قصہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ”نملۃ“ کا تذکرہ کیا۔ آج ماہرین حیوانات اس ضعیف بلکہ اضعف مخلوق سے متعلق حیرت انگیز انکشافات بنا رہے ہیں۔ ان کی ذخیرہ اندوزی اور مسلسل جدوجہد، دودھ دینے والے جانوروں کی پرورش، پھر ان جانوروں سے دودھ کا حصول۔ ان کی اجتماعیت و جہتہ بندی۔ رزق کے حصول میں جدوجہد، ان کے سرور و فرحت کی علامتیں، ناگواری و ناراضی کے آثار پر اب مقالے کے مقالے لکھے جاتے ہیں۔ انہی پیغمبر جلیل سلیمان علیہ السلام کے حیرت انگیز واقعات پر ”حدھ“ کا بھی تذکرہ آیا جس کی نگاہ خوردبین بطون ارض میں اچھلتے کودتے پانی کے ذخیروں کی تلاش میں کامیاب تر واقع ہوئے۔

اور ربی شد کی مکھی جس کا تذکرہ قرآن میں وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا۔ الخ نے گواہرین حیوانات کے لیے نئے نئے سراغ کا جائزہ منظر کھول دیا۔ اس کے عجیب و غریب مکان کی تیاری دنیا جہان کے پھلوں پھولوں سے عرق کشی، پھر غسل مصفی کا ستور، بطور دوا یا بطور غذا اس انگبین کا استعمال کون سی طب اور کون سی ڈاکٹری میں مسلم نہیں۔

بیاضی کو لیجئے اس کی ساری جسمانی بساط تولے سے آگے نہیں۔ مگر اپنا آشیانہ کس خوبی اور خوب صورتی سے بناتا ہے کہ اس کی ساخت دانشمند انسان کو بھی حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ بیٹھک کا انتظام، جھولے کا نظم، آشیانہ میں روشنی کا اہتمام، نکلنے کے دروازے، گھسنے کے لیے راہیں اور پھر اس قدر دبیز و مضبوط کہ نہ پانی کا گزر، نہ ہواؤں کے تھپہڑے موثر، شاخوں پر معلق یہ گھونسلہ، انسان کی عقل کو جھٹکے دیتا ہے۔ پھر ان تمام جانوروں کے اپنے حصول رزق کے لیے سرگرم مظاہرے۔

خاکساری کی نظر سے کسی کتاب میں گزرا ہے کہ گویا اپنے بچوں کے لیے صبح سے شام تک سو سے تین سو بار تک غذا کا انتظام کرتی ہے تاکہ ایک معقول و منقول ارشاد میں توکل کی ایمان افروز تعلیم دیتے ہوئے کہا گیا کہ ”جانوروں کا سا اعتماد علی اللہ پیدا کرو۔ صبح کو اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو خلی پیٹ اور شام کو جب آشیانہ میں بیرا کرنے کے لیے واپس ہوتے ہیں تو بھرے ہوئے۔ نہ ان کے لیے کوئی مطبخ ہے نہ کوئی ہوٹل۔ نہ انسان نے ان کے لیے کوئی تاج محل تیار کیا اور نہ اشوکا، نہ کوئی ریسٹورنٹ، نہ کوئی چشمہ شادی۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بھوکے رہتے ہیں یا پیاسے۔ ایک خدائے رزاق نے ان کے ماکول و مشروب کا ایسا نظم کیا ہے کہ اربوں و کھربوں کی تعداد میں یہ جانور اور حشرات الارض اپنا پیٹ بھر رہے ہیں اور پانی کے ٹھنڈے قطروں سے اپنے جگر کی تھکنی بھرا رہے ہیں۔ پھر یہ بیمار بھی ہوتے ہیں لیکن نہ ان کے لیے ہومیوپیتھک نہ کوئی ایلوپیتھک، نہ کوئی بوعلی سینا اور نہ ان کے لیے جالینوسی نسخے، فطرت نے خود ان کو طب کامل کی تعلیم دی اور ان کے نسخے اپنے لیے نہایت شفاء بخش ہیں۔

راقم الحروف نے بار بار دیکھا کہ ملی کو قبض کی شکایت ہوئی تو جا کر کوئی جڑی بوٹی کھائی۔ کتوں نے اپنے معدہ کو صاف کرنے کے لیے استفراغ کی ضرورت محسوس کی تو بعض پتوں سے کام لیا۔ سانپ اور نیولے کی جنگ و جدال شہرہ آفاق ہے سانپ ڈستا ہے تو نیولا دوڑ کر کسی جڑی سے اس کی سمیت کا علاج کر کے تازہ دم حریف کے روپ میں پھر محاذ سنبھال لیتا ہے۔ اگر سانپ پر نیولے کے دانت کام کر گئے تو وہ بھاگتا ہے اور کسی شفاء بخش دوا سے اپنا علاج کیا اور جنگ کے لیے پھر مستعد۔

دیوبند میں ایک عجیب و غریب شخصیت گزری ہے، استاد خلیل نامی۔ یہ تک بندی کے ماہر اور مختلف بہروپ بدلنے میں شاطر تھے۔ دلچسپیوں کی پوٹلی بلکہ طرافتوں کا بورا۔ آخر عمر دارالعلوم کی ورہانی میں گزری۔ یہاں بھی طرح طرح کے مذاق کرتے۔ مجھ سے انہوں نے خود بیان کیا کہ دہلی میں جب یہ کسی پریس میں ملازمت کرتے تھے، ایک روز ایک بندریا چینی چلائی، دیواروں پر کود پھاند میں مصروف نظر آئی۔ اس کی بے قرار آہوں کو سن کر ایک بندر نکل آیا۔ اس نے صورت حال کا جائزہ لیا اور تیزی سے بھاگ گیا۔

معا اس کے ساتھ ایک لبا چوڑا بوڑھا بندر پہنچ گیا۔ گویا یہ حکیم تھا اور طبابت کے طہطراق کے ساتھ پہنچا۔ مریضہ کو لٹایا، اپنے ہاتھ سے اس کی بیماری ٹٹولنے کی کوشش کی تشخیص کے بعد یہ بھی روانہ ہو گیا اور مصلیٰ ایک جڑی لے کر علاج کے لیے آپہنچا۔ استاذ کا بیان ہے کہ مریضہ کو لٹایا اور اس کے پیٹ پر یہ جڑی رکھی اور معالوات ہوئی۔ گویا کہ دروزہ میں مبتلا اس مریضہ کا علاج چند منٹوں میں ہو گیا۔

انسان نے زچہ گھر، کھولے، طرح طرح کی دوائیاں ایچلو کیں اور موثر انجکشن، لیکن ایسی زود اثر جڑی اسے کب اور کہاں ہاتھ لگی ہوگی؟ پھر ان جانوروں کو دیکھئے کہ وقت شناسی کا انہیں ملکہ حاصل گھروں کو پہچاننے کا انہیں سلیقہ۔ میری والدہ مرحومہ سناتی تھیں کہ والد مرحوم حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ نے ایک روز گھڑی دیکھ کر منٹوں کی قید و رعایت کے ساتھ ایک کوئے کے سامنے کلڑا ڈالا۔ اگلے روز یہ بن بلایا مہمان ٹھیک اسی وقت اور اسی لمحہ آپہنچا۔ علامہ مسکرائے اور پھو کے پھو کے لفظوں میں فرمایا:

”بھائی تیری مہمانی تھوڑی کرنی تھی وہ تو ایک کتاب میں دیکھا تھا کہ تیرا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے اسی کتابی بیان کی تصدیق مطلوب تھی سو وہ ہو چکی جا اپنی راہ لگ۔“

اور یہ تو اپنا مشاہدہ ہے کہ خاکسار دلی میں ادارہ شرقہ میں مقیم تھا غالباً کسی کے عقیقہ میں قربانی ہوئی۔ قصاب اپنے کام سے فارغ ہو کر روانہ ہو گیا تو پالٹوبلی چھپچھروں کو نوچ رہی تھی۔ اچانک ایک کوا آپہنچا۔ اس جنگ میں کوئے کا پلا، بہر حال کمزور رہا تو دوسرا کوا دم کے لیے آگیا اور اس نے اس قدر جلد اسکیم بنائی کہ اب بھی سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔ ہوا یہ کہ آنے والے کوئے نے بلی کی دم کو اپنی چونچ میں دبایا۔ وہ اس اچانک حادثہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئے کی طرف متوجہ ہوئی تو دوسرا کوا بوٹی لے کر اڑ گیا۔ پھر دونوں مجاہدین نے مال غنیمت کو سامنے ہی کی دیوار پر بیٹھ کر تقسیم کیا۔

انسان خود کو کرب باز سمجھ رہا ہے۔ جانوروں کے کرب اور بھی حیرت انگیز ہیں۔

درالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ سے بارہا سنا کہ وہ ریاست اندر گڑھ میں اپنے خسر صاحب کے مکان پر مقیم تھے۔ ہندو ریاست، بندر دہلی پر ہنومان اور اس شریو عیار مخلوق کی چالاکیاں سے تمام اندر گڑھ پریشان۔ لیکن ہنومان کی جان لینا قانوناً ممنوع۔ مہتمم صاحب فرماتے ہیں کہ ان قزاقوں کا ہمارے گھر کے مالکوں اور مشروبات پر روزانہ حملہ ہوتا۔ تنگ آکر ایک روز اسکیم تیار کی گئی اور روٹیوں میں زہر ملایا گیا اور مکان کی چھت پر پھیلا دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک بندر آ دھمکا۔ ادل تو وہ اس منظر سے ہی اجنبی میں آگیا کہ کہاں تو کھانے کی اتنی احتیاط کی جاتی ہے اور کہاں آج کی یہ فیاضانہ میزبانی، ٹھنکا اور فوراً ہی روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی وقفہ میں بندروں کی ایک ٹولی آگئی مگر سب اس خوف ناک میزبانی کو دیکھ کر دور ہی دور بیٹھے رہے۔ اتنے میں ایک اور بوڑھا بندر آپہنچا۔ یہ گویا کہ کوئی حاذق طبیب تھا۔ اس نے ایک روٹی کے دو ٹکڑے کئے۔ سو ٹکھا اور چلا گیا۔ پھر معا ایک بندر جڑی لیے ہوئے آیا اور موجود ان تمام لٹیروں کے ہاتھ میں اس جڑی کے ٹکڑے دے دیئے، یہ زہر کا تریاق تھا۔ اب یہ بے تکلف روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے اور ساتھ ہی یہ بدرقہ بلکہ انسان کی چالاکیوں کا بھرپور مذاق اڑا رہے تھے۔ پھر یہ جانور اپنے محسن کو بھی پہچانتے ہیں۔ خطرہ کا بھی احساس کرتے ہیں، انہیں خوشی بھی ہوتی ہے اور ان کے دل پر غم کے بادل بھی منڈلاتے ہیں۔

موجودہ بنگلہ دیش اور آج سے کچھ سال پہلے مشرقی پاکستان ہمیشہ طوفانوں اور سیلابوں کی زد میں رہا۔ چند سال گزرے ہیں وہاں ایک بلاخیز سیلاب آیا تھا جس کی ہلاکت خیزی کی داستان اس وقت کے اخبارات میں مسلسل شائع ہوئی تھی۔ اخباری رپورٹ کے

مطابق شب میں جب سیلاب آیا تو بلاخیز موج ایک سوتے ہوئے بچے کو ٹاڑ کے لمبے چوڑے درخت پر لے پہنچی۔ سما ہوا بچہ وہاں پر عافیت کے لیے بے قرار نظرس خدا کی جانب اٹھا رہا تھا کہ ایک اڑدھا بھی وہاں جا پہنچا اور بجائے اس کے کہ اس بچہ کو ڈستایا اپنی خوارک بناتا، کنڈلی مار کر بچہ کو اپنی گود میں لے بیٹھا اور جب تین دن کے بعد امدادی پاریاں پہنچیں تو اڑدھے نے یہ دیکھ کر کہ انسانی بچہ کے غم خوار آگئے۔ بچہ کو چھوڑا اور اپنی راہ لی۔ حال ہی میں گورکھ پور میں آنے والے سیلاب میں بھی اسی طرح کی خبر آئی۔ دہرہ دون میں کڑا کے کاجازہ پر رہا تھا تو پہاڑیوں سے اتر کر سردی کا مارا ہوا ایک شیر آگ سے اپنے جسم کو تاپنے لگا۔ ہوٹل میں موجود تمام ہی انسان کانپ اٹھے۔ لیکن اس وقت یہ شرنا تھی اپنی صحیح پوزیشن سے خوب واقف تھا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ مخلوق موسموں کے اتار چڑھاؤ، سردی گرمی کی شدت کا احساس بھی خوب رکھتی ہے۔ روس کے قرب وجوار میں رہنے والے پرندے جب وہاں موسم سرما کی قربانی ہوتی ہے ہندوستان کے ان علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں جہاں نسبتاً سردی کم ہو۔ سردی رخصت ہوئی تو یہ بھی پر پر واز اپنے مالوف علاقوں کی طرف کھول دیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ دولت مندوں کے چونچلے گرمیوں میں کشمیر، شملہ اور دوسرے سرد سیر علاقوں میں جا کر پورے ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ کہاں تک بیان کیجئے۔ حیوانات ان کی عادات اور ان سے متعلقہ چیزوں کو۔ اب تو دور سائنس کا ہے، علم کی ہمارے معلومات کی فصل گل ہے۔ چڑیا گھر کھلے ہوئے ہیں مگر صدیوں پہلے کا ذرا ماحول سوچنے کے اس وقت یہ سب کچھ بھی نہ تھا لیکن علمائے اسلام کے علمی ولولے اور کام کے لیے ان کے نئے نئے گوشوں کی تلاش، آج بھی انسانی عقل کو دنگ کر دیتی ہے۔

”حیات المیوان“ جس کے مؤلف علامہ دمیری علیہ الرحمۃ صدیوں پہلے کے انسان ہیں، مگر اس کتاب کی دو ضخیم جلدیں لکھ گئے۔ پھر تنوع کا یہ عالم کہ قرآن کی آیات پر بھی گفتگو، احادیث پر بھی ناقدانہ بحث۔ تاریخ کے جھیلیوں سے بھی غفلت نہ برتی۔ حیوانات سے متعلق تعبیر بھی لکھ ڈالی۔ حلال و حرام کے قصے چھیڑے۔ فقہی مذاہب کا بھی تذکرہ کر دیا۔ ضرب الامثال زیر بحث آئیں۔ محاوروں کو بھی قلم بند کیا۔ علامہ دمیری کا قلم خواص اشیاء و تعبیر رویا پر تیز گامی کے منظر دکھا رہا ہے۔

آج کے دور میں تمام اشیاء کی تاثیرات تسلیم شدہ حقیقت ہیں۔ لسن، پیاز، ہلدی، مرچ، شلغم، مولیٰ، گنڈر، شکر قند، ان سب کے خواص طب قدیم نے تو مفصل ذکر کئے تھے مگر موجودہ ڈاکٹری بھی انکار نہیں کرتی۔ اور تو اور اب تو یہ بھی قبول کر لیا گیا کہ حیوانات کے گوشت کے مخصوص حصے، انسانوں کے مخصوص اعضاء کے لیے بھرپور اثر رکھتے ہیں۔ ان کی صحبتیں اور ان کی مجلس آرائیاں بھی تاثیر سے خالی نہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے چودہ سو برس پہلے انسانوں کی صحبت کے اثرات کو واشگاف فرمایا۔ بلکہ یہ بھی کہ اگر کسی شخص کے اخلاق کا جغرافیہ معلوم کرنا ہو تو اس کے احباب کے حدود اربعہ کو ناپا جائے۔ بیٹھے بول، تلخ باتیں، نرم گوئی، ورشت کلامی۔ ان سب کے اثرات کا کون انکار کر سکتا ہے۔ عرب قدیم کے ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

جَوَاحِثُ السِّنَانِ لَهَا التِّيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

ترجمہ:- شمشیر و سنان کے گھاؤ قابل علاج ہیں لیکن کڑوی باتوں کے زخم ناقابل اندمال۔

اردو کے مشہور شیوہ بیان شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب نے تو پسندیدہ چہرہ کے اپنی صحت و ظاہری روپ پر پڑنے والے خوشگوار اثرات کا بھی انکشاف کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

ان کے دیکھے سے جو آتی ہے منہ پر رونق وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

چند سال گزرے ہیں کہ ایک انسانی بچہ کا ذکر اخبارات کا خاص موضوع بنا ہوا تھا۔ خدا جانے افسانہ تھا یا حقیقت۔ اس بچہ کے

رے میں تفصیلات منظر تھیں کہ بھیڑیوں کے ساتھ مسلسل رہائش کی بناء پر اس کے طور و طریق بلکہ کھانے پینے کے انداز بھیڑیوں جیسے ہی ہو گئے۔ شرافت، رزالت، دہانت، نجابت، حلقہ احباب کا خاص اثر ہے۔ غم آلود مجالس میں شرکت نہی کے گول گپوں کو بھی دھوتیلا بنا دیتی ہے اور نشاط افزاء محفلوں میں پہنچ جانا مدام رونے والوں کو بھی ہنسوڑتا ہے۔ کسی فارسی شاعر نے اپنے محبوب سے مجلس کی شرکت کی دعوت پر کیا خوب معذرت پیش کی ہے۔

در مجلس خود راہ مدہ ہم چوں سنے را
افسردہ دل، افسردہ کند انجمنے را

ترجمہ:- اپنی محفل میں ہم جیسوں کو نہ آنے دے، غمگین دل والا ایک محفل کو رنجیدہ کر دیتا ہے۔

بہر حال یہ موضوع اب کسی تفصیل کا طالب نہیں۔ نہ شواہد و براہین اس پر قائم کرنے کی کوئی احتیاج رہا خواب کا معاملہ تو سردار دو جہان فداہ روجی نے چودہ سو سال پہلے اس حقیقت کی بھی نقاب کشائی کی تھی۔ ارشاد فرمایا تھا کہ ”خواب نبوت کا پھیلائی سو اس جزء ہے۔“ علماء نے اس حدیث کے حل اور اس میں موجود تفصیلات کو واضح کرنے کے لیے دیدہ ریزی و نکتہ سنجی کے شاداب مناظر پیش کئے ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ یوسف کا عمودی مضمون تو حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد طفلی کے ایک خواب کا ذکر، پھر ان کے دور فقہاء جیل کے خواب کا تذکرہ۔ ایک اور موقع پر حضرت ابراہیمؑ کے روئے صادق کی تفصیل بلکہ حضرت یوسفؑ کے تعبیر خواب میں ملکہ و مرسوخ کو خدا تعالیٰ نے اپنا ایک احسان بتایا ہے۔ ”لَنُعَلِّمَهُ مِّنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ“ نبی کریم ﷺ کا خواب سے شغف۔ ہر صبح مصلائے صلوٰۃ پر صحابہؓ سے خواب معلوم کرنا یا اپنا خواب بتانا، خود شعائر اسلامی میں اذان ایسے اہم شعار کی مشروعیت کے لیے عہد نبوت کا ایک خواب، جانی پہچانی حقیقتیں ہیں۔ خواب کیا ہے؟ دور نبوت سے متصل علماء اسے اپنا موضوع بنا چکے۔ غالباً یہ اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ کی احادیث میں خواب کی اہمیت اور نبوت سے اس کا قریبی رشتہ زیر گفتگو آیا تھا۔ یورپ اپنی عقل پرستی کے طوفان یلغار میں مدت تک خواب کو خیال آرائی کا کرشمہ یاد دل و دماغ پر مسلط افکار کا نتیجہ اور کبھی اخلاط اربعہ کے غلبہ کو مختلف خوابوں کا سرچشمہ بتاتا رہا۔ لیکن وہ بھی دھیرے دھیرے خواب کی حقیقت کو تسلیم کر رہا ہے بلکہ اس کے دانشور، خواب کو موضوع بنا کر نئی تحقیقات کا انبار لگا رہے ہیں۔

اسلامی علماء کی تحقیق کے مطابق جب خواب ایک اہم حقیقت ہے تو اس کا تعلق روحانیت سے ضرور قائم ہو گا۔ اس لیے وہ لکھتے ہیں کہ کالبد انسانی میں موجود بعض ارواح سوتے ہوئے قفسِ عنصری سے بجاں عالم بالا سفر کرتی ہیں۔ نوشتہ تقدیر سے اس روح کی محاذاتہ انسانی دماغ میں موجود لوح پر ان نقوش کو اتار دیتی ہے۔ یہ خواب سب سے زیادہ سچے، حقیقت آمیز اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی حقیقی اطلاع ہوتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین حضرت مولانا فخر الحسن مرحوم نے ایک ایسی جگہ کا ارادہ کیا جہاں پر کچھ کور بخنوں نے ان کی جان لینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مرحوم کی ابھی زندگی باقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے خواب ہی میں ان کو اس پیش آنے والے حادثہ سے مطلع کر دیا۔ جب مرحوم نے دینیات کی تدریس کے دور میں ایک یونیورسٹی کی ملازمت کے لیے پرتولے تو خواب میں دیکھا کہ دودھ کی بائیاں لبریز رکھی ہوئی ہیں اور ان میں پیشاب ڈالا جا رہا ہے۔ مولانا اس خواب کو دیکھ کر چونک اٹھے اور سمجھ گئے اور صحیح سمجھے کہ وہی درس گاہ کی ملازمت ترک کرنا اور سرکاری درس گاہ کی ملازمت اختیار کرنا عند اللہ ناپسندیدہ ہے (اگرچہ تعبیر خواب کا فن بہت دشوار ہے)

اس ذرہ بے مقدار نے آج سے سالہا سال پہلے اپنی شدید علالت کے دوران خواب دیکھا کہ اپنے زینے سے نیچے اتر رہا ہے۔ زینہ اتنا تنگ ہے کہ پیٹ پھنستا ہے۔ بیڑھیوں پر سالم نامی ایک شخص سے ملاقات ہوتی ہے اور بالکل نیچے اتر کر ایک قلعی گرساٹنے کھڑا ہوا ہے۔ کچھ اجزاء تو اس خواب کے معاسجھ میں آگئے۔ مثلاً پیٹ کے پھنسنے سے مراد پیٹ کی بیماریاں تھیں۔ سالم نامی شخص سے مقدمات سلامتی کا اشارہ تھا۔ لیکن قلعی گروالا جزو مسجھ میں نہیں آیا۔ سالہا سال کے بعد ایک روز اچانک خیال آیا کہ اس طرف اشارہ تھا کہ یہ بیماری کفراٹ للذنوب ہے۔

میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر اس محاورہ کا بھی شدید انکار کرتا ہوں کہ ملی کو خواب میں چھپچھرے ہی نظر آتے ہیں مجھے بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ سونے والے نے مانوس و مالوف اشیاء ہی کو خواب میں دیکھا لیکن وہ بھی حقیقی خواب تھا۔

سورہ یوسف کے پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے رفقاء جیل میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کا طباق ہے اور کوئے ٹھوٹگیں مار رہے ہیں۔ یہ دیکھنے والا خود طبخ شاہی تھا۔ دوسرے نے انگوڑے سے عرق کشید کرتے ہوئے خود کو دیکھا۔ یہ واقعہ شاہی ساتی تھا۔ حضرت یوسف نے ان کے خواب سن کر تعبیر دی۔ یہ نہیں فرمایا کہ ملی کو خواب میں چھپچھرے نظر آتے ہیں۔ علماء اسلام نے اس موضوع پر کافی بڑا ذخیرہ تیار کر دیا۔

علامہ دمیریؒ کا یہ کارنامہ صد ہاتھسین کا مستحق ہے کہ وہ جانوروں سے متعلق تعبیرات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ اپنے تنوع، موضوع کی ندرت، معلومات کا انبار ہونے کی بناء پر یہ کتاب عجیب و خوش ذائقہ علمی غذا ہے اور ہمیشہ سے دیدہ ور علماء کے یہاں معتبر و مستند سمجھی گئی۔

عصر حاضر کے محقق مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے درس میں تو اس کے حوالے بکثرت ہیں بلکہ انہوں نے اس سے ماخوذ ایک کتاب ”خزائن الاسرار“ تیار کر لی جس میں ان اور ادو عملیات کو جمع کر دیا جو علامہ دمیریؒ کا قلم بے تکلف لکھتا چلا گیا ہے۔ عزیزم سید راحت شاہ سلمہ، ”مینجر ادارہ دعوت القرآن“ دیوبند کی یہ کوشش قابل داد ہے۔ انہوں نے اس ناظر کتاب کی اردو ترجمانی کا تہیہ کیا اور صرف کثیر کے بعد اس کا مطالعہ عوام و خواص کے لیے سہل الحصول بنا دیا ہے۔ احقر کو مقدمہ لکھنے کا حکم ملا۔ باوجود اپنی گوناگوں مصروفیات کے اپنے براور زادہ سید راحت سلمہ کے اصرار پر مجال انکار نہیں ہوئی تو مغرب و عشاء کے مابین یہ چند صفحات سیاہ کر دیئے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ اٰمَنَّا بِكَ وَ
بِقُدْرَتِكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

انظر شاہ

۱۸-۱۲-۱۳۰۱ھ

امام دمیری رحمہ اللہ کے حالات زندگی

مترجم حیوة الحیوان للدمیری

مولانا محمد عباس فتح پوری (فاضل دیوبند)

آپ کا اسم گرامی کمال الدین محمد، کنیت ابوالبقاء، والد کا نام موسیٰ بن عیسیٰ ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے:- کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ بن علی الدمیری المصری۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ ان کا پہلے نام کمال الدین تھا۔ بعد میں نام کمال الدین محمد رکھا۔ اور خود یہ اپنی کتابوں میں اسی طرح لکھتے رہے تاکہ سرکارِ دو عالم، تاجدارِ مدینہ ﷺ کے نام کے ساتھ بطور برکت انتساب ہو جائے۔

ولادت ابن شحبہؒ اپنی طبقات میں رقمطراز ہیں کہ آپ کی ولادت ۵۵۰ھ میں ہوئی اور حافظ سخاوی رحمہ اللہ اور ابو الفلاح عبدالحی بن حماد جنبیؒ نے لکھا ہے کہ ۴۲ھ مطابق ۱۳۴۹ھ کے اوائل میں قاہرہ میں ہوئی۔ جیسا کہ خود انہوں نے اپنی کتابوں میں تاریخ پیدائش قلم بند کی تھی۔ پھر آپ نے بیس تربیت پائی، بیس پلے بڑھے، جب ہوش سنبھالا تو درزی کا کام شروع کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ کام چھوڑ دیا۔ آپ کو جب علم و فن کی اہمیت معلوم ہوئی تو جامعۃ الازہر قاہرہ میں تعلیم کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ پھر اس اہماک کے ساتھ حصول علم میں لگ گئے کہ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں شمار ہونے لگے یہاں تک کہ عمدۃ قضاء کی پیش کش کی گئی تو دمیریؒ نے انکار کر دیا۔ عقائد میں اہل سنت کے مسلک سے وابستہ۔ فقہ میں شافعی المذہب مفتی تھے۔ تصوف میں درک تھا عابد و زاہد تھے۔ آخر عمر میں مسلسل روزے رکھنے لگے تھے۔

بعض سعودی علماء نے دمیریؒ کے مذہب کے بارے میں ان کے شاگرد تقی الفحاسی کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ یہ پہلے شافعی تھے پھر انہوں نے مالکی مذہب اختیار کر لیا تھا (ملاحظہ ہو شفاء الغرام باخبار البلد الحرام صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مکتبہ نہضۃ حدیثیہ باب السلام مکتبہ المکرمتہ) لیکن حیات الحیوان میں جانوروں کے شرعی احکامات کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شافعی المذہب تھے۔ چنانچہ کئی جگہ مصنفؒ نے شافعی مذہب کی تفصیل اور ترجیح بیان کی ہے۔

دمیرہ کی تحقیق یوں تو آپ قاہرہ میں پیدا ہوئے لیکن دمیرہ کی جانب منسوب ہو کر مشہور ہوئے۔ دمیرہ مصر کی ایک بستی کا نام ہے۔ لیکن معلوف یسوی لکھتے ہیں کہ دمیرہ دو شہروں کے نام ہیں۔ القبلیہ، البحریہ جو سمندر کے کنارے واقع ہیں۔ ان میں سے ایک کی طرف امام مذکور منسوب ہیں۔ اھ

لفظ دمیرہ کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ بعض لوگ دال اور میم دونوں میں کسر پڑھتے ہیں۔ اس طرح دمیری ہو جائے گا اور کچھ لوگ دال پر فتح اور میم پر کسر پڑھتے ہیں۔ اس طرح دمیری پڑھا جائے گا۔ مدینۃ العلوم کتاب میں بعض مستند علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے (الفوائد البہتہ ص ۸۵)

میں نے اپنے بعض اساتذہ دارالعلوم دیوبند سے دال میں کسرہ میم میں سکون، یاء میں فتح کے ساتھ دیمیری سنا ہے۔

تحصیل علوم

اہل علم لکھتے ہیں کہ اساتذہ کے اخلاق اور اس کے علوم کا اثر اس کے شاگردوں میں ضرور نمایاں ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شخصیت و تجربہ علمی کا اندازہ لگانا ہو تو ان کے شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمد اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ کا جائزہ لے لیجئے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے علو مرتبت سے واقف ہونا ہو تو ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کا مطالعہ کر لیجئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی رفعت عملی کو ملاحظہ کرنا ہو تو ان کے شاگرد حافظ سخاویؒ کی تالیفات کا جائزہ لیجئے۔ حافظ ابن ہمامؒ کو سمجھنا ہو تو قاسم بن قطلوبغاؒ کو دیکھ لیجئے۔ حجتہ اللہ فی الارض قاسم النانوتیؒ کے تفوق و فلسفہ کو معلوم کرنا ہو تو ان کے شاگرد شیخ المسند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کے علوم پر نظر ڈال لیجئے۔ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی انفرادیت اور ممتاز شخصیت کو پرکھنا ہو تو ان کے شاگردوں خاص طور پر محدث یوسف بنوریؒ، مولانا بدر عالم صاحب، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور فقیہ العصر مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی تصانیف میں گیرائی اور گہرائی کو ملحوظ رکھئے۔ اسی طرح اگر امام دیمیریؒ کی وسعت معلومات اور ان کی شخصیت و شان علمی کا مشاہدہ کرنا ہو تو ان کی تصانیف میں خاص طور پر ”حیات الحیوان“ اور ان کے اساتذہ کرام کی رفعت علمی کو دیکھئے۔ چنانچہ آپ کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے وقت کے مندرجہ ذیل یکتائے روزگار علماء و فقہاء سے علوم حاصل کئے۔ علم فقہ شیخ بہاء الدین سبکیؒ، جمال الدین اسنویؒ، کمال الدین نویریؒ، مالکی وغیرہ سے حاصل کیا اور انہیں سے افتاء و تدریس کی اجازت ملی۔

علم ادب شیخ برہان الدین قیراطیؒ اور بہاء بن عقیلؒ سے سیکھا۔

فن حدیث۔ الجامع للامام الترمذیؒ شیخ علی المظفر عطار، مصریؒ، جمال عبدالمعطی بن کمال بن محمدؒ، علی بن احمد فرضی دمشقیؒ، ابوالفرج بن القاریؒ اور محمد بن علی حرابیؒ وغیرہ سے حاصل کیا۔

بقول حافظ زہلیؒ آپ نے شیخ کمال الدین کمال کے درس ترمذی میں بھی شریک ہو کر استفادہ کیا۔ اسی طرح المسند للامام احمدؒ شیخ کمال الدین محمد بن عمر بن جبیبؒ سے مکہ مکرمہ اور شیخ عقیف مطریؒ سے مدینہ منورہ میں پڑھی۔ اسی طرح دیگر علوم امام یحییٰؒ سے حاصل کئے۔

حافظ سخاویؒ کہتے ہیں کہ آپ نے شیخ بہاء الدین احمد بن تقی سبکیؒ کی صحبت بابرکت میں رہ کر زیادہ نفع اٹھایا۔ کتاب ”البدیع الطالع“ سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم و معارف امام یافعیؒ سے بھی حاصل کئے۔ جیسا کہ آپ کو اس کتاب حیات الحیوان الکبریٰ سے معلوم ہو گا کہ اور ادو وظائف و دیگر عملیات امام یافعیؒ سے لیے گئے۔ ان تمام علماء سے استفادہ کر کے دیمیری تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، ادب عربی میں ماہر ہو گئے۔

تعلیم و تدریس میں نے حضرت مولانا اعجاز علیؒ کا مقولہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب سے سنا ہے، کہ اگر کوئی شخص فراغت تعلیم کے بعد تعلیم و تدریس میں لگ گیا تو گویا اس کا علم عند اللہ مقبول ہے۔ اس ارشاد کے مطابق دیمیریؒ نے علم حاصل کرنے کے بعد متعدد مقامات پر تدریس کا کام انجام یا اور زیادہ تر مکہ مکرمہ اور قاہرہ میں تدریس و افتاء و تذکیر کا شغل رکھا۔ چنانچہ آپ کے سامنے شیخ صلاح الدین اتقیؒ نے جوف کعبہ میں زانوئے تلمذ طے کیا اور شیخ تقی الفاسیؒ نے قاہرہ میں شاگردی کی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ آپ مکہ میں دو سال تک تعلیم و تدریس میں مشغول رہے اور قاہرہ میں رہ کر آپ نے کئی جگہ تدریس کا کام انجام دیا۔ خاص طور پر شنبہ کے دن طلباء عزیز کے لیے باضابطہ وقت دیا کرتے تھے۔ قاہرہ ہی میں آپ القبتہ العیسریہ میں درس حدیث دیتے۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ میں بھی ان کے درس حدیث میں شریک رہا۔ ان کی نظمیں سنیں اور سبق سے محفوظ ہوا۔ اسی طرح مدرسہ ابن البقری باب النصر اور جامع ظاہر مسیتہ میں بعد نماز عصر بروز جمعہ اکثر وعظ و نصیحت اور تذکیر فرماتے۔

مشہور ہے کہ **عِلْمٌ بِلَا عَمَلٍ كَشَجَرٍ بِلَا ثَمَرٍ** (کہ علم بغیر عمل کے درخت بے پھل کی طرح ہے) کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن علامہ دمیریؒ علم و عمل دونوں کے نمونے تھے۔ عبادت و ریاضت کے پیکر

تلاوت قرآن کی بیش بہا نعمت سے مالا مال، حج بیت اللہ کے ولدادہ کثرت صیام کے عادی، تواضع و خاکساری کے مجسمہ، اور اود و طائف تو ان کی طبیعت ثانیہ تھی۔ چنانچہ ذکر اللہ کے وقت خوف و خشیت سے گریہ طاری ہو جاتا۔

کبھی کسی سے سختی اور تشدد سے کلام نہیں کیا۔ اپنے وقت کو ضائع نہیں کیا اور نہ کبھی لباس فاخرہ زیب تن کیا۔ آپ ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ جل شانہ نے حرمین شریفین کی مجاورت سے نوازا تھا بلکہ ان باکمال چنیدہ اشخاص میں سے تھے جن سے خرق عادت کے طور پر کشف و کرامات کا ظہور ہوتا تو اخفاء کی کوشش کرتے۔

شیخ مقریزیؒ لکھتے ہیں کہ امام دمیریؒ کی خدمت میں تقریباً دو سال رہا۔ مجھے ان کی مجلس پسند آئی وہ کبھی کبھی مجھے والمانہ اشعار سناتے۔ شفقت و محبت سے پیش آتے اور مجھے ان سے عشق ہو گیا تھا۔ ان کے عالی مرتبت بلند پایہ شخصیت، شہرت، اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت میں مواظبت کی وجہ سے میں ان پر فریفتہ تھا۔ ایک دن مجھ سے امام دمیریؒ نے فرمایا کہ آج میں نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے یہ عرض کیا، مجھے حج کرنے کا شوق ہے۔ حج کئے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں اور اب پھر اشتیاق رہتا ہے کچھ فرمائیے تو ان بزرگ نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْفَتْحُ الْغَلِيْمُ الرَّقِيبُ الْمَتَّانُ

چنانچہ اس دعا کی برکت سے اسی سال حج نصیب ہوا۔

سخاویؒ کہتے ہیں ۶۲ھ میں مکہ آئے اور حسب دستور حج کیا۔ اس کے بعد پھر مصر تشریف لے گئے۔ ۷۲ھ میں مکہ آئے اور اسی سال آپ کے شیخ، ہباء الدین سبکیؒ کا انتقال ہو گیا۔ شیخ ہباء الدین نے مرنے سے قبل دمیریؒ کے بارے میں فرمایا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اگر میرے سامنے دمیری رخصت ہو گئے تو میں کچھ ان کے لیے کروں گا ورنہ اگر میں ان سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا تو یہ میری قبر پر تلاوت قرآن پاک کر دیا کریں۔

تقی الفاسیؒ لکھتے ہیں کہ دمیریؒ ۷۵ھ میں مکہ مکرمہ میں آکر مقیم ہو گئے۔ پھر وہاں سے سکونت ترک کر کے چلے گئے۔ ۸۰ھ میں پھر آئے، پھر چلے گئے۔ پھر ۹۹ھ میں مکہ آئے۔ پھر قاہرہ چلے گئے۔ لیکن جب بھی مکہ آتے تو حج ضرور کرتے۔

آپ نے مکہ مکرمہ کی زندگی میں فاطمہ بنت یحییٰ بن عیاد الصنہالی مکیہ سے نکاح کیا تو ان سے تین بچے پیدا ہوئے۔ ام حبیبہ، اولاد ام سلمہ، عبدالرحمن۔

پھر ان لڑکیوں کا نکاح جمال الدین محمد اور جلال الدین عبدالواحد بن احمد حنفی سے کر دیا۔ چنانچہ ان دونوں سے اولاد ہوئی۔ پہلی لڑکی سے عبدالرحمن اور ابوالفضل محمد، دوسری لڑکی سے عبدالغنی پیدا ہوئے۔ ۶۲ھ میں صاحبزادی ام حبیبہ کا انتقال ہو گیا۔

وفات حسرت آیات علامہ دمیریؒ کا انتقال قاہرہ میں جمادی الاولیٰ ۸۰۸ھ بمطابق ۱۳۰۵ء میں ہوا اور مقبرۃ الصوفیۃ سعید العداء میں دفن کر دیے گئے۔ یہ دو اچھے شعرا امام دمیریؒ ہی کے کہے ہوئے ہیں۔

بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ كُنْ مُتَخَلِّقًا لِيَفُوحَ نَدِشْدَاثُكَ الْعِظَرُ النَّدَى
ترجمہ:- اچھے قسم کے اخلاق سے مزین ہو جاؤ تو تمہاری خوشبوئے عطر پھیل جائے گی۔

وَاصْطَفِ صَدِيقَكَ إِنْ صَدَقْتَ صَدِيقَةً وَادْفَعْ عَدُوَّكَ بِاللَّيْلِ فَالْذَلَّتِي
”اگر تم نے کسی سے دوستی کی ہے تو اسے نباہ ہو اور دشمن کی مدافعت شریفانہ انداز میں کرو کہ نتیجتاً وہ مخلص دوست بن جائے۔“

تصانیف اگر کوئی تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم اٹھاتا ہے تو رہتی دنیا تک اس کے نقوش باقی رہتے ہیں، اس کا ذکر جمیل رہتا ہے۔ آنے والی نسلیں کتابی شاکر و بن جاتی ہیں۔ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے علامہ دمیریؒ نے جہاں علوم سے طلباء کو مستفید فرمایا۔ خلق خدا کو فیض یاب کیا وہیں آپ نے قلم و قریاس سے مستقبل میں لوگوں کو کتابی شاکر و بننے کا سنہری موقع دیا۔ آپ کی تصانیف کا دائرہ وسیع ہے۔ بعض زیور طبع سے آراستہ ہو کر شہرت عام حاصل کر چکی ہیں اور بعض مخطوطے سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ جہاں تک سراغ لگا ہے مشہور تصانیف یہ ہیں:-

۱۔ الدیبا جۃ فی شرح السنن للامام ابن ماجہ:

یہ ابن ماجہ کی شرح پانچ جلدوں میں تحریر فرمائی ہے۔ مسودہ تیار کرنے کے بعد بعض حصے کی تہمیش و ترتیب بھی عمل میں آئی لیکن تکمیل کرنے سے پہلے ہی آپ وفات پا گئے۔

۲۔ النجم الوہاج فی شرح المنہاج:

اس کتاب میں استاذ سبکیؒ اور سنویؒ کے علوم کو مختصر کر کے پانچ جلدوں میں پیش کیا ہے۔ ”تعمات، نکات بدیہ“ کے عنوان سے فوائد تحریر کئے ہیں۔ اس کی ترتیب سے ۸۶ھ میں فراغت ملی۔ لیکن مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب فقہ سے خالی ہے۔

۳۔ الجوہر الفرید فی علم التوحید:

اس کتاب میں توحید کے موضوع پر متکلمانہ کلام کیا گیا ہے۔ اس کا تذکرہ خود حیات المیوان ج میں ہے۔
۴۔ فقہ کے مسائل میں ایک ”ارجوزۃ طویلۃ“ نظم کیا ہے جس میں فقہ کے نادر مسائل سپرد قلم کر دیئے۔

۵۔ حیوۃ الحیوان الکبریٰ:

اس کتاب نے تمام تصانیف میں شہرت عام حاصل کی ہے۔ دراصل یہ کتاب حیوانات کی انسائیکلو پیڈیا ہے اس میں ہر ترتیب حروف حجبی حسب معلومات اکثر جانوروں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ کتاب کی خصوصیات یہ ہیں:- جانوروں سے متعلق معلومات اس طرح جمع کی ہیں کہ پہلے لغوی حل، جانوروں کے نام اور کنیتیں، خصوصیات و عادات، احادیث میں ان کا تذکرہ، شرعی حلت و حرمت، ضرب الامثال، طبی فوائد، خواب میں تعبیر، ذیل میں تاریخی واقعات، اشعار اور منظوم کلام، گاہے بگاہے اور اوو وظائف، تعویذ و عملیات و دیگر فوائد حسنہ زیب قرطاس ہیں۔

ملا کتاب چلی لکھتے ہیں کہ اس میں تقریباً پانچ سو ساٹھ عنوانات سے جانوروں کا تذکرہ اور ایک سو ننانوے دوا دین شعراء عرب

کے اشعار و آیات ہیں (کشف الظنون ص ۳۵۰ ج ۱)

اس کتاب کے مطالعہ سے مصنف کی تبحر علمی و وسعت معلومات خاص طور پر علم حیوانات سے دلچسپی کا ثبوت ملتا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تہیض سے فراغت رجب ۷۳۷ھ میں ہوئی۔

مورخ ابو الفلاح عبد الحمی بن عمار حلبی (متوفی ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں۔ مصنف کی یہ کتابیں تین ہیں۔

(۱) کبریٰ (۲) وسطیٰ (۳) صغریٰ۔

حیات الحیوان الکبریٰ میں ہر فن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ وسطیٰ میں خارجی باتوں کو ترک کر دیا گیا ہے اور صغریٰ میں صرف جانوروں سے متعلق مفید معلومات کی تلخیص کی گئی ہے۔ (شذرات الذہب ص ۷۹ ج ۷)

ملاکاتب چلبی نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی حیات الحیوان الکبریٰ کا مطالعہ کرے گا۔ مصنف کی تبحر علمی کا قائل ہو جائے گا۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ یہ کتاب باوجود خشو و زوائد کے مفید اور نفیس کتاب ہے۔

عبد الحمی فرنگی محلی کہتے ہیں کہ یہ عجائب و غرائب اور معلومات کا بیش بہا مجموعہ ہے (الفوائد البیہ ص ۸۵) شیخ نے لکھا کہ یہ کتاب جامع ہے۔ احکام، اخبار، مواعظ، فوائد، مثال آیات اور خواص اشیاء پر مشتمل ہے لیکن بعض جگہ طوالت ہے اور بعض موقع پر غیر مناسب باتیں۔

یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ علماء و فضلاء نے مندرجہ ذیل تلخیصات مختصرات کی ہیں:-

حیوة الحیوان الکبریٰ کی مقبولیت

۱۔ عین الحیوة:- ملاکاتب چلبی کے قول کے مطابق یہ حیات الحیوان کبریٰ کی تلخیص ہے جسے شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن دامینی (متوفی ۸۲۸ھ) نے مرتب کی۔

صاحب نزہۃ الخواطر حکیم سید عبد الحمی لکھنوی لکھتے ہیں کہ دامینی ۸۰۰ھ میں گجرات تشریف لائے۔ برہاسپرس احمد آباد میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر کار انہوں نے حیات الحیوان کبریٰ کی تلخیص کر کے ہندوستان کے بادشاہ امیر احمد شاہ اول بانی احمد آباد (جو شاہ مظفر خان کے پوتے فرمانروائے گجرات تھے) کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر انہی کے نام سے معنون کر دیا۔ چنانچہ عین الحیوة کے قلمی نسخے برلن وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ دامینی ۸۲۳ھ میں تلخیص سے فارغ ہو گئے تھے۔ بعض اہل علم دامینی کا نام بجائے شمس الدین کے بدرالدین جاتے ہیں۔ (کشف الظنون جلد ۱ ص ۳۵۰ تاریخ گجرات ص ۳۶)

۲۔ مختصر للشیخ عمر بن یونس بن عمر الحنفی:- اختصار کے ساتھ طبی فوائد لغوی معانی کا اضافہ کیا گیا جس سے کتاب کی افادیت دو بالا ہو گئی۔

۳۔ مختصر للشیخ تقی الدین بن محمد بن احمد الفاسی (متوفی ۸۳۲ھ) اہل علم نے اس تلخیص کی بہت تعریف کی ہے اور قابل مطالعہ گردانا ہے۔ چنانچہ سخاوی لکھتے ہیں۔ ”مجھے ان کی مختصر بہت پسند آئی۔“ الفاسی نے یہ تلخیص مکہ مکرمہ میں کی۔ (الضوء اللامع ص ۶۰ ج ۱۰)

۴۔ طبیب الحیاء:- یہ تلخیص قاضی جمال الدین محمد بن علی بن محمد شیبی کی (متوفی ۸۳۳ھ) کی طرف منسوب ہے۔ فوائد کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔

- ۵- دیوان الحیوان- یہ اختصار شیخ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) نے مرتب کیا۔ اس میں صرف زوائد کو حذف کر دیا گیا ہے۔
- ۶- ذیل الحیوان- یہ تلخیص بھی شیخ سیوطیؒ کی جانب منسوب ہے۔ لیکن اس کا امتیاز یہ ہے کہ زوائد کو حذف کرنے کے بعد فوائد کا اضافہ، دیگر عربی لغات سے مدد لے کر بعض حیوانات کا مزید تذکرہ اسی کے ساتھ اضافہ کو ”قلت“ (میں نے کہا) سے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ ترتیب و تہمین سے فراغت ۹۰۱ھ میں ہوئی۔
- ۷- بجمہ الانسان فی لجة الحیوان:- اس مختصر کی کتاب ملا علی قاری نزیل مکہ (متوفی ۱۰۱۲ھ) نے مکہ مکرمہ ۱۰۰۳ھ میں کی۔ (کشف الظنون جلد اول ص ۳۵۰)

زمانہ قدیم میں اس علم کی ترویج مصنف کے دور سے پہلے زمانہ قدیم میں اس علم سے دل چسپی کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اس فن میں بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں جن میں مشہور یہ ہیں:-

- ۱- الحیوان الکبیر:- یہ کتاب ابن بختیشوع نے قبل مسیح تالیف کی۔
 - ۲- کتاب الحیوان:- یہ کتاب حکیم دیموقرانس نے لکھی۔ اس میں طبائع و منافع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
 - ۳- کتاب الحیوان:- اس کتاب کو امام فن شیخ ارسطو نے تالیف کیا جو انیس مقالات پر مشتمل ہے اور ابن بطریق نے یونانی زبان سے عربی میں منتقل کیا۔
 - ۴- کتاب فی لغت الحیوان الغیر الناطق:- یہ بھی انہی کی تصنیف ہے۔ اس میں منافع و مضار کا بیان ملتا ہے۔
 - ۵- کتاب الحیوان:- ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ بصریؒ (متوفی ۲۵۵ھ) نے لکھی۔ یہ کتاب سلامت، روانی اور ندرت بیان میں مشہور ہے۔ اس پر صفدی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب میں بھی زوائد اور لغو باتیں ہیں۔ ملا کا تب چلیپیؒ صفدی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ جاحظ اس فن کے عالم نہیں تھے بلکہ وہ تو فصاحت و بلاغت کے شیوخ میں ہیں۔
 - ۶- مختصر حیوان للجاحظ:- یہ تلخیص شیخ ابو القاسم بہتہ اللہ (متوفی ۶۰۸ھ) نے ترتیب دی۔
 - ۷- مختصر الحیوان للجاحظ:- یہ تلخیص و اختصار امام موفق بغدادیؒ کی ہے۔
 - ۸- کتاب الحیوان:- اس کو امام ابن ابی اشعثؒ نے تصنیف کیا ہے۔
 - ۹- مختصر الحیوان لابن ابی الاسعث:- اس کتاب کی بھی تلخیص موفق بغدادیؒ نے کی ہے۔ (حوالہ بالا)
- تراجم حیوان الحیوان | حیات الحیوان کے تراجم اب تک متعدد زبانوں میں کتنے ہوئے یہ معلوم نہیں ہو سکا اپنی جستجو کے مطابق کچھ لکھا جاتا ہے۔

- ۱- دوران مطالعہ ”بزم تیموریہ“ نامی کتاب میں یہ تصریح نگاہ سے گزری ہے کہ فیضی نے ”حیات الحیوان“ کا فارسی ترجمہ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر والی ہند کے لیے کیا تھا جسے اکبر دلچسپی کے ساتھ سنایا دیکھتا تھا۔
- ۲- حیات الحیوان کا فارسی ترجمہ مزید اضافہ کے ساتھ حکیم شاہ محمد قزوینیؒ نے سلطان سلیم خان قدیم کے لیے لکھا۔
- ۳- میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن محدث دارالعلوم دیوبند نے بھی کیا ہے۔ غالباً یہی ترجمہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔ لیکن نایاب ہونے کی وجہ سے تلاش و جستجو کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکا۔

۴۔ سنا ہے کہ بجنور کے ایک صاحب جن کا نام عبدالنجیر تھا، انہوں نے بھی ترجمہ کرنے کی سعی کی تھی۔ یہ بالقدعہ فاضل تو نہیں تھے لیکن عربیت سے دل چسپی رکھتے تھے۔ یہ بھی پورا نہیں ہو سکا۔ وہ مخطوطہ ہی کی شکل میں ضائع ہو گیا۔ اس ترجمہ کو دیکھنے کے لیے راقم مترجم نے بجنور کا سفر بھی کیا لیکن معلوم ہوا کہ وہ گم ہو گیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ مترجم مولانا مرغوب الرحمن صاحب قاسمی ممبر شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے قریبی رشتہ دار تھے۔

۵۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ گوارہ علم و فضل سرزمین دیوبند سے کسی زمانے میں حیات المیوان کے ترجمہ کی قسط اول شائع ہوئی تھی لیکن یہ سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکا۔ مترجم کا نام مولانا عبدالقدیر صاحب بتایا جاتا ہے۔ سراغ لگایا گیا لیکن مترجم قسط نہیں مل سکی۔

مطوف یسوعی لکھتے ہیں کہ حیات المیوان الکبریٰ بارہا فارس میں باتصویر دیدہ زیب ۱۲۶۸ھ میں چھپ چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو المنجد ص ۱۷۱ ج ۲)

علم المیوان کی تعریف | علم حیوان وہ ہے جس میں جانوروں کی مختلف قسموں کے خواص، عجائب و غرائب منافع و نصرات سے بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کا موضوع حیوانات ہیں۔ اس میں دریائی جانور، خشکی میں رہنے والے، اڑنے والے، چلنے والے، رینگنے والے سب شریک ہیں۔

علم المیوان کی غرض و غایت، جانوروں سے نفع حاصل کرنا۔ بطور دوا استعمال کرنا، ان کے نقصانات سے بچنا اور عجیب و غریب کیفیات و خصوصیات سے واقف ہونا ہے۔ مثلاً غریب اندلس میں ایک جانور ہے اگر انسان اس کے اوپر یا سر کا حصہ کھا لیتا ہے تو وہ علم نجوم کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اس کی دم کے آس پاس کا گوشت کھانے سے علم میاہ جو زمین کے باطن سے تعلق رکھتا ہے حاصل ہو گا۔ اگر یہ جانور کسی ایسی جگہ آ جاتا ہے جو چٹیل میدان ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں پانی ہے۔ (ابجد العلوم ص ۲۶۷)

ملاکاتب چلبی کا تبصرہ | ملا چلبی ”حیات المیوان الکبریٰ“ للدمیری کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کتاب عجائب و غرائب اور خواص اشیاء میں مشہور و معروف ہے، اسی کے ساتھ رطب و یابس کا مجموعہ بھی، اس لیے کہ امام دمیری فقیہ اور فاضل آدمی تھے۔ دینی علوم کے ماہر تھے لیکن اس میدان (علم المیوان) کے آدمی نہیں تھے جس طرح کہ اس سے قبل امام جاحظ نے ایک کتاب المیوان لکھی ہے وہ بھی فصاحت و بلاغت کے شمسوار، معانی و بیان کے علمبردار اور علماء یکتائے روزگار میں تھے لیکن اس فن کے عالم نہیں تھے۔

چلبی کہتے ہیں کہ کمال الدین دمیری نے کتب ”حیات المیوان“ اس مقصد سے لکھی ہے تاکہ مخلق الفاظ کی شرح، پیچیدہ لفظوں کی تصحیح ہو جائے۔ اس لیے کہ بعض عبارتیں دشوار ہوتی ہیں کہ لغات و معاجم بھی ان کا حل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ دمیری خود لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں مخلق الفاظ کی دل نشین شرح اور تفصیل کر دی ہے تاکہ کتاب کے مطالعہ کے بعد پیچیدہ عبارتیں حل ہو جائیں۔

ملا چلبی اپنے اس خیال کی تائید میں دمیری کی عبارت پیش کرتے ہیں جو مقدمہ میں ہے۔

هذا کتاب لم یسألنی احد تصنیفه ولا کلفت القریحة تالیفه وانما دعانی الی ذلک انه وقع فی بعض الدروس

اللتی لامخبأ فیہا العطر بعد عروس۔

”اس کتاب کی تصنیف کے لیے کسی کا تقاضا نہیں اور نہ کسی دوست کی فرمائش پر لکھی گئی بلکہ بعض اسباق کی پیچیدگی اس کا باعث ہوئی اور یہ تقاضا اتنا بڑھا کہ اسے قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا جیسے دولہا دلہن کی کوششوں کی باس روکی نہیں جا سکتی۔“

پھر آخر میں مذکور ہے:-

رتبہ علی حروف المعجم لیسهل بہ من الاسماء ما استعجم۔

”میں نے اس کتاب کو حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا تاکہ مشکل اور مغلق الفاظ آسان ہوں۔“

حیوۃ الحیوان علماء دیوبند کی نظر میں | یہ کتاب اپنے فن میں اتنی مقبول ہوئی کہ اپنے اپنے دور میں اکابر علماء اس کا مطالعہ کرتا رہے۔ محققین میں تو بے شمار ملتے ہیں اسی لیے اس کی اشاعت بھی زیادہ تھی۔ لیکن اس

علمی انحطاط کے دور میں بھی اس کے خوشہ چیں کافی ہیں۔ عربی زبان کے علاوہ انگریزی میں تو اس موضوع پر کتابیں آچکی ہیں۔ یہ کتاب جامع اور عجیب و غریب اشیاء کا مرقع ہونے کی حیثیت سے علماء دیوبند کے لیے بھی سامان کشف رہی۔

حیوۃ الحیوان اور امام العصر علامہ کشمیری | چنانچہ امام العصر محدث بے مثال علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ اپنے درس میں اس کا حوالہ دیتے تھے۔ کتاب کی مقبولیت کے لیے صرف امام العصر علامہ

کشمیری کا درس میں حوالہ دینا کافی ہے۔ امام العصر مولانا کشمیری نے اس کتاب سے اور ادو وظائف اور عملیات کو قلم بند کر کے مزید اضافہ کے ساتھ عربی زبان میں ”خزائن الاسرار“ کے نام سے تیار کیا۔ مجلس علمی ڈابھیل نے اسے شائع بھی کر دیا ہے۔ پھر انہی افادات کو اردو زبان میں ”گنجینہ اسرار“ کے نام سے جدید ترتیب کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ڈاکٹر مظفر الحسن القاسمی نے طبع کرا کے عوام و خواص سے داد تحسین حاصل کی۔

مولانا فخر الدین مراد آبادی شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند بھی بہت ہی اہتمام سے اس کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ دوسرے علماء کرام کی ایک طویل فہرست ہے جو برابر اس کتاب سے فیضیاب ہوئے۔ ان میں مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان۔ محدث العصر مولانا یوسف بنوری، صاحب معارف السنن، مولانا اعجاز علی شیخ الادب دارالعلوم دیوبند، علامہ ابراہیم بلیاوی، مولانا مہدی حسن سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی جامع فیض الباری، یہ تمام حضرات امام العصر علامہ کشمیری کے تلامذہ میں ہیں۔ موجود علماء میں قاری محمد طیب صاحب مستم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمود حسن گنگوہی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا حکیم عبدالرشید عرف نھو میاں حفید الرشید گنگوہی، مولانا احمد رضا بجنوری۔ مناظر اسلام مولانا منظور نعمانی، مولانا سید انظر شاہ کشمیری شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، جناب حکیم عزیز الرحمن صاحب پروفیسر جامعہ طبیبہ دارالعلوم دیوبند اور مولانا بدر الحسن صاحب ایڈیٹر ”الداعی“ وغیرہ ہیں۔

مقدمہ ”کتاب الحیوان“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے قلب و لسان کے ذریعے بنی نوع انسان کو تمام مخلوقات پر شرف اور گفتگو و بیان کی دو نعمتوں کی بدولت جملہ حیوانات پر اسے فضیلت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل کی وہ حسین تراز و عطا کی جس کے ذریعے وہ تمام فیصلوں کو پرکھتا اور توالتا ہے اور یہی وہ عقل ہے جس کی بدولت انسان نے توحید باری پر مستحکم دلائل قائم کئے ہیں۔ میں اس ذات باری کی حمد بیان کرتا ہوں جس نے ہم پر بہیم احسانات کا سلسلہ دراز کیا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ اس کی ذات کی حقیقت انسانی ذہن کی حدود و رسوم سے وراء ہے۔

میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں خاص طور پر آیات ینات عطا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر ہمیشہ صلوة و سلام فرماتا رہے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں اور وقت و زمان کی گردش جاری ہے۔

ابا بعد! اس کتاب کی تصنیف کے لیے نہ کسی صاحب نے مجھ سے کوئی سوال کیا اور نہ از خود میری طبیعت میں اس کا داعیہ پیدا ہوا بلکہ واقعہ یہ پیش آیا کہ چند ایسے دروس میں جن میں بات کا چھپانا اسی طرح ناممکن تھا جیسے دلسن سے خوشبو کا چھپانا، مالک الحرمین پرندے اور منخوس بجو کا ذکر آیا۔ ان حیوانات کے ذکر سے کچھ ایسی طویل کیفیت پیدا ہوئی جیسے جنگ بسوس لہ کی، تندرست رائے بیمار کے ساتھ جمع ہونے لگی، گدھ اور شتر مرغ کا فرق مٹنے لگا۔ بچھو زہریلے سانپ کے منہ لگنے لگا۔ دودھ چھٹے بچے حیوانوں کی برابری کرنے لگے، یار لوگ بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ چرانے لگے، مچھلی اور گدھ کو برابر سمجھ بیٹھے اور ہر ایک نے طبعی طور پر بجو کے اخلاق اپنا لیے۔ مقتدا لوگوں نے چیتے کی کھال اوڑھی اور عام لوگوں نے برائیوں کو کبوتر کے طوق کی طرح اپنی گردن میں ڈال لیا۔ بڑے یہ سمجھنے لگے کہ وہ خود قظا پرندے سے زیادہ سچے اور ان کے چھوٹے فاختہ پرندے سے زیادہ خطا کار ہیں۔ تجربہ کار بوڑھا دو مشکیزوں والی عورت ثابت ہوا اور حاذق دانا وہ دیہاتی نکلا جو حنین کے دو موزے لے کر واپس آیا تھا۔ عاقل، اشقر پرندہ کی طرح حیران ملا اور طالب علم حباری پرندہ کی طرح سرگردان نظر آیا۔ سننے والا کہہ رہا تھا کہ جنگلی گدھال گیا تو سارا شکار مل گیا اور حق کا متلاشی سیٹی بجانے والے پرندے کی طرح بار بار کہہ رہا تھا اے حق پرندے خاموش رہ! یہ ماجرا میرے سامنے آیا تو میں نے کہا: فیصلہ کرنے والے کے گھر میں خود جایا جاتا ہے اور کمان اس کے بنانے والے کو دی جائے تو حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں، نیز گھڑ دوڑی میں آگے بڑھنے والے گھوڑے کی پہچان ہوتی ہے اور صبح کے وقت ہی رات بھر چلنے والے کی تعریف ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے جو کریم بھی ہیں منان بھی، ایک ایسی کتاب لکھنے کے بارے میں استخارہ کیا جو حیوانات کے بارے میں معلومات کی خوب جامع ہو، میں نے اس کتاب کا نام ”حیات الحیوان“ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے جنت کی کامیابی کا ذریعہ بنالے اور تامل و تامل سے اسے لوگوں کے لیے نافع بنائے۔ بے شک وہ رحمان بھی ہے رحیم بھی۔ میں نے یہ کتاب حروف جمعی کے اعتبار سے ترتیب دی ہے تاکہ حیوانات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا آسان تر ہو سکے۔ فقط

لہ ہم نے مقدمہ کے ان عربی جملوں کا لفظی ترجمہ کر دیا ہے ورنہ درحقیقت آنے والے تمام جملے عربی زبان کے وہ مشہور محاورات اور ضرب الامثال ہیں جو عربی زبان کا جھومر ہیں اور جن کا لفظی ترجمہ ان کے صحیح مطلب کو ادا کرنے کے لیے کافی نہیں۔ (ترجمہ مقدمہ: مولانا محمود اشرف عثمانی)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَسَد

شیر ایک مشہور و معروف درندہ جانور ہے۔ عربی میں شیر کو اَسَد کہتے ہیں۔ اس کی جمع اُسُود، اُسُد، اَسَد اور اَسَاد وغیرہ آتی ہے۔ شیرنی کے لیے لِبُوَّةُ اَسَدۃ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث ام زرعؓ میں ہے (کہ پانچویں عورت نے یہ کہا کہ) میرے شوہر کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے۔ جب وہ گھر سے باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے۔ (اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے وہ اس کی پوچھ تاچھ میں نہیں پڑتا)

لے دیمیری اس حدیث سے یہ استدلال کر رہے ہیں کہ کلام نبوت میں شیر کو اسد کہا گیا ہے اور اسی مادہ سے افعال بھی مستعمل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے رات میں قصہ گوئی اور کہانی سنانے کے سلسلے میں کئی حدیثیں منقول ہیں، انہی میں یہ حدیث ام زرعؓ بھی ہے۔ یہ قصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مست طویل منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتوں نے یہ معاہدہ کیا کہ آج ہر عورت اپنے خاوند کا حال صحیح بیان کرے۔ کسی قسم کی کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ ان گیارہ عورتوں نے قصہ بیان کیا۔ ان عورتوں کی داستان میں چونکہ قصہ ام زرعؓ سب سے اہم اور طویل ہے اس لیے اس کو ”حدیث ام زرعؓ“ کہا جانے لگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پانچویں عورت نے یہ کہا کہ میرے خاوند کا حال یہ ہے کہ وہ جس وقت گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا رہتا ہے وہ اس کی تحقیق و تفتیش میں نہیں الجھتا۔ اس عورت نے جو یہ انکشاف کیا اس کی وضاحت میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا عورت اپنے شوہر کی مذمت کر رہی ہے یا مدح سرائی۔ چونکہ اس بات سے دونوں باتوں کا مفہوم نکلا ہے لیکن واضح یہی ہے کہ مدح سرائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر مذمت تسلیم کر لی جائے تو وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ شوہر جب گھر میں آتا ہے تو پیچھے کی طرح سونو بن جاتا ہے نہ کسی بات کا کہنا نہ کہی کام سے غرض۔ لیکن جب وہ گھر سے باہر جاتا ہے تو اچھا خاصا شریفوں جیسے برتاؤ کرتا ہے۔ گھر میں کچھ معیبت آئے اس سے کچھ مطلب نہیں، وہ کسی کی خیریت معلوم کرتا ہے اور نہ خبر اگر مدح سرائی ہے تو یہ مطلب ہو گا کہ شوہر گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی چیز میں کوئی نقص نہیں نکالتا اور نہ کسی کام میں دخل دیتا ہے نہ فحش کا اظہار۔ وہ سونے والے کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے۔ ہم جو چاہیں کہیں پکائیں، وہ کسی بات کو نہیں پوچھتا اور نہ ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا، فلاں بات کیوں ہوئی۔ شیروں کی طرح خوب ڈانٹ ڈھٹ کرتا ہے۔ لیکن گھر میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں ان کے بچھے نہیں پڑتا کہ کہاں خرچ کی گئیں کیوں خرچ کیں جو چیز گھر میں آتی ہے تو گھر والوں کو آزادی ہے کہ جس طرح چاہیں اسے خرچ کریں۔ ۱۲ عمر عباسؓ فتح پوری۔

شیر کے نام (عربی میں) شیر کے بہت سے نام ہیں۔ اہل علم نے لکھا ہے۔ کسی چیز کے زیادہ نام ہونا اس چیز کی اہمیت اور شرف پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن خالویہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} کہتے ہیں کہ شیر کے پانچ سو نام ہیں اور اس کے اتنے ہی صفات ہیں۔ لیکن علی بن سہ قاسم بن جعفر المغوی نے ایک سو تیس ناموں کا اور ذکر کیا ہے (اس طرح شیر کے نام چھ سو تیس ہو گئے) شیر کے

۱۔ ابن خالویہ، نام حسین بن احمد بن حمدان بن خالویہ ہے۔ کنیت ابو عبد اللہ الحمدانی ہے، یہ فنون عربیہ و لغویہ دونوں کے عالم تھے۔ نقلی سلسلے میں شہر بغداد میں علمائے وقت ابن ابی ہریرہ، ابو بکر بن مجاہد، ابو عمر، غلام ثعلب، امام نفعیہ، ابو سعید السیرانی وغیرہ سے استفادہ کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابن درید کے بھی شاگرد ہیں۔ یہ زندگی کے کسی دور میں سیف الدولہ بن حمدان کے دربار میں تشریف لائے تو بادشاہ نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے منتخب کر لیا۔ بعد میں اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ مرجع خلافت بن گئے۔ آپ کی تصانیف ”کتاب بس“ شرح اللورود و القعود، کتاب اسماء الاسد، البدیع فی القراءۃ، الملل فی النحو اور کتاب الاشتقاق وغیرہ مشہور ہیں۔ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے متنبی شاعر سے چند مناظرے بھی ہوئے۔ وفات ۳۷۵ھ مطابق ۹۸۰ء میں ہوئی۔ (طبقات الشامیہ ص ۲۱۲ ج ۲)

۲۔ بخاری اور مسلم شریف میں مکمل روایت اس طرح ہے۔ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ (فتح مکہ کے بعد) غزوہ حنین کے سال ہم (جہاد کے لیے) نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب کافروں سے مقابلہ ہوا تو (کچھ دیر کے لیے) مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب آگیا۔ میں نے اس کے پیچھے سے تلوار کا (بھرپور) وار کر کے اس کی زدہ کاٹ ڈالی۔ اس پر وہ مجھ پر بھڑپڑا اور اس نے مجھے اتنے زور سے دو جا کہ موت کا مزہ آگیا۔ لیکن موت نے اسے دبا لیا اور میں چھوٹ گیا۔ اس کے بعد میں حضرت عمرؓ سے ملا اور کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (کہ دشمن کے مقابلہ سے بھاگ رہے ہیں) انہوں نے کہا کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ پھر لوگ دوبارہ میدان جنگ میں آئے اور نبی کریم ﷺ (ایک جگہ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ من قتل قتیلالہ علیہ ینبئہ فلیہ سلبہ جو شخص دشمن کے کسی آدمی کو قتل کر دے اور اس کا کوئی گواہ ہو تو مقتول کا چھینا ہوا مال اسی (قتل کرنے والے) شخص کا ہو گا۔

یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور ارادہ کیا کہ اس مشرک کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کروں لیکن سوچا کہ گواہی کون شخص دے گا۔ آخر میں بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی طرح پھر فرمایا کہ جو شخص دشمن کے کسی آدمی کو قتل کر دے اور اس کے قتل کرنے کا کوئی گواہ ہو تو مقتول کا چھینا ہوا مال اسی شخص کا ہو گا۔ میں نے پھر اپنا واقعہ بیان کرنا چاہا لیکن گواہی کون شخص دے گا؟ یہ سوچ کر دوبارہ میں بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا۔ میں (جب اس مرتبہ بھی) کھڑا ہوا (لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا) تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابو قتادہ! کیا بات ہے (تم بار بار کھڑے ہوتے ہو اور بیٹھ جاتے ہو مگر کچھ نہیں کہتے) تب میں نے حضور اکرم ﷺ کو بتا دیا کہ میں نے فلاں مشرک کو قتل کیا ہے) ایک شخص نے میری بات سن کر کہا کہ ابو قتادہ سچ کہتے ہیں اور اس مشرک کا مال میرے پاس موجود ہے۔ آپ ان کو میری طرف سے راضی کر دیجئے (کہ یہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے) اور ان کو اس مشرک کے مال کے عوض کوئی اور چیز دے دی جائے یا ان کو اس بات پر رضامند کر لیجئے کہ یہ میرے ساتھ کسی اور طرح مصالحت کر لیں) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم ﷺ اس معاملے میں ان (ابو قتادہ) کی مرضی کے خلاف کوئی ارادہ نہیں کریں گے۔ ابو قتادہ اللہ کے شہروں میں سے ایک شیر ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے (دشمن سے) لاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس مال پر ان (ابو قتادہ) کا حق ہے وہ تمہیں دے دیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ ابو بکر ٹھیک کہتے ہیں تم ابو قتادہ کو اس مشرک (مقتول) کا مال دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے اس کا مال مجھ کو دے دیا اور میں نے اس مال سے ایک باغ خرید لیا جو قبیلہ بنو سلمہ میں واقع تھا اور یہ سب سے پہلا مال تھا جو مجھے اسلام لانے کے بعد حاصل ہوا۔ یہ تفصیلی روایات میں لا نعطیہ لصیبع من قریش کے الفاظ نہیں ہیں۔ بقیہ اختلاف الفاظ کے ساتھ ساتھ اسی معنی و مفہوم کے قریب قریب دیگر روایات میں بھی ہیں۔ محمد عباس فتح پوری۔

مشہور نام یہ ہیں:-

اسامہ- بیہس- تاج- جندب- حرث- حیدرہ- دواس- رنبال- زفر- سبع- صعب- ضرغام- ضیغم- طشیار- عبنس- غضنفر- فرافصہ- قسورہ- کھمس- لیث- متانس- متہیب- ہرماس- ورد-

علمائے لغت نے شیر کی کئیتیں یہ ذکر کی ہیں:-

ابو ابطال- ابو حفص- ابو اخیف- ابو زعفران- ابو شبل- ابو عباس- ابو حرث وغیرہ-

شیر سے ابتدا کی وجہ | دیمیری کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کی شیر سے (جو جنگل کا بادشاہ ہے) اس لیے ابتدا کی ہے کہ وہ جنگلی جانوروں میں اشرف و افضل سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ شیر کی حیثیت اس کے طاقت در، بہادر، سنگ دل، چالاک، سوء مزاج اور بد خلق ہونے کی وجہ سے ایک بارعب بادشاہ کی ہوتی ہے۔ غالباً اسی لیے شیر سے قوت، دلیری، بہادری، جرأت، اقدام اور حملہ آوری میں مثال دی جانے لگی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ (شیر خدا) کہتے ہیں۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ شیر کے لیے یہ بات قابل فخر ہے کہ اس کے نام سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شیر خدا کا لقب دیا گیا ہے۔ ایسے ہی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو "فارس النبی" حضور اکرم ﷺ کا شہسوار کہا جاتا ہے، اسد اللہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے:- "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ ہم مقتول کا سلمان) قریش کے ایک چھوٹے سے بچہ کو دے دیں اور (ابو قتادہ) اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوش نووی کے لیے (دشمن سے) لڑتا ہے انہیں محروم کر دیں۔"

شیر کی قسمیں | شیر کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ارسطو نے لکھا ہے کہ میں نے شیر کی ایک عجیب قسم دیکھی۔ جس کا رنگ سرخ تھا اور اس کا چہرہ انسان کے چہرے کے مشابہ، اس کی دم بچھو کی دم کے مانند تھی۔ شاید عربی میں اسی شیر کو درد کہتے

۱۔ ارسطو یا ارسطاطالیس کا شمار دنیا کے ماہر حکماء میں ہوتا ہے یہاں تک کہ طب و حکمت کا بانی مہابی کہا جاتا ہے۔ ۳۲۲ء قبل مسیح ولادت ہوئی اور ۳۲۵ء قبل مسیح وفات ہوئی۔ اکثر تصانیف سریانی زبان میں تھیں۔ بعد میں خاص طور پر اٹلی بن حنین بانی فلسفہ مشہین نے عربی زبان میں نقل کیں۔ ارسطو کی نمایاں ترین انسانی خدمات کی وجہ سے دنیا کی تاریخ کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتی۔ اس کے شاگرد سکندر اعظم نے ایشیا کے تمام خطوں سے بہت سے جانور فراہم کر دیئے تھے اور ارسطو کو جانوروں کے مطالعہ کا موقع ملا۔ تشریح و منافع الاعضاء جیسے اہم موضوع میں کافی مواد کا اضافہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ تشریح نقابلی کے لئے تحقیق کا کام دینے لگے۔ ارسطو نے انسانوں اور بندروں کی سائمت کے اختلاف معلوم کئے۔ ہاتھیوں اور پرندوں کی تشریح بھی بیان کی۔ نیز اس کا خیال تھا کہ قلب عروق دمویہ کا مبداء ہے۔ اطباء نے لکھا ہے کہ ارسطو نے لاشوں کا معائنہ کر کے بہت سے تجربات حاصل کئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو کہیں سے ایک ایسی کھوپڑی مل گئی تھی جو صرف ایک ہڈی پر مشتمل تھی اور اس میں کوئی دراز نہ تھی۔ چنانچہ اس قول کی تصدیق بعد کے ذاکروں میں "ہیراکلائس" نے بھی کی ہے، لکھا ہے کہ کھوپڑی کی ہڈیاں بڑھاپے میں باہم متحد ہو جاتی ہیں اور درمیان کے دروز کم و بیش غائب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ ارسطو نے اس قسم کی کھوپڑی کا مشاہدہ کیا ہو۔ بہر حال ارسطو نے علم تشریح کے موضوع پر ۳۸۳ء قبل مسیح سب سے پہلے کتاب لکھی۔ ارسطو کی مشہور تصانیف المقولات الجدل العبارة والفسیر الخطاب السماء والعالم الکون والنفس کتاب مابعد الطبیقہ وغیرہ ہیں (النجد، شرح قانون گیلائی ص ۲۰۱) محمد عباس فتح پوری۔

ہیں۔ اسی قسم کا ایک دوسرا شیر بھی ہے جس کی شکل گائے کی شکل سے ملتی جلتی ہے اور اس کے کالے سینک ہوتے ہیں جو ایک باشت کے برابر ہوتے ہیں۔

حیوانات کے ماہرین نے لکھا کہ شیرنی کے بچہ دینے کا عجیب طریقہ ہے کہ شیرنی گوشت کا ایک بے حس و حرکت لو تھرا ڈال کر تین دن تک نگرانی کرتی ہے۔ پھر شیر اس ٹکڑے میں پھونک مارتا رہتا ہے تاکہ اس میں روح پیدا ہوتی ہے۔ بعد میں اعضاء وغیرہ بننا شروع ہوتے ہیں۔ پھر وہ لو تھرا شکل و صورت اختیار کر لیتا ہے اور شیرنی اسے دودھ پلا کر پرورش کرتی ہے۔ پھر بچہ سات دن کے بعد آنکھیں کھول کر اس عالم کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ بچے کی نشوونما میں تقریباً چھ ماہ لگ جاتے ہیں۔ اسی دوران بچے کو اس کے ماں باپ حیوانی تربیت دے کر خود کفیل بنا دیتے ہیں۔

شیر کی خصوصیات | ماہرین کہتے ہیں کہ شیر بہت سی ایسی صفات رکھتا ہے جو دیگر جانوروں میں نہیں پائی جاتیں۔ یہاں اس کی بعض خوبیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شیر بھوک کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ پانی کی حاجت بہت کم محسوس کرتا ہے۔ یہ بھی خوبی ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کا شکار کیا ہوا (جھوٹا) نہیں کھاتا۔ اگر شکار کھاتے ہوئے اس کا پیٹ بھر گیا تو بقیہ اسی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ پھر دوبارہ اس پر نہیں آتا۔ جب اسے شدید بھوک لگتی ہے تو بدخلق ہو جاتا ہے۔ لیکن جب شکم سیر ہوتا ہے تو سدھ جاتا ہے۔ شیر کتے کا جھوٹا پانی کبھی نہیں پیتا۔ سمعہ انا شاعر

أَتَوَكُّ حُبَّهَا مِنْ غَيْرِ بُغْضٍ وَ ذَاكَ لِكَثْرَةِ الشَّرَكَاءِ فِيهِ

ترجمہ:- میں نے اس سے بغیر کسی بغض و عداوت کے ترک تعلقات کر لیے ہیں صرف اس بنیاد پر کہ وہ ہزار دوست ہو گئی ہے۔

إِذَا وَقَعَ الذَّبَابُ عَلَى طَعَامٍ رَفَعَتْ يَدَيْهِ وَ نَفْسُهُ تَشْتَهِيهِ

ترجمہ:- جب کسی کھانے میں مکھی گر جاتی ہے تو میں اپنے ہاتھ کو (کھانے سے) روک لیتا ہوں حالانکہ میرا دل چاہتا ہے۔

وَتَجْتَنِبُ الْأَسْوَدَ وَزُودَ مَاءٍ إِذَا كَانَ الْكِلَابُ وَ لَعَنَ فِيهِ

ترجمہ:- اور شیر کسی ایسے گھاٹ کا پانی نہیں پیتے جسے کتوں نے جھوٹا کر دیا ہو۔

بعض شعراء نے قلم کے بارے میں عجیب و غریب بات کہی ہے۔

وارقش مرهوف الشباه مهفف يشتت شمل الخطب وهو جميع

ترجمہ:- قلم نازک ہم شکلوں میں رنگارنگی کا حامل ہے جو حوادث کی تحریر سے دلجمعی میں انتشار پیدا کر دیتا ہے خود پر سکون رہتا ہے۔

تربن له الافاق شرقا و مغربا وتعنواله ملاكها و تطمع

قلم کے لیے مشرق و مغرب کی تمام چیزیں منقاد ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی طاقتیں اس کے لیے مطیع اور فرمانبردار بن جاتی ہیں۔

حمى الملك مفلوما كما كان تعتمى به الاسد فى لاجام وهو رفع

ترجمہ:- قلم وہ ہے جو دودھ چھوٹنے کے بعد ملک کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح وہ دودھ پینے کے زمانے میں کچھار میں

رہنے والے شیروں کی حفاظت کرتا ہے۔ (مشہور ہے کہ شیر نر کل کے گنجان درخت میں کچھار بناتا ہے)

شیر کی خصوصیات یہ ہے کہ وہ شکار کو بغیر چبائے ہوئے اپنے اگلے دانتوں سے نوح نوح کر کھاتا ہے۔ اس کے منہ میں لعاب کم

آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اس کا منہ گندارتا ہے۔

شیر کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ نہایت ہمدرد اور دلیر ہوتا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس میں بزدلی اور جبن بھی پایا جاتا ہے (شیر کی ہمدردی اور جرأت سے تو سبھی لوگ واقف ہیں۔ اب اس کی کچھ بزدلی بھی ملاحظہ فرمائیے) شیر مرغ کی آواز سے گھبرا اٹھتا ہے۔ سہیلی کی کھنک سے خوف محسوس کرتا ہے۔ بلی کی خوف ناک آواز سے بھی ڈر جاتا ہے۔ آگ کے دیکھنے سے حیران ہو جاتا ہے۔

شیر کی گرفت نہایت مضبوط ہوتی ہے وہ کسی درندے سے الفت نہیں رکھتا اس لیے کہ وہ ان کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ درندے اس کے کسی حملے کا جواب دے سکیں گے۔ اگر اس کی کھال کسی چیز پر رکھ دی جاتی ہے تو اس سے بال آہستہ آہستہ جھڑنے لگتے ہیں۔ وہ کوشش کے باوجود اگر کسی حائفہ عورت کے قریب جانا بھی چاہتا ہے تو نہیں جاتا۔ شیر ہمیشہ بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ طویل العمر ہوتا ہے، کبر سنی اور بڑھاپے کی علامت یہ ہے کہ دانت گرنے لگتے ہیں۔

احادیث نبویؐ میں شیر کا تذکرہ | ابن سبغ السبکی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی سفر میں تشریف لے جا رہے تھے تو گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو سستا رہی تھی۔ آپ نے ان لوگوں سے ان کی خیریت معلوم کی۔ فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہاں راستے میں ایک شیر پڑتا ہے جس نے لوگوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ سواری سے اترے اور شیر کے قریب جا کر اس کے کان پکڑ کر راستے سے ہٹا دیا۔ پھر فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے میں بالکل سچ فرمایا ہے کہ واقعی تجھ کو ابن آدم پر ان کے غیر اللہ سے ڈرنے کی وجہ سے مسلط کر دیا گیا ہے۔ اگر ابن آدم سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریں تو پھر تو مسلط نہیں اور اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی سے بھی خوف نہ کھاتا تو وہ اپنے معاملات میں کسی پر بھروسہ نہ کرتا۔ (شفاء الصدور)

عبدالرحمان بن آدم سے مروی ہے کہ اگر ابن آدم اللہ کی طاقت اور قدرت پر کامل یقین رکھتا ہو تا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرتا اور نہ اپنے معاملات و مشکلات میں کسی اور پر توکل رکھتا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:-

”حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام روئے زمین میں اس حال میں اتریں گے کہ دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ ان کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ ان کے سر میں کسی قسم کی کوئی نی یا تری نہ ہو گی۔ وہ صلیب علیہ کو توڑ ڈالیں گے۔“

۱۔ شاہ اہل حق صاحب محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے سے مراد ان کا آسمان سے زمین پر اترنا ہے۔ چنانچہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دنیا میں تشریف لائیں گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کا اتباع کریں گے اور اپنے تمام احکام شریعت محمدی کے مطابق جاری کریں گے۔ ۱۲۔

۲۔ ”وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے“ شیخ ابن الملک فرماتے ہیں کہ صلیب دراصل دو مثلث ٹکڑیوں کا نام ہے جو + شکل میں ہوتی ہے اور یہ شکل ایسا ظاہر کرتی ہے کہ جیسے کسی شخص کو سولی پر لٹکا رکھا ہو۔ چونکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا تھا اور پھر خدا نے ان کو زندہ کر کے اپنے

خنزیر سلع کو قتل کر دیں گے (ان کی آمد سے) مال کی کثرت سلع ہو جائے گی۔ زمین میں امن و انصاف پھیل جائے گا (عدل و انصاف کا یہ عالم ہو گا کہ) شیر اونٹ کے ساتھ، چیتا، گائے کے ساتھ پانی پئیں گے۔ بکری اور بھیڑ یا ایک ساتھ پانی پینے میں کوئی خوف و ہراس محسوس نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلتے ملیں گے۔ ایک دوسرے کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ اس حالت میں عیسیٰ علیہ السلام چالیس سلع سال تک زندہ رہیں گے پھر انتقال ہو جائے گا تو مسلمان تجبیرو تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے۔“

پاس آسمان پر بلا لیا۔ اس لیے انہوں نے سولی کی شکل کو اپنا مذہبی نشان لیا ہے اور یہ نشان ان کی ہر چیز میں نمایاں رہتا ہے۔ جس طرح اہل ہنود اپنے گلے میں زناڑ ڈالتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی سولی کا نشان گلے میں لٹکاتے ہیں۔ بعض لوگ اس نشان پر حضرت عیسیٰ کی تصویر تک بنوا لیتے ہیں تاکہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھائے جانے کی یادگار مکمل صورت میں رہے۔ اس لیے ”وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے“ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عیسائیت کو باطل اور کالعدم قرار دے دیں گے اور شریعت محمدی کو جاری کریں گے۔ ان کا ہر حکم و فیصلہ ملت حنیفہ کے مطابق ہو گا۔

سلع خنزیر (سور) کو قتل کر دیں گے۔ یعنی اس کا شکار کرنا اور کھانا حرام قرار دے دیں گے اس طرح سے سور کا قتل کرنا جائز اور مباح ہو جائے گا۔ سلع آپ کی آمد سے مال کی کثرت ہو جائے گی۔ بعض احادیث میں ہے کہ آپ جزیہ کو اٹھا دیں گے۔ اسلامی نظام حکومت کی ایک دفعہ یہ ہے کہ حدود مملکت میں اگر کوئی غیر مسلم رہتا چاہتا ہے تو وہ حافظی ٹیکس جس کو جزیہ کہتے ہیں ادا کر کے جان و مال کی حفاظت کے ساتھ رہ سکتا ہے ایسے شخص کو ذی کتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ جزیہ ختم کر دیں گے اور حکم دیں گے کہ ان کی مملکت کا شہری صرف مسلمان ہو سکتا ہے چنانچہ حکم دیں گے کہ جتنے ذی ہیں وہ سب مسلمان ہو جائیں۔ ان کی حکومت دین حق کے علاوہ اور کوئی چیز قبول نہیں کرے گی۔

دنیا بھر میں اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ ایک ہی معبود برحق خدا کے واحد لا شریک کی عبادت ہونے لگے گی۔ مال و دولت کی محبت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی اور وہ مال و دولت سے اس طرح بے نیاز ہو جائیں گے کہ اس کی طرف رغبت نہ ہوگی۔ نیز اہل حرص کی کمی ہو جانے کی وجہ سے ایسا کوئی محتاج و ضرورت مند نہ ملے گا۔ لوگ خداوند قدوس کی ہر ممکن اطاعت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو یہ فکر ہوگی کہ اسلامی احکامات زکوٰۃ صدقات و غیرہ بھر پور نکال کر اسلام پر عمل کریں۔ اطاعت عام ہو جائے گی۔ اس حالت میں کوئی بھی فرد ایسا ملتا مشکل ہو جائے گا کہ صدقہ قبول کرے۔

اسی طرح امن و امان اس قدر پھیل جائے گا کہ موذی قسم کے جانوروں سے دوسرے سیدھے سادے جانور کوئی ضرر محسوس نہیں کریں گے یہ عدل گمشدگی کی علامت ہوگی کہ امن و انصاف سے جانور تک متاثر ملیں گے۔ ۳

سلع ”چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔“ بعض دوسری احادیث میں یہ وارد ہے کہ آپ پینتالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ یہ دونوں باتیں بظاہر اس قول کے متنافی ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اٹھائے گئے ان کی عمر تینتالیس سال تھی اور پھر آسمان سے زمین پر اترنے کے بعد وہ سات سال دنیا میں رہیں گے۔ اس طرح دنیا میں ان کی کل مدت قیام چالیس سال ہوتی ہے یا پینتالیس سال۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آسمان سے اترنے کے بعد دنیا میں حضرت عیسیٰ کے رہنے کی مدت سات سال ہے۔ اس لیے یہ طے ہے کہ دوسری حدیث میں جو پینتالیس سال کی مدت نقل کی گئی ہے وہ دنیا میں ان کی مجموعی مدت قیام ہے کہ اس مدت میں ان کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے کا عرصہ قیام بھی شامل ہے اور آسمان سے اترنے کے بعد کی مدت قیام بھی شامل ہے۔ رہا چالیس اور پینتالیس کا فرق تو اس سلسلے میں یا تو یہ کہا جائے کہ چالیس سال والے قول میں کسور یعنی پانچ کو حذف کر کے پوری مدت مراد لی گئی ہے یا یہ کہ اس روایت کو راجع قرار دیا جائے جو صحیح مسلم میں منقول ہے۔ ۳ محمد عباس فتح پوری۔

حضرت سفینہؓ کا واقعہ

ثور بن یزید کے حالات میں امام سلف ابو نعیم کی کتاب الحلیۃ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیر صرف حرام کار کو کھاتا ہے۔ نیز حضرت سفینہؓ جو حضور کریم ﷺ کے غلام تھے۔ خود ان کا واقعہ جو شیر کے ساتھ پیش آیا ہے وہ تو مشہور ہے۔ (رواہ البزار والطرانی و عبد الرزاق والحاکم وغیرہ)

محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ مجھ سے خود حضرت سفینہؓ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ کشتی سے دریا کا سفر کر رہا تھا کہ وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ وہ تختہ بہتا ہوا ایک شیر کی جھاڑی کے قریب لگ گیا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیر میری طرف لپکا (چھپٹا) تو میں نے اس سے یہ کہا کہ میں سفینہ حضور اکرم ﷺ کا غلام ہوں۔ اس وقت میں راستہ سے بھٹک گیا ہوں (یہ سنتے ہی) شیر مونڈھے سے اشارہ کرنے لگا۔ یہاں تک اس نے مجھے سیدھے راستہ پر لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد شیر گرجنے لگا تو میں سمجھ گیا کہ اب یہ رخصت ہو رہا ہے۔ میں مامون ہو گیا۔

امام بیہقیؒ نے محمد بن منکدر سے ہی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت سفینہؓ سرزمین روم کے قریب لشکر سے پیچھے رہ گئے تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ پھر آپ وہاں سے فرار ہو کر لشکر کو تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ راستے میں دیکھتے ہیں کہ شیر کھڑا ہوا ہے۔ آپ نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابو الحرث (یہ شیر کی کنیت ہے) کہ میں سفینہ حضور اکرم ﷺ کا غلام ہوں۔ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آ گیا ہے۔ اتنے میں شیر دم ہلاتے ہوئے ان کی بغل میں کھڑا ہو گیا اور سفینہ جب کسی قسم کی آواز کو سننے تو شیر کو پکڑ لیتے۔ چنانچہ آپ برابر شیر کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ لشکر کو پایا۔ اس کے بعد شیر واپس لوٹ گیا۔ (دلائل النبوة)

نوٹ:- حضرت سفینہؓ کے نام کے بارے میں علماء امت کا اختلاف ہے۔ بعض نے آپ کا نام رومان بتایا ہے۔ بعض

سلف ابو نعیم اصفہانی کی ولادت ۹۳۸ھ میں ہوئی۔ شافعی مسلک کے محدث تھے۔ طالب علمی کا دور بصرہ، بغداد و نیشاپور وغیرہ میں گزارا۔ مشہور تصنیف "حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء" ہے۔ جو برلن میں مخطوطات کے ذخیرے میں محفوظ ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۳۸ھ میں ہوئی۔ ۱۲

سلف محمد بن المنکدر راہبی مشہور تابعین میں سے ہیں۔ نہایت عبارت گزار، صاحب علم و تقویٰ تھے۔ آپ نے جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ابن الزبیر و ربیعہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ نیز آپ سے جلیل القدر محدثین نے بھی روایتیں کی ہیں۔ مثلاً سفیان ثوری و امام مالک وغیرہ۔ آپ کی وفات ۱۳۰ھ ہجری میں ہوئی۔ تقریباً ستر سال یا اس سے زائد عمر پائی ہے۔

سلف امام بیہقیؒ کی کنیت ابو بکر۔ نام احمد بن حسین، بیہقی ہے۔ محدثین کے یہاں مقتداء کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کی تصانیف کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مشہور تصانیف مبسوط السنن، دلائل النبوة و شعب الایمان وغیرہ ہیں۔ آپ کا شمار محدثین شوافع میں ہوتا ہے۔ پیدائش خسرو ہرد میں ماہ شعبان ۳۸۴ھ مطابق ۹۹۳ء میں ہوئی اور وفات نیشاپور میں ۴۵۶ھ مطابق ۱۰۶۶ء میں ہوئی۔ ۱۲

سلف سفینہؓ - بعض اہل علم نے لکھا کہ سفینہؓ آپ کا لقب تھا۔ نام کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ عرب ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابنائے فارس میں سے تھے۔ علماء نے اس بات میں بھی اختلاف نقل کیا ہے کہ آیا آپ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے یا ام المومنین ام سلمہؓ کے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ام المومنینؓ نے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ تم جب تک زندہ رہو گے حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتے رہو گے۔ سفینہؓ آپ کا لقب اس لیے پڑ گیا تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں لوگ تھک گئے تھے تو آپ نے سارا سامان اپنے اوپر لا دیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو سفینہ (کشتی) کے نام سے

یاد کیا تھا۔ آپ سے آپ کی اولاد عبدالرحمن و محمد و زیاد و کثیر وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ ۱۲

نے مہران، بعض نے طہمان اور بعض آپ کا نام عمیر ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ آپ حجاج بن یوسف الثقفی کے زمانے تک زندہ رہے۔ آپ سے امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ نیز آپ کی روایت امام ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہ وغیرہ نے بھی لی ہے۔

نبی کریمؐ کی عتبہ کے لیے بددعا حضور اکرم ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کے لیے اس طرح بددعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دیجئے۔ (چنانچہ عتبہ کو شام کے علاقے مقام زرقاء میں ایک شیر نے لقمہ بنا لیا تھا۔)

(رواہ الحاکم من حدیث ابی نوفل بن ابی عقرب عن ابیہ وقال صحیح الاسناد)

اسود بن ہبار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کے لیے تیار ہوئے تو اسود بن ہبار کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ جب ہم مقام شراۃؓ میں ایک راہب کی عبادت گاہ کے قریب مقیم ہو گئے تو راہب نے کہا کہ آپ لوگ یہاں کیسے مقیم ہو گئے۔ یہاں تو درندے کثرت سے رہتے ہیں۔ ابولہب نے کہا کہ آپ لوگ مجھ سے خوب واقف ہوں گے۔ تو ہم سب نے جواب میں جی ہاں کہا تو ابولہب نے کہا کہ محمد ﷺ نے میرے بیٹے کے لیے بددعا فرمائی ہے (تو آپ لوگوں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ) اپنا سامان وغیرہ اس عبادت خانے کے اوپر جمع کر دیں اور میرے بیٹے کے لیے اس کے اوپر بستر لگادیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کے ارد گرد سو جائیں۔ چنانچہ ہم سب نے ایسا ہی کیا۔ سامان کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ خوب اونچا ہو گیا۔ پھر ہم لوگوں نے (احتیاطاً) اس کے آس پاس کا دورہ کیا اور عتبہ سامان کے اوپر جا کر سو گیا۔ رات میں ایک شیر آیا اور اس نے ہم سب کے منہ سو گھٹنا شروع کئے۔ پھر وہ چھلانگ لگا کر سامان کے اوپر پہنچ گیا اور عتبہ کے سر کو اس کے جسم سے جدا کر دیا۔ اس وقت عتبہ اپنی زبان سے یہ کہہ رہا تھا سیفی یا کلب (وائے میری تلوار، کتے) اس کے بعد وہ کچھ پھر کہنے کے قادر نہ ہو سکا۔ (رواہ ابو نعیم)

ایک روایت میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ شیر نے اسے جھنجھوڑ کر نوچ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ عتبہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ”شیر نے مجھے مار ڈالا۔“ پھر وہ اسی وقت مر گیا۔ اس کے بعد ہم لوگ شیر کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ مل نہ سکا۔

فائدہ:- جناب رسول اللہ ﷺ نے شیر کو کتا اس لیے فرمایا تھا کہ شیر بھی کتے کی طرح ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے۔

۱۔ حجاج بن یوسف الثقفی۔ یہ عبدالملک بن مروان خلیفہ کے زمانے میں حجاز کا گورنر بنایا گیا تھا۔ نہایت ظالم اور جابر آدمی تھا۔ ولادت ۶۶۱ء میں طائف میں ہوئی۔ نہایت مدبر، ہوشیار، سیاسی آدمی گزرا ہے۔ اس نے صحابہ کی ایک کثیر تعداد کو جام شہادت نوش کرادیا۔ نیز کد کا محاصرہ کر کے مصعبؓ بن الزبیر کو جو خلافت کے دعویدار تھے انہیں قتل کر دیا۔ پھر بعد میں اسے عراق و خراسان کا بھی گورنر بنایا گیا۔ اس ظالم نے مشہور آدمی حضرت سعید بن جبیر الاسدی الکوفی کو بھی نہیں بخشا اور ان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آپ نے حجاج کے لیے بددعا کی تھی کہ اب تم میرے بعد کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ کے قتل کے بعد حجاج پندرہ ماہ زندہ رہا۔ اس کے بعد وہ عارضہ شکم میں مبتلا ہوا غالباً بول یا انتڑیاں سڑنے لگی تھیں۔ تمام اطباء عاجز آ گئے۔ آخر کار اسی موذی مرض میں شہر واسطہ میں ماہ شوال یا رمضان شریف ۹۵ھ مطابق ۱۳۳ء میں انتقال کر گیا۔ تقریباً ۵۴ سال عمر پائی۔ ان تمام باتوں کے باوجود اس پر اتفاق ہے کہ حجاج میں حسن تدبیر، فتنہ رفع کرنے کی خوبی اعلیٰ درجے کی تھی۔ ۱۲ عمر عباس فتح پوری۔

۲۔ الشراۃ۔ اصل شخصوں میں اسی طرح ہے لیکن یہ بظاہر کتابت کی غلطی ہے۔ صحیح لفظ الشراۃ ہے۔

احادیث میں تعارض اور اس کا حل | حدیث شریف میں آیا ہے:-

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَرَمِ مِنَ الْمَجْذُومِ لَهْ فَوَازَكَ مِنَ الْأَسَدِ (رواه البخاری) ”نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجذوم (کوڑھی) سے اس طرح بھاگو جس طرح کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔“
دوسری روایت میں ہے:-

انه صلى الله عليه وسلم اخذ بيد مجذوم وقال بسم الله ثقة بالله وتوكل عليه وادخلها معه الصحيفة- (رواه ابن ماجه)

”جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر دعا پڑھتے ہوئے اس کا کھانے میں اپنے ساتھ شریک کر لیا وہ دعا یہ ہے بسم اللہ ثقة باللہ وتوکل علیہ

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کوڑھ علہ اور برص متعدی ہوتے ہیں۔ مزید یہ بھی فرمایا کہ کوڑھی کی اولاد بھی اس سے بہت کم

علہ کوڑھی سے ملنے جلنے، بچنے اور اجتناب کے سلسلے میں کئی حدیثیں ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوڑھی کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث بھی ہیں جن میں اس قسم کا مضمون ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بیماری کا ایک دوسرے سے لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لیے یہ دو متضاد روایات سامنے آگئیں۔ اس تضاد و اختلاف کو دور کرنے کے لیے علماء کرام کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ جن احادیث میں جھوٹ چھت کی نفی کی گئی ہے ان کا حکم اپنے عموم و اطلاق کے ساتھ قائم اور باقی ہے اور ان لوگوں کی مخالفت وہم نشینی جو کوڑھ جیسے امراض میں مبتلا ہوں ان کی بیماری کے لگنے کا سبب ہرگز نہیں اور جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جو کوڑھی سے احتراز اور بچنے کو ظاہر کرتی ہیں ان کا مقصد محض وساوس و اہام کا سد باب ہے کہ کوئی شخص شرک کے بھنور میں نہ پھنس جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے جذامی کے ساتھ مجالست کی۔ اس کے ساتھ اٹھا بیٹھا اور اسی دور ان اللہ کا حکم یہ ہو گیا کہ وہ اٹھنے بیٹھنے والا بھی کوڑھ میں مبتلا ہو گیا تو تعبد نہیں کہ وہ اس وہم میں مبتلا ہو جائے کہ میں اس کوڑھی کے پاس اٹھنے بیٹھنے ہی کی وجہ سے اس مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس اعتقاد سے بچانے کے لیے کہ جو کفر و شرک کی حد تک پہنچاتا ہے کوڑھی سے بچنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی ذات کو اس حکم سے مستثنیٰ رکھا۔ اس لیے کہ آپ توکل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ اس کی بناء پر مذکورہ وہم و گمان میں آپ کے مبتلا ہونے کا تصور بھی نہیں تھا۔ چنانچہ ایک کوڑھی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتا اس پر شاہد ہے۔

اس لیے بطور خلاصہ یوں سمجھئے کہ کوڑھی سے بچنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو اپنے اندر اس درجہ کا یقین و توکل نہ رکھتا ہو بلکہ اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ کوڑھی کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے درمیان مبتلا ہو گیا تو وہ اس وہم کا شکار ہو کر شرک خفی کا مرتکب ہو جائے گا۔ (التعلیق الصبیح)
علہ اہل عرب کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص بیمار کے قریب بیٹھ جائے اور اس کے ساتھ کھائے پئے تو وہ بیماری اس میں بھی سرایت کر جائے گی۔ علماء نے لکھا ہے کہ عام طور پر اطباء کے نزدیک ساتھ قسم کی بیماریاں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کو لگتی ہیں:-

(۱) جذام (کوڑھی) (۲) خارش (۳) چیچک (۴) آبلے جو بدن پر پڑ جاتے ہیں (۵) ردہ و ردہ و تندی (۶) گندہ و تندی اور (۷) وبائی امراض۔ اس لیے شریعت نے اس عقدا کو بھی باطل اور رد کر دیا ہے کہ مرض کا ایک دوسرے میں سرایت کرنا اور ذکر لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق نظام قدرت اور قادر مطلق کی مشیت سے ہے کہ جس طرح پہلا شخص بیمار ہوا اسی طرح دوسرا شخص بھی اس بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ کرمانی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جھوٹ کی بیماری کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو جذام کی بیماری اس سے مستثنیٰ ہے۔

محفوظ رہتی ہے۔ یہ مرض باپ میں ہونے کی وجہ سے اولاد میں بھی منتقل ہوتا ہے۔ (عیوب التروچین)

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے اس قول کا کہ کوڑھ اور برص متعدی ہوتے ہیں) یہ مطلب ہے کہ وہ خود بذاتہ متعدی نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اثر ڈالنے سے متعدی ہوتے ہیں اس لیے کہ خداوند قدوس کی یہ سنت جاری ہے کہ اگر کوئی صحیح و سالم آدمی کسی مبتلی بہ (مریض) کے ساتھ غیر معمولی طور پر قرب رکھتا ہو یا وہ دونوں ایک ساتھ رہتے ہوں تو وہ دوسرا بھی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ہم نشین اپنی قسمت میں مقدر ہونے کی وجہ سے ملوث ہو جاتا ہے۔ پھر اگر دوسرا بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا) تو لوگ یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ امراض ہی متعدی ہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام میں نہ تو (امراض میں) تعدیہ (چھوت چھات) ہے اور نہ نحوست و بد شگون کی جیسے کہ ان شاء اللہ عنقریب ہی اس کا ذکر آجائے گا۔

امام صید لائیؒ فرماتے ہیں کہ ”ناممکن ہے کہ مجذوم کا لڑکا اس مرض سے محفوظ رہے۔“ اس جملے کا مطلب امام شافعیؒ کے مذاق کے مطابق سمجھنے کے لیے اس پر غور کیجئے ”کہ بچے نے باپ کی کسی رگ کو کھینچ لیا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی مجذوم ہو گیا۔“ دوسری بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی سے فرمایا تھا جب کہ اس نے یہ شکایت کی کہ میری عورت نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا ہے جس کا رنگ کالا ہے (اور وہ میرے ہم رنگ نہیں ہے) تو آپؐ نے فرمایا تو پھر یہ بچہ بھی کسی ایسی رگ کے سبب کالا ہوا ہے جس نے اس کو کھینچ لیا ہے (یعنی اس بچے کی اصل میں کوئی شخص کالے رنگ کا رہا ہو گا جس کے مشابہ یہ بچہ ہو گیا ہے۔ حدیث کی اس طور پر شرح کرنے سے دو مختلف احادیث کا تعارض اٹھ جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:-

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آفت رسیدہ (مسلک مرض میں مبتلا) شخص کسی صحیح و تندرست آدمی کے یہاں نہ اترے۔“ لہ

دوسری حدیث میں ہے:-

”(ایک دفعہ کا واقعہ ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مجذوم شخص بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوا تو آپؐ نے (امت کو سبق دینے کے لیے) اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ کو نہ بڑھاؤ۔ بس میں نے تمہیں بیعت کر لیا۔“

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:-

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی مجذوم کو لگاتار نہ دیکھا کرے اور جب تم اس قسم کے لوگوں سے گفتگو

۱۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جذام میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کوڑھی کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے، ایک ساتھ کھانے پینے و بہتری میں زیادتی اختیار کرے تو وہ اس کو متاثر کر کے بیمار کر دیتی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص ایسا کھانا کھالے یا ایسی بو میں پھنس جائے جو اس کے مزاج و طبیعت کے موافق نہ ہو یا اس کا نقصان دینا ظاہر ہو تو وہ شخص اس سے متاثر ہوتا ہے اور مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تمام چیزیں محض ایک ظاہری سبب بنتی ہیں۔ حقیقت میں وہ بیماری اللہ کے حکم ہی سے لاحق ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے کوڑھی سے پرہیز کرنا طبی نقطہ نظر اور اصول صحت کی رو سے ہو گا نہ کہ اس کو چھوت سمجھنے کی وجہ سے ۱۲۔ محمد عباس فتح پوری۔

کرنا چاہو تو یہ یاد رکھو کہ اس کے اور تمہارے درمیان کم از کم ایک نیزہ کافرق ہونا چاہیے۔“

جذام کے فقہی مسائل | شیخ صلاح الدین عراقی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا لا یورد ذو عاۃ علی مصح (کوئی آفت رسیدہ (ملک مرض میں مبتلا شخص) کسی تندرست آدمی کے یہاں نہ جائے) اس حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کسی بچے کی ماں برص یا جذام میں مبتلا ہو تو اس کے ذمے سے حق حضانت (پرورش کا حق) ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ ماں کے ساتھ رہنے اور اس کا دودھ پینے کی وجہ سے بچے کو برص یا جذام ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ (کتاب القواعد) دیمیری کہتے ہیں کہ جو عراقی نے لکھا ہے وہ بالکل صاف ہے۔ چنانچہ ابن سلتیمیہ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور مالکیہ سے بھی یہی منقول ہے۔ مثلاً اگر کوئی مرض میں مبتلا شخص تندرست و صحت مند لوگوں کے ساتھ مسافر خانے یا سرائے وغیرہ میں رہنا چاہتا ہو تو اس پر پابندی لگا دی جائے گی الا یہ کہ خود رہنے والے اجازت دے دیں

دوسری صورت میں یہ ہے کہ اگر کوئی مجزوم پہلے ہی سے سرائے وغیرہ میں رہتا ہو بعد میں صحیح و تندرست لوگ قیام کرنے کے لیے آجائیں تو اس جذامی کو ڈرا دھمکا کر نکال باہر کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ تندرست اس کا مطالبہ کریں۔ دیمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی ایسی باندی ہو جس کا مالک جذامی ہو تو باندی کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے جذامی آقا کو ہم بستری کا موقع دے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر کسی جذامی آدمی نے اپنی بیوی کو ہم بستری کے معاملہ میں پابند نہ کیا ہو، تاہم ان دونوں میں تفریق کرائی جاسکتی ہے۔ چونکہ بیوی خود مختار ہے اور اس کی خود مختاری کو شریعت اسلامیہ نے اس معاملہ میں تسلیم کیا ہے۔
دور نبوت کا ایک واقعہ | حدیث میں ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا کہ تجھے شیر کھاجائے گا۔ چنانچہ شیر نے اسے لقمہ بنالیا۔

ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ شیر چنگھاڑتے ہوئے کیا کہتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ واقف ہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ کہتا ہے خدایا مجھے کسی نیک اور اچھے آدمی پر مسلط نہ فرماؤ۔“

۱۔ ابن تیمیہ۔ نام تقی الدین احمد بن شہاب الدین بن تیمیہ حرانی ہے۔ ولادت مقام حران قرب دمشق ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۳ء میں ہوئی۔ حنبلی مذہب تھے۔ ۶۷۶ھ میں آپ کے والد دمشق منتقل ہو گئے۔ ابن تیمیہ حدیث و قرآن، فقہ و کلام کے زبردست عالم تھے۔ سماع حدیث ابن عبد الرحمن اور القاسم اربلی سے کیا۔ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ تصانیف میں منہاج اللہ ہے۔ علماء شوافع نے آپ کی ”الجواب الصیح لمن بدل دین المسیح“ تصنیف پر رد کیا۔ حتیٰ کہ اس کتاب پر پابندی لگا دی تھی۔

علمائے دیوبند میں محدث عصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری آپ کے علوم کے معترف تھے۔ ابن تیمیہؒ نے بعض مسائل میں جسور علماء سے شدوذ اختیار کیا۔ ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۸ء میں جیل میں قید و بند کی زندگی گزارتے ہوئے انتقال فرما گئے۔
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شیر کے خوف سے محفوظ رہنے کی دعا | امام بن السی رحمہ اللہ نے ایک اثر نقل کیا ہے:-

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباسؓ سے فرمایا جب تم کسی ایسی وادی میں ہو جہاں تم کو شیر سے ڈر لگ رہا ہو تو تم یہ پڑھا کر ”اعوذ بالذانیال وبالجب من شر الاسد“

حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ | اس اثر سے اشارہ ملتا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام ایک گہرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تھے تو جنگل کے درندے آپ کے پاس آکر دم ہلاتے ہوئے پیار و محبت سے بدن کو چاٹنے لگتے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ آتا اور یہ ندا دیتا۔ اے دانیال دانیال! یہ سن کر آپ فرماتے آپ کون ہیں؟ فرشتہ جواب میں کہتا کہ میں تمہارے پروردگار کا فرستادہ ہوں۔ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں کھانا لے کر بھیجا ہے۔ اس وقت حضرت دانیالؑ یہ مختصر دعا پڑھتے:-

الحمد لله الذي لا ينسى من ذكره الخ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

ابن ابی الدنیا نے ایک دوسری روایت ذکر کی ہے کہ بخت نصر بادشاہ نے دو شیروں کو غضب ناک کر کے ایک کنوئیں میں چھوڑ دیا۔ پھر حکم دیا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو بھی کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ اس طرح سے آپ مشیت ایزدی کے مطابق ایک طویل عرصے تک کنوئیں میں پڑے رہے۔ چنانچہ آپ کو (بشری تقاضے کے مطابق) کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو ملک شام میں وحی بھیجی کہ تم دانیال (علیہ السلام) کے لیے عراق میں کھانے پینے کا انتظام کر کے جاؤ۔ چنانچہ ارمیا علیہ السلام حکم الہی پا کر تشریف لے گئے۔ کنوئیں کی منڈیر (من جگت) پر کھڑے ہو کر ان کا نام لے کر آواز دینے لگے۔ اتنے میں دانیال علیہ السلام کنوئیں کے اندر سے بولے کہ آپ کون ہیں اور کیوں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ارمیا ہوں مجھے آپ کے پروردگار نے بھیجا ہے۔ اس وقت دانیالؑ نے یہ دعا پڑھی:-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَنْسِي مَنْ ذَكَرَهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَغِيْبُ مَنْ رَجَاهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَنْ وَثَّقَ بِهِ لَا يَكِلُهُ إِلَّا إِلَى سِوَاهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَجْزِي بِالْإِحْسَانِ إِحْسَانًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَجْزِي بِالصَّبْرِ نَجَاةً وَ غُفْرَانًا

۱۔ فرشتے (ملائکہ) خداوند قدوس کی ایک قسم کی مخلوق ہیں، جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر فرما دیا ہے کرتے رہتے ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (پ ۱۲۸ التحريم) کہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جس کام کے لیے حکم دیا جاتا ہے فوراً کر گزرتے ہیں۔ فرشتے لطیف جسم کے ہوتے ہیں لوگوں کو نظر نہیں آتے۔ فرشتوں کے موجود ہونے کا ثبوت خود قرآن کریم میں ہے اور احادیث رسول اللہ ﷺ وغیرہ میں بکثرت تذکرے موجود ہیں اس لیے ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ فرشتوں کے وجود کو تسلیم کریں اور ان کو مستقل مخلوق مانیں۔ قرآن کریم اور احادیث میں تو بعض فرشتوں تصریح ہے اس لیے اس حقیقت کا انکار الحاد ہے اور نص قرآنی میں تحریفات کرنے کے مرادف ہے۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ قرآن میں فرشتوں کا ذکر چھایا آیات میں اٹھاسی مرتبہ آیا ہے۔ ماقبل کی آٹھلی کتابوں میں بھی فرشتوں کا ذکر ملتا ہے۔ (قص القرآن ص ۳۱۱ ج اول)

۲۔ ابن ابی الدنیا۔ نام ابو بکر عبد اللہ بن ابی الدنیا۔ جلیل القدر عالم گزرے ہیں نیز خلیفہ متقی عباسی کے گھر کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے معلم تھے۔ پیدائش ۸۲۳ء میں ہوئی۔ مشہور تصانیف ”الفرج بعد الاشد“ اور ”مکارم الاخلاق“ وغیرہ ہیں۔ آپ کی وفات ۸۹۳ء میں ہوئی۔ (المنجد)

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَكْشِفُ مَذَنَابَهُ كَزَبَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ فَتَقَاتُ جَنِينَ يَسْؤُهُ ظَنَّتْنَا بِأَعْمَالِنَا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ زَجَاءُ نَا جَنِينَ تَنْقَطِعُ الْحَبْلُ مِنَّا۔“

یہی واقعہ آپ سے دوسرے طریقے سے بھی منقول ہے کہ دانیال علیہ السلام جس بادشاہ کے زیر حکومت تھے اس کے دربار میں ایک دن نجومیوں اور اہل علم کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور یہ پیشین گوئی کی کہ فلاں رات میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو آپ کے نظام سلطنت کو درہم برہم کر دے گا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس رات میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی ماں نے آپ کو شیر کی ایک جھاڑی میں ڈال دیا۔ اتنے میں شیر اور شیرنی دونوں آگئے اور آپ کو زبان سے چاٹنے لگے۔ اس طرح سے خداوند قدوس نے آپ کو ظالم بادشاہ سے حفاظت فرما کر نجات دی۔ پھر بعد میں آپ ان مراحل سے بھی گزرے جن کو اللہ جل شانہ نے مقدر فرمایا تھا۔

یہ بھی مروی ہے کہ ابو عبد الرحمن بن ابی الزناد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ کے دست مبارک میں ایسی انگوٹھی دیکھی جس کے گنینے میں آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی جسے دو شیر چاٹ رہے ہیں تو ابو بردہ نے کہا یہ انگوٹھی دانیال علیہ السلام کی ہے جس کو میرے والد محترم نے کسی ایسی جگہ سے حاصل کیا تھا جہاں دانیال علیہ السلام مدفون تھے۔ چنانچہ والد محترم نے اس سلسلے میں شرکے علماء سے تحقیق کی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہاں اس انگوٹھی میں حضرت دانیال علیہ السلام کا نقشہ ہے جنہیں دو شیر بھی چاٹ رہے ہیں اور یہ اس لیے موجود ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان کو فراموش نہ فرمائیں۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے اور آخر عمر دونوں مرتبہ آزمائش میں مبتلا کئے گئے پھر آپ دونوں مرتبہ کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے نوازا کہ آپ کا نام لے کر پناہ مانگنے سے خداوند قدوس موزی درندوں سے حفاظت فرماتے ہیں۔

معاذ بن رفاعہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ یحییٰ بن سلمہؓ زکریا علیہ السلام دانیال علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو انہوں نے آپ کی قبر سے دعا پڑھنے کی آواز سنی۔ وہ دعا یہ تھی:-

سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ۔

”وہی پاک ذات ہے جو اپنی قدرت سے بندوں پر غالب ہے اور جس نے موت کے ذریعے بندوں کو مجبور بنا رکھا ہے۔“

۱۔ معاذ بن رفاعہؓ - آپ کا نام معاذ بن الحارث بن رفاعہ الانصاری الرقی ہے۔ ماں کا نام عفرہ تھا جو عبید بن ثعلبہ کی نخت جگر تھیں۔ عبید بن ثعلبہ اور رافع بن مالک دونوں قبیلہ خزرج کے مایہ ناز مسلمان انصاریوں میں سے ہیں۔ غالباً یہ اور ان کے دونوں بھائی عوف و معوذ نامی غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ۱۲

۲۔ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام - دیگر آسمانی کتابوں میں آپ کا نام یوحنا المعمدان بتایا گیا ہے۔ غالباً حضرت عیسیٰؑ سے قبل مبعوث کئے گئے۔ جنگل میں زاہدانہ زندگی گزارتے تھے۔ جب آپ کی عمر تیس سال کی ہو گئی تو دریائے اردن پر اللہ تبارک تعالیٰ سے دعائے استعاء کرنے کے لیے تشریف لائے اور اسی جگہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی آمد کی اطلاع دی۔ اسی لیے آپ کا نام ”السبق“ بھی پڑ گیا۔ آپ بادشاہ ہیرودوس (جس کے وجود کا سینتیس سال قبل مسیح پتہ چلتا ہے) کے زمانہ میں تھا۔ اسی بادشاہ نے آپ کو رقامہ سلوہ کے اشارے پر قتل کر دیا تھا۔ یہ اس زمانہ کی مشہور ترین رقاہوں میں تھی۔ بادشاہ خاص طور پر اس کے رقص کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ۱۱۳ الحد

اتنے میں اس دعا کے جواب میں غیب سے ایک آواز آئی۔

”میں ہی وہ ہوں جس نے اپنی قدرت سے غلبہ پایا اور جس نے موت سے بندوں کو مغلوب کر رکھا ہے جو شخص یہ کلمات پڑھے گا اس کے لیے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی چیزیں مغفرت کی دعا کر سکی۔“ (الحجرات للہدوی)

دانیال علیہ السلام کا زمانہ آپ بخت نصر مشہور ظالم و جابر بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ حضرت دانیال علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے ان کو اسرائیلی قیدیوں کے ساتھ بند کر دیا تھا لیکن پھر بادشاہ نے خوف ناک خواب دیکھا تو وہ گھبرا اٹھا۔ لوگوں سے تعبیر پوچھی۔ سب نے عاجزی کا اظہار کیا۔ جب آپ سے تعبیر پوچھی تو آپ نے صحیح تعبیر بتلائی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر پسند آئی۔ اسی وقت سے بادشاہ نے آپ کا احترام و اکرام کرنا شروع کر دیا۔ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ دانیال علیہ السلام کی قبر مبارک نمرسویز میں دیکھی گئی ہے۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قبر کی تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے یہ کام بھی انجام دیا۔ نبی علیہ السلام کے جسد اطہر کو نکال کر پھر سے کفنا۔ نماز جنازہ پڑھ کر نمرسویز ہی میں دفن کر کے آپ کی قبر مبارک پر پانی بہا دیا۔ (الحجرات للہدوی)

ابراہیم بن ادھم کی تلقین عبد الجبار بن کلیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سفر میں ابراہیم بن ادھمؒ کے ساتھ تھا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے شیر آ رہا ہے تو ابراہیم نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی:-

اَللّٰهُمَّ اٰخِرُ مَنَا اللّٰتِیْ لَا تَنَامُ وَ اٰخِفُظْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِیْ لَا یُورَاہُ وَ اَرْحَمُنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَیْنَا لَا تُنْهَلِكْ وَ اَنْتَ رَجَاءُ نَا یَا اللّٰهَ یَا اللّٰهَ۔

شیخ عبد الجبار کہتے ہیں یہ دعا پڑھتے ہی شیر چلا گیا۔ جب سے میں نے یہ معمول بنالیا ہے کہ ہر خوفناک معاملے میں اس دعا کو پڑھتا ہوں تو مجھے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔

عملیات بعض محققین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خوف یا رنج و غم کی بیماری ہو تو ذیل کی آیات کو لکھ کر پسن لے، انشاء اللہ خوف و رنج جاتا رہے گا۔ اسی طرح دشمن پر غلبہ اور کاموں میں خیر و برکت، نیز امراض باطنیہ سے حفاظت بلکہ ہر جسمانی تکلیف کے لیے مفید ہے۔ ذیل کی یہ دونوں آیات ان خصوصیات کی حامل ہیں کہ ان میں تمام حروف حتمی جمع ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ان میں سے کوئی آیت کسی پاک برتن میں لکھ کر عرق گلاب یا زیتوں یا تیل کے تیل سے دھو کر کسی بھی جسمانی تکلیف مثلاً پھوڑا پھنی، مسہ، ریح، اچھار اور طلوع وغیرہ میں بہت مفید ہے۔

وہ دونوں آیات یہ ہیں:-

- (۱) ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِنْ بَعْدِ النِّعَمِ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَغْشٰی طَآئِفَةً مِنْكُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنًّا الْجَاهِلِیَّةِ یَقُولُوْنَ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ یُخَفُّوْنَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ مَا لَا یَبْدُوْنَ لَكَ یَقُولُوْنَ لَوْ كَانَتْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَا قُتِلْنَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ یُبُورِكُمْ لَبَرَزَ الْاَیْمٰنُ کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضٰ جَعَلَهُمُ وَلِیْسَ لِلّٰهِ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ لَیْسَ مَخِصٌ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ ۴۔ آل عمران)
- (۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ رَحِمًا وَ بَیْنَهُمْ تَوَٰرِهِمْ رُكْعًا سَجَدًا یَتَتَفَعَّلُوْنَ فَعْلًا مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِیْمًا هُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی الْتَّوْرَةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اُخْرِجَ

شَطَاةً فَارْزَوْهُ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُفَيْضَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (پ ۲۶ الفتح)

ایک بادشاہ اور اس کی توبہ | بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اپنی سلطنت میں گشت کرتے ہوئے بستی میں پہنچا تو بادشاہ کو پیاس محسوس ہوئی تو اس نے ایک دروازے پر پہنچ کر پانی مانگا۔ اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ ایک خوب صورت عورت کو زے میں پانی لے کر آ رہی ہے۔ بادشاہ اس عورت کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا اور اسے پھسلانا شروع کر دیا۔ اتفاق سے عورت اس بادشاہ سے واقف تھی۔ جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ سے نہیں بچا سکتی تو وہ عورت گھر میں گئی اور ایک کتاب نکال کر لے آئی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ آپ اس کتاب کو غور سے پڑھئے تاکہ آپ اپنے اس ارادے میں سدھار پیدا کر سکیں۔

بادشاہ کتاب کا مطالعہ کرنے لگا۔ اچانک اس کی نگاہ آیت زنا پر پڑی جس میں زانی اور زانیہ کے بارے میں زجر و توبہ کا ذکر تھا اور زنا کرنے والوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی تھی۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور گناہ سے باز رہنے کا ارادہ کر لیا۔ عورت کو بلا کر کتاب اس کے حوالے کر دی اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اس واقعہ کے دوران عورت کا شوہر گھر میں نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب شوہر آیا تو عورت نے اس کو ماجرا سنایا۔ چنانچہ وہ انگشت بدندان ہوا اور اسے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں بادشاہ کی خواہش واقعی یہ نہ رہی ہو۔ لیکن وہ عورت پر جرأت نہ کر سکا۔ چنانچہ شوہر کچھ دن تک غور و فکر کرتا رہا۔ عورت نے یہ کام کیا کہ شوہر کی موجودگی میں اقارب کے سامنے یہ واقعہ بتایا۔ تمام رشتہ داروں نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمے کو بادشاہ کی خدمت میں ہی کیوں نہ لے چلیں۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے۔

سب سے پہلے انہوں نے آداب شہابی بجالاتے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے۔ پھر رشتہ داروں نے کہا۔ ”اے بادشاہ معظم! اس (شوہر) نے ہم سے کرایہ پر کھیتی کے لیے زمین لی ہے۔ معاہدے کے مطابق کھیتی کی۔ پھر ہماری زمین کو معطل کر رکھا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ وہ خود کھیتی کرتا ہے نہ ہماری زمین واپس کرتا ہے، حالانکہ زمین خالی پڑی رہنے سے بے کار ہو جاتی ہے۔

بادشاہ نے یہ سن کر (شوہر سے) کہا تم کو زمین میں کھیتی کرنے سے کون روکتا ہے؟ شوہر نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میری زمین میں ایک شیر رہنے لگا۔ مجھے اس سے خطرہ ہے اور اس سے قریب ہونے کی ہمت نہیں پڑتی چونکہ میں جانتا ہوں کہ بچہ میں شیر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ بس یہ سنتے ہی بادشاہ واقعہ سمجھ گیا۔ اس سوال و جواب کے بعد بادشاہ نے شوہر سے کہا دیکھ تمہاری زمین تو اچھی ہے کھیتی کے لائق ہے جاؤ اور کھیتی کرو۔ اب شیر تمہاری زمین میں کبھی نہیں آئے گا۔ پھر بادشاہ نے اسے اور اس کی بیوی کو انعام دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

ایک اور واقعہ | مورخ ابن سلہ غلکان لکھتے ہیں کہ جس وقت مار زیا بادشاہ معظم باللہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔ لوگوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا۔ آپ ان کے بارے میں جلدی نہ فرمائیں اس لیے کہ مار زیا ایک

اعلیٰ درجہ کے مالدار آدمی ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ابو تمام کا یہ شعر پڑھا۔

ان الاسود اسود الغاب همتهما
یوم الكربہ فی المسلوب لا السلب
ترجمہ:- واقعی جنگ کے دن شیروں (بہادروں) کا مقصد مال و متاع کی وجہ سے حملہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ ان کا نشانہ تو مال والا ہوتا ہے۔
خالد الکاتب نے بھی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

علم الغیث النندی حتی اذا
ماوعاہ علم الباس الاسد
ترجمہ:- (ممدوح نے) بارش کو سخاوت کا سبق سکھایا۔ جب بارش نے یہ سبق یاد کر لیا تو (اسی ممدوح نے) شیروں کو بہادی کی تعلیم دی۔

فاذا الغیث مقر بالندی
واذا اللیث مقر بالجلد
ترجمہ:- یہی وجہ ہے کہ بارش اس کی معترف ہے اور شیر اس کی بہادری کا اقرار کرتے ہیں۔
ظفر الحب بقلب دنف
بک والسقم بجسم ناحل
ترجمہ:- محبت اس دل کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی جو تیری محبت میں بیمار تھا اور بیماریاں ایک کمزور جسم کو حاصل کرنے میں کامیاب رہیں۔

وبکی العاذل لی من رحمتی
لبکائی لبکاء العاذل
ترجمہ:- تو ملامت کنندہ مجھ پر رحم کھاتے ہوئے روئے اور میں ان ملامت کرنے والوں کے رونے پر رویا۔
فائدہ:- خالد الکاتب مثلخ میں ہیں، بیگن کے موسم میں آپ پر سودائیت غالب آجاتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیچھا کر کے آپ کا نام لے کر پریشان کرتے تو خالد معتمد باللہ کے محل میں پہنچ کر بچوں سے کہتے کہ بھائی میں سرد مزاج کیسے ہو سکتا ہوں۔ میرا حال تو یہ ہے۔

بکی عاذلی من رحمتی لفرحمته
وکم مسعد من مثله و معین
ترجمہ:- مجھ پر ملامت کرنے والی میری نرمی کی وجہ سے رو پڑے تو میں نے ان پر رحم کھایا اور ان جیسے میرے معین و مددگار کتنے ہی ہیں۔

اسی مدرسے میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ نقد اور تاریخ میں دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی لیے انہیں قاضی ابن صالح کو معزول کر کے قاضی القضاۃ بنایا گیا لیکن بعد میں برطرف کر دیا گیا اور دوبارہ ابن الصالح کو یہ عہدہ دیا گیا۔ پھر دوبارہ ابن الصالح کو معزول کر کے انہی کو متعین کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو مدرسۃ التبیۃ کا مدرس بنایا گیا۔

ابن کثیرؒ نے الہدایہ میں لکھا ہے کہ آپ کی تعلیم حلب، دمشق اور قاہرہ وغیرہ میں مکمل ہوئی۔ نیز تحریر و تقریر دونوں چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل قدرت سے نوازا تھا۔ میں نے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ یہ اکثر اپنے کلام میں لفظ کان کا استعمال کرتے۔ اس لیے اہل علم انہیں توجہ دلاتے کہ کان کا استعمال چھوڑ دیجئے۔ اسی کو عربی میں ظل کان سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ خدا کی مشیت کہ یہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ مشہور تصانیف میں ”وفیات الاعیان“ و انباء اہل الزمان“ ہے۔ وفات یوم ثنبہ ۲۷/رجب ۶۸۱ھ میں سال کی عمر میں ہوئی۔ (وفیات الامیاء) محمد عباس فتح پوری۔

ورقت دموع العین حتی کا نہا
دموع دموعی لا دموع جفونی
ترجمہ:- اور جب آنکھ سے آنسو بنے لگے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ میری آنکھوں کے آنسو نہیں بلکہ آنسوؤں کے آنسو ہیں۔“
(وفیات الاعیان)

نوح علیہ السلام کا واقعہ
مورخین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام نے انکور کی تیل لگائی۔ ایک دن ابلیس آیا اور اس نے اس میں پھونک ماری تو تیل سوکھ گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ رنجیدہ ہو گئے۔ پھر آپ کی خدمت میں ابلیس آیا اور بولا، اے اللہ کے نبی! آپ آج رنجیدہ کیوں نظر آ رہے ہیں۔ آپ نے واقعہ سنایا۔ اس پر ابلیس نے یہ مشورہ دیا کہ اگر اس تیل کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے ہیں تو میرے مشورہ پر عمل کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس تیل پر شیر، چیتا، رچھ، گیدڑ، ہت، لومڑی، مرغ۔ سات جانوروں کا خون بھیٹ کے طور پر چڑھا دوں۔ اس عمل سے مجھے یقین ہے کہ یہ تیل پھر سے سرسبز ہو جائے گی۔ آپ نے اسے اجازت دے دی اور یہ اجازت لاعلمی کی وجہ سے تھی۔ چونکہ نوح کو اس وقت بھیٹ چڑھانے کی حرمت معلوم نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ابلیس نے ان ساتوں جانوروں کا خون انکور کی بیلوں پر چڑھایا۔ اچانک وہ سبز ہونے لگی بلکہ خون ڈالنے سے اتنا فائدہ ہوا کہ ہمیشہ تیل میں ایک ہی قسم کے انکور لگتے تھے لیکن اس بار سات قسم کے انکور آ گئے۔ اسی وجہ سے شرابی شیر کی طرح بہاؤ، رچھ کی طرح طاقت ور، چیتے جیسا غصہ ور، گیدڑ کی طرح بھونکنے والا، کتے کی طرح جھگڑالو، لومڑی کی طرح چالپوس اور مرغ کی طرح چنچر رہتا ہے۔

اسی زمانے سے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر شراب حرام کر دی گئی۔ (روضۃ العلماء)

نوح علیہ السلام کا نام عبد الجبار ہے اور آپ کے بھائی کا نام صابی بن لاک ہے۔ صابین کا دین و مذہب انہی کی طرف منسوب ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک طویل مدت تک دین کی دعوت دیتے رہے۔ اس کے باوجود کم لوگ مسلمان ہوئے تو آپ امت پر نوحہ کیا کرتے اس لیے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔

۱۔ ”نوح علیہ السلام“ سب سے پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ چنانچہ ابو ہریرہ کی ایک روایت میں ہے ”يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْاَنْسَاءِ۔“ (مسلم باب الصفات) اے نوح تم زمین میں پہلے رسول بنائے گئے ہو۔ علمائے انساب نے آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے:- نوح بن لاک بن متوشلح بن اخنوخ یا اخنوخ بن یارڈ بن مللیل بن قیہان بن انوش بن شیت علیہ السلام بن آدم۔ قرآن کریم نے نوح کا تذکرہ تین جگہ کیا۔ نیز ان کی عمر کی تصریح بھی کی ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (عنکبوت) گویا ساڑھے نو سو سال کی طویل عمر پائی۔ بظاہر یہ طویل عمر خلاف عقل معلوم ہوتی ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لیے چند باتیں ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) ابتدائے دنیا میں زیادہ بیماریاں نہیں ہوتی تھیں۔ (۲) جس طرح رسالت اللہ کا خاص عطیہ ہے اسی طرح ان کی عمر بھی مستثنیات میں ہے جو انبیائے کرام کی تاریخ میں موصوت الہی و آیۃ اللہ کی فرست میں شمار ہوتی ہے جن کی حکمت کا معاملہ خود خداوند قدوس کے سپرد ہے۔ اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان امت پر جو طوفان آیا تھا وہ خاص تھا یا عام۔ بعض کہتے ہیں یہ طوفان اسی علاقے میں تھا جہاں ان کی قوم آباد تھی جس کی مساحت ایک لاکھ چالیس ہزار کلو میٹر مربع بتائی ہے اور بعض کا خیال ہے کہ طوفان عام تھا۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ طوفان خاص تھا۔ ایک دوسری بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابو الہطاء المعری شاعر نے اشعار میں بیان کیا ہے کہ قدیم زمانے میں دستور تھا کہ لوگ سنہ و عام بول کر شہر (ماہ۔ مینہ) مرا لیا کرتے تھے۔

ابو مسلم خراسانی کے واقعات | عبدالرحمن بن مسلم جو ابو مسلم خراسانیؓ کے نام سے زیادہ مشہور ہے بنو امیہ سے جنگ کے بعد ہر وقت ذیل کے اشعار پڑھا کرتا تھا۔

ادرکت باحزم والکتمان ماعجزت
عنه ملوک بنی مروان اذ حشدوا
ترجمہ:- میں نے احتیاط اور رازداری کا وہ مقام حاصل کر لیا ہے جس سے کہ بنو مروان کے سارے بادشاہ یکجا ہو کر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مازلت اسعی بجهدی فی دمارهم
والقوم فی غفلة بالشام قد رقدوا
ترجمہ:- میں انہیں تباہ و برباد کرنے کی برابر کوششیں کرتا رہا اور دشمن ملک شام میں غافل سو رہے تھے۔
حتى ضربتهم بالسيف فانتبهوا!
من نومة لم ينمها قبلهم احد
ترجمہ:- آخر کار ان پر میں نے تلوار کا وار کیا تو وہ ایسی نیند سے بیدار ہوئے کہ اس سے پہلے کوئی بھی اس طرح نہیں سویا تھا۔
ومن رعی غنما فی ارض مسبعة
ونام عنها تولی رعیها الاسد
ترجمہ:- اور جو چراگاہ و درندوں والی زمین میں بے خبری سے بکریوں کو چراتا ہے اور غفلت برتنے لگتا ہے تو اس کے جانوروں کی تولیت شیروں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔
احترام کرتا لیکن جب سفاح کا انتقال ہو گیا پھر اس کے بعد اس کے بھائی منصورؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو اس کی خلافت کے دوران

اس قول کے پیش نظر بعض مورخین نے حضرت نوحؑ کی تبلیغی خدمات کی عمر اسی سال بتائی ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس لیے کہ اگر المعری کا یہ قول درست مان لیا جائے تو یہ عرب کے کسی غیر معروف حساب کا تذکرہ سمجھا جائے گا اس لیے کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت عرب کے کسی قبیلے کے متعلق یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سنہ یا عام بول کر (مینہ) مراد لیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھئے کہ بعض مفسرین نے اسرائیلیات پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال قبل طوفان نوحؑ سے قوم نوح کی عورتوں کو بانجھ کر دیا تھا تاکہ نسل وجود میں نہ آئے مگر یہ غلط ہے اور یہ اس لیے لکھا ہے تاکہ اعتراض پیدا نہ ہو کہ طوفان نوح کی صورتوں میں بچوں کا کیا قصور تھا کہ ان کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ دنیا میں جب کوئی بلایا طوفان جس جگہ آتا ہے وہاں سب کے لیے مصیبت ہوتی ہے۔ (قصص القرآن ص ۵۲ ج ۱) محمد عباس فتح پوری۔

۱۔ ابو العباس السفاح۔ اس کا پورا نام سفاح عبداللہ بن محمد تھا۔ ابو العباس کنیت تھی۔ ۱۰۳ھ یا ۱۰۸ھ میں پیدا ہوا اور یہ خلفائے عباسیہ کا سب سے پہلا خلیفہ گذرا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے سند سے حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث لکھی ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانے میں امت میں ایک شخص جس کا نام سفاح ہے پیدا ہو گا وہ لوگوں میں مال و دولت تقسیم کر لے گا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یہ کئی بھائی تھے۔ جب ابراہیم بن محمد سے لوگ بیعت ہونے لگے تو مروان بن محمد نے ان کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد لوگ ابراہیم کے بھائی عبداللہ سفاح کے ارد گرد بیعت ہونے کے لیے جمع ہو گئے۔ چنانچہ اس نے ۱۳۲ھ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ مورخ صولی کے بیان کے مطابق سفاح سختی اور وعدے کا پکا آدمی تھا۔ خون ریزی کو دیکھنا پسند کرتا اور پیش قدمی بھی کرتا۔ اسی لیے اس کے عملے نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام سفاح پڑ گیا۔ اس کا انتقال نئے دارالسلطنت انبار کے مقام پر چچک میں ہوا جو کربلا کے ۱۳۶ھ میں ہوا۔

۲۔ منصور۔ اس بادشاہ کا پورا نام منصور ابو جعفر ہے۔ خلفائے عباسیہ کا دوسرا خلیفہ تھا۔ ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کو اس کے بھائی سفاح نے ولی عہد خلافت

ابو مسلم خراسانی سے کچھ ایسے امور سرزد ہوئے جس سے خلیفہ منصور بھڑک اٹھا اور ایسا ناراض ہوا کہ اس نے خراسانی کے قتل کا عزم کر لیا۔ منصور پریشان تھا اور ہم نشینوں سے مشورہ کے باوجود کسی فیصلہ پر قادر نہ ہو سکا۔

ایک دن خلیفہ منصور نے مسلم بن قتیبہ سے مشورہ لیتے ہوئے کہا آپ مجھے ابو مسلم کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟ مسلم بن قتیبہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین ”لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلُ اللَّهِ لَفَسَدَتَا“ یہ اشارہ ہے کہ اگر سلطنت میں کئی بادشاہ ہوئے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا۔

خلیفہ منصور یہ سنتے ہی کہنے لگا اے ابن قتیبہ تم نے مجھے بہت عمدہ مشورہ دیا۔ اب میں عقل مندی اور ہوشیاری سے کام لوں گا۔ چنانچہ منصور اس کے بعد سے ابو مسلم کی گھات میں لگا رہا اور اسے برابر دھوکہ دیتا رہا۔ آخر کار ایک دن منصور نے مدائن پہنچ کر ابو مسلم کے قتل کی منظم سازش کی اور اسے طلب کر لیا۔ خلیفہ نے لوگوں کو یہ سکھلا دیا تھا کہ جس وقت میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگوں تو تم لوگ حملہ کرو۔

جب ابو مسلم کو خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر کیا گیا تو خلیفہ ان کے نقائص بیان کر کے ملامت کرنے لگا۔ اتنے میں منصور نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو لوگ ابو مسلم پر جھپٹ پڑے اور یہ چیخ کر کہنے لگے اے امیر المومنین کیا آپ مجھے دشمنوں کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں؟ خلیفہ منصور نے کہا۔ اللہ کے دشمن تم سے بھی بڑا کوئی دشمن ہے۔

جب ابو مسلم کو قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام افراد مشتعل ہو گئے۔ خلیفہ منصور نے یہ چال چلی کہ ہزار ہا دراہم و دنانیر ان کے حامیوں پر لٹانے کا حکم دیا۔ اس پر وہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ منصور نے ابو مسلم کے سر کو جدا کر کے اس کے ساتھیوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔ یہ تمام ہنگامہ ہو جانے کے بعد جعفر بن حنظلہ تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ابو مسلم کا سر ایک کپڑے میں لپیٹا ہوا پڑا ہے تو بولے کہ امیر المومنین اب آج سے آپ کی خلافت کا پہلا دن شروع ہوتا ہے۔ خلیفہ منصور نے منظر کشی کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

كما قرعنا بالاياب المسافر

فالقت عصاها واستقر بها النوى

مقرر کیا۔ خلیفہ منصور بن عباس میں سب سے زیادہ پرہیزگار، مستقل مزاج، صائب الرائے، دولت جمع کرنے والا۔ کھیل کود سے بھرناہیت عقل مند، علم و ادب کا گوارہ اور فقیہ و عالم تھا۔ اس نے مخلوق خدا کو بکثرت قتل کر کے اپنی حکومت کو مستحکم بنایا اور منصور ہی وہ ہے جس نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو قاضی و جج بنانے کے سلسلے میں جیل خانہ بھجوا دیا جہاں آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ بعض نے لکھا ہے کہ منصور فسق و بلیغ آدمی تھا، حکومت اس کی فطرت تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ بڑا حریص اور بخیل بھی تھا۔ ماحتمل سے ایک ایک پیسہ کا حساب لے لیا کرتے تھے۔ اسی لیے لوگ اسے ابو الدواہق کہنے لگے تھے۔

خطیب و ابن عساکر و ضحاک وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں منصور، القائم، سفاح اور مدی پیدا ہوں گے۔ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ القائم کے عہد خلافت میں تو ذرا بھی خون نہیں بے گا۔ منصور کی رائے کبھی تبدیل نہیں ہوگی اور سفاح دولت لٹائے گا اور خون بہائے گا۔ لیکن مدی اپنی خلافت کے دوران ملک کو عدل و انصاف سے مالا مال کر دیا جس طرح کہ اس سے پہلے پورا ملک ظلم و ستم سے بھرا ہوا تھا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ منصور کے زمانہ میں اسلامی ملکوں میں تدوین حدیث وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا اور ملک میں ہر قسم کی ترقی ہوئی۔ انتقال ۱۵۸ھ مطابق ۷۷۵ھ ماہ ذی الحجہ مقام بھن میں ہوا۔ محمد عباس فتح پوری۔

ترجمہ:- (محبوبہ نے) تھک کر اپنی لاشی ٹیک دی ہے اور فراق اس کی طبیعت میں جاگزیں ہو گیا جس طرح کہ مسافر واپس آکر سکون کا سانس لیتا ہے۔“

ابو مسلم کا سر کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ اس حالت میں منصور نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا:-
 زعمت ان الذین لا یقتضی فاستوف بالکیل ابا مجرم
 ترجمہ:- تم یہ خیال کرتے تھے کہ قرضہ نہ اتر پائے گا تو جناب ابو مجرم (جاؤ دیکھو) تول کر پورا حق وصول کرو۔
 اشرب بکاس کنت تسقی بها أمرفی الحلق من العلقم
 ترجمہ:- تم جس پیالے میں دوسروں کو پلایا کرتے تھے اسی میں پی کر دیکھو تو وہ حلق میں ایلوے سے زیادہ کڑوا معلوم ہو گا۔“
 ابو مسلم خراسانی کو لوگ ابو مجرم بھی کہا کرتے تھے چنانچہ ابو دلامہ شاعر نے کہا ہے:-

ابا مجرم ماغیر الله نعمة علی عبده حتی یغیرها العبد
 ترجمہ:- اے ابو مجرم! اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے بندے سے نعمت کو اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک کہ بندہ خود بے قدری نہ کرنے لگے۔“

افی دولت المنصور حاولت غدرة الا ان اهل الغدر آباء ک الکرد
 ترجمہ:- ”(اے ابو مجرم) کیا تم منصور کی سلطنت میں غداری کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو تمہارے آباؤ اجداد کرد ہی بے وفائی کر سکتے ہیں۔“

ابا مجر خوفنتی القتل فانحی علیک بما خوفنتی الاسد الورد
 ترجمہ:- اے ابو مجرم تو نے مجھے قتل کی دھمکی دی تھی تو جس (بہادر) شیر سے مجھے ڈرانا تھا وہ تیرے ہی اوپر مسلط ہو گیا ہے (یا رخ کر لیا ہے)

خلیفہ منصور نے ابو مسلم کو قتل کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ اس میں اس نے یہ کہا کہ واقعی ابو مسلم ابتداء میں تو نیک آدمی تھا لیکن آخر میں برا ہو گیا۔ پھر خلیفہ نے تابعہ ذویانی کے ان اشعار کی تحسین کرتے ہوئے جو اس نے نعمان بن منذر کے بارے میں کہے ہیں پڑھ کر اپنی تقریر ختم کی:-

فمن اطاعک فانفعه لطاعتک کما اطاعک وادللہ علی الرشد
 ترجمہ:- اگر کوئی تمہارا کہنا مانا ہو تو تم اسے فرمانبردار ہونے کی بناء پر فائدہ پہنچاؤ اور اسے ٹھیک راستے پر لگا دو۔“

ومن عصاک فعافہ معاقبہ کما تنہی الظلوم ولا تقعد علی ظمد
 ترجمہ:- اور جو تمہاری نافرمانی کرے تو اسے ایسی سزا دو جس سے ظلم کرنے والا باز آجائے۔ کینہ لیے ہوئے بیشنادرست نہیں ہے۔
 ابو مسلم خراسانی کے حالات | ابو مسلم خراسانی کے قتل کا واقعہ ماہ شعبان ۱۳۶ھ یا ۱۳۷ھ میں پیش آیا۔ مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابو مسلم سے حدیث کا سماع ثابت ہے۔ علماء و محدثین نے اس سے روایت بھی کی۔
 خراسانی کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دن خطبہ دے رہا تھا اسی دوران ایک آدمی نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ یہ آپ کے سر پر کالا کپڑا کیسا ہے؟ تو بولا:-

”مجھ سے ابو الزبیر نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر کالے رنگ کا علمہ تھا۔ یہ لباس شاہی اور بارعب قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ یہ جواب دے کر اپنے غلام سے کہا کہ اے لڑکے اس کی گردن اڑادو۔“ (رواہ الامام مسلم)

ابن رفقہ کہتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون ہے۔

”نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے تو آپ کے سر مبارک پر کالے رنگ کا علمہ بندھا ہوا تھا اور اس کا شملہ آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان لٹک رہا تھا۔“ (مسلم)

اسی وقت سے بنو عباس نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ خطبہ دیتے وقت کلا علمہ ضرور باندھ لیا کرتے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ابو مسلم خراسانی نے جن لوگوں کو میدان کارزار یا قید کر کے یا بے گناہ قتل کیا ہے ان کی تعداد چھ لاکھ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ (وفیات الاعیان)

علماء انساب نے اس کے نسب کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی النسل تھا۔ بعض نے عجمی اور کچھ لوگوں نے کرد قبیلہ کا ایک فرد بتایا ہے۔ اسی کے ساتھ اہل علم نے خراسانی کے بارے میں عبد اللہ بن مبارک کا انٹرویو نقل کیا ہے کہ آپ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ آپ کے خیال میں ابو مسلم خراسانی اچھا تھا یا حجاج ابو مسلم سے زیادہ شرانگیز تھا۔ (وفیات الاعیان)

ابو مسلم خراسانی کے علم میں سلامت و روانی اعلیٰ درجہ کے تھی اور وہ حسن تدبیر کی نعمت سے بھی مالا مال تھا۔ اس کو کسی سے مذاق کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی و انبساط کے آثار نمایاں تھے اور نہ ہی جلدی سے غصہ ہوتا۔ اس کا معمول تھا کہ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کے پاس جاتا۔ اس کی رائے تھی کہ جماع ایک قسم کا اس کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ نے بنو امیہ سے کیوں بغاوت کی؟ بولا کہ بنو امیہ نے اپنے دوست و اقارب پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو بہت دور کر لیا تھا۔ انہوں نے دشمنوں کو مانوس کر کے قریب کرنا چاہا لیکن ہوا یہ کہ نہ دشمن دوست بن سکے بلکہ دوست و اقارب دشمن ہو گئے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ابو مسلم بنو امیہ کے استیصال کرنے میں زیادہ ساعی رہا اور بنو عباس کی حکومت کو قائم کرنے اور اسی خاندان سے خلیفہ بنانے کے لیے کوشش کی اور بنو عباس ہی کی خلافت کی داغ بیل ڈالی۔

خلیفہ منصور کا ایک دلچسپ جواب | ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب منصور نے ابن ہبیرہ کا محاصرہ کیا تو منصور نے کہا ابو ہبیرہ تو خود ہی اپنی عورتوں کے لیے خندق کھود رہا ہے۔ جب یہ بات ابو ہبیرہ کو معلوم ہوئی تو اس نے

منصور سے کہلایا کہ جو میرے بارے میں یہ بات کہی ہے تو چلے اسی بات پر آپ کا اور مرا مقابلہ ہو جائے۔ منصور نے ابو ہبیرہ کے پاس یہ جواب بھیجا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ شیر کی مڈ بھیڑ ایک خنزیر سے ہو گئی۔ خنزیر نے کہا آؤ مجھ سے مقابلہ کر لو۔ شیر نے جواب دیا۔ میں تمہارے سامنے مقابلہ کے لیے کیسے آسکتا ہوں جب کہ میرے برابر نہیں ہے۔ اگر تجھ سے میرا کوئی نقصان ہو گیا تو میرے لیے ایک عار کی بارت ہوگی۔ لیکن اگر میں نے تجھے پچھاڑ دیا تو تو کسے گا کہ میں خنزیر ہوں (میرا اور تیرا کیا مقابلہ) تو اس میں نہ تو مجھے داد تحسین ملے گی اور نہ ہی قتل کرنے میں کوئی فخر ہوگا۔ خنزیر نے کہا اگر تو میرے مقابلے کے لیے نہیں نکلتا تو میں تمام درندوں سے ہٹا دوں گا کہ شیر میرے مقابلہ کے لیے نہیں آیا، بزدل ہے۔ شیر نے جواب دیا۔ تیرے جھوٹ بولنے کی محکمہ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عار کو برداشت کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میرے ہاتھ تیرے خون سے رنگین ہوں۔ (البدایہ والنہایہ)
شیر کا شرعی حکم | امام ابو حنیفہ، شافعی اور داؤد ظاہری بلکہ جمہور علماء کے خیال میں شیر کا گوشت حرام ہے۔ ان سب حضرات کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”درندوں میں جو جانور کچلی والا ہو (یعنی دانت سے اپنا شکار پکڑتا ہو) اس کا کھانا حرام ہے۔“

اس پر دیمیری کہتے ہیں کہ (شوافع) کی رائے میں ذی ناب (کچلی والا) سے مراد وہ جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے قوت پا کر شکار کرتے ہوئے۔ لیکن ماوردی لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ذی ناب سے مراد وہ جانور ہیں جن کے کچلی کے دانت مضبوط اور توانا ہوں اور جن کے ذریعے وہ دوسرے جانوروں پر حملہ کر دیتے ہوں (الحاوی) گویا ان کے نزدیک کچلی کے دانتوں سے حملہ کرنا حرمت کی علت ہے۔

ابو اسحق المروزی نے لکھا ہے کہ جن جانوروں کی زندگی ان کے کچلی کے دانتوں پر منحصر ہو ان کو ذی ناب کہیں گے اور یہی حرام ہونے کی علت ہے۔ مگر امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے تحقیق ہے کہ ذی ناب وہ جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں کے ذریعہ شکار کرتے ہوں چاہے وہ ابتداء حملہ نہ کرتے ہوں۔ اسی طرح وہ جانور بغیر کچلی کے دانتوں کے بھی زندہ رہ سکتے ہوں۔ فقہاء نے یہ کل تین علتیں بیان کی ہیں۔

ان علتوں میں عام علت امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کی ہے۔ متوسط علت امام شافعیؒ علیہ الرحمہ کی اور خاص قسم علت ابو اسحاق المروزی کی ہے۔ چنانچہ پہلی دو علتوں کی بناء پر ضعیف (لکڑ بگڑ، ہنڈار) حلال معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ضعیف اپنے آپ کو بظاہر یہ دکھاتا ہے کہ وہ سوراخ ہے لیکن وہ فوراً شکار بنا لیتا ہے اور تنہا امام شافعیؒ کی علت کی بناء پر تمام بلیاں حلال ہو جاتی ہیں۔ اس لیے کہ بلی اپنے کچلی کے دانتوں سے تقویت نہیں لیتی اگرچہ بلی کا مقصود شکار ہوتا ہے۔ شاید یہ بات اس لیے ہوتی ہو کہ بلی کے کچلی کے دانت کمزور ہوتے ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ علیہ الرحمہ کے دوسرے ہم خیال بلی کو حرمت کو اپنا مذہب قرار دیتے ہیں (اس پر مزید بحث عنقریب باب السین میں آتی ہے) نیز امام شافعیؒ کی بیان کردہ علت کی وجہ سے گیدڑ بھی حلال ہو گا۔ چونکہ وہ حملہ کر کے ابتداء نہیں کرتا۔ لیکن ابو اسحاق المروزی کی علت کے مطابق گیدڑ حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ کچلی کے دانتوں کے ہی بل بوتے پر زندہ رہتا ہے اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہر کچلی جانور کو مکروہ قرار دیتے ہیں حرام نہیں کہتے۔ انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال ہے:-

قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْنًا أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ۔ (الانعام پ۔ ۵ع)

۱۔ ضعیف کے ترجمہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے ”بجو“ کچھ نے ”لکڑ بگڑ“ اور ”چرخ“ ترجمہ کیا ہے۔ علماء دیوبند میں امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ضعیف کا ترجمہ فارسی میں کفتار اور ہندی میں ہنڈار کیا ہے (العرف الاذی ص ۳۴۵) مولانا سید عبدالحی فرغی علیؒ کے والد محترم نے ضعیف کا ترجمہ بجو سے کیا ہے چنانچہ محدث کشمیریؒ نے یہ ان کا سو قرار دیا ہے۔ ۲۔ محمد عباس فتح پوری

”آپ کہہ دیجئے کہ جو احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا نہیں پاتا کسی کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار جانور ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ خنزیر ناپاک ہے۔“ (ق)

اس پر دیمیری کا خیال ہے کہ ہمارے اصحاب شوافع کے نزدیک یہی حدیث جس میں یہ مضمون ہے کہ ”ہر کچلی والے درندے کا گوشت حرام ہے۔“ مستدل ہے۔

اور امام مالکؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت میں تو صرف اس بات کی خبر دی جا رہی ہے کہ اس وقت آیت میں مذکورہ چیزوں کے علاوہ اور دیگر چیزیں حرام نہیں ہیں۔ پھر بعد میں وحی رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بتایا گیا کہ ہر کچلی والا درندہ حرام ہے اس لیے اس حدیث پر عمل کرنا ضروری ہو گیا۔ نیز ہمارے امام اپنے مسلک کی تائید میں کہتے ہیں کہ دیکھئے عرب لوگ شیر، بھیڑیا، کتا، چیتا، رینگھ وغیرہ نہیں کھاتے اور نہ ہی سانپ، بچھو، چوہا، چیل، کوا، گدھ، شکرہ اور بغاٹ سب وغیرہ کھاتے ہیں۔

شیر کی خرید و فروخت نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا ناجائز ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس کے شکار کیے ہوئے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

کماوتیں اور امثال | اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ کثرت سے جانوروں کو بطور ضرب الامثال استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے اگر وہ کسی کی تعریف کر رہے ہوں یا مذمت تو اس مضمون کو بغیر جانوروں سے مثال دیئے ہوئے نامکمل سمجھتے ہیں۔ شاید وجہ یہ ہو کہ عرب اپنی زندگی و رندوں کی جھاڑیوں، کیرے، کوڑوں اور سانپوں کے سوراخوں کے قریب گزارتے تھے۔ اسی ماحول میں وہ رہ کر ڈھلتے تھے۔ اسی لیے وہ جانوروں سے مثال دینے کے عادی ہو گئے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ:-

”عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے سنی ہوئی تقریباً ایک ہزار ضرب الامثال مجھے محفوظ ہیں۔“ (رواہ احمد بساناد حسن)

اسی لیے حسن بن عبد اللہ العسکری نے اپنی کتاب ”الامثال“ میں تقریباً ایک ہزار احادیث اس قسم کی ذکر کی ہیں جن میں مثالیں اور کماوتیں ہیں۔ انہی احادیث میں بعض وہ بھی ہیں جن سے شیر سے متعلق مثالیں ہیں۔ جس طرح کہ عرب کہتے ہیں:-

ہو اکرم من الاسد۔ ہو ابخر من الاسد۔ ہو اکبر من الاسد۔ ہو اشجع من الاسد۔ ہو اجرا من الاسد۔
”وہ شیر سے زیادہ شریف ہے۔ وہ شیر سے زیادہ گندہ دہن ہے (منہ کا گندہ ہے) وہ شیر سے زیادہ طویل العمر ہے (کبیر السن ہے) وہ شیر سے زیادہ بہادر ہے۔ وہ شیر سے زیادہ دلیر ہے۔“

ایسے ہی عرب شیر سے ڈرنے کے بارے میں مثال دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مجنوں (عامر بن قیس۔ یہ نام مختلف فیہ ہے) نے لیلیٰ سے کہا۔

يقولون لي يوما و قد جنت فيهم
ترجمہ:- ایک دن جب میں ان کے محلے میں گیا اور اس وقت میرا اندرون شعلہ عشق سے بھڑک رہا تھا تو وہ بولے:-
و فی باطنی نار یشب لہیہا

اماتخنشی من اسدنا فاجتہم
ترجمہ:- تم ہمارے بہادر نوجوان (شیر) سے ڈرتے نہیں ہو؟ میں نے کہا کہ ہر شخص کا میلان اسی طرف ہو جاتا ہے جہاں اس کا محبوب مقیم ہوتا ہے۔“

عرب اسد الشری سے بھی مثال دیتے۔ یہ اس دادی کا نام ہے جہاں شیر کثرت سے رہا کرتے تھے اور یہیں سے سلمیٰ (عرب کی مشہور محبوبہ) کے گھر کا راستہ تھا۔ چنانچہ فرزدق شاعر نے کہا ہے۔“

وان الذی یسعی لفسد زوجتی
کساع الی اسد الشری یشبیلھا
ترجمہ:- جو میرے اور میری بیوی کے درمیان بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا وہ وادی اسد الشری سے شیر کے بچوں کو اٹھاتا ہے۔“

فرزدق کا مشہور قصیدہ اور اس کا شان نزول
ذیل کا قصیدہ فرزدق کی طرف منسوب ہے۔ اس کے مضامین اور نکتہ آفرینی کی وجہ سے یہی توقع ہے کہ فرزدق کی بخشش ہو جائے گی۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک سال ہشام بن عبد الملک اپنے باپ کے دور میں حج کے لیے آیا۔ طواف کرتے ہوئے اس نے چاہا کہ حجر اسود کی تقبیل و استلام سے مشرف ہو۔ لیکن کثرت اژدحام کی وجہ سے قادر نہیں ہو سکا۔ پھر اس کے لیے کرسی لائی گئی۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران حضرت زین العابدین علی بن الحسین بن علی جو نہایت خوب صورت اور خوشبو سے معطر تھے۔ تشریف لائے اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لیے آگے بڑھے اور جب انہوں نے حجر اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا تو اژدحام چھٹا گیا جگہ مل گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر ہشام حیرت زدہ رہ گیا۔ اتنے میں ایک شامی آدمی جو اس کے ساتھ تھا پوچھنے لگا؟ شہزادہ مکرم! یہ شخصیت کون ہے کہ اس کے احترام میں عوام غیر معمولی شغف لے رہے ہیں تو اس شامی کو ہشام نے بتایا کہ میں اسے نہیں جانتا حالانکہ وہ جانتا تھا۔ اسی مجمع میں فرزدق بھی موجود تھا۔ اس شاعر نے یہ سنتے ہی کہا کہ میں انہیں جانتا ہوں۔ شامی نے کہا کہ بتائیے کون ہیں؟ اس وقت فرزدق نے حضرت زین العابدین کی شان میں یہ قصیدہ برجستہ کہا۔“

هذا الذین تعرف البطحاء وطائنه
و البيت يعرفه والحل والحرم
ترجمہ:- یہ وہ آدمی ہے جس کو بطحاء کی نرم زمین، بیت اللہ، حل و حرم، سب جانتے پہچانتے ہیں۔

هذا علی رسول اللہ والدہ
امست بنور ہداة تہتدی الامم
ترجمہ:- یہ زین العابدین بن علی ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ ان کے بتا ہیں ان ہی کے نور عرفان سے قومیں ہدایت پارتی ہیں۔
هذا ابن خیر عباد اللہ کلہم
هذا التقی النقی الطاهر العلم
ترجمہ:- یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے سب سے بہتر شخص کے بیٹے ہیں۔ صاف ستھرے، متقی، پاکیزہ اور سردار ہیں۔

اذا راتہ قریش قال قائلھا
الی مکارم هذا ینتھی الکرم
ترجمہ:- جب قریش ان کی زیارت کرتے ہیں تو بے ساختہ ہو کر اٹھتے ہیں کہ ان صاحب کے افعال کریمانہ پر بزرگی کی انتہا ہے۔“
ینمی الی ذروة الغزالتی قصرت
عن نیلھا عرب الاسلام و العجم
ترجمہ:- یہ صاحب شرف و عزت کے ایسے مقام پر فائز ہیں جس کے حاصل کرنے سے عربی و عجمی سبھی لوگ عاجز رہتے ہیں۔

یکاد یمسکہ عرفان راحته رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم
ترجمہ:- ممکن ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رکن حطیم ان کو روک لے اس لئے کہ وہ ان کی ہتھیلی کو پہچانتا ہے۔

فی کفہ خیزان ریحہ عقب من کف اروع فی عزینہ شمم
ترجمہ:- ان کے دست مبارک میں عصائے شامی ہے جس میں حسین ہتھیلی کے مس ہونے کی وجہ سے خوشبو پھوٹ رہی ہے اور ان کی ناک حسین و ہموار ہے۔

یغضی حیاء و یغضی من مہابتہ فما یکلم الاحین یتسم
ترجمہ:- یہ شرم و حیاء کی وجہ سے نگاہوں کو نیچی رکھتے ہیں بلکہ ان کی ہیبت سے لوگ نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور جب وہ مسکراتے ہیں تو لوگوں کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

ینشق نور الہدی من نور غرتہ کالشمس ینجاب عن اشراقها القتم
ترجمہ:- ان کی روشن پیشانی کی چمک سے ہدایت کا نور پھیل رہا ہے جس طرح کہ طلوع آفتاب سے (صبح ہو جاتی ہے) اور تاریکی کا نور ہو جاتی ہے۔

مشتقة من رسول اللہ نبیہ ان کا شریف خاندان جناب رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ ان کی نسل عادت و خصلت سب پاکیزہ ہیں۔
ہذا ابن فاطمة ان كنت جاهلہ بجدہ انبیاء اللہ قد ختموا
ترجمہ:- اگر تم ان سے ناواقف ہو تو سنو! یہ حضرت فاطمہ کے صاحبزادہ ہیں اور ان کے جد امجد پر انبیاء کا سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

اللہ شرفہ قدما و عظمہ جری بذالک لہ فی لوحہ القلم
ترجمہ:- اللہ ہی نے ان کو شرافت و بزرگی عطا فرمائی ہے جس کے متعلق لوح محفوظ میں قلم جاری ہو چکا ہے۔

کلنا یدیہ غیاث عم نفعہما ینستو کفان ولا یعروہما عدم
ترجمہ:- ان کے دونوں ہاتھوں سے فیض عام ہے ان سے بخشش طلب کی جاتی ہے اور ان پر کبھی افلاس طاری نہیں ہوتا۔
سہل الخلیقة لا تغشی بوادرہ یزینہ اثنان حسن الخلق والشمیم
ترجمہ:- یہ نرم خو ہیں ان سے بے جا غیظ و غضب کا خطرہ نہیں ہے ان کو بردباری بزرگی و دو خصلتوں سے زیب و زینت ہے۔

حمال ائصال اقوام اذا اقترحوا حلو الشمائل یحلو عنده نعم
ترجمہ:- جب کوئی قوم ان سے قرض مانگتی ہے تو یہ اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں۔ ان کی تمام عادتیں میٹھی ہیں۔ ان کے نزدیک بوقت سوال کلمہ ”نعم“ ہی اچھا ہے (یعنی کبھی انکار نہیں کرتے)۔

ما قال لا قط الا فی تشہدہ لو لا التشہد کانت لانه نعم
ترجمہ:- انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی کلمہ ”لا“ (یعنی نہیں) استعمال ہی نہیں کیا۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو ان کے ہاں کلمہ ”لا“ بھی ”نعم“ (یعنی ہاں) ہی ہوتا۔

عم البریة بالاحسان فانقشعت عنها الغیابة والاملاق والعدم

ترجمہ:- یہ احسان و نوازی کی وجہ سے تمام مخلوق پر چھا گئے اور ان کی وجہ سے مخلوق سے تاریکی، افلاس، فقر و فاقہ دور ہو گیا۔

من معشر حبہم دین و بغضہم کفر و قربہموا منجی والنعم

ترجمہ:- یہ ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن سے محبت رکھنا عین دین ہے۔ دشمنی رکھنا کفر ہے ان کی قربت باعث نجات و ذریعہ حفاظت ہے۔

یستدفع السوء والبلوی بحبہم و یستزاد بہ الاحسان والنعم

ترجمہ:- ان کی محبت کے ذریعہ مصیبتیں اور بلائیں دور کی جاتی ہیں اور انہی کے ذریعے نعمتوں اور عطایا میں اضافہ کرایا جاتا ہے۔

من جدہ دان فضل الانبیاء لہ فی کل بدء و مختوم بہ الکلم

ترجمہ:- ہر چیز میں اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے اور انہی کے ذکر کے بعد کلام ختم کیا جاتا ہے۔

ان عد اہل التقی کانوا ائمہم او فیل من خیر اہل الارض قبل ہم

ترجمہ:- اگر متقی لوگوں کو شمار کیا جانے لگے تو یہ ان کے پیشوا ہوتے ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون ہے تو یہی جواب ہوتا ہے کہ یہی ہیں۔

لا یستطیع جواد بُغْد غایتہم ولا یداینہوا قوم و ان کرموا

ترجمہ:- کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی قوم ان کے برابر ہو سکتی ہے خواہ کتنی ہی شریف و کریم الطبع ہو۔

ہم الغیوث اذا ما ازمة ازمة والاسد اسد الشری والباس معتدم

ترجمہ:- جب کبھی قحط سالی ہوتی ہے تو یہ ابر باران کی طرح ہو جاتے ہیں اور خوف و دہشت کے وقت شری مقام کے شیروں کی طرح ہوتے ہیں۔

لا ینقص العسر بسطا من اکفہم سیان ذالک ان اثروا وان عدموا

ترجمہ:- ان کی ہتھیالیوں کی فراخی کو فقر و فاقہ تنگ نہیں کر سکتا۔ ان کے یہاں تو آسودگی اور تنگی دونوں برابر ہیں۔

یابی لہم ان یحل الذم ساحتہم خلق کریم و اید بالندی ہضم

ترجمہ:- ان کی مذمت و برائی کرنے سے ان کے پاکیزہ اخلاق اور فیاض ہاتھ روکتے ہیں۔

ای الخلائق لیست فی رقابہم لا ولیة ہذا اولہ نعم

ترجمہ:- مخلوق میں ایسا کون ہے جس کی گردن میں ان کی نوازش و کرم کا طوق نہ ہو۔

من یعرف اللہ یعرف اولیة ذا فالدین من بیت ہذا نالہ الامم

ترجمہ:- جو شخص خدا کو جانتا ہے وہ ان کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے اس لئے کہ سبھی لوگوں نے ان کے گھرانے سے دین حاصل کیا ہے۔

ان کنت لا تعرفہ فاللہ یعرفہ والعرش یعرفہ والقلم

ترجمہ:- اگر تم ان کو نہیں جانتے پہچانتے تو خدا تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔ عرش، لوح محفوظ اور قلم بھی ان کو جانتے ہیں۔

و لیس قولک هذا بضائرہ العرب تعرف من انكرت العجم ترجمہ:- اور تیرا یہ کہنا کہ وہ کون ہیں ان کے لئے مضر نہیں اس لئے کہ جس کا تم انکار کرتے ہو ان کو عربی و عجمی سب جانتے ہیں۔" یہ قصیدہ سنتے ہی ہشام کو غصہ آگیا۔ چنانچہ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام عسفان میں فرزدق کو قید کر لیا۔ جس وقت حضرت زین العابدینؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم بھیجے اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم زائد پیش کرتے۔ فرزدق نے کہا فرزند رسول! جو بھی میں نے کہا ہے وہ صرف اللہ و رسول کے لئے غصہ کی وجہ سے کہا ہے۔ کچھ لینے کی غرض سے نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا بہت بہت شکریہ۔ بات یہ ہے کہ ہم اہل بیت ہیں جب کوئی کام کرتے ہیں کہ اقدام واپس نہیں کرتے۔ اس پر فرزدق نے آپ کا ہدیہ قبول کر لیا۔ اور قید خانہ میں بھی ہشام کی ہجو کرتا رہا حتیٰ کہ ہشام نے اس کو رہا کر دیا۔

فرزدق فرزدق کا نام ہمام بن غالب۔ فرزدق لقب ہے لیکن لقب ان کے نام پر غالب آگیا اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہو گیا۔ لغت کے اعتبار سے فرزدق کے معنی "گندھے آنے کا پیڑا بنانا" ہے اس کا واحد فرزدقہ آتا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ فرزدق نام سے یہ اس لئے مشہور ہو گیا کہ اس کے ایک مرتبہ چچک نکل آئی۔ اللہ تعالیٰ نے شفاء بخشی۔ چچک سے نجات تو مل گئی لیکن اس کا چہرہ داغدار ہو گیا اور برا معلوم ہونے لگا۔ اس پر اسے فرزدق کہا جانے لگا۔ بعض نے مشہور ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ نانا بدخلق مگر مزاج تھا۔ اس لئے اس کو فرزدق کہا جاتا تھا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اس کے آباؤ اجداد میں ایک شخص "محمد بن سفیان" نامی گزرا ہے جس کا شمار ان تین شخصوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں محمد نام رکھا تھا۔ اس لئے کہ تاریخ میں ان تین کے علاوہ اور کسی کا ذکر نہیں ملتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے قبل ان کا نام رکھا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان تینوں کے آباؤ اجداد میں سے بعض لوگ اپنے زمانہ کے کسی ایسے بادشاہ کی خدمت میں آئے جس کو آسمانی کتابوں کے بارے میں درک تھا۔ اس نے ان کو نبی کریم ﷺ کی بعثت اور ان کے نام مبارک سے آگاہ کیا۔ جب ان میں سے ہر ایک اپنے وطن واپس ہو گئے تو دنیا سے انتقال کرتے ہوئے ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو حاملہ دیکھ کر نذر مانی اور یہ وصیت بھی کی کہ اگر کوئی فرزند پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ ان لوگوں کے مرنے کے بعد یہی کیا گیا اور ان سب عورتوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا۔

وہ تین اشخاص یہ ہیں (۱) محمد بن سفیان بن مجاشع۔ یہ فرزدق کے دادا ہوتے ہیں (۲) محمد بن ایحیٰ بن الجلاح یہ عبدالمطلب کے ماں شریک بھائی تھے۔ (۳) محمد بن حمران بن ربیعہ۔

لیکن جب رسول اللہ ﷺ کے دوسرے اسم گرامی "احمد" کی یہ خصوصیت ہے کہ اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔
احادیث نبویؐ حضرت زید بن اسلم اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں:-

"حضرت زید بن اسلم اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے ہر جانور کے ایک ایک جوڑے کو ساتھ لیا تو ان کے اصحاب نے کہا (ہم کیسے سکون کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ در انحالیکہ ہمارے ساتھ شیر بھی سوار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیر پر بخار مسلط فرمادیا۔ یہ روئے زمین میں سب سے پہلا

بخار تھا۔ جب ہی سے شیر دائمی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو چوبیا سے شکایت ہوئی تو انہوں نے یہ شکوہ کیا کہ چوبیا تو ہمارا کھانا پینا اور دیگر سامان وغیرہ خراب کر رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے شیر کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ چھینک لے۔ چنانچہ شیر نے ایسے ہی کیا تو اس کی چھینک سے بلی نکل پڑی تو چوبیا بلی کو دیکھ کر چھپ گئی۔

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت نوحؑ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ کشتی میں ہر جانور کے ایک جوڑے کو لے کر سوار ہو جائیں تو آپ نے فرمایا میں شیر اور بکری کے ساتھ کیا برباد کروں گا۔ اسی طرح بھیڑیا اور بکری کے بچے کے ساتھ اور کبوتر و لومڑی کے ساتھ کس طرح نباہ کی سوچوں گا تو اللہ نے وحی کی کہ اے نوح ان تمام جانوروں میں عداوت کس نے پیدا کی تو آپ نے عرض کیا اللہ نے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تو پھر میں ہی ان میں ایسی الفت و محبت پیدا کر دوں گا کہ یہ ایک دوسرے کے لئے ضرر رساں نہیں ہوں گے۔“

طبی فوائد اور سہ خاصیتیں | شیخ عبدالملک بن زہیر جو خواص اشیاء کے عالم ہیں کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے پورے بدن پر شیر کی چربی کی مالش کر لے تو اس کے نزدیک کوئی درندہ نہیں آئے گا اور نہ ایسے آدمی کو درندوں کے خطرات کا اندیشہ رہے گا۔ اگر گھریاں شیر کی چنگھاڑ سن لیتا ہے تو اس کا دم گھٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی مینے کی پہلی تاریخ میں شیر (نر) کا پتہ اندے کے ساتھ ملا کر پی لے تو اس کے لئے عورت کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کی بال دار کھال کا ایک ٹکڑا باندھ کر گلے میں ڈال لے تو مرگی کا وہ عارضہ جو بالغ ہونے سے پہلے ہوا ہو درست ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد ہوا ہو تو کار آمد نہ ہو گا۔ اگر کسی جگہ اس کے بالوں میں آگ لگا دی جاتی ہے تو اس کی منہ سے تمام درندے بھاگ جاتے ہیں۔ شیر کا گوشت فالج کے لئے بہت مفید ہے۔ اگر اس کی کھال کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا کپڑے کے صندوق میں رکھ دیا تو ان کپڑوں میں دیمک وغیرہ لگنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص اس کے دانت کو اپنے ساتھ رکھے تو دانتوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔

شیر کی چربی کی مالش ہاتھ اور پیر میں کرنے سے ٹھنڈک کا احساس نہیں ہوتا اور پورے بدن پر مالش کرنے سے جوں وغیرہ کا

سہ علم طب:- وہ علم ہے جس میں جسمانی امراض کے علاج معالجہ کا بیان اور تدابیر حفظان صحت ذکر کئے گئے ہوں۔ اس کا موضوع بدن انسانی یا ابدان ذی روح ہے۔ مقصد جسمانی امراض کی زد سے بچنا ہے۔ طب کی ابتداء کے متعلق دو خیال ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ الہامی ہے اس لئے مختلف انبیاء کی طرف اتساب کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوالہر آدم علیہ السلام پر منکشف ہوا۔ کچھ حضرت شیثؑ پر بعضے سلیمانؑ و موسیٰؑ کو بتاتے ہیں۔ دوسرے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ انسانی دماغ کی سعی عظیم کا ایک نمونہ اور قوت فکر کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ اہل ہنود اسے برہمنی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یونانی اسے اسقلیوس کی طرف۔ اہل چین شنشہ ہو انگنی کو اول قرار دیتے ہیں۔ اہل نابل، اہل مصر، اہل روم، یہ تینوں اپنے اپنے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں سب سے پہلے یہ علوم رونما ہوئے وہ اس طرح کہ قدیم شہروں کے دبے ہوئے کھنڈرات کو کھودنے سے ایسے ایسے کتبات و تحریرات برآمد ہوئیں جن سے لوگوں نے تجربات کئے تو زبردست کامیابی ہوئی۔ اس طرح یہ علم طلب رواج پائیگا۔ پھر بعد میں مسلمانوں نے اس کا ترجمہ عربی میں کر کے بام عروج پر پہنچایا جیسے کہ دولت امویہ اور عباسیہ کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ پھر مسلمانوں میں اس کی اشاعت کا سرا ابو یکرین ذکر کیا رازی (۸۵۵ھ) کے سر ہے۔ پھر اس کے بعد شیخ ابوعلی سینا کو کہا جاتا ہے۔ ۱۲ محمد عباس فتح پوری۔

اندیشہ نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص اس کے دانت کو اپنے ساتھ رکھے تو دانتوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔
 ہر مس نے لکھا ہے کہ شیر کی کھال پر بیٹھنے سے بواسیر، گھٹھیا (پاؤں کا درد) اور انگوٹھے کے درد جیسے امراض سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ شیر کی پیشانی کی چربی گلاب کے تیل میں ملا کر چہرے پر لگانے سے عوام تو کیا بادشاہ تک مرعوب ہو جاتے ہیں۔
 طبریؒ نے وضاحت کی ہے کہ اگر کوئی شیر کے پتے کا سرمہ استعمال کرے تو آنکھوں کی روشنی اور بینائی بڑھتی ہے اگر کسی شخص کو یرقان ملے ہو گیا ہو تو شیر کے پتے کو ایک دانق سے کے برابر آبِ اسبغول اور پودینہ میں ملا کر پلایا جائے تو بہت نفع بخش ہے۔ اگر کوئی شخص شیر کے فوطے (خسے) کو بورق سے احمد مصطلکی میں ملا کر خشک کرے اور باریک کر کے ستویں نہار منہ بطور شربت استعمال کرے تو پیٹ کے ہر درد کے لئے مفید ہے۔ جیسے آنتوں میں اینٹھن یا مروڑ ہو یا پسلی کے نیچے درد ہو یا رحم عورت میں درد ہو۔ نیز بواسیر و پچش کے لئے بھی سود مند ہے۔

اگر کسی کو اختلاج کی شکایت ہو تو شیر کے دماغ کو پرانے زیتوں کے تیل میں ملا کر مالش کریں یہ شکایت جاتی رہے گی۔ اگر کسی کو سستی، کھلی کی شکایت ہو یا بدن میں جھانیاں پڑ گئی ہوں تو اس کی چربی کی مالش بہت مفید ہے۔ بلکہ چہرے کے تمام امراض کے لئے شفاء بخش ہے۔ اسی طرح اگر اس کے گوبر کو خشک کر کے رگڑنے والی خوشبو میں ملا کر سپید داغوں میں لگائے تو یہ شکایت جاتی رہتی ہے۔ اگر اس کے گوبر کو خشک کر کے برابر لے کر کسی شراب کے عادی کو بغیر بتائے ہوئے نوش کرادیں تو وہ شخص شراب سے اتنا متغیر ہو جائے گا کہ وہ شراب دیکھنا تک گوارا نہ کرے گا۔ اگر اس کے پتے کو شہد میں ملا کر کٹھ ملا میں لگایا جائے تو وہ درست ہو جائے گا۔
 اور اگر اس کی چربی کو لہسن میں ملا کر باریک کر لیا جائے۔ پھر اس کی بدن پر مالش کی جائے تو کوئی درد نہ قریب نہیں آئے گا۔
 تعبیر سے اگر کسی کو خواب میں شیر نظر آتا ہے تو اس کی مختلف صورتیں ہیں، کبھی وہ ظالم و جابر کی شکل میں نظر آتا ہے کبھی زبردست بہادر، مضبوط قسم کی گرفت کرنے والا، کبھی خطرناک دشمن اور کبھی نہایت کامیاب حملہ آور کی تصویر میں آتا

۱۔ یرقان اس مرض کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آنکھوں میں زردی اور جسم میں پیلاہن ہو جاتا ہے۔ اردو میں اسی کو پیلاہن اور کافور بھی بولتے ہیں۔

۲۔ دانق کو دانگ بھی کہتے ہیں اس کا اطلاق پونے چار رتی وزن پر ہوتا ہے۔ (عباس)

ایک دانق درہم کے چھ حصے یا دو قیراط کے برابر ہوتا ہے۔ (ج)

۳۔ بودق:- اس کو پاڑی بون اور بورہ ارمنی بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک معدنی نمک ہوتا ہے جو شور زمین میں پیدا ہوتا ہے۔ سب سے بہتر وہ سمجھا جاتا ہے جو ارمنی کہلاتا ہے۔

۴۔ خواب عربی میں اسے رویاء کہتے ہیں۔ علامہ زحشری نے لکھا ہے کہ خواب کے معانی یہ ہیں کہ وہ بات جو انسان خواب و خیال میں دیکھے۔ جمہور محققین کی یہ رائے ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو محض خیال ہی خیال ہے کہ دن بھر انسان کے دل و دماغ اور ذہن پر جو باتیں چھائی رہتی ہیں وہ خواب میں مشکل ہو کر نمودار ہو جاتی ہیں۔ دوسرا خواب وہ ہے جو شیطانی اثرات کی عکاسی کرتا ہے جیسے کہ عام طور پر ڈراؤنے خواب نظر آیا کرتے ہیں۔ تیسرا خواب وہ ہے جو منجانب اللہ بشارت اور بہتر کو واضح کرتا ہے۔ خواب کی یہی تیسری قسم ”رویائے صالحہ“ کہلاتی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے تصریح کی ہے کہ امام رازیؒ کہتے ہیں کہ علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں علوم و معرفت اور اہلکات و احساسات کا نور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے کہ وہ جاننے والے کے دل کو علوم و معرفت کی روشنی سے منور کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بلاشبہ اس پر قادر ہے کہ اس لئے کہ نہ تو بیداری قلب انسانی ۵۵

ہے۔ شیر تمام جانوروں میں اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اس کے چنگل سے نہ کوئی دوست مامون رہتا ہے اور نہ کوئی دشمن۔
مہجرین نے لکھا ہے کہ شیر خواب میں اکثر موت کی خبر دیتا ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مریض کو اس کی عافیت، خیرت کی خوشخبری دیتا ہے۔
اگر کسی نے خواب میں شیر کو دیکھا کہ شیر اس کو نہیں دیکھ رہا بلکہ یہ شیر کو دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ وہ جس چیز سے خوف کھا رہا تھا اس سے نجات مل جائے گی مزید اسے علم و حکمت کی دولت بھی نصیب ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

فَقَرَزْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُمْكُمْ فَرَوْهُبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

”پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے یہاں سے مفروز ہو گیا۔ پھر مجھ کو میرے رب نے دانش مندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا۔“

علامہ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر کسی نے دیکھا کہ شیر اس کے سامنے آگیا۔ پھر وہ اس سے بھاگ رہا ہے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا دائمی بخار میں مبتلا ہو جائے گا یا قید خانہ میں زندگی گزارے گا۔ اس لئے کہ بخار مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بھی مرض میں مبتلا ہونے کی تعبیر دیتے ہیں۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ شیر کے بال یا گوشت یا اس کی ہڈی لئے ہوئے ہے تو تعبیر دی جائے گی کہ کسی حاکم یا دشمن سے مال و دولت ملے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر پر سوار تو ہو گیا ہے لیکن اسے خوف بھی محسوس ہو رہا ہے تو کسی پریشانی یا آزمائش میں مبتلا ہو گا۔ لیکن اگر سوار ہونے والا اس سے خوف نہیں کھا رہا تو پھر تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دشمن پر غالب آجائے گا اور اگر یہ دیکھا کہ وہ شیر کے ساتھ بغیر خوف و ہراس کے لیٹا ہوا ہے تو تعبیر ہوگی کہ دشمن سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر کا سر کھا رہا ہے تو کسی سلطنت کا بادشاہ بنایا جائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر کو چرا رہا ہے تو تعبیر دی جائے گی کہ وہ کسی ظالم حاکم کے ساتھ بھائی چارگی کا معاملہ کرے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ اپنی گود میں شیر کے بچے کو لئے ہوئے ہے تو خواب دیکھتے وقت اگر اس کی بیوی حاملہ تھی تو اسے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک لڑکے کو جنم دے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کی تعبیر ہے کہ وہ کسی امیر کے بچے کی پرورش کرے گا۔ اگر دیکھا کہ شیر اسے دیکھ کر چٹکھاڑا ہے تو تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا بیمار ہو جائے گا اور اگر دیکھا کہ شیر نے اسے قتل کر دیا ہے تو اگر وہ غلام تھا تو آزاد ہو جائے گا ورنہ دیکھنے والے کو کسی حاکم سے ڈر یا خوف ہو گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ شیر چٹکھاڑ رہا ہے تو اس کو کسی حاکم کی طرف سے ڈانٹ کا اندیشہ رہے گا۔ اگر کسی نے یہ

۱۱۱ میں نور بصیرت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور نہ نیند اس سے مانع ہے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ سونے والا اپنے خواب میں جن باتوں کا ادراک کرتا ہے اور جن باتوں کو دیکھتا ہے وہ دراصل واقع ہونے والی چیزوں کی علامات و اشارات ہو کرتے ہیں اور یہی علامات و اشارات تعبیر کی بنیاد بنتے ہیں۔ کبھی یہ علامتیں اتنی واضح نہیں ہوتیں جن کو صرف عارفین اور مہجرین ہی سمجھ پاتے ہیں اور کبھی اتنے واضح ہوتے ہیں کہ عام انسان بھی ان کو خوب سمجھ لیتا ہے۔ جیسے کہ بادل کو دیکھ کر بارش کے وجود کی طرف ذہن خود بخود چلا جاتا ہے۔ نیز احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت تو ختم ہو گئی لیکن مبشرات اور سچے خوابوں کا وقوع ہوتا رہے گا۔ خواب کی حقیقت کے متعلق احادیث میں ہے کہ یہ نبوت کا چالیسواں یا چھالیسواں جز ہے۔ ۱۲ (محمد عباس فتح پوری)

دیکھا کہ شیر اس سے تعلق کر رہا ہے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ اس سے عجیب و غریب امور سرزد ہوں گے۔ بلکہ بعض اوقات یہ تعبیر بھی دے سکتے ہیں کہ دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

علم الکلام اور ایک علمی بحث | امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

”اگر یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے کہ علم کلام میں باطل خواہشات کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو علم کلام سے لوگ اس طرح بھاگیں جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہیں۔“

امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کے نزدیک علم جدال پڑھنا اور علم کلام حاصل کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ آپ علم نجوم کے بارے میں کہتے ہیں تو دراصل علم کلام مباح ہے یا مندوب۔ لیکن اس کے علاوہ بعض علمائے کرام نے علم کلام کے سلسلے میں اعتدال سے ہٹ کر کام لیا ہے اور اس کے سیکھنے یا نہ سیکھنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ذکر کیا ہے۔

علماء میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے علم کلام کا درس اور تدریس بدعت یا حرام قرار دیا ہے۔ اس پر مزید وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس نے سوائے شرک کے سارے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ علم کلام کا عالم ہو۔

اور بعض وہ علماء کرام ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ علم کلام کا سیکھنا دلائل ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ فرض کفایہ یا فرض عین۔ ان کی مراد اس فتویٰ سے یہ ہے کہ علم کلام کا سیکھنا اور سکھانا افضل الاعمال اور اعمال صالحہ میں ہے بلکہ عبادت کی اعلیٰ قسم ہے چونکہ علم کلام سے توحیدی علوم میں مضبوطی ہوتی ہے۔ علم کلام سے دین و ملت کے خلاف تمام طاقتوں کا دفاع کرنا ہوتا ہے۔

جن علماء کرام نے یہ کہا کہ علم کلام کا سیکھنا حرام ہے ان میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد، سفیان اور تمام اہل حدیث ہیں۔ ابن عبد الاعلیٰ نے فرمایا کہ ایک بار امام شافعی رحمہ اللہ ایک متکلم جنف الفرد سے مناظرہ میں مصروف تھے۔ اس دن میں نے امام شافعی سے یہ سنا کہ بندے کے لئے یہ بہتر ہے کہ اپنے رب سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ سوائے شرک کے تمام گناہ کا مرتکب ہو بہ نسبت اس کے کہ وہ علم کلام کا علم رکھتا ہو۔ امام شافعی نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے علماء حدیث کے ایسے قول کی خبر ملی ہے کہ (اگر مجھے معلوم نہ ہوا ہوتا) تو میں گمان نہ کر سکتا تھا کہ وہ ایسی بات کہیں گے کہ یہ بہتر ہے کہ بندہ اللہ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں

سہ ”علم کلام“ اس کا دوسرا نام علم العقائد بھی ہے۔ اسلامی عقائد سے متعلق تمام بحثوں کا نام علم کلام ہے بشرطیکہ شرعی قوانین سے استنباط کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی کام لیا گیا ہو ورنہ صرف علم العقائد کہتے ہیں۔ اصطلاح میں متکلم ابوالخیر کے قول کے مطابق وہ علم ہے جس سے تفصیلی دلائل کے ساتھ دینی عقائد اور اسلامی نظریات کے اثبات اور شکوک و شبہات کے جوابات دینے پر قدرت حاصل ہو۔

لیکن متاخرین نے کہا ہے کہ علم کلام وہ ہے جس میں دینی عقائد کے بارے میں خدائے پاک کی ذات و صفات، فلسفیات اور اقسام ممکنات سے بحث کی جاتی ہو۔ اور اس علم کا موضوع باری تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں اور مقصد دینی سعادت اور اسلامی احکامات کی معرفت ہے۔ اس علم کی اولیت کا شرف امام اعظم ابو حنیفہؒ کو حاصل ہے۔ چنانچہ آپ کی کتاب ”الفقہ الاکبر“ اس سلسلے میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں خالفین نے سر اٹھایا تو اہل اسلام نے باقاعدہ علم کلام کی تدوین کی۔ اس دور کا سب سے پہلا مؤلف ابو الذہل معتزلی متوفی ۲۳۵ھ بتایا گیا ہے۔ (محمد عباس فتح پوری)

کے ارٹکب کرنے میں مبتلا ہو۔ لیکن شرک جیسا گناہ سرزد نہیں ہوا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں بہ نسبت اس کے کہ وہ علم کلام کا مطالعہ کرتا ہو۔

کراچی سے منقول ہے کہ امام شافعیؒ سے علم کلام کے سلسلے میں سوال کیا گیا تو آپ نے غصہ کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اس سلسلے میں حفص الفرد اور ان کے اصحاب وغیرہ نے سوال کیا تو اللہ نے انہیں ذلیل کر دیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ جب امام شافعیؒ بیمار ہو گئے تو حفص الفرد ان کی خدمت میں آئے اور امام شافعیؒ سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم حفص الفرد ہو (اللہ پاک تمہارا محافظ نہ بنے) اور نہ تم ان کی حفاظت میں رہو۔ جب تک کہ تم ان چیزوں سے توبہ نہ کرو جس میں تم مشغول رہتے ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کسی سے سنو کہ وہ اس موضوع پر گفتگو کر رہا ہے کہ اسم مصیٰ کا عین ہوتا ہے یا غیر تو گواہ رہنا کہ وہ علماء میں سے ہے اور ان کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے۔

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ میرا فتویٰ اہل کلام کے بارے میں ہے کہ انہیں بھجور کی چھڑی سے مارا جائے اور ان کو گشت کرایا جائے اور یہ بھی کہنا چاہیے کہ یہ ان لوگوں کی سزا ہے جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اپنا مشغلہ علم کلام کو بنایا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا ان کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ علم کلام کا عالم کبھی فلاح نہیں پاسکتا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کے بارے میں یہ بھی تجربہ ہے کہ علم کلام کا مشغلہ رکھنے والے کے دل میں کوئی نہ کوئی باطنی مرض ضرور ہو گا۔ مثلاً نفاق، شکوک و شبہات، زلیغ و ضلال۔

پھر امام احمد بن حنبلؒ نے اسی مجلس میں کلام کی مذمت میں گفتگو طویل فرمائی اور فرمایا کہ الحارث المحاسی باوجود اپنے زہد و تقویٰ کے اہل بدعت کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے لیکن بعد میں یہ ارادہ ترک کر دیا۔ امام احمدؒ نے ان سے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ جب آپ رد بدعات میں کتاب تصنیف کریں گے تو کیا آپ سب سے پہلے بدعات کو نقل نہیں کریں گے اس کے بعد اس پر رد لکھنا پڑے گا (تو یہ کام گود رست ہے لیکن اسی کے ساتھ) یہ اس طرح ہو جائے گا کہ گویا آپ نے ان کو بدعات کے مطالعہ کرنے پر ابھارا (تو یہ آپ کی کتاب اگرچہ رد بدعات میں ہے لیکن برائی کا بھی سبب بن سکتی ہے)

امام احمد بن حنبلؒ نے اسی مجلس میں کلام کی مذمت میں گفتگو طویل فرمائی اور فرمایا کہ الحارث المحاسی باوجود اپنے زہد و تقویٰ کے اہل بدعت ہے کہ اہل باطل، نفس پرست اور مبتدعین کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے ان کے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اہل باطل (اہل ہواء) سے مراد علماء کلام کو لیا ہے چاہے وہ جس مذہب کے پیروکار ہوں۔

امام ابو یوسفؒ (جو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اجل تلامذہ میں ہیں) نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے علم کلام کے ذریعے علم حاصل کیا (علم حاصل کرنے کے سلسلہ میں علم کلام کو آلہ کار بنایا) (یعنی علم کلام سے ابتداء کی) وہ زندیق ہیں۔

اور سلف صالحین میں سے بعض اہل حدیث نے امام ابو یوسفؒ کی اس بات پر اتفاق کا قول کیا ہے۔ (حاصل یہ نکلا کہ) علم کلام کے سیکھنے کے سلسلے میں علماء کرام سے بہت سی وعیدیں منقول ہیں لیکن جن لوگوں نے تشدد آمیز کلمات استعمال کئے ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں لگایا جاسکتا۔

دیگر اصحاب کا استدلال

دوسرے خیال والے جنہوں نے علم کلام کو واجب یا فرض کفایہ قرار دیا ہے کا استدلال یہ ہے کہ علم کلام کا صرف وہ حصہ ممنوع ہے جس میں اشیاء کے جوہر یا عرض ہونے سے گفتگو کی گئی ہے اس لئے کہ یہ ایسی اصطلاحات ہیں جن کا وجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مسعود میں نہیں تھا۔ تو اس عجیب و غریب بحث کی تفصیل حلق سے اتارنے کے لئے اس طرح کی جاتی ہے کہ دیکھئے کوئی بھی علم ہو اس میں کچھ ایسی اصطلاحات سمجھانے کے لئے ذہن کو تیز اور حاضر کرنے کے لئے ایجاد کی جاتی ہیں جیسے کہ حدیث شریف اور تفسیر سے متعلق کوئی اصطلاح یا فقہ سے متعلق بعض ایسی صورتیں وضع کرتے ہیں جن کا وقوع نادر حالات میں ہوا کرتا ہے تو ہمیں استدلال کے لئے ایسے طریقے ترتیب دینے پڑیں گے جس سے کسی بدعتی میں (وقت پڑنے پر) جوش اور استقلال پیدا کر سکیں یا اسے (الزامی یا تحقیقی جواب دے کر) شہادت میں الجھادیں یا محض اپنے ذہنوں کو تیز کر دیں یا اپنے آپ کو دلائل اور براہین سے مسلح کرنے کے لئے تاکہ وہ وقت پڑنے پر فوراً کام آسکیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے ہتھیار اور اسلحہ کی مکمل تیاری جنگ کرنے کے لئے جنگ سے پہلے ہی کر لی ہو۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب | اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ علم کلام کے حصول کے سلسلے میں آپ کے نزدیک رائج اور مختار قول کون سا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ علم کلام میں مطلقاً مذمت یا مطلقاً مدح کے جواز کا قائل ہونا سراسر غلطی ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔

تفصیل اور شرح | (۱) بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں حرمت خود موجود ہوتی ہے جیسے کہ شراب اور مردار کہ اس میں حرام ہونے کا وصف خود اسی میں موجود ہے۔ پہلی میں تو یہ ہے کہ شراب آدمی کو نشہ میں مبتلا کر دیتی ہے کہ اسے کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔ دوسری چیز میں مرا ہوا ہونا ہے جس سے اس میں صحت اور پاکیزگی کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور نقص و فساد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے نیز انسانی صحت کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود لوگ ہم سے اس شے کے بارے میں فتویٰ لیں تو ہم اسے حرام قرار دیں گے اور اس کے دوسرے پہلو کی طرف توجہ نہیں دیں گے کہ مردار حالت اضطرار میں مباح ہو جاتا ہے یا مثلاً کسی وقت انسان کھانا کھا رہا ہو اور کھانے کے دوران اس کے حلق میں پھندا لگ گیا (انک گیا) اور نگلنے کے لئے سوائے شراب کے اور کوئی چیز موجود نہیں تو شراب کا پینا مباح ہو جاتا ہے (یہ استثنائی شکلیں گاہے گاہے پیش آتی ہیں) اس لئے اس کے بیان کی حاجت نہیں)

(۲) اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں حرمت ذات میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خارجی وصف کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے جیسے کہ مسلمان نے کسی چیز کو خرید لیا ہو اور اس نے مدت خیار بھی رکھی ہے تو اس مدت خیار میں اس شے کے بارے میں بیع کا معاملہ کرنا حرام ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ جمعہ کے اذان کے وقت بیع کرنا۔ تیسری مثال مٹی کھانا وغیرہ۔ اس لئے کہ مٹی کھانے میں بہت سے نقصانات ہیں (پھر یہ مٹی کھانے کے مسئلے میں بہت سی صورتیں ہیں کہ آیا کم مٹی نقصان دیتی ہے یا زیادہ۔ اس لئے کہ مطلق یہ کہیں گے کہ مٹی کھانا حرام ہے جیسے کہ زہر قاتل ہے چاہے اسے کم کھائے یا زیادہ، دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اور اگر زیادہ کھالیا جاتا ہے تو قطعاً نقصان دیتا ہے بلکہ آدمی کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے تو زہر کو مطلقاً حرام کہا جائے گا۔

یا جیسے کہ شہد ہے کہ شہد کا زیادہ کھانا ایسے آدمی کے لئے جس کا مزاج گرم ہو نقصان دیتا ہے اور یہ بالکل مٹی کی طرح ہے۔ اس لئے کہ مٹی کا زیادہ کھانا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ لہذا شراب پر حرام ہونے کا مطلق حکم لگانا پس شہد کے حلال ہونے پر مطلق حکم

لگانا ان کے غالب احوال پر نظر کرتے ہوئے ہے۔ تو کسی شے کے حکم لگانے کے لئے اس کے غالب احوال کا خیال کیا جاتا ہے۔ اس وضاحت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ علم کلام میں تشفی بخش تفصیل کریں اور یہ کہیں کہ علم کلام میں نقصان بھی ہے اور فائدہ بھی۔ اس لئے علم کلام کے فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے استفادہ کے وقت اسے ضرورت کے پیش نظر حلال یا مندوب واجب قرار دیا جائے گا۔ اگر علم کلام سے نقصان اور مضرت کا خطرہ ہو تو پھر وہ اس وقت حرام ہو جاتا ہے۔ علم کلام سے نقصان اس طرح ہوتا ہے کہ بسا اوقات اس سے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ عقائد متزلزل ہو کر ان کا ايقان اور اذعان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ حالات آدمی کو ابتداء ہی میں پیش آتے ہیں۔ جبکہ دلائل مشکوک ہوں یا اس میں لوگ اختلاف کر رہے ہوں تو اس طرح اعتقاد میں خلل واقع ہوتا ہے۔

مزید علم کلام سے نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی مبتدعین اپنے باطل دعووں میں ایسی مضبوطی کر لیتے ہیں جس کی بناء پر وہ اصرار کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے اعتقاد میں مزید جھنجکی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ نقصان محض تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر جھگڑے سے پیدا ہوتا ہے۔

علم کلام کا فائدہ علم کلام کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں حقائق کا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور جن پر حقائق کی بنیاد ہوتی ہے ان کی معرفت ہو جاتی ہے اور دیگر فوائد یہ ہیں کہ علم کلام سے عوام کے عقائد کی حفاظت اور مبتدعین کے شکوک و شبہات اور انہیں ہر گمراہ موڑ سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عوام الناس علمی اعتبار سے زیادہ مسلح نہیں ہوتے بلکہ وہ اس معاملات میں کمزور ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اہل بدعت کی بحثوں سے خطرہ میں پڑ جاتے ہیں (سب سے اہم بات یہ ہے) کہ عوام سلف صالحین کے طریقہ کار کے متبع اور وہ اپنے آپ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کا پابند سمجھتے ہیں۔

اس لئے عوام کے عقائد کو مبتدعین کی تبلیغات اور ان کے رسم و رواج سے محفوظ رکھنا علماء کرام کا فریضہ ہے۔ جس طرح کہ اموال اور دیگر حقوق کی حفاظت کرنا ان کا کام ہوتا ہے اسی طرح قضاء اور ولایت کے مسائل ہیں جب تک علماء کرام ان مسائل کی درس و تدریس اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے کمر بستہ نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ علوم باقی نہیں رہ سکتے اور اگر ترک کر دیا جائے تو یہ نتیجہ ہو گا کہ یہ علوم ختم ہو جائیں گے۔

لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ علم کلام کی طباعت اور اسے کتابی شکل میں پیش کرنا مبتدعین کے شکوک و شبہات کے زائل کرنے کے لئے کافی نہیں ہو گا جب تک کہ اس کو درس و تدریس سے ذہنوں میں نہ بٹھایا جائے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم کلام کا درس و تدریس بھی ضروری قرار دیا جائے۔ لیکن تدریس عوام کا کام نہیں ہے جیسے کہ فقہ اور تفسیر وغیرہ کا پڑھنا عوام کا فریضہ نہیں (بلکہ یہ علماء کا منصب ہے اور یہ انہی کا حق ہے) چونکہ علم کلام کی مثال دوا کی سی ہے اور علم فقہ مثل غذا کے ہے اور ظاہر ہے کہ غذا کے نقصان سے حفاظت مشکل ہے بخلاف دوا کے کہ اس سے احتیاط کی جاسکتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ علماء نے توحید کی تعریف کی ہے کہ توحید علم کلام کا نام ہے اور بحث و مباحثہ کے اصول اور قوانین کے پچانے اور مقابل کے تمام اعتراضات کو اپنے دائرہ عمل میں محیط کر لینے

کو کہتے ہیں اور یہی لوگ کبھی توحید کا اطلاق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی استعداد و صلاحیت اور الزامی جوابات دینے کی لیاقت پر بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض طبقات نے اپنے آپ کو اہل توحید اور اہل عدل تک کہلایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

توحید کی تعریف یہ نہیں بلکہ دوسری تعریف ہے جس کو متکلمین کا ایک گروہ خود سمجھنے سے قاصر رہا۔ لیکن اگر وہ کچھ سمجھ بھی پائے ہیں تو وہ صحیح طور پر توحید کی تعریف کرنے پر قادر نہیں ہو سکے ہیں۔

توحید کی صحیح تعریف | توحید کی صحیح تعریف یہ ہے کہ (دنیا میں) جو امور پیش آتے ہیں یا کوئی بھی واقعہ وجود پذیر ہوتا ہے چاہے اس کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے۔ ان سب کا وقوع اللہ رب العزت کی جانب سے اور اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اس طور پر رکھیں جس سے کچھ توجہ اسباب کی جانب بھی منتقل ہو جائے۔ یہ سب سے بہتر توحید ہے۔ توحید ایسا نفس جو ہر ہے جس پر دو قسم کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ ظاہرات ہے کہ ان میں سے ایک غلاف اصلی جو ہر سے قریب ہو گا اور ایک بعید (گویا توحید کے دودر ہے ہیں)

پہلا درجہ توحید کا یہ ہے کہ آپ زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھ لیں۔ یہ توحید تو ہے لیکن ایسی توحید کا اقرار ہے جس سے نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کا ابطال ہوتا ہے لیکن ایسی توحید کا اقرار کبھی منافق بھی کر لیتا ہے جس کا باطن اس کے ظاہر کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتا۔

دوسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد پھر دل میں کسی قسم کا چور یا کوئی مختصصت موجود نہیں ہوتی بلکہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی اس عقیدہ کی پاکیزگی موجود ہوتی ہے۔ یہ توحید عوام الناس سے متعلق ہوتی ہے۔ چنانچہ متکلمین علماء کرام کا یہی فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اسی توحید کے بارے میں عوام کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہیں اور مخالفین و مبتدعین کے شبہات کو ان سے دور کر کے ان کو اطمینان قلبی نصیب کراتے رہیں۔

چنانچہ علماء کرام اور فقہاء عظام نے اس توحیدی جوہر کو دو غلاف سے ڈھانک دیا ہے اور ان دو درجات سے تمام لوگوں کو وابستہ کر دیا ہے۔ لیکن لوگوں کا یہ حال ہو گیا کہ انہوں نے توحید کے ان دونوں غلافوں کو اس طرح چھوڑ دیا کہ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

رہ گئی بات کہ توحید کا مغز کیا ہے تو وہ یہ ہے کہ پیش آنے والے تمام امور کو آپ یہ سمجھیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ اسی کے ساتھ یک گونہ التفات اسباب و علل کی جانب بھی ہو۔ پھر آپ خدا کی اس طرح عبادت کرنے لگیں جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ خالق حقیقی کو واقعی معبود اور اسے ہی عبادت کے لیے یکتا سمجھ رہے ہیں اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔

اس تفصیل اور شرح کے بعد مذکورہ تعریف سے عقائد باطلہ اور اتباع نفس (خود بخود) خارج ہو جاتے ہیں۔ (اب ہم یہ سمجھیں گے کہ) جب کوئی شخص اپنے نفس اور خواہش کی اتباع کرے گا تو گویا اس نے اپنا معبود اپنے نفس کو بنا لیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

”اے پیغمبر! آپ نے اس شخص کی ہلاکت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔“

اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

أَبْغَضُ إِلَهٍ عَبْدِي فِي الْأَرْضِ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ الْهَوَىٰ-

”خدا کے نزدیک زمین میں بندے کا مبغوض ترین معبود اس کا نفس ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص غور اور فکر سے کام لے گا تو اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ بتوں کی پوجا کرنے والے دراصل ان کی پوجا نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں (وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ان کے آباء و اجداد جس دین کے پیروکار تھے اور جس ماحول میں وہ زندگی بسر کرتے تھے اس کے اثرات سے ان کی نسلیں بھی نہیں بچ پاتیں بلکہ اولاد بھی اسی رنگ میں رنگی جاتی ہے تو گویا) وہ اپنے میلان نفس اور خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں۔ اور یہی سوئی کی تعبیر اور تفسیر ہے۔ چنانچہ اس شرح سے مخلوقات پر تشدد اور سختی برتنا اور ان کی طرف توجہات کرنا توحید سے خارج ہو جائے گا۔

چونکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یا ہو گا وہ سب خداوند قدوس کی مرضی کے مطابق ہے تو کوئی بھی آدمی کسی غیر پر سختی نہیں کر سکتا۔ پس توحید تو اس برتر مقام کا نام ہے۔ چنانچہ توحید میں صدیقین کا یہی مقام ہوتا ہے۔ اب آپ اس پر غور کریں کہ آپ کے ذہن کو کس چیز سے پھیرا گیا اور توحید کے کس غلاف پر قناعت گزین ہونا چاہیے۔ تو درحقیقت موحد وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ ایک ہے اور اس کی تمام تر توجہات کا مرکز وہی ذات ہو۔ اس کے علاوہ اپنے قلب کو اسی یقین اور اعتماد پر جمادے۔ اھ

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب ”الجواہر الفریدی فی علم التوحید“ کے آٹھویں باب میں تفصیل کے ساتھ اس پر تفسی بخش کلام کیا ہے جس سے ہر قسم کے شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔ مزید میں نے اپنی کتب کو اکابر علماء کے صحابہ کرامؒ کے اقوال سے بھی زینت بخشی ہے۔ اھ

علم نجوم لہ | یہ بھی یاد رکھئے کہ علم نجوم کا سیکھنا اور اسے حاصل کرنا برا سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

”جب تقدیر کا ذکر ہونے لگے تو خاموشی اختیار کرو۔ جب ستاروں کا ذکر ہونے لگے تو خاموشی اختیار کرو میرے صحابہ کرامؓ پر گفتگو ہونے لگے تو بھی خاموش رہو۔“

لہ ”علم نجوم“ اس علم کو کہتے ہیں جس میں فلکی تشکلات افلاک اور ستاروں کی اوضاع (مثلاً مقارنہ، مقابلہ، تثلیث، تدیس اور تریخ وغیرہ) کے ذریعے عالم کے کون و فساد کے واقعات سے بحث کی جاتی ہو۔ اس علم کے تین شعبے قرار دیئے گئے ہیں۔ حسابیات، طبیعیات، وہیات، جہاں تک حسابی علم کا تعلق ہے تو قرآن نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کر دیا ہے کہ چاند اور سورج کی گردش حساب کے مطابق ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں) اس لیے یہ شعبہ قابل اعتماد ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ طبیعیات کا یہ حال ہے کہ افلاک کے برجوں میں سورج کے انتقال سے اس طور پر بحث کرتے ہیں کہ جس میں موسم گرما، سرما اور بہار کی تبدیلی وغیرہ کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اس میں بھی کوئی برائی نہیں اور وہیات میں عالم میں ہونے والے برے بھلے حالات پر ستاروں کے چلنے پھرنے سے بحث کرتے ہیں اس کا شریعت میں کوئی وجود نہیں اس لیے شرعاً ممنوع ہے۔ (کشف الظنون ص ۱۱ ج ۳۸) غالباً اسی شعبے کو امام غزالیؒ نے ”الاحیاء“ میں لکھا ہے کہ احکام سے متعلق علم نجوم کے بارے میں یہ ہوتا ہے کہ علامات و اسباب کی بنیاد پر آنے والے واقعات کی پیشین گوئی کی جاتی ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی ڈاکٹر نبض دیکھ کر یہ بتا دے کہ فلاں مرض عنقریب پیدا ہو گا مگر شریعت نے مذموم قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ستارے ہی موثر حقیقی ہیں تو وہ حرام کا مرتکب ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر نجومی کا اعتقاد یہ ہے کہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن عادت یہ ہے کہ اوضاع و حرکات مقررہ سے کچھ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔ ۱۳ محمد عباس

دوسری حدیث میں ہے:-

”میں اپنے بعد امت کے لیے تین باتوں کا خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ اماموں کے ظلم و زیادتی سے، ستاروں پر ایمان و یقین سے اور تقدیر (قسمت) کے انکار سے۔“

اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:-

”علم نجوم سے ممانعت تین وجوہوں سے کی گئی ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے عقائد متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہیں جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کی چال کے بعد فلاں فلاں حادثات رونما ہوں گے تو ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ ستارے ہی موثر حقیقی ہیں اور یہی معبود ہیں اور یہی دنیا کے منتظم ہیں۔ اس لیے کہ یہ لطیف جواہر آسمان کی بلندیوں پر واقع ہیں جس کی وجہ سے دلوں میں ان کی عظمت جم جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ خیر اور شر کا وقوع انہی سے ہوتا ہے۔ ان اعتقادات کی وجہ سے اللہ کی یاد دل سے نکل جاتی ہے۔ کمزور اور ضعیف الاعتقاد شخص کی نظر و مسائل سے آگے نہیں بڑھتی۔ اس کے برخلاف ماہر اور پختہ عالم ان سب حقائق سے خوب واقف ہوتا ہے۔“

دوسری وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ نجوم کے احکام یا حوادث سے متعلق اس کی پیشین گوئیاں محض تخمینے اور اندازے پر مبنی ہیں۔ ہر کسی کے حق میں ان کا علم نہ واقعی ہوتا ہے اور نہ ظنی اس لیے ظاہر ہے کہ علم نجوم کے ذریعے کوئی حکم لگانا جمل پر حکم لگانے کے مانند ہے۔ اس صورت میں علم نجوم کی برائی محض اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ خالص جمل ہے اس لیے نہیں کی جاتی کہ وہ بھی علم ہے اور جو حضرت ادریس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں علم نجوم دیا گیا تھا تو وہ معجزہ تھا۔ اب یہ علم ختم ہو چکا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی نجومی کی دی ہوئی خبر سچی بھی ہو جاتی ہے تو وہ ایک اتفاقی بات ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نجومی مسبب کے کسی ایک سبب سے واقف ہو جاتا ہے اور اس کی دیگر شرطیں اس سے اوچھل رہتی ہیں اور مسبب کا وقوع انہی شرائط پر موقوف رہتا ہے جن کی معلومات کا دائرہ انسان کے بس میں نہیں رہتا۔ اگر اتفاقاً اللہ تعالیٰ باقی شرطوں کو واضح کر دیتے ہیں تو نجومی کا دعویٰ واقعی پورا ہو جاتا ہے اور اگر وہ شرطیں پوری نہیں ہوتیں تو دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ مثلاً

اگر کوئی شخص پہاڑوں کے اوپر سے گھٹا ٹوپ بادل دیکھ کر محض تخمینے اور اندازے سے یہ کہہ دے کہ آج تو بارش ہو گیا حالانکہ آسمان کے ابر آلود ہونے کی صورت میں یہ امکان رہتا ہے کہ بارش ہو جائے اور اس کا بھی امکان رہتا ہے کہ بارش نہ ہو دھوپ نکل آئے تو یہ بات واضح ہو گئی کہ محض ہو گئی کہ محض بادلوں کا ہونا بارش کے لیے کافی نہیں ہے۔ بلکہ بارش کے دیگر اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

ایسے ہی اگر کوئی ملاح ہواؤں کا رخ دیکھ کر یہ دعویٰ کر دے کہ کشتی صحیح سلامت گزر جائے گی۔ اگرچہ وہ ہواؤں کا تجربہ کار اور ہواؤں کے رخ کو خوب پہچانتا ہو۔ تاہم ہواؤں کے اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں جو اس کے علم میں نہ ہوں۔ اس لیے کبھی تو اس کا کہنا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اس کا یہ اندازہ غلط لگتا ہے۔

علم نجوم کی ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اس لیے یہ غیر ضروری علم ہے اور عمر جیسی قیمتی چیز کو ایسے کام میں صرف کرنا جس کا کوئی فائدہ نہ ہو کہاں کی دانش مندی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نقصان ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے:-

”جناب رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس ہوا جس کے ارد گرد لوگ جمع تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ بڑا جانکار آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا کس چیز کے بارے میں معلومات رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ اشعار اور عرب کے نسبوں کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا (اس کے پاس یہ ایسا علم ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں اور اس سے جمل نقصان کا باعث نہیں)۔ (ابن عبد البر)

دوسری روایت میں یوں وارد ہے:-

”علم تو بس تین ہیں۔ آیت محکمہ کا علم۔ سنت جاریہ کا علم یا (مال موروث کی تقسیم) کا علم۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم نجوم اور اس جیسے دوسرے علوم میں مشغول ہونا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتا ہے اور ایسے امور میں اوقات ضائع ہے جن سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے جو کچھ قسمت میں ہے وہ تو واقع ہو کر رہتا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ علم نجوم کا طب سے اور علم تعبیر سے موازنہ نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ طب سے انسانی ضروریات وابستہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے اکثر دلائل حکماء اور اطباء کو معلوم ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی تعبیر کا علم ہے یہ اگرچہ قیاسی ہے لیکن اسے احادیث میں نبوت کا چھایا لیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے نیز اس میں کسی قسم کا خطرہ اور عقیدے کے بگاڑ کا اندیشہ نہیں۔

دمیری کہتے ہیں اسی ضرورت کے تحت ہم نے اپنی اس کتاب میں ان دونوں علوم (طب اور تعبیر) سے دل چسپی لی ہے چونکہ ان علوم میں غلطیوں کا امکان کم ہے۔

الابل

”ابل“۔ اہل“ لے (اونٹ) اس کی جمع آبال آتی ہے لیکن جب یائے نسبتی لگاتے ہیں تو اہل“ یائے مفتوح استعمال کرتے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا ہے لفظ جمال لے اسم واحد ہے جس کا اطلاق جمع پر بھی کیا جاتا ہے حالانکہ نہ وہ جمع ہوتا ہے اور نہ اسم جمع بلکہ وہ جنس پر دلالت کرتا ہے۔

اور جو ہری نے لکھا ہے کہ اس لفظ کی جمع نہیں آتی بلکہ یہ مونث ہے۔ اس لیے قاعدہ یہ ہے کہ وہ اسم جمع جن کا واحد ان کے

لے ”اہل“ مصباح اللغات اور المنجد وغیرہ میں ہے کہ اس لفظ کا استعمال مفرد کے لیے نہیں ہوتا۔ ۱۲-۱۱

لے ”جمل“ اس کی جمع جمال، اجمال، جمل اور جمالت جمع جمالات و جمائل وغیرہ آتی ہے لیکن جمل کا اطلاق اونٹنی کے لیے بہت کم ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ”شریت لین جملی“ میں نے اپنی اونٹنی کا دودھ پیا۔ مزید لفظ جمل اضافت کے طور پر دیگر معانی میں بھی آتا ہے جیسے جمل الیہود (کرگٹ)، جمل البحر (دھنیل)

جمل، جمل الماء ایک آنی پرندہ جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ (مصباح ص ۱۲۲)

لفظوں سے نہ ہو اور وہ ذوی العقول میں استعمال ہوتے ہوں تو ان کے لیے تانیث (مونث ہونا) لازم ہو جاتی ہے لیکن جب تصغیر بناتے ہیں تو ہاء کا اضافہ کر دیتے ہیں جیسے اُنَيْلَةٌ وَ غُنَيْمَةٌ وغیرہ۔
 عروۃ الباری کی روایت ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (تمام جانوروں میں) اونٹ تو گھروالوں کے لیے باعث عزت و شرف اور بکریاں برکت کا سبب ہوتی ہیں اور خیر و بھلائی تو گھوڑوں کی پیشانیوں سے میں قیامت تک کے لیے بندھی ہوئی ہے۔“ (رواہ ابن ماجہ)
 وہب بن منبہ کی روایت ہے:-

”آدم علیہ السلام اپنے مقتول بیٹے کے لیے اتنے برس تک اونٹ جمع کرتے رہے اور ان دنوں میں حوا سے نہیں ملے (یعنی ان سے دور رہے اُنس نہیں رکھا)“ (رواہ ابن ماجہ)

اہل لغت نے لکھا ہے کہ عرب اونٹ کو بنات اللیل بھی کہتے ہیں۔ اگر اونٹ نو سالہ یا چار سالہ (جدعہ) ہو گیا ہو تو دونوں صنفوں تر اور مادہ کے لئے لفظ بعیر استعمال کرتے ہیں۔ اس کی جمع اَنْعَزَةٌ، بُعْزَان جمع الجمع ابا عروا و ابا عیر وغیرہ آتی ہیں۔ شَارَف بوڑھی اونٹنی کو کہتے ہیں جمع شُرُف، شُرُف اور شُرُف وغیرہ آتی ہے عوامل دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں۔
 اونٹ، بھاری، بھرم فرماں بردار جانور ہوتا ہے لیکن روز بروز دیکھنے کی وجہ سے اس کا انوکھا پن جاتا رہا ہے۔

اونٹ کی خصوصیات | اونٹ کی خصوصیت ہے کہ وہ بھاری بوجھ لا کر بلا تکلف اٹھ جاتا ہے اور بیٹھ بھی جاتا ہے۔ اس کی فرمانبرداری کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی چوہیا اس کی ٹکیل دبا کر جہاں لے جانا چاہے آسانی کے ساتھ لے جا سکتی ہے۔ اطاعت سے کبھی روگردانی نہیں کرتا۔ اس کی پشت پر اتنی وسعت ہے کہ انسان مع ساز و سامان کھانے پینے کی چیزوں، ضروری برتن، گدا، تکیہ اور کپڑوں کے ساتھ سواری کر سکتا ہے اور اسے ایسا محسوس ہو گا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود اونٹ (اس مصنوعی گھر کو) لے کر چلتا پھرتا ہے۔ قرآن کریم میں اسی غرابت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
 ”کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس عجیب و غریب طریقہ سے پیش کیا گیا ہے۔“

خدا تعالیٰ نے اس کی لمبی گردن اس لئے بنائی تاکہ وہ بوجھ لے کر آسانی کے ساتھ اٹھ بیٹھ جائے اور بھاری بوجھ اٹھا سکے۔ ان علاقوں کے دانش وروں سے سوال کیا گیا جہاں اونٹ کی تسلیں نہیں ہوتی کہ اونٹ کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے غور و خوض کے بعد یہ جواب دیا کہ وہ ایک لمبی گردن کا جانور ہوتا ہے۔ اھ

اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو اس قسم کا اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ پانی کی کشتی کی طرح خشکی کی کشتی بھی تیار ہو جائے۔ اونٹ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ پانی پر صبر کرنے کی زبردست قوت کا مالک ہے۔ چنانچہ وہ سفر میں دس دن تک پانی نہ ملنے کی وجہ سے صبر کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ ہر اس گھاس پھوس کو کھا لیتا ہے جس کو دوسرے جانور نہیں کھاتے۔

لے پیشانی سے مراد میاں گھوڑں کی ذات ہے جیسے کہتے ہیں فلاں مبارک الناصبہ یعنی فلاں آدمی ذات کا مبارک ہے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں میں ایک خاص قسم کی برکت پوشی ہے اس لیے کہ گھوڑوں کے ذریعے جہاد کیا جاتا ہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے (مراقاة) جیسے کہ ایک موقع پر فرمایا گیا ہے کہ جہاد میں آخرت کا ثواب اور دنیا میں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲ (محمد عباس فتح پوری)

سعید بن جبیر کہتے ہیں ایک مرتبہ راستے میں قاضی شریح سے ملاقات ہو گئی تو میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں کوڑی (کناسہ) لے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہاں جا کر کیا کریں گے؟ فرمایا کہ میں وہاں اونٹوں کو دیکھوں گا کہ اللہ نے ان کو عجیب انداز میں پیدا کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

عَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝

”ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں کا تذکرہ کشتیوں کے ساتھ اس لئے فرمایا ہے کہ اونٹ بھی بظاہر ایک خشکی کی کشتی ہے۔ اس معنی میں ذوالرمتہ شاعر نے کہا ہے؎

سفينة بر تحت خدي زمامها

”(خشکی کی کشتی) اونٹ کی مہار اس کے دونوں رخساروں کے نیچے ہوتی ہے۔“

دوسری جگہ ذوالرمتہ نے اونٹ کو ”صدیح“ نام سے مخاطب کیا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے؎

فقلت لصدح انتجعی بلا لا

سمعت الناس يتجمعون غيثا

ترجمہ:- ”میں نے لوگوں کے بارے میں سنا ہے کہ وہ گھاس کے سراغ میں نکلے ہیں تو میں نے صدیح اونٹنی سے کہا کہ تو بھی ہموار زمین میں تلاش کر لے۔“

فائدہ:- صدیح ذوالرمتہ شاعر کی اونٹنی کا نام تھا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ مذکورہ شعر سیویہ نحوی کا ہے۔ شعراء نے ”الناس“ کو زبر اور پیش دونوں طریقوں سے پڑھا ہے۔ مرفوع ہونے کی صورت میں حکایت کے طور پر یہ معانی ہو جائیں گے کہ ”ان کلمات کو لوگوں نے سنا“ خلاصہ یہ کہ جو بھی اعراب درست ہو نکتہ آفرینی ضرور ہے۔ (صدیح پر تفصیلی روشنی باب الصاویہ میں ڈالی جائے گی)

احادیث نبویؐ | حدیث میں ہے:-

”اونٹ کو برا بھلا نہ کہا کرو اس لئے کہ وہ خون کا پھایا اور شریف آدمی کے لئے مہر ہے۔“ؐ

مطلب یہ ہے کہ اونٹوں کو دیات وغیرہ میں دیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے خون ریزی سے بچت اور زندگی کی حفاظت ہو جاتی ہے اور قاتل قصاصاً قتل (خون بہا) سے محفوظ ہوتا ہے (یہ توضیح فصیح فی اللغة میں موجود ہے۔ دوسری روایت ہے۔

”اونٹوں کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ اللہ پاک کی روح ہیں۔“

ابن سیدہ نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اونٹ کا شمار ان چیزوں میں ہے جن سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فراخی نصیب کرتے ہیں۔ ایک دوسری روایت ہے:-

”اونٹوں کو گالی نہ دو اس لئے کہ یہ رحمان پاک و برتر کی روح ہیں۔“

۱۔ الكناسة: کوند کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔

۲۔ زخم پر خون روکنے کے لئے جو چیز رکھی جاتی ہے اسے عربی میں دقو کہتے ہیں۔ (المنجد)

ابوموسیٰ الاشعریؓ سے ایک دوسری حدیث ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ قرآن کی خبر گیری کرو (یعنی قرآن برابر پڑھتے رہا کرو تاکہ بھولو نہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے قرآن سینوں سے اتنی جلدی نکل جاتا ہے کہ اونٹ بھی اتنی جلدی سٹاپنی رسی سے نہیں نکلتا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا صاحب قرآن (قرآن پڑھنے والے) کی مثال بندھے اونٹ کی سی ہے۔ اگر مالک اونٹ کی خبر گیری کرتا ہے تو وہ بندھا اور رکارتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دیتا ہے تو وہ جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر قرآن پڑھنے والا رات و دن پڑھتا رہتا ہے تو اسے محفوظ رہے گا۔ اگر نہ پڑھے اور یاد نہ کرے تو قرآن اس کے سینے سے نکل جاتا ہے۔“

انہی سے ایک دوسری روایت ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ سواونٹوں کی طرح ہیں جس میں کوئی بھی سواری کے لائق نہ ہو۔“ (بخاری و مسلم)

(اس کی تفصیل باب راء راحلہ میں آئے گی)

۱۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹ کا مالک اپنے اونٹ سے غفلت برتے تو اونٹ رسی سے نکل بھاگتا ہے۔ اسی طرح اگر قرآن کریم برابر نہ پڑھا تو وہ اونٹ سے بھی جلدی سینے سے نکل جاتا ہے یعنی جلدی بھول جاتا ہے۔ ۱۳ (محمد عباس فتح پوری)

۲۔ امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں اس حدیث کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ لوگ دینی احکام میں برابر ہیں۔ شریف، ذلیل، صاحب منصب و غیر منصب، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ جس طرح کہ سواونٹ ہوں اور ان میں کوئی بھی سوار و باربرداری کے لائق نہ ہو۔ ابن قتیبہؒ نے کہا ہے کہ راحلہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو شریف اور فرمانبردار، سواری کے لائق، تمام اوصاف حمیدہ کا حامل ہو۔ اس لحاظ سے حدیث کا یہ مفہوم ہو گا کہ تمام لوگ برابر سراہر ہیں۔ نسب و غیرہ کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ وہ سواونٹوں کی طرح ہیں جس میں کوئی سواری کے لائق نہ ہو۔

ازہریؒ بھی یہی کہتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ راحلہ میں ہاء مبالغہ کے لئے ہے اور ابن قتیبہؒ نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ غلط ہے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ زہد و تقویٰ میں کامل راغب الی الآخرة اشخاص دنیا میں کم رہ گئے ہیں جس طرح کہ سواری کے لائق اونٹ بہت کم رہ گئے ہیں۔ امام نوویؒ نے ابن قتیبہؒ و ازہریؒ سے زیادہ اچھا مفہوم بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے اشخاص جن کے اوصاف حمیدہ اور اندرونی حالات بہتر ہوں بہت کم ہیں۔ جس طرح کہ اونٹوں میں فرمانبردار، سواری کے لائق بہت کم رہ گئے ہیں۔ شیخ المفسرین قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ یہاں حدیث میں لوگوں کو اونٹوں کے بالمقابل بطور تمثیل کے اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ وہ آدمی جو عینی المزاج کریم الطبع متحمل ہو اور جو لوگوں کی خدمات بے حد کرتا ہو۔ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہو۔ پریشانیاں دوہرتا ہو۔ دوسروں کے کام آتا ہو۔ ایسا آدمی بہت کم نظر آتا ہے بلکہ ایسے آدمی کا وجود تقریباً معدوم ہی ہے۔ اس لئے کہ بعض لغویین کہتے ہیں کہ راحلہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو اوصاف حمیدہ میں کامل دیکھئے میں خوب صورت، مسافر و بوجھ لانے میں مضبوط اور طاقت ور ہو۔ اس لئے لوگوں کو راحلہ کے بالمقابل بطور مثال کے ذکر کیا ہے اور یہی مفہوم حدیث نبویؐ کا میرے خیال میں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ۱۳ (محمد عباس فتح پوری)

اونٹ کی قسمیں | اونٹ کی چند قسمیں ہیں:-

الاراجیہ:- وہ اونٹ ہیں جو ”بنو ارحب“ قبیلے کی طرف منسوب ہیں۔ یہ قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے شیخ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ اراجیہ یعنی اونٹ کو کہتے ہیں۔

الشذقمیہ:- یہ شذقم نام کا اونٹ نعمان بن منذر کا ایک عمدہ قسم کا اونٹ تھا اس لئے ان کی نسلیں اسی نام کی طرف منسوب ہو گئیں۔ (العینیدہ عین میں زیر ہے) یہ ان اونٹوں کو کہتے ہیں جو قبیلہ بنو العید کی طرف منسوب ہوئے اور یہ قبیلہ صاحب الکفایہ کے قول کے مطابق بنو مرہ کی فخذ (شاخ) ہے۔ المجدیہ یعنی اونٹ کو کہتے ہیں جو عمدہ ہونے میں مشہور ہیں۔ الشدینہ وہ اونٹ ہیں جو فل یا بلد کی طرف منسوب ہیں (الکفایہ) المہویہ۔ ابن صلاح نے کہا ہے کہ اونٹوں کی ان اقسام کو کہتے ہیں جو قبیلہ کے باپ مرہ بن حیدان کی طرف منسوب ہیں (مریہ اس کی جمع ہماری آتی ہے) امام غزالی فرماتے ہیں کہ مہریہ اونٹ کی ردی قسم کو کہتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے۔ انہی میں سے بعض جنگلی اونٹ ہوتے ہیں لیکن ان کو جنگلی اونٹ ہی کہتے ہیں لیکن بعض لغویین نے یہ کہا ہے کہ وہ قوم عاد اور ثمود کے بھائی اونٹ کی نسلوں سے ہوتے ہیں۔

لیکن کچھ اونٹوں کے دوسرے نام بھی رکھ دیتے ہیں اور یہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ بعض اونٹوں میں مختلف قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں اس لئے کچھ اچھے ہوتے ہیں اور کچھ برے۔ مثلاً بعض اونٹوں کو ”العیس“ اس لئے کہہ دیتے ہیں کہ ان کے مزاج میں سختی یا شدت زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہلکے پھلکے اونٹوں کو شمال کام کرنے والوں کو یعملة۔ جن کے مزاج میں سختی ہو تو ان کو وحناء، تیز رفتار اونٹ کو ناحیہ۔ دبے اور چھریے بدن والے کو عوجاء۔ لمبے بدن والے کو شمردلة اور اچھی قسم کے اونٹوں کو بجان کہتے ہیں۔

نیز وہ اونٹیاں جن کے کوہان بڑے بڑے ہوتے ہوں ان کو کوما، دلی اور چھری اور اونٹنی کو حرف کہتے ہیں اور کبھی لمبی گردن کی اونٹنی کو قوداء اور تیز رفتار اونٹنی کو عملیل کہتے ہیں جیسے کہ کعب بن زہیر نے کہا ہے۔

حرف ابوہا اخوہا من مہجۃ و عمہا و خالہا قوداء شملیل
ترجمہ:- (اس اونٹنی) کے باپ اور بھائی بدن کے ہلکے، سفید اور نسل کے شریف ہیں اور اس کے چچا اور ماموں بھی ہیں اور ان کی گردنیں اونچی، تیز رفتار تیز ہے۔

فائدہ:- ابو علی القالی ابو سعید سے نقل کرتے ہیں کہ ابوہا و اخوہا سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس اونٹنی کے باپ اور بھائی دونوں شریف ہیں لیکن بعض نے بیان کیا ہے کہ ابوہا و اخوہا اسی طرح عمہا و خالہا کا مطلب یہ ہے کہ باپ، بھائی اور چچا ماموں یہ چاروں نسبتیں ایک ہی اونٹ کے اندر پائی جاتی ہیں اور اس قسم کا اونٹ عرب میں بہترین قسم کا سمجھا جاتا ہے۔ یہ نسبتیں یوں جمع ہو جائیں گی کہ نوجوان اونٹ جو اپنی ماں سے جفتی کرے اور بعد میں جو بچہ پیدا ہو تو یہ جفتی کرنے والا اونٹ باپ کی نسبت کے ساتھ پیدا شدہ بچہ کی وجہ سے بھائی بھی ہو گیا۔ اسی طرح یہی (ماں سے جفتی کرنے والا اونٹ) جس پہلے باپ (اونٹ) کا بچہ ہے اس کی نسبت سے یہ (ماں سے جفتی کرنے والا) اونٹ چچا بھی ہو گیا اور ماموں بھی (اس لئے کہ ماں سے جفتی کرنے والے اونٹ کے لئے بھائی ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے۔)

کعبؑ کے عمدہ ترین کلام میں یہ بھی ہیں۔

سعی الفتی و هو مخبوء له القدر

لو كنت اعجب من شی لا عجبی

ترجمہ:- مجھے اگر کوئی چیز پسند آتی تو جوان آدمی کی کوششیں پسند آتی ہیں جو اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے۔

فالنفس واحدة والهم منتشر

یسعی الفتی لامور لیس یدرکھا

ترجمہ:- نوجوان آدمی ایسے امور کے لئے کوشش کرتا ہے جسے وہ حاصل نہیں کر پاتا اس لئے کہ جان تو ایک ہے اور مقاصد مختلف ہیں۔

لا تنتهی العین حتی ينتهی الاثر

والمرء ماعاش ممدودله امل

ترجمہ:- اور آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کی تمنائیں بڑھتی رہتی ہیں۔ آنکھیں اس وقت تک قائم رہتی ہیں جب تک کہ نقش قدم ختم نہیں ہوتے۔

حیوانات کے ماہرین نے لکھا ہے جس وقت اونٹ غصہ میں ہوتا ہے تو وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ اس وقت اونٹ بد خلق ہو جاتا ہے، منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے۔ بلبلانے لگتا ہے۔ اسی طرح غصہ کی حالت میں اونٹ چارہ کم کھاتا ہے۔ مشتقہ نکلتی ہے اور مشتقہ اونٹ کی اس سرخ کھال کو کہتے ہیں جس کو وہ اپنے پیٹ سے نکال کر پھونک مارنے لگتا ہے۔ اسی حالت میں اگر تم اس کی باجھ کو دیکھو تو پہچان میں نہیں آئے گا۔ لیٹ کہتے ہیں کہ یہ بات صرف عربی اونٹوں میں پائی جاتی ہے لیکن یہ زیادہ صحیح بات نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خطابت اور تقاریر شیطان کی جھاگ ہیں۔ گویا آپ نے فصیح اور بلیغ آدمی کو بڑبڑانے والے اونٹ سے تشبیہ دی اور اس کی زبان کو اونٹ کے جھاگ سے۔ ایک روایت میں ہے:-

”فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ (حضرت) معاویہؓ ”فقیر اور محتاج ہیں“ رہ گیا

ابو جہم تو میں اس کے بڑبڑانے سے خوف محسوس کرتا ہوں۔“

اونٹ کی عادت ہے کہ وہ سال بھر میں صرف ایک بار جفتی کرتا ہے لیکن اس کی جفتی دیرپا ہوتی ہے اور وہ اس دوران بار بار انزال کرتا ہے۔ اسی لئے جب وہ جفتی سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس

میں کمزوری اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اونٹنی تین سال میں حاملہ ہو پاتی ہے اسی لئے اونٹنی کو حقہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ حقہ والی ہو جاتی ہے۔

حیوانات کے ماہرین نے بتایا ہے کہ اونٹ سب سے زیادہ بغض اور کینہ رکھنے والا جانور ہوتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس میں صبر و تحمل اور دوسروں پر حملہ کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔

صاحب المنطق نے کہا ہے کہ اونٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنی ماں پر (جفتی کرنے کے لئے) نہیں چڑھتا۔ مزید انہوں نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ گذشتہ زمانے میں ایک آدمی نے یہ کیا کہ اونٹنی کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ پھر اس نے اس کے نوجوان بچے کو اس پر چھوڑ دیا تو وہ چڑھ گیا۔ جب اس بچے نے اپنی ماں کو پہچان لیا کہ یہی ماں ہے تو اس نے اپنے ذکر کو کاٹ لیا۔ پھر وہ

لے مشتقہ یا اس طرح بیان کریں کہ مشتقہ پھپھڑے جیسا وہ لو تھرا جس کو اونٹ جوش میں بلبلاتے ہوئے منہ سے نکال لیتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نوجوان اونٹ اس آدمی سے بغض رکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس اونٹ نے موقع پا کر آخر کار اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیا۔

اونٹ ایسا جانور ہے جس کے پتہ نہیں ہوتا۔ شاید اسی لئے اس کے اندر صبر و تحمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے۔ اس کے اندر نہایت اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ کار فرما رہتا ہے۔ اونٹ کی کنیت ابویوب ہے۔

لیکن اس کے جگر میں ایسی چیز پائی جاتی ہے جو پتے کے مانند ہوتی ہے۔ غالباً وہ ایک قسم کی کھال ہے جس میں لعاب لگا ہوا ہوتا ہے اور اس کھال کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کا سرمہ آنکھوں میں استعمال کیا جائے تو پرانے پھولے کے لیے نفع بخش ہے۔

اونٹ میں خاص بات یہ ہے کہ وہ کانٹے دار درختوں کو بھی مزے لے کر کھا جاتا ہے۔ اسے اس کے ہضم کرنے میں کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس لیے کہ اس کی انتڑیاں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ اسے خاردار چیز کو ہضم کرنے میں پریشانی نہیں ہوتی۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اونٹ جو کو بڑی مشکل سے ہضم کر پاتا ہے۔ اور اہل عرب میں تعجب خیز بات یہ دیکھی گئی ہے کہ جب کسی اونٹ کو خارش ہو جاتی ہے تو دیگر صحیح و سالم اونٹوں کو بھی داغ دیتے ہیں تاکہ مرض متعدی نہ ہونے پائے اور خارش اونیٹ درست ہو جائے۔

تانبہ نے کہا ہے:

كذا العريکوی غیرہ وهو رافع

وحملتني ذنب امرئى و تركته

ترجمہ:- مجھے کسی انسان کی غلطی پر انگیزتہ کرتی ہے تو میں غلطی کرنے والے کو چھوڑ دیتا ہوں (اور انتقام دوسرے سے لیتا ہوں)۔
ایسے ہی خارش اونیٹ کی وجہ سے غیر خارش اونیٹوں کو (صحت مندی کے باوجود) داغ دیا جاتا ہے۔ یہی مفہوم کسی اور نے ادا کیا ہے:

غیری جنئی وانا المعاقب فیکم

فکاننی

سبابة

المتقدم

ترجمہ:- ”گناہ دوسرے نے کیا اور مجھے سزا دی گئی گویا کہ جرائم پیشہ لوگوں کے اشارے پر مجھے نشانہ بنالیا جاتا ہے۔“

لیکن ابو عبید القاسم بن سلام نے اس کا انکار کیا ہے۔ نیز اہل علم کے ایک طبقے نے ایک روایت نقل کی ہے:-

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو فزارہ کا ایک فرد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی نے ایسا بچہ جنا ہے جس کا رنگ کالا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ اس نے عرض کیا سرخ رنگ کے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی اونٹ خاکستری رنگ کا بھی ہے اس نے عرض کیا کہ ان میں خاکستری رنگ کے بھی ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا بس وہی بات ہے (جو اس میں ہے) پھر اس نے عرض کیا۔ اچھا آپ یہ بتائیے کہ ان اونٹوں میں یہ کالے رنگ کا کیسے پیدا ہو گیا تو آپ نے فرمایا بچہ بھی کسی ایسی رگ کی وجہ سے کالا ہوا ہے جس نے اس کو کھینچ لیا ہے (یعنی اس بچہ کی اصل میں بھی کوئی شخص کالے رنگ کا رہا ہو گا۔ جس کے مشابہ یہ بچہ ہو گیا۔“

(اس سے قبل اس حدیث کا تذکرہ شیر کے باب میں گزر گیا ہے) اور نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان کہ ”شاید اس سیاہ رنگ کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس آدمی کو اس سیاہ فام غلام کی کنیت کی نفی کرنے کی اجازت مرحمت

نہیں فرمائی (چنانچہ اس کی تصریح بھی شیخین کی روایت میں آگئی ہے۔)

فائدہ۔ جن صاحب کا اس حدیث میں واقعہ مذکور ہے ان کا نام مضمم بن قنادة البجلي ہے لیکن ان کا تذکرہ ابن عبد البر نے کتاب الاستیعاب میں ذکر نہیں کیا۔ نیز اس حدیث کے علاوہ اور کوئی دوسری حدیث ان سے مروی نہیں ہے۔ حدیث کے دیگر ذخیرے مسند وغیرہ میں بھی اس نام کا ذکر ملتا ہے۔ نیز اس حدیث کو شیخ عبد الغنی نے کچھ زیادتی کے ساتھ نقل فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بنو عجل کی ایک عورت تھی۔ چند بوڑھی عورتیں قبیلہ بنو عجل کی مدینہ منورہ آئیں اور سب اس عورت کے بارے میں سوال کرنے لگیں کہ اس نے سیاہ فام غلام جنم دیا ہے۔ یہ بھی کہا کہ ان کے آباء و اجداد میں ایک سیاہ رنگ کا آدمی گزرا ہے۔ شیخ عبد الغنی نے اس آدمی کا نام مضمم بن قنادة البجل ذکر کیا ہے۔ خطیب ابو بکر علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ ان عورتوں نے یہ کہا تھا کہ ان کے خاندان میں ایک سیاہ رنگ کی دادی گزری ہیں۔

شرعی احکام | اونٹ کا گوشت حلال ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:-

أُحِلَّتْ لَكُم مِّنَ الْبَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ

”تمہارے لیے چوپائے حلال کر دیئے گئے۔“

لیکن حضور اکرم ﷺ سے قبل حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے لیے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حرام کر لیا تھا تو یہ ان کا اپنا اجتہاد اور اپنے نفس کے لیے ایک کردار تھا۔ اہل علم اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ آپ دیہات میں رہتے تو آپ کو عرق النساء کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسے اپنے لیے حرام قرار دے کر کھانے پر پابندی لگالی۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت مستقل شریعت ہے اور ہر نبی کی شریعت میں مسابلی اور جزوی اختلاف بھی رہا ہے اس لیے آپ سے اونٹ کے گوشت کے بارے میں دو قسم کی روایات ہیں (اس لیے علماء امت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اگر کسی کا دھوہو۔ پھر

لفظ بہیمۃ ان جانوروں کے لیے بولتے ہیں جن کو عاودۃ غیر ذی العقول سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ لوگ ان کی بولی کو عاودۃ نہیں سمجھتے تو ان کی مراد مبہم رہتی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ بہیمہ کو بہیمہ اس لیے نہیں کہتے کہ اس کو عقل نہیں اور عقل کی باتیں اس پر مبہم رہتی ہیں جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عقل و ادراک سے کوئی جانور بلکہ کوئی شجر و جبر بھی خالی نہیں۔ ہاں درجات کا فرق ضرور ہے۔ ان چیزوں میں اتنی عقل نہیں جتنی انسانوں میں ہوتی ہے۔ اسی لیے تو انسان کو احکام کا مکلف بنایا گیا ہے جانوروں کو مکلف نہیں بنایا گیا ورنہ ضروریات کی حد تک ہر جانور بلکہ ہر شجر و جبر کو حق تعالیٰ نے عقل و ادراک بخشا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ”وَأَن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ“ عقل نہ ہوتی تو اپنے خالق و مالک کو کس طرح پہچانتی اور کس طرح تسبیح کرتی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ چوپایہ جانداروں کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور لفظ انعام پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔ بہیمۃ کا لفظ عام تھا انعام کے لفظ نے اس کو خاص کر دیا۔ مراد آیت کی یہ ہو گئی کہ گھریلو جانوروں کی آٹھ قسمیں تمہارے لیے حلال کر دی گئیں اور ان کا تذکرہ سورہ انعام میں ہے۔“

وہ اس کے بعد اونٹ کا گوشت تناول کر لے تو آیا اس کے وہ وضو برقرار رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ علماء کی کثیر جماعت کا مذہب ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی مذہب صحابہ کرامؓ میں خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر بن خطابؓ و عثمان بن عفانؓ و علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت عبداللہ بن مسعود و ابی بن کعب و عبداللہ بن عباسؓ ابو الدرداء و ابو طلحہ انصاری و ابو امامہ باہلی و عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کا ہے اور یہی مذہب جمہور تابعین امام مالکؒ و امام اعظم ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ کے تلامذہ میں سے امام بیہقیؒ کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا قدیم قول یہی تھا (دونوں مذاہب کے دلائل کی تفصیل انشاء اللہ باب جیم جزور کے تحت آئے گی۔

اونٹ کے کوہان کے سلسلے میں امام احمدؒ سے دونوں قسم کی روایات ہیں (کہ جائز بھی ہے اور ناجائز بھی) لیکن اونٹ کے دودھ پینے کے بارے میں امام احمدؒ کے تلامذہ سے دونوں وجہیں مروی ہیں (پیا بھی جاسکتا ہے اور نہیں بھی) (معائن اہل) اونٹ کے باڑھے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عمن اور اعطان وہ مکانات کہلاتے ہیں جہاں پر اونٹ پانی وغیرہ پی کر آرام کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے:-

”براء بن عازب سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم (اس کے بعد) وضو کر لیا کرو۔ پھر یہی مسئلہ آپؐ سے بکری کے گوشت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کے بعد وضو نہ کیا کرو۔ پھر آپؐ سے اونٹ کے باڑھے میں نماز کے بارے میں سوال کیا گیا (کہ آیا وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اونٹ کے باڑھے میں نماز نہ پڑھا کرو اس لیے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانہ بن جاتی ہے۔ پھر یہی سوال بکری کے رہنے کی جگہ کے بارے میں کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا ہاں اس میں نماز ادا کرو اس لیے کہ بکریاں ملے مبارک ہیں۔“

عبداللہ بن مغفلؓ کی ایک حدیث ہے:-

”جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ شیاطین سے پیدا کئے گئے ہیں۔“

اونٹ کی زکوٰۃ کے مسائل | پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس لیے جب پانچ اونٹ جمع ہو جائیں تو ان کی زکوٰۃ صرف ایک چرنے والی بکری ہے۔ اسی طرح دس اونٹوں میں دو بکریاں۔ پندرہ اونٹوں میں تین بکریاں، بیس اونٹوں میں چار بکریاں واجب ہوتی ہیں۔ اب اس کے آگے زکوٰۃ یوں ادا کرنی پڑے گی کہ جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو ایک بنت مخاض، چھتیس اونٹوں میں ایک بنت لبون، چھیالیس اونٹوں میں ایک حقہ، اکٹھ اونٹوں میں ایک جذعہ، چھتر اونٹوں میں دو بنت لبون۔ اکیانوے اونٹوں میں دو حقے۔ ایک سو اکیس اونٹوں میں تین بنت لبون ہوں گے۔ پھر اس کے بعد زکوٰۃ اس طرح دینی ہوگی۔ ہر چالیس اونٹوں کی زیادتی میں ایک بنت لبون ہوں گے۔ پھر اس کے بعد زکوٰۃ دینی ہوگی۔ ہر چالیس اونٹوں کی زیادتی میں ایک بنت

ملے حدیث میں بکریوں کی جگہ نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کی جگہ ممانعت متعدد وجوہات سے ہے، اس لیے کہ بکریوں کے مزاج میں سکینت، مسکینت اور رہنے کی جگہ صاف ستھری ہوتی اسی طرح ہموار اور مسطح ہونے کے ساتھ یکنیاں اسی حد تک رہتی ہیں۔ اس کے برخلاف اونٹوں کی جگہوں میں گندگی ہوتی۔ زمین اونچی نیچی، ہموار اور مزاج میں سرکشی شیطنت ہوتی ہے جس کی وجہ سے نمازی آدمی کو تشویش رہتی ہے اس لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ۱۲

لیون اور پچاس اونٹ ہو جانے پر ایک حقہ واجب ہو گا۔ ایک سال کے اونٹ کو بنت مخاض۔ دو سال کے اونٹ کو بنت لبون۔ تین سال کے اونٹ کو حقہ، چار سالہ اونٹ کو جذعہ کہتے ہیں۔ اور جو بکری اونٹ کی زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ وہ دو سالہ بکری ہونا چاہیے (عربی میں معزبوتے ہیں جس کا اطلاق بکرا، بکری دونوں پر ہوتا ہے) یا ایک سالہ دنبہ دینا ہو گا۔ بقیہ زکوٰۃ کے سلع احکام مشہور و معروف ہیں۔

مسئلہ:- امام متولی کہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کسی شخص کے لئے اپنے مرنے کے بعد ایک اونٹ (اہل) دینے کی وصیت کی تو در ثاء (جن کو وصیت کی گئی ہے کہ وہ فلاں دے دیں) کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ زیا مادہ جو چاہے دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر در ثاء نے اونٹ کا بچہ (فصیل) یا ایک سالہ اونٹ (بنت مخاض) دیا تو جس شخص کو دینے کی وصیت کی گئی ہے اس کا قبول کرنا ضروری نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:-

مثالیں اور کماوتیں

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ سو اونٹوں کے مانند ہیں جن میں کوئی بھی سواری کے لائق نہ ہو (یعنی لوگوں میں اچھی قسم کے لوگ کم ہیں۔ مزید توضیح باب الراء راحلہ کے عنوان میں آئے گی۔) (مسلم و ترمذی)

ازہریؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح معنی میں دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف راغب حضرات کمتر ہیں جس طرح کہ سواری کے قاتل اونٹ کیب ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں۔

”انہوں نے جی بھر کے گالیاں دیں اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔“

سنة ائمہ ثلاثہ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے درمیان ایک سو بیس اونٹوں کی زکوٰۃ میں اتفاق ہے اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ پچیس سے پینتیس تک اونٹوں میں ایک بنت مخاض اس سے زائد ہوں تو پینتیس تک ایک بنت لبون اس سے زائد ہوں تو ساٹھ تک ایک حقہ اس سے زائد ہوں تو پچھتر تک ایک جذعہ اس سے زائد ہوں تو نوے تک دو بنت لبون اس سے زائد ہوں تو ایک سو بیس تک دو حقے اس سے زائد ہوں تو ہر پچاس میں ایک حقہ اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون واجب ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ایک سو اکیس ہو جائیں تو اس طرح حساب ہو گا کہ ہر چالیس پر بنت لبون اور پچاس پر حقہ ہو گا۔ بس ایک سو اکیس میں تین بنت لبون ہوں گے کیونکہ اس میں چالیس تین مرتبہ جمع ہو گئے۔ پھر ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون ہوں گے۔

لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو مرتبہ حساب از سر نو ہو گا۔ پہلے تو یہ کہ ہر پانچ میں ایک بکری ہو گی۔ پھر پچیس میں بنت مخاض ہو گی۔ اب یہ ما قبل سے مل کر ایک سو پچاس ہو گئے اس لئے اس میں دو حقے اور ایک بنت مخاض ہو گی۔ جب ایک سو پچاس ہو جائیں گے تو تین حقے واجب ہو جائیں گے۔ جب اس سے زائد ہو جائیں تو دو سرا حساب ہو گا کہ ہر پانچ میں ایک بکری۔ پھر پچیس میں بنت مخاض پھر چھتیس میں بنت لبون پھر چھیالیس میں حقہ واجب ہو گا۔ اب پچھلے ایک سو پچاس سے مل کر ایک سو چھیانوے ہو گئے۔ اس میں دو سو تک چار حقے واجب ہو جائیں گے جب اس سے زائد ہو جائیں تو دو سرا عمل ہوتا رہے گا جو ایک سو پچاس کے بعد کیا گیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوبار حساب از سر نو ہوں گے اور دو سو کے بعد آخری استیناف کے مطابق عمل ہوتا رہے گا۔ یعنی ہر استیناف میں بکریاں پھر بنت مخاض پھر بنت لبون پھر حقہ آتا رہے گا۔ احتاف میں محدث العصر علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں بھی اس سے زیادہ کیا تو اترا ہو گا کہ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں اس پر عمل ہوا۔ ابن مسعودؓ، نفعی سفیانؓ اور ابو حنیفہؒ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا۔ اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ دونوں ترمذی ثابت اور متواتر ہیں اور دونوں میں سے کوئی بھی انکار کے قابل نہیں۔ ۱۲ (العرف الشدی، فیض الباری)

بعض اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ یہ مثال سب سے پہلے کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ نے استعمال کی اور یہ اس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جس کا کام بکواس، بدگوئی اور لفاظی کے علاوہ کچھ نہ ہو (یعنی صرف زبان سے کتا ہو عمل نہ کرتا ہوں۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں۔ ماہکذا یا سعد نورد الابل (اے سعد! اس طرح اونٹوں کو پانی نہیں پلایا جاتا) یعنی معاملات کو اس برے طریقے سے انجام نہیں دیا جاتا۔ یہ اس شخص کے لئے بولتے ہیں جو نامناسب کام کرنے لگے۔ اس مثال کو حضرت علیؑ نے استعمال کیا تھا جس کی تصریح بیہقی وغیرہ کی روایت میں موجود ہے۔

تیسری مثال یا اہلی عودی الی مبارک (اے میرے اونٹ اپنی باڑھ میں لوٹ جا) یہ اس شخص کے لئے بولتے ہیں جو ایسی چیز سے بھاگنے لگے جو اس کے لئے لالہ دی اور ضروری ہو۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کی بھلائی کا بھی پہلو ہو۔

طبی فوائد اور خاصیتیں امام ابن زہیرؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کی نگاہ سیل سٹارے پر پڑ جاتی ہے تو وہ مرجاتا ہے۔ اونٹ کا گوشت اسی طرح یک سالہ مینڈھا ہو یا پہاڑی مینڈھا ہو۔ ان سب کا گوشت خراب اور ردی ہوا کرتا ہے۔ اگر اونٹ کے بالوں کو جلا کر بستے ہوئے خون پر چھڑک دیا جائے تو وہ خون کو کاٹ دیتا ہے۔ اگر اونٹ کی چیچڑی کسی عاشق کی آستین میں باندھ دی جاتی ہے تو اس کا عشق زائل ہونے لگتا ہے۔

اگر اونٹ کے پیشاب کو نشہ میں مبتلا شخص پی لے تو اسی وقت نشہ اتر جاتا ہے۔ اونٹ کا گوشت قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی طرح جماع کے بعد سستی کو دور کر کے چستی، نشاط اور تازگی پیدا کرتا ہے۔ نیز درم جگر میں بھی مفید ہے۔ اگر کوئی عورت بانجھ ہی کیوں نہ ہو حیض سے پاک ہونے کے بعد تین دن تک اونٹ کی پنڈلی کا مغز نکال کر کسی روٹی یا اون کے پھایہ میں رکھ کر (اپنی فرج میں) باندھے رہے پھر اس کے بعد اس عورت سے جماع کیا جائے تو اس کے حمل ٹھہر جائے گا۔ (ماہرین میں اطباء نے عورت کے بانجھ ہونے کا پتہ لگانے کا طریقہ بتایا ہے جو ان شاء اللہ عنقریب ہی انسان کے عنوان میں آئے گا۔)

تعبیر علماء معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ سو اونٹوں پر مشتمل ریوڑ کا مالک ہو گیا تو یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ باعزت لوگوں کا حاکم بنے گا۔ نیز اسے بہت سال بھی ملنے کی توقع رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بکریوں کا ریوڑ اس کے ہاتھ میں آگیا یا اسے کوئی بکری یا اونٹنی مل گئی ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہوگی۔

نیز معبرین نے کہا ہے کہ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خواب میں اونٹوں کا مالک بن گیا ہے تو اسے بہترین صلہ اور دین و مذہب اور عقیدے میں سلامتی نصیب ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

بعض ادباء نے تصریح کی ہے کہ یہ ضرب المثل کے طور پر اولاد کا مالک بن زید، منات بن حمیم نے اپنے بھائی سعد کو بے پرواہی سے اونٹوں کو پانی پلانے پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ (المنجد فرائد الادب)

علم تعبیر روایا ایک مستقل فن ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ جنہوں میں سب سے ممتاز حیثیت اس فن میں حضرت یوسفؑ کو حاصل تھی۔ اور خاتم النبیین ﷺ فدہ کا کیا کتا، آپ ﷺ کو تو تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا تھا۔ خدا کے بعد بس آپ ہی ہر چیز میں حرف آخر تھے۔ امت محمدیہ میں تعبیر کا ملکہ ابو ہریرہؓ، جیش کے شاعر و محمد بن سیرینؒ کو حاصل تھا۔ علماء دیوبند میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ پھر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم تھے۔ موجودہ اکار دیوبند میں مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔ بہر حال یہ علم ایک خاص

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ-

”کیا وہ اونٹوں میں غور نہیں کرتے کہ وہ کس عجیب و غریب انداز میں پیدا کیا گیا ہے۔“

لیکن اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے خواب میں جمل (اونٹ) دیکھا ہے تو اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ برے اعمال کا ارتکاب کر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:-

وَلَا يَذْكُرُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ-

”وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ گزر جائے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَأَقْفَصٍ كَأَنَّهَا جَمَلَاتٌ صَفْوًا-

”وہ انگارے پر سادے گا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ۔“

اگر کسی نے خواب میں انعام (موٹی چوپائے) دیکھے ہیں کہ اس نے انہیں چرانے کے لئے چھوڑ دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ پیچیدہ معاملات میں قابو پا جائے گا اور مزید نعمت خداوندی اس شخص کو نصیب ہوں گی۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:-

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ-(پ ۱۳ ع ۷ التحل)

”اور اسی نے چوپاؤں کو بنایا کہ ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی کتنے فائدے ہیں اور بعضوں کو کھاتے بھی ہو۔“

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ عربی اونٹوں کو چرا رہا ہے تو وہ گویا عرب قوم کا دالی بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ کسی شہر میں اونٹ ہی اونٹ ہیں تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس شہر میں وباء اور جنگ وغیرہ کا امکان ہے۔

امام جیلیؒ نے فرمایا ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اونٹ کا مالک ہو گیا ہے تو وہ عزت و شوکت کی دولت سے مالا مال ہو گا اور ارطا میدورس نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے اونٹ کا گوشت کھایا ہے تو وہ بیمار پڑ جائے گا۔

امام المعبرین محمد بن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ خواب میں اونٹ کا گوشت کھانے سے کوئی حرج نہیں اس لئے کہ قرآن کریم

ﷻ ملکہ ہے اور عطیہ ربانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ چنیدہ اور چنیدہ حضرات کو عطا فرماتا ہے۔ امام ابوالخیر کہتے ہیں کہ علم تعبیر رویاء وہ علم ہے جس میں نفسانی تخیلات اور فہمی امور دونوں میں اس طور پر مناسبت معلوم ہو جاتی ہے کہ جس میں تخیلات اور فہمی امور میں منطبق کر کے خارج کر کے نفسانی حالات یا دنیا کے خارجی حالات پر استدلال کرتے ہیں اور خواب کے ذریعے انسان کو محض خوشخبری دینا یا ڈرانا مقصود ہوتا ہے۔ اس فن میں کثیر کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ شیخ ابوسعید نصر بن یعقوب الدمشقی نے خلیفہ قادر باللہ احمد عباسی (۳۹۵ھ) کے لئے ”تعبیر القادری“ نام کی ایک عظیم کتاب تصنیف کی تھی جس میں یہ بیان کیا ہے کہ سات ہزار پانچ سو ماہر معبرین گزرے ہیں۔ ۱۳

۱۴ محمد بن سیرین رحمہ اللہ۔ یہ فقیہ، زاہد، عالم، محدث، مشہور تابعین میں سے تھے۔ انس، ابن عمرؓ، ابی ہریرہؓ وغیرہ رحمہم سے روایت حدیث کی ہے۔ یہ تعبیر رویاء کے فن میں امام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب کی تعبیر دینے میں خاص ملکہ عنایت فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو خواب میں دیکھا۔

میں مذکور ہے۔ آیت اوپر گزر چکی ہے۔
اور بقیہ تفصیل ان شاء اللہ باب جیم میں جمل کے عنوان میں آئے گی۔ واللہ اعلم۔

ایابیلؑ (جھنڈ)

اس کا واحد ابالة آتا ہے۔ لیکن ابو عبید القاسم بن سلام نے فرمایا ہے کہ اس کا واحد نہیں آتا ہے۔ اس کے معنی جماعت فرقے، غول کے غول پرندے وغیرہ کے ہیں۔ بعض لغویین نے لکھا ہے کہ اس کا واحد ابول، عجول کے وزن پر آتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا

تو انہوں نے ان کی فرمائش پر لعاب دہن ان کے منہ میں لگا دیا تھا تو اس کی تاثیر سے حضرت یوسف علیہ السلام کا اثر آگیا تھا اور آپ انہی کی طرح خوابوں کی تعبیر دینے لگے۔ چنانچہ وہ عبریں روز روشن کی طرح واضح ہو جایا کرتیں۔ یہ بصرہ میں رہا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہیں ان کی مل کا نام تھا، یہ غلام ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہیں مرد کا نام ہے۔ جیسے کہ (بخاری ج ۱ ص ۳۴ کتاب الکاتب) میں ہے۔ یہ انس بن مالک صحابی کے غلام تھے۔ تیس ہزار درہم میں مکاتبت کا معاملہ طے ہوا، ادا کر کے آزاد ہو گئے۔ دس اولادیں چھوڑیں ان کے نام یہ ہیں۔ محمد۔ انس۔ معبد۔ یحییٰ۔ خالد۔ اشعب۔ عمر۔ سودہ۔

www.KitaboSunnat.com

حصہ۔ کریمہ۔ ان کا انتقال ستر سال کی عمر میں ۲۸ھ میں ہوا۔ ۱۳

ایابیل غول اور جھنڈ کو کہتے ہیں۔ یہ کسی خاص جانور کا نام نہیں ہے۔ اردو زبان میں جو ایک خاص چڑیا کو ایابیل کہتے ہیں وہ مراد نہیں ہے۔ وہ پرندے جو اللہ نے ابراہیم کے لشکر کو تباہ کرنے کے لیے بھیجے تھے کہو ترے کسی قدر چھوٹے تھے اور کوئی ایسی جنس تھی جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی (قرطبی) بعض کم فہم لوگوں نے اس سلسلہ میں یہ لب کشائی کی ہے کہ ایابیل پرندے نہیں تھے کوئی بارود کی گولی وغیرہ تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ طیر آ وغیرہ میں ریکٹ ٹاؤلیں کی ہیں وہ ٹاؤلیں ان واضح تفسیروں اور حقائق کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ تاریخ میں یہ قصہ مشہور ہے کہ اللہ نے جو بیت اللہ کو اتنی مقبولیت دے رکھی ہے کہ ہر طرف سے لوگ اس کی زیارت اور طواف کرنے کے لیے آتے ہیں۔ یہ بات ابراہیم گورنر سے نہ دیکھی گئی۔ اس نے یہ پلان بنایا کہ میں بھی کیوں نہ ایک اسی جیسا گھر بناؤں جس کی لوگ زیارت اور طواف کرنے کے لیے آتے رہیں۔ لیکن اس کے گھر بنانے کے باوجود طواف کرنے کوئی نہ آتا۔ ایک دن کسی نے اس کے گھر میں پاخانہ کر دیا اور مسافروں نے آگ جلائی تو اس کی چنگاری اس میں پہنچ گئی تو اس کا بنایا ہوا گھر جلنے لگا۔ یہ دیکھ کر ابراہیم بن الصبح کو غصہ آیا وہ خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک زبردست لشکر ہاتھوں کا لے کر آیا۔ چنانچہ وہ حملہ کے ارادہ سے بڑھا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں سے ایک خاص قسم کے پرندے ان کے ہلاک کرنے کے لیے بھیجے جو کہو ترے چھوٹے تھے۔ ان کے بچے سرخ تھے۔ ایک نگرے چوچ میں دو بچوں میں دبائے ہوئے آئے اور ان لشکروں پر ڈال دیں۔ وہ کٹری گولی کی طرح بدن کو چیرتی ہوئی زمین میں گھس جاتیں۔ حالانکہ وہ نگریاں بچے یا مسور کے برابر تھیں۔ یہ باجرا پیش آنے سے بہت سے ہاتھی اور سپاہی ہلاک ہو گئے اور بہت سے بھاگ گئے۔ صرف ایک ہاتھی محمود نامی رہ گیا۔ اسی طرح تمام لشکری بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ کسی مرض میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

محمود کے ہاتھی بان یہیں کہہ ہی میں رہ گئے۔ دونوں اندھے اور اپانچ ہو گئے تھے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ عاصی تھیں۔ میں نے ان دونوں ہاتھی بالوں کو اندھا اور اپانچ دیکھا تھا۔ آپ کی بہن اسماء بھی یہی کہتی ہیں کہ میں نے ان کو اندھے اپانچ مکہ میں بھیک مانگتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابراہیم فوراً ہلاک نہیں ہوا اس لیے کہ اسے سخت قسم کی سزا دینی مقصود تھی۔ چنانچہ اسے زہر سرائت کر گیا تھا اور آہستہ آہستہ مر گیا۔ اس واقعہ کا اہل مکہ پر اتنا ہزا کہ اس کا نام ہی ”اصحاب فیل“ اس سال کا نام ”عام الفیل“ رکھ دیا۔ ۱۳

ہے ابیل، مسکیت کے وزن پر آتا ہے اور بعض نے ایبال، دینار اور دنانیر کا وزن بتایا ہے۔
امام فارسیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا واحد ابالة تشدید کے ساتھ سنا گیا ہے۔ لیکن فراء نحوی نے تخفیف (بغیر تشدید) کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اب قرآن مجید کی آیت:

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ-

”اور آپ کے رب نے ان کے اوپر غول کے غول پرندے بھیجے۔“

میں مفسرین صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہو گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں کون سا پرندہ مراد ہے۔ چنانچہ سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ہے کہ ابابیل سے مراد وہ پرندہ ہے جو اپنا گھونسل زمین و آسمان کے درمیان بٹاتا ہے وہیں بچے وغیرہ کی پیدائش بھی عمل میں آتی ہے اس کی منتقار پرندوں کے مانند ہوتی ہے اور اس کے بازو کتے کے بازو کے مشابہ ہوتے ہیں۔ حضرت عکرمہؓ نے کہا ہے کہ وہ ہرے رنگ کے پرندے دریا سے نکل کر آتے تھے جن کے سر درندوں کے مانند تھے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابابیل وہ پرندے تھے جن کو خداوند قدوس نے اصحاب فیل (ہاتھی والوں) پر مسلط فرمایا تھا اور وہ بالکل بلسان لٹے جیسا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ پرندے (وطواط) چمکاڑے جیسے تھے۔ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا ہے کہ ابابیل زر زور لٹے جیسا ہوتا ہے۔

عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا ہے کہ وہ پرندے خالط لٹے پرندے سے کچھ مشابہ تھے اور خالط سنونو لٹے پرندے کا نام ہے جو آج کل مسجد حرام میں رہتا ہے اس کا واحد سنونو لٹے آتا ہے۔

نیز ابیل نصرانی راہب کو بھی کہا جاتا ہے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو ابیل الامیلین کہا کرتے تھے جیسے کہ عرب شاعر نے کہا ہے۔

اما و دماء مائرات تخالها علی قبة العزی و بالنسر عندما
ترجمہ: تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ موجیں مارنے والے ان خون کے سمندروں کی قسم جو تم کو عزری اور نسر کی چوٹی پر دم الاخوین کی

لے تمام نغوں میں یہی لفظ ہے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ کس پرندے کو کہتے ہیں۔ ہر حال ایک مصور نسخہ میں حاشیہ پر کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا لفظ کچھ نغوں میں ”ملون“ ہے (ج)

لٹے و طواط کے لفظ لغت میں چمکاڑے ہیں لیکن ایک قسم کی پاڑی ابابیل کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع و طواط، و طواطی آتی ہے (۱۲) (مصلح ص ۹۵۳)
لٹے زر زور ایک قسم کا پرندہ ہے جو گرلہ چڑیا سے بڑا ہوتا ہے۔ بعض ان میں بالکل کالے رنگ کے ہوتے ہیں اور بعض پر سفید جتی ہوتی ہے اس کی جمع زراز
یروز ازرة آتی ہے۔ (مصلح ص ۳۳۵)

لٹے خالط، خطاب و خطایف یہ ابابیل کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے (مصلح اللغات)
لٹے بعض لغویین نے ابابیل ہی کو سنونو کہا ہے۔ اس کا واحد سنونو اور سنونیت لکھا ہے۔ (۱۲) (مصلح ص ۳۰۲) (عباس)

لٹے السنونو: ابابیل۔ مغربی فلسطین میں (HIRUNDO RUSTICA) (ج)
لٹے السنونو: ابابیل، مغربی فلسطین میں

طرح سرخ نظر آرہے تھے۔

وما سبع الرهبان فی کل بیعة
ترجمہ:- اور ان تسیحات کی قسم جو ہر عبادت گاہ میں راہبوں نے پڑھیں اور راہبوں کے آقا حضرت عیسیٰ بن مریم نے پڑھیں۔
لقد ذاق منا عامر یوم لعلع
ترجمہ:- کہ عامر نے یوم جنگ میں ہماری جانب سے اس تلوار کا ذائقہ چکھا ہے کہ جب وہ ہاتھ میں حرکت کرتی ہے تو گردنیں اڑاتی چلی جاتی ہے۔

ابالۃ زیر کے ساتھ لکڑی یا گھاس کے گٹھے کو کہتے ہیں اور ضعف علی ابالۃ مصیبت بالا نے مصیبت کے معانی میں آتا ہے۔

اتان-گدھی

اتان:- (ہمزہ اور تاء کے زبر کے ساتھ ہے) گدھی۔ لیکن گدھی کے لیے لفظ اتانۃ (تاء تانیث کے ساتھ) استعمال نہیں کریں گے اور یوں کہیں گے فلاں اتن (تین گدھیاں) جیسے کہ عناق اور عنق (بکری کا پچ) استعمال کرتے ہیں اور کثرت کے لیے اتن و اتن کہتے ہیں ہیں استائن الرجل (اس نے ایک گدھی خریدی اور اسے اپنے لیے رکھ لیا۔

محمد بن سلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک قریشی نے بیان کیا ہے کہ ایک دن خالد بن عبداللہ القشیری جو امیر عراق تھے شکار کرنے کے لیے نکلے۔ اتفاقاً وہ اپنے ساتھیوں سے پچھڑ کر تنہا رہ گئے تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عرب کا دیہاتی سامنے سے ایک دہلی اور کمزور گدھی پر سوار آرہا ہے اور اس کے ساتھ ایک بڑھیا بھی ہے۔ اس دیہاتی سوار سے قشیری نے کہا کہ تم کس خاندان کے فرد ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک معزز، قابل فخر خاندان سے ہوں اور میں اس گھرانے کا آدمی ہوں جسے عزت و سطوت ورش میں ملی ہے۔

قشیری نے کہا کہ کیا تم قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے ہو؟ اچھا یہ بتاؤ کہ تم اس قبیلے کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اس شاخ سے متعلق ہوں جو گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزہ بازی کرتے ہیں اور مہمانوں کے آنے پر معافیت کرتے ہیں۔ قشیری نے کہا کہ شاید تم قبیلہ عامر سے متعلق ہو۔ لیکن آخر اس کی کس شاخ سے ہو؟ اس دیہاتی نے جواب دیا کہ میں باعزت سروار اور قوم کا درد رکھنے والے خاندان کا ہوں۔ قشیری نے کہا کہ تم قبیلہ جعفر کے معلوم ہوتے ہو (لیکن یہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے) آخر اس کی کس شاخ سے متعلق ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس شاخ کے آفتاب و ماہتاب اور سپہ سالاروں کے خاندان سے منتسب ہوں۔ قشیری نے کہا کہ تم منتخب افراد سے ہو۔ مزید یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ گردش زمانہ اور خلفاء کی توجہات کے کم ہونے کی وجہ سے۔ قشیری نے کہا کہ تم نے اس مقصد سے کس کے یہاں کاراواہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تمہارے اس امیر سے کہ جس کی مالداری نے اسے اونچا پر پونچھا دیا ہے۔ لیکن اس کے خاندان والوں نے اسے گرا دیا

ہے۔ پھر قشیریؒ نے پوچھا کہ آخر تمہارا ان کے یہاں جانے کا کیا مقصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان کے آباء و اجداد کی داد و دہش سے مالا مال ہونے آیا ہوں۔ پھر قشیریؒ نے کہا کہ تم نے اب تک جتنے جوابات دیئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے ہیں۔ اعرابی نے اپنی عورت سے کہا (جو اس کی روئی تھی) کہ تم اشعار سناؤ۔ اس عورت نے کہا کہ ہم نے تو ملامت گر کی مدح سرائی میں بہت مصائب جھیلے ہیں آج تو چھوڑیے۔ اس لیے ملامت گر کی مدح سرائی باعث رسوائی ہے تو اس اعرابی نے کہا کہ نہیں اشعار سناؤ۔ تو اس عورت نے سنا شروع کیا۔

الیک ابن عبد اللہ بالجہ ازلت
ترجمہ:- اے ابن عبد اللہ ہم تمہارے پاس میدان کو طے کر کے جس مشقت سے آئے ہیں (وہ ہمیں معلوم ہے) اونٹ تھک گئے اور ان کی کرد و ہری ہو گئی ہے۔

علیہا کرام من ذویۃ عامر
ترجمہ:- اونٹ پر سوار ہو کر بنو عامر کے وہ شرفاء آئے ہیں جنہیں سیل عرم کی طرح خشک سالی نے بہت ہی زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔
یردن امراً یعطی علی الحمد مالہ
ترجمہ:- وہ ایسے گھر کا قصد کر کے چلے ہیں جو تعریف میں لٹاتا ہے اور جو وعطا اس کی فطرت ہے۔

فان تحط ماتھوی فہذا ثنائونا
ترجمہ:- اگر تم ہمیں نوازدیتے ہو تو ہماری طرف سے تمہاری مدح خوانیاں ہیں اور اگر نہیں دیتے (تو ہماری طرف سے کوئی زور نہیں) ملامت کی کوئی بات نہیں۔

قشیریؒ نے کہا کہ اے اللہ کے بندے تمہارے اشعار تو بہت عمدہ ہیں لیکن تم اتنی دلی گدھی پر سوار ہو کر آئے ہو اور تم یہ سمجھ رہے ہو کہ بھورے رنگ کے اونٹ پر بیٹھے ہوئے ہو اور تم نے اپنے اشعار میں آدمی کے وہ اوصاف بیان کئے ہیں جو تمہاری گفتگو سے ظاہر نہیں ہوتا۔

اعرابی نے کہا: اے بھتیجے جو ہم نے ملامت گر کی مدح سرائی میں مشقت جھیلی ہے وہ ہمارے لیے اشعار میں غلط تعریف سے زیادہ گراں ہیں۔

پھر قشیریؒ نے کہا کہ تم خالد بن عبد اللہ القشیری کو جانتے ہو تو اس اعرابی نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں ہی خالد بن عبد اللہ القشیری ہوں، تو اس اعرابی نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہی خالد ہو تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں جس سے تم سوال کر رہے ہو وہی خالد بن عبد اللہ القشیری ہے اور تم کو میں ایسی چیز دینے والا ہوں جس کا بدل تم نہیں دے سکتے۔ تو اس اعرابی نے کہا کہ اے ام مجلس تم اپنی گدھی کا رخ پھیر دو۔ القشیری اس عورت سے کہنے لگے تم ایسا نہ کرنا تم اور تمہارے شوہر دونوں یہاں ٹھہرے رہیں۔ اس اعرابی نے کہا کہ نہیں نہیں خدا کی قسم! کیا میں ان کو کچھ سنا کر مال لے سکتا ہوں۔ اتنا کہہ کر اس اعرابی نے گدھی کو موڑا اور چل دیا۔ قشیریؒ نے کہا کہ اس طرح کے کام یہ اور اس کے آباء کرتے ہی رہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اون پنا اور بکری کا دودھ دوبا اور گدھی پر سوار ہوا تو اس کے اندر ذرہ برابر

تکبر نہیں ہے۔“ (البیہقی)

اسی قسم کے مضمون کی تائید عبدالرحمن بن عمار بن سعد کے حالات زندگی میں مذکور ہیں۔ (اکامل)
نیز دوسری روایت میں حضرت جابرؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مندرجہ ذیل چیزیں کبر اور تکبر سے محفوظ رکھتی ہیں، اونی لباس غریب مومنین کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، گدھی پر سوار ہونا، بکری کو ٹانگوں میں دبا کر دوہنا اور تمہارا اپنے اہل و عیال کے ساتھ کھانا کھانا وغیرہ۔“

زرارہ بن عمرو النخعی، حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں نصف رجب ۹ھ کے قریب تشریف لائے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے راستے میں ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں خوف زدہ ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا کہ میں نے ایک گدھی اپنے اہل و عیال کے پاس چھوڑی جس نے ایک سالہ بکری کا بچہ سرخی مائل کالے رنگ کا جنم دیا ہے اور یہ دیکھا ہے کہ زمین سے آگ سلگی جو میرے اور میرے بیٹے جس کا نام عمرو ہے حائل ہو گئی ہے اور اس آگ سے آواز آرہی ہے کہ میرا شعلہ بیٹا اور تینا دونوں کو جلائے گا۔

تو حضور اکرم ﷺ نے اس آدمی کو یہ تعبیر دی کہ تو نے اپنے گھر میں ایک خوش طبع باندی چھوڑی ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے تیرا ہی بچہ جنا ہے اور وہ تیرا بیٹا ہے تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کہ وہ سیاہ رنگ کا سرخی مائل کمال سے پیدا ہو گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے قریب ہو جاؤ وہ قریب ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے والد کو برص تھا۔ تم اسے چھپا رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اس سے قبل سوائے آپ کے کسی نے یہ نہیں بتایا۔ پھر اس نے کہا کہ جی ہاں آپؐ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھا جو تم نے آگ دیکھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک فتنہ کی شکل میں میرے بعد ظاہر ہوگی۔ تو زرارہ نے عرض کیا کہ وہ کون سا فتنہ ہے جو آپ کے بعد برپا ہو جائے گا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں جھگڑیں گے اور وہ طباق الراس ہوں گے اور ان کی انگلیوں کے درمیان ایک مومن کا خون دوسرے کے سامنے اس طرح بنے گا جیسے کہ وہ پانی سے زیادہ سستا ہو اور اس کام کو گناہ گار اچھا سمجھیں گے۔ اگر تو اس فتنہ کو نہ پاس کا تو تیرا بیٹا ضرور دیکھے گا۔

زرارہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ دعا فرمادیجئے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھ سکوں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس فتنہ سے مراد فتنہ عثمانؓ ہے جس میں کہ آپؐ کو شہید کیا گیا اور الاسفح الاحوی چنگبرے کو کہتے

ہیں۔

عرب کہتے ہیں کان حمارا فاستان (یعنی وہ گدھا تھا پھر گدھی بن گیا) استانتن بمعنی صارا تانا یعنی قوی تھا ذلیل و کمزور ہو گیا۔ باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا۔ یہ مثل اس شخص کیلئے بولتے ہیں جو اولاً باعزت رہا ہو، بعد میں ذلیل بن گیا ہو۔

گدھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر، معیشت میں مددگار، انتہائی سود مند اور نسل و اولاد والی ہوتی ہے۔ اور لفظ الاتان ایٹان سے بنا ہے، ہمیشہ منفعت رساں۔

۱۔ شرعی حکم۔ گدھے کی دو قسمیں ہیں (۱) گھریلو گدھا (۲) جنگلی گدھا۔ بالاتفاق تمام ائمہ کے نزدیک جنگلی گدھا حلال ہے اور گھریلو گدھا بھی۔ امام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اخطب

اخطب:- احمر کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک صد لٹہ نامی پرندہ لٹہ ہے۔
شاعر نے کہا ہے۔

ولا انشی من طيرة عن مريوة اذا لاخطب الداعي على الدوح صرصرا

ترجمہ:- میں طیش کی وجہ سے اپنے پختہ ارادے سے نہیں پھرتا ہوں جب کہ اخطب لٹہ کسی بڑے درخت پر بیٹھ کر آندھی کو آواز دے رہا ہو (جس سے بدشگون لیا جائے)۔

اخطب ایسے گدھے کو کہتے ہیں جس کی پشت سبز رنگ کی ہو۔ طراء نحوی نے لکھا ہے خطاء ایسی گدھیوں کو کہتے ہیں جن کی پشت پر نکلی کال دھاریاں ہوں اور گدھے کو اخطب کہتے ہیں۔

أَخْيَضُرُ

(ابن سیدہ نے کہا ہے) اخضر لٹہ سبز رنگ کی مکھی جو کالی مکھی کے برابر ہوتی ہے۔

أَخِيل

اخیل اس پرندے کو کہتے ہیں جو سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کے بازوؤں میں اس کے رنگ کے برعکس ایک چمک سی موجود ہوتی ہے۔ اس پرندہ کا نام اخیل لٹہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی پشت میں ایک تل سا ہوتا ہے۔
بعض لغویین نے یہ لکھا کہ اسے شترق لٹہ کہتے ہیں (اور شترق فاختہ سے بڑا ایک پرندہ ہوتا ہے جس کو شترق اور شترق بھی

اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی و احمد کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن مالکیہ سے دو قول مروی ہیں۔ حرام ہونے کا بھی اور مکروہ ہونے کا بھی۔ مشہور یہی کہ ان کے نزدیک بھی حرام ہے۔ محدث العصر علامہ کشمیری نے لکھا ہے کہ گمریلو گدھا ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہے۔ (العرف الثانی ص ۳۳۵ والفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲ ج ۳) محمد عباس فتح پوری۔

لٹہ صد لٹہ اور یہ ایک پرندے کا نام ہے اس کی جمع صدان آتی ہے اور صد من الخیل وہ گھوڑا ہے جس کی پیٹھ زخمی ہو۔ (مصابح اللغات ص ۳۶۶)

لٹہ الصد:- PICUS VIRIDIS نامی میں ”صد“ اور ”بو صد“ ایک شکاری پرندے (LANIUS FALLAX) کو کہا جاتا ہے۔

لٹہ بعض نے اخطب کا اطلاق شکار پر بھی کیا ہے۔ (مصابح)

لٹہ بعض نے یہ کہا ہے کہ اخیضر اس پرندے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے اور اسی کو اخیل بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع خضاری آتی ہے۔ (مصابح اللغات)

لٹہ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ خیلان ایک دریائی جانور ہے جس کا نصف حصہ انسان جیسا اور نصف حصہ مچھلی کا سا ہوتا ہے۔ (مصابح ص ۳۶۶)

لٹہ الشترق:- سبز رنگ کا پرندہ (PICUS VIRIDIS) (ج)

کہتے ہیں۔ اس کا مفصل تذکرہ باب شین میں آئے گا اگر اس کو نکرہ استعمال کریں گے تو منصرف پڑھیں گے۔ علیت کے علاوہ اگر اس کو بطور نکرہ استعمال کیا جائے گا تو منصرف (حرکت کے ساتھ) آئے گا۔ لیکن بعض نحویین نے کہا ہے کہ چاہے اسے معرفہ استعمال کریں یا نکرہ دونوں صورتوں میں غیر منصرف رہے گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ التخیل مصدر سے اس کو صفت تسلیم کرتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

ذریعی وعلمی بالامور و شیمتی فما طائری فیہا علیک باخیلا
ترجمہ:- آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور تمام معاملات کو مجھے بتا دیجئے اس لیے کہ میری عادت یہ ہے کہ میں آپ کے بارے میں بد شکونی کا تصور تک نہیں کرتا۔

أَرَبْدُ

یہ ایک قسم کا زہریلا سانپ ہوتا ہے۔ اس کے کانٹے سے چرے کا رنگ خاکستری ہو جاتا ہے۔ اسی سے متعلق عبدالملک بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر پر زیادہ کو کھڑے دیکھا کہ وہ یہ اشعار پڑھ رہے ہیں۔

ان تحت الاحجار حزما وعزما وخصیما الد ذامعلاق
ترجمہ:- پتھروں کے نیچے لکڑیوں کے گٹھے کی طرح (سمٹا ہوا) بہادر سخت حملہ آور جھگڑالود دشمن ہے۔

حیة فی الوجار اربد لایت مع منه السلیم نفت الراقی
ترجمہ:- بٹ میں ایک اربد سانپ رہتا ہے جس کی پھنکار سے جھاڑ پھونک کرنے والا بھی محفوظ نہیں رہتا۔
زیاد نے کہا کہ جس سے بھی میں دشمنی کرتا ہوں تو آخری درجہ کی دشمنی کرتا ہوں اور جس سے بھائی چارگی و اخوت کا معاملہ کرتا ہوں تو اسے بھی آخر تک نبھاتا ہوں۔

(دمیری کہتے ہیں) کہ امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ ذو معلاق کے معانی انتہائی جھگڑالو کے ہیں۔
جیسے کہ مہلہل نے کہا۔

ان تحت الاحجار حزما و جودا وخصیما الد ذامعلاق
ترجمہ:- پتھروں کے نیچے ایک لکڑیوں کے گٹھے کی طرح (سمٹا ہوا) سخت حملہ آور جھگڑالود دشمن موجود ہے۔

ارخ

ابن درستیہ نے لکھا ہے کہ یہ دو سال کی اس مادہ گائے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ابھی جفتی نہ کی گئی ہو۔ اس کی جمع ادوخ و اراخ و اراخ آتی ہے۔ مزید موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے قبیلہ مزینہ کے ایک دیہاتی نے مکہ کے راستے میں یہ شعر سنایا جسے اس نے اپنے لیے کہا تھا۔

ایام عہدی فیک کاناہا ارخ یروود بروضہ مثقال
ترجمہ:- ”میری زندگی کے دن تمہارے ساتھ ایسے گزرے جیسے گور خر گٹھے جنگل میں رہتا ہے۔“

امام جوہریؒ نے لکھا ہے کہ لارخ جنگلی گائے (نیل گائے) کو کہتے ہیں۔ لیکن صاحب المغرب نے لکھا ہے کہ جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

أَرْضَة

(دیمک۔ گھن) یہ ایک چھوٹا سا جانور آدھے مسور کے دانہ کے برابر ہوتا ہے اور مکڑی کو کھاتا رہتا ہے۔ اس کو سرفۃؒ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ زمین کا کیرا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے (جس پر تفصیل کے ساتھ باب سین میں روشنی ڈالی جائے گی) لیکن چونکہ یہ اپنی کاریگری کا اظہار زمین ہی میں کرتا ہے تو یہ زمین ہی کی طرف منسوب کر دیا گیا اور اسے دابۃ الارض کہنے لگے ہیں۔

امام قزوینیؒ کہتے ہیں کہ دیمک جب ایک سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے دو لمبے لمبے پر نکل آتے ہیں جن سے وہ اڑنے لگتا ہے اور اسے دابۃ الارض (زمین کا کیرا) بھی کہتے ہیں۔ اسی کیرے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں جنات کو اطلاع دی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ چوٹی دیمک کی دشمن ہوتی ہے۔ چنانچہ چوٹی اس کے پیچھے کی جانب سے آتی ہے اور اسے اٹھا کر اپنے سوراخ کی طرف لے کر پھل دیتی ہے لیکن اگر وہ دیمک کے سامنے سے آتی ہے تو وہ اسے قابو میں نہیں کر پاتی، اس لیے کہ دیمک اس وقت مقابلہ کرنے لگتی ہے۔ (الاشکال)

دیمک کی خصوصیات | دیمک کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مکڑی کے جال کی طرح ایک اچھا سا مکڑی کا مکان بنالیتا ہے اور وہ نیچے سے بنتا ہوا اوپر کی طرف چڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے گھر کی کسی جہت میں ایک چوکور دروازہ ہوتا ہے اور اس کا گھر ایک تابوت ہوتا ہے۔ اسی سے کہا گیا ہے کہ تعلم الاوائل بناء النواویس علی موتاہم (کہ بڑے بزرگوں نے قبرستان کی عمارت اپنے مرنے والوں کے لیے بنانا سکھایا ہے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب قریش کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے اصحاب کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا ہے تو یہ بات قریش کو ناگوار معلوم ہوئی چنانچہ انہوں نے اس کا یہ اثر لیا کہ وہ حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کرام پر غم و غصہ کا اظہار کرنے لگے اور قریش نے بنو ہاشم کے خلاف آپس میں ایک معاہدہ کیا کہ وہ اب سے ان مسلمانوں سے نکاح نہیں کریں گے اور نہ بیع کا معاملہ رکھیں گے اور نہ ان سے ملیں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ اس معاہدے کے لکھنے والے، خنیفہ بن عامر نامی شخص تھا تو اس کے ہاتھ بے کار اور شل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب معاہدہ نامہ تیار ہو گیا تو انہوں نے اسے لے جا کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا اور تمام بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں بند کر دیا۔ یہ

۱۔ ارضۃ کے معانی دیمک اور گھن دونوں کے آتے ہیں لیکن اردو زبان میں دیمک اس کو کہتے ہیں جو مکڑی وغیرہ میں لگ جاتا ہے اور جو غلہ میں لگتا ہے اس کو گھن بولتے ہیں۔ ۱۳ عمر عباس فتح پوری۔

۲۔ سرفہ کے معانی لغت میں گھن کے ہیں جو سرخ جسم اور کالے سرو والا کیرا جو چھوٹی مکڑیوں کو اپنے لعاب سے جوڑ کر گھرناتا ہے اور اس میں داخل ہو کر مر جاتا ہے۔ اسی سے مثال بھی دیتے ہیں ہواضع من سرفۃ۔ وہ سرفہ (گھن) سے زیادہ کاریگر ہے۔ (مصباح ص ۷۳) (۳)

واقعہ محرم کی ابتدائی تاریخوں میں حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے ساتویں سال پیش آیا۔

اس معاہدے کی سب نے پابندی کی۔ لیکن بنو عبد المطلب نے اس سلسلہ میں جانبداری سے کام لے کر جناب رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا اور قریش نے بنو ہاشم کے لیے کھانے پینے کے سامان اور ان کے تمام لوازمات بند کر دیئے۔ پھر انہوں نے اس پر اتنی زبردست پابندی لگا دی کہ وہ خاص وقت میں نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس بازیگاہ میں ساری قوت صرف کر دی۔ انہوں نے یہ معاملہ تین سال تک قائم رکھا۔ پھر جناب باری تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اس معاہدہ نامہ پر مطلع کیا۔ جن میں ان لوگوں نے جو ر و ظلم کی باتیں اور اس قسم کے معاہدے کی پابندی پر عمل کرنے کو واجب قرار دیا تھا۔ چنانچہ اس معاہدہ نامہ کو سوائے اللہ رب العزت کے نام کے سب کو دیکھ چاٹ گیا تھا۔ بعد میں ابو طالب نے اہل قریش کو یہ بات بتائی کہ تمہارے اس معاہدہ نامہ کو دیکھ چاٹ گیا ہے تو قریش نے جب صحیفہ کو دیکھا تو واقعہ وہی بات تھی جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو بتایا تھا۔ چنانچہ قریش نے ان تمام محصورین کو شعب سے رہا کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک کھجور کے تنے کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے اسے منبر بنالیا تھا۔ وہ بتا آپ سے ایسے محبت و الفت کرنے لگا جیسے کہ اونٹنی اپنے بچے سے پیار کرتی ہے۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا تو وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر جب کبھی وہ سجدہ گاہ ختم ہونے لگا اور بدلنے لگا تو ابی بن کعب نے اس تنے کو اپنے گھر لے جا کر محفوظ کر لیا۔ جب وہ کھجور کا تنا بو سیدہ ہو گیا تو اس کو دیکھنے چاٹ ڈالا۔ چنانچہ وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ (ابن سعد وابن ماجہ)

(اس کا تفصیلی ذکر باب دال میں دود القز کے عنوان میں آجائے گا)

دیمک کا شرعی حکم | دیمک گندی چیز ہے اس لیے اس کا کھانا حرام ہے۔ قاضی حسین نے فرمایا ہے کہ اگر کسی ایسی جگہ جہاں دیمک نے گھر بنالیا ہو اور وہ زمین ڈھیلے دار ہو تو اس مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور وہ مٹی دیمک کے لعاب کے اختلاط کی وجہ سے مانع نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ دیمک کا لعاب پاک ہے تو گویا دیمک کی لعاب دار مٹی کا حکم اس آئے کا ہو گیا جس کو کسی سرکہ یا گلاب کے عرق سے گوندھا گیا ہو۔ لیکن دیمک کی چائی ہوئی لکڑی یا کتب کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہو تو ان سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ مٹی نہیں ہے اور تیمم صرف مٹی سے جائز ہے۔

کماوت و مثال | عرب کہتے ہیں ہوا اکل من ارضۃ وہ دیمک سے زیادہ کھانے والا ہے۔ یہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو زیادہ کھاتا ہو۔ جیسے اردو میں کہتے ہیں کھاؤ پیر پٹو۔

(۲) ہوا صنع من ارضۃ وہ دیمک سے زیادہ کارگر ہے۔ یہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اپنے فن میں کمال رکھتا ہو۔

تعبیر | دیمک کو اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے تو وہ علوم میں بحث و مباحثہ اور تکرار وغیرہ پر دلالت کرتا ہے۔

ارقم لہ

چنگبر اسناپ۔ یہ وہ سانپ ہے جس کی جسم پر سفیدی و سیاہی دونوں اس طرح معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ اس کے جسم پر کچھ لکھا

گیا ہو یا کسی قسم کا کوئی نقشہ بنایا گیا ہو۔

ایک واقعہ یوں نقل کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کی ہڈی توڑ ڈالی تو وہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں قصاص لینے کے لیے آیا تو آپ نے کسی وجہ سے قصاص دلانے سے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ معاملہ تو بالکل ارقم (چنگوڑیا سانپ) جیسا ہو گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اگر آپ سانپ کو چھوڑ دیں تو اس سے کسی وقت بھی ڈسنے کا خطرہ رہتا ہے اور اگر آپ اسے مار ڈالیں تو بھی نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

ابن الاثیر کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جنات سانپوں کے مارنے کا بدلہ لیا کرتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سانپ کا قاتل انتقال کر جاتا یا پاگل ہو جایا کرتا۔ (النهاية)

تو یہ بات بالکل ایسے ہی ہو گئی جیسے کہ کسی آدمی پر دو شری چیزوں کا اجتماع ہو گیا ہو اور وہ اس کے رد عمل کی کسی بھی تدبیر سے واقف نہ ہو تو گویا اس کا دونوں طرف سے نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو ہڈی بھی ٹوٹ گئی اور قصاص بھی نہیں ملا۔ (النهاية)

بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ ارقم (چنگوڑیا سانپ) وہ ہے جس کے جسم پر سرخی اور سیاہی دونوں ہوتی ہیں چنانچہ مذہب الملک ارقم کو تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے۔

کانون اذهب برده کانوننا مابین سادات کرام حلق
ترجمہ:- ”آتش دان نے اس کی ٹھنڈک کو ختم کر دیا ہے ہمارا آتش دان بڑے بڑے کریم لوگوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔“

بار اقم حمر البطون ظہورہا سود تلغغ باللسان الازرق
ترجمہ:- ”وہ آتش دان ارقم (چنگوڑیا سانپ) کے مانند ہے جس کے پیٹ میں سرخ رنگ کے خطوط اور پشت میں چنگبری رنگ کی دھاریاں ہوں اور وہ لپلا رہا ہو۔“

ارنب لہ

خرگوش۔ اس کی جمع ارانب آتی ہے اور یہ اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا جانور ہے جو بری کے چھوٹے بچے لہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس کے دونوں ہاتھ چھوٹے اور پیر لمبے ہیں۔ زرافۃ لہ جانور کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ نیز بھلی ٹانگوں کی مدد سے ہی چلتا پھرتا ہے۔

لہ الارنب: عمان میں LEPUS OMANENSIS، مصر میں L-AEZYPTIASVS اور مغربی فلسطین میں (SYRIACUS) اس کی دیگر اقسام

بھی ہیں۔

لہ عناق:

لہ زرافۃ ایک جانور کا نام ہے۔ جو اونٹ کے برابر ہوتا ہے اور اس کی اگلی ٹانگیں لمبی اور بھلی چھوٹی ہوتی ہیں۔ نیز اس کی گردن گھوڑے کے مانند ہوتی ہے اور کھال چیتے کے مانند اور اس کے چھوٹے چھوٹے سینک بھی ہوتے ہیں۔ اس کی جمع زرافانی و زرافانی و زرافات ہوتی ہے زراف کے نام سے آج بھی معروف و مشہور ہے۔ (مصلح ص ۳۳۶)

جاظہ کہتے ہیں کہ جب تم ارب بولو گے تو مادہ ہی مراد ہوگی جیسے کہ عقاب کہنے سے اس کی مادہ مراد ہوتی ہے اور یوں استعمال کریں گے۔ هذا العقاب وهذه الازنب۔

مرد نحوی نے کہا ہے کہ عقاب کا اطلاق نہ اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ ان دونوں میں اسم اشارہ سے تمیز کریں گے جس طرح کہ ارب میں کرتے ہیں۔ (الکمال)

عربی میں خرگوش کو خُزْد کہتے ہیں اور اس کی جمع خِزَان آتی ہے جیسے کہ صرد و صردان۔ دیگر لغات میں اس کی جمع اخِزَة بھی ملتی ہے اور مادہ خرگوش کے لیے لفظ عکروشة استعمال کریں گے اور خرگوش کے بچے کے لیے خورنق استعمال کرتے ہیں اور اس کے جوزوں کے لیے تین لفظ علی الترتیب آتے ہیں۔ پہلے خورنق پھر سخلة پھر ارب کہتے ہیں۔

خرگوش کی ایک قسم ایسی ہوتی ہے کہ اس کے جسم کے ایک حصے میں ہڈی اور دوسرے حصے میں گوشت کا پٹھ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی نوع لومڑی میں بھی پائی جاتی ہے۔

بسا اوقات مادہ خرگوش اپنے نر سے خود جفتی کرنے لگتی ہے۔ چونکہ اس میں شہوت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ نیز مادہ خرگوش حالت حمل میں جفتی کر لیتی ہے۔ اس جانور میں عجیب و غریب بات یہ ہے کہ یہی جانور ایک سال نہ رہتا ہے اور دوسرے سال مادہ بن جاتا ہے۔ (فسبحان القادر علی کل شئی)

خرگوش اور باندی کا عجیب و غریب قصہ ابن اثیرؒ نے ۱۱۳ھ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ میرے ایک دوست نے خرگوش کا شکار کیا تو جب اس نے اس خرگوش کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں عضو مخصوص بھی ہے اور ایک شرمگاہ بھی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے جب اس کا پیٹ چاک کر کے معائنہ کیا تو دونوں چیزوں کو موجود ہونے کی وجوہات موجود تھیں۔

ابن اثیرؒ نے اس سے بھی تعجب فیزدو سرا دقتہ نقل کیا ہے کہ ہمارے ایک پڑوسی کی لڑکی تھی جس کا نام صفیہ تھا۔ جب اس کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اس کے مردانہ عضو مخصوص نکل آیا۔ پھر اس کے بعد اس کے داڑھی بھی نکل آئی۔ چنانچہ اس میں دونوں جنسوں کے عضو مخصوص جمع ہو گئے۔ (اسی قسم کی مثال ضعیف میں بھی آئے گی۔)

خرگوش کی خصوصیات | خرگوش کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آنکھیں کھول کر سوتا ہے۔ جب شکاری آتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی ہوئی دیکھ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ جاگ رہا ہے تو وہ واپس چلا جاتا ہے۔ خرگوش کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ جب یہ دریا دیکھتا ہے تو مرجاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے اکثر یہ دریا کے کنارے پائے جاتے ہیں۔ امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔

عرب خرگوش کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ جنات خرگوش میں حیض ہونے کی وجہ سے اس سے دور رہتے ہیں۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

وضحک الارانب فوق الصفا کمثل دم الحرب يوم اللقا

ترجمہ:- صفا پہاڑی پر خرگوش کے حیض کا خون اس طرح بکھرا ہوا ہے جس طرح کہ جنگ کے دن خون بہتا رہتا ہے۔

تنبیہ:- چار قسم کے جاندار ایسے ہیں جن کو حیض آتا ہے (۱) عورت (۲) ضعیف (گلز بگڑ ہنڈار)۔ (۳) چمگاڈ۔ (۴) خرگوش۔

اور بعض اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ کتیا کو بھی حیض آتا ہے۔

چنانچہ جابر بن الحویرث عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ نے خرگوش کے بارے میں فرمایا کہ انہیں حیض آتا ہے۔“ (ابوداؤد)

ابن معین نے جابر بن الحویرث کے بارے میں فرمایا کہ میں انہیں نہیں جانتا لیکن ابن حبان ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن صرف ایک ہی حدیث کی روایت ان سے مشہور ہے۔

ابن عمرؓ سے ایک اور روایت میں ہے۔

”جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک خرگوش پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے تناول نہیں فرمایا اور نہ اس سے روکا۔“ (البیہقی)

گویا حضور ﷺ کا خیال یہ تھا کہ خرگوش کو حیض آتا ہے اور وہ گوشت وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ جگلی کرتا ہے یعنی کرتا ہے نیز اس کے دونوں پیروں کے نیچے اور جڑوں کے اندر روئی حصے میں بال بھی ہوتے ہیں۔

خرگوش کا شرعی حکم تمام علماء کے نزدیک خرگوش کا گوشت حلال ہے۔ لیکن ایک روایت کے مطابق مکروہ ہے جس کی روایت ابن عمرؓ اور ابن ابی لیلیٰ نے کی ہے اور ہم اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو ایک طبقے نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے۔

”کہ (ایک دن) ہم نے مقام مرانہرمانؓ میں (شکار کے لیے) ایک خرگوش کا تعاقب کیا۔ چنانچہ میں نے (دوڑ کر) اس کو پکڑ لیا اور پھر اس کو ابو طلحہ کے پاس لایا۔ ابو طلحہ نے اس کو ذبح کیا اور اس کا ایک سرین اور دونوں رانیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔“ (بخاری و مسلم و ترمذی)

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے قبول فرما کر اس سے تناول بھی فرمایا۔ (کتاب البہ) ایک دوسری روایت میں ہے۔

”میں ایک طاقتور نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے ایک خرگوش کا شکار کیا اور اس کا گوشت پکایا۔ مجھے حضرت ابو طلحہ نے اس کی ایک ران دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔“ ایک دوسری حدیث میں ہے۔

سہ کتاب الرحمتہ فی اختلاف الائمہ میں لکھا ہے کہ باتفاق تمام علماء کے نزدیک خرگوش حلال ہے۔ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ سب کے نزدیک خرگوش کا گوشت حلال ہے لیکن روافض کی طرف اس کی حرمت منسوب کی جاتی ہے۔ (عرف النذی ص ۴۴۵)

سہ مرانہرمان۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پرانے راستہ کے قریب مکہ سے شمالی جانب تقریباً سولہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک نخلستانی علاقہ ہے جہاں تھوڑی بہت آبادی بھی ہے۔ مکہ مکرمہ میں تازہ سبزیاں اور نباتاتی اشیاء ہمیں سے پہنچائی جاتی ہیں۔ مکہ کے لوگ یہاں پکک کی غرض سے بھی آتے ہیں۔ اب آج کل اس جگہ کو ”وادی فاطمہ“ بھی کہنے لگے ہیں لیکن یہ نسبت حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرف نہیں ہے بلکہ سوڈیزہ سوسال پہلے ترکی عہد کی فاطمہ نامی اکی مالدار عورت کی طرف اشارہ ہے۔

”جناب رسول اللہ ﷺ سے خرگوش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ حلال ہے۔“
محمد بن صفوان سے ایک دوسری حدیث منقول ہے:-

”کہ انہوں نے دو خرگوشوں کا شکار کیا پھر ان دونوں کو پتھر کے دو ٹکڑوں سے ذبح کیا۔ اتنے میں جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپؐ نے ان دونوں کو کھانے کا حکم فرمایا۔“

لیکن ابن قانع کی معجم میں محمد بن صفوان یا صفوان بن محمد سے روایت ہے۔

دوسری جماعت کا استدلال | جن علماء نے خرگوش کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے مثلاً ابن ابی لیلیٰ اور ان کے تمام موافق علماء۔
وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

”جب ان بن جزء کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ خرگوش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہ تو میں اسے کھاؤں گا اور نہ اسے حرام کہتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کی وجہ دریافت کی کہ ایسا کیوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اسے خون آتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اچھا لگڑ بگڑ (ہنڈار) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا لگڑ بگڑ کو کون کھائے گا۔ (ترمذی)

امام ترمذی کے خیال میں اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ نیز امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ابو بکر بن ابی شیبہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن اس میں ضعیف کے ساتھ ثعلب سلمہ اور ضرب کا اضافہ موجود ہے۔

جب کہ بعض روایات میں ہے:-

”اور میں نے نبی کریم ﷺ سے بھیڑیے کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا اسے کوئی بھی شخص نہیں کھائے گا جس کے اندر رذرا سا خیر ہو گا۔“

امام میریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی ضعیف حدیث نہیں ہے جس میں خرگوش کی حرمت کی تصریح موجود ہو۔ لیکن ان دو قسم کی روایات سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ خرگوش گندہ جانور ہوتا ہے لیکن اسے کھایا جاسکتا ہے۔

مثالیں اور کھاوتیں | اہل عرب خرگوش سے بھی مثالیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں اطف من ارنب و اطعم اخاک من کلیۃ الانب (خرگوش سے گردے لے کر اپنے بھائی کو کھلاؤ) اسی طرح کی ایک دوسری مثال بھی ہے۔

اطعم اخاک من عقنقل المضب (اپنے بھائی کو گوہ کی انتڑیاں کھلاؤ۔“ یہ دونوں مثالیں اہل عرب غناری، غمگساری اور مدد کرتے وقت بولتے ہیں فی بیتہ یوتی الحکم (اس کے گھر میں ہی فیصلہ دیا جاتا ہے) اہل عرب نے یہ ضرب المثل جانوروں سے لی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی مشہور ہے۔ ایک خرگوش نے ایک کھجور اٹھائی اسے لومڑی نے چھین کر کھالیا۔ چنانچہ یہ دونوں جھگڑا کرتے ہوئے اپنا مقدمہ گوہ کے پاس لے گئے۔ خرگوش نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اے ابو حسل (یہ گوہ کی کنیت ہے) تو گوہ نے کہا سمیعاد عوت (کہ تو نے سننے والے ہی کو پکارا ہے) خرگوش نے کہا ہم دونوں تمہارے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہیں تو گوہ نے کہا عادلاً حکیمًا (کہ تم منصف اور دانائی کے پاس آئے ہو) پھر خرگوش نے کہا کہ تم ہمارے پاس آؤ۔ گوہ نے کہا فی بیتہ

لہ لگڑ بگڑ۔ گوہ۔ لومڑی۔ اور بھیڑیا ان سب کا گوشت بالاتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔ محمد عباس فتح پوری۔

یونہی الحکم (عدالت میں ہی فیصلہ کے لیے آیا جاتا ہے۔)

خرگوش نے کہا کہ میں نے ایک بھجور پائی۔ گوہ نے کہا۔ حلوة فکلیہا (بھجور تو میٹھی ہوتی ہے کھالو) خرگوش نے کہا اسے لومڑی نے چھین لیا ہے۔ تو گوہ نے کہا نفسہ بغی الخیر (اپنے لیے ہی بھلائی اور اچھائی کی جاتی ہے۔) خرگوش نے کہا کہ پھر میں نے اسے ایک ہاتھ رسید کیا۔ تو گوہ نے کہا بحقک اخذت (تو نے اپنا حق وصول کیا) خرگوش نے کہا تو پھر اس نے میرے بھی رسید کر دیا۔ تو گوہ نے کہا حوالہ النصر لنفسہ (کہ آزاد نے اپنی ہی توبہ دے دی) تو خرگوش نے کہا۔ تم ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ تو گوہ نے کہا قد قضیت (میں نے تو فیصلہ کر دیا)

چنانچہ گوہ نے جو جو باتیں کہی تھیں وہ سب ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگیں۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے۔

ایک مرتبہ عدی بن ارطاة قاضی القضاہ شریح کے پاس عدالت میں آئے تو عدی نے کہا آپ کہاں ہیں؟ تو قاضی شریح نے فرمایا بینک و بین الحائط (تمہارے اور دیوار کے درمیان ہوں) عدی نے کہا کہ میں ایک مقدمہ لے کر آیا ہوں۔ آپ سماعت فرمائیے تو قاضی نے کہا لا سماع جلست (سننے ہی کے لیے تو بیٹھا ہوں) عدی نے کہا۔ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔ تو قاضی نے فرمایا بالوفاء والبنین (بیوی سے موافقت اور اولاد نصیب ہو) پھر عدی نے کہا۔ اس کے گھر والوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ میں اسے ان کے گھر سے باہر نہیں لے جا سکتا۔ تو قاضی صاحب نے فرمایا اوف لهم بالشرط (تم ان کی شرط پوری کرو) عدی نے کہا۔ میں تو ان کے گھر سے لے جانا چاہتا ہوں۔ قاضی نے کہا فی حفظ اللہ (خدا حافظ ہے) عدی نے کہا۔ آپ فیصلہ کر دیجئے۔ قاضی جی نے فرمایا قد فعلت (میں نے کر تو دیا) عدی نے کہا کس پر کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا علی ابن امک (تمہاری ماں کے بیٹے پر) عدی نے کہا کس کی شہادت سے؟ قاضی نے کہا بشهادة ابن أخت خالک (تمہاری خالہ کی بہن کے لڑکے کی شہادت دینے سے)

قاضی شریح کے حالات

شریح بن الحرث بن قیس الکندی۔ آپ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کوفہ میں قاضی کی حیثیت سے پچھتر سال تک خدمت کرتے رہے۔ اتنی طویل مدت میں

آپ سوائے تین سال کے برابر عہدہ قضاء پر مامور رہے۔

واقعہ یوں پیش آیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں جو فتنہ اٹھا تھا اسی دوران آپ سے حجاج بن یوسف نے استعفیٰ طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فوراً استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد آپ نے کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہیں فرمایا۔ پھر آپ کا انتقال ہو گیا۔

قاضی شریح کا شمار اکابر تابعینؓ باکمال چنیدہ لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ خاص طور پر قضاء کے معاملات میں بڑا درک رکھتے تھے۔ آپ کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھ نہیں آئی تھی۔ اکابر میں اس قسم کے چار حضرات ایسے گزرے ہیں جو کوچ تھے۔ چہرے پر بڑھاپے تک بال نہیں آئے تھے۔ (۱) عبداللہ بن زبیرؓ (۲) قیس بن سعد بن عبادہؓ (۳) احنف بن قیس جو حلم و بردباری میں ضرب المثل ہیں (۴) قاضی شریح۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ قاضی شریحؓ کے صرف ایک اولاد تھی چنانچہ جب آپ بیمار ہوئے تو یہی مرض آپ کا جان لیوا ثابت ہوا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ انتقال سے قبل آپ کا بیٹا بہت پریشان تھا مگر بعد میں وہ بالکل نہیں گھبرایا۔ یہ حالت دیکھ کر کسی نے آپ کے

بیٹے سے سوال کیا۔ یہ کیا بات ہے کہ اس بیماری سے قبل تو آپ بہت پریشان نظر آ رہے تھے اور آپ پر کسی طرح کے خوشی کے آثار نہیں آتے تھے اور اب یہ حال ہے۔ تو آپ کے صاحبزادے نے جواب دیا کہ اس وقت میری گھبراہٹ ان کے لیے رحمت اور شفقت کے طور پر تھی۔ لیکن جب تقدیر کا لکھا ہوا واقعہ ہو گیا تو پھر میں اس کے قبول اور تسلیم کرنے پر رضامند ہو گیا۔ (وفیات الاعیان)

انہی سے متعلق امام ابن الفرج الجوزیؒ نے ایک مرتبہ اور نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ زیاد نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں لکھا۔ ”اے امیر المومنین! میں نے اپنے ہائیں ہاتھ سے عراق کو آپ کے لیے قابو کر رکھا ہے اور دائیں ہاتھ کو آپ کی اطاعت و فرمان برداری کے لیے فارغ کر دیا ہے اس لیے آپ مجھے حجاز کا والی بنادیتے۔ اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ زندہ تھے اور مکہ میں سکونت پذیر تھے تو اس درخواست کی اطلاع حضرت ابن عمرؓ کو پہنچی کہ زیاد نے حضرت معاویہؓ سے اس قسم کی درخواست کی ہے۔ چنانچہ آپ نے زیاد کے لیے بددعا فرمائی۔ خدا یا اگر آپ چاہیں تو ہم سب کو زیاد کے دائیں ہاتھ سے محفوظ رکھئے۔ اس بددعا کا اثر یہ ہوا کہ زیاد کے دائیں ہاتھ میں طاعون ہو گیا اور تمام اطباء کا یہ اتفاق ہو گیا کہ دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

زیاد نے تمام اطباء کی اس رائے پر قاضی شریح سے مشورہ کیا (کہ مجھے یہ مرض ہے اور اطباء نے یہ مشورہ دیا ہے) قاضی شریح نے یہ مشورہ دیا کہ آپ ہاتھ نہ کٹوائیے۔ اس لیے کہ یہ رزق تو تقسیم ہو چکا ہے اور موت بھی مقرر ہو چکی ہے۔ مجھے یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا میں جب تک زندہ رہیں ہتھ کٹے رہیں۔ لیکن اگر آپ ہاتھ کٹوا دیں گے اور اسی دوران موت بھی آجائے تو آپ خدا کے پاک سے ہاتھ کٹنے کے بارے میں سوال کریں گے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے کہ جب خداوند قدوس آپ سے ہاتھ کٹنے کے بارے میں سوال کریں گے کہ تم نے اپنے ہاتھ کیوں کٹوائے تھے؟ تو آپ یہ جواب دیں گے کہ قضاء و قدر کے خوف اور آپ سے ملاقات نہ کرنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ میں موجود ہے کہ زیاد کی اسی دن موت واقع ہو گئی۔ زیاد سے اکثر لوگ خوش رہتے تھے۔ قاضی شریح کے اس قسم کا مشورہ دینے پر لوگ قاضی صاحب کو برا بھلا کہنے لگے تو آپ لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہتے تھے کہ اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ نہ کرتا اور مشورہ دینے والے کو امانت دار ہونے کی شرعی پابندی نہ ہوتی تو میں بھی یہی چاہتا کہ زیاد کا ایک ہاتھ آج اور پاؤں کل کاٹا جاتا۔ پھر ہر ایک عضو کو روزانہ کاٹا جاتا۔

اسی موقع سے ابو الفتح البتی نے اپنے لیے قصیدہ میں کہا

قد استوت منه اسرار و اعلان

لاستشیر غیر ندب عازم فطن

ترجمہ:- ہوشیار و زیرک اور عقلمند کے علاوہ اور کسی سے مشورہ نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ اس کے نزدیک اندرون اور بیرون دونوں برابر ہیں۔

فیہا ابواکما للحرب فرسان

فللتدابیر فرسان اذا رکضوا

ترجمہ:- ”اور تدبیروں کے لیے شہسوار بھی ہوتے ہیں جب کہ وہ اس میں قدم رکھتے ہیں تو لوٹتے ہیں جس طرح کہ میدان جنگ میں شہسوار ہوتے ہیں۔“

(یہ ایک طویل قصیدہ ہے باب ثناء میں ثعبان کے تحت اس قصیدہ کا ذکر بھی آجائے گا۔)

مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی شریح سے حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مومن آدمی تھا۔ تو

قاضی نے جواب دیا کہ وہ طاعوت (شیطان) پر ایمان و یقین رکھتا تھا اور اللہ کے ساتھ کفر کرتا تھا۔

قاضی صاحب کی وفات ۸۰۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی۔

خرگوش کے طبی فوائد | جاحظؒ نے لکھا ہے کہ اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی شخص خرگوش کے ٹخنے پنے رہے تو اس پر نگاہ بد اور سحر اثر انداز نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ جناتؒ خرگوش کے قریب اس وجہ سے نہیں آتے

کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جنہیں حیض آتا ہے۔

○ اگر کسی شخص کے شفاء پا جانے کے بعد کسی عضو میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہو گئی ہو تو ایسے شخص کو خشکی کے خرگوش کو بھون کر اس کا دماغ کھانے میں دیا جائے تو نہایت مفید ثابت ہو گا۔

○ اگر کوئی شخص دوپٹے کے برابر خرگوش کا دماغ لے کر نصف رطل کے چھٹے حصہ کے برابر گائے کا دودھ لے کر استعمال کرے تو اس نئے کے عمل پیرا ہونے والے شخص پر بڑھاپے کے آثار پیدا نہ ہوں گے۔

○ خرگوش کا انفہ (پنیر مایہ) سرطانؒ کے مرض میں لگنا بہت ہی مفید ہے۔

○ اگر کوئی عورت ز خرگوش کے انفہ کو پی لے تو اس کے زوالاد پیدا ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت مادہ خرگوش کی انفہ پی لے

۱۔ ابو عثمان عمر بن محبوب جاحظؒ یہ بڑے درجہ کے ادیب، فصیح اور بلیغ عالم گزرے ہیں۔ معتزلہ کے اماموں میں سے تھے۔ نظام معتزلہ کے شاکر تھے۔ نیز ابو طلحہ عمرو بن قلع کھانی کے غلام تھے۔ ان کے دادا سیاح فام اور عمرو بن قلع کے ساربان تھے۔ جاحظ بصرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم حاصل کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ باقاعدہ معتزلہ کے ایک فرقہ کے بانی تھے جو جاحظیہ نام سے مشہور ہوا۔ ان کا انتقال بصرہ ہی میں ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۸ھ میں ہوا۔ ان کی مشہور تصانیف ”کتاب المیوان“، ”کتاب الجملاء“ اور ”الایمان والتین“ وغیرہ ہیں۔

۲۔ ”جنات“ خدا کی ایک مستقل مخلوق ہے جس کی حقیقت تخلیق سے ہم اچھی طرح واقف نہیں اور نہ عام انسانی آبادی کی طرح نظر آتے ہیں لیکن قرآن نے جو تصریحات کی ہیں وہ ہمارے لیے ضروری قرار دیتی ہیں کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں۔ اسی طرح وہ شریعت کے مکلف بھی ہیں ان میں تو الدو تا سلسلہ کا سلسلہ بھی ہے۔ اسی طرح ان میں نیک و بد بھی ہیں۔ قرآن کی دیگر آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی جن ہی کے نسل سے ہے اور ابلیس نے خدا کے سامنے بحث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اس کی آگ سے تخلیق ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں لفظ جن اور جان۔ اجنہ، سینستیس مرتبہ ایکس آیات میں مذکور ہوا ہے (قص القرآن ص ۱۱۳۲ ج ۱) لیکن جنات ہمیں نظر نہیں آتے۔ تو نظر نہ آنے سے یہ ضروری نہیں کہ ہم ان کا انکار کر دیں۔ اس لیے کہ مشاہدہ میں تو غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے لیکن وحی الہی اور نبی کریم ﷺ کی خبریں غلطی کا امکان نہیں ہے اور ان چیزوں کا اقرار بھی بعید از عقل نہیں ہے اس لیے کہ بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن سائنس کی ترقی سے وہ ہمیں نظر آنے لگی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا وجود اس سے قبل نہیں تھا۔ ۱۲ (محمد عباس فتح پوری فاضل دیوبند)

۳۔ انفہ بکری کا بچہ جو صرف ابھی دودھ پی پیتا ہو، اس کے پیٹ سے ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لٹ پت کر لیتے ہیں۔ پھر وہ پنیر کے مانند گاڑھا جاتا ہے۔

عوام اسے مجنہ کہتے ہیں ۱۳ مصباح اللغات۔ اردو میں پنیر مایہ اور مت بھی کہتے ہیں۔

۴۔ سرطان ایک بھوڑے کا نام ہے جس میں کیڑے کی ٹانگوں کی طرح رگیں دکھائی دیتی ہیں (مصباح اللغات)

انگلش میں اسے کینسر کہتے ہیں۔

تولڑکی پیدا ہوگی۔

○ اگر خرگوش کی میٹھی یا گوبر کو عورت باندھ کر لٹکا لے تو عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔

○ بقراطؑ نے لکھا ہے کہ خرگوش کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ پیٹ کو صاف کرتا ہے۔ اور پیشاب اچھی طرح سے کھل کر آتا ہے اور وہ خرگوش اچھا سمجھا جاتا ہے جسے کتے نے شکار کیا ہو تو یہ موٹاپے کے اضطرابی حالت میں نفع بخش ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ عمل کرنے سے نیند ختم ہو جاتی ہے اور سوداء کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کے دفعیہ کے لیے اطباء نے ترمصالحے کی تجویز کی ہے۔ البتہ یہ مذکورہ عمل ٹھنڈے مزاج والوں کے لیے زیادہ سازگار معلوم ہوتا ہے۔

○ اگر خرگوش کا دماغ بھون کر فلفل کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو ریشہ کے لیے مفید ہے۔

○ بعض خرگوش کا گوشت خشک ہوتا ہے اس لیے کہ انہیں چرنے کے لیے ایسی جگہ چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں پانی میں گھانس پھونس وغیرہ رہتی ہے جس سے ان کے گوشت میں زیادہ خشکی پیدا ہو جاتی ہے بہ نسبت ان خرگوشوں کے جن کو گھر ہی میں چرایا گیا ہو۔

○ امام قزوینیؒ کہتے ہیں اگر ایک دانق سٹہ خرگوش کے دماغ میں دو جے کا فور ملا کر کسی کو پلا دیا جائے تو جو بھی اس شخص کو دیکھے گا تو وہ محبت کرنے لگے گا اور اگر کوئی عورت اسے دیکھ لے گی تو وہ عاشق ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک ساتھ رہنے کے لیے مطالبہ کرے گی۔

○ خرگوش کا خون اگر کوئی عورت نوش کر لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر اس کے خون کو سپید داغوں اور جھائیوں میں لگائے تو ان شاء اللہ وہ ختم ہو جائیں گے۔

○ اگر کوئی عورت خرگوش کے دماغ کو کھا کر اس میں سے پھر تھوڑا اپنی شرم گاہ میں رکھ لے بعد میں شوہر صحبت کرے تو وہ عورت ان شاء اللہ حاملہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس کے دماغ کو لے کر بچوں کے مسوڑھوں میں لگا دیا جائے تو ان کے دانت جلد تر نکل آئیں گے۔

○ اگر کوئی شخص خرگوش کے خون کا سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے بال نہیں آئیں گے۔ مگر اس

سٹہ بقراط مشہور قدیم اطباء میں سے ہے۔ یونان کے جزیرہ کوس میں ۴۶۰ قبل مسیح پیدا ہوا۔ اس کو ارتعاش شستہ نے ہدیہ بھیج کر علاج معالجہ کے لیے بلایا تھا لیکن اس نے ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور معالجہ کے لیے بھی نہیں گیا۔ اس لیے کہ وہ اس کے وطن کے دشمنوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا انتقال تسالیا میں ہوا۔

اس کی بعض تصانیف کو عربی زبان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جیسے ”تقدیرۃ المعروف“ اور ”طیبة الانسان“ وغیرہ۔ (المنجد ص ۸۰ ج ۲)

سٹہ زکریا قزوینیؒ ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک زبردست عالم ہونے کے ساتھ ساتھ طبی علوم سے دل چسپی رکھتے۔ شرواط میں عمدہ قضا سمعلا اور ایک عجیب و غریب کتاب ”کتاب الخلقوات“ تصنیف کی جس کی وجہ سے آپ بلیونس العرب اور ہیرودوس کے لقب کے مستحق ہوئے۔ ۱۲۸۳ھ میں اختتام ہوا۔ ۱۲۰۳ھ واق کو دانگ بھی کتے ہیں۔ چھ رقی دزن بقول بعض پونے چار رقی کو جبہ و دو جو کے برابر۔ لوبیا کا وزن ساڑھے سات رقی کے برابر ہوتا ہے اور اوقیہ ساڑھے سات مثقال کا ہوتا ہے۔ مثقال دو ماشہ پونے چھ رقی یا چار ماشہ چھ رقی کا ہوتا ہے۔

۔۔ فلفل۔ سیاہ مرچ۔

حکیم نے لکھا ہے کہ اگر خرگوش کے پتے کو گھی اور عورت کے دودھ میں ملا کر بطور سرمہ استعمال کریں تو اس سے آنکھوں کے پھولے اور دیگر زخموں سے نجات مل جائے گی۔

○ خرگوش کے خون کو جسم کے کالے داغوں میں لگایا جائے تو ان شاء اللہ یہ شکایت جاتی رہے گی۔

○ اگر کوئی بستر میں پیشاب کرنے کا عادی ہو گیا ہو تو خرگوش کا گوشت پابندی کے ساتھ کھانا مفید رہے گا۔ ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر انفعۃ الارنب کو سرکہ میں ملا کر نوش کیا جائے تو سانپ کے زہر کے لیے مفید ہے۔

○ اسی طرح اگر اسے ایک لوبیا کے برابر نوش کرائیں تو چھوٹا بچہ بخار جاتا رہے گا۔ لیکن اگر ایک درہم کی مقدار پلائیں تو ولادت آسانی سے ہوگی۔

○ اسی طرح اگر اس کے پیڑیاہ کو عطمی میں ملا کر زخم پر رکھ دیا جائے تو وہ زخمی کیل ان شاء اللہ جلد تر نکل جائے گی اور اسی عمل سے بدن سے کاٹا بھی نکل جائے گا۔

○ اگر خرگوش کے گوشت کو حمام (غسل خانہ) میں دھونی دے دیں تو پھر جو بھی اسے سوکھے گا تو اس سے گوز نکلے گی۔

○ اگر کوئی شخص خرگوش کے خبیہ کو کسی ایسی جگہ لیپ کر دے جہاں کسی موذی جانور نے دس لیا ہو تو اس کے زہر کے اثرات جاتے رہیں گے۔

○ اگر خرگوش کی چربی کو کسی عورت کے تکیے کے نیچے رکھ دیں تو وہ عورت خود بخود نیند کی حالت میں راز فاش کر دیگی۔

○ اگر کوئی خرگوش کی ڈاڑھ کو گلے میں باندھ کر لٹکالے تو وہ ڈاڑھ کے درد سے محفوظ رہے گا اور اسے سکون نصیب ہوگا۔

تعبیر | خرگوش کی خواب میں تعبیر ایک خوب صورت عورت کی ہے لیکن اس عورت میں محبت والفت نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں خرگوش کو ذبح کر دیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کی عورت زندہ نہیں رہے گی یا اس سے جدا ہو جائے گی۔

اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس نے خرگوش کا پکا ہوا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے ایسی جگہ سے رزق ملے گا جہاں سے اسے تصور تک نہ رہا ہوگا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے خواب میں خرگوش کا شکار کیا ہے یا کسی نے خرگوش بطور ہدیہ عنایت کیا ہے یا اس نے خرگوش خریدا ہے تو ان سب کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے رزق کی دولت نصیب ہوگی۔ لیکن اگر ان خوابوں کا دیکھنے والا غیر شادی شدہ ہو تو اس کا کہیں سے رشتہ آئے گا۔ لیکن اگر وہ شادی شدہ تھا تو اس کے اولاد ہوگی یا وہ اپنے مخالف آدمی پر غالب اور کامیاب ہوگا۔

ارنب بحری

دریائی خرگوش۔ امام قزوینی نے فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسا جانور ہوتا ہے جس کا سر خرگوش کے مانند اور اس کا تمام بدن مچھلی کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن شیخ الرئیس بن سلہ سینا نے کہا ہے کہ وہ ایک چھوٹا سا زہریلا جانور ہے جو سیپ میں پیدا ہوتا ہے اور وہ اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے نوش کر لے تو فوراً ہمیشہ کی نیند سو جائے گا۔

لہ بولعی سینا۔ صفریہ ۳۰ میں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت بخارا میں ہوئی۔ دس سال میں قرآن مجید اور علم ادب کا کافی حصہ ازبر کر لیا تھا۔ یہ ایک ماہر

دریائی خرگوش کا شرعی حکم | اس کا گوشت چونکہ زہریلا ہوتا ہے اس لیے فقہاء نے اس کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ جانور فقہاء کے اس قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ما اکل شبهہ فی البر اکل شبهہ فی البحر جس جانور کا ہم شکل خشکی میں کھانا جائز ہو گا اس کا ہم شکل دریائی بھی جائز ہو گا۔ اس لیے یہ جانور شکل و صورت میں خشکی و صورت میں خشکی والے خرگوش کے مکمل مشابہ نہیں ہوتا۔ صرف نام کی مشابہت علت کے لیے کافی نہیں سمجھی گئی۔

اُرویۃ

پھاڑی بکری۔ ارویہ ہمزہ پر پیش اور زیر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں۔ راء پر سکون واؤ پر زیر اور یاء پر تشدید کے ساتھ ہے اور یہ لفظ زر کے لیے بولا جاتا ہے۔ مادہ کے لیے وعلی استعمال کرتے ہیں۔ اسی مادہ سے ایک لفظ عورت کے لیے بھی بولتے ہیں۔ اس کی جمع مذکر اور مونث دونوں کے لیے اراوی وازاو وادوی وغیرہ آتی ہے۔ اصل میں ارویۃ افعولۃ کے وزن پر آتا ہے۔ لیکن علماء صرف نے دوسرے واؤ کو یاء سے بدل کر واؤ میں مدغم کر دیا ہے۔ واؤ کو یاء کی مناسبت سے زیر کر دیا ہے۔ اسی لیے ثلاث اراوی افاعیل کے وزن کے مطابق استعمال کریں گے۔ لیکن جب اس سے بھی زیادہ کثیر تعداد کو تعبیر کرنا ہو تو اراوی ہمزہ کو زبردے کر افعل کے وزن کے مطابق صرفی قواعد کے خلاف استعمال کریں گے۔

نیز بعض لغویین نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اراوی بکری کو کہتے ہیں۔

احادیث رسول میں پھاڑی بکری کا ذکر | حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حالت احرام میں ایک پھاڑی بکرا بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ دوسری حدیث میں موجود ہے:-

طیب زبردست منطقی و فلسفی مکررے ہیں۔ شیخ الرئیس کے نام سے مشہور ہوئے۔ بظاہر شیخ کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علم طب کی ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا ہے لیکن ابن ابی اصیہ نے عیسیٰ بن یحییٰ مسیحی جرجانی کے حال میں لکھا ہے کہ وہ فن طب میں شیخ کے استاذ تھے (طبقات الاطباء ص ۳۲۸ ج ۱) ان کے مطالعہ کا یہ حال تھا کہ رات دن معروف مطالعہ رہتے جب کوئی دشواری پیش آتی مسجد میں تشریف لے جاتے۔ دعا مانگتے تو وہ بیچہ کی دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ بخارا کا فرمانروا نوح بن منصور بیمار ہو گیا اور تمام اطباء اس کے علاج کے عاجز ہو گئے تو ان کو بلایا گیا ان کے علاج سے وہ شفاء پا گئے تو آپ کی شہرت ہو گئی اس کے مقربین میں ہو گئے۔ اسی کی وجہ سے اس حاکم کے مخصوص کتب خانہ میں جانے کی اجازت مل گئی۔ یہ نہایت تندرست اور قوی آدمی تھے۔ لیکن غیر محتاط ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ کبھی کبھی دوران مطالعہ غنہ دور کرنے کے لیے شراب بھی نوش کر لیتے۔ پھر شراب کے خمر ہو گئے۔ جس کی وجہ سے صحت پر برا اثر پڑا۔ لیکن راجح العقیدہ مسلمان تھے۔ شیخ ہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے دربار شامی سے تعلق پیدا کیا۔ ورنہ اس سے قبل اطباء اس کو عار سمجھتے تھے۔ شیخ نے سب سے بڑا کارنامہ یہ کیا کہ علمی اصول پر تعقوف کو مرتب کیا۔ جو باتیں مستبعد معلوم ہوئیں ان کو عقلی دلائل سے ثابت کیا۔

شیخ نے پہلی بار آنکھ کے طبقات ملتئم، ملیہ، قرینہ، شمیمہ، منیت، بکیت اور رطوبات جلدیہ و دینیہ کو واضح طور پر بیان کیا اور عصب بصری، تقاطع صلیبی کی تصریح بھی کی (حکمائے اسلام کے تشریحی کارنامے) شیخ کے مشہور خلافتہ میں (۱) ابن ابی صادق (۲) المعصومی۔ ان کے بارے میں شیخ کہتے تھے کہ ان کو میرے یہاں وہ مقام حاصل ہے جو افلاطون کے یہاں ارسطو کو (۳) جوزجانی (۴) حسین بن طاہر ابن زبلہ، اصفہانی محوسی (۵) بہمن یار بن مرزبان وغیرہ ہیں۔ شیخ کی مشہور تالیفات کتاب الحیوان، کتاب النبات، کتاب الاشارات، کتاب الشفاء، کتاب القانون، کتاب الفوج، کتاب البدایہ۔ رسالہ حی بن یحطان و رسالۃ الطیر وغیرہ ہیں۔ رمضان ۴۳۸ھ بروز جمعہ ہمدان میں تریں یا ثمانوں سال کی عمر میں وفات پائی۔

”عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں جنگ احد کے دن میں پہاڑ پر اس طرح سے پناہ گزین ہو گیا تھا جس طرح کہ پہاڑی بکری پہاڑ میں رہا کرتی ہے۔ پھر میں اچانک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند صحابہ کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں اور آپؐ پر یہ آیت کریمہ نازل ہو رہی ہے

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔

دوسری روایت میں عمرو بن عوف کے دادا سے مروی ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ دین (اسلام) حجاز (مکہ اور مدینہ اور اس کے متعلقات) کی طرف اس طرح سمت آئے گا جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمت آتا ہے اور دین حجاز میں اس طرح جز پکڑ لے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر رہنے لگتی ہے اور دین کسمپرسی کی حالت میں دنیا میں آیا اور آخر میں بھی یہی حالت ہو جائے گی۔ پس خوش خبری سہ ہو غریبوں کو وہی اس چیز (یعنی میری سنت) کو درست کر دیں گے جس کو میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہو گا۔“ (ترمذی)

دوسری حدیث میں ہے:-

”حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت یونس ابن متیؓ کھلے ہوئے چٹیل میدان میں ڈال دیئے گئے تو اللہ پاک نے وہاں پر کدو کا درخت اگادیا اور آپ کے لیے ایک جنگلی بکری کا انتظام کر دیا جو خشکی سے چر کر آپ کے سامنے آکر اپنی ٹانگ اٹھا دیتی۔ آپ اس کے دودھ سے صبح و شام سیراب ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا جسم گوشت سے بھر آیا۔

ابن عطیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی راجت کے لیے کدو کا سایہ کر دیا تھا۔ اسی طرح آپ کی پرورش کا انتظام یوں کیا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک پہاڑی بکری روزانہ صبح و شام آکر دودھ پلایا کرتی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ پر فضل کا معاملہ فرمایا تھا۔ قسم قسم کی غذا کدو سے ملتی تھی اور دل ہلانے کے لیے مختلف قسم کی دل چسپ چیزیں موجود رہا کرتیں۔ ابن جوزیؒ نے حضرت حسن سے اللہ تعالیٰ کے قول ”وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ“ کے تحت اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں ایک پہاڑی بکری کو ایک پہاڑی درہ سے بھیجا تھا۔

اور عوفؓ کی حدیث میں ہے کہ وہ ایک آدمی سے گفتگو کر رہے تھے وہ مظلوم ہو گیا تو اس نے یہ کہا کہ پہاڑی بکرا اور شتر مرغ

سہ مطلب یہ ہے کہ اسلام دنیا میں کسمپرسی کی حالت میں آیا۔ اس معنی کو کہ اسلام کے ماننے والے غریب قسم کے لوگ اور کم تعداد میں تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دیگر ملکوں اور شہروں کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ اسی طرح آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا۔ اسلام غریبوں ہی کی طرف لوٹ کر آئے گا اور قیامت کے قریب اس پر عمل کرنے والے اور ماننے والے بہت کم تعداد میں ہوں گے تو گویا اسلام کسمپرسی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس لیے ان غریبوں اور کم تعداد مسلمانوں کے لیے جن کے قلوب ایمان و اسلام کی روشنی سے منور ہوں گے خوش قسمتی اور سعادت ہے، اس لیے کہ آخر زمانے میں بھی بے چارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و صحابہ اکرمؓ کے اسوۂ حسنہ سے اپنی زندگی کو سنواریں گے۔ ۱۲ محمد عباس فتح پوری۔

سہ ”ابن عطیہؒ“ ابو محمد عبدالحق بن ابی بکر بن عطیہ غرناطی۔ یہ زبردست مفسر مگر زمرے ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر المحرر الوجیز ہے۔ ۵۴۲ھ میں انتقال ہوا۔

دونوں ایک ساتھ جمع ہو گئے۔ گویا وہ یہ مراد لے رہا تھا کہ دو آدمی متضاد گفتگو میں محو کلام ہیں) اس لیے کہ پہاڑی بکرا تو چوٹی پر رہتا ہے اور شتر مرغ نرم اور خوشگوار علاقے میں پایا جاتا ہے۔

اس پہاڑی بکرے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بچوں کی شفقت و محبت کا جذبہ موجود ہوتا ہے اور اگر کسی شکاری نے ان میں سے کسی ایک بچے پر حملہ کر کے شکار کیا تو دوسرا اس کے پیچھے ہی بھاگا چلا آتا ہے۔ گویا وہ ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ نیز اس جانور کے اندر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا مادہ بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً یہ ایسا کرتا ہے کہ جو چیزیں اس کے ماں باپ کھاتے ہیں وہ ان کو لے کر ان کی خدمت میں جاتا رہتا ہے۔ پھر مزید حسن سلوک یہ کرتا ہے کہ جب اس جانور کے والدین بڑھاپے کی وجہ سے کھانے پینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو یہ جانور غذا کو اپنے دانتوں سے چبا چاکر کھلاتا رہتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ پہاڑی بکرے کے دونوں سینگوں میں دو سوراخ ہوتے ہیں جس سے وہ سانس لیتے رہتے ہیں اور جب یہ دونوں سوراخ کسی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

پہاڑی بکری کا شرعی حکم | پہاڑی بکری (بالا نفاق) حلال ہے۔ مفصل مضمون باب واؤ میں وعل کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

ضرب الامثال اور کماؤتیں | عرب اس کی بھی مثالیں دیتے ہوئے یوں کہتے ہیں:-

”انما فلاح کبارح لہ الاروی“ واقعی فلاح آدمی پہاڑی بکرے کی شب کی طرح ہے۔ اس لیے کہ پہاڑی بکرا پہاڑوں اور اس کے چوٹیوں پر رہتا ہے اس لیے وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوچھل رہتا ہے۔ لوگ اس کو بہت کم دیکھ پاتے ہیں۔ اسی مناسبت سے جس شخص سے کرم و احسان کا وقوع کبھی کبھی ہو جایا کرتا ہو تو ایسے شخص کے لیے بطور مثل اور کماؤت کے استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری مثال یہ ہے:- تکلم فلاح فجمع بین الاروی و انعام۔ فلاح شخص نے ایسی گفتگو کی کہ گویا پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں جمع ہو گئے۔ یعنی دو متضاد چیزیں جمع ہو گئیں (جیسے کہ ابھی گذرا) اسی طرح تیسری مثال یہ ہے مایجمع بین الاروی و النعام۔ فلاح شخص نے ایسی گفتگو کی کہ گویا پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں جمع ہو گئے۔ یعنی دو متضاد چیزیں جمع ہو گئیں (جیسے کہ ابھی گذرا) اسی طرح تیسری مثال یہ ہے۔

یہ مثال اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کہ کسی وقت دو شدید مختلف المزاج چیزوں کا سقم ہو تو یہ مثل بول کر یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ خیر و شر ایک ساتھ کیسے جمع ہو گئے۔

فائدہ:- سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔ آپ ان دس خوش قسمت اصحاب میں سے ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت سنادی گئی ہے (مسلم شریف) روایت میں مذکور ہے کہ اروی بنت اولیس آپ سے کسی معاملے میں الجھ گئیں۔ چنانچہ اپنا مقدمہ لے کر مروان بن حکم جو اس دوران مقام حیرہ اطراف مدینہ میں رہا کرتے تھے پہنچ گئیں تو اروی بنت اولیس نے یہ شکایت کی کہ جناب سعید بن زید میرے حق کو دنیا نہیں چاہتے اور انہوں نے میری زمین کے کچھ حصے کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اروی کا یہ بیان سن کر جناب

سعید بن زید نے فرمایا کہ میں اس عورت پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں حالانکہ میرے سامنے نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:-

”اگر کوئی شخص کسی زمین کے ایک باشت کے برابر بھی حصہ پر زبردستی قبضہ کرے گا تو اُس کو قیامت کے دن سات زمینوں کے برابر کی طوق پستانی جائے گی۔“

یہ کہہ کر آپؐ نے اس کے لیے زمین چھوڑ دی۔ پھر آپؐ نے مروان بن حکم سے یہ بھی فرمایا کہ آپؐ اس عورت کے معاملے کو جانے دیجئے اور اس عورت سے بچئے۔ پھر آپؐ نے اس عورت کے لیے وہیں بددعا فرمائی کہ:-

اللهم ان كانت كاذبة فاعم بصرها واجعل قبرها في بئرها۔

”اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو تو اسے اندھ ہی کر دے اور اس کی قبر کنویں میں بنا دے۔“

اسی وقت اروی بنت اویس اندھ ہی ہو گئی۔ پھر اسی دوران ایک سیلاب آیا جس نے اس عورت کی زمین کی حدود کو واضح کر دیا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اروی کو نابینا کر دیا تو اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ دیواروں کو کھوج کھوج کر پکڑ پکڑ کر چلتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ مجھے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بددعا لگ گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں چلتی چلتی کنوئیں میں گر کر مر گئی۔

بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عورت نے حضرت سعیدؓ سے یہ گزارش کی کہ وہ اس کے لیے دعاء خیر فرمادیں تو آپؐ نے یہ جواب دیا کہ جو خصوصیت مجھے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے وہ میں کسی حالت میں واپس نہیں کر سکتا۔ روایت موجود ہے کہ جب اہل مدینہ اگر کسی کو بددعا دیتے تو اکثر یہی کہا کرتے کہ:-

اعماه الله كما اعمى اروى

”اے اللہ! اسے نابینا کر دے جیسے کہ اروی کو کر دیا تھا۔“

چنانچہ اہل مدینہ اروی سے اس عورت ہی کو مراد لیا کرتے تھے۔ پھر بعد میں جاہلوں نے بھی کہنا شروع کر دیا اعماه الله كما اعمى الاروى۔ لیکن یہ جہال الاروی سے اس پہاڑی بکرے کو مراد لینے لگے جو اندھا ہو۔ اس لیے ان کا یہ خیال تھا کہ یہ پہاڑی بکرہ اندھا ہوتا ہے لیکن صحیح وہ ہے جو ماقبل میں گزر چکا۔

پہاڑی بکرے کی طبی فوائد | اگر کوئی چست، فعال اور دُرُودِ دھوپ کرنے والا شخص ہو اور اسے تھکن اور بدن میں درد محسوس ہوتا ہو تو اس بکرے کے سینگ اور کھر کو پیس کر تیل میں ملا کر تمام بدن اور پنڈلی میں مالش کرے تو اسے اتنا آرام محسوس ہو گا جیسے کہ اس نے کوئی کام ہی کیا نہ ہو۔

اساربع

(کٹنی۔ چیچڑی۔ سبزی کے کیڑے) اساربع (ہمزہ پر زبر ہے) اس کا واحد اسروع و یسروع ہے۔ ان سرخ کیڑوں کو کہتے ہیں جو سبزی میں ہوا کرتے ہیں۔ یہ اس کی کھال کو اتار کر اس کو اپنا بستر بنا لیتے ہیں۔ ابن مالک فرماتے ہیں کہ ابن السکیت نے کہا ہے کہ اصل میں یسروع یا ہمزہ کے ساتھ ہی ہے۔ لیکن کلام میں مفعول کے وزن پر استعمال نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض لغویین نے یہ بھی کہا ہے کہ اساربع وہ کیڑے کہلاتے ہیں جن کے سر سرخ رنگ کے اور جسم سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور وہ اکثر ریتیلی زمین میں

رہتے ہیں اور یہی وہ کیڑے ہیں جن سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

اور بعض اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ اساریع شعمة الارض نامی کیڑوں کو کہتے ہیں (جس کو اردو زبان میں کچوا کہتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اساریع کچوے کو نہیں کہتے) (جیسے کہ عنقریب ہی باب شین میں وضاحت آجائے گی۔

الکفافة میں مذکور ہے کہ اساریع وہ کیڑے ہیں جو لمبے لمبے جسم والے ہوتے ہیں اور ریت میں رہا کرتے ہیں اور انہی سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں اور انہی کیڑوں کا دوسرا نام نبات النقاوڑ سلہ بھی ہے۔ چنانچہ ادب الکاتب میں بھی اس بات کی تائید موجود ہے کہ اساریع وہ کیڑے ہیں جو نرم اور پکنے سفید رنگ کے ہوا کرتے ہیں جن سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیتے ہیں۔ اس کا واحد اسرودع ہوتا ہے۔

اسی طرح ابن مالک نے اپنی کتاب المنتظم الموجز فیما یہمز ولا یہمز میں لکھا ہے کہ یسروع اور اسرودع وہ کیڑے کہلاتے ہیں جو ترکاریوں میں ہوتے ہیں۔ یہ اس کی کھال کو اتار کر اس کا بستر بنا لیتے ہیں اور پھر آخر میں یہی قول ابن السکیت کا بھی لکھا ہے۔ (الکفافة)

امام دمیری کہتے ہیں کہ ابن السکیت کی طرف سے جو وضاحت بیان کی گئی ہے وہ اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ یوں ہے کہ ابن السکیت نے کتاب اصلاح المنطق میں یہ لکھا ہے کہ اساریع وہ کیڑے ہیں جو ریت (رمل) میں رہا کرتے ہیں یہ کھال کو اتار کر اس کو اپنا بستر بنا لیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ابن السکیت کے یہاں بقل کا ذکر نہیں ہے بلکہ رمل کا ذکر ہے اس لئے یہی زیادہ قرین قیاس ہے کہ دراصل بقل (ترکاری) کا ذکر تھا اور رمل (ریت) کی کتابت یہ غلطی سے طبع ہو گئی ہے۔

اساریع کا شرعی حکم | ان کیڑوں کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ ان کا شمار (حشرات الارض) کیڑے مکوڑوں میں ہوتا ہے۔

طبی فوائد | اگر ان کیڑوں کو باریک پس کر کٹے ہوئے پٹھے پر رکھ دیا جائے تو فوراً ہی فائدہ ہو گا۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ اگر اساریع کو دھو کر سکھالیا جائے۔ پھر انہیں خوب باریک پس کر اور تل کے تیل میں ملا کر ذکر میں لگانے سے ذکر موٹا ہو جاتا ہے۔ (الحاوی)

تعبیر | اگر کسی شخص کو یہ کیڑے خواب میں نظر آئیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ کوئی ایسا آدمی جو بظاہر متقی اور پرہیزگار معلوم ہوتا ہو گا لیکن اس آدمی کے حالات اور اس کا نفاق لوگوں پر پوشیدہ نہ ہو گا اس کے باوجود وہ چور اور ذکیٹ ہو گا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے مال سرقہ کر کے لے جائے گا۔

مبعین کہتے ہیں کہ یسروع ہرے رنگ کے کیڑے ہوتے ہیں جو انگوڑی، بیلوں، مقائی اور خوشوں وغیرہ میں ملتے ہیں۔

اسفع

(شکرا) اسفع صقرا اور شکرے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سرخی مائل سیاہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اسفع اس کا لے مل کو

کہتے ہیں جو عورت کے دونوں رخساروں میں ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ امرؤة سفعاء الخدین کہ ایک ایسی عورت کھڑی ہوئی جس کے دونوں رخساروں میں کالا قتل تھا۔ نیز کبھی حمامة (کبوتر) کو بھی سفاء کہہ دیتے ہیں یا اسے کبوتری کے لئے بطور صفت استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ کبوتری ہو یا کبوتر اس کی گردن کا رنگ سیاہ مائل سرخی ہوتا ہے۔ (مصبح ص ۱۷۴)

الاسقنقور

(ماہی ریگ) ابن بختیشوع کہتے ہیں کہ یہ خشکی کا مگر کچھ ہے جس کا گوشت دوسرے درجہ کا گرم ہوتا ہے۔ اگر اس میں نمک ملا کر ایک مشقال کے بقدر پیا جائے تو قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے اور شہوت کو ابھارتا ہے اور گردے کی برودت کو دور کر کے اس میں گرمی پہنچاتا ہے اور اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے۔ ابن زہری لکھتے ہیں کہ یہ مصر جیسے ممالک میں پائے جانے والے جانوروں میں سے ایک جانور ہے جو اپنی نشوونما کے آخری مرحلے میں چھپکلی جیسا ہوتا ہے۔

اگر اس کی آنکھ کو کسی ایسے شخص پر ملا جاوے جو رات میں ڈرتا ہو تو اسے اس مرض سے نجات دلاتا ہے۔ ہاں اگر اس کا دامنی توازن ہی خراب ہو تو اس میں یہ مفید نہیں ہوگا۔

ارسطو طالیس اپنی مشہور کتاب ”الحيوان الكبير“ میں لکھتے ہیں کہ اس کا پینا قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے اور مصر کے علاوہ تمام ممالک میں بھوک کو جگاتا اور خوراک بڑھاتا ہے۔ ہندوستانی بادشاہوں کو پیش کئے جانے والے ہدیوں میں یہ سب سے نفیس ہدیہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگ اسے سونے کی چھری سے ذبح کرتے اور اس میں مصری نمک بھر کر اپنے وطن لے جایا کرتے تھے۔ پھر ایک مشقال کے بقدر جب اس نمک کو انڈے یا گوشت کے ساتھ استعمال کرتے تھے تو انہیں بے حد فائدہ محسوس ہوتا تھا۔

باب السین میں استقنقور ہندی اور اس کی تفصیل ان شاء اللہ تمساح کے ذیل میں پوری طرح آجائے گی کہ مگر مجھ (تمساح) جو کہ خشکی میں انڈا دیا کرتا ہے۔ اگر اس کا کوئی انڈا پانی میں چلا جائے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اسے ”تمساح“ کہتے ہیں اور جو خشکی ہی پہ پیدا ہو اسے استقنقور کہتے ہیں۔

اسود سالخ

ایک خاص قسم کا سانپ ہے جو نہایت سیاہ ہوتا ہے۔ اسے ”سالخ“ اس لئے کہتے ہیں کہ سَلَخَ یَسْلَخُ کے معنی اتارنے کے ہیں اور یہ ہر سال اپنی کیپٹل اتارتا ہے۔ واحد کے لئے اسود سالخ آتا ہے خواہ مذکر کے لئے ہو یا مؤنث کے لئے۔ مؤنث کے لئے

لہ عربی میں الحمام کبوتر کو کہتے ہیں۔ واحد کے لئے حمامة بھی استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ حمامة کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اس لئے کہ اس ماء ثانیہ کے لئے نہیں ہوتی ہے بلکہ ماء وحدت ہوتی ہے اور بسا اوقات حمام مفرد کے لئے بھی لاتے ہیں۔ اس کی جمع حمامات اور حملات آتی ہے۔ (مصبح ص ۱۷۴)

۷۰ اسقنقور: ایک چھوٹی قسم کی چھپکلی (SCINCUS OFFICINALIS SKINK) (ج)

صفت کا صیغہ سالمة (مؤنث) استعمال نہیں ہوتا۔ اس کا تشنیہ ”اسودان سالخ“ آتا ہے۔ امام اصمعی وابوزید فرماتے ہیں کہ سالخ جو کہ صفت کا صیغہ ہے، تشنیہ مستعمل نہیں ہے۔ مگر ابن درید نے اس کے بھی تشنیہ استعمال ہونے کو نقل کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اصمعی کا ہی قول رائج ہے اور صحیح ہے۔ اس کی جمع اسودد سالخة یا سواخ آتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہوتی تو اسودین سے تحفظ کی دعا آپ دعا مانگتے اور یہ کہتے کہ:-

يَا اَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّ مَا فِيكَ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكَ وَشَرِّ مَا يَذُبُّ عَلَيْكَ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ اَسْوَدَ وَ اَسْوَدَوْنَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ الْوَيْلِ وَمَا وَلَدَ (رواہ البرداد ونسائی والحاکم)

”اے زمین! میرا بھی اور تیرا بھی (سب کا) پروردگار اللہ ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تیرے شر سے اور جو تمہارے اندر مخلوق ہے اس کے شر سے اور اس شر سے جو تمہارے اندر پیدا کیا گیا ہے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اسود و اسود یعنی سانپ و بچھو سے اور ساکن البلد یعنی جنات سے اور والد و ماولد یعنی ابلیس و شیاطین سے۔“

ساکن البلد سے مراد جنات اور والد و ماولد سے مراد ابلیس و شیاطین ہیں۔ صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے نماز کی حالت میں بھی اسودین یعنی سانپ و بچھو کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ ابن ہشام نے اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

ما بال عينك لا تنام كأنما كحلت اماقيها بسم الاسود
ترجمہ:- تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ متولی نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے اس کی پتلیوں پہ سانپ کے زہر کا سرمہ لگا لیا ہے۔“

حنقا على بسطين حلا يثربا
ترجمہ:- اندونواسوں کے بغض میں جو مدینہ میں مقیم ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ سیاہ دن کے عذاب کا انتظار کریں۔“

اور امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں اسے اس طرح ذکر کیا ہے:

والشاعر المنطيق اسود سالخ
ترجمہ:- اور زیادہ شعر گو شاعر اسود سالخ ہے، شعر ہی اس کا لعب اور اس کا جھاگ ہے۔“

وعداوة الشعراء داء معضل
ترجمہ:- شعراء کی دشمنی ایک دشوار مرض ہے۔ مگر شرفاء کے لئے اس کا علاج آسان ہے۔“

متفرق واقعات | عبدالحمید بن محمود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ہم لوگ حجاب کے پاس جا رہے تھے۔ جب ہم لوگ مقام ”صفاح“ پر پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ ہم لوگوں نے اس کے لئے ایک قبر کھودی۔ اس درمیان میں دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ سانپ (اسود سالخ) آیا اور پوری قبر کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ہم لوگوں نے ایک دوسری قبر کھودی مگر پھر وہی ہوا کہ اسی طرح ایک سانپ آیا اور پوری قبر کو اپنے گھیرے

میں لے کر اس میں بیٹھ گیا۔ ہم لوگوں نے پھر ایک تیسری قبر کھودی مگر اس بار بھی وہی قصہ پیش آیا تو بالآخر ہم لوگ اسے یوں ہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ فرمائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ اس کا وہ عمل ہے جسے وہ اپنی حیات میں کیا کرتا تھا۔ لہذا تم جاؤ اور اسے اسی طرح کسی کنارے میں دفن کر دو۔ کیونکہ اگر تم اس کے لئے پوری زمین بھی کھود ڈالو گے تو تم اسے اسی طرح پاتے رہو گے۔

اس شخص کا بیان ہے کہ ہم نے اسے بالآخر اسی طرح سانپ کے ساتھ ہی دفن کر دیا اور سفر سے واپسی کے بعد میں اس کی بیوی کے پاس گیا تاکہ اس کے عمل کے بارے میں کچھ دریافت کروں تو اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ کھانا بچا کرتا تھا اور ہر روز اپنے گھر والوں کے واسطے شام کی خوراک اس میں سے نکال لیا کرتا تھا اور اس میں اتنی ہی جو کی بھوسی ملا کر فروخت کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا عذاب اللہ نے اسے اسی طرح دیا۔

امام طبرانیؒ اپنی کتاب المعجم الاوسط میں اور امام بیہقیؒ کتاب الدعوات الکبیر میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بسند عکرمہ نقل کی ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے جایا کرتے تو بہت دور نکل جاتے۔ ایک روز آپ قضاء حاجت کے واسطے تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپؐ نے خفین کو اتار کر الگ رکھ دیا۔ پھر پینتے وقت ابھی ایک ہی خف پہنا تھا کہ ایک پرندہ آیا اور دوسرا خف لے کر اڑ گیا اور خوب اونچائی پہ جا کر چکر لگانے لگا۔ اسی دوران اس خف سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ (اسود سانپ) نکل کر زمین کی طرف گرا۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ ایک عظیم احسان ہے جو اللہ نے ابھی مجھ پہ کیا۔ پھر یہ دعاء مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُكَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْسِیْ عَلٰی بَطْنِیْهِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْسِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْسِیْ عَلٰی اَرْبَعِیْنِیْ۔

ترجمہ:- ”اے اللہ!“ ہم پناہ مانگتے ہیں آپ کی اس کے شر سے جو اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے (مثلاً سانپ بچھو) اور اس کے شر سے جو دو پاؤں کے سارے چلتا ہے (مثلاً انسان و درندے)۔

اس حدیث کی دوسری نظر حدیث جو صحیح الاسناد بھی ہیں۔ ان شاء اللہ باب الفین میں غراب کی بجٹ کے ذیل میں آجائیں گی۔

سالم بن ابی الجعد کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ صالحؑ کی قوم میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ لوگوں نے حضرت صالحؑ سے شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ اس کے لئے بددعا کر دیں۔ صالحؑ نے جواب دیا کہ جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ وہ شخص روزانہ لکڑی چٹنے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اس روز بھی اس ارادہ سے نکلا۔ اس روز اس کے ساتھ دو چپاتی تھیں اس نے ایک کو کھالیا اور دوسری کو صدقہ کر دیا۔ غرض وہ گیا اور لکڑی چن کر شام کو صحیح و سالم واپس لوٹ آیا اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ لوگ صالحؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ تو لکڑی چن کر صحیح و سالم لوٹ آیا اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت صالحؑ کو تعجب ہوا۔ انہوں نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں آج لکڑی چٹنے نکلا تھا اور میرے پاس دو روٹیاں تھیں، میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھالیا تھا۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اس لکڑی کے سٹھر کو کھولو۔ لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ (اسود سانپ) کسی درخت کے تنے کی مانند پڑا ہوا تھا اور اپنا دانت

لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے ہے تو صالح ؑ نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل یعنی صدقہ کی وجہ سے اللہ نے تجھے اس سے بچالیا۔

اس کی نظیر ان شاء اللہ باب الذال میں ذب کے بیان میں بالتفصیل آئے گی۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ؐ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعت کا گزر حضرت عیسیٰ ؑ کے پاس سے ہوا تو حضرت عیسیٰ ؑ نے پیش گوئی فرمائی کہ ان شاء اللہ اس میں سے ایک کی موت آج واقع ہوگی۔ وہ لوگ گزر کر چلے گئے اور جب شام کو واپس لوٹے تو ان کے ساتھ لکڑی کا ایک ٹکڑا تھا اور ان میں سے کوئی بھی نہیں مرا تھا۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے ان سے کہا کہ اسے رکھو اور جس کے مرنے کی پیش گوئی کی تھی اس سے کہا کہ اسے کھولو۔

چنانچہ جب اس نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ (اسود سالخ) نکلا۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایسا تو کوئی بھی عمل نہیں کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے فرمایا کہ غور کرو اور سوچو (تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہو گا) تو اس نے جواب دیا کہ یوں تو میں نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا۔ البتہ میرے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک مسکین میرے پاس سے گزرا اور مجھ سے اس کا سوال کیا تو میں نے اس کا کچھ حصہ دے دیا۔ عیسیٰ ؑ نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے محفوظ رکھا۔

أَصْرَمَانِ

(کو ا اور بھیڑیا) ابن السکیت فرماتے ہیں کہ ان دونوں (کو ا اور بھیڑیا) کو اصمران اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں انسانوں سے الگ تھلگ اور دور رہتے ہیں۔ اصمران کا اطلاق رات اور دن پر بھی ہوتا ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا اور منقطع ہوتے ہیں۔

ایک صحابی ؓ امام احمد ؒ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جس نے پوری عمر کبھی نماز نہیں پڑھی۔ مگر حنت میں داخل ہو گیا؟ لوگوں کو اگر معلوم ہوتا تو آپ ؐ سے دریافت کرتے کہ آپ ہی بتا دیجئے تو بتاتے کہ وہ اصمیر بن عبد الاشہل ہیں۔

عامر بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید سے دریافت کیا کہ ان کا یہ واقعہ کس طرح ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ اسلام کا انکار کیا کرتے تھے۔ مگر جب غزوہ احد کا موقع آیا اور آنحضور ؐ بہ نیت جہاد احد کی طرف نکلے تو اصمیر پہ اسلام کی حقانیت واضح ہو گئی اور وہ اسی وقت اسلام قبول فرما کر تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کے لئے نکل پڑے اور جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ صحابہ ؓ نے آنحضرت ؐ سے ان کی شہادت کا تذکرہ کیا تو آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

یعنی جس طرح کو ا اور بھیڑیا کے لئے اصمران کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اسی رات و دن کے مجموعہ کے لئے بھی اصمران کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

أَصْلَةٌ

(بہت زہریلا سانپ) ہمزہ، صا اور لام تینوں پر زبر ہے، اس کی جمع اصل ہے۔

ابن انباری لکھتے ہیں کہ یہ ایک چھوٹے جسم اور بڑے سر کا سانپ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ گھوڑ سوار پہ جست لگا کر اسے کاٹا اور ہلاک کرتا ہے۔
کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک نہایت اذیت رسا سانپ ہے۔ اس کے ایک پاؤں ہوتا ہے، وہ اس پر کھڑا ہوتا، گھومتا اور جست لگاتا ہے۔

امام اصمعی نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

يا رب ان كان يزید قد اكل لحم الصديق عللا بعد نهل
ترجمہ:- اے پروردگار! اگر یزید نے دوست کا گوشت خوب سیر ہو کر کھا لیا ہے۔

فاقد له اصله من الاصل كيساء كالقصره اوخف جمل
ترجمہ:- تو تو اس (اصلہ) سانپوں میں سے کوئی سانپ مسلط کر دے جو گوے یا اونٹ کے تلوے کی طرح اس پر لیٹا ہوا اور اسے ڈھکے ہوئے ہو۔

امام نحو علامہ جاحظ اہل عرب کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہاں کے بدوی کہا کرتے ہیں کہ (اصلہ) سانپ جہاں سے گزرتا ہے اسے جلاؤالتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اسی ہلاک کرنے اور ہر چیز کے استیصال کرنے کی وجہ سے اس کا نام ”اصلہ“ رکھا گیا ہے۔

دجال کی ایک پہچان | حدیث میں دجال کی ایک پہچان یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا سر (اصلہ) سانپ کے سر جیسا ہو گا اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس سانپ کا چہرہ انسان ہی کے چہرے کی طرح کافی بڑا ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا چہرہ اس طرح کا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کی عمر ایک ہزار سال ہو جائے۔

اس سانپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے کوئی فہنس اگر دیکھ لے تو وہ اس کو چھوڑتا نہیں ماری ڈالتا ہے اس کی مزید کچھ تفصیل ان شاء اللہ باب الخاء میں آجائے گی۔

أَطْلَسْ

(سیاہ بھیرٹا) یہ سیاہی مائل خاستری رنگ کا ایک بھیرٹا ہے۔ نیز ہر وہ جانور جو اس رنگ کا ہو اسے اطلس کہا جاتا ہے۔ کیت نے محمد بن سلیمان ہاشمی کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں اس میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:-

تلقي الامان على حياض محمد . ثولا محزقة و ذنب اطلس

ترجمہ:- محمد کے دربار میں مجتمع شد کی مکھی اور سیاهی مائل خاکستری بھڑیے نے بھی پناہ حاصل کی ہے۔“

لاذی تخاف ولا لهذا اجراء تھدی الرعية ما استقام الرئيس
ترجمہ:- یہ ایسی پناہ ہے جہاں لوگ خوف کھاتے ہیں مگر اس کی جرأت نہیں، جب تک امیر باقی ہیں وہ رعایا کی رہبری و قیادت کرتے رہیں گے۔

علامہ جوہری نے اس شعر سے دلیل دی ہے کہ سرداران قوم کے لئے جس طرح قیم کا لفظ (بطور لقب) استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح لفظ رئیس کا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اطوم

(سمندری کچھوا) اطوم بروزن اَنُوق۔ علامہ جوہری فرماتے ہیں کہ یہ سمندری کچھوا ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے موٹے کھال کی مچھلی بتلایا ہے جس کا چڑھ اونٹ کے چڑے جیسا ہوتا ہے اور اس سے شترمانوں کے لئے خف تیار کیا جاتا ہے۔ کچھ حضرات نے اسے زرافہ اور کچھ نے گائے کہا ہے۔
ابن سیدہ کہتے ہیں کہ اس سمندری کچھوے کو اطوم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مچھلی کے مشابہ ہوتا ہے اگرچہ اس کا چڑھ موٹا اور سخت ہوتا ہے۔

اطیش

ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک پرندہ ہے۔ اطیش کے لغوی معنی خفت عقل اور بے وقوفی کے ہیں اور اسی معنی میں امام شافعیؒ نے بھی اسے استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ مارأیت افقہ من اشہب لولا طیش فیہ۔ یعنی اگر اشہب میں خفت عقل و بے وقوفی نہ ہوتی تو اس سے بڑا فقیہ میں نے نہیں دیکھا ہوتا۔

اشہب کون ہیں؟ یہ اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد ہیں، عمران کا اصل وطن ہے۔ یہ فقہ مالکی کے بڑے چوٹی کے فقیہ تھے۔ ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جس سال حضرت امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی ہے اسی سال ان کی بھی ولادت ہوئی۔ یعنی دونوں حضرات کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ ان کی وفات امام شافعیؒ کی وفات کے ۱۸ دنوں بعد ہوئی ہے۔

ابن عبدالکحیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ یہ امام شافعیؒ کی موت کے لئے دعائیں کرتے ہیں امام شافعیؒ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:۔

تمنی رجال ان اموت و ان امت فتلک سبیل لست فیہا باوحد
ترجمہ:- لوگ میری موت کی تمنائیں کرتے ہیں اور اگر میں مر بھی گیا تو یہ ایک ایسی راہ ہے جس میں میں منفرد نہیں ہوں (بلکہ ہر کسی کو اس راہ سے گزرنا ہے)

فقل للذی یبغی خلاف الذی مضی تھیا الاخری مثلها فکان قد

ترجمہ:- تو اس سے کہہ دو جو گزرے ہوئے (یعنی جو تقدیر میں لکھا جا چکا اور جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی) کے خلاف راہیں تلاش کر رہا ہے (اور آرزوئیں لگا رہا ہے) کہ وہ موت جیسی ہی کسی اور آفت کی آمد کی تیاری کرے۔ کیونکہ موت تو ایک امر واقعہ ہے (وہ تو آکر ہی رہے گی)

شیخ ابن عبد الحکیم فرماتے ہیں کہ جب امام شافعیؒ کا انتقال ہوا تو اہلسب نے ان کے ترکہ میں سے ایک غلام خرید لیا۔ پھر جب امام اہلسب کی وفات ہو گئی تو پھر ایک ماہ بعد میں نے ان کے ترکے سے اسی غلام کو خرید لیا۔

شیخ ابن عبد الحکیم فرماتے ہیں کہ جب امام شافعیؒ شکم مادر میں مستقر ہو گئے تو آپ کی ماں نے یہ خواب دیکھا کہ ستارہ مشتری اپنے برج سے نکل کر مصر میں ٹوٹ کر گر گیا۔ پھر وہ ہر شہر اور ہر ملک میں کمان بن کر واقع ہوا۔ تو یہ خواب سن کر علماء معبرین نے یہ تعبیر بتائی کہ خواب دیکھنے والی عورت سے ایک زبردست عالم پیدا ہو گا جس کے علوم سے خاص طور پر مصروالے مستفید ہوں گے۔ پھر اس کے بعد تمام ممالک والے اس سے مستفید ہوں گے۔ تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ امام شافعیؒ ورع و تقویٰ امانت و دیانت وغیرہ میں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں اور امام شافعیؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا ہے اور مسائل کے استخراج کا کام شروع کیا۔ آپ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں تازہ کھجور پیش کرتا تو آپ اس سے یہ فرماتے کہ بھائی تم نے یہ کتنا عمدہ اور قابل تحسین کام کیا ہے۔ لیکن علم کی دولت تمہارے اس کام سے زیادہ محبوب ترین ہے۔ پھر اس کے بعد آپ کھجور نہیں کھاتے تھے۔

آپ کے حالات میں یہ آتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک باندی خریدی آپ کارات میں مطالعہ و درس وغیرہ کا معمول رہا کرتا تھا۔ آپ کی باندی آپ کی ملاقات کی منتظر کھڑی رہا کرتی تھی لیکن آپ اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے تو ایک دن وہ باندی غلاموں کے تاجر کے پاس گئی اور اس سے یہ شکایت کی کہ اچھا تم نے مجھے ایک مجنون آدمی کے ہاتھ فروخت کر کے قید و مشقت میں ڈال دیا ہے۔ جب امام شافعیؒ کو اس شکایت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی مجنون تو وہ ہے کہ جسے علم کی قدر و عظمت کا احساس ہو اس کے باوجود وہ اسے ضائع کر دے یا وہ سستی سے کام لے کہ علوم سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

امام شافعیؒ ایک شریف اور بہادر صاحب فضل اور سخی آدمی تھے۔ آپ پر کسی کی کوئی چیز بھی باقی نہیں تھی۔ نیز آپ مال وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے تھے۔ آپ کے مناقب تو بے شمار ہیں لیکن انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش مقام غزہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

بعض مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی ولادت اس سال ہوئی تھی جس سال امام اعظم ابو حنیفہؒ کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وفات اکیاون والے سال میں ہوئی ہے اور بعض ترین والے سال میں ہونے کے قائل ہیں۔

اور بعض مؤرخین نے یہ تصریح کی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اسی دن وفات ہوئی جس دن کہ امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی ہے (یعنی بجائے سال اور برس کے دن کا ذکر ہے) (تمذیب الاسماء و افعات)

بعض نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ کی ولادت شہر عسقلان یا یمن میں ہوئی ہے۔

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آپ عسقلان میں پیدا ہوئے ہیں۔ پھر آپ مقام غزہ سے مکہ شہر میں چھ سال

کی عمر میں منتقل کئے گئے۔ اسی طرح آپ ۱۹۱ھ میں مصر تشریف لے گئے۔ لیکن بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ ۲۰۱ھ میں مصر تشریف لے گئے ہیں۔ لیکن بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ مصر رہے یہاں تک کہ آپ ۲۰۲ھ میں واصل تہی ہو گئے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک مصر میں مقام قرافہ میں واقع ہے۔ آپ نے کل ۵۳ سال کی عمر پائی۔

الاغثر

ابن سیدہ نے فرمایا ہے کہ الاغثر ایک آبی پرندہ ہے جس کی گردن لمبی اور بدن پر کثرت سے بال ہوتے ہیں۔

الافال والافائل (اونٹ کا بچہ)

افال اور افائل اونٹ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں جن کو بنت خاص بھی کہتے ہیں (یعنی جس بچے کا ایک سال مکمل ہو گیا ہو) اس کے واحد کے لئے افیل اور مادہ بچہ کے لئے افیلۃ استعمال کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر جمع میں آئے گا۔

الافعی (سانپ)

عربی میں الافعی سانپ یعنی مادہ سانپ کو اور افعون نر سانپ کو کہتے ہیں۔ ہمزہ اور عین میں پیش ہے۔ امام زبیدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ افعی ایک چنگبر سانپ ہوتا ہے جس کی گردن پر اور منہ بڑا ہوتا ہے لیکن ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دو بینگیں ملے بھی ہوتی ہیں اور اس کی کنیت ابو حیان و ابو یحییٰ ہے اس لئے کہ یہ سانپ ایک ہزار سال تک زندہ رہتا ہے۔ یہ نہایت بہادر اور کالے رنگ کا ہوتا ہے اور انسان پر اچھل کر حملہ کرتا ہے اور سانپ تمام سانپوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ان سے زیادہ خطرناک سحستان کے علاقے کے سانپ ہوتے ہیں۔

حیرت انگیز واقعات | ابن شہرمرہ نے سانپ کا ایک حیرت انگیز واقعہ یہ لکھا ہے کہ ان میں سے ایک سانپ نے ایک نابالغ لڑکے کے پیر میں ڈس لیا تھا جس کی وجہ سے اس کی پیشانی پھٹ گئی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن شیب بن شبہ خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خلیفہ نے شیب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شیب تم کبھی سحستان گئے ہو۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کثرت سے سانپ ہوتے ہیں تو شیب نے جواب دیا کہ جی ہاں امیر المومنین! میں سحستان گیا ہوں، تو خلیفہ نے فرمایا کہ وہاں کے سانپوں کے بارے میں کچھ بیان کرو۔ تو شیب نے کہا کہ سحستان کے سانپوں کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی گردن پتلی، دم چھوٹی، منہ بڑا رنگ میٹھا، مائل بہ سیاہی اور سپید داغ دار ہوتا ہے جیسے کہ اس کی چتی پڑی ہوئی ہوں۔

یہاں کے بڑے قسم کے سانپ تو بس موت تک پہنچاتے ہیں اور چھوٹے قسم کے سانپ تلوار کی طرح کاری ضرب لگاتے ہیں۔

لہ افعی عمان میں اسے "الماش" کہتے ہیں جس کی جمع ہوا ماش ہے۔ اس کے سائنسی نام Echis Carinate اور E. Colorata ہیں۔ عمان میں "ام

النفیان Ptyodactylus Lus Lobatas چھلکی کو کہتے ہیں۔ (ج)

CERASTES OR HORNED VIPER لہ

خصوصیات امام قزوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ افعی چھوٹی دم کا ایک خطرناک اور خبیث قسم کا سانپ ہوتا ہے۔ اس سانپ کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی آنکھ بے نور ہو جاتی ہے تو پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ اس کی آنکھ ہمیشہ کھلی ہوئی رہتی ہے۔ جب سردی کا موسم آتا ہے تو وہ زمین کے اندر چار ماہ کے لیے چھپ جاتا ہے۔ جب وہ باہر نکلتا ہے تو اسے دکھائی نہیں دیتا۔ پھر وہ سونف کے درخت کو تلاش کر کے اس میں اپنی آنکھیں رگڑتا ہے تو اس کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ (عجائب المخلوقات)

امام زعفرانی کہتے ہیں کہ افعی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب اس سانپ کی عمر ایک ہزار برس کی ہو جاتی ہے تو اندھا ہو جاتا ہے اور خداوند قدوس اس کے جی میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھ کو سونف کے نم پتوں سے رگڑے۔ چنانچہ جب وہ اس کے پتوں سے اپنی آنکھوں کو گھستا ہے تو اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ سانپ اتنی دور جنگل میں نکل جاتا ہے کہ وہاں سے بستی تک پہنچنے کے لیے تین یوم کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ لیکن یہ افعی سانپ اتنی لمبی مسافت کو یا مینا ہونے کے باوجود طے کرتا ہے تو اسے راستے میں کہیں کہیں کسی باغ میں سونف کا درخت ضرور نکرا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس میں اپنی آنکھوں کو گھستا ہے مس کرتا ہے اور رگڑتا ہے تو قدرتنا اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ نیز یہ کہ اس سانپ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی دم کٹ جاتی ہے۔ لیکن پھر نئی نکل آتی ہے اور جب اس کی ڈاڑھ اکھڑ جاتی ہے تو پھر دوبارہ تین دن کے بعد جم جاتی ہے۔ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگر اس سانپ کو کاٹ دیا جاتا ہے تو تین دن تک حرکت کرتا رہتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ سانپ انسان کا سب سے خطرناک دشمن ہوتا ہے لیکن جنگلی گائے اسے کھا کر ہضم کر جاتی ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک اونٹنی اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی اسی دوران اس قسم کے سانپ نے اونٹنی کے ہونٹوں میں ڈس لیا تو اس کا بچہ اسی وقت اونٹنی سے پہلے مر گیا۔

جب یہ سانپ کبھی بیمار ہو جاتا ہے تو زیتون کا پتہ کھا لیتا ہے تو شغلیاب ہو جاتا ہے انہی میں سے بعض وہ سانپ ہوتے ہیں جو منہ در منہ ملا کر جفتی کر لیتے ہیں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب ز سانپ مادہ سے جفتی کرتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سانپنی سانپ کے ذکر کو ڈس ڈس کر کاٹ دیتی ہے تو وہ سانپ اسی وقت مر جاتا ہے۔ امام جوہری کہتے ہیں کشیش الافعی سانپ کی اس آواز کو کہتے ہیں جو اس کی کھال سے نکلتی ہو منہ سے نہیں۔ چنانچہ رجز پڑھنے والا شاعر کہتا ہے۔

کان صوت شخبها المرفض کشیش افعی ارمعت لعض
ترجمہ:- ”گو یا اس کے پچکے ہوئے خون کی آواز اس طرح ہے جیسے کہ کلاناگ کی آواز ہو کہ وہ کانٹے کے لیے جارہا ہو۔
فہی تحک بعضها ببعض تو وہ اپنا بعض حصہ بعض سے رگڑنے لگتا ہے۔“

دو واقعات شیخ ابوالحسن علی بن محمد الزرن الصغیر الصوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں تبوک کے کسی دیہات میں گیا ہوا تھا تو مجھے پیاس محسوس ہوئی اتنے میں میں ایک کنوئیں میں پانی پینے کے لیے آیا تو اچانک میرا پر پھسل گیا۔ میں کنوئیں میں گر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کنوئیں کے اندر اچھی خاصی جگہ ہے تو میں اس جگہ کو درست کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ اتنے میں اچانک میں نے ایک جھنکار جیسی آواز سنی تو میں فکر مند ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کالے رنگ کا سانپ میرے اوپر گر کر ادھر ادھر چکر لگانے لگا۔

میں خاموش سما ہوا بیٹھا تھا اتنے میں اس نے مجھے اپنی دم میں لپیٹ کر کنوئیں سے باہر کر دیا۔ پھر اپنے دم کھول کر رخصت ہو گیا۔
جعفر الخلدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابو الحسن الزین الصغیر کو رخصت کرنے کے لیے گیا تو میں نے ان سے گزارش کی کہ
جناب عالی آپ مجھے کچھ ہند و نصال کا توشہ دیتے جائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی چیز گم ہو جائے یا ضائع ہو جائے اسی طرح
اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ملاقات کسی سے کرادیں تو تم یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

”يَا جَامِعَ النَّاسِ يَوْمَ لَا رَيْبَ فِيهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اِجْمَعُ بَيْنِي وَبَيْنَ كَذَا۔“

تو اللہ پاک تمہاری ملاقات کرادیں گے یا وہ چیز تمہیں حاصل ہو جائے گی۔
جعفر الخلدی کہتے ہیں کہ میرا تجربہ ہے کہ جو بھی دعائیں نے یہ دعا پڑھ کر مانگی ہے قبول ہو گئی ہے۔ شیخ ابو الحسن کا انتقال ۳۸۶ھ
ہ میں مکر المکرّمہ میں ہوا ہے۔

الحارۃ نامی سانپ اسی افعی سانپ کی ایک قسم کا نام ہے۔ اسی سلسلے میں النابغة الذیسانی نے کہا ہے۔

الحارۃ قد صغرت من الکبر مهزونة الشدقین حولاً النظر

ترجمہ:- حاریہ سانپ بڑا چھوٹا ہوتا ہے اس کے دونوں جڑے کھلے ہوئے ہیں جو نظروں کو خیرہ کر دیتا ہے۔

(نیز حدیث پاک میں بھی الحاریۃ کا مادہ حری بحرۃ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معانی ہیں کچھلنا، گھٹنا کم ہونا) چنانچہ روایات میں
آتا ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شدید رنج و غم میں مبتلا ہو گئے۔ پھر آپ کا جسم اسی
رنج و غم کی وجہ سے گھٹنا اور کمزور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ بھی واصل تہی ہو گئے۔

عرب دیگر حیوانات کی طرح افعی سانپ کو بھی بطور ضرب الامثال کے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ
ضرب الامثال اور کہاوتیں کہتے تھے۔ هو اظلم من افعی وہ افعی سانپ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔

افعی سے ظلم میں اس لیے مثال دیتے ہیں کہ وہ اپنا سوراخ کبھی بھی نہیں کھودتا ہے بلکہ وہ کسی دوسرے کے کھودے ہوئے
سوراخ میں رہنے لگتا ہے۔ چنانچہ عربی شاعر کہتا ہے۔

وانت کالافعی اللعی لا تحفر ثم تحجی مبادراً فتحتجر

ترجمہ:- تم کالے سانپ کی طرح (ظالم ہو) جو (سوراخ) کبھی نہیں کھودتا۔ پھر وہ کسی سوراخ میں اچانک گھس جاتا ہے۔

چنانچہ سانپ جس سوراخ کو اپنا گھر بنانا چاہتا ہے تو اس سوراخ کا جانور کہیں اور سوراخ بنانے لگتا ہے اور یہ سوراخ سانپ کے
لیے خالی کر کے چھوڑ دیتا ہے۔

(۲) اسی طرح عرب کہتے ہیں تحلّحت العقر بالافعی یعنی بچھو افعی سانپ کو تکلیف دینے پر تیار ہوا۔ تیار ہو گیا۔ یہ مثل اس
وقت استعمال کرتے ہیں جو اپنے سے زیادہ طاقت ور کے ساتھ مقابلہ یا گفتگو کرنے لگے۔ ان شاء اللہ یہ مثل عقرب کے بیان میں بھی
آئے گی۔

(۳) اسی طرح عرب کہتے ہیں دماہ اللہ تعالیٰ بافعی حاریۃ یعنی اللہ تعالیٰ اسے افعی حاریہ سانپ کے ذریعہ ہلاک کر دیں۔ (یہ)
بددعا ہے اس وقت کہتے ہیں جب مفہوم ادا کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ فلاں پر خطرناک دشمن مسلط فرمادیں یا اسے فوری طور پر تباہ کرنے کی
بددعا دینا ہو) اس لئے کہ افعی حاریہ وہ سانپ ہے جس کے ڈسنے سے اسی وقت موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۴) اسی طرح عرب کہتے ہیں من لسعته افعی من جوالحبل يخاف یعنی جسے افعی سانپ ڈس لیتا ہے تو اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ رسی گھسنے سے بھی خوف کرتا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب انسان کو کوئی شدید پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اس کو اور کوئی چیز نہیں سوجھتی۔

اس معانی میں شیخ صالح بن عبد القدوسؒ نے اشعار کہے ہیں۔

المراء يجمع والزمان يفرق و يظل يرفع و الخطوب تمزق
ترجمہ:- ”انسان اکٹھا کرتا ہے اور زمانہ بکھیر دیتا ہے اور انسان جوڑتا ہے گردش لیل و نہار ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔“

ولا يحدی عاقلا خیر له من ان يكون له صديق احمق
ترجمہ:- اگر کوئی دانشور سے دشمنی رکھتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ اس کا کوئی بے وقوف دوست ہو۔

فار باینفسک ان تصادقا احمقا ان الصديق على الصديق مصدق
ترجمہ:- اگر کوئی دانش ور سے دشمنی رکھتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ دوست دوست کی تصدیق کرتا ہے۔“

وزن الکلام اذا نطقت فانما يبدی عقول ذوی العقول المنطق
ترجمہ:- ”جب تم گفتگو کرو تو موزوں کلام کرو اس لئے کہ دانش وروں کے عقل کا پتہ گفتگو ہی سے معلوم ہوتا ہے۔“

و من الرجال اذا استوت اخلاقهم من يشتتار اذا استشير فيطرق
ترجمہ:- ”اور جب لوگوں کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں تو ان سے مشورہ لینے والا بھی راستہ پا جاتا ہے۔“

حتى يحل بكل واد قلبه فيرى و يعرف ما يقول فينطق
ترجمہ:- ”یہاں تک کہ ہر وادی میں اس کا قلب اتر جاتا ہے تو وہ غور و غوض کر کے گفتگو کرتا ہے۔“

لا الطينك ثاویا فی غربة ان الغريب بكل سهم يرشق
ترجمہ:- ”میں تجھ سے پردیس میں رہنے کی وجہ سے الفت نہیں کرتا اور پردیسی آدمی کا ہر تیر سیدھے نشانے پر لگتا ہے۔“

ما الناس الا عاملان فعامل قدمات من عطش و آخر يغرق
ترجمہ:- ”لوگ تو بس دو قسم کے عمل کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے تم بھی عمل کرو ایک تو وہ جس نے دنیا کو چاہا تو مر گیا دوسرا وہ جو مستغنی ہو گیا۔“

والناس فی طلب المعاش و انما بالجد يرزق منهم من يرزق
ترجمہ:- ”اور لوگ تو معاش کے حصول میں مصروف ہیں اور طالب رزق کو تو محنت اور جدوجہد ہی سے رزق دیا جاتا ہے۔“

لو يرزقون الناس حسب عقولهم الفیت اکثر من تری يتصلق
ترجمہ:- ”اور لوگوں کو ان کی عقل کے مطابق رزق دیا جانے لگے تو تم اکثر لوگوں کو یہ دیکھو گے کہ وہ صدقہ دے رہے ہوں گے۔“

لكنه فضل الملیک علیهم هذا علیه موسع و مضیق
ترجمہ:- ”لیکن خدائے تعالیٰ کا یہ ان پر احسان ہے کہ (رزق کو) ان پر تنگ بھی کر رکھا اور وسیع بھی۔“

واذا الجنازه والعروس تلاقیا وراثت دمع نوائح يتفرقون

ترجمہ:- ”جب دولہا اور جنازہ آئے سامنے ہو تو دیکھو کہ نوح کرنے والوں کے آنسوؤں کو بند ہوتے ہوتے۔“

سکتہ الذی تبع العروس مہتا و رأیت من تبع الجنازة ينطق
ترجمہ:- تو جو دولہا، دلہن کے پیچھے چلا تو وہ حیران ہو کر خاموش ہو گیا اور تم یہ دیکھو گے کہ جس نے جنازہ کا پیچھا کیا تھا وہ باتیں کر رہا ہے۔“

و اذا امرء ولسعته افعى مرة ترکته حين یجر حبل یفوق
ترجمہ:- ”اور جس وقت کسی کو ایک مرتبہ کالا سانپ ڈس لیتا ہے تو وہ کھینچتی ہوئی رسی کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔“
بقی الذین اذا یقولوا یکذبوا و مضی للذین اذا یقولوا یصدقوا
ترجمہ:- ”جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں ایسے لوگ تو باقی ہیں اور وہ لوگ گزر گئے جو سچ بولتے ہیں۔“
اور انہی کے دیگر دلچسپ اشعار یہ بھی ہیں۔

ما یبلغ الاعداء من جاہل ما یبلغ الجاہل من نفسہ
ترجمہ:- ”کسی جاہل کو دشمن اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا کہ وہ اپنے آپ کو ”جاہل کی وجہ سے“ نقصان پہنچاتا ہے۔“
والشیخ لا یتربک اخلاقہ حتی یواری فی نری رمسہ
ترجمہ:- ”اور بوڑھا آدمی اپنے اخلاق نہیں چھوڑتا جب تک وہ اپنے کو قبر کی نمناک مٹی میں نہیں دبا دیتا۔“
اذا ارعوی عاد الی جہلہ کذی الضنی عاد الی نکسہ
ترجمہ:- ”جب وہ باز رہتا ہے تو جہالت کی طرف عود کر جاتا ہے اسی طرح بخیل آدمی اپنے مرض کی طرف عود کر آتا ہے۔“
و ان من ادبته فی الصباء کالعود یسقی الماء فی غرسہ
ترجمہ:- ”اگر کوئی اس کو بچپن میں تربیت کرتا ہے گویا عود کو لگانے کے وقت پانی سے سیرجھا رہا ہے۔“

حتى تراه مورتا ناضرا بعد الذی ابصرت من یتہ
ترجمہ:- ”یہاں تک کہ تم اسے پتے دار شاداب دیکھو گے۔ حالانکہ تم اسے خشک دیکھ چکے ہو۔“

شیخ صالح کا قتل | والشیخ لا یتربک اخلاقہ یہ شعر اور اس کے بعد والا شعر یہ دونوں اشعار صالح بن عبد القدوس کے قتل کا سبب بن گئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:-

خلیفہ مہدی نے صالح بن عبد القدوس پر زندیق ہونے کا الزام لگایا تھا۔ چنانچہ جب صالح کے نام وارنٹ چلا بھیجا گیا کہ انہیں حاضر کیا جائے تو آپ نے حاضر ہو کر اپنا کلام سنایا تو خلیفہ نے آپ کو رہا کر دیا۔ پھر آپ کو والی بنانے کی تجویز پیش کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ پہلے کے یہ دو اشعار والشیخ لا یتربک اخلاقہ کیا آپ کا کلام نہیں ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں اے امیر المومنین! اتنے میں خلیفہ نے کہا کہ کیا تم اپنے اخلاق سے باز نہیں آؤ گے؟ اور خلیفہ نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ آپ کو پل پر سولی دے دی گئی۔

یہ واقعہ ۱۹ھ میں پیش آیا۔ ذیل کے شعر کا شمار بھی صالح بن عبد القدوس کے عمدہ اشعار میں سے ہے۔

اذا لم تسطع شیا فدعه و جاوزہ الی ما تستطيع

ترجمہ:- جب تم کسی چیز کے کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہو تو اسے چھوڑ دو اور تم بڑھ جاؤ اس چیز کی طرف جس سے کہ وہ چیز ضبط و استطاعت میں آجائے۔“
مذکورہ شعر بالکل ابن دریدؒ کے شعر کی طرح ہے۔

و من لم یقف عند انتہاء قدرہ
تقا صون عنہ فسبحان اتخطا
ترجمہ:- ”جو شخص طاقت و قدرت کے ختم ہو جانے کے وقت نہیں ٹھہرتا ہے تو اس سے قدموں کی کشادگی کو کوتاہ رہ جاتی ہے۔“
صلح بن عبدالقدوس | یہ صلح بن عبدالقدوسؒ فلسفی آدمی بھی تھے آپ کو خلیفہ مدنی نے زندقہ کا الزام لگا کر قتل کرا دیا تھا۔ آپ بصرہ میں وعظ و قصہ وغیرہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے ان سے بہت کم احادیث منقول ہیں اور یہ ثقہ نہیں تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے پروردگار کے سامنے پیش کیا گیا جس پر کسی قسم کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے تو خداوند قدوس نے رحمت کا معاملہ فرمایا۔ خدائے پاک نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم پر جس چیز کی تہمت لگائی گئی تھی تم اس سے بری قرار دیئے جاتے ہو۔“

بعض شعراء کرام نے قدیل و شمع کی تعریف میں تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے۔

و قدیل کان الضوء منہ
محیا من ہویت اذا تجلی
ترجمہ:- قدیل جلتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ تمہارا محبوب مسکرا رہا ہو۔“

اشار الی الدجی بلسان افعی
فشم ذیلہ فرقاد ولی
ترجمہ:- ”گویا وہ کالے سانپ کی زبان کی طرح پلپاتی ہے جو تھوڑی دیر کے بعد دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔“

أفعوان

جیسے کہ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ افعوان اس قسم کے زسانپوں کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کالے رنگ کا نہایت بہادر سانپ ہوتا ہے جو انسان پر اچھل کر حملہ کر دیتا ہے۔ اس کی کنیت بھی ابو حیان اور ابو یحییٰ ہے اس لئے کہ اس کی عمر بھی ایک ہزار سال کے قریب ہوتی ہے۔

بعض عرب شعراء کے یہ اشعار کتنے اچھے ہیں۔

لہ ”ابن درید“ ایک اونچے قسم کے شاعر اور لغت کے امام تھے۔ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ریاضی اور ابو حاتم سمیتانی سے علوم حاصل کئے۔ اس دور کے علماء انیس سب سے بڑا شاعر اور سب سے بڑا عالم کہتے تھے۔ ان کا انتقال اس سال ہوا جس سال قاہرہ میں کو تخت سے اتار کر راضی باللہ کو بٹھایا گیا۔ ان کا اور ابو ہاشم جبائی کا ایک ہی دن بروز چار شنبہ ۳۲۱ھ میں انتقال ہوا۔

صلح بن عبدالقدوسؒ بغدادی شعراء میں سے ہیں۔ معارف یسوی لغوی نے لکھا ہے کہ ان کو مدنی نے زندقہ کا الزام لگا کر سولی دے دی تھی اور یہ اس بات کے قائل تھے کہ خیر کا خالق یزدان ہے اور شر کا ابرہمن۔ ذیل کا طویل قصیدہ ”زینبہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ قصیدہ انہی کا ہے۔ (۱۱۳ الجندج)

صرمت حبالک بعد و ضلیک زینب
ترجمہ:- اے زینب! تو نے وصال کے بعد محبت کو منقطع کر دیا اور زمانہ اس میں برابر ترمیم و تعمیر کر رہا ہے۔

نشوت ذوائبھا اللتی ترحم بها
ترجمہ:- اس کی کالی لٹیں جس سے وہ کھل اٹھتی ہے بکھری ہوئی ہیں اور تیرا سر قفائتہ پھول کی طرح سپید ہو رہا ہے۔

واستغفرت لما راتک و طالما
ترجمہ:- اور وہ (محبوبہ) جب تجھے دیکھ لیتی ہے تو بھاگنے لگتی ہے ورنہ اس سے پہلے تم سے ملنے کے لیے شوق اور خواہش رکھتی تھی۔

وکذاک وصل الغانیات فانه
ترجمہ:- اور اسی طرح گانے والیاں آگئیں اس لیے کہ وہ خالی مکان میں سستی دکھا رہا تھا اور بجلیاں کو ندریں تھیں۔

فدع الصبا فلقد عداک زمانه
ترجمہ:- تم اب بچپن کو چھوڑ کیونکہ زمانے تم سے دشمنی کر لی ہے اور دنیا کی طرف توجہ نہ کرو اس لیے کہ تمہاری اصل عمر گزر گئی ہے۔

ذهب الشباب فماله من عوده
ترجمہ:- شباب تو گزر گیا اب دوبارہ نہیں آسکتا اور بڑھاپا آگیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

دع عنک ما قد کان فی زمن الصبا
ترجمہ:- جو بچپن کی واہیات تھیں وہ اب بالکل چھوڑو اور اے مجرم گناہوں کو یاد کرو اور رو۔

واذکر مناقشة الحساب فانه
ترجمہ:- اور حساب و کتاب کے معاملے کو فراموش نہ کرو اس لیے کہ جن جن چیزوں کا تم نے ارتکاب کیا ہے وہ سب روزِ ناپمحہ میں لکھا جا رہا ہے۔

لم ینسه الملکان حین نیسته
ترجمہ:- اگر تم اس کو بھول گئے تو کراما کا تین نہیں بھلا سکتے بلکہ وہ دونوں قلم بند کر رہے ہوں اور تم بے پروا اور کھیل میں لگے ہوئے ہو۔

والروح فیک ودیعة اودعتها
ترجمہ:- اور جان تمہارے اندر رکھ دی گئی ہے وہ عن قریب تم سے زبردستی لے لی جائے گی اور کھینچ لی جائے گی۔

وغرور دینک اللتی تسعی لها
ترجمہ:- اور تمہاری دنیا داری جس کے لیے تم کو شل ہو وہ دھوکہ ہے وہ تو ایک گھر کی طرح ہے جس کی حقیقت آنے جانے والے مال سے زیادہ نہیں ہے۔

واللیل فاعلم و النهار کلاهما
ترجمہ:- یاد رکھو رات اور دن میں جو بھی سانس ہم لیتے ہیں وہ شمار کئے جاتے ہیں۔

و جميع ما خلقه و جمعته حقایقنا بعد موتک ینهب
ترجمہ:- اور وہ ساری چیزیں جو تم نے جمع کی ہیں اور چھوڑی ہیں یقیناً تمہاری موت کے بعد چھین لی جائے گی۔"

تبالدار لایدوم نعیمها وشیدھا عما قلیل یغوب
ترجمہ:- وہ گھربتاہ و برباد ہو جائیگا جس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ نہ رہیں اور اس کی مضبوط بلڈنگیں جلد ہی ویران ہونے والی ہیں۔"
فاسمع ہدیت نصیحة اولا کما برنصوح للانام ها مجرب
ترجمہ:- میں نے تم کو جو نصیحتیں کی ہیں وہ سنو تم نصیحت کے زیادہ محتاج ہو یہ مخلوق کے لیے خیر خواہانہ اور مجرب نسخہ ہے۔"

صحب الزمان و اہله مستبصرا وراى الامور بما تنوب و تعقب
ترجمہ:- زمانہ ساتھ رہا اور زمانہ والے دیکھ رہے تھے اور لوگوں نے وہ عجائبات دیکھے ہیں جو کہ انکار ہونے والے ہی ہیں۔"
لاتامن الدهر الخون فانه مازال قدما للرجال يودب
ترجمہ:- تم خیانت کرنے والے زمانے سے مامون مت رہو اس لیے کہ یہ لوگوں کی ہر ہر قدم پر تادیب کرتا ہے۔"

وعواقب الايام فى عصائها مضض يذل له الاعنو الانجب
ترجمہ:- اور زمانے کے نتائج پھندے ہیں ایک مصیبت کی طرح ہیں جس کے سامنے شریف اور باعزت آدمی سر جھکا دیتا ہے۔"
فعليک تقوى الله فالزمها تفز ان التقى عوالهين الاهيب
ترجمہ:- تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس پر قائم رہو تو کامیاب ہو جاؤ گے اور متقی آدمی روشن اور بارعب ہوتا ہے۔"

واعمل بطاعته تند منه الرضا ان المطيع له لديه مقرب
ترجمہ:- اور تم اس کی فرمانبرداری کرو تو تمہیں رضامندی حاصل ہو جائے گی اس لیے کہ مطیع اور فرمانبردار آدمی اس کے نزدیک مقرب ہو جاتا ہے۔"

واقف ففى بعض القناعة راحة والياس مما فات فهو المطلب
ترجمہ:- اور تم قناعت کی زندگی گزارو اس لیے کہ تھوڑی سی قناعت آرام دہ ہوتی ہے اور نفوت شدہ چیزوں میں مایوس ہونا ہی مقصد ہونا چاہیے۔"

فاذا طمعت کسيت ثوب مذلة فلقد کسی ثوب المذلة اشعب
ترجمہ:- جب تم لالچ کرنے لگو گے تو ذلیل ہو جائے گے اور جو ذلت کا لبادہ پہن لے گا وہ پریشان رہے گا۔"

وثوق من عذر النساء خيانة فجميعهن مکايه لک تنصب
ترجمہ:- اور تم عورتوں کے دھوکے اور خانات سے بچتے رہو اس لیے کہ وہ سب کی سب تم کو مکرو فریب کے جال میں پھنسانے کے لیے تیار کی گئی ہیں۔"

لاتامن الانشى حياتک انها کالافعوان يراعى منه الانيب
ترجمہ:- تم اپنی زندگی میں عورتوں سے کبھی مامون مت ہونا اس لیے کہ وہ کالے ناگ کی طرح ہیں جس سے کہ موٹے موٹے دانٹوں

والا بھی ڈرتا ہے۔“

لاتامن الانشی زمانک کله یوما و لو حلفت یمینا نکذب
ترجمہ:- اسی طرح تم اپنی ساری عمر میں کسی دن بھی عورتوں سے مامون مت ہونا اس لیے کہ تم ان کے بارے میں قسم بھی کھا لو گے
تو جھوٹے ہو جاؤ گے۔“

تغوی بلین حدیثها و کلامها و اذا سبط فھی المصقیل الاشطب
ترجمہ:- وہ اپنی دلچسپ باتوں سے ابھارتی ہیں اور جب وہ غالب ہو جاتی ہیں تو وہ دکتی ہوئی دراز قامت حسین معلوم ہوتی ہیں۔“
وابدا عدوک بالتقصه ولتکن منه زمانک خائفا تترقب
ترجمہ:- اور اپنے دشمن کو پہلے سلام کرو (اس کے بعد) پھر مطمئن مت رہنا بلکہ خائف رہنا اور گرو پیش کا جائزہ لیتے رہنا۔
واحذره ان لاقیتہ مبتسما فاللیث یبدو نبه اذ یغضب
ترجمہ:- اگر تم اسے مسکراتے ہوئے گفتگو کرتے دیکھو تو اس سے بچنے کی کوشش کرو اس لیے کہ جس وقت شیر غصہ میں ہوتا ہے تو
چکلی والے دانت نکالتا ہے۔

ان العدوان تقادم عهده فالحقد باق فی الصدور مغیب
ترجمہ:- اگر زمانہ دراز گزر جائے دشمن دشمن ہی رہتا ہے اور بغض و کینہ سینے میں باقی اور پوشیدہ رہتا ہے۔“
واذا لصديق لقیته متملقا فهو الدود حقه یتجنب
ترجمہ:- اور جب تم چالوس دوست سے ملاقات کرو تو وہ درحقیقت دشمن ہے اس سے بچنا چاہیے۔“
لاخیر فی ود امری متملقا فهو العدو حقه یتجنب
ترجمہ:- چالوس آدمی کی دوستی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے اس لیے کہ وہ شیرین زبان تو ہوتا ہے لیکن اس کا قلب شعلہ زن ہوتا
ہے۔“

یلقاک یحلف انه بک والیق و اذا تواری عنک فهو العقرب
ترجمہ:- وہ تم سے خود اعتمادی کی قسم کھا کر میل کرتا ہے۔ لیکن جب وہ تم سے الگ ہو جائے گا تو بچھو بن جائے گا۔“
ینطقک من طرف اللسان حلاوة ویروغ منک کما یروغ الثعلب
ترجمہ:- وہ تم سے زبان سے تو شیریں گفتگو کرے گا لیکن پھر وہ بعد میں لومڑی کی طرح کترا کر گزر جائے گا۔“
وصل الکرام و ان رموک بجفوة فالصفح عنهم بالتجاوز اصوب
ترجمہ:- اور تم شرفاء کے ساتھ حسن سلوک کرو اگرچہ وہ بد اخلاقی سے پیش آئیں۔ پھر اس وقت تمہیں غفور درگزر سے کام لینا زیادہ
مناسب ہے۔“

واختر قرینک ما تصطفیہ تفاخرا ان القرین الی المقارن ینسب
ترجمہ:- تم اپنی دوستی کے لیے اچھا اور قابل فخر دوست کا انتخاب کرو اس لیے کہ دوست دوستی کرنے والے ہی کی طرف منسوب
ہوتا ہے۔“

ان الغنی من الرجال مکرم و نراه یرجى مالذیه و یرهب
ترجمہ:- واقعی و ہنی آدمی قلیل احترام ہوتا ہے اور تم اسے یہ بھی دیکھو گے کہ لوگ اس سے امید و بیم دونوں رکھتے ہیں۔

ویش بالترحیب عند قدومه و یقام عند سلامه و یقرب
ترجمہ:- اور لوگ اس کی آمد کے وقت خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کے سلام و دعا کے وقت لوگ قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔
و اخفض جناحک للاقارب کلهم
ترجمہ:- اور تم اپنے سارے اقرباء کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اگر وہ کوئی جرم کر بیٹھیں تو چشم پوشی سے کام لو۔

ورع الکذوب فلا یکن لک صاحبها
ترجمہ:- اور جھوٹے آدمی کو اپنا ساتھی مت بناؤ اس لیے کہ جھوٹا آدمی نیک اور آزاد طبیعت کو معیوب کر دیتا ہے۔
وزن الکلام اذا نطقت و لاتکن
ترجمہ:- اور گفتگو کرتے وقت موزوں کلام کرو اور ہر مجلس میں بکواس اور بڑبڑ زیادہ نہ کرو۔

واحفظ لسانک و احترز من لفظه
ترجمہ:- اور تم زبان کی حفاظت کرو زیادہ نہ بولو اس لیے کہ زبان ہی سے انسان محفوظ بھی رہتا ہے اور ہلاک بھی ہوتا ہے۔
والسر فاکتمه ولا تنطق به
ترجمہ:- اور راز کو صیغہ راز میں رکھا کرو بتایا نہ کرو اس لیے کہ شیشہ ٹوٹنے کے بعد جوڑا نہیں جاتا۔

و کذاک سرالمراء ان لم یطم
ترجمہ:- اسی طرح اگر آدمی کے راز کو راز کے طور پر نہ رکھا گیا تو لوگ نمک مرچ ملا کر بیان کرتے ہیں اور برعکس بیان کرتے ہیں۔
لا تحرص فالحرص لیس بزائد
ترجمہ:- تم لالچ ہرگز نہ کیا کرو اس لیے کہ اس سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ حریص آدمی کا نصیب برابر ہوتا ہے اور تھک جاتا ہے۔

ویطل ملهونا یدوم تحلیلا
ترجمہ:- پھر وہ رنجیدہ خاطر ہو جاتا ہے اور حیلہ سازی کرتا ہے اور رزق حیلہ کر کے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

کم عاجز فی الناس یاتی رزقه
ترجمہ:- کتنے کمزور قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو خوب روزی ملتی ہے اور عقل مند آدمی محروم ہو جاتا ہے اور ناکام ہو جاتا ہے۔
وارع الامانة و الخیانة فاجتنب
ترجمہ:- اور امانت کی حفاظت کرو خیانت سے بچو، انصاف کرو ظلم بالکل نہ کرو تو یہ بات تمہارے لیے سود مند ہوگی۔

واذا اصابک نکیة فاصبر لها
ترجمہ:- اور جس وقت تم کسی پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کا دامن نہ چھوڑو (اسی کے ساتھ) تم نے کتنے مسلمانوں کو دیکھا ہو گا کہ وہ پریشانی نظر نہیں آتے۔

واذا رمیت من الزمان بریبة
اونالک الامر الاشق الاصعب

ترجمہ:- اور جب زمانہ تمہیں بے چینی، بے اطمینانی میں مبتلا کر دے یا تمہیں مشکل مسئلہ پیش آجائے۔

فاضرع لربک انه ادنی لمن
یدعوہ من حبل الورد و اقرب

ترجمہ:- تو تم اپنے پروردگار کے دربار علی میں تضرع و زاری کرو اس لیے کہ جو اسے پکارتا ہے تو وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

کن ما استطعت عن الانام بمعزل
ان الکثیر من الوری لا یصحب

ترجمہ:- تم حتی الامکان مخلوق سے الگ تھک رہا کرو اس لیے کہ زیادہ لوگوں سے میل نہیں رکھا جاتا۔

واحذر مصاحبة اللئیم فانہ
یعدی کما یعدی الصحیح الاجرب

ترجمہ:- اور تم مینہ آدمی کی صحبت سے پرہیز کرو اس لیے کہ اس کی صحبت لگ جاتی ہے جیسے کہ خارش صحیح و تندرست کو لگ جاتی ہے۔

واحذر من المظلوم سہما صائباً
واعلم بان دعائہ لا یحجب

ترجمہ:- اور تم مظلوم کی بددعا سے بچو اس لیے یہ بات یاد رکھو کہ اس کی دعا لوٹائی نہیں جاتی اور نہ روکی جاتی ہے۔

واذا رایت الرزق عن بیلدة
و خشیت فیہا ان یضیق المذہب

ترجمہ:- اور جب تم یہ دیکھو کہ رزق کسی شرمیں کمیاب ہو گیا ہے اور تمہیں یہ خوف لگ رہا ہو کہ وہ تنگ ہو جائے گا۔

فارحل فارض اللہ وسعة الفضا
طولا و عرضا شرقها و المغرب

ترجمہ:- تو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے طولا عرضا مشرق و مغرب کہیں بھی کوچ کر جاؤ۔

فلقد نصحتک ان قبلت نصیحتی
فالنصح اعلی ما یباع و یوہب

ترجمہ:- اگر میری نصیحت پسند آئی ہو تو قبول کرو اس لیے کہ نصیحت (خیر خواہی) فروخت اور دیئے جانے والی چیز سے قیمتی ہے۔

نزار کے بیٹوں کی ذکاوت

شیخ ابو الفرج سلمہ بن الجوزی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ نزار بن معد کے چار لڑکے تھے۔ مضر ربیعہ، ایاد، انمار۔ جب انکا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنا مال و دولت وغیرہ ان چاروں میں تقسیم کر دیا۔

اور انہوں نے مال کی تقسیم میں ایک انوکھا طرز اپنایا اپنے ان چاروں بیٹوں کو بلا کر یہ کہا کہ جو سرخ ٹوپی ہے یا اس قسم کا جو بھی مال ہو۔

مضر تمہارا ہے اور یہ کالی گدڑی اور جو اسکے مشابہ مال ہو وہ ربیعہ کا ہے اور یہ نوکر وغیرہ کا اور جو اس جیسا مال و متاع ہو یا دیکھ لیتے

ہے اور یہ تھیلی (البدرة سلمہ) اور یہ نشست گاہ انمار تمہاری ہے۔ وصیت کرتے وقت شیخ نزار نے یہ بھی تاکید کی کہ اگر تم لوگوں کو

کسی قسم کی پیچیدگی پیش آئے یا کسی معاملہ میں جھگڑا ہونے لگے تو آپ لوگ فوراً انفعی بن افعی الجرحی کے پاس جا کر فیصلہ کرا لیں۔

سلمہ ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی۔ یہ بغداد میں (۸۸۳ھ میں) پیدا ہوئے۔ یہ مشہور حنبلی المذہب عالم تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ خطیب اور مورخ بھی تھے

ان کی مشہور تصنیف المنتظم فی تاریخ الاسلام ہے۔ لیکن فن حدیث میں یہ ثقہ نہیں تھے۔ انتقال ۱۲۵۷ھ میں ہوا۔ (المجمد ص ۱۴۳ ج ۲)

سلمہ عربی میں البدرة کا اطلاق دس ہزار کی تھیلی پر آتا ہے۔ (المجد)

چنانچہ جب نزار شیخ کا انتقال ہو گیا تو ان لوگوں میں اختلاف ہو گیا۔ آخر مقدمہ لے کر ان فی شاہ نجران کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو یہ سب لوگ ایک ساتھ جا رہے تھے کہ اچانک مضر نے دیکھا کہ ایک اونٹ گھاس چر رہا ہے تو مضر نے کہا کہ یہ اونٹ تو کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا نہیں ٹیڑھا اور سینے کا پتلا ہے۔ ایاد نے کہا نہیں دم کٹا ہے اور انمار نے کہا نہیں صرف بد کتا ہے۔ بس وہ لوگ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اچانک ان لوگوں کی ملاقات ایک آدمی سے ہو گئی تو ان لوگوں نے اس آدمی سے اونٹ کے سلسلہ میں فیصلہ کرانے لگے کہ آخر اونٹ کیسا ہے؟ سب نے اپنا اپنا نظریہ بیان کیا۔ مضر کہنے لگا کہ میرے نزدیک تو وہ کانا ہے تو اس آدمی نے کہا ہاں مضر تم صحیح کہہ رہے ہو۔ پھر ربیعہ نے کہا کہ مجھے وہ اونٹ ٹیڑھا اور سینے کا پتلا معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ یہ بھی سچ ہے اور ایاد نے کہا کہ بھائی وہ تو دم کٹا ہے تو اس پر بھی اس نے ہاں کہہ کر تصدیق کر دی اور انمار نے کہا وہ تو صرف بد کتا ہے۔ پھر بھی اس آدمی نے کہا کہ ہاں یہ بھی صحیح کہتے ہیں۔ اونٹ کے یہ سارے اوصاف سن لینے کے بعد اس آدمی نے یہ کہا کہ بھائیو! ان اوصاف کا حامل تو میرا اونٹ ہے۔ تم لوگ میرے اونٹ کا پتہ بتاؤ کہ آخر کہاں دیکھا ہے؟

یہ سنتے ہی ان تمام بھائیوں نے فوراً قسم کھالی کہ ہم لوگوں نے کوئی اونٹ نہیں دیکھا۔ آخر کار ان تمام بھائیوں کے انکار کے باوجود اس آدمی نے ان سب کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ لگا ہی رہا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ نجران آ پہنچے اور پھر سب کے سب شاہ نجران ان فی بن ان فی البحر ہی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ تو وہ شخص جو اونٹ کی تلاش و جستجو میں تھا اس نے بادشاہ سے اپیل کی کہ ان لوگوں نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے۔ نیز ان لوگوں نے میرے سامنے اونٹ کے اوصاف بھی بیان کئے ہیں لیکن یہ لوگ پتہ نہیں بتاتے کہ وہ کہاں ہے۔

اتنے میں ان تمام بھائیوں نے یہ کہا کہ بادشاہ معظم ہم نے ان کے اونٹ کو نہیں دیکھا ہے تو شاہ نجران ان فی نے کہا کہ جب آپ لوگوں نے اونٹ نہیں دیکھا ہے تو اس کے اوصاف کیسے بیان کئے ہیں جو اونٹ پر منطبق ہو گئے ہیں۔

تو سب سے پہلے مضر نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اونٹ کو اس طرح دیکھا ہے، لیکن وہ اپنی ایک جانب کی گھاس چھوڑ کر چر رہا تھا تو میں نے یہ سمجھا کہ وہ اونٹ عموماً اور کانا ہے۔

اسی طرح ربیعہ نے کہا کہ مجھے اس کے ایک ہاتھ میں نقص محسوس ہوا ہے تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس نے ٹیڑھے اور سینے کے پتلے ہونے کی وجہ سے جفتی کرتے وقت بیکار کر لیے ہیں۔

اور ایاد نے کہا میں نے اس کی بیٹنگیاں یکجا پڑی ہوئی دیکھی ہیں تو میں نے سمجھا کہ وہ دم کٹا ہے۔ اگر وہ دم دار ہوتا تو وہ دم مارتا تو بیٹنگیاں بکھری ہوئی ہوتیں۔

انمار نے کہا کہ وہ میدان میں چرتے ہوئے ڈھال دار زمین کی طرف مڑ گیا ہے تو میں نے یہ سمجھا کہ شاید وہ بد کتا ہے۔ تو شاہ نجران نے اس اونٹ والے شیخ سے یہ کہا کہ بھائی یہ لوگ تمہارے اونٹ کو نہیں جانتے جاؤ تم تلاش کر لو۔ پھر شاہ نجران ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ اچھا آپ لوگ کون ہیں؟ میں آپ لوگوں سے واقف نہیں ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔ یہ سنتے ہی شاہ نجران نے اس کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ بھائی آپ لوگ واقعی میرے پاس ضرورت سے تشریف لائے ہیں جیسے کہ مجھے اس کا احساس بھی ہے۔ پھر شاہ نجران نے ان کی ضیافت کی۔ ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے کھانا کھایا اور پانی پی کر سیراب ہوئے۔

تو مفسر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بھائی آج کی شراب تو بہت عمدہ ہے۔ ایسی میں نے دیکھی نہیں۔ لیکن کاش کہ یہ قبرستان کی نہ ہوتی۔ اسی طرح ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنا بہترین گوشت نہیں کھایا بشرطیکہ جانور کو کتیا کا دودھ نہ پلایا گیا ہوتا۔ ایاد نے کہا آج کی طرح کسی آدمی کو رات میں زیادہ چلنے والا نہیں دیکھا بشرطیکہ یہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہ ہو تا جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ انمار نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنی بہترین روٹیاں نہیں کھائیں بشرطیکہ اس آنے کو حائفہ عورت نہ گوندھتی۔

افعی نے اس سے قبل دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس اپنا ایک وکیل بنا کر بھیج دیا تھا۔ چنانچہ وہ ان لوگوں کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر اس نے افعی کو ان لوگوں کی ساری گفتگو کی اطلاع دی کہ ان لوگوں نے اس قسم کا تبصرہ کیا ہے۔

پھر افعی شاہ نجران نے ان سب لوگوں کی باتوں کی تحقیق کے لیے شراب والے کو بلا کر کہا کہ تم نے کیسی شراب بنائی ہے؟ صحیح صحیح بتاؤ واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ ایسی انگوروں کی بنائی ہوئی شراب ہے جس کو ہمارے باپ کی قبر پر لگایا گیا تھا۔ اس انگور کی بنی ہوئی شراب ہم نے آپ کو اس لیے دی تھی کہ اس سے اچھی شراب ہمارے پاس نہیں تھی۔ اسی طرح گوشت والے کو بلا کر سوال کیا کہ تم نے ایسا گوشت کیسے دیا ہے؟ سچ بتا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو ایسی بکری کا گوشت کاٹ کر دیا ہے جسے ہم نے کتیا کا دودھ پلایا تھا اور اس سے موٹی بکری ہمارے پاس گوشت بنانے کے لیے نہیں تھی۔ پھر افعی گھر کے اندر داخل ہوا جس باندی نے روٹیاں پکائی تھیں اس سے پوچھا کہ تم نے روٹیاں کیسی پکائی ہیں؟ حقیقت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوں ماہانہ خون آرہا ہے۔ پھر افعی اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے پوچھا۔ ان سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھنے لگا کہ وہ کیسے تھے؟ تو ان کی ماں نے بتایا کہ میں ان سے قبل ایک ایسے بادشاہ کے نکاح میں تھی جس کے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی تو میں نے بادشاہ کے انتقال کے بعد کسی غیر کے ہاتھ میں سلطنت چلی جانے کے خوف سے میں نے یہ کیا کہ ایک ایسے آدمی سے صحبت کرائی کہ جو ان کی خدمت میں آیا کرتا تھا تو پھر اس سے یہ سب اولاد پیدا ہوئی۔

جب افعی نے یہ سب تحقیق کر لی تو انہیں ان لوگوں کی گفتگو اور تبصرے سے حیرت ہوئی۔ پھر ان لوگوں سے مزید ان تمام حالات اور واقعات کی وضاحت چاہی کہ آخر آپ لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہوا اور آپ لوگ ان حقائق تک کیسے پہنچ گئے۔

تو سب سے پہلے مفسر نے انکشاف کیا کہ دراصل میں شراب کی اس حقیقت سے کہ وہ ایسے انگوروں کی بنائی گئی ہے جسے قبروں پر لگایا گیا تھا اس لیے واقف ہو گیا کہ شراب کی خاصیت تو یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد تمام قسم کے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں ذہنی سکون محسوس ہوتا ہے۔ لیکن یہ شراب تو بالکل اپنی خاصیت کے برعکس ہے جب ہم لوگوں نے اسے پیا تو رنج و غم کی کیفیت دور نہیں ہوئی بلکہ اور احساس ہونے لگا۔

ربیعہ نے یہ وضاحت کی کہ میں گوشت کی حقیقت سے کہ وہ کسی ایسی بکری کا گوشت ہے جس نے کتیا کا دودھ پیا ہے اس لیے واقف ہو گیا کہ ہر قسم کے گوشت کی خوبی یہ ہے کہ چربی گوشت کے اوپر رہتی ہے۔ سوائے کتوں کے گوشت کے کہ اس کی چربی گوشت کے اندر کے حصہ میں ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم نے یہ گوشت کھایا تو تمام گوشت کے بالکل برعکس کیفیت تھی اس لیے میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی ایسی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے جسے کسی کتیا نے دودھ پلایا ہے۔

ایاد نے کہا کہ ان کے باپ کی اصلیت ہے کہ وہ جس باپ کی جانب منسوب ہے وہ حقیقت میں نہیں ہیں۔ اس لیے وہ واقف ہو گیا کہ انہوں نے جو کھانا تیار کر کر ہمارے لیے بھیج دیا ہے۔ لیکن اس نے خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا تو ان کی طبیعت کا اندازہ لگا کہ

ان کے والد تو اس طرح نہیں تھے اور نہ ہی ان کے ایسے اخلاق تھے۔

انمار نے کہا کہ یہ روٹیاں حائضہ عورت کے ہاتھ کی گوندھی ہوئی ہیں اس سے میں اس لیے واقف ہو گیا کہ ایسا ہے کہ جب روٹی کے ٹکڑے بنا لیے جاتے ہیں تو کھاتے وقت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور یہی اس کا حال دو سرتاقوا میں نے یہ سمجھا کہ آٹے کو کسی حائضہ عورت نے گوندھا ہے۔

وکیل نے ان سب لوگوں کی گفتگو اور انکشافات سے انفی کو مطلع کیا تو انفی نے کہا کہ یہ سب لوگ شیطان معلوم ہوتے ہیں۔ پھر بعد میں انفی ان سب کی موجودگی میں تشریف لائے اور فرمایا کہ بھائیو! تم لوگوں کا کیا کام ہے؟ کیا کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ بیان کرو تاکہ آپ لوگوں کے آنے کا مقصد ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اپنا قصہ بیان کیا کہ ان کے باپ نے مرنے کے بعد اس قسم کی وصیت کی تھی۔ لیکن تقسیم ترکہ کے وقت اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور باپ نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی پیچیدگی پیدا ہو جائے تو آپ کی خدمت میں جا کر حل کر آنے کی تاکید فرمائی تھی۔

پھر ان لوگوں نے اپنا اختلافی معاملہ رکھا تو انفی نے جواب دیا کہ جو مال سرخ ٹوپی کے قبیل سے ہو وہ مضر کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حصہ میں دنائیر اور اونٹ وغیرہ بھی آجائیں گے۔ اس لیے کہ دنائیر تو سرخ ہوتے ہیں لیکن بعض اونٹ سرخ رنگ کے بھی ہوتے ہیں جن کا شمار اچھے قسم کے مالوں میں ہوتا ہے اور عرب بھی اسے بہت پسند کرتے ہیں۔

ربا وہ مال جو کالی گدڑی یا اس کے مشابہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ دیگر جانور مال اور گھوڑے وغیرہ بھی ربیعہ کے حصہ میں آجائیں گے اس لیے کہ بعض گھوڑے کالے بھی ہوتے ہیں۔

اور جو مال خادم کے ہم مثل ہوں اور خادم کچھڑی بالوں جیسا ہے اس لیے اس کا مطلب ہے کہ مویشی جانور اور جنگبرے گھوڑے وغیرہ بھی ایار کے حصے میں آجائیں گے۔

اسی طرح انفی نے انمار کے لیے دراہم اور زمین وغیرہ کا فیصلہ کیا۔ پھر یہ فیصلہ سن کر سب لوگ انفی کے پاس سے چلے گئے (ان شاء اللہ ابھی باب کلب میں یہ ملاحظہ کر لیں گے کہ امام سہلی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ربیعہ اور مضر دونوں کے دونوں مومن تھے۔)

ابن التلمیذ کے حالات | مورخ ابن خلکان نے ابن التلمیذ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نصاریٰ اور اطباء دونوں کے بزرگ تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کے اور وحید الزمان مشہور حکیم بہت اللہ کے درمیان کشیدگی اور چشمک رہا کرتی تھی۔ حکیم بہت اللہ تو پہلے یہودی تھے پھر آخر عمر میں اسلام لے آئے تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو جذام کا مرض ہو گیا تھا تو آپ نے جسم میں انفی سانپ کو لپیٹے رہا کرتے تھے۔ تو جب سانپ کو بھوک لگتی تھی تو وہ آپ کے جسم میں خوب ڈستا تھا۔ چنانچہ آپ اس علاج کی وجہ سے جذام سے شفا یاب ہو گئے لیکن بعد میں اس کے زہریلے اثرات سے آپ کی بینائی چلی گئی تھی۔ چنانچہ ابن التلمیذ نے ان کے بارے میں اشعار کہے۔

لنا صدیق یہودی حماقته اذا نکلم تبدو فیہ من فیہ
ترجمہ:- ہمارا ایک یہودی دوست ہے جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کی حماقت جو ان کے منہ میں ہے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب گفتگو کرنے لگتے ہیں۔

یتہ والکلب اعلیٰ منہ منزلة کانه بعد لم یخرج من التیہ

ترجمہ:- وہ متحیر پھرتا رہتا ہے حالانکہ کتاب سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے گویا کہ وہ حیرانی سے اس کے بعد بھی نہیں نکلے۔
شیخ انصاری والاطباء ابن التلمیذ نہایت متواضع منکسر المزاج آدمی تھے اور اوحدا الزمان بہتہ اللہ متکبر قسم کے متکبر تھے۔ چنانچہ ان دونوں کے بارے میں بدیع الاسطرلابی نے چند احوال کے ہیں۔

ابوالحسن الطیب و مفتیہ ابوالبزکات فی طرفی نقضی
ترجمہ:- شیخ ابوالحسن طیب اور حکیم آدمی ہیں اور ان کے پیروکار ابوالبرکات ہیں۔ ان کے دونوں جانب میں نقیض معلوم ہوتے ہیں۔

فہذا بالتواضع فی الشریا و هذا بالتکبر فی الحفیض
ترجمہ:- یہ تو تواضع و انکساری کی وجہ سے شریا میں پہنچے ہوئے ہیں اور تکبر کی وجہ سے حفیض میں ہیں۔
اور ابوالحسن بن التلمیذ نے المیزان (ترازو) کے بارے میں ایک عجیب و غریب بات کہی ہے۔
ماواحد مختلف الاسماء يعدل فی الارض و فی السماء
ترجمہ:- کوئی بھی چیز مختلف ناموں کی نہیں ہے جو زمین اور آسمان میں برابری اور مساوات کرتی ہو۔

یحکم بالقسط بلا رباء اعمی یری الارشاد کل راء
ترجمہ:- بغیر ربا کے انصاف سے فیصلہ کرتی ہے وہ اندھی تو ہے لیکن وہ ہر چیز کو باقاعدہ ملاحظہ کر لیتی ہے۔
اخرس لامن علة و داء یغنی عن التصریح بالایماء
ترجمہ:- وہ گونگا بھی ہے لیکن بغیر کسی وجہ اور مرض کے گونگا ہے جو اشارہ کر کے صاف گوئی سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔
یحیب ان ناداہ ذو امتراء بالرفع والخفض عن النداء
ترجمہ:- اگر کوئی شکی آدمی اپیل کرتا ہے تو وہ اٹھ کر اور جھک کر جواب بھی دیتا ہے۔

یضمح ان علق فی الہراء
”وہ صاف صاف ظاہر جاتا ہے اگر اسے ہوا میں معلق کر دیا جائے۔“ (وفیات الاعیان)
نوٹ:- ”مختلف الاسماء“ جو شعر میں مذکور ہے اس سے بہت سے مترادفات ہیں۔ میزان الشمس اسطرلاب۔ آلات رصدیہ وغیرہ۔

اور یہی معانی ہیں اس جملے کہ ”یعدل فی الارض و فی السماء“ (کہ وہ زمین اور آسمان میں برابر وزن کرتا ہے) نیز میزان نام کی مختلف مضمون میں کتابیں ہیں جیسے نحو میں میزان الکلام، عروض میں میزان الشعرا اور منطق میں میزان المعانی وغیرہ۔
الْأَسْطُرْلَابُ لَبْلَبٌ مَزْمُومٌ زَبَرٌ سِنٌ مِسْکُونٌ طَاءٌ مِیْثٌ هِیْ جَسٌّ كَ الْمِیْزَانِ الشَّمْسِ۔ اس لیے کہ یونانی زبان میں اسطر میزان اور لَب شمس کو کہتے ہیں۔ اس کو حکیم بطلموسؒ (باء اور لام میں زبر ہے طاء اور یاء میں سکون ہے اور

لہ اسطرلاب ایک قسم کا آلہ ہے جس سے نجومی ستاروں کی بلندی کا اندازہ کرتے ہیں۔ (مصباح اللغات)

ؒ بطلموس۔ یہ معید مصر میں پیدا ہوئے اور اسکندریہ کے قریب انتقال ہوا۔ یہ ایک زبردست جغرافیہ نویس اور تاریخ کے جاننے والے گزرے ہیں۔

میم میں پیش ہے) نے ایجاد کیا ہے۔ اور ایجاد کے سلسلے میں ایک عجیب و غریب واقعہ نقل فرمایا ہے جس کو طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔

ابن التلمیذ ابو الحسن ایک زبردست مختلف علوم کے جامع نہایت ذہین دانشمند عالم گزرے ہیں لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود آپ اسلام کی دولت سے محروم رہے اور یہ بات خدائی رازوں میں سے ہے اور پاک برتر ذات کی بیش بہا نعمت ہے۔ وہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے مالا مال کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں محروم کر دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُضِلِّهِ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خاتمہ بالخیر فرمائیں اور تاحیات توحید پر قائم رکھیں۔ آپ کی وفات ۵۶۰ھ صفر المظفر میں ہوئی ہے۔

افعی سانپ کے طبی فوائد | اگر کوئی افعی سانپ کے خون کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرے تو آنکھوں میں روشنی و بینائی کا اضافہ ہو گا۔ اگر کوئی اس کے قلب کو خشک کر کے گلے میں لٹکائے تو کسی قسم کا کوئی سحر ملے اثر انداز نہیں ہو گا۔ اگر کسی کی داڑھ میں درد ہو رہا ہو تو اس کی داڑھ باندھ کر لٹکالے تو داڑھ کا درد جاتا رہے گا۔ اسی طرح اگر اس کی بائیں داڑھ کو کوئی عورت بائیں ران میں باندھ لے تو جب تک یہ بندھی رہے گی عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔

ان کی مشہور تالیفات ”الجملی“ و ”امار البلاد“ اور ”انظریت البعوضیہ“ فن ہیئت میں تصنیف کی ہیں۔ یہ اس بات کے قائل تھے کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ فلک اس کے گرد گھومتا ہے۔ علماء ان کی ولادت و وفات کی تاریخ قلم بند نہیں کر سکے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے نام بادشاہوں کے ہوا کرتے تھے اور اس نام کے سولہ بادشاہ گزرے ہیں انہی بادشاہوں کے ادوار میں علوم و فنون نے ترقی کی (المجمد ص ۸ ج ۲)۔

سحر کنی قسم کے ہوتے ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جس میں سفلیات سے مدولے کر محض لوگوں کو پریشان کرنا ہوتا ہے یا کسی مرض یا تکلیف و مصیبت میں جھلا کر دیا جاتا ہے اس کا شرعی حکم پھر کسی موقع سے لکھیں گے۔ ابھی آپ سحر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ سحر اور جادو یہ ایک فن ہے جس کو اس کے اصول اور پابندی کے ساتھ ہر فنکار ساحر ہر وقت کام میں لا سکتا ہے۔ اس کے اسباب اگرچہ عام لوگوں سے پوشیدہ ہیں لیکن اس فن کے تمام واقف کار اس سے واقف ہوتے ہیں اس لیے وہ دوسرے علوم و فنون کی طرح بدون و مرتب فن ہے جس کو بھریوں اور چینیوں اور ہندوستانیوں نے بہت فروغ دیا۔ (ہندوستان میں بنگال، مدراس، و بومند میں اس سے بہت نقصان پہنچا ہے) لغت میں سحر کے معانی امر خفی اور پوشیدہ چیز کے ہیں، اسی لیے صبح کے اول وقت کو سحر اس لیے کہتے ہیں کہ ابھی دن کی روشنی پوری طرح نمودار نہیں ہوتی اور علمی اصطلاح میں سحر ایسے عجیب و غریب عمل کا نام ہے جس کے وجود پذیر ہونے کے اسباب نظر سے اوچھل جاتے ہیں۔

امام رازیؒ کہتے ہیں کہ یہ بات یاد رکھئے کہ لفظ سحر شریعت کی اصطلاح میں ایسے امور کے لیے مخصوص ہے جس کا سبب پوشیدہ ہو اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے (تفسیر کبیر ص ۳۲۰ ج ۱) کاتب چلبلی نے سحر کی یہ تعریف کی ہے کہ علم سحر فلکی احوال اور ستاروں کے اوضاع کو اس طور پر پہچانے کا نام ہے جس میں ان دونوں کا موالید ملاحظ اور زمین سے مخصوص طریقے سے ربط معلوم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی عتیں اور اسباب بالکل ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ پھر اس اعتبار سے ساحر آدمی مناسب اوقات میں فلکی اوضاع اور ستاروں کی گردش سے بعض موالید کا دوسرے موالید سے اس طور پر مرکب کر دیتا ہے جس سے عجیب و غریب قسم کے اثرات و اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس تعجب خیز امور میں بڑے بڑے عتلاء و تحیر نظر آنے لگتے ہیں۔ (کشف القنون ص ۱۷۶ ج ۱)

سحر آیا اس کی کچھ حقیقت ہے یا محض نظروں کا فریب ہے۔ چنانچہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ سحر کی واقعی ایک حقیقت ہے اور یہ مضر اثرات بھی رکھتا ہے۔

○ امام قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ابن زہر اور ابن نجیشون نے لکھا ہے کہ اگر کسی آدمی کو چوتھا بخار آتا ہو تو افعی کا قلب باندھ کر لٹکالے تو ان شاء اللہ بخار جاتا رہے گا۔

○ سانپ کی چربی ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کے ڈسنے میں مفید ہے۔

○ اگر کسی جگہ کے بال اکھڑ کر (نوچ کر) اس کی چربی کی مالش کر دیں تو اس جگہ کبھی بال نہیں آسکتے۔

○ اگر کوئی آدمی نوشادر منہ میں پگھلا کر اس سانپ یا کسی بھی سانپ کے منہ میں تھوک دے تو دونوں قسم کے سانپ اسی وقت مر جائیں گے۔

○ اگر اس کی کھال سرکہ میں ملا کر پگالی جائے پھر اس کو منہ میں لے کر کھلی کریں تو ڈاڑھ اور دانتوں کے درد میں نفع بخش ثابت ہو گا۔

○ اسی طرح اگر اس کی کھال کو مٹی میں ملا کر باریک پیس کر بطور سرما استعمال کریں تو آنکھوں کی پیمائی میں جلاء بخشے گی۔

○ اگر کسی کے بوا سیر یا آنکھ میں سفیدی چھا گئی ہو تو اس سانپ کی چربی کی مالش اور آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کریں تو ان شاء اللہ دونوں شکایات جاتی رہیں گی۔

○ سانپ کا پتہ فوری طور پر زہر کی طرح قاتل ہے۔ (عجائب المخلوقات)

بقراط نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اس سانپ کا گوشت کھالیا کرے تو تمام موزی امراض سے محفوظ رہے۔

ایک حکایت عمرو بن یحییٰ العلوی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ کے راستوں کو طے کرتا ہوا جا رہا تھا تو ہمارے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کو استسقاء کی بیماری ہو گئی بس ہم چلتے چلتے کیا دیکھتے ہیں کہ عرب بدوؤں نے اونٹوں کی ایک قطار جس میں کہ یہ بیمار شخص بھی بیٹھا ہوا تھا کاٹ لیا۔ پھر جب ہمارا سفر مکمل ہو گیا تو کوفہ لوٹ کر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بیمار آدمی جو اونٹوں کی چوری میں چلا گیا تھا صحت مند نظر آ رہا ہے تو ہم نے اس کے حالات دریافت کیے کہ بھائی کیا بات ہوئی ایام کیسے گزرے، کیسے صحت یاب ہو گئے۔ تو اس نے جواب دیا کہ بھائی ایسا ہوا کہ جب مجھے عرب بدو اپنے ساتھ لے کر اپنے ٹھکانوں

ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت باللہ کے پیش نظر اس میں اسی طرح کے مضرا ثات رکھ دیئے ہیں جس طرح کہ زہر یا دوسری نقصان دہ دواؤں میں ایسا بالکل نہیں ہے کہ محروقت الہی سے بے نیاز ہو کر العیاذ باللہ خود موثر بالذات ہے کیونکہ یہ عقیدہ تو خالص کفر ہے۔

بعض علماء کرام کے نزدیک محرکی حقیقت شعبہ، نظریہ بندی اور فریب خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بلاشبہ محرایک باطل حقیقت ہے۔ چنانچہ یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ، ابو بکر جماس، شافعی، ابوالحسن الاسرائیلی، حزم ظاہری اور معتزلہ وغیرہ کا ہے۔ حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ علماء کرام کے محروک ایک حقیقت تسلیم کرنے کے بعد اس میں اختلاف ہوا کہ آیا محرم خدائے پاک نے تاثیر بخشی ہے کہ وہ حقائق اور مہمات میں انقلاب پیدا کر دے یا وہ صرف مضرا ثیات کی طرح نقصان دہ ہے اور یہ ممکن ہے کہ اس کے اثر سے انسان کی حقیقت گھوڑے میں تبدیل ہو جائے یا گدھا مثلاً انسان ہو جائے۔ چنانچہ مجبور علماء کی رائے یہ ہے کہ محرم اس قسم کی تاثیر بالکل نہیں ہے اور نہ محرم سے کوئی حقیقت یا مہمات تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہاں چند حضرات یہ کہتے ہیں کہ محرم کے اندر انقلاب یا تبدیل مہمات کی بھی تاثیر ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان جو محرم کا مقابلہ ہوا تھا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ محض طبع سازی اور تخیل کی حد تک تھا۔ (فتح

میں جانے لگے تو ان لوگوں نے مجھے قریب ہی میں چند فرسخ کے فاصلے پر تنہا چھوڑ دیا۔ مجھے اتنی وحشت معلوم ہوتی تھی کہ موت کی تمنا کرنے لگا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں کیا دیکھتا ہوں کے افقی کالے کالے سانپ جن کو پکڑ کر وہ لوگ لائے تھے ان کے سر اور دم کاٹ کر بھون بھون کر کھانا شروع کر دیا تو میں نے یہ سوچا کہ شاید یہ لوگ کھانے کے عادی ہو گئے ہیں اسی لیے ان کو نقصان اور مضرت نہیں ہو رہا ہے لیکن اگر میں نے کھالیا تو مری جاؤں گا چھاپے میں بھی کھالوں تو ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سو جاؤں گا اور ان تمام مصائب سے چھٹکارا مل جائے گا۔

تو میں نے ان لوگوں سے مانگا کہ بھائی مجھے بھی بھوک لگی ہے کھلا دو تو ان میں سے ایک آدمی نے ایک سانپ میری طرف پھینک دیا۔ چنانچہ میں اسے کھا کر گہری نیند سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو سارا جسم ہیسنہ سے شرابور تھا۔ ساتھ ہی ساتھ طبیعت متغیر ہوتی رہی۔ کبھی پینہ کبھی ابھار، کبھی طبیعت میں اس قسم کی بھائی کیفیت سو مرتبہ کے قریب تبدیل ہوتی رہی۔ جب صبح نمودار ہوئی تو میرا جسم لاغر، دھلا اور پیٹ پٹا اور چھریا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے بعد بھوک لگی۔ کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو کھانا مانگ کر کھایا۔ پھر ان کے پاس کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میں شفا یاب ہو گیا ہوں۔ اب کسی قسم کی تکلیف باقی نہیں رہی۔ پھر بعد میں ان کے بعض ساتھیوں کے ساتھ میں کو فہ آ گیا۔

الاقہبان

(ہاتھی اور بھینس) الاقہبان ہاتھی اور بھینس کو کہتے ہیں۔ چنانچہ روبرو اپنے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لیث یدق الاسد الہموسا والاقہبن الفیل والجاموسا
ترجمہ۔ شیر درندہ شیر کو کھٹکھٹاتا ہے۔ اس طرح اقہبن یعنی ہاتھی اور بھینس کو بھی۔

الاملول

یہ ایک بھٹ تیز کی طرح یا قٹا سلہ پرندہ کی طرح ایک ریتیلہ جانور ہوتا ہے۔ (قائد ابن سیدہ)

الانس

نوع انسان آدمی اور بشر کو انس کہتے ہیں اس کا واحد انسی و انسی آتا ہے اور جمع اناسی۔ اسی طرح اگر انسان کو واحد مان لیں تو اس کی جمع اناسی آئے گی (یعنی نون کے بدلے میں یاء آجائے گی) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اناسیہ بروزن صرافۃ اور صافلۃ آتی ہے۔

نیز انسان کا اطلاق عورت پر بھی ہوا کرتا ہے۔ لیکن جنس مونث کی وجہ سے انسان میں تائے تانیث لگا کر انسانۃ نہیں کہتے۔ لیکن عوام الناس انسانہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے (مولدین کے اشعار میں انسانۃ کا استعمال موجود ہے۔ امام جوہری نے فرمایا ہے کہ بعض عرب شعراء نے انسانۃ استعمال کیا ہے۔

بدر الدجی منها خعبل

انسانۃ فنانۃ

ترجمہ:- وہ ایک فتنہ خیز عورت ہے جس سے چاند بھی شرماتا ہے۔

فبالدموع تغتسل

اذا زنت عینی بہا

ترجمہ:- جب میری نگاہیں اس سے زنا کرتی ہیں تو آنسوؤں سے نہایتی ہیں۔

الانسان

انسان کا اطلاق آدم زادہ اور نوع بشر پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع الناس آتی ہے۔ امام جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ درحقیقت انسان کی اصل فعلان کے وزن پر آتی ہے۔ اگر تغیر بنانا ہو تو یاء بڑھا کر اُنْیَسَان کہتے ہیں۔ جس طرح کہ رجل کی تغیر دو بجل آتی ہے۔ علماء

۱۔ اللہ رب العزت کی چار قسم کی مخلوق ہیں (۱) انسانات (۲) حیوانات (۳) نباتات (کھاس پھوس) (۴) جمادات (پتھر وغیرہ) لیکن یہ دنیاوی ظاہری مخلوقات ہیں۔ ان کے علاوہ فرشتوں کی مستقل مخلوق، جنات کی مستقل مخلوق، ان دونوں پر اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ خدا کی ان تینوں مخلوقات میں اشرف و اعلیٰ انسان ہے۔ اسی لیے انسان کو دنیا کی خلافت سونپ دی گئی ہے۔ فرشتے سربراہ تھے۔ جنات شری شر ہے اس لیے کہ اس کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اس لیے ان دونوں مخلوق کو خلافت نہیں دی گئی۔ تفصیل کے لیے قرآن کریم میں اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ کی تفسیر معارف القرآن، بیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔ انسان کے اندر خیر و شر دونوں مادے ہیں۔ ان دونوں کے غالب و مغلوب کرنے کا طریقہ بھی انسان کو دیا گیا۔ اس لیے خلافت ارضی اسی مخلوق کو سونپ دی گئی۔ اسی طرح انسان کو خوب صورت متناسب الاعضاء مزاج کا معتدل، حساس، باشعور، ذی رائے بنایا گیا ہے جیسے کہ قرآن میں ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ اسی لیے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے اور احکام کا مکلف بھی بنایا گیا۔ کتاب مقدس میں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِعِبَادَتِیْ انسان اور جنات کو عبادت کے لیے بنایا۔ بس انسان کی شرافت کے لیے اتنا کافی ہے۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لیے ان کو ابو البشر کہا جاتا ہے۔ جب خدائے تعالیٰ نے آدم کو بنانا چاہا تو ان کا خیر تیار کرنے سے پہلے فرشتوں کو اطلاع دی۔ پھر خیر کو ایسی مٹی سے گوندھا کیا جو نئی تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ جب ان مراحل سے گزر کر یہ تبدیلی کی گئی کہ وہ نئی پختہ فکری کی طرح آواز دینے لگی محکمات نے ملی تو جد خدا کی میں روح پھو گئی جس کی وجہ سے ایک بیک گوشت، پوست، ہڈی، پٹھے کا زندہ انسان تیار ہو گیا۔ پھر اس میں ارادہ، شعور، احساس، عقل، وجدان کی صلاحیت و دلیعت کر دی گئی۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے سب سے پہلے انسان ہیں۔ پھر ان میں سے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تقریباً ۹۳۰ برس کی عمر پائی ہے۔ اس دوران انہوں نے لاکھ دو لاکھ اپنی اولادیں دیکھ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت آدم کو جنت میں رکھا گیا۔ پھر تمام فرشتوں سے سجدہ تعظیمی کرایا گیا۔ دنیا میں کیسے آئے اس کی تفصیل خائیر میں موجود ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں ۹ سورتوں میں (بقرہ، آل عمران، مائدہ، اعراف، اسراء، کف، مریم، طہ، یسین، تقریباً ۲۵ جگہوں میں کیا گیا ہے (قصص القرآن ص ۱۱ ج ۳) خدا کی مخلوق تو بہت وسیع ہے۔ معلومات اور سائنسی ترقیات کے مطابق اس کی قدرت کے مظاہر کی تائید ہوتی ہے اور دلائل ملتے چلے جائیں گے۔ اس کے علاوہ دریائی انسان بھی ہوتا ہے جس کا تذکرہ آپ آگے پڑھیں گے۔ بہر حال خدا کی مخلوق تو بہت ہے جسے شمار نہیں کیا جاسکتا۔ سیارات کے حقائق جتنے کھلتے جائیں گے اس کی قدرت کا مظاہرہ ہوتا چلا جائے گا۔ (محمد عباس فتح پوری)

صرف نے کہا ہے کہ انسان کی اصل ”انسیان المعلان“ کے وزن پر آتی ہے۔ لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے یاء کو تخفیفاً حذف کرتے ہیں اور تصغیر بناتے وقت یاء اپنی جگہ پر آ جاتی ہے۔ اس لیے کہ تصغیر سے الفاظ کی زیادتی نہیں ہوا کرتی۔ ہاں تصغیر میں سارے اصلی حروف واپس آ جاتے ہیں۔

ان علماء صرف نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان سے باری تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا عہد و میثاق لیا تھا لیکن پھر یہ بھول گئے۔

اور الناس اصل لفظ اناس ہے۔ پھر بعد میں اس میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ یعنی خداوند قدوس نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اعضاء کو معتدل، متناسب اور برابر قاعدے کے مطابق پیدا کیا ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اس کے چہرے کے برعکس پیدا کیا ہے۔ سوائے انسان کے کہ اس کے چہرے کو معتدل اور دیگر اعضاء کے مطابق و مناسب پیدا کیا ہے۔

نیز اللہ پاک نے انسان کو ایک فصیح اور سلیس زبان عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے وہ آپس میں گفت و شنید کرتے ہیں۔ اسی طرح اس کو ہاتھ اور اس میں انگلیاں بھی عنایت فرمائی ہیں جس کی مدد سے وہ ہر چیز کو مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے۔ اسی طرح عقل و تیز کی بیش بہا نعمت سے بھی نوازا ہے جس کے ذریعہ سے وہ خالق کی فرمانبرداری سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اسے کھانا کھانے کا سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کی ایک روایت بھی موجود ہے:-

”حضرت ابو مزنیہ الداری جن کو نبی پاک ﷺ کی صحبت بھی حاصل ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ آپس میں ملاقات کرتے تو پھر جدا ہونے کا نام نہ لیتے جب تک کہ ان میں سے کوئی کسی دوسرے کو یہ نہ سنا۔ وَالْعَصْرَانِ الْإِنْسَانِ لَقِيَ خُسْرًا (قسم ہے زمانے کی کہ واقعی انسان گھٹائے میں ہیں۔) (طبرانی)

ایک علمی بحث | ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم مخلوق نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں کتاب اللہ، قرآن شریف کا تذکرہ ۵۴ جگہ ہوا ہے۔ لیکن کسی بھی جگہ قرآن کے لیے لفظ خلق استعمال نہیں کیا گیا ہے اور نہ اشارہ کیا گیا۔ لیکن قرآن کے بہ نسبت انسان کا تذکرہ ایک تہائی ۱۸ مرتبہ کیا گیا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہر جگہ پر اس کے پیدا کرنے کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں انسان اور قرآن کا تذکرہ اسی اسلوب پر ہوا ہے۔ لیکن دونوں کا تذکرہ جداگانہ ہے۔ ارشاد ہے:-

الَّذِينَ خَلَقُوا الْإِنْسَانَ خَلَقُوا الْإِنْسَانَ

”رحمن نے قرآن سکھلایا۔ آدمی بنایا۔“

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی المذہب نے فرمایا ہے کہ خداوند قدوس نے تمام مخلوقات میں سوائے انسان کے کسی کو اشرف المخلوقات نہیں بنایا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور مخلوق کو اس سے بہتر طریقے سے پیدا کیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندہ، ذی علم، قادر بنایا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ گفت و شنید کی صلاحیت قوت بینائی و شنوائی تدبیر کا ملکہ اور دانش مندی جیسی نعمتیں بھی عنایت فرمائی ہیں اور یہی صفات باری تعالیٰ کی بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے:-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ ۖ

”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔“

امام ومیریؒ فرماتے ہیں اب ان شواہد کے پیش نظر علمائے کلام کے لیے ایک کھلا میدان ہے جس سے وہ قرآن کے مخلوق نہ ہونے پر استدلال کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہاں یہ موضوع نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس مسئلے کو چھیڑنے سے گریز کرتے ہیں۔

ایک علمی واقعہ

ابن العربی مالکی المذہب نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ الهاشمی اپنی اہلیہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو چاند سے زیادہ حسین اور خوب صورت نہیں ہے تو تجھے تین طلاق ہیں۔ ان کی بیوی یہ سن کر ان سے پردہ کرنے لگی اور کہا کہ مجھے طلاق ہو گئی۔ چنانچہ جب ان کی بیوی ان سے پردہ کرنے لگی تو آپ کی راتیں کٹنا دشوار ہو گئیں۔ جب صبح ہو گئی تو خلیفہ منصور تشریف لائے تو ابن العربی نے منصور کو اس بات سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر منصور نے تمام فقہائے کرام کو طلب کر کے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو سوائے ایک فقیہ کے تمام فقہاء نے طلاق پڑ جانے پر اتفاق کیا۔ اختلاف کرنے والے فقیہ نے یہ کہا کہ عورت کو طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

لَهُ ان الله خلق آدم على صورة - اس حدیث پاک کے مفہوم کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے (اشعاع المصنوعات) کہ یہ حدیث تشابہات کے قبیل سے ہے۔ یعنی یہ ارشاد گرامی احادیث صفت میں سے ہے جس کے معانی و مفہوم تک رسائی ناممکن ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں کوئی تاویل یا توجیہ کرنے کے بجائے سکوت و خاموشی بہتر ہے۔ اکثر علماء کرام نے یہی فرمایا ہے۔ لیکن بعض محدثین نے مختلف تاویلیں ذکر کی ہیں جن میں مشہور تاویل قاضی ابوبکر بن العربی مالکی المذہب کی ہے کہ یہاں ”صورت“ صفت کے معانی میں ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کے عام طور پر روزمرہ کے بول چال میں کہا جاتا ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے یا صورت حال یوں ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح کسی ”مسئلہ“ یا ”حال“ کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ یا حال کی صفت یا کیفیت مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں ”اللہ کی صورت“ سے مراد ”اللہ کی صفت“ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر بنایا اور ان صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پر تو ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے ان کو زندہ، عالم، قادر، حکم، سمیع و بصیر بنایا ہے۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ صورت کی اضافت اللہ کی طرف شرف و عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ (اللہ کی روح اور اللہ کا گھر) میں روح اور بیت کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اس لطیف و جمیل صورت پر پیدا کیا ہے جو اسرار و لطائف پر مشتمل ہے اور جس کو اس نے اپنی کامل قدرت کے ذریعہ اپنے پاس سے عطا کیا ہے۔ بعض محدثین نے یہ فرمایا ہے کہ صورت (اپنی صورت) کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو انہی کی صورت پر بنایا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ ابتداء ہی سے ایک ہی شکل پر تھے۔ دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوتی تھی کہ پہلے وہ جوہر لطیف نطفہ تھے پھر مغضہ ہوئے پھر جنین، پھر طفل، پھر صبی اور پھر پورے مرد کامل ہوئے۔ بلکہ وہ ابتداءً آخرت ہی میں تمام اعضاء جو ارحم کامل شکل و صورت اور ساتھ مگر کے ساتھ پورے انسان بنائے گئے تھے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم شریف کی روایات میں حضرت ابو ہریرہؓ سے تفصیلی طور پر حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ ان کی لمبائی ساٹھ مزی تھی۔ پھر اس کے بعد فرشتوں سے سلام و جواب بھی مذکور ہے۔ اس لیے ”اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا“ سے مراد آدم کی تخلیق و پیدائش کی حقیقت کو واضح کرنا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔

”ہم نے انسان کو سب اچھے سانچے میں ڈھالا ہے۔“

تو منصور نے کہا کہ ہاں آپ کی بات تو درست معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ منصور نے اس کی بیوی کو اس انکشاف سے مطلع کیا۔ یہی جواب امام شافعیؒ سے بھی منقول ہے۔

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک موسیٰ بن عیسیٰ کے اس واقعے پر اعتراض یہ ہے کہ آپ منصور کے ولی عہد تھے۔ بعد میں منصور نے اپنے بیٹے مہدی کی وجہ سے ان سے ولی عہدی واپس لے لی تھی اور امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے جیسے کہ اس سے قبل لکھا جا چکا اور مورخ ابن خلکان کے قول کے مطابق خلیفہ منصور کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اس لیے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا بھی فتویٰ دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر آپ بھی غور و فکر سے کام لیں۔

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مندرجہ ذیل واقعہ امام زرخشریؒ نے آیت کریمہ ”یستفتونک فی النساء“ کی تفسیر کے ذیل میں نقل فرمایا ہے کہ عمران بن الحطان الخارجی نہایت کالا کلونا آدمی تھا لیکن اس کی عورت نہایت خوب صورت حسین و جمیل تھی، ایک دن اس کی عورت کٹنگی باندھ کر اپنے شوہر کو دیکھنے لگی اور الحمد للہ (اللہ کا شکر) پڑھا۔ تو اس کے شوہر نے کہا کیا بات ہے؟ تو اس عورت نے جواب دیا۔ میں اس بات پر شکریہ ادا کر رہی ہوں کہ تم اور میں دونوں جنت میں جائیں گے۔ شوہر نے کہا کہ کیسے؟ عورت نے کہا کہ تجھے مجھ جیسی خوب صورت عورت مل گئی تو تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے تجھ جیسا شوہر ملا تو میں نے صبر کیا اور اللہ پاک نے صابرین و شاکرین سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (تفسیر زرخشری)

ابن الجوزی وغیرہ نے لکھا ہے کہ عمران بن الحطان خارجی تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شہید کر دیئے جانے کے موقع پر عبدالرحمن بن ملجم قاتل کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا تھا۔

ياضربة من تقى ما أزاذبها الالبيلغ من ذى العرش رضوانا

ترجمہ:- اے اس شخص کی بار جس نے اپنے ارادے کی حفاظت کی، آگاہ ہو جاؤ عرش والے کی طرف سے مشرودہ سنادو۔“

انى لاذكره يوما فاحسبه اوفى البرية عندالله ميزانا

۱۔ محمود بن عمر زرخشری۔ بعض نے ان کا نام جابر اللہ لکھا ہے۔ اس لیے کہ یہ مکہ میں رہا کرتے تھے۔ عقائد میں معتزلی تھے اپنے وقت کے امام فن لغت ’نحو‘ بیان اور تفسیر وغیرہ کے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ۱۵۷ھ مطابق ۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور تصانیف تفسیر میں کتاب ”انکشاف عن حقائق التنزیل“، کتاب الفائق فی غریب الادویۃ، نحو میں کتاب ”المفصل، اطواق الذہب فی المواعظ والحطب“ و”اساس البلاغہ“ وغیرہ ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کتاب سیبویہ میں کوئی مسئلہ نہیں ہے تو بعض ادیبوں نے رد کرتے ہوئے کہا کہ نہیں موجود ہے۔ لیکن حنفی طور پر ذکر ہے۔ ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور ان کی تفسیر ہوئی ہے جس میں خاص طور پر فصاحت و بلاغت کے علوم سے دلچسپی لی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنا مذہب اعتزال کی تائید بھی کرتے چلے گئے ہیں جس کی وجہ سے بعض بزرگوں نے ان کو دوزخ میں جلتے ہوئے دیکھا ہے۔ بعد میں قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ان کے مذہب اعتزال پر رد کیا ہے۔ وفات

شب عرفہ خوارزم میں ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۴ھ میں ہوئی۔ (فضاء الارباب ص ۱۳۸ والنجد ص ۲۳۳ ج ۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترجمہ:- میں اسے جس دن بھی یاد کرتا ہوں تو اللہ کے دربار میں مرتبہ میں مخلوق سے زیادہ وفادار شمار کرتا ہوں۔"

اکرم بقوم بظون الارض اقبہم لم یخلطوا دینہم بضینا و عدوانا
ترجمہ:- اسی طرح قوم میں سب سے زیادہ باعزت خیال کرتا ہوں اور اس کی قبر میرے نزدیک پست زمین میں ان تمام لوگوں سے
زیادہ ابھری لگ رہی ہے جنہوں نے اپنے دین کو بغاوت اور ظلم سے مخلوط نہیں کیا ہے۔
جب یہ اشعار ابو الطیب الطبری تک پہنچے کہ عمران خارجی نے حضرت علیؑ کے قاتل کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا ہے تو آپ
نے یہ جوابی اشعار کہے۔

انی لا برا مما انت قائله فی ابن ملجم الملعون بہتانا
ترجمہ:- جو کچھ تو نے ابن ملجم کے بارے میں ہستان طرازی کی ہے میں اس سے برأت کرتا ہوں۔

انی لا ذکرہ یوما فالعنه دینا والعن عمران بن خطانا
ترجمہ:- میں جس دن بھی اسے یاد کرتا ہوں تو مذمت کر کے لعنت بھیجتا ہوں۔ پھر عمران بن خطان کو بھی لعنت کا نشانہ بناتا ہوں۔"
علیک ثم علیہ الدھر متصلا لعائن اللہ اسراراً و اعلانا
ترجمہ:- زمانہ دراز تک تم پر اور اس پر شیدہ اور اعلانیہ دونوں طور پر اللہ کی لعنت ہو۔"

فانتم من کلاب النار جاء لنا نص الشریعة برہانا و تبیاناً
ترجمہ:- تم تو دوزخ کے کتے ہو اس لیے کہ ہمارے پاس واضح اور دلیل کے طور پر شریعت کی نص صریح آگئی ہے۔"
شیخ طبری نے آخر شعر میں حدیث رسول الخوارج کلاب النار (خوارج دوزخ کے کتے ہیں) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (کتاب
الاذکیاء)

ایک اور واقعہ | علی بن نصر بن احمد ایک فقیہ اور مالکی المذہب قاتل اعتماد، متقی اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ آپ ہی کے صاحبزادے
شیخ عبدالوہاب مشہور عالم گزرے ہیں۔ ان کی حالات زندگی میں ایک واقعہ یہ بھی درج ہے کہ ان کے پڑوس میں
ایک ترکی غلام رہا کرتا تھا۔ غلام کا اور اس کی ماں کا ہمارے گھر میں ربط و ضبط تھا۔ علی بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے کی شادی
ایک پاک دامن لڑکی سے کرادی۔ چنانچہ وہ دونوں دو سال تک اچھی زندگی گزارتے رہے۔ ایک دن وہ لڑکا میرے پاس یہ شکایت
لے کر آیا اور یہ کہا کہ حضور والا آپ نے میرا نکاح جس سے کیا ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا ہے مجھے یہ شکایت ہے کہ جب سے بچہ
پیدا ہوا ہے۔ اب تک مجھے نہیں دکھایا گیا۔ جب میں دیکھنے کے لیے جاتا ہوں تو میری بیوی مجھے روک دیتی ہے۔ دیکھنے نہیں دیتی اس
لئے آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ آپ میری ساس سے سفارش کر دیں تاکہ میں بچے کو دیکھ کر سکون حاصل کر سکوں۔ چنانچہ
آپ نے اس کی بیوی کی والدہ سے سفارش کی۔ چنانچہ وہ فوراً پردہ کے ساتھ گفتگو کرنے لگیں اور یہ کہا۔

حضور والا میں ان کو بچہ دیکھنے سے اس لیے منع کرتی ہوں کہ بچہ چٹکبرا، سر سے ناف تک سپید بقیہ سارے جسم کا کالا پیدا ہوا
ہے۔ ہمیں بھی بے چینی رہتی ہے۔ چنانچہ جوں ہی باپ نے یہ سنا کہ بچہ چٹکبرا پیدا ہوا ہے چیخنے لگا ہائے میرا بیٹا۔ میرا بیٹا۔ پھر اس نے
یہ کہا کہ بالکل اسی رنگ کے میرے دادا بھی تھے اس لیے مجھے اس سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ جب اس کی بیوی نے یہ سنا تو
پھر وہ بہت خوش ہوئی۔ اس کے تمام رنج و غم کا فوراً ہو گئے اور اس نے شوہر کو بچہ دکھایا۔ (تاریخ بغداد)

حکیم ابن بختیشوع (جس کا معنی عبدالمسح ہے) نے اپنی تصنیف ”کتاب الحيوان“ کو انسان کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ مزید اس نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ انسان تمام جاندار چیزوں میں معتدل مزاج اعضاء وغیرہ میں کامل اور متناسب ذوق و احساس میں لطیف رائے اور مشورہ میں تیز ہوتا ہے۔ نیز وہ تمام مخلوقات پر ایک زبردست حاکم بادشاہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے اسے عقل کی دولت سے نواز کر تمام چیزوں سے ممتاز اور باحیثیت بنا دیا ہے۔ درحقیقت یہی دنیا کی بادشاہت کے لائق ہے۔ اسی لیے بعض حکماء نے انسان پر عالم اصغر کا اطلاق کیا ہے۔

عملیات و وظائف | شیخ شہاب الدین احمد البونانی نے عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی شدید ضرورت پیش آجائے تو وہ حاجت مند آدمی بدھ اور جمہرات اور جمعہ کے دن کاروزہ رکھے۔ جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کر کے نماز جمعہ کے لیے جاتے ہوئے یہ دعا پڑھے تو ان شاء اللہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔^{۱۰}

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اَللّٰهُمَّ مِرَاتِ عَظَمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَنَّتْ لَهٗ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهٗ الْاَبْصَارُ وَوَجَلَّتِ الْقُلُوْبُ مِنْ خَشَیَةِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْ تُعْطِیَنِیْ مَسْئَلَتِیْ وَ تَقْضِیْ حَاجَتِیْ وَ تُسَمِّیَہَا اِنْ حَمَتْکَ یَا اَرْحَمَ الرَّحِیْمِ ۝

۱۰ دعاؤں وغیرہ کا اثر انداز ہونا یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی بھی ہوش مند آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اشیاء میں ایسی خصوصیات پیدا فرمادی ہیں جس سے ہر کس و ناکس آدمی واقف ہے۔ مثلاً جڑی بوٹیوں میں اسی طرح دعاؤں وغیرہ میں بھی اثرات ہیں جیسے کہ الفاظ کے زبردست سے آدمی متاثر ہو جاتا ہے۔ تعریف اور مذمت سے انسان خوش اور مشتعل ہو جاتی ہے تو دعاؤں کی تاثیر سے کون انکار کر سکتا ہے۔ ان تاثیروں کو اصطلاح میں خواص کہتے ہیں۔ خواص وہ علم ہے جن میں ایسی چیزوں سے بحث کی جاتی ہے جو اسماء باری تعالیٰ کتاب اللہ کی آیات اور دعاؤں کے پڑھنے سے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ طاہر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ نفس اور قلب باری تعالیٰ کے اسماء کتاب اللہ کی دعائیں پڑھنے سے خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اسی توجہ کی وجہ سے پڑھنے والا غیر مناسب امور سے اپنے آپ کو بے تعلق کر لیتا ہے جس کی وجہ سے قوت استدعا کے مطابق انوار و آثار کا فیضان ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح دعاؤں اور منتر کے خواص سے جھاڑ پھونک کرنے والے سے بھی حیرت انگیز امور سرزد ہونے لگتے ہیں (مفتاح السعادة) چنانچہ ملاچلی نے لکھا ہے کہ ان تاثیرات میں تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ اشیاء کی خصوصیات تو ضرور ہوتی ہیں اور یہ بات متحقق بھی ہے اگرچہ اس کے اسباب نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اسی لیے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مغناطیسی قوت لوہے تک کو کھینچ لیتی ہے۔ حالانکہ اس کشش کا سبب لوگوں کو بھی معلوم نہیں۔ اسی طرح ہر چیز میں اللہ نے خصوصیت رکھی ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض اشیاء کی خصوصیات واضح اور سمجھ میں آ جاتی ہیں اور بعض کی غیر واضح اور اک سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں اس مغناطیسی قوت کو حاصل کر لیا گیا ہے اور اسی سے دیگر جدید آلات تیار کر لیے گئے ہیں۔ اسی لیے قدیم زمانے کی تمام تحقیقات اب بدیہی اور واضح ہو گئی ہیں۔

عبادت میں چستی اور ہر قسم کی برکت کے لیے | اگر کوئی شخص بعد نماز جمعہ پاکی اور نظافت کی حالت میں محمد رسول احمد رسول اللہ ۳۵ مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے اللہ تعالیٰ عبادت میں چستی اور ہر قسم کی برکت عطا فرمائیں گے۔ مزید شیطانی خطرات اور اس کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے | نیز اگر اوپر ہی لکھے ہوئے نسخے کو روزانہ صبح طلوع آفتاب کے وقت تادیر نظروں سے دیکھتا رہے ساتھ ہی ساتھ درود شریف بھی پڑھتا رہے تو اسے اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کے دیدار کا شرف بخشیں گے۔ یہ آزمودہ اور مجرب ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ آپ کو اللہ جل شانہ کی خواب میں ۹۹ مرتبہ زیارت نصیب ہوئی ہے تو آپ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر سو مرتبہ مکمل ہو گئی تو میں خداوند قدوس سے ایک سوال کروں گا۔ چنانچہ آپ کی یہ خواہش پوری ہو گئی تو آپ نے باری تعالیٰ سے پوچھا۔ اے پروردگار! تیرے بندے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیں گے تو اللہ شانہ نے فرمایا کہ جو آدمی صبح و شام تین مرتبہ

سُبْحَانَ الْأَنْبِيَاءِ الْأَبْدِيِّ الْأَوَّاحِدُ الْأَحَدُ سُبْحَانَ الْقُرْذُ الصَّمَدِ سُبْحَانَ مَنْ رَفَعَ السَّمَاءَ بِغَيْرِ عَمَدٍ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلَى مَاءٍ جَمَدٍ سُبْحَانَ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدٌ سُبْحَانَ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

ایمان کی حفاظت | امام احمدؒ مزید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز فجر اور صبح کے درمیان ۴۰ مرتبہ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْأَلُكَ أَنْ تَحْيِيَ قَلْبِي بِنُورٍ مَعْرُوفِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ پڑھ لیا کرے تو اللہ پاک اس دن جس دن کے تمام لوگوں کے قلوب مردہ و پڑھ ہو جائیں گے زندہ رکھیں گے۔ (سر الاسرار)

ایمان کی حفاظت کے لئے حدیث شریف میں ایک وظیفہ منقول ہے ملاحظہ فرمائیے۔

”ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں تو وہ اپنا معمول یہ بنا لے کہ روزانہ کسی سے گفتگو سے پہلے مغرب کی سنتوں کے بعد دو رکعت اس طریقے سے پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔“ (کتاب البنان)

امام نفیسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو سند طویل کے ساتھ نقل فرمایا کہ اضافہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ ان تمام سورتوں کے ساتھ سورہ اخلاص سے قبل انا انزلناہ فی لیلة القدر (بھی پڑھ لے۔ نیز سلام پھیرنے کے بعد ۱۵ مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر ذیل کی دعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ایمان کے سلب ہونے سے محفوظ رکھیں گے اور یہ سب سے بہترین فائدہ ہے۔

”اللَّهُمَّ أَنْتَ الْعَالِمُ مَا أَرَدْتُ بِهَاتَيْنِ الرَّكَعَتَيْنِ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُمَا لِي ذُخْرًا يَوْمَ لِقَائِكَ اللَّهُمَّ احْفَظْ بِهِمَا دِينِي فِي حَيَاتِي وَعِنْدَ مَمَاتِي وَبَعْدَ وَفَاتِي۔“

نیک عادتیں بعض اہل علم اور دانش وروں سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان میں سب سے اچھی عادت کون سی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ انسان میں سب سے اچھی عادت دینداری ہے۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص دو عادتوں کا جامع بننا چاہے تو پھر دوسری کون سی ہونی چاہیے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ دینداری اور مال و دولت ہونی چاہیے۔ پھر سوال کیا گیا اگر کوئی چار خصائل کا مجموعہ بننا چاہے تو جواب دیا کہ دینداری، دولت، حیا، کے ساتھ پھر تو اچھے اخلاق و کردار کا ہونا چاہیے۔ پھر سوال کیا گیا۔ اگر کوئی پانچ کا خواہش مند ہو تو جواب دیا کہ دینداری، دولت، حیا، حسن خلق کے ساتھ سخاوت ہونی چاہیے۔

اگر کسی آدمی کے اندر یہ ساری عادتیں اور نیک خصلتیں جمع ہو جائیں پھر تو وہ متقی پرہیزگار اور ولی صفت انسان ہو جاتا ہے اور شیطان لعین اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ مزید انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مومن آدمی شریف الطبع، نرم خواہ اور مہربان ہوتا ہے۔ لعنت کنندہ، چغل خور، حاسد، کینہ پرور، بخیل اور متکبر نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اخلاق کی پاکیزگی، دنیا سے بے رغبتی، دل کا سخی، غیروں کا تخلص و محسن اور ایک ذی حیثیت اور با اثر انسان ہوتا ہے۔ اس کی زبان بے قابو اور اسے وقت کو ضائع کرنے کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے وہ ہمیشہ مستقبل میں نیک تمناؤں کا امیدوار اور ماضی پر رنج و غم کا افسوس کرتا ہے اور وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا کی یاد اور تڑپ میں گزارتا ہے۔ وہ کبھی اپنے مقصد کو فراموش نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ اپنے دوست کو بھی بطلان اور دیگرے برے کاموں میں ساتھ نہیں دیتا۔ اسی طرح دشمن کے حق کو بھی مارنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد، غیروں کے ساتھ تعلق اور مصیبت اور تنگ دستی میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے۔ بس اس قسم کے تمام نیک اوصاف مومن اور توحید پرست انسان میں جمع ہونا چاہیے۔

اسم اعظم کیا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں خدا کا ایک موحّد بندہ رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک دن ابن ادہم سے کہا کہ حضرت آپ مجھے یہ بتا دیجیے کہ اسم اعظم کیا ہے؟ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے واسطے سے کوئی بھی دعا کی جاتی ہے تو خداوند قدوس شرف قبولیت سے نوازتے ہیں۔

اسی طرح اگر اس کے ذریعے اللہ پاک سے سوال کیا جاتا ہے تو پورا ہو جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم صبح و شام یہ کلمات پڑھ لیا کرو اس لئے کہ اگر کوئی شخص اس کے ذریعے سے دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی حفاظت اور نگرانی فرماتے ہیں۔ خوفزدہ آدمی کو امن و امان نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی اس کے واسطے سے اللہ سے دعا مانگتا ہے تو ضرور قبول فرماتے ہیں، وہ کلمات یہ ہیں۔

”يَا مَنْ لَهُ وَجْهٌ لَا يَلِي وَ نُورٌ لَا يُظْلَمُ وَ اسْمٌ لَا يَنْسَى وَ بَابٌ لَا يُغْلَقُ وَ سِتْرٌ لَا يَهْتَكُ وَ مُلْكٌ لَا يُفْنَى اَسْأَلُكَ وَ اَتَوْسَلُ اِلَيْكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَقْضِيَ حَاجَتِي وَ تُعْطِيَنِي مَسْئَلَتِي۔“ (كتاب السبستان)

لے ”اسم اعظم“ اللہ تعالیٰ کے اس مخصوص نام کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے دعا مانگی جاتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے لیکن اسم اعظم کی تعین خداوند قدوس نے نہیں کی ہے جس طرح کہ شب قدر یا ساعت قبولیت کا کون سا وقت ہے یہ امت کو نہیں بتلایا گیا تاکہ امت برابر اپنے پروردگار کی عادت و عبادت میں لگی رہے یا کسی غیر کو گزند نہ پہنچائے۔ اسماء بنت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم ان دو آیات قرآنیہ میں مخفی ہے۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اسم اعظم کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے واسطے سے کوئی دعا مانگی جاتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور اگر اللہ پاک سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو پورا فرماتے ہیں۔ اسم اعظم یہ ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْأَحَدُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ۔

امام نووی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ اسم اعظم کیا ہے اور وہ قرآن میں کس جگہ پر ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسم اعظم کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:-

”ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں ’بقرہ‘ ’آل عمران‘ طہ میں مذکور ہے۔“

﴿وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے بارے میں دریافت کیا تو میرے پاس جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے جو مہربند تھا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسم اعظم عورتوں، بچوں، اور بے وقوفوں کو تعلیم دینے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث میں ہے کہ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے تو وہ اسم اعظم کے ذریعے سے دنیا طلب کرنے لگیں۔ عارفِ تمہانی کہتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں حضور ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسم اعظم پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کے علاوہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتے۔ اگر عوام کو اسم اعظم معلوم ہو جائے تو صرف اسی میں مشغول رہتے اور اس کے علاوہ دیگر عبادات کو ترک کر دیتے۔ احادیث میں مختلف دعاؤں کو اسم اعظم کہا گیا ہے اس لئے علماء کا اس کے تعین میں شدید اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسم اعظم کا وجود نہیں ہے بلکہ ہر اسم اللہ کا اسم اعظم ہے۔ یہ مسلک مالک، اشعری، طبری، ابن حبان، باقلانی وغیرہ کا ہے۔ شعبی اور عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اسم اعظم ہے یہ مسلک اور یہی اکثر علماء کا مذہب ہے بلکہ اگر اجتماع کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ دوسرے اکثر دعاؤں میں لفظ اللہ ضرور پایا جاتا ہے۔ تیسرے لفظ اللہ ذاتی ہے اور باقی تمام صفاتی ہیں۔ چوتھے یہ کہ تمام اسماء میں لفظ اللہ مقدم ہے۔ پانچویں قرآن پاک میں ہر جگہ ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ علماء نے اسم اعظم مخفی رکھنے کی چند وجہیں بیان کی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ جو بیان کیا جا چکا۔ دوم یہ کہ انسان کے بالذات حریص ہونے کی وجہ سے کہیں اس سے دنیا طلب کرنے لگے۔ سوم یہ کہ مقصود اسم اعظم مخفی رکھنے کا یہ ہے کہ ہمہ وقت بندہ دعا ہے۔ چہارم یہ کہ اگر یہ معلوم ہو جاتا تو لوگ تلاوت قرآن و ورد وغیرہ سے غافل ہو جاتے۔ پنجم یہ کہ اگر معلوم ہو جاتا تو دیگر اسماء کو چھوڑ کر اسی نام کو پکارتے تو تعوذ باللہ و دیگر اسماء کا تارک بن جاتے۔ ششم یہ کہ جب انسان ایک اسم کا عامل بن جاتا ہے تو دیگر اسماء کے خواص ظاہر نہیں ہوتے اور یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ اللہ کا کوئی بھی اسم خواص سے خالی نہیں۔ ہفتم یہ کہ اسم اعظم کے معلوم ہو جانے کی وجہ سے دنیا طلب کرتا تو اس صورت میں عبادت خداوندی کا مقصد یعنی خلوص و خشوع فوت ہو جاتا۔ ہر حال جمہور علماء کا یہ خیال ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے یہاں بس قبولیت کی دیر ہے۔ جس اسم اعظم کے ذریعہ دعا قبول ہو جائے وہی اسم اعظم ہے۔ بندہ کا یہ فرض ہے کہ ہمہ وقت اللہ سے اپنی حاجات طلب کرتا رہے اس لئے کہ دعا کا ترک کرنا خود ایک گناہ ہے۔ دعا کی قبولیت میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ بندے کی کوتاہی کی بناء پر ہوتی ہے ورنہ اس ذات نے ہر شے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ کبھی بندہ بے میری کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ خدا اس سے زیادہ کسی شخص سے ناراض نہیں ہوتا جو اس سے دعا کرے اور یہ سمجھ کر چھوڑ دے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ ۱۳

بعض اکابر علماء نے یہ لکھا ہے کہ سورہ بقرہ اور آیت الکرسی میں اسم اعظم ہوا الحی القیوم ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے دیگر مقامات میں بھی ہے۔ مثلاً ابتدائی آل عمران اور سورہ طہ میں اسم اعظم یہ ہے:

وَعَسَى الْوَجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ

دعا سے مایوسی کی ممانعت | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے:-

بلاشبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے کی دعا (قبولیت کی شرطوں کے بعد) قبول کی جاتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا مظلہ توڑنے کی دعا نہیں مانگتا اور جب تک کہ جلدی نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا دعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دعا مانگی یعنی اکثر دعا مانگی لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا اور پھر وہ تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا ہی چھوڑ دے۔“

دعا کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے | پریشان حال اور مظلومین کی دعا بغیر کسی روک ٹوک کے قبول ہو جاتی ہے اس سلسلہ میں کافر یا فاجر کی کوئی تخصیص منقول نہیں ہے۔

۱۔ حدیث پاک کا مضمون یہ ہے کہ دعا کے بارے میں اگر خدا پر کامل یقین اور بھروسہ ضروری ہے تو وہیں یہ بات بھی ضروری ہے کہ دعا ان ہی چیزوں کی مانگی جائے جو عادتاً مانگی جاتی ہوں اور مباح بھی ہوں اس لئے حدیث میں یہی بتایا جا رہا ہے کہ مومن کی دعا اسی وقت قبول ہوتی ہے جب کہ وہ نہ تو گناہ کی کوئی چیز طلب کرے اور نہ رشتہ نامہ توڑنے کی دعا کرے اور نہ جلد بازی سے کام لے۔

۲۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ گناہ کی چیز مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ! مجھے فلاں شخص کو (جو مسلمان ہے) قتل کروینے کی طاقت عطا فرمایا یوں دعا مانگے کہ اے اللہ فلاں شخص کو بخش دے۔ حالانکہ اس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ کافر مرا ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس قسم کی دعا مانگنا اور پھر اس کی قبولیت کی توقع بھی رکھنا ”دیدہ دلیر“ ہی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح محال اور غیر ممکن الوقوع چیزوں کی دعا مانگنا اور پھر ان کی قبولیت کی امید رکھنا بھی انتہائی حماقت اور بیوقوفی ہے۔ مثلاً کوئی عقل کا اندھا یہ دعا مانگے کہ اے اللہ! تو مجھے دنیا ہی میں حالت بیداری میں اپنا دیدار عطا فرما۔ رشتہ نامہ توڑنے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بد باطن شخص یہ دعا مانگے کہ اے اللہ! مجھ میں اور میرے باپ میں جدائی کر دے۔ اس حدیث کی روشنی میں مومن کی ایسی غیر ایمانی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ ۱۲

۳۔ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بندہ مومن کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اگر قبولیت دعا میں تاخیر محسوس ہو تو تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا ہی چھوڑ دے کیونکہ دیگر احادیث میں دعا کو بھی عبادت کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے اور عبادت سے اس طرح آکٹا ہٹ یا دل گرفتگی مومن آدمی کے لئے کسی بھی حالت میں مناسب اور لائق نہیں ہے۔ پھر یہ کہ قبولیت دعا میں تاخیر یا تو اس لئے ہوتی ہے کہ اس کا وقت نہیں آتا اس لئے کہ ازل ہی سے ہر چیز کے وقوع اور تکمیل کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب تک وہ وقت نہیں آتا ہے وہ چیز بھی وقوع پذیر نہیں ہوتی یا یہ کہ دعا مانگنے والا جو دعا مانگتا ہے اس کی قسمت میں اس کی دعا کا اس دنیا میں قبول ہونا لکھا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اس کے بدلے میں آخرت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے یا پھر قبولیت میں تاخیر اس لئے ہوتی ہے تاکہ دعا مانگنے والا دعا مانگنے میں پوری عاجزی و انکساری، ہچی گن اور تڑپ اور کمال عبودیت کا اظہار کرتا رہے کیونکہ دعا میں ان چیزوں کے اختیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے۔

اسی طرح والد کی دعا اپنے بیٹے کے لئے اور فرماں بردار لڑکے کی اپنے والدین کے لئے قبول ہو جاتی ہے۔ نیز عادل بادشاہ اور نیک آدمی کی دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔ اسی کے ساتھ ساتھ مسافر (جب تک کہ وہ حالت سفر میں ہو) اور روزہ دار (جب تک کہ اس نے افطار نہ کیا ہو) کی دعا شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ مسلمان جس نے کسی کے تعلقات نہ توڑے ہوں یا اس نے کسی پر ظلم نہ کیا ہو یا اس نے دعا مانگنے کے بعد مایوس کن الفاظ زبان سے نہ نکالے ہوں۔ مثلاً میں دعا مانگتا ہوں لیکن قبول نہیں ہوتی (تو ایسے لوگوں کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں)

اور ادو وظائف | امام دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ یافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خیر و برکت کا خواہش مند ہو یا رفع حاجت اور رنج و غم دور کرنا چاہتا ہو یا ظالم کے لئے بد دعا کر رہا ہو تو وہ یہ عمل کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پاکی اور طہارت کاملہ کے ساتھ بعد نماز عشاء ایک نشست میں یا لطف ۱۶۳۳ (سولہ ہزار چار سو اکتالیس) بار بغیر کسی کمی اور زیادتی پڑھتا رہے تو ان شاء اللہ یہ عمل ہر قسم کے راز اور حیلہ سازی کو توڑ دے گا۔

اس عمل کا طریقہ یہ ہے کہ پڑھنے کے دوران آپ جب ۱۲۹ بار پڑھ چکیں تو یہاں پر تسبیح کے دانے کو روک کر ۱۲۹ مرتبہ یا لطیف پڑھا کریں تو ان شاء اللہ اس سے اس کے مذکور مقاصد حل ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ لطیف میں حروف حتمی کے اعتبار سے ل ط ی ف میں کل مجموعہ ۱۲۹ ہوتا ہے۔ پھر جب آپ اپنے مقصد کا نام لے کر دعا کریں تو ان شاء اللہ ضرور حاصل ہو جائے گا۔ لیکن آپ اس کا بھی خیال رکھیں کہ جب بھی آپ ۱۲۹ مرتبہ کا ورد پڑھ چکیں تو ایک مرتبہ یہ آیت کریمہ بھی پڑھ لیا کریں۔ لَا تَذَرُکَ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُذَرُّکَ الْأَبْصَارُ وَهُوَ اللَّطِیفُ الْخَبِيرُ۔

خیر و برکت اور رزق میں ترقی کے لئے | اگر کوئی خیر و برکت یا رزق میں وسعت و کشادگی چاہتا ہو تو ہر نماز کے بعد سو مرتبہ یہ پڑھا کرے۔ لَا تَذَرُکَ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُذَرُّکَ الْأَبْصَارُ وَهُوَ اللَّطِیفُ الْخَبِيرُ۔ پھر

اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اللہ لطیف بعبادہ برزق من یشاء و هو القوی العزیز
ظلمتوں اور تاریکیوں سے بچنے کے لئے | اسی طرح اگر کوئی شخص ظلمتوں اور تاریکیوں سے بچنا چاہتا ہو تو یہ پڑھے لَا تَذَرُکَ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُذَرُّکَ الْأَبْصَارُ وَهُوَ اللَّطِیفُ الْخَبِيرُ۔ پھر اس کے بعد اسم اعظم پڑھے۔ پھر آخر میں یہ دعا پڑھے: اللّٰهُمَّ وَبِعَ عَلٰی رِزْقِی اللّٰهُمَّ عَطِفْ عَلٰی خَلْقِکَ اللّٰهُمَّ کَمَا صَنَعْتَ وَجْهَی عَنِ السَّجُودِ لِعَبْدِکَ فَصْنَعُ عَنْ ذٰلِ السَّوَالِ لِغَبْرِکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

صفات حمیدہ کے وظائف | شیخ ابوالحسن الشاذلی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مندرجہ ذیل صفات حمیدہ سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کر لے تو اسے دین و دنیا میں سعادت و خوش بختی نصیب ہوگی۔

(۱) کافروں کو اپنا دوست نہ بنائے اور نہ مومنوں کو اپنا دشمن۔ دنیا سے زہد و تقویٰ کا توشہ لے کر رخصت ہو۔ اسی طرح اپنے آپ کو دنیا میں ہمیشہ ایک دن مرنے والا سمجھتا رہے۔ اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی شہادت دے۔ پھر اپنے آپ کو عمل صالح کا پیکر بنائے اور اگر کچھ ذکر کا شغل رکھنا چاہے تو یہ دعا پڑھتا رہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ مَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۔
بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مندرجہ ذیل اوصاف حمیدہ کو اختیار کر لے تو اللہ پاک اس کے لئے دنیا میں اور

آخرت میں چار چار چیزوں کی ضمانت لے لیتے ہیں۔

دنیا میں تو قول و کردار میں سچائی، عمل میں اخلاص، رزق کی کثرت اور شرور سے حفاظت کی ضمانت ہوتی ہے اور آخرت میں خصوصی مغفرت، قربت الہی، جنت میں داخلہ اور بلند درجات نصیب ہوں گے۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہو کہ وہ قول و عمل میں صدق و سچائی کا پیکر ہو تو انا انزلناہ فی لیلۃ القدر پابندی سے کثرت سے پڑھا کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ پاک اسے رزق کی کثرت عطا فرمائیں تو قل اعوذ برب الفلق پابندی کے ساتھ پڑھا کرے۔ اگر کوئی شخص دشمنوں کے شرور سے محفوظ رہنا چاہتا ہو تو وہ قل اعوذ برب الناس پڑھنے میں مداومت کرے۔

خیر و برکت اور رزق کے لئے | اگر کوئی شخص خیر و برکت اور رزق میں وسعت کا خواہش مند ہو تو وہ سورہ واقعہ اور سورہ یسین کی تلاوت پر پابندی کرے اور اگر یہ کلمات بھی پڑھ لیا کرے تو بہتر ہے۔ ان شاء اللہ اسے خیر و برکت کی دولت اور روزی میں کثرت بارش کی طرح ہوگی۔ کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

اسی طرح اگر کوئی شخص استغفار کا در رکھے تو اللہ پاک سے رزق میں ترقی کے ساتھ ساتھ رنج و غم سے محفوظ رکھیں گے۔ خوف اور دھمکی سے حفاظت کے لئے | اگر کوئی شخص کسی آدمی کو ڈراتا ہو دھمکی دیتا ہو یا گھبراہٹ میں مبتلا کرتا ہو تو یہ دعا پڑھے۔ ان شاء اللہ خوف و دہشت جاتی رہے گی۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التّٰمَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعَقْلِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطٰنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔

یا یہ دعا پڑھے۔

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَكُنْ لَهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَكُنْ لَهُ وَلِیٌّ مِنَ الذَّلٰلِ وَكَبِّرَہٗ تَكْبِیْرًا۔

آسمان کے دروازے کھلنے کے لئے | اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ دعا کی قبولیت کے لئے آسمان کے دروازے کس وقت کھلتے ہیں تو اذان کے کلمات کا جواب کلمہ شہادت کے پڑھنے کے بعد دینا چاہیے

اس لئے کہ حدیث پاک میں مذکور ہے کہ جب کوئی مصیبت بلا یا و بلاء آسمان سے نازل ہو تو لوگوں کو مؤذن کے کلمات کا جواب دینا چاہیے تو اللہ پاک مصیبت میں راحت عنایت فرماتے ہیں۔

رنج و غم سے بچنے کے لئے | اگر کسی آدمی کو رنج و غم یا خوف لاحق رہتا ہو تو یہ دعا پڑھا کریں: ان شاء اللہ اس سے نجات مل جائے گی۔

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدُکَ وَابْنُ اَمْتِکَ نَاصِیْتِیْ بِیْدِکَ رَاضٍ فِیْ حُکْمِکَ عَدْلٍ فِیْ قَضَائِکَ اَسْتَغِیْثُ بِکُلِّ

اسم سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احد امن خلقک او ستاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان

تجعل القرآن رِیْعَ قَلْبِیْ وَنور صدری و جلاء حزنی و زہاب همی و غمی فیذهب عنک همک و غمک و

حزنک۔“

ننانوے امراض سے حفاظت اگر کوئی یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ پاک اسے ننانوے امراض سے محفوظ رکھیں۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے گناہ اور دیوانگی کے اثرات وغیرہ سے نجات مل جائے تو یہ کلمات پڑھنے سے

ان شاء اللہ حفاظت رہے گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

گرفتار مصیبت کو اجر و ثواب کے لئے اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہو کہ اسے مصیبت اور آزمائش کی ابتلاء کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی ملتا رہے تو یہ دعا پڑھا کریں:

”انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم عندک احتسبت مصیبتی فاجرنی فیہا وابدلتی خیرا منها۔“

یا یہ پڑھا کریں:

”حسبنا اللہ ونعم الوکیل توکلنا علی اللہ وعلی اللہ توکلنا۔“

قرض کی ادائیگی کے لئے رنج و غم سے نجات اور قرض کی ادائیگی کے لئے صبح و شام یہ دعا پڑھنا بہت مفید ہے۔

اللہم انی اعوذ بک من الهم والحزن و اعوذ بک من العجز والكسل و اعوذ بک من الجن والبخل و اعوذ بک من غلبة الدين وقهر الرجال۔

مجاہدہ اور ریاضت کے لئے کسی پر غلط نظر ڈالنے سے اجتناب کریں تو اللہ پاک اسے عبادت و ریاضت میں خشوع و خضوع کی توفیق بخشے گا۔ فضول باتوں کے اجتناب سے علم و حکمت کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ حرات کے قیام و روزہ رکھنے اور تہجد پڑھنے سے عبادت میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ ترک مزاح اور کم ہنسنے سے جاہ و جلال اور رعب کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی محبت کی دولت سے مالا مال کر دیتی ہے۔ غیروں کے عیوب کے تجسس میں نہ پڑنے سے اپنے عیوب نفس کے اصلاح کی توفیق نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ تجسس نفاق کا ایک شعبہ ہے۔ جیسے کہ حسن ظن ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ کی ذات میں غور و فکر نہ کرنے سے خشیت الہی کی نعمت اور نفاق سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ دوسری کے ساتھ بدگمانی نہ کرنے سے اللہ پاک ہر برائی سے امن و امان عنایت فرماتے ہیں۔ عوام سے اعتماد ہنا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے عزت و عظمت ملتی ہے۔

حیات جاودانی کے لئے روزانہ چالیس مرتبہ یا حی یا قیوم لا الہ الا انت پڑھنے سے قلب زندہ رہتا ہے۔ اللہ پاک اس میں قوت بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن نبی پاک ﷺ کا دیدار نصیب ہو تو اذا الشمس کورت و اذا السماء انفطرت و اذا السماء انشقت کثرت سے پڑھا کرے۔

بشاہت اور انوار و برکات کے لئے اگر کوئی شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اللہ پاک اس کو قیامت کے دن شدید پیاس سے محفوظ رکھیں تو اسے روزے کثرت سے رکھنا چاہیے۔

عذاب قبر سے حفاظت کے لئے اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے نجات دے دیں تو اس کو نجاسات اور حرام چیزوں سے محفوظ رہنا چاہیے اور نفس کی خواہشات پر عمل کرنا ترک کر دیں۔ ان شاء اللہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

اوصاف حمیدہ کے وظائف

تقاعت اور تھوڑی سی چیز سے کام لینے سے انسان غنی اور مالدار ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات سے غیروں کو نفع اور راحت پہنچانے سے آدمی تمام لوگوں سے اچھا اور بہتر سمجھا جانے لگتا ہے۔ اگر کوئی آدمی عبادت میں سب سے زیادہ بڑھنا چاہتا ہو تو اس حدیث شریف پر عمل کرے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے یا کسی ایسے آدمی کو سکھادے جو عمل کرنے لگے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان پانچوں چیزوں کو شمار کرادیا۔ تم اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ضرور بچنا۔ ان شاء اللہ تمام لوگوں سے زیادہ عابد اور زاہد بن جاؤ گے اور اللہ پاک نے جو چیز قسمت میں لکھ دی ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ تو تم سب سے زیادہ غنی اور مالدار ہو جاؤ گے۔

اسی طرح تم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا کرو تو تم سچ مچ مومن بن جاؤ گے۔ تم جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے بھی۔ اس عمل سے آدمی صحیح معنوں میں مسلمان بن جاتا ہے۔ کثرتِ صلک سے اجتناب کریں اس لئے کہ اس سے آدمی کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر تم خالص محسن آدمی بننا چاہو تو اللہ پاک کی اس طرح عبادت کیا کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر اس طرح عبادت نہ کر سکو تو اس طرح کیا کرو کہ کم از کم وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (الحديث)

اچھے اخلاق کا برتاؤ انسان کو کامل ایمان والا بنا دیتا ہے۔ دوسروں کی حوائج و ضروریات کو پورا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت مند حضرات کو ان کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں اللہ کے فرائض کی ادائیگی سے انسان خدا کا مطیع و فرمانبردار سمجھا جاتا ہے اور جنابت سے پاک و صاف ہو جانے سے اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے پاک ہو کر طے کا شرف مل جاتا ہے اور جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کرنے سے یہ شرف نوازا جاتا ہے کہ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا جیسے اس نے کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں کیا۔

اللہ کی مخلوق پر ظلم نہ کرنے سے نور ہادی کے ساتھ قیامت کے دن حشر ہو گا اور ظلمات میں روشنی نصیب ہوتی ہے۔ کثرتِ استغفار سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرنے سے اللہ اسے طاقت و رہنمائی دیتے ہیں۔ طہارتِ کاملہ اور پاکیزہ زندگی گزارنے میں اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت عطا فرماتے ہیں۔ مخلوق خدا کے لئے غیظ و غضب کو فرو کر دینے سے اللہ تعالیٰ کے عتاب سے امن و امان نصیب ہوتا ہے۔ حرام چیزوں سے بچنے اور سود سے اجتناب کرنے سے اللہ تعالیٰ دعا کی قبولیت کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ شرمگاہ کی حفاظت اور زبان کو قابو میں کر لینے سے اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے رسوائی اور ذلت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لوگوں کے عیوب پر پردہ پوشی سے اللہ تعالیٰ بھی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ پاک ستار اور عیب پوش ہے اور وہ عیب پوشوں کو پسند کرتا ہے۔ کثرتِ استغفار اور خشوع و خضوع اور تنہائیوں میں نیکیاں کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ تواضع و انکساری، حسن و خلق اور مصائب و آلام پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ حسد اور بخل و سوء خلق سے بچنے سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہوں سے حفاظت فرماتا ہے۔ صلہ رحمی اور صدقات و خیرات چھپ کر کرنے سے اللہ کے غضب و عتاب سے محفوظ رہتا ہے۔

قرض اور دین کی ادائیگی کے لئے | اگر کسی شخص پر اس کی استطاعت سے زیادہ دین یا قرض ہو تو مندرجہ ذیل دعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ادا کرنے کی قوت و ہمت عطا فرمادیتے ہیں اس لئے نبی پاک ﷺ نے ایک اعرابی کو یہ دعائیں تھیں۔ دعا یہ ہے:

”اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي لِفُضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ-

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کے اوپر احد پہاڑ کے برابر بھی قرض یا دین ہو گا تو یہ دعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ادا فرما دیتے ہیں اور اسے ادا کرنے کی قوت عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ دعا یہ ہے:-

اللَّهُمَّ فَارِجَ الْكَرْبِ - اللَّهُمَّ كَاشِفَ الْهَمِّ اللَّهُمَّ مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ رَحْمَنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيمَهُمَا
أَسْأَلُكَ أَنْ تَرْحَمَنِي فَارْحَمْنِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ -

ہلاکت اور مصیبت سے نجات کے لئے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ -

شریر قوم سے حفاظت کے لئے

حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شریر قوم سے پریشان ہو تو وہ یہ دعا پڑھا کرے۔ ان شاء اللہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دعایہ ہے:-

اللَّهُمَّ نَجِّعْكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ-

یابہ وعارڑھے:-

اللَّهُمَّ اكْفِنَا هُم كَاشَتْ اَنْكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -

بادشاہ کے خوف سے حفاظت کے لئے

لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَزَّ جَلَّ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

پایہ و عا پڑھا کرے:-

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ نَحْوِهِمْ وَنَعْوَذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِمْ-

اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی بارعب بادشاہ ہو کہ اس کے پاس آنے جانے سے خوف یا خطرہ کا احساس ہوتا ہو یا وہ بادشاہ ظالم ہو تو اس کے پاس آنے کے وقت یہ دعا پڑھے:-

الله اكبر الله اكبر الله اعز من خلقه جميعا الله اعز مما اخاف واحد والحمد لله رب العالمين-

دین میں ثابت قدمی اور استقلال کے لیے حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص دین میں ثابت قدمی یا استقلال قلبی کا خواہش مند ہو تو وہ یہ دعا پڑھا کرے:

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلَى دِينِكَ

یا یہ دعا پڑھے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى دِينِكَ

بادشاہ کے خوف سے حفاظت کے لیے | اگر لوگ کسی بادشاہ کے دربار میں آنے جانے سے خوف محسوس کرتے ہوں یا بادشاہ سے کسی شرکا خوف ہو تو اس کے دربار میں جانے سے قبل یہ دعا پڑھا کریں تو ان شاء

اللہ ان کا خوف جاتا رہے گا۔

اللَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِلَى دِيَارِهِمْ فَأَتَى الْفِرْعَوْنَ ثَوْنًا وَجَدَهُ يُجَادِلُ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تُدْعُونَ لِلَّهِ وَاللَّهُ دُورٌ فَضْلٌ عَظِيمٌ۔

خیر و برکت اور رزق میں وسعت کے لیے | سورة الم نشرح اور سورة الكافرون پابندی کے ساتھ پڑھنے سے اللہ پاک خیر و برکت اور رزق میں وسعت فرماتے ہیں۔

لوگوں سے پردہ داری کے لیے | لوگوں سے پردہ داری کرنی ہو تو یہ دعا پابندی سے پڑھا کرے:

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِي بِشَرِكَ الْجَمِيْلِ الَّذِي سَتَرَتْ بِهِ نَفْسَكَ فَلَا عَيْنٌ تَوَاكَ۔

بھوک اور پیاس پر قابو پانے کے لیے | اگر کوئی شخص بھوک اور پیاس پر قابو پانا چاہے تو سورہ لایلاف قریش پابندی سے پڑھا کرے۔ یہ نسخہ آزمودہ اور مجرب ہے۔

تجارت میں ترقی کے لیے | تجارت میں ترقی کے لیے سورہ شعراء لکھ کر دوکان میں لٹکادیں تو ان شاء اللہ اس میں نفع ہوتا چلا جائے گا اور بیع و شراء کے لیے لوگ کثرت سے آنے لگیں گے۔

نقصان سے بچنے کے لیے | اگر کسی آدمی کو دوکان میں یا کسی اور کام میں نقصانات ہو رہے ہوں تو سورة القصص لکھ کر لٹکا دیں تو ان شاء اللہ نقصان و تلف سے محفوظ رہے گا۔ یہ بھی عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

موت میں آسانی اور سلامتی | ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آية الكرسي پڑھتا رہے تو اس کی روح سوائے اللہ پاک کے کوئی نہیں نکالے گا

(یہ آسانی اور سلامتی کی طرف اشارہ ہے یا اعزاز کے طور پر کہہ دیا گیا ہے)

حضرت ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف الکفرخی سے یہ سنا ہے کہ جس وقت یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے جمع ہو گئے تو اللہ پاک نے حضرت جبرئیل کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تو آپ کے اندرون بازو میں مندرجہ ذیل کلمات لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ کلمات پڑھے۔ اتنے میں اللہ پاک نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ میرے بندے کو میرے پاس حفاظت کے ساتھ لے آؤ۔

وہ کلمات یہ تھے۔

اللهم انی اعوذ باسمک الاحد الاعز و ادعوک اللهم باسمک الکبیر المتعال الذی ملأ الارکان کلہا ان

تکشف عنی ضربا امسیت واصبعت فیہ۔

درد سر کے لیے مجرب عمل امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے بنو امیہ کے بعض خاندانوں میں ایک چاندی کا مقفل ڈبہ پایا گیا تھا جس کے اوپر شفاء من کل داء (ہر مرض سے شفاء کے لیے) لکھا ہوا تھا۔ لیکن اس کے اندرون میں یہ کلمات لکھے ہوئے پائے گئے۔ اگر کسی کے شدید درد سر ہو رہا ہو تو اسے کسی طیب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کلمات پڑھ کر دم کر لے تو ان شاء اللہ اس کا درد سر جاتا رہے گا۔ یہ عمل بھی کئی مرتبہ کا آزمودہ اور مجرب ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَسْكُنْ اَیْهَا الْوَجْعُ سَكْنَتَكَ بِاللّٰذِیْ
یُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرُؤُوفٌ رَّحِیْمٌ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ
وَاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَسْكُنْ اَیْهَا الْوَجْعُ سَكْنَتَكَ بِاللّٰذِیْ یُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ
اَنْ تَزُولَا وَلَیْنِ اَنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْۢ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔

درد سر کے لیے دوسرا مجرب عمل درد سر کے لیے دوسرا آزمودہ عمل یہ ہے کہ مذکورہ حروف کو ایک سفید کاغذ میں لکھ کر درد کی جگہ میں چپکالیا جائے تو ان شاء اللہ درد سر جاتا رہے گا۔ مذکورہ حروف یہ ہیں۔ دمہ

ملہ۔

بعض علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ بنو امیہ کے خزانے میں ایک کافور مشک اور عنبر خام سے بھری ہوئی چو کو رسونے کی ڈھال تھی اور اس میں ہرے زمر کے بٹن بھی لگے ہوئے تھے۔ اگر کسی کے شدید درد سر ہوتا تو اس کے درد کی جگہ اس ڈھال کو رکھ دیا کرتے تھے تو سر کا درد جاتا رہتا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے اس ڈھال کو کھول کر دیکھا تو اس کے بتوں میں ایک کاغذ کے پرزے میں یہ لکھا ہوا تھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ذَلِكْ تَخْفِیْفٌ مِنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یَّخَفِّفَ
عَنْكُمْ وَیَخْلُقَ الْاِنْسَانَ ضَعِیْفًا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِذَا سَاَلَکْ عِبَادِیْ عَنِیْ فَاَنِّیْ قَرِیْبٌ اَجِیْبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِیْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ تَرَ اِلَیْ رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاکِنًا بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَهٗ مَاسْکِنٌ فِی الْلَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

درد سر کے لیے تیسرا عمل یہ ہے کہ آپ مندرجہ ذیل حروف کو کسی تختی یا پاک جگہ میں لکھ کر کیل سے دبائیں۔ پھر اس کے حدیہ دعا پڑھیں:-

”اَلَمْ تَرَ اِلَیْ رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاکِنًا وَلَهٗ مَاسْکِنٌ فِی الْلَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔“

اتنے میں اگر درد سر ہلکا ہو جائے تو پھر کیل کو زور سے دبائے رکھے۔ اس کے باوجود اگر درد سر ہلکا نہ ہو تو دباتے ہوئے ایک ف سے دوسرے حرف میں منتقل ہوتے رہیں جب تک کہ درد سر جاتا نہ رہے یہ عمل کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ درد سر کسی نہ سی حرف پر جا کر ختم ہو جائے گا۔ نیز یہ عمل بھی بارہا آزمودہ اور مجرب ہے۔ وہ حروف یہ ہیں:-

اح اک ک ح ع ح ام ح

لیکن دباتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ کیل روشنائی میں رکھی جائے۔ مندرجہ بالا حروف کو ان اشعار میں یکجا کر

دیا گیا ہے۔

انی حملت الیک کل کریمۃ
ترجمہ: جیسے تم چاہتے ہو اسے میں نے تمہارے پاس ہر پاکیزہ چیز کو تعویذ باندھنے کے لیے پیش کر دیا ہے۔

افاائل الکلمات منها مقصدی
ترجمہ: اے نوجوان ہمارا مقصد ان ابتدائی کلمات سے درد سر دور کرنے کے لیے ہیں (مغرب اور آزمودہ نسخہ ہے)

انسان کے طبی فوائد | حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ انسان کے بالوں کو جلا کر گلاب کے پانی میں ملا کر عورت اپنے سر میں رکھ لے تو دروزہ کے وقت ولادت آسانی ہو جائے گی۔

○ انسانی منی برص سے اور جسم کے دیگر سپید واغوں کے لیے مفید ہے۔

○ زمین میں منی گرنے سے پسو وغیرہ جمع ہو جاتے ہیں۔

○ انسان کا تھوک سانپ کے لیے زہر ہے اسی لیے اگر کوئی شخص سانپ کے منہ میں تھوک دے تو سانپ اسی وقت مر جاتا ہے۔

○ کسی رات تیز و تند ہوائیں چل رہی ہوں تو انسان کے تیل سے چراغ جلانے سے یہ تیز ہوائیں رک جاتی ہیں۔

○ عورت کے لمبے بالوں کو دریا میں ڈال کر نہ نکالا جائے تو وہ بال پانی کے سانپ بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سکر طرزد میں عورت کا دودھ ملا کر بطور سرمہ استعمال کرے تو آنکھوں کی سفیدی کے لیے نفع بخش ہے۔

○ اگر کسی بچے کی آنکھ نیلی ہو گئی ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اسے چالیس دن تک کسی حبشی لڑکی کا دودھ پلایا جائے تو اس کی

سہ جالینوس، جالینوس بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح کیلے نس اور مختصر کر کے کیلن بھی کہتے ہیں۔ قبل مسیح پیدا ہوئے۔ یہ ایک زبردست یونانی طبیب گزرے ہیں۔ خاص طور پر علم تشریح میں زیادہ تحقیقات کی ہیں۔ ان کے دور میں تشریح کا معیار بلند ہو گیا تھا۔ لیکن جالینوس نے اس میں چار چاند لگا دیے تھے۔ تشریحی غلطیوں کو درست کیا اور تشریح بیان کی۔ عضلات کے افعال کے متعلق ان کی معلومات آنی اعتبار سے بالکل صحیح ہیں۔ یہ عضلات کی عصبی پرورش کے لیے اعصاب کی ضرورت سے واقف تھا اور اس کو یہ معلوم تھا کہ عضلات کی حرکات کا مبداء دماغ ہے۔ چنانچہ اس نے کچھ اعصاب کو کاٹ کر اس حصے کو مفلوج کر کے اس حقیقت کو ثابت کر دیا۔

اس تجربے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارادی حرکت کے اصول سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ اس دور کے اطباء اور ڈاکٹر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان سے پہلے قدیم اطباء کا یہ قول تھا کہ شرمین کے اندر خون نہیں ہوتا بلکہ ان کے اندر محض ارواح ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد شرمین خالی ملا کرتے ہیں۔ اس قدیم خیال کی تردید سب سے پہلے جالینوس نے کی ہے اور مخالفین کے سامنے دکھا دیا۔ شرمین کو چیر کر کہ شرمین کے اندر بحالت زندگی خون پایا جاتا ہے۔ اگرچہ موت کے بعد شرمین خالی ملا کرتے ہیں۔ جالینوس نے دقیقہ رسی سے اعضائے انسانی کا مشاہدہ کیا ہے اس کے ثبوت میں چند باریک مروق کا نام پیش کیا ہے جن کی تحقیق کا سہرا جالینوس کے سر پہ دماغ میں بطون کے اندر کچھ باریک و ریدیں ہیں جو جالینوس کی طرف منسوب ہیں اس لیے کہ اسی نے تحقیق کی ہیں اس نے بندر اور آدمی کے اجسام کا معائنہ کیا۔ جالینوس کی نئی تحقیق یہ ہے کہ اعصاب کی ابتدا یا تو دماغ سے ہوتی ہے یا قاع نخاعی سے اور کچھ اعصاب حصیہ ہوتے ہیں اور کچھ متحرک۔ جالینوس نے ایک سو گیارہ تصانیف کی ہیں۔ انتقال ۱۸۰ قبل مسیح ہوا۔

سہ برص ایک بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور سخت تکلیف و خارش پیدا ہوتی ہے۔

آنکھیں سپید ہو جائیں گی۔

○ اگر کسی بچے کے پیشاب کو لے کر (رماو حطب الکرم) اگور کی لکڑی کی راکھ میں ملا کر کسی زخم میں لگا دیا جائے تو اس میں آرام مل جائے گا اور زخم اچھا ہو جائے گا۔

○ اسی طرح اگر عورت پہلے سال کے بچے کے دانت کو باندھ کر لٹکالے تو وہ حاملہ نہیں ہو سکتی۔

○ حکیم جالینوس نے مزید کہا، انسان کا پتا زہریلا ہوتا ہے۔ اگر کسی کے آنکھ میں سفیدی کی شکایت ہو گئی ہو تو اس کے پتے کو بطور سرمہ استعمال کریں تو یہ شکایت جاتی رہے گی۔

○ حکیم ابن مایثہ کہتے ہیں کہ اگر عورت کے ہاتھ میں درد یا تکلیف ہو تو وہ بچے کی پہلی ناف کاٹ کر اپنے گلے میں لٹکالے تو وہ درد جاتا رہے گا۔ اگر اس کی ہڈی کو باریک پیس کر ایلو میں ملا کر جس کے نام میں باسور ہو گیا ہو تاک میں پھونکنے سے وہ ان شاء اللہ شفا یاب ہو گا۔

○ اگر کسی کی آنکھ میں پھولا ہو جائے تو وہ انسان کے پیٹ سے نکلے ہوئے کیڑوں کو سکھا کر باریک پیس کر بطور سرمہ استعمال کرے تو یہ شکایت جاتی رہے گی۔

○ اگر کسی انسان کے پاخانے کو سکھا کر باریک پیس چھان کر شمد اور سرکہ ملا کر آکلہ لے کر لگایا جائے تو وہ ان شاء اللہ نجات پا جائے گا۔ یہی گلے کے خوانیق سٹہ میں استعمال کرے تو وہ اچھا ہو جائے گا۔

○ انسان کے بال باندھ کر لٹکانا آدھاسیسی کے درد میں مفید ہے۔

○ اگر کسی کو کتے نے کاٹ لیا ہو تو وہ بالوں کو سرکہ میں تر کر کے اس جگہ پر لگالے تو وہ شفاء پا جائے گا۔

○ انسان کا خون میتھی کے آٹے اور سنداب کے پانی میں گوندھ کر خون اور پیپ اور ساقین کے زخموں پر لگانا نہایت مفید ہے بلکہ ہر زخم کے لیے راحت بخش ہے۔

○ اگر کسی کے حیض کے کرسف کے ایک ٹکڑے کو کشتی کے پچھلے حصہ میں باندھ دیا جائے تو اس کشتی میں ہوا داخل نہیں ہو سکتی۔

○ ایسی کسی عورت کے ناف کا درد ہو رہا ہو تو حیض کے کرسف کو جلا کر تھوڑی سی راکھ اور دھنیاں لے کر پھر ان دونوں کو ٹھنڈے پانی میں پیس کر ناف کے ارد گرد لگا دیا جائے تو ان شاء اللہ یہ درد جاتا رہے گا۔ یہی نسخہ نفاس کے وقت ناف کے درد میں سکون بخش معلوم ہوتا ہے۔ کسی بچے کی ولادت کے وقت کے پاخانے کو سکھا کر باریک کر کے آنکھ کی سفیدی میں بطور سرمہ استعمال کریں تو ان شاء اللہ یہ شکایت جاتی رہی گی۔

○ بچوں کے قلفے کو خشک کر کے پیس کر مشک اور عرق گلاب میں ملا کر اگر برص اور جذام پر لگا دیا جائے تو ان شاء اللہ یہ دونوں امراض اسی وقت بڑھنے سے تھم جائیں گے۔ اسی طرح ان قلفوں کو جلا کر پیس کر کسی ایسے آدمی کو پلایا جائے جسے برص ہو رہا ہو تو

لے آکلہ وہ بیماری ہے جو انسان کے عضو کو سڑا دیتی ہے

سٹہ ایک بیماری ہے جس میں سانس لینا مشکل ہوتا ہے۔ واحد خناق

ان شاء اللہ درست ہونے لگے گا۔

○ اگر کسی کے قونج سلہ ہو گیا ہو تو انسان کے پاخانے کو ایک چنے کے برابر لے کر اسے ٹھنڈے پانی میں پگھلا کر پلایا جائے تو ان شاء اللہ نجات پا جائے گا۔

○ انسان کا پاخانہ جو سب سے پہلے خارج ہوتا ہے وہ گرم ہوتا ہے اسے کسی پرانی شراب میں ملا کر کسی بیمار جانور کو پلایا جائے تو وہ شفا یاب ہو جاتا ہے۔

○ اگر کوئی آدمی کسی سے محبت کرنا چاہے تو وہ اپنے دونوں پیروں اور ہاتھوں کا میل دھو کر جس سے محبت کرنا چاہتا ہو پلا دے تو اس سے محبت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اس سے جدائی اور فراق کو گوارہ نہیں کر سکتے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

○ اسی طرح محبت کا دوسرا عمل یہ ہے کہ جس سے محبت کرنے کا ارادہ ہو تو اسے اپنے کرتے کی جیب کو دھو کر لاعلمی میں پلا دو تو اس سے شدید محبت ہو جائے گی۔

○ اگر کوئی شخص کسی قلعے یا گنبد میں کبوتروں کا غول اکٹھا کرنا چاہے تو کسی مردہ انسان کی کئی سال پرانی کھوپڑی کو لاکر برج میں دفن کر دے تو اس برج میں کبوتر اتنی کثرت سے جمع ہوں گے کہ وہ برج تنگ ہو جائے گا۔

○ اگر کسی انسان کو لقوہ یا فالج کا اثر ہو گیا ہو تو وہ کالی یا حبشی لڑکی کے دودھ کے ساتھ زوغن سوسن آزاد میں ملا کر ناک سے سترک لے تو ان شاء اللہ شفا یاب ہو جائے گا۔ (مقدار خوراک آدمی کے لیے ایک قیراط کے برابر اور بچوں کے لیے ایک حبه کے برابر کھلانا چاہیے۔)

○ اور اگر اس میں انروت سفید ملا لیں تو آشوب چشم (سرخ آنکھوں) کے لیے مفید بخش ہے۔

○ اگر کسی جانور کے گھاس مٹی ملی ہوئی کھالینے سے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا ہو تو کسی نابالغ بچے کے پیشاب میں کاشم کو باریک پس کر ملا لے تو ان شاء اللہ اس جانور کا درد جاتا رہے گا۔

○ اگر کوئی شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ عورت کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور نہ صحبت کر سکے تو اس عورت کے کنگھی سے نکالے ہوئے بالوں یا اس کے علاوہ بالوں کو جلا کر رکھ کر لے۔ پھر صحبت کے وقت احتلیل میں لگا کر جماع کرے تو اس آدمی سے عورت کو اس قدر لذت محسوس ہوگی کہ وہ عورت پھر کسی مرد کے پاس جانا گوارا نہ کرے گی۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

○ اگر کسی آدمی کی تھوڑی سی مٹی کو تھوڑا سا زلیق میں ملا کر تین دن ایسا شخص ناک سے چڑھائے جسے لقوہ ہو گیا ہو تو ان شاء اللہ درست ہو جائے گا۔

○ اگر کسی جانور کی آنکھ میں سپیدی چھا گئی ہو تو وہ انسان کے پاخانہ کو باریک کر کے اس میں اندرانی نمک اور تھوڑی سی حزنبل ملا کر باریک کر لیں۔ پھر اس کو اس جانور کی آنکھ پر پھونک کر لگائیں تو وہ شفا یاب ہو جائے گا۔

○ اگر کسی کو آشوب چشم (آنکھ میں سرخی) یا آنکھ میں درم کی شکایت پیدا ہو گئی تو کسی نابالغ لڑکے کے پیشاب کو ایک برتن میں رکھ کر گرم کر لیں۔ پھر اسے روئی کے پھلیہ میں تر کر کے آنکھ میں رکھ لیں تو ان شاء اللہ شفاء نصیب ہوگی۔

سلہ قونج۔ آنت کی ایک بیماری ہوتی ہے جس میں سدہ پڑ جاتا ہے اور شدت کا درد ہونے لگتا ہے۔ ۱۳

- انسان کی منی گرم ہوتی ہے اگر اسے برص میں لگایا جائے تو ان شاء اللہ داغ کی شکایت جاتی رہے گی۔
- اگر کسی کے آنکھ میں سفیدی چھائی ہو تو پیشاب کو تانبے کی دیبچی میں رکھ کر اس قدر پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر اسے خشک کر کے کھانے والا نمک ملا کر باریک کر لیا جائے۔ پھر زعفران کے پانی میں گوندھ کر بوداقہ رکھ کر آگ جلادی جس سے کہ وہ برتن میں چاندی کی طرح گھومنے لگے پھر اس کا ڈلا بنا کر پانی اور مشک ڈال کر پھر پر رگڑا جائے۔ پھر اس کا سرمہ بنا کر آنکھ میں لگایا جائے تو ان شاء اللہ آنکھ کی یہ شکایت دور ہو جائے گی۔ یہ آزمودہ اور مجرب نسخہ ہے۔ قدیم حکماء اس نسخہ کو جوہر نفیس کہتے ہیں۔
- اگر کسی کی آنکھ میں درد یا پیپ جیسا زخم یا آنکھ میں نقطہ پیدا ہو گیا ہو تو کسی سیاہ رنگ عورت کا دودھ لے کر زعفران اور سفرجل ملا کر آنکھ میں دو تین قطرات پٹکانے سے ان شاء اللہ آنکھ میں آرام اور شفاء نصیب ہوگی۔
- عورت کے پستانوں کے اٹھان کو برقرار رکھنے کے لیے کسی لڑکی کا پہلا حیض لے کر پستانوں کی گھنڈی میں لگادیں تو وہ برابر کھڑے رہیں گے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- حیض گرم اور تر ہوتا ہے۔ اگر کسی کی آنکھ میں سرنخی یا نقطہ آگیا ہو یا آنکھ میں درم ہو گیا ہو تو اسے کسی اون کے ٹکڑے پر لگا کر آنکھ میں رکھنے سے یہ شکایت دور ہو جائے گی۔
- اگر کوئی عورت موٹی ہونا چاہتی ہو تو مادہ بٹیا مرغابی (اوزہ) کی چربی کو باریک کر کے بورہ ار منی اور سیاہ زیرہ وغیرہ کو میتھی کے آٹے میں ملا کر ریٹھے کے برابر بنا لیا جائے۔ پھر اسے کسی کالی مرغی کو سات یوم تک مسلسل کھلایا جائے۔ پھر اس مرغی کو ذبح کر کے اس کی کھال اتاری جائے تو جو بھی اس مرغی کا گوشت یا شوربا کھائے گا وہ اس قدر فریہ اور موٹا ہو جائے گا کہ اس پر چربی ہی چربی نظر آئے گی۔ اس سے بھی زیادہ فریہ اور موٹا ہونے کے لیے اچھا نسخہ یہ ہے کہ آدمی کے پتے کو تھوڑے سے گھیوں میں ملا کر بانی میں بھگو کر اتنی دیر رکھ دیں کہ گیسوں پھول جائیں۔ پھر اسے کسی کالی مرغی کو سات یوم تک کھلاتے رہیں۔ پھر اس کے بعد وہ تمام عمل کرو جو اس سے پہلے نسخہ میں کئے گئے ہیں تو جو شخص بھی اس مرغی کے گوشت کو کھائے گا تو اتنا موٹا اور فریہ ہو جائے گا کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو جائے گا۔ یہ عمل بھی مجرب ہے۔
- اگر کوئی عورت اپنا دودھ کا سلسلہ ختم کرنا چاہتی ہو تو تھوڑی سی میتھی کو پیس کر بانی سے گوندھ لیں۔ پھر اسے عورت کی پستان میں لگادیں تو وہ دودھ ان شاء اللہ منقطع ہو جائے گا۔
- اگر کوئی عورت دودھ میں زیادتی کرنا چاہتی ہو تو حنظل کو پیس کر اسے زیتون کے تیل میں ملا دیں۔ پھر کسی اون کے نیلے کپڑے کو ایک لکڑی میں لپیٹ کر زیتون کے تیل میں ڈبو کر اور حنظل لگا کر عورت اپنی پستانوں میں لگا لے تو ان شاء اللہ دودھ ہی دودھ ہو جائے گا۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے خوب صورت لڑکا پیدا ہو تو ایک خوب صورت لڑکے کی تصویر بنا کر کسی ایسی جگہ لٹکا دے جس کو عورت جماع کے وقت دیکھتی رہے تو یقیناً لڑکا اس تصویر کے اکثر اعضاء میں ہم شکل پیدا ہو گا۔ (یہ نفسیاتی عمل ہے)
- حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو تو وہ کسی مردہ انسان کی ڈاڑھ باندھ کر گلے میں لٹکا لے تو ڈاڑھ کا درد جاتا رہے گا۔

- انسان کی ڈاڑھ اور ہڈیوں کے دائیں بازو کی ہڈی دونوں کو کسی سونے والے آدمی کے سر کے نیچے رکھ دیں تو جب تک اس کے نیچے یہ دونوں چیزیں رکھی رہیں گی وہ برابر سوتا رہے گا۔
- کچھ کھانے سے قبل انسان کا تھوک کیزے کوڑے کے کانٹے اور ڈسنے میں لگانا بے حد مفید ہے۔ اسی طرح داد اور مسہ وغیرہ میں بھی نفع بخش ہے۔
- عورتوں کا دودھ شہد میں ملا کر پینے سے پتھری مٹانے میں ٹوٹ جاتی ہے۔
- اگر کسی کو پاؤں لے کتے نے کاٹ لیا ہو تو پیشاب لگانا نہایت مفید ہوتا ہے۔
- بعض اطباء نے لکھا ہے کہ اگر کتے کا کاٹا ہوا آدمی کسی تندرست آدمی کا خون نوش کر لے تو اسی وقت شفا یاب ہو جائے گا۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے؎

احلامکم لسقام الجهل شافية کما دماء کم تبری من الکلب

ترجمہ: تمہاری نیندیں مرضِ جہالت کے لیے شفا بخش ہے اسی طرح تمہارا خون کتے کے کانٹے میں نفع بخش ہے۔

- انسان کے تراشے ہوئے ناخن کو اگر کسی دوسرے کو پیس کر پلا دیں تو وہ محبت کرنے لگے گا۔ کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنے کے وقت پیشاب نوش کرنا مفید ہے۔
- اگر کسی کے انگوٹھے میں شدید قسم کا درد (نفرس) ہو رہا ہو یا کسی قسم کے درد کی ٹپک یا لہر پیدا ہو گئی ہو تو پیشاب لگانا مفید ہے بلکہ پیروں کے تمام زخموں کے لیے آرام دہ ہے۔ اسی طرح وہ زخم جس میں کیزے پیدا ہو گئے ہوں تو پرانا پیشاب بہت ہی زیادہ ان تمام شکایات کو دور کر دیتا ہے۔ اسی طرح انسان اور بندر کے کانٹے ہوئے زخموں میں بھی بے حد مفید ہے۔
- اگر کسی کے خونی زخم ہو تو اس پر پیشاب کر دینے سے خون ایسی وقت بند ہو جاتا ہے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- اگر کسی انسان کا پینہ لے کر غبارِ الرحاضہ میں ملا دیا جائے۔ پھر اسے ورم شدہ پستانوں میں لگادیں تو وہ یقیناً اچھا ہو جائے گا۔ ایسی طرح اگر منی میں شہد ملا کر خنقاں (وہ بیماری ہے جس میں سانس لینا مشکل ہوتا ہے) میں لگادیں تو ان شاء اللہ درست ہو جائے گا۔
- ولادت کے وقت بچے کا پاخانہ لے کر سکھا کر بطور سرمہ لگائیں تو آنکھ کی پیدی، پردہ اور اندھیرے (غشاوۃ) کے لیے مفید ہے۔
- اگر کسی کے پاخانہ بند ہو جانے کی وجہ سے درد پیدا ہو گیا ہو تو یا پیشاب بند ہو گیا ہو یا کسی کو قوچ (آنت کی وہ بیماری کہ اس میں سدہ پڑ جاتا ہے اور شدت کا درد ہوتا ہے) کی شکایت پیدا ہو گئی ہو تو کسی آدمی کے پاخانہ کو ایک چنے کی مقدار لے کر شراب کے سرکہ میں ملا کر ان تمام امراض میں نوش کرایا جائے تو نہایت نفع بخش ہوں گے۔ لیکن اگر پاخانہ گرم ہو تو وہ گھوڑا جسے بد ہضمی کی

لے یہ دھاری دار مختلف رنگوں میں ایک پرندہ ہوتا ہے۔ اس کے سر میں ایک تاج سا ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہمد حضرت سلیمان علیہ السلام کا پانی کے لیے سندس تھا۔ زمین کے اندر جس جگہ پانی ہوتا تھا (جس وقت لشکر کو ضرورت پیش آتی تو ہمد بتا دیتا)۔ چنانچہ حضرت سلیمانؓ کھدائی کر اکر پانی کو کام میں لاتے) یہ پرندہ نگاہ کا تیز ہوتا ہے، اسی لیے عرب اس پرندہ سے مثال بھی دیتے ہیں، کہتے ہیں ہو ابصر من ہمد وہ ہمد سے زیادہ دور دیکھتا ہے ۱۲ (تاریخ ابن کثیر ص ۲۱۲) قصص القرآن ص ۱۳۰ ج ۱، النجد ص ۵۵۷ (۱۱ ج ۱)

۱۳ غبار الرحاضہ غبار کو کہتے ہیں جو پچلی میں آٹا پیٹے وقت دیواروں میں اڑ کر لگ جاتا ہے۔

شکایت پیدا ہو گئی ہو اس کے لیے شفاء بخش ہے۔ اسی طرح اگر کسی انسان کے کانٹے پر فوری طور پر لگا دیں تو نہایت راحت بخش ہے۔ اگر کسی کے کان میں کوئی کیڑا داخل ہو گیا ہو تو کسی روزہ دار کا لعاب قطرہ قطرہ پکانے سے وہ کیڑا باہر آ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ دار کا لعاب چاول کے ساتھ ملا کر بوا سیر میں لگا دیں تو ان شاء اللہ نجات مل جائے گی۔

○ اگر کسی کو قولنج کی شکایت ہو تو کسی بچے کی تھوڑی سی ناف کاٹ کر انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ کر پہننے لگے تو ان شاء اللہ وہ قولنج سے محفوظ رہے گا۔

امام ابن زہر نے فرمایا ہے کہ قولنج کے لیے دوسرا نسخہ یہ ہے کہ کسی ایسے بچے کے دانت (جو اپنی ماں سے پہلا پیدا ہوا ہے) کو لے کر چاندی یا سونے کی انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیں بشرطیکہ اس کا نگ بھی چاندی یا سونے کا ہو تو اس انگوٹھی کے پہننے والے کے لیے قولنج سے یقیناً حفاظت ہوگی۔

○ اگر کوئی عورت انسان کے بالوں کی دھونی دے لے تو وہ رحم کے ہر قسم کے امراض سے محفوظ رہے گی۔ اگر کوئی عورت پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس کو اپنے تمام بدن میں لگا لے تو جب تک وہ زندہ رہے گی وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ اسی طرح پہلے بچے کی ولادت کے بعد زمین میں گرنے سے پہلے کے دانت انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیں۔ پھر اس انگوٹھی کو کوئی عورت پہن لے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

○ عورت کا پسینہ خارش اور کھجلی کے لیے بہت مفید ہے۔

○ اگر کسی انسان کے پیشاب کو انگوڑی راکھ میں ملا کر کسی زخم پر رکھ دیں جس سے خون بند نہ ہو رہا ہو تو ان شاء اللہ خون اسی وقت بند ہو جائے گا۔

○ اگر کسی کے ڈاڑھی نہ آ رہی ہو تو کلو نجی اور عیشوم کی راکھ کو کسی زیتون کے پرانے تیل میں ملا کر لگانے سے ڈاڑھی آگ آتی ہے۔

○ اگر کسی کو برص یا جسم میں ظاہری داغوں کی شکایت ہو یا کسی کو باؤ لے کتے نے کاٹ لیا ہو تو حیض کا خون لگانے سے ان تینوں شکایات سے نجات مل جائے گی۔

○ امام قزوینی نے لکھا ہے کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ گئی ہو تو ایک کپڑے کے ٹکڑے میں اسی کا نام اسی کا خون سے لکھ لے پھر اسے اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھ دیں تو نکسیر بند ہو جائے گی۔

○ جس وقت بکارت کا خون بننے لگا ہو تو وہ خون پستانوں میں لگانے سے پستان بڑے نہیں ہوتے۔

باجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ

اطباء کہتے ہیں کہ باجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لہسن کو ایک روٹی کے ٹکڑے میں لے کر عورت اپنی شرمگاہ میں سات گھنٹے رکھے رہے اتنے میں اگر عورت کے منہ سے لہسن کی بو آنے لگے تو اس کا علاج دواؤں کے ذریعے سے کیا جاسکتا ہے۔ علاج کرنے پر ان شاء اللہ وہ عورت حمل کے قابل ہو جائے گی۔

لہ زراوند: ARISTOLOEIA LONGA بعض نسخوں میں زراوند لکھا ہے۔ مگر صحیح زراوند ہی ہے۔ (ج)

لیکن اگر بونہ آئے تو اسے لاعلاج سمجھے۔ امامؑ رازیؒ کی تصریح کے مطابق یہ نسخہ آزمودہ اور مجرب ہے۔

تعبیر | اگر کوئی انسان خواب میں نظر آئے تو گویا دیکھنے والا حقیقتاً اسی شخص معین ہی کو دیکھتا ہے چاہے مرد کو دیکھے یا عورت کو دیکھنے والے کا ہم نام ہو، اس کا مشابہ۔ لیکن اگر خواب میں کوئی انجان نامعلوم شخص نظر آئے تو گویا وہ دشمن ہے۔

خواب میں کسی بوڑھے آدمی کو دیکھنا سعادت اور نیک بختی ہے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی بوڑھے آدمی کو دیکھنے سے دوست سے تعبیر دیتے ہیں۔ اگر کسی نے بوڑھے۔ نحیف و لاغر آدمی جس میں بڑھاپے کے آثار نمایاں نہ ہوئے ہوں۔ سپیدی وغیرہ نظر نہ آئے تو یہ خواب دیکھنے والے کے نصیب میں سعادت اور نیک بختی کی ضمانت دیتا ہے۔

اگر کسی نے بچوں کو طفولیت میں دیکھا تو اس کی تعبیر قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے نکالی جائے گی فَاتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُہٗ (مریم پ ۱۶ (ترجمہ) پھر حضرت مریم ان کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔

خواب میں کسی بالغ آدمی کو دیکھنا خوشخبری اور قوت کی علامت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے:-
یا بشریٰ ہذا غلام (ترجمہ)

اگر کسی خوب صورت بچے کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ کسی ایسے شہر میں داخل ہو رہا ہے جس کا محاصرہ کر لیا گیا ہے یا اس شہر میں داخل ہوا جس میں طاعون یا قحط پڑا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس شہر سے محاصرہ اٹھالیا جائے گا یا طاعون و قحط سے شہر والوں کو پناہ مل جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ شہر میں بارش ہو رہی ہے یا زمین سے پانی نکل رہا ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہوگی کہ شہر کے لوگ مامون و محفوظ رہیں گے۔ اس طرح شہر میں کسی فرشتہ کا داخل ہونا شہر والوں کے لیے خوش خبری کی علامت ہوتی ہے۔

۱۔ امام رازیؒ: اس نام سے دو شخص مشہور ہوئے ہیں۔ ایک ابوبکر محمد بن ذکریا الرازی جن کی ولادت ۸۶۳ھ میں اور وفات ۹۳۲ھ عیسوی میں ہوئی۔ یہ ایک زبردست طبیب گزرے ہیں۔ ان کو جالینوس عرب اور طبیب المسلمین کہا جاتا تھا۔ ان کی مشہور تصانیف ”برء السامعہ“ اور ”کتاب الحادی“ ہے۔ دوسرے ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن الرازی فخر الدین لقب سے مشہور ہوئے یہ مقام ری میں پیدا ہوئے۔ یہ اونٹنے درجے کے فقیہ، محدث و مفسر تھے۔ جب یہ چلے تھے تو ان کے پیچھے تین سو فقہاء کی جماعت ہوا کرتی۔ یہ ابتداء میں نہایت مفلس تھے۔ بعد میں کسی مالدار گھرانے میں نکاح ہو جانے کی وجہ سے مالدار ہو گئے تھے۔ ان کی وجہ سے فرقہ کرامیہ کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہو گئی تھی۔ بعد میں اسی فرقہ کے عناد کی وجہ سے ان میں سے کسی نے زہر دے دیا تو آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انہوں نے ایک زبردست تفسیر کبیر (مفتاح الغیب) لکھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس تفسیر کی تکمیل نہیں کر سکے صرف سورہ انبیاء تک ہے۔ بعد میں ان کے شاگرد نجم الدینی احمد بن قزلی نے کلمہ لکھا۔ سیوطیؒ نے اس تفسیر پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ اس تفسیر میں سوائے تفسیر کے سب کچھ موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تفسیر بہت سے علوم پر مشتمل ہے جس طرح کہ مسلمانوں کی عملی تاریخ میں شیخ ابو علی سیناء قازانی نے فلسفہ ارسطوی کو مذکور ہونے کی حیثیت سے شہرت عام حاصل کی۔ اسی طرح امام رازیؒ نے فلسفہ ارسطو پر اعتراضات کرنے کر میں شہرت حاصل کی۔

شروزی نے لکھا ہے کہ فخر الدین رازیؒ بحث و مباحثہ و نقل قال کرنے میں انتہائی درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے زمانے میں ان کا ہسر کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے حکماء پر بہت سے شبہات وارد کئے اور اس میں شک نہیں کہ بعض شبہات صحیح بھی ہیں۔ ان کی ولادت ۵۳۳ھ مطابق ۱۱۳۹ھ وفات ۶۰۶ھ میں مطابق ۱۲۰۹ھ کو ہوئی۔

اگر کسی مریض نے خواب میں دیکھا کہ اسے کسی بے ریش لڑکے نے پکڑ لیا ہے یا دیکھنے والے کی گردن مار دی ہے تو اسے موت کے فرشتہ سے تعبیر دی جائے گی۔ اگر کسی نے سرخ زرد رنگ کا نوجوان دیکھا تو گویا وہ بخیل لالچی دشمن ہے۔ اسی طرح اگر خواب میں کوئی ترکی جوان نظر آئے تو گویا وہ ایسے دشمن کی شکل میں آیا جس سے امان نہیں مل سکتی۔ یعنی وہ نہایت خطرناک ہو گا۔ اگر کسی نے کمزور و لاغر نوجوان کو خواب میں دیکھا تو وہ گویا کمزور دشمن ہے اور گندم گوں نوجوان کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ کمزور دشمن ہے اور گندم گوں نوجوان کو خواب میں دیکھا تو گویا دیکھنے والے کا کوئی مالدار دشمن ہے۔ اسی طرح سفید رنگ کا نوجوان دینی دشمن ہوا کرتا ہے۔

عورت کو خواب میں دیکھنا | اگر کسی نے عورت کو خواب میں دیکھا (چاہے جانی پہچانی ہو یا نہ ہو) تو گویا وہ دنیا ہے۔ اگر خواب میں کوئی عورت حسین شکل و صورت میں آتی ہو تو گویا وہ اچھی چیز ہے اور اگر بری صورت میں آئی ہو

تو وہ بری چیز ہے۔

اگر کسی نے زنا کرنے والے عورت کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ خیر و برکت کا سبب بنے گی۔ اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات میں میری ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے تو آپؐ نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تو آپؐ نے عورت سے مراد دنیا لی تھی۔

اگر کسی نے اندھیری رات کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر کالی رنگ کی عورت سے دی جاتی ہے اور دن کو خواب میں دیکھنے سے خوب صورت عورت سے تعبیر دی جاتی ہے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے سامنے کالی رنگ کی عورت آکر غائب ہو گئی ہے۔ پھر وہ سفید اور خوب صورت شکل میں آئی تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ تاریکی کا فور ہو کر صبح روشن ہو جائے گی۔

اگر کسی نے کسی حاکم کی عورت کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر کالی رنگ کی عورت سے دی جاتی ہے۔ ظالم اور مغرور کی شکل میں آئی ہے یا وہ اہل خانہ میں ظالم بن کر آئے گی یا وہ مال حرام کی شکل میں آئی ہے۔

اگر کسی عورت نے کسی انجان نوجوان عورت کے خواب میں دیکھا تو گویا وہ اس عورت کی دشمن ہے۔ لیکن اگر کسی عورت نے کسی انجانی بوڑھی عورت کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والی عورت کا نصیب اچھا ہے۔

نیز کبھی کبھی عورت سے تعبیر سال اور برس سے دی جاتی ہے اس لیے کہ اگر کسی نے فریہ اور مونی عورت کو خواب میں دیکھا تو وہ سال سرسبز و شاداب رہے گا۔ اگر وہ دہلی ہے تو قحط سالی ہوگی۔ عورت کو سال سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ عورت کو دو چیزوں میں تشبیہ دی جاتی ہے۔ اول تو اس لیے کہ عورت بالکل زمین اور کھیت کی طرح ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

نساء کم حرث لکم فاتوا حرا ثم انی شنتم (بقرہ ع ۱۲)

ترجمہ:- تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیت کے ہیں، سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ۔

دوسرے یہ کہ جس طرح کہ زمین سے پیداوار ہوتی ہے، اسی طرح عورت بھی بچہ وغیرہ جنم دیتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زمین یا نقاب پوش عورت کو خواب میں دیکھا تو دیکھنے والا تنگ دستی میں مبتلا ہو گا۔ لیکن اگر کسی عورت کو بے نقاب دیکھا تو گویا وہ دنیا ہے گراں بار نہیں ہوگی۔

عورتیں دنیا میں زینت اور آرائش ہوتی ہے۔ اگر یہ عورتیں خواب میں دیکھنے والے کی طرف متوجہ ہو گئیں تو گویا دنیا (مال و دولت) متوجہ ہو گئی اور اگر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئیں تو گویا دنیا (مال و دولت) متوجہ نہیں ہوگی۔

اگر کسی نے بد شکل آدمی کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ سنگین معاملہ کی غمازی کر رہا ہے اور اگر کالے رنگ کا آدمی دیکھا تو دیکھنے والے کو بد قسمتی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اگر کسی نے انجنا خسی آدمی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ فرشتہ ہے اور دیکھنے والے سے اس کی شہوات کو دور کرنے آیا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ خسی ہو گیا ہے یا وہ خسی کی طرح ہے تو وہ ذلت اور فرد تنگی کا سبب ہوگا۔

نصرانیوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں یہ دیکھا کہ وہ خسی ہو گیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ عبادت میں کوئی عالی مرتبہ حاصل کرے گا یا عقیف و پاک دامنی کی بشارت ہوگی۔

اگر کسی نے دیکھا کہ کسی کے سر میں سے گوشت کھایا یا اس کے بالوں کو ہاتھ میں لے لیا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا کسی مالدار اور غنی آدمی سے مال پائے گا۔

اگر کسی نے خواب میں اپنے چہرے کو بڑے قسم کا دیکھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا کسی ریاست کا مالک بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنی گردن کو جدا کر دیا ہے تو اس کی مختلف تعبیر دی جائے گی۔ اگر خواب دیکھنے والا غلام تھا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر رنجیدہ خاطر تھا تو اس کا غم دور ہو جائے گا۔ اگر وہ مریض تھا تو شفاء پا جائے گا۔ لیکن اگر وہ کسی کا خادم یا نوکر تھا تو وہ اپنے مالک سے جدا ہو جائے گا۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے سر کو پتھر سے کچل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عشاء کی نماز سے غافل ہو گیا تھا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ کتے جیسا ہو گیا ہے یا یہ دیکھا کہ گھوڑا گدھا اونٹ یا فخر جیسا ہو گیا ہے یا یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ ان چوپائے اور موٹی جیسا ہو گیا ہے جو انسانوں کے کام میں مصروف رہتے ہیں بار برداری کرتے ہیں اور ہر قسم کی مشقت اور مصیبت جھیلنے ہیں تو گویا ان خوابوں کا دیکھنے والا مشقت اور پریشانی سے دوچار ہوگا۔ اس لیے کہ یہ تمام جانور مشقت اور تکلیف ہی اٹھانے والے اور انسانوں کی بار برداری ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ پرندے کی طرح ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ دیکھنے والے کے اسفار زیادہ ہوں گے۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ خود اس کے ہاتھ میں آگیا ہے اور اس کے سر کی جگہ کسی اور کا سر لگا ہوا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا غلط قسم کے کاموں میں اصلاحی کارنامے انجام دے گا۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے خواب میں کسی ایسے جانور کا کچا گوشت کھایا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کی عمر طویل اور دراز ہوگی۔ خواب میں کسی کے چہرے یا سر کا دیکھنا ریاست یا سرداری کی غماز ہوتی ہے۔ نیز کبھی کبھی پونجی اور اصل رقم سے بھی کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے ماقبل کی ذکر کی ہوئی چیزوں کو تھوڑی بہت ترمیم نقص یا زیادتی کے ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیر اس انہیں مذکورہ بالا چیزوں ہی سے نکالی جائے گی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ شیر کی طرح ہو گیا ہے تو دیکھنے والے کے اندر اگر اہلیت ہوگی تو وہ سلطنت یا ریاست ولایت یا عزت و جاہت حاصل کرے گا۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ کسی انسان کا گوشت کھا رہا ہے تو گویا دیکھنے والا اس کی غیبت کیا کرتا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا چغلوں پر بعض معبرین نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے خواب

میں کچا گوشت کھایا ہو تو اسے مال وغیرہ میں خسارہ اور گھٹا آئے گا۔ خواب میں پکا ہوا گوشت وغیرہ مال و دولت کی شکل میں آتے ہیں۔ اگر کسی نے یہ خواب دیکھا کہ وہ کسی دوسری عورت کا گوشت کھا رہی ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ آپس میں مباحثت کرتی ہیں۔ لیکن اگر خواب دیکھنے والی عورت خود اپنا ہی گوشت کھا رہی ہو تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ زنا کے کاموں ملوث ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دہلی گائیوں کا گوشت دیکھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا بیمار ہو جائے گا۔ خواب میں مختلف اقسام کے گوشت وغیرہ دیکھنا مختلف جانداروں ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ چنانچہ سانپ کے گوشت کو دیکھنا دشمن کے مال و دولت سے تعبیر دی جائے گی۔ لیکن اگر کچا دیکھا ہو گا تو غیبت کرنے کی طرف متنبہ کرتا ہے۔ اسی طرح خواب میں کسی درندے کے گوشت کو دیکھنے میں یہ تعبیر نکالی جائے گی کہ دیکھنے والے کو کسی حاکم کی طرف سے مال ملے گا۔ اسی طرح اگر خواب میں خونخوار درندوں یا پرندوں اور خنزیر کے گوشت کا دیکھنا مال حرام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

انسان الماء

(دریائی انسان) یہ پانی کا انسان (آدمی) بھی اسی (ہمارے جیسے) انسان کا مشابہ ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پانی کے انسان کے دم بھی ہوتی ہے۔ شیخ قزوینی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پانی کا آدمی ہمارے بادشاہ مقدر کے زمانہ میں نکل آیا تھا (جیسے کہ ہم نے اپنی کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے) (عجائب المخلوقات)

بعض حکماء نے لکھا ہے کہ دریائے شام میں یہ پانی کا آدمی بعض اوقات اسی (ہمارے جیسے) انسان کی شکل و صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کے سفید ڈاڑھی بھی ہوتی ہے۔ لوگ اسے شیخ البحر کہتے تھے۔ چنانچہ جب لوگ اسے دیکھتے تھے تو وہ شادابی وغیرہ کی خوش خبری دیتا۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک پانی کا آدمی بعض بادشاہوں کے دربار میں لایا گیا تو وہ بادشاہ اس آدمی سے ان کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے پانی کے آدمی کی شادی ایک عورت سے کر دی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ماں باپ کی گفتگو کو سمجھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے لڑکے سے پوچھا کہ تمہارے ابا جان کیا باتیں کر رہے ہیں تو اس نے یہ کہا ابا جان کہہ رہے ہیں کہ تمام جانوروں کی دم اس کے پچھلے حصہ میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کے چہروں میں ہوتی ہے۔ (قریب ہی ان شاء اللہ باب باء میں بنات الماء کے عنوان میں تفصیل آجائے گی۔)

شرعی حکم حضرت الیث بن سعد سے دریائی انسانوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ دریائی انسانوں کو کسی بھی حالت میں کھایا نہیں جاسکتا۔

الْأَنْقَدَ لَہ

(سمی) نون میں سکون قاف اور دال میں زیر ہے۔ اس کے معانی قنفذ کے ہیں۔

لہ الانقذ ERINACEOUS جنک GENERIC نام ہے۔ عمان میں سائنسی نام ENIGER ہے۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں اہل عرب کہتے ہیں فلاں بلیل انقد (فلاں آدمی نے سب سے کی طرح رات گزاری) یعنی وہ سویا نہیں۔ اس لیے کہ سب سے پوری رات سوتی نہیں ہے جاگتی رہتی ہے۔ (تفصیل باب قاف میں تفہم)

کے عنوان میں آجائے گی)

امام مبدائی نے لکھا ہے کہ افتد معرفہ ہے اس میں لام اور الف داخل نہیں ہوتا ہے اور یہ لفظ افتد اسی کے لیے بولیں گے جو رات بھر جاگتا ہو سوتا نہ ہو۔ نیز بعض نے یہ لکھا ہے کہ افتد افتد سے مشتق ہے اس لیے افتد اسے بھی کہہ دیتے ہیں جس کے دانت اور ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو۔ چنانچہ یہ شخص انہیں ہلاتا رہتا ہے جس کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آتی ہے۔

اگر کسی کی ڈاڑھ میں درد ہو رہا تو مندرجہ ذیل کلمات کو لکھ کر پہن لے تو درد جاتا رہے گا۔ یہ نسخہ بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں:-

[illegible]

ڈاڑھ کے درد کے لیے دوسرا عمل یہ ہے کہ جس وقت ڈاڑھ میں درد کی ٹپک محسوس ہو تو مندرجہ ذیل حروف کو دیوار پر لکھ کر جس کے درد ہو اس سے یہ کہا جائے کہ تم انگلی اپنی ڈاڑھ میں رکھ لو۔ پھر ایک کیل کو سب سے پہلے حرف میں رکھ کر آہستہ آہستہ دہائی جائے۔ پھر کیل کو دبائے والا لکھتے اور دباتے وقت یہ دعا پڑھے:-

ولو شاء لجعله ساكنا وله ما سكن في الليل والنهار وهو السميع العليم-

پھر کیل کو دباتے وقت پوچھتا رہے کہ درد ٹھیک ہو گیا۔ اگر یہ کہہ دے کہ ہاں ٹھیک ہو گیا تو پھر کیل کو زور سے دبائے۔ لیکن اگر وہ یہ کہہ دے کہ ابھی درد ٹھیک نہ ہونے پر کیل دوسرے حرف میں منتقل کرتا رہے۔ یہاں تک کہ تمام حروف ختم ہو جائیں۔ پھر جس حرف پر درد درست ہو جائے گا تو اس حرف میں کیل زور سے دبائے۔ یہ عمل ایسا ہے کہ بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ کسی نہ کسی حرف پر ضرور درد درست ہو جائے گا اور جب تک کیل کو دبائے رکھیں گے درد درست ہو جائے گا اور جب ہٹالیں گے درد واپس آجائے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رکھے کہ حاء عین اور میم میں کیل کو درمیان حروف میں رکھیں گے بقیہ تمام حروف میں نیچے رکھیں۔ یہ عمل بھی مجرب اور آزمودہ ہے اور وہ حروف یہ ہیں: ح، ب، ر، ص، لا، و، ع، م، لا۔

اس مجرب عمل کو بعض علماء کرام نے نغم کر دیا ہے۔

۱۔ ابو الفضل احمد بن محمد میدان نیشاپوری۔ یہ ادیب و مورخ تھے۔ علامہ زرخشری کے معاصر تھے۔ انہوں نے علوم ابوالحسن علی بن احمد واحدی سے حاصل کئے۔ ان کی مشہور تصنیفات میں ”السامی فی الاسامی شریات علویات سفلیات کے موضوع پر اور ”مجمع الامثال“ کتاب میں اہل عرب کی ضرب الامثال جو تقریباً چھ ہزار سے زائد امثال پر مشتمل ہے۔ چنانچہ یہ اخبار عرب اور بعض الامثال ہی کے بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں۔ وفات ۱۱۲۳ھ مطابق رمضان ۵۱۸ھ کو ہوئی۔ اور میدانی یہ میدان کی طرف منسوب ہے جو نیشاپور میں ایک محلہ کا نام ہے اور یہ میدان زیاد بن عبد الرحمن کا تھا (قضاء الادب ص ۱۳۷ ص ۲۱۲)

وللضرر فاکتب فی الدار مفرقاً
ترجمہ:- (یہ کلمات) ڈاڑھ کے درد کے لیے دیوار میں الگ الگ لکھو جیسے روشنائی نے اکٹھا کر دیا ہے (یا یہ ترجمہ لکھا دیا ہے)
ومره علی الوجوع يجعل اصبعاً
ترجمہ:- پھر جس شخص کے ڈاڑھ کے درد ہو وہ درد کی جگہ میں انگلی رکھ لے اور تم (بحیثیت عامل) سب سے پہلے حرف پر کیل رکھو۔“

ودق خفیفا ثم سلسله تری به
ترجمہ:- پھر اس کیل کو آہستہ آہستہ دباؤ اور یہ بھی پوچھتے جاؤ کہ آرام مل رہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جواب میں کہے ہاں تو اور بھی زور سے دباتے رہو۔“

وان قال لا فنقله ثانی حرفه
ترجمہ:- لیکن اگر وہ کہہ دے کہ آرام نہیں ہے تو تم کیل اٹھا کر دوسرے حرف میں منتقل کرتے رہو۔ پھر ہر حرف میں کیل دبا کر پہلے کی طرح عمل کرتے رہو۔“

افی سورة الفرقان تقرأ ساکناً
ترجمہ:- اس کے بعد سورہ فرقان کی آیت تلاوت کرو۔ اسی طرح وہ آیت بھی جو سورہ انعام ہے تلاوت کرو۔“
وتترك ذالمسمار فی الحیط مشبثاً
ترجمہ:- اور کیل کی نوک کو دائرہ میں ایک میں ایک زمانہ تک قاعدے سے دبائے رکھو تو دانت کی بیماریاں اور دیگر تکلیفیں جاتی رہیں گی۔“

فخذها اخی کنذ الدیک مجرباً
ترجمہ:- تو اے میرے بھائی! یہ نسخہ مجرب ہے اس کو آپ محفوظ رکھیں۔ یہ آپ کے پاس خزانہ کے طور پر رہے گا اور اچھے لوگوں کے لیے ذخیرہ اور توشہ بھی ہے۔“

جس وقت اسامہ بن منقذ نے اپنی ڈاڑھ نکلوا دی تھی تو آپ نے اس سلسلے میں حیرت انگیز اشعار کہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔
اصبر اذا ناب خطب و انتظر فرجاً
ترجمہ:- جب تم کو لیل و نهار کی گردش چنگل میں جکڑے تو اس کی کشادگی کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ مایوسی اور ناامیدی کے بعد کشادگی عطا فرماتا ہے۔“

ان اصطبار ابنة العنقود اذ حبست
ترجمہ:- اگر گھنگھور تاریکی میں روکنے کے وقت سیسی صبر کرتی تو اسے بھی جام امید حاصل ہو جاتا۔
یہ اشعار بھی انہی سلسلہ میں ہیں۔“

من یرزق الصبر نال بفتیه
ترجمہ:- جو شخص صبر و ضبط اختیار کرتا ہے وہ اپنے مطلوب کو حاصل کر لیتا ہے اور وہ آسمان میں بلندیاں دیکھنے لگتا ہے۔“

للسبک ادناه من فم الملك

ان اصطبار الزجاج حين بدا

ترجمہ:- شیشہ ڈھلتے وقت صبر کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ بادشاہ کے ہونٹوں سے قریب ہو جاتا ہے۔ مصرع (لب شاہ جام سے شد)

یسعی لانفعی و یسعی معی مجتہد

و صاحب لامل الدهر صحبتہ

ترجمہ:- (یہ ڈاڑھ) یہ ایک ہمارا ایسا ساتھی جس کی صحبت سے زمانے میں کوئی امید نہیں کی جاتی حالانکہ وہ میرے نفع رسانی کے لیے ایک کوشش کرنے والے کی طرح جدوجہد کرتا ہے۔

عینی علیہ افترقنا فرقة الابد

لم القہ مذتصاحبنا مذوقعت

ترجمہ:- جب سے وہ ہمارے ساتھ ہوا ہے میں نے اس سے ملاقات نہیں کی تو جب میری نگاہ ان پر پڑی تو ہم دونوں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔

الانکلیس

(مارمائی) (لام اور ہمزہ میں زیر اور زبر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں) انکلیس سے اس مچھلی کو کہتے جو سانپ کے مانند ہوتی ہے۔ اس کی غذا ردی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام الجری ہے (ان شاء اللہ اس نام سے اس کا تذکرہ باب جیم الجری کے عنوان سے آئے گا) اسی مچھلی کو مارمائی بھی کہتے ہیں (اس کا تذکرہ بھی باب صاصید کے عنوان میں آجائے گا) امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مچھلی کا تذکرہ اپنی جامع صحیح میں فرمایا ہے۔

اس مچھلی کا تذکرہ دوسری حدیث میں اس طرح ہے:-

”حضرت علیؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عمارؓ کو بازار بھیجا (تو آپ نے تاکید فرمائی) کہ دیکھو مارمائی مت خریدنا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مارمائی سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے لیکن اس حدیث سے اس کی حرمت کی تصریح نہیں ہوتی۔ انکلیس، انکلیس (الف اور لام میں زبر کے ساتھ) بعض نے الف اور لام (ساتھ) بعض نے الف اور لام دونوں میں زیر پڑھنا نقل کیا ہے۔

امام زنجبیریؒ نے کہا ہے کہ بعض ارباب لغت نے انکلیس کا دوسرا نام شلق (نرم کانٹوں والی مچھلی) بتایا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ انکلیس اس مچھلی کو کہتے ہیں جس کی شکل و صورت تو عام مچھلیوں کی طرح ہوتی ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ اس مچھلی کے دم کے پاس مینڈک کی طرح دو پیر ہوتے ہیں۔ لیکن ہاتھ نہیں ہوتے۔ اکثر یہ مچھلی بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے۔

۱۔ الانکلیس: مغربی فلسطین LINGUILLA VALGARIS منقذ میں اسے المرف MUZZAFF کہا جاتا ہے اور MUROENA کی مختلف انواع سے شناخت کی جاتی ہے۔ (ج)

۲۔ انکلیس ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ بعض لوگ اسے ماء مائی بھی کہتے ہیں۔ غالباً اسی کو بام بھی کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام الجری العجری العجریب بھی بتایا گیا ہے۔ محمد عباس فتح پوری۔

الانن

(دونوں نون ہیں اور الف میں پیش ہے) الانن اس پرندے کو کہتے ہیں جو ہلکے کالے رنگ کا ہوتا ہے۔ نیز اس پرندے کے دہلی طوق کی طرح ایک طوق بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس کے دونوں پیر سرخ اور منقار کبوتری کی طرح ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس پرندے کی منقار سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ یہ اپنی آواز کراہنے کی طرح اوہ اوہ نکالتا رہتا ہے۔ (الحکم)

الانیس

(آبی پرندہ) اس پرندہ کو تیر انداز الانیسہ کہتے ہیں۔ الانیس اس پرندہ کو کہتے ہیں جس کی نگاہ تیز اور آواز اونٹ کی طرح ہوتی ہے۔ اس کا رہن سن دریائی علاقوں میں ہوتا ہے جہاں پانی کے ساتھ ساتھ درخت بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ اس پرندہ کا رنگ خوب صورت اور دلکش ہوتا ہے۔ اس پرندے کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لیے معاش کی تیاری بہت اچھی قسم سے کرتا ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ شر قراق سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ کھلا اور نکھرا ہوا رہتا ہے۔ نیز یہ پرندہ انسانوں سے انس اور محبت رکھتا ہے۔ اس پرندے کے اندر ادب و تربیت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اس پرندے کی آواز عجیب قسم کی معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو قمری سے کی طرح عمدہ قسم کی آواز نکالتا ہے اور یہ کبھی کبھی ہکلا کر گھوڑے کی طرح ہنسا کر آواز نکالتا ہے۔ یہ پرندہ اپنے کھانے میں گوشت اور میوہ وغیرہ استعمال کرتا ہے۔ زیادہ تر یہ رہنے کے لیے وہ جگہ پسند کرتا ہے جہاں پانی کے ساتھ ساتھ گھنے درخت بھی ہوتے ہوں۔

شرعی حکم یہ پرندہ پاکیزہ اور طہیات میں سے ہونے کی وجہ سے حلال قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس میں حرام ہونے کی شق بھی نکالی جا سکتی ہے اس لیے کہ وہ گوشت کھاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کوا اور شر قراق کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔

الانوق (عقاب)

انوق فعول الرحمہ سے وزن پر ہے۔ ایک ہلکے کالے رنگ کا پرندہ ہوتا ہے جس کے سر میں چوٹی سی ہوتی ہے۔ یا وہ پرندہ ہے جس کی چونچ زرد رنگ کی ہوتی ہے اور اس کے سر میں بال بالکل نہیں ہوتے۔ بعض حکماء نے لکھا ہے کہ اس پرندے کی چار عادتیں قابل تحسین ہوتی ہیں۔ وہ اپنے انڈوں کی پرورش، بچوں کی حفاظت و تربیت کرتی ہے۔ بچوں سے الفت و محبت کا ثبوت دیتی ہے۔ سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنے زوج کے علاوہ کسی اور کو جفتی

لہ الانیس۔ یہ ایک آبی پرندہ ہوتا ہے جس کی آواز گائے کی آواز سے مشابہ ہوتی ہے (مصباح اللغات)

لہ شر قراق۔ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جس کو اخیل بھی کہتے ہیں۔ عوام اس کو شقوق کہنے لگے ہیں۔ (مصباح اللغات)

لہ قمری، قاذخہ کے مانند ایک مشہور پرندہ ہے۔

کرنے کی قدرت نہیں دیتی۔

اہل عرب کہتے ہیں ابعء من بیض الانوق (عقاب کے انڈوں سے بھی زیادہ دور) ہو اغر من بیض الانوق۔ شکرہ کے انڈوں سے زیادہ نایاب۔ یہ دونوں مثل اس چیز کے لیے بولتے ہیں جس کا حصول محال اور ناممکن ہو اس لیے کہ مشہور ہے کہ شکرہ یا عقاب کے انڈوں تک رسائی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں میں انڈے دیتا ہے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود وہ بے وقوف ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی شاعر نے کہا ہے۔

و ذات اسمین والالوان شتی و تحقق وہی کیسۃ الحویل
ترجمہ:- نام اس کے دو ہیں رنگ اس کا مختلف ہے اور وہ لگی ہوئی تھیلی کی طرح احمق ہوتا ہے۔
ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

و کنت اذا استودعت سرا کتمته
ترجمہ:- اور جس وقت میں کسی بھید کو بطور امانت رکھتا ہوں تو ظاہر بھی نہیں ہونے دیتا، جس طرح کہ عقاب کے انڈے حاصل کرنے کے لیے اس کے گھونسلے تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ سے ایک آدمی نے یہ فرمائش کی کہ آپ اپنی والدہ ہندہ سے میری شادی کر دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ بھائی میری والدہ تو اب بانجھ ہو گئی ہیں انہیں نکاح وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اس آدمی نے کہا کہ اگر آپ میری شادی نہیں کرتے تو اس کے بدلے میں آپ مجھے فلاں خطے کا والی بنا دیجئے۔ تو حضرت معاویہؓ نے جواب دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

طلب الابلق العقوق فلما اعجزته اراد بیض الانوق
ترجمہ:- اس نے نروانٹ کو گاجن کرنا چاہا جو ناممکن تھا گویا کہ وہ عقاب کے انڈوں کی تلاش میں رہا۔

علماء امثال نے لکھا ہے کہ اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ گویا اس آدمی نے ایسی چیز کی فرمائش کی ہے جس کا وقوع محال ہے۔ جب آدمی نے ناممکن اور محال چیز کو حاصل کرنے سے ناامید ہو گیا تو اس نے اس چیز کی فرمائش کی جس کے حصول کی فرمائش کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ چیز بھی باوجود امکان کے ناقابل حصول ہے۔

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ کے بارے میں فرمائشی واقعہ غلط منسوب ہے اس لیے کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ محترمہ کا انتقال ۱۳ھ اس سال میں ہوا جس سال کہ حضرت ابو بکرؓ کے والد حضرت ابوقحافہؓ کا انتقال کا حادثہ پیش آیا تھا۔ اس لیے جہاں تک اس ضرب المثل کا تعلق ہے تو اس کمات کا پس منظر وہ صحیح معلوم ہوتا ہے جس کا مورخ ابن الاثیرؒ نے التہامی میں نقل فرمایا ہے۔

اور وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ سے ایک صاحب نے یہ گزارش کی کہ حضور والا آپ میرا حصہ متعین فرما دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ بت اچھا ٹھیک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میرے لڑکے کے لیے بھی خیال رکھئے گا۔ تو آپ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر اس آدمی نے یہ کہا کہ میرے خاندان والوں کا بھی ہونا چاہیے تو پھر آپ نے وہی جواب دیا کہ ایسا بالکل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے بطور مثل اور کمات کے ایک شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

طلب الابلق العقوق فلما اعجزته اراد بیض الانوق

ترجمہ: اس نے اونٹ کو گاہن کرنا چاہا لیکن جب اس سے یہ نہ ہو سکا تو پھر وہ عقاب کے انڈوں کا متلاشی ہو گیا۔“
العقوق حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں ابلق نراونٹ کو کہتے ہیں اور نر کہیں حاملہ نہیں ہوتا، تو گویا آپ نے فرمایا کہ اس نے حاملہ نر کی فرمائش کی (گاہن اونٹ کی فرمائش)

رہا بیض الانوق (عقاب کے انڈے) یہ مثل ناقابل حصول اور محال چیز کی فرمائش کے موقع سے استعمال کی جاتی ہے۔ امام سیہلیؒ نے اوائل الروض میں تحریر فرمایا ہے الانوق مادہ عقاب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بطور ضرب المثل اراد بیض الانوق (فلاں نے عقاب کے انڈے تلاش کئے) یہ اس چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کا حصول ناممکن ہو اس لیے کہ عقاب پہاڑ کی چوٹیوں میں ایسی جگہ انڈے دیتا ہے جہاں سے انہیں حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اسی کو ابو العباس البہرہؒ نے اکامل میں ذکر کیا ہے۔
لیکن امام سیہلیؒ نے اس قول پر بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے امام خلیلؒ سے نحوی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ خلیل نحوی فرماتے ہیں الانوق نر عقاب کو کہتے ہیں اور یہی معانی زیادہ قرین قیاس بھی ہیں۔ اس لیے کہ نر کبھی انڈے نہیں دیتا۔ لہذا جو شخص عقاب کے انڈے کا متلاشی ہوتا ہے گویا کہ وہ ناقابل حصول اور محال چیز کے حاصل کرنے میں وقت صرف کرتا ہے تو یہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ کوئی شخص حاملہ نر یعنی گاہن اونٹ کے حصول کا ارادہ کر رہا ہو۔

امام سہ قلیؒ نے لکھا ہے کہ الانوق کا استعمال عقاب کے نر اور مادہ دونوں جنس پر ہوتا ہے۔ (امالی اور انوق کا شرعی حکم ان شاء اللہ باب راء میں الرحمتہ کے عنوان سے آئے گا۔)

امام سیہلیؒ کے حالات | امام سیہلیؒ کا پورا نام اس طرح ہے۔ عبد الرحمن بن محمد السہلی الخشعی۔ آپ نہایت مشہور امام اور جلیل القدر عالم گزرے ہیں۔ امام ابو الخطاب ابن وجیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خود امام سیہلیؒ نے چند اشعار سنائے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا۔ ان اشعار کے واسطے سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے تو اللہ جل شانہ نے اس کی دعا ضرور قبول کی ہے اور جو اس نے مانگا ہے اللہ پاک نے اسے ضرور عنایت فرمایا ہے۔
اور یہی تاثیر ان اشعار کی بھی ہے۔

انت المحمد لكل مايتوقع

يامن يری ما فی الضمیر ویسمع

۱۔ ”مبرد“ ابو العباس محمد بن یزید بن عبد اکبر شمالی معروف بالبہرہ نحو اور لغت عرب کے امام تھے۔ انہوں نے علوم ابو عمر حری مازنی ابو حاتم سمعانی وغیرہ سے حاصل کئے۔ ان کے شاگردوں میں صولی فہلویہ، طوماری زیادہ مشہور ہیں۔ مبرد، ابو عباس ثعلب کے معاصر تھے۔ نیز بعض کہتے ہیں کہ ان کا علم سیہویہ سے اچھا تھا۔ ولادت ۲۱۰ھ، وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔ (تضاء الارباب ص ۸۵)

۲۔ خلیل بن احمد البصری، بہ علم و زہد و ادب کے امام تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ھج قیاس الخلیل و مسائل نحو میں حرف آخر تھے۔ ان کے شاگردوں میں سیہویہ، نصر بن شمیم، سدوسی، علی، جعفی وغیرہ ہیں۔ نیز یہ فن عروض کے بھی موجد تھے۔ چنانچہ انہوں نے مشہور بحرود کے علاوہ مزید بحرود کا بھی اضافہ کیا ہے اور یہ اس لیے فائق و موجد تھے کہ انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسا علم دے جو کسی کو نہ ملا ہو۔ وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی (تضاء الارباب ص ۱۸)

۳۔ اسماعیل القتلی البغدادی۔ ان کی ولادت ۹۰۱ھ مزارجد (ارمینیا) اور قرطبہ (اندلس) میں وفات ۹۶۷ھ میں ہوئی۔ ان کا شمار علمائے لغت میں ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم بغداد اور قرطبہ میں ہوئی۔ ان کا شمار علمائے لغت میں ہوتا ہے۔ (البیان فی غریب الحدیث“ وغیرہ ہیں) (المجد ص ۲۰۳ ج ۲)

ترجمہ:- اے وہ ذات جو کہ دلوں کی باتوں کو دیکھتا اور سنتا ہے تو ہی وہ ہستی ہے جو کہ امید ورجیوں کو مہیا کر سکتا ہے۔“

یا من یرجی للشدائد کلھا
یا من الیہ المشتکی و المفزع
ترجمہ:- اے وہ ذات جس سے مصیبت و آلام میں امید باندھی جاتی ہے اے وہ ذات جس کے دربار میں خوف زدہ اور پریشان حال پناہ لیتے ہیں۔“

یا من خزائن رزقہ فی قول کن
امن فان الخیر عندک اجمع
ترجمہ:- اے وہ ذات جس کے قول کن (ہو جا) میں رزق کے خزانے موجود ہیں آپ احسان کا معاملہ فرمائیے اس لیے کہ تمام بھلائیوں آپ ہی کے پاس ہیں۔“

مالی سوی فقری الیک وسیلة
فبالافتقار الیک فقری ارفع
ترجمہ:- میرے پاس سوائے فقر و فاقہ کے آپ کی خدمت کے لیے کوئی وسیلہ نہیں۔ بس میں تو اپنے فقر و فاقہ کو آپ کے محتاج ہونے کی وجہ سے دور کرتا ہوں۔“

مالی سوی قرعی لبابک حيلة
فلن رددت فای باب اقرع
ترجمہ:- میرے پاس سوائے آپ کے دربار کے کھٹکھٹانے کے کوئی بھی حلیہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے مجھے لوٹا دیا تو پھر کس کے دربار میں آواز لگاؤں گا۔“

ومن اللذی ادعو واهتف باسمه
ان کان فضلك عن فقیرک یمنع
ترجمہ:- اے وہ ذات جس کا نام لے کر میں پکارتا اور آواز دیتا ہوں اگرچہ آپ کا فضل آپ کے (اس) محتاج کے اوپر سے نہیں ہو رہا ہے۔“

حاشا لجودک ان تقطع عاصیا
فالفضل اجزل و المواهب اوسع
ترجمہ:- پاکی ہے آپ کی جو دو سخا کے لیے (اگر آپ کو جو دو سخا کسی گناہ گار کو مایوس کر دیتی ہے تو فضل و کرم بہت ہے اور (تیری) نعمتیں وسیع تر ہیں۔ یا یہ ترجمہ: آپ کی جو دو سخا اگر کسی گناہ گار کو مایوس کر دیتی ہے تو اللہ کی پناہ۔

الإوْزة

(بڑی بطن مرغابی) الف میں زیر واؤ میں زیر ہے) اوْزة مرغابی سہ یا بڑی بطن کو کہتے ہیں۔ واحد کے لیے اوْزة اور جمع وادون کے ساتھ اوْزون آتی ہے۔ تعارف کراتے ہوئے ابو نواس نے کہا ہے:-

کانما یصنون من ملاعق
صرصرۃ الافلام فی المہارق
ترجمہ:- گویا ابط چمچوں سے سیٹی بجاتی ہیں۔ بے آب و گیاہ میدانوں میں تیز و تند قلم ہیں۔“

سہ البحر الاوسط میں اوْزة کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ بط سے جٹ میں بڑی اور اس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ البغید میں اوْزة کا اطلاق بط اور مرغابی دونوں پر کیا گیا ہے اور ربط اور بطن یہ دونوں ہم معنی لفظ ہیں کہیں بطن بولتے ہیں اور کہیں ربط۔ ۱۲

ابو نواس ابو نواس عمد عباسیہ میں ایک زبردست بالغ نظر شاعر گزرا ہے۔ اس کے متعلق حیرت انگیز واقعات دلچسپ پسلیاں مشہور ہیں۔ نیز اس نے خریات پر اچھے اشعار بھی کہے ہیں۔ نام الحسن بن ہانی بن عبد اللہ ہے۔ مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ الماموم نے لکھا ہے ابو نواس نے دنیا کے بارے میں ایسے عجیب و غریب اشعار کہے ہیں کہ خود دنیا بھی نہیں کہہ سکتی۔ چنانچہ اس کے دو شعر یہ ہیں:-

الا کل حتی هالک و ابن هالک و ذونسب فی الهالکین عریق
ترجمہ:- یاد رکھو ہر جاندار فنا ہونے والا اور مرنے والے کا بیٹا ہے اور حسب و نسب والے مرنے والوں میں زیادہ باعزت ہیں۔

اذا امتحن الدنيا لیب تکشف
ترجمہ:- جب کوئی دانشور دنیا کو آزماتا ہے تو اس کے نزدیک دوست نداد دشمن کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

الماموم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے پر معافی اور انوکھے قسم کے اشعار کہے ہوں وہ ابو نواس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ بھی غور کیجئے کہ ابو نواس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا اچھا گمان رکھتا ہے۔ نمونے کے طور پر اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

تکثر ما استطعت من الخطایا فانک بالغ ربنا غفورا
ترجمہ:- توجی بھر کر خوب گناہ کئے جا اس لیے کہ تو پال نہا بخشش کرنے والے کے یہاں پہنچنے والا ہے۔

ستبصر ان وردت علیہ عفوا وتلقى سیدا ملکا کبیرا
ترجمہ:- اگر تو ان کے دربار میں پہنچا تو جلد ہی عفو و کرم کا مشاہدہ کر لے گا اور شہنشاہ آقائے معظم سے ملاقات کر لے گا۔

تعض ندامة کفیک مما ترکت مخافة النار الشرورا
ترجمہ:- اپنی ہتھیلیوں کو ندامت سے ملے گا ان برائیوں کی وجہ سے جن کو تو نے جہنم کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

محمد بن نافع نے لکھا ہے کہ میں نے ابو نواس کے انتقال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے آواز دی ”ابو نواس!“ انہوں نے کہا کہ یہ کنیت سے پکارنے کا وقت نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ اچھا اے الحسن بن ہانی انہوں نے کہا۔ جی ہاں اب بولیں۔ میں نے پوچھا اللہ جل شانہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ خداوند قدوس نے میری ان اشعار کی وجہ سے مغفرت فرمادی جو میں نے مرنے سے قبل نظم کئے تھے اور وہ اشعار میرے تنگی کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

محمد بن نافع کہتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو براہ راست ان کے گھر آیا اور ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ بھائی ابو نواس نے کچھ اشعار مرنے سے قبل قلم بند کیے تھے وہ کہاں ہیں؟ گھر والوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ ہاں اتنا یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے اس وقت قلم اور کاغذ منگوایا تھا اور کچھ لکھا تھا لیکن وہ پرزہ کہاں ہے ہمیں معلوم نہیں ہے۔

محمد بن نافع کہتے ہیں کہ یہ سب معلومات کرنے کے بعد میں گھر میں داخل ہوا اور ان کا تکیہ اٹھا کر دیکھا تو ایک رقعہ میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے تھے:-

یارب ان عظمت ذنوبی کثرة فلقد عملت بان عفوک اعظم
ترجمہ:- اے پروردگار! اگر میرے گناہ زیادہ ہیں تو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تیرا دامن عفو وسیع تر ہے۔

ان کان لایرجوک الا محسن فمن ذالذی یدعو و یرجوا الجرم

ترجمہ:- اگر آپ سے صرف نیکو کاری امید رکھیں تو پھر وہ کون ذات ہے جس سے مجرمین امید رکھ کر دعا کریں۔“

ادعورب کما امرت تضربا
ترجمہ:- پروردگار تیرے حکم کے مطابق تضرع و زاری ہے دعا مانگتا ہوں اگر تو مجھے جھڑک دے گا تو کون مہربانی کرے گا۔“

مالی الیک و سيلة الا الرجا
ترجمہ:- آپ تک پہنچنے کے لیے میرے پاس سوائے امید و درگزر کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس کے بعد پھر میں سرنگوں ہوں۔“
ابو نواس سے ان کے نسب نامے کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ میرا ادب میرے نسب سے بالاتر ہے انتقال ۱۹۳ھ میں

ہوا۔

بڑی بطح کی خصوصیات | بطح اچھی طرح تیرنا جانتی ہے۔ بچے انڈوں سے نکلنے ہی تیرنے لگتے ہیں۔ جس وقت یہ انڈے سیتی ہے تو اس کا ز چشم زدن کے لیے بھی جدا نہیں ہوتا۔ بچے انڈوں سے آخر ماہ تک نکل آتے ہیں۔

حسن بن کثیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ان کے والد نے حضرت علیؓ کا دور دیکھا ہے) کہ ایک دن حضرت علیؓ نماز فجر کے لیے نشریف لادہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک بطح اپنے چہرے پر تھپڑ مار رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اس لیے کہ یہ نوحہ کر رہی ہے۔ بس آپ آگے بڑھے ہی تھے کہ ابن المکلم نے آپ پر وار کر دیا۔ والد محترم کہتے ہیں کہ اتنے میں میں نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین! ہمیں اور اس مرادی کو چھوڑ دیجئے نہٹ لیں گے (ابن المکلم بنو مراد سلسلہ کا تھا) آپ سامنے نہ آئیے۔ فلا تقوم لهم ناعیة ولا ناعیة ابداء۔ ان کے لیے کبھی نہ کوئی بکری کھڑی ہوگی اور نہ اونٹنی (یعنی ان کا کوئی بھی مدد گار نہ ہوگا)

آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ ارادہ مت کر ہاں تم ایسا کرو کہ اسے قید کر لو۔ اگر میں مر گیا تو تم اسے قتل کر دینا اور اگر زندہ رہوں فالجرح قصاص (ترجمہ) زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے۔ (رواہ احمد فی السناقب)

حضرت علیؓ کی شہادت | مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک دن چند خوارج اکٹھا ہو کر اصحاب نہروان کے بارے میں گفتگو کرنے لگے کہ اب ہم ان لوگوں کے قتل ہو جانے کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ چنانچہ عبدالرحمن بن ملجم البرک بن عبداللہ عمرو بن بکر التمیمی نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ایک ہی تاریخ میں قوم کے ان سو راؤں کو قتل کر دیا جائے۔

عبدالرحمن بن ملجم کم بخت نے یہ کہا کہ میں تو علیؓ کے لیے کافی ہوں۔ تمہا کام تمام کر دوں گا۔ البرک بن عبداللہ نے کہا اور میں اکیلے معاویہؓ کے لیے کافی رہوں گا۔ عمرو بن بکر نے کہا ہاں میں بھی عمرو بن عاص سے تہا نہٹ لوں گا۔ پھر ان تینوں نے اپنی اپنی تلواریں اٹھائیں اور ۱۳ رمضان المبارک کو بیک وقت حملہ کر دینے کا عزم کیا۔ چنانچہ عبدالرحمن بن ملجم اسی ارادے سے کوفہ آیا۔ اچانک نظام نامی ایک عورت سے ملاقات ہو گئی جس کے باپ اور بھائی یوم النہروان میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اس نے اس عورت سے کہا کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے جواب دیا کہ ہاں میں تم سے چند شرطوں کے ساتھ نکاح کر سکتی ہوں۔ اس نے کہا بطور مرتین ہزار درہم۔ ایک غلام خدمت کے لیے چھوٹا سا لڑکا اور علیؓ کا قتل۔ یہ میری شرطیں ہیں اگر منظور ہیں

تو میں راضی ہوں ورنہ نہیں۔

ابن ملجم نے کہا میں علیؑ کو تنہا کیسے قتل کر سکتا ہوں اتنا طاقتور تو ہوں نہیں۔ عورت نے کہا اچھا دھوکے سے مار ڈالو۔ اگر تو نے انہیں قتل کر دیا اور تونچ گیا تو عوام کو ان کے شر سے آرام پہنچائے گا اور تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ زندگی گزارے گا اور اگر تو مارا گیا تو جنت میں جائے گا اور ایسی جگہ پائے گا جہاں کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں اور تجھے بھی ایسی جگہ کا خواہش مند ہونا چاہیے۔

اتنے میں ابن ملجم نے کہا میں تو کوفہ ان کے قتل کرنے ہی کی غرض سے آیا ہوں۔ یہ سن کر ابن ملجم قتل کے ارادے سے دروازے کے سامنے آڑ میں بیٹھ گیا جہاں سے آپ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نماز فجر کے لیے آنے لگے تو اس نے موقع پا کر ان کے چاندوے پر وار کیا تو حضرت علیؑ نے کہا۔ رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا تم لوگ اس کو پکڑ لینا۔ یہ سن کر ابن ملجم نے لوگوں پر حملہ کیا۔ لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اتنے میں المغیرہ بن نوفل بن الحرث بن عبد المطلب نے ایک چھوڑ دار چادر لگا کر اسے پکڑ لیا اور زمین پر گر کر اس کے سینے میں چڑھ بیٹھے۔

اہل علم لکھتے ہیں اس حادثہ کے بعد حضرت علیؑ دو دن جمعہ و شنبہ تک زندہ رہے۔ اس کے بعد جان کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد میں حسن بن علیؑ نے ابن ملجم کو قتل کر دیا۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا تو جمع ہو گئے اور اس کے لاشہ کو خاک ستر کر دیا گیا۔ دوسرا خارجی البرک بن عبد اللہ بھی اپنے مشن پر گیا۔ اس نے معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن کاری ضرب نہیں لگ سکی۔ ان کی سرین میں بھالا مارا۔ حضرت معاویہؓ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ ان کے سرین بڑے بڑے تھے جس کی وجہ سے ان کی عرق النکاح کٹ گئی جس کا اثر یہ پڑا کہ اس کے بعد کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ جس وقت قاتل البرک بن عبد اللہ گرفتار کر لیا گیا تو اس سے یہ کہہ دیا گیا کہ تمہارے لیے امن اور خوش خبری کا پیغام ہے۔ بالکل اسی رات حضرت علیؑ پر بھی وار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بھی خبر موصول ہو گئی۔

حضرت معاویہؓ نے تو اپنے قاتل کا ہاتھ اور پیر کاٹ کر چھوڑ دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بصرہ کے علاقے میں چلا گیا اور وہیں زندگی گزارا۔ کچھ دن کے بعد زیاد بن ابیہ (جو معاویہؓ کے زمانے میں عراق میں ان کے نائب تھے) کو پتہ چلا کہ اس قاتل کے اولاد پیدا ہوئی ہے تو اسے قتل کر دیا اور کہا کہ اس کم بخت قاتل کے اولاد ہو اور امیر المومنین معاویہ کے اولاد نہ ہو یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اس بات پر زیاد بن ابیہ کے لیے ایک حویلی بنانے کا حکم دیا۔ (اگرچہ یہ روایت قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتی۔ یعنی من حیث بالترجمہ ذکر کی گئی ہے)

تیسرا خارجی عمرو بن بکر اسمعی حضرت عمرو بن عاصؓ کے گھات میں تھا ہی لیکن اتفاق یہ ہوا کہ ان کے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے نماز پڑھانے کے لیے مسجد تشریف نہیں لائے۔ ان کے بجائے قبیلہ بنو سہم کے ایک آدمی خارجہ نے امامت کی۔ عمرو بن بکر نے ان پر ایک زبردست وار کیا جس سے وہ جاں بلب ہو گیا۔ قاتل عمرو بن بکر کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب اسے حضرت عمرو بن عاص کے پاس پکڑ کر حاضر کیا گیا تو اس قاتل سے ان لوگوں نے سوال کیا جو کہ حضرت عمرو بن عاص کی خدمت میں خلافت کے عنوان پر گفتگو کر رہے تھے۔

سوال یہ کیا کہ کیا تم نے حضرت عمرو بن عاص کو قتل کر دیا؟ تو اس نے کہا نہیں، بلکہ میں نے خارجہ نامی آدمی کو قتل کیا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ تم نے تو عمرو بن عاص کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خارجہ کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے اسے قتل کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ عبدالرحمن بن ملجم قاتل کو دیکھتے تو آپ عمرو بن معدی کرب بن قیس بن کنشوح المرادی کے اس شعر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے۔

ارید حیاته و یرید قتلی عذیرک من خلیک من مراد

ترجمہ: میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تمہارا غدار دوست قبیلہ مراد کا ہے۔^{۱۷}

بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پھر یہ کہا گیا کہ آپ کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابن ملجم کو جانتے تھے اور اس کے ارادے سے بھی واقف تھے تو آپ نے پہلے ہی کیوں نہ اسے قتل کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے قاتل کو کیسے قتل کر دیتا۔ جس وقت ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو یہ اشعار پڑھا۔

فالقت عصاها و استقر بها النوی کما قرعینا مالایاب المسافر

ترجمہ: اس نے تھک کر اپنی لاشی ٹیک دی ہے اور فراق اس کی طبیعت میں جاگزین ہو گیا۔ جس طرح کہ مسافر واپس آکر سکون کی سانس لیتا ہے۔

حضرت علیؓ کی مرقہ مبارک | سیدنا حضرت علیؓ بڑھتے ہوئے پہلے امام پیشوا امیر المومنین ہیں جن کی قبر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی قبر کے پوشیدہ رکھنے کے بارے میں وصیت کی تھی

اس لیے کہ آپ نے بھانت لیا تھا کہ خلافت خاندان بنو امیہ میں چلی جائے گی۔ آپ کو ان لوگوں کی طرف سے اطمینان نہیں تھا کہ وہ آپ کی نعش کو مثلاً بنادیں گے۔ آپ کی قبر کے جائے وقوع کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آخر کہاں ہے؟ بعض نے بتایا ہے کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے کسی گوشہ میں ہے۔ کچھ نے یہ کہا ہے کہ وہ قصر الامارۃ میں ہے اور کسی نے بقیع قبرستان میں تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات عقل کو نہیں لگتی۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر نجف میں ہے۔ وہ آج کل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

اس امت محمدیہ کے تشنہ و انتشار کو ان میں امیر و خلیفہ بنا کر یکجا کر دیا گیا ہے اور بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کی بہترین تدبیر کی گئی ہے۔ اگرچہ بعض ناسازگار حالات کی وجہ سے بعض خلفاء کو معزول کرنے کی نوبت بھی آئی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خلافت کے سلسلہ میں تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس امت کا ہر چھٹا خلیفہ تخت سے اتار دیا گیا ہے اس لیے تمام خلفاء کے مختصر حالات زندگی پیدائش سے لے کر وفات تک، ایام کارکردگی، ایام خلافت یا معزول ہونے کے اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۷ ان اشعار کے کئے جانے سے متعلق واقعے کی تفصیل اور ان کی تشریح کتاب الاغانی میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ج)

سیرت تاجدارِ دو عالم ﷺ

اس امت کی رہنمائی کے لیے سب سے پہلے اللہ پاک نے زمانہ سلفِ فترہ کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے رسالت کو امت تک پہنچادیا اور اس کا حق بھی ادا کر دیا۔ اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیے۔ امت کو خیر و بھائی کی تعلیم بھی دی۔ اپنے مالک حقیقی کے دربار میں روئے بھی۔ تضرع و زاری بھی کی بلا آخر اپنے فرائض کو انجام دے کر اپنی جان کو جانِ آفرین کے سپرد کر دیا اور رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

آپؐ تمام مخلوقات میں سب سے افضل، سارے انبیاء میں سب سے اشرف، مجسمہ رحمت، متقیوں کے امام، حمد و ثناء کے پرچم کو بلند کرنے والے، شفاعتِ کبریٰ کے والی، مقام محمود سے سرفراز، ساقی کوثر ہیں۔ قیامت کے دن آدم ﷺ سے لے کر تمام مومنین آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

آپؐ کی امت تمام امتوں سے بہتر۔ آپ کے اصحاب انبیاء ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل۔ آپ کا دین تمام ادیان و مذاہب سے بلند و بالا۔ اور آپؐ خدا کے بعد تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ۔

بعد از خدا بزرگ تر توئی قصہ مختصر
آپؐ کو خداوندِ قدوس نے سچے پکے معجزات، عقل کامل، اشرف نسب، جمال و خوب صورتی میں بدر تمام، جو دو سخا کے شہنشاہ، شجاعت و دلیری کے پیکر، بردباری کے مجسمہ جیسی باکمال خوبیوں سے نوازا تھا۔
عالم نافع، چنگی عمل، استقلال و خشیت الہی جیسی بیش بہا نعمتوں سے مالا مال، مخلوقات میں سب سے زیادہ فصیح و شگفتہ بیان، اخلاق و کردار کے اعلیٰ انسان اور تمام خوبیوں و اوصاف کا مجموعہ بنایا تھا جیسے کہ شاعر نے کہا۔

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا وَعِلْمِيْ اِنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

ترجمہ:- باری تعالیٰ نے محمد ﷺ جیسا کبھی کسی کو پیدا نہیں کیا اور میرا جہاں تک یقین ہے یہ پیدا بھی نہیں کیا جائے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپؐ گھر میں موجود ہوتے تو گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے۔ اپنے کپڑوں کو درست کرتے۔ جوتے ٹھیک کرتے۔ اپنے آپ کو سنوارتے۔ جو اونٹ پانی لانے کے کام لایا جاتا تھا اس کو چارہ خود ڈالتے۔ گھر میں جھاڑو دیتے۔ اونٹ کو باندھتے۔ خادم کے ساتھ کھانا کھاتے۔ یہاں تک کہ آٹا گوندھنے میں اس سے تعاون کرتے اور بازار سے سامان خرید کر خود لاتے۔ آپؐ برابر غم زدہ، فکر مند رہتے جیسے کہ راحت و آرام حصہ میں نہ ملی ہو۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں:-

”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ان کی سنت کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ معرفت میری پونجی، محبت و ستور، شوق سواری، اللہ کا ذکر میری آرزو، رنج میرا دوست، علم، ہتھیار، صبر میری چادر، رضائے الہی میری غنیمت ہے اور غربت میرا امتیاز، زہد میری سنت، یقین قوت، سچائی شفیع، طاعت میرا شرف، جہاد میری عادت اور میری آنکھ کی

لہ فترہ:- وہ مدت کہلائی جاتی ہے جو ایک نبی کے وفات پا جانے کے بعد دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک ہو۔

ٹھنڈک نماز میں ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی بردباری، سخاوت، شجاعت، شرم و حیا، شفقت محبت و رافت، عدل، احسان، وقار، صبر، ہیبت، اعتماد اور دیگر اوصاف حمیدہ اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ علماء کرام نے آپ کی سیرت، زندگی، بعثت، غزوات، اخلاق اور معجزات وغیرہ عنوانات پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ اگر ہر عنوان پر روشنی ڈالی جائے تو کتابوں کے انبار لگ جائیں گے۔ اس لیے میں اپنی اس کتاب میں لکھنے سے قاصر ہوں۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات، دین کی تکمیل، نعمتوں کے اتمام کے بعد دو شنبہ کے دن نصف یوم گزر جانے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال کی ہوئی۔

عسل دینے کی سعادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نصیب ہوئی۔ پھر آپ کو حجرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ میں ہمیش کے لیے درپردہ کر دیا گیا۔

خلافت امیر المومنین خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے رشتہ دار اور یار غار تھے۔ آپ کے مشیر کار اور وزیر کی حیثیت سے تھے۔ گھرے دوستوں میں شمار کیا جاتا تھا اور تمام لوگوں میں سب سے بہتر آدمی تھے۔

جس دن جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اس دن سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لیے بیعت کی گئی۔ ہم اس واقعہ کی شہرت اور طوالت کی وجہ سے تفصیل سے گریز کر رہے ہیں۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی بہت اچھے اچھے امور انجام دیے۔ جلد ہی یمامہ کو فتح کر لیا۔ اطراف عراق اور دیگر شہروں میں اسلامی حکومت قائم کر دی۔ آپ حسن کردار کے علم بردار، عبادت گزار، متقی و پرہیزگار، وقار سے بھرپور، بردبار، صابر و شاکر، رحم و کرم کے پیکر اور دیگر تمام صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین میں بے نظیر آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ایک شور و ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگ مرتد ہونے لگے۔ زکوٰۃ کے منکرین پیدا ہو گئے تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کو جمع کیا، مشورہ طلب کیا۔ منکرین و مرتدین سے جنگ کرنے کے سلسلہ میں گفتگو شروع کی تو اکثر صحابہ کی جماعت نے ان کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور مخالفت کرنے لگے۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عالی جناب آپ ان لوگوں کے بارے میں جنگی منصوبہ کیسے بنا سکتے ہیں۔ جب کہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث آپ کے سامنے ہے۔

"جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کر لیں۔ جو بھی اس کا اقرار کر لے گا تو اس کا خون اور مال میری طرف سے محفوظ ہو گیا۔

الایہ کہ اسی کا حق دائر ہوتا ہو اور اقرار کرنے والے کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کے ذمہ آجائے گا۔" (الحدیث)

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ حق مال ہے۔ خدا کی قسم اگر کوئی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک بکری کا بچہ بھی زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا اب اگر وہ انکار کریں گے تو میں ان سے بھی جنگ کروں گا۔

یہ سن کر عمر فاروقؓ نے کہا۔ اللہ نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ کو شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ اب میں سمجھ گیا کہ حق یہی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ تو اس نازک وقت میں لوگوں کے ساتھ ملاطفت و نرمی کا معاملہ کیجئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اُجبار فی الجاہلیۃ و خوار فی الاسلام کہ تم جاہلیت میں جب مسلمان نہ ہوئے تھے تو زبردست جابر اور سخت دل تھے۔ اب اسلام لے آئے ہو تو انتہائی بزدل ہو گئے ہو۔ اے عمرؓ! وحی کا سلسلہ اب ختم ہو چکا۔ دین کامل و مکمل ہو گیا۔ میری زندگی میں دین میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ میں کو تابی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر آپ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

مورخین کے ایک گروہ نے تصریح کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید کے لشکر کو سات سو نوجوان سپاہیوں سے مسلح کر کے شام کے علاقے میں روانہ فرما دیا تھا۔ جب یہ لشکر مقام ذی حشب میں پہنچا تو نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا اور ایک طرف عرب کے بعض علاقے مرتد ہونے لگے تو صحابہ کرام جمع ہوئے۔ ان سب نے مشورہ کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ اس وقت لشکر اسامہ کو واپس بلا لیجئے تو آپ نے جواب دیا اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر اہمات المؤمنینؓ کے پاؤں کو کتے نوچنے لگیں گے تو میں لشکر اسامہ کو کبھی واپس نہیں بلاؤں گا۔ جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے مسلح کر کے روانہ کر دیا ہو اس کے پرچم کو ہرگز نہیں کھول سکتا جس کو حضور اکرم ﷺ نے خود باندھا ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بات یاد رکھو۔ اگر مجھے اس لشکر کے واپس نہ بلانے کی وجہ سے درندے بھی نوچ ڈالیں گے تب بھی واپس نہیں بلاؤں گا۔ آپ نے اسامہ کو حکم کیا کہ وہ لشکر لے کر چلے جائیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ اگر تم حضرت عمرؓ سے مزید اجازت حاصل کر لو تو تمہیں اس کی رعایت ہے۔ اس لیے میرے نزدیک ان کی ایک حیثیت ہے۔ میں ان سے انس رکھتا ہوں اور ان کی رائے میرے نزدیک ایک اہمیت رکھتی ہے اور میں ان سے مدد بھی لیتا ہوں تو اسامہؓ نے کہا کہ میں نے ان سے ملاقات کر لی ہے۔ پھر اسامہؓ روانہ ہو گئے۔

جب یہ لشکر کسی بھی مرتد قبیلہ سے گزرتا تو وہ قبیلہ والے یہ کہتے کہ بھائی ان مسلمانوں کے پاس لشکر جزار ہے اگر اتنی زبردست فوجی طاقت نہ ہوتی تو یہ لوگ اس نازک وقت میں جنگ پر آمادہ نہ ہوتے۔ لشکر نے رومیوں سے جنگ کی اور انہیں شکست دے دی۔ مخالفین اور دشمنوں کے بہت سے لوگ کام آئے بالآخر یہ لشکر فتح و نصرت کے ساتھ واپس آیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:-

”میرے والد محترم ارتداد کے دن تلوار سونٹے ہوئے اپنی سواری میں سوار ہو کر باہر تشریف لائے۔ اچانک علی کرم اللہ وجہہ آگئے یہاں تک کہ انہوں نے والد محترم کی سواری کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو یروز احد جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ آپ اپنی تلوار کو نیام میں کر لیں اپنی وجہ سے آپ ہمیں رنجیدہ خاطر نہ کریں۔ خدا کی قسم اگر آپ کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف پہنچی تو پھر آپ کے بعد پھر اسلام کا نظام کبھی درست نہیں ہو سکتا۔“

ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ سوائے چند لوگوں کے سارا عرب مرتد ہو رہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ درست ہو گئے۔ یمامہ کو فتح کیا اور وہیں مسیحیہ الکذاب مدعی نبوت کو قتل کیا پھر صنعاء میں رہنے والے اسودا الغنسی کذاب کو بھی تیج کر دیا گیا۔ اس کے بعد شام اور عراق میں لشکر کشائی کی گئی۔

ابو رجاء العطارودی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ تمام لوگ اکٹھا ہو رہے ہیں اس میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے سر کو بوسہ دے رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ میں تم پر فدا ہو گیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بوسہ دینے والا شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا وہ عمر فاروقؓ ہیں۔ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بوسہ لے رہے ہیں اور مرتدین سے جنگ کی کامیابی پر مبارک باد پیش کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو عرب مرتد ہونے لگے۔ لوگوں میں نفاق پھیل گیا اور میرے ابا جان استقلال کے میدان میں اس طرح اترے کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر ہوتے تو وہ چکنا چور ہو جاتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں اگر ابو بکرؓ کو خلیفہ نہ بنایا جاتا تو خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کلمہ کو ابو ہریرہؓ نے تین مرتبہ کہا۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نرمی و انکساری کے پیکر تھے۔ جب بیمار ہو جاتے تو دوا علاج کرنا ترک کر دیتے تاکہ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور انقیاد و تسلیم ظاہر ہو جائے۔ صحابہ کرام عیادت کے لیے حاضر ہوتے اور یہ گزارش کرتے کہ ہم آپ کے علاج کے لیے طیب بلاتے ہیں تاکہ آپ کی مکمل دیکھ بھال اور معالجہ ہو جائے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں ابو بکرؓ نے میری طرف دیکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ تو ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔

وفات و مدت خلافت آپ کی وفات منگل کے دن ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کو مغرب اور عشاء کے درمیان میں ہوئی۔ کل ۶۳ سال کی عمر ہوئی۔ آپ کی وفات کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات اور آپ کی جدائی کی وجہ سے آپ اندرونی رنج و غم میں مبتلا ہو گئے تھے۔ آپ کی تدفین جناب رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب حجرہ عائشہؓ میں عمل میں آئی۔ آپ دو سال ۸ ماہ ۳ دن منصب خلافت پر فائز رہے اور امت کی خدمت کی۔

خلافت امیر المومنین خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ کو سیدنا ابو بکر الصدیقؓ کے بعد خلیفہ بنایا گیا اور عمان حکومت آپ کے سپرد کر دی گئی۔ جس دن حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی اسی دن سے حضرت ابو بکرؓ کی وصیت کے مطابق آپ سے بیعت لی گئی۔ خلیفہ اول کی طرح آپ بھی اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ سیرت، جہاد، استقلال اور صبر جیسی خوبیاں آپ کے اندر موجود تھیں۔ جو کی روٹی کھاتے، کچے دھاگے کا کپڑا وغیرہ پہنتے تھے۔ آپ نے بہت سی فتوحات کیں اور بیشتر ممالک پر قابض ہو گئے۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المومنین کا خطاب دیا گیا۔ آپ مہاجرین اول میں سے ہیں اور دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کرنے کے شرف سے مشرف۔ تمام غزوات، خاص طور پر بیعت الرضوان و جنگ بدر میں شریک رہے آپ کے مشرف باسلام ہونے سے اسلام کو قوت ملی۔

جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کے حسن کردار سے نبی کی ذات خوش تھی، آپ کو جنت کی بشارت دی گئی۔ مناقب تو بے شمار ہیں آپ کے شرف کے لئے اتنا کافی تھا کہ آپ کو حضور ﷺ کے دربار میں وزیر کا درجہ حاصل تھا۔ بعد میں

امت کی خدمت بھی خلیفہ دوم کی صورت میں سپرد کی گئی۔ آپ کی وفات بھی اچھے طریقے سے ہوئی۔ فقر، سعادت، شہادت کا درجہ نصیب ہوا اور آپ سے بغض و عداوت سوائے زندیق، بے وقوف یا احمق کے اور کون کر سکتا ہے۔

آپ کے نمایاں کردار پر دین و دنیا دونوں کی ذمہ داری سنبھالتے اور لوگوں کی چھپ کر دیکھ بھال کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

رعب و دبدبہ کی دولت سے نوازا تھا۔ لوگوں پر رعب کی وجہ سے اس قدر خوف طاری رہتا کہ انہوں نے سڑکوں پر بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ تک یہ بات پہنچی کہ لوگ آپ کی ہیبت اور رعب سے ڈرتے ہیں تو ایک دن لوگوں کو جمع کیا اور اس ممبر پر تشریف لائے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا قدم رکھتے تھے۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ لوگ میری سختی کی وجہ سے ہیبت کھاتے ہیں اور میرے تشدد سے ڈرتے ہیں۔ مزید فرمایا لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی سختی کرتے رہے۔ اسی طرح خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں بھی سختی سے پیش آتے رہے تو اس دور کا کیا حال ہو گا کہ عمری خلیفہ دوم اور امیر المومنین بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس نے بھی یہ کہا ہے سچ کہا ہے میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحیثیت خادم اور غلام رہتا۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ مجھ سے راضی تھے۔ خدا کا شکر ہے میں اس سلسلہ میں سب سے سعید ہوں۔ پھر آپ کے بعد ابوبکرؓ کو خلیفہ اور والی بنایا گیا تو میں اس وقت بھی خادم اور غلام کی حیثیت سے رہتا تھا تو میری شدت و سختی ان کی نرمی میں مخلوط ہو جاتی۔ میں بعض وقت تلوار کو نیام سے نکال لیتا یہاں تک کہ ابوبکرؓ اندر کر دیتے۔ اب اس وقت میں تمہارا ذمہ دار اور خلیفہ بنا دیا گیا ہوں۔ بس یاد رکھو اب میری شدت و سختی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے لیکن میری سختی صرف ظالموں اور مسلمانوں پر زیادتی کرنے والوں کے لئے ہے اور میری ملاطفت و نرمی مسلمانوں، دیندار، معتدل لوگوں کے لئے اس کے مقابلہ میں زیادہ رہے گی۔ میرا معاملہ اب سے یہ رہے گا کہ اگر کسی نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہو گا تو اسے بلا کر اس کے ایک رخسار کو زمین پر رکھوں گا اور اس کے دوسرے رخسار پر اپنے پیر یہاں تک کہ وہ اپنے ظلم کا اقرار کر لے۔

مزید فرمایا کہ اے لوگو! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمہارے خراج اور محصول کو خود نہ رکھوں بلکہ تمہاری ہی ضروریات میں خرچ کروں۔ میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ میں تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں۔ میرا تو یہ حال ہے کہ جب میں تم لوگوں کو لشکر میں روانہ کرتا ہوں تو مجھے بحیثیت کفیل ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔ بلکہ یہ احساس اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ صحیح و سالم واپس نہ آ جاؤ۔ بس میں آخر میں اپنے لئے اور تمہارے لئے خدا تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کر رہا ہوں۔

سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت عمرؓ نے اپنے اس وعدے کا پاس رکھا اور جہاں شدت و سختی کی ضرورت تھی وہاں آپ نے تندی سے کام لیا اور جس جگہ نرمی سے کام نکل جاوے وہاں آپ ملاطفت و نرمی سے کام نکالتے اور واقعی آپ اپنے آپ کو ذمہ دار اور باپ سمجھتے تھے۔ بس اوقات تو پردہ نشینوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ خاص طور پر ان عورتوں کے پاس جن کے شوہر سفر میں ہوتے۔ فرماتے کہ بندہ عمر حاضر ہے آپ لوگوں کو کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ اگر کوئی خرید و فروخت کا کام ہو تو میں بازار سے خرید کر دے دوں اس لئے کہ یہ بات مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تم صنف نازک سے تعلق رکھتی ہو دھوکہ بھی کھا سکتی ہو۔ چنانچہ عورتیں آپ کے ساتھ اپنی اپنی باندیاں بھیج دیا کرتیں تو آپ اس حال میں بازار میں داخل ہوتے کہ باندیوں اور غلاموں کی

قطار اندر قطار آپ کے پیچھے پیچھے ہوتی جن کو شمار میں بھی نہیں لایا جاسکتا۔ آپ ان کے لئے ان کی ضرورت کا سامان خریدتے۔ اگر ان میں سے کسی کے پاس رقم نہ ہوتی تو اپنے پاس سے ادا کر دیتے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ طلحہ رات میں نکل پڑے کیا دیکھتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک گھر میں گھس گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نکل آئے۔ جب صبح ہوئی تو طلحہ اس گھر میں آئے جس میں حضرت عمرؓ داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ دیکھا کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے۔ طلحہ نے ان سے پوچھا کہ آخر عمرؓ رات میں تمہارے پاس کیوں آتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ شخص رات میں ہمارے پاس محض اس لئے آتا ہے کہ اس نے ہم سے ہمارے کام کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارے گھر میں درنگی اور اصلاح کرے گا اور پریشانیوں کو دور کرے گا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہے تاکہ رعایا کے حالات سے آگاہ ہو جائیں۔ آیا ان کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔ اچانک آپ ایک جھونپڑی کے قریب سے گزرے جس میں ایک بڑھیا زندگی بسر کر رہی تھی۔ بڑھیا نے کہا کہ اے فلاں! عمر فاروقؓ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ آج کل عمرؓ مدینہ میں ہیں اور ملک شام سے خیریت سے واپس آگئے ہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ عمر فاروقؓ کو اللہ میری طرف سے کوئی صلہ نہ دے۔

خود حضرت عمر فاروقؓ یہ کہتے ہیں کہ بڑھیا نے اس قسم کا جواب شاید اس لئے دیا تھا کہ جس وقت سے عمرؓ کو امیر المومنین بنایا گیا تھا ان کی طرف سے کوئی تعاون یا ہدیہ، تحفہ بڑھیا کے پاس نہیں پہنچا تھا اور نہ نقد خدمت درہم یا دینار ان کی طرف سے وصول ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ عمرؓ کو تمہارا حال معلوم نہیں ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہے کہ تم یہاں رہا کرتی ہو۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ واہ واہ سبحان اللہ کسی کو امیر المومنین بنایا جائے گو اس کی رعایا کی وسعت مشرق و مغرب تک کیوں نہ ہو اور اسے اپنی رعایا کا حال معلوم نہ ہو۔ بس یہ سننا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے اور یوں کہتے تھے ہائے عمر! تجھے اتنی بھی بیداری نہیں کہ بڑھیا کا خیال رکھ سکے۔ چہ جائیکہ ہر شخص کا، تو تو بہت ہی نادان ہے اور ہر آدمی تجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔ بعد میں حضرت عمرؓ فاروقؓ نے اس سے یہ کہا کہ اللہ کی بندی تو عمرؓ سے اپنی تنگی و مجبوری کو کتنے میں فروخت کرے گی؟ اس لئے کہ میں جنم کی بہ نسبت یہاں زیادہ قابل رحم ہوں۔

بڑھیا نے کہا۔ عمرؓ تم پر خدا رحم کرے کیوں مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟ عمرؓ نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ پھر آپ نے اس سے ۲۵ دینار میں خرید لیا۔ بس یہ گفتگو خادم اور مخدوم کے درمیان جاری تھی کہ اتنے میں علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود تشریف لائے۔ ان دونوں نے کہا السلام علیکم یا امیر المومنین! بس یہ سننا تھا کہ بڑھیا نے ندامت و افسوس کے ہاتھ کو سر میں مارا اور یوں کہا کہ اب کیا ہو گا تو نے تو امیر المومنین کو اس کے سامنے ہی بہت کچھ کہا برا بھلا کہا۔ عمر فاروقؓ نے کہا کوئی بات نہیں۔ پھر آپ نے ایک کانڈ کچھ لکھنے کے لئے مانگا۔ لیکن انہوں نے نہ ملنے کی وجہ سے اپنی گدڑی سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر یہ تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

عمرؓ نے فلاں بڑھیا کے شکوہ ظلم کو اس دن سے جس دن سے اسے والی بنایا گیا ہے ۲۵ دینار میں اتنے یوم کے لئے خرید لیا ہے اس لئے جو کچھ بھی یہ قیامت کے دن عمرؓ کے بارے میں دعوے کرے گی تو عمرؓ اس سے بری رہے گا۔

اس واقعہ کے وقت علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود حاضر تھے۔ اتنے میں آپ نے ابن عمرؓ کو بلایا اور وہ تحریر اس کے سپرد کر دی اور یہ وصیت کی کہ جس وقت میں مرجاؤں اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ اسی حالت میں اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس قسم کے آپ کے واقعات بہت مشہور ہیں۔

ایک عجیب و غریب واقعہ الفضائل لکھتے ہیں کہ جس وقت سعد بن ابی وقاصؓ قادیسیہ میں تھے۔ اسی دوران عمر فاروقؓ نے ایک والا نامہ تحریر فرمایا جس میں یہ تاکید کی کہ انصاریؓ کو عراق میں خلوان کے علاقہ میں بھیج دو تاکہ وہ ارد گرد کے علاقہ میں یلغار کرتے رہیں۔ چنانچہ سعد بن وقاصؓ نے قبیل حکم کے مطابق فضلہ انصاریؓ کو تین سو گھوڑ سواروں کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ لوگ خلوان آگئے اور اس پاس کے علاقہ میں حملہ شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو چند قیدی اور تھوڑا سا مال غنیمت ہاتھ آ گیا تو یہ لوگ واپس ہونے لگے۔ اتنے میں عصر کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو گیا اور سورج غروب ہونے لگا۔ فضلہ انصاریؓ نے مال غنیمت اور قیدیوں کو پہاڑ کی چوٹی پر رکھنے کے لئے حکم دیا۔ پھر فضلہ انصاریؓ نے کھڑے ہو کر اذان دی اور کہا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر۔

تو پہاڑ سے ایک جواب دینے والے نے کہا کہ بھائی تم نے بہت اچھی اللہ کی بڑائی بیان کی۔ اتنے میں فضلہ انصاریؓ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو پھر کسی نے کہا اے فضلہ کتنا پر خلوص جملہ ہے۔ پھر فضلہ انصاریؓ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ رسول اللہ پھر کسی نے کہا محمد رسول اللہ تو وہ ہیں جن کے آنے کی خبر ہمیں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے دی تھی اور انہی کی امت کے آخر میں قیامت آئے گی۔ پھر فضلہ نے کہا صلی علی الصلوٰۃ پھر اس نے کہا کہ نماز کی جو شخص ادائیگی اور پابندی کرے گا اس کے لئے تو جنت کی بشارت ہے۔ فضلہ انصاریؓ نے کہا صلی علی الفلاح تو اس نے کہا جو بھی اللہ کے منادی (مؤذن) کا جواب دے وہ کامیاب رہے گا۔

پھر فضلہ انصاریؓ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تو اس نے کہا کہ اے فضلہ انصاریؓ یہ کلمات جو تم نے اخلاص سے پکارے ہیں اس کی وجہ سے تم پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔

جس وقت فضلہؓ اذان سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے آخر تم کون ہو۔ فرشتہ ہو جن ہو یا اللہ کے بندوں کا کوئی قافلہ ہے جس کی آواز ہم نے سنی ہے تو اپنی زیارت کراؤ اس لئے کہ یہ وفد جناب خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ دوم عمر بن الخطابؓ کا بھیجا ہوا ہے۔

اتنا کہنا تھا کہ پہاڑ شق ہوا ایک شخص نکلا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سردار قوم ہے۔ سر کے بال اور ڈاڑھی سفید تھی۔ اس کے جسم پر اون کی گدڑی تھی۔ آتے ہی اس نے سلام کیا۔ اسے جواب دیا گیا اور پوچھا گیا کہ آخر تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں دزین بن برفصلا ہوں۔ مجھے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے وصیت کی تھی اور اس پہاڑ میں ٹھہرا کر انہوں نے اپنے نازل ہونے تک میرے لئے درازی عمر کی دعا فرمائی تھی اس لئے حضرت عمر فاروقؓ بن الخطاب امیر المومنین خلیفہ دوم کو میرا سلام کہنا اور ان سے مزید یہ بھی کہہ دینا کہ حق اور درست کام کریں اور اللہ کے قریب ہونے کی تیاری کرو اس لئے کہ قیامت قریب ہے اور ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ جب مندرجہ ذیل خصلتیں امت محمدیہ میں پائی جائیں گی تو سمجھ لو کہ امت محمدیہ کا خاتمہ ہے۔ مثلاً جس وقت مرد، مرد سے بے نیاز ہو جائے گا اور عورت، عورت سے بے نیاز ہو جائے گی اور یہ لوگ اپنے کاموں کے علاوہ کسی دوسرے کاموں

میں لگ جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مالکوں کو پکڑ لیں گے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ نہ بڑا چھوٹے پر مہربانی کا معاملہ کرے گا اور نہ چھوٹا اپنے بڑے کی عزت و احترام کرے گا۔ لوگ امر بالمعروف کو چھوڑ بیٹھیں گے اس کی طرف بالکل توجہ نہ دیں گے اور نہ نبی عن المنکر کریں گے۔ اس لئے برائیوں سے شاید ہی کوئی بچ سکے۔ علماء علوم کو محض دنیاوی اغراض کے لئے حاصل کریں گے۔ بارشیں گرم تر ہو کر سیں گی۔ اولاد غضب ناک ہو گی۔ لوگ مساجد کے منارے بلند تر تعمیر کریں گے اور مصاحف قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیں گے۔ یعنی تلاوت وغیرہ نہ کریں گے۔ مساجد کو خوب مزین کریں گے اور تعمیرات کو خوب مضبوط بنائیں گے۔ خواہشات کی اتباع کرنے لگیں گے۔ دین کو دنیا کے عوض فروخت کریں گے۔ صلہ رحمی کو قطع کریں گے۔ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کریں گے، سود کھائیں گے۔ مالدار کو عزت ملے گی اور فقیر کو ذلت۔ آدمی جب اپنے گھر سے نکل کر جائے گا تو اسے بلند مرتبہ والا سلام کرے گا تب جواب دے گا نا اہل اچھے اچھے مناصب پر قابض ہو جائیں گے۔

قرب قیامت کے بارے میں اتنی پیشین گوئیاں اور خبریں دے کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔

یہ تمام واقعہ نضله انصاریؒ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تحریر فرمایا۔ پھر انہوں نے امیر المومنین عمر فاروقؓ کو مطلع فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ نضلهؒ کو اور جو مہاجرین و انصار آپ کے ساتھ ہیں انہیں لے کر اسی پہاڑ پر جائیں۔ اگر ان سے پھر ملاقات ہو جائے تو میرا بھی سلام ان سے کہہ دیں۔ ہدایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ چل پڑے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چار ہزار مہاجرین و انصار اپنے بچوں سمیت تھے۔ جب یہ لوگ اس پہاڑ پر پہنچے اور چالیس دن قیام فرمایا اور اذان دیتے رہے لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ سارا ماجرا لکھ کر حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے کارنامے | آپ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ یہ اقدام غالباً ۱۱ھ میں ہوا۔ اسی سال بیت المقدس کی فتح نصیب ہوئی۔ اسی سال سعد بن ابی وقاصؓ فتح کرتے ہوئے مصر اور کوفہ تک پہنچ گئے۔ آپ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے دفاتر اور شہروں کی تجویز رکھی اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی سرفرازی کے لئے قدم اٹھایا۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مسلمانوں کو بہت سے فتوحات سے نوازا۔ مثلاً دمشق، روم، قادیسیہ، حمص، حلوان، الرقۃ، الرہا، حران، بسان، یرموک، اہواز، قیساریہ، مصر، تستر، نہادند، رای اور اس کے آس پاس کے علاقے اصہبان، بلاد فارس، اصطخر، ہندان، تویہ، البرلس، البربر وغیرہ کو فتح کیا۔

۱۱ھ ان شہروں میں سے بعض کے موجودہ نام اور محل وقوع یہ ہیں:-

القادیسیہ: CHALDAEA میں ہے۔ حمص: امیتہ (شام) حلوان: موجودہ ایران کا شہر، رقتہ: فرات کے نزدیک ایک بستی۔ اربلا: EDESSA حران: میسو پوٹیمیا، راس العین: CALLIRHOE (میسو پوٹیمیا) عسقلان: فلسطین، طرابلس: TRIPOLC لبنان، CBETH. SHAN: انبواز، بصرہ اور فارس کے درمیان واقع نو بیتوں کا ایک مجموعی نام ہے۔ قیساریہ: CAESAREAHI (فلسطین)۔ تستر: خراسان میں ہے۔ نہادند: ایرانی عراق کا ایک شہر تھا۔ موجودہ ایران کا ایک شہر۔ رای: ایرانی عراق کا دارالخلافہ تھا۔ موجودہ شمالی ایران میں تھران کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اصطخر: PERSEPOLIS جنوب مغربی ایران کا ایک قدیم شہر۔ ہمدان: تھران کے جنوب مغرب میں ایک شہر (باضافات ج)

آپ کے درے حجاج بن یوسف کی تلواریں سے زیادہ خوف ناک تھے۔ روم و فارس کے بادشاہ آپ سے ہر وقت خائف رہتے۔ اس کے باوجود آپ اسی طرح زندگی گزارتے تھے جیسے کہ آپ کا لباس، وضع قطع اور بود و باش، تواضع و انکساری خلیفہ بننے سے پہلے تھی۔ رہائش میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تھا۔ سفرو حضر میں آپ تماچے کسی تمباک یا محافظ کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔ آپ کے طرز رہائش میں منصب کی وجہ سے کبھی کوئی تغیر نہ ہوا اور نہ کسی مسلمان سے کبھی سخت کلامی کی۔ نہ کسی کو حق بات کہنے سے روکا۔ آپ کے عدل و انصاف سے کوئی غریب و کمزور آدمی مایوس نہیں ہوتا تھا اور نہ شریف آدمی آپ کے ظلم و زیادتی سے لالچ کرنے لگتا۔ آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کے بارے میں ملامت گر کی ملامت کی پرواہ بالکل نہ کرتے۔ ہمیشہ آپ نے اپنے کو بیت المال کے بارے میں عام مسلمانوں کی طرح سمجھا اور اپنے فریضہ کو مہاجرین کی طرح سمجھ کر انجام دیا۔ آپ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ لوگو! میں تمہارے مال کو یتیموں کے مال کی طرح سمجھتا ہوں، جیسے کہ مجھے یتیم کا ولی بنادیا گیا ہو۔ اگر میں مالدار ہوا تو پاک مال سے ہوا اور اگر میں نے اپنی کوئی ضرورت پوری کی تو حلال کی کمائی سے کی۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہوتی کہ جو میسر آیا وہ کھالیا، پن لیا کسی پر ظلم و زیادتی کر کے نہ کھایا نہ کمایا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ کا تذکرہ کرنے لگے۔ اس کے بعد عمر بن خطابؓ کا تذکرہ کیا۔ جس وقت ابن عباس نے عمر فاروقؓ کا تذکرہ سنا تو زار و قطار رونے لگے اور شدت گریہ سے بے ہوش ہو گئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروقؓ پر رحم کا معاملہ کرے۔ آپ تو بس قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حدود قائم کرتے بلکہ حدود قائم کرنے میں کسی کی نکتہ چینیوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کو اپنے بیٹے پر حد قائم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی مزید تفصیل لفظ دیک کی عنوان میں آجائے گی۔

سیدنا امیر المومنین عمر فاروقؓ کی شہادت

آپ کی شہادت ۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کو مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ابو لولؤ فیروز نامی شخص نے قتل کیا تھا۔ حضرت مغیرہؓ اس سے چکی بنانے کا کام لیتے اس کے عوض چار درہم رد زانہ اسے دیتے تھے ایک دن ابو لولؤ کی ملاقات سیدنا امیر المومنین عمر فاروقؓ سے ہو گئی تو اس نے یہ شکایت کی کہ مغیرہ میرے آقاؓ نے مجھ پر زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ آپ ان سے گفتگو کر کے میرے کام اور ڈیوٹی کو ہلکا کر دیجئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے یہ کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آقاؓ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو۔ اتنے میں ابو لولؤ غصہ ہو گیا اور اس نے یہ کہا کہ کتنی تعجب کی بات ہے عدل و انصاف آپ نے میرے علاوہ دیگر تمام لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔

بس وہ اسی دن سے امیر المومنین کے قتل کی خفیہ تدبیر کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے ایک دور خادو دھاری خنجر بنایا اور امیر المومنین کی گھات میں لگ گیا۔ ایک دن امیر المومنین عمر فاروقؓ نماز فجر کے لئے تشریف لائے عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں بھی نماز پڑھ رہا تھا۔ میرے اور امیر المومنین عمرؓ کے درمیان عبداللہ بن عباس حائل تھے۔ اتنے میں آپ نے نکمیر کشی۔ تھوڑی دیر میں کیا سن رہا ہوں کہ جس وقت ان کے نیزہ لگا تو کہنے لگے مجھ پر کتے نے حملہ کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد وہ کافر چھری لے کر بھاگ گیا۔ وہ دودھارا خنجر جس کسی کے دائیں یا بائیں سے گزرتا تو وہ لوگوں کو زخمی کر دیتا۔ یہ خنجر تقریباً ۱۳ آدمیوں کے لگا جس میں سات آدمی جان بلب ہو

گئے۔ بعض نے نو شمار کرائے ہیں۔ کسی مسلمان نے جب اسے دیکھ لیا تو اس کے اوپر ایک چادر ڈال دی جس میں وہ الجھ گیا۔ جب اس قاتل نے یہ سمجھ لیا کہ اب میں پکڑ لیا جاؤں گا تو اس نے خود خنجر مار لیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے تو اسے نیک کاموں کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا۔
ابو لولو مجوسی غلام تھا۔ بعض لوگوں نے نصرانی کہا ہے۔

تاریخ شہادت و مدت خلافت | آپ کی شہادت کا واقعہ ۱۲ ذی الحجہ کو پیش آیا۔ زخمی ہونے کے بعد ایک دن ایک رات آپ زندہ رہے۔ پھر آپ کی رحلت ہو گئی۔ آپ کی عمر تیسٹھ سال کی ہوئی۔ اجازت لے کر آپ کو حجرہ عائشہؓ میں دفن کر دیا گیا۔ جس وقت حضرت عمر فاروقؓ کی وفات ہو گئی تو زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ بچے کہنے لگے ہائے امی اب تو قیامت آگئی تو اہل جواب دہی میرے بیٹے ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کی وفات ہو گئی ہے (شہادت اور مجلس شوریٰ کا ذکر لفظ دیک کے عنوان میں بھی آئے گا) محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ آپ کی خلافت دس سال چھ ماہ پانچ رات ہوئی اور بعض علماء نے ۱۳ یوم لکھا ہے۔ واللہ اعلم

www.KitaboSunnat.com

خلافت امیر المومنین خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ کو امیر المومنین خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ چنا گیا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے تین یوم کے بعد ارباب حل و عقد کے مشورہ سے سب کا آپ کی بیعت پر اتفاق ہو گیا۔ آپ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ اہل علم کی تحقیق کے مطابق ۲۳ھ کے پہلے ہی دن خلافت کی بیعت کر لی گئی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں آپ کا ایک ہی نام عثمان تھا۔ کنیت ابو عمر اور ابو عبد اللہ دونوں تھی لیکن پہلی کنیت زیادہ مشہور ہوئی۔ اسی طرح آپ کو امیہ بن عبد شمس کی طرف نسبت کرتے ہوئے الاموی بھی کہتے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عبد مناف میں جا کر مل جاتا ہے۔ ان کو ذی النورین (دو نور والے) بھی کہتے ہیں۔ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے شرف نکاح کسی اور کو حاصل نہیں ہوا اور نہ ان دونوں (رقیہ وام کلثوم) کے بعد اس کا علم ہے کہ کسی تیسری سے حضرت عثمانؓ نے نکاح کیا ہو۔ اور کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ چونکہ جس وقت آپ جنت میں داخل ہوں گے تو دو مرتبہ نورانی تجلیاں ظاہر ہوں گی اس لئے آپ کو ذی النورین کہتے ہیں۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ وتر میں پورا قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے تو قرآن ایک نور ہے اور وتر دو سرانور اور بعض نے یہ قول نقل کیا ہے کہ چونکہ اولین مسلمانوں میں سے ہیں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے اور دو ہجرتیں کی ہیں، پہلی ہجرت تو اس اعتبار سے کہ یہ پہلے مہاجر ہیں جنہوں نے اپنی بیوی رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف آبائی دین سے مفرا اختیار کر کے ہجرت کی تھی، اس لئے ذی النورین کہتے ہیں۔

آپ کو جنگ بدر اور بیعت رضوان کے شرکاء میں بھی شمار کیا جاتا ہے حالانکہ ان دونوں میں شریک نہیں تھے۔ جنگ بدر میں تو

اس لئے شرکت کا موقع نہ مل سکا کہ رقیہ بنت رسول جو آپ کی زوجیت میں تھیں وہ بیمار ہو گئی تھیں تو آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی تیمارداری کی وجہ سے اجازت نہیں دی تھی۔ مزید یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو ایک آدمی کا حصہ اور ایک شہادت کا ثواب دیا جائے گا۔ بیعت رضوان میں اس لئے شریک نہیں ہو سکے کہ اگر کوئی شخص ان کے علاوہ بطن مکہ میں زیادہ باعزت ہوتا تو حضور ﷺ اسے ان کی جگہ پر بھیج دیتے۔ حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

آپ کے شرف کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ سے راضی تھے۔ آپ کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنادی گئی تھی اور کئی مرتبہ حضور ﷺ نے ان کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائی تھی۔

آپ کا حسن کردار | آپ مالدار، ذی ثروت، نرم مزاج اور شفیق و مہربان صحابی تھے۔ جس وقت آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کی تواضع و انکساری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ رعایا کے ساتھ شفقت و محبت بڑھ گئی۔ لوگوں کو یہ مالداروں جیسا کھانا کھلاتے لیکن خود سرکہ، زیتون کا تیل استعمال کرتے۔ لشکرِ عمرہ کو آپ نے ۹۵۰ اونٹوں سے مالامال کر رکھا تھا۔ آپ نے جد یہ کی تھی کہ پالان و ساز و سامان سمیت دیا تھا۔ پھر بعد میں مزید ۵۰ اونٹ دے کر ایک ہزار مکمل کر دیا تھا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ عثمان نے ایک ہزار اونٹ اور پچاس گھوڑوں کو خوب سامان سے لاد دیا تھا۔ امام زہری کہتے ہیں کہ ۹۴۰ اونٹ اور ۶۰ گھوڑے سے مدد کی تھی۔ حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کو عیش العسرة کی تیاری کے لئے بھیجا تو انہوں نے دس ہزار دینار حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے تو آپ نے فرط مسرت سے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا:-

”اے عثمان جو تم اعلانیہ یا در پردہ کرو بلکہ جو قیامت تک کرو وہ سب اللہ تعالیٰ معاف کرے۔“

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آج کے بعد سے عثمان جو بھی کریں وہ ان کے لئے ضرر رساں نہیں۔ انہوں نے رومہ کنواں ۲۵ ہزار درہم میں خرید کر رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کے اس قسم کے اور بھی نمایاں کام ہیں جن سے کتب کی طوالت کا اندیشہ ہے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ عثمان کے زمانہ خلافت میں اسکندریہ، ساہور، افریقہ، قبرص، سواحل روم، اصطخر، آخری، فارس اولیٰ، خوزستان، فارس الاخریٰ، طبرستان، ہرمان، سجستان، الاساورہ اور افریقہ کے فارسی قلعے، اردن کے ساحلی علاقے اور مرو وغیرہ فتح ہو گئے تھے۔

جب مدینہ منورہ خوب آباد ہو گیا اور وہ اسلام کا مرکز شمار ہونے لگا۔ مال و دولت کی فراوانی ہو گئی اور بڑے بڑے ممالک سے خراج و وصول ہو کر آنے لگا تو رعایا مال، جانوروں اور گھوڑوں کی کثرت کی وجہ سے متکبر ہو گئی اور انہوں نے جب بڑے ممالک کو فتح کر لیا تو خوب مطمئن ہو گئے تو وہ اپنے خلیفہ امیر المومنین کی برائی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس لئے کہ حضرت عثمان کے پاس بھی خوب مال و دولت تھی۔ آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے۔ انہوں نے اقرباء کو دولت سے نوازا اور عہدوں پر بھی فائز کر دیا تو لوگ

۱۔ ساہور، ایران کا ایک صوبہ تھا۔

۲۔ مرو، خراسان میں ہے (ج)

ان کے بارے میں عیب جوئی کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے یہ تک کہا کہ وہ خلافت کے لائق نہیں انہیں تو معزول کر دینا چاہیے۔ آخر کار وہ محاصرہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پھر ان لوگوں سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جن کا ذکر طوالت کا موجب ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے چند دنوں تک ان کے مکان کا محاصرہ جاری رکھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کتنے ستم گر اور شریر تھے۔ تین آدمی ان کے مکان میں کود گئے اور ان کو زخ کر دیا۔ ان کے سامنے قرآن کریم کھلا ہوا تھا اور تلاوت میں مصروف تھے۔ آپ بوڑھے آدمی تھے۔ نبیوں اور رسولوں کے بعد آپ کو سب سے زیادہ ستایا گیا۔ اللہ پاک ان لوگوں سے مواخذہ کرے جنہوں نے ان کو قتل کیا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن ۱۸/ ہجری ذی الحجہ ۳۵ھ میں پیش آیا۔

حضرت عثمانؓ کے مناقب | آپ کے مناقب تو بے شمار ہیں سردست چند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو جنت کی دنیائی میں بشارت دی تھی۔ آپ نے عثمانؓ کے بارے میں فرمایا:-

”جن سے فرشتے شرم کرتے ہیں میں ان سے کیوں نہ شرم کروں۔“

جناب رسول اللہ ﷺ نے شہید ہونے کی پیشین گوئی کی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کے قتل کے بعد مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ لوگوں میں اشتعال برپا ہو گیا۔ ان کا انتقام لینے کے لئے لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ۹۰ ہزار نوجوان مسلمان قتل کئے گئے۔

مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب سیدنا عثمانؓ سے بیعت لی گئی تو آپ نے ابوذر غفاریؓ کو مقام ربذہ میں جلاوطن کر کے بھیج دیا تھا اس لئے کہ یہ لوگوں کو دنیا سے بالکل کنارہ کش رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

اختلاف اور جھگڑوں کا آغاز | سیدنا عثمانؓ نے عبد اللہ بن ابی مصرح کو مصر کا حاکم بنایا تھا۔ اقارب و رشتہ داروں کو خوب مال و دولت سے نوازا تو لوگوں میں اس کی وجہ سے اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ ۳۵ھ میں اتفاق سے یہ حادثہ پیش آیا کہ مالک الاشتر النخعی دو سو کوفیوں اور ڈیڑھ سو بصریوں اور چھ سو مصریوں کو لے کر مدینہ منورہ آکر یہ نعرہ لگانے لگے کہ حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دست بردار کر دیا جائے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو سیدنا عثمانؓ غنی رضی اللہ عنہ بن شعبہؓ و عمرو بن عاصؓ کو لے کر ان لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف دعوت دینے لگے۔ لیکن وہ لوگ اس قدر اڑے ہوئے تھے کہ ان حضرات کی باتوں کو رد کر دیا اور ان کی گفتگو سننے سے انکار کر دیا۔

بعد میں پھر حضرت علیؓ کو ان کے پاس بھیجا گیا تاکہ ان کو ان کے ارادے سے باز رکھیں۔ حضرت علیؓ کسی حد تک کامیاب رہے اور ان کو باز رہنے کی ہدایت کر دی اور حضرت علیؓ ہی نے اس بات کی ضمانت لی کہ ہاں اب حضرت عثمانؓ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کریں گے اور ان لوگوں نے حضرت علیؓ کو واسطہ بنا کر حضرت عثمانؓ سے اس بات کا عہد لیا اور ان کو گواہ بھی بنایا کہ وہ ہمارے مطالبات کے ضامن سمجھے جائیں گے۔

مصریوں نے یہ مطالبہ کیا کہ عبد اللہ بن ابی مصرح کو معزول کر کے مصر کا حاکم محمد بن ابی بکر کو بنادیا جائے۔ چنانچہ اس مطالبہ کو سیدنا عثمانیؓ غنی رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا اور محمد بن ابی بکر کو حاکم بنادیا۔ اس مطالبہ کے منظور ہوتے ہی سارا مجمع اپنے اپنے ملک واپس ہو

گیا۔ جب مصری قافلہ مقام ایلہ میں پہنچا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے فرستادہ شخص کو ایک اونٹنی پر سوار جاتے ہوئے دیکھا۔ تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک رقعہ ملا جس میں حضرت عثمانؓ کی مرگلی ہوئی تھی اور وہ رقعہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

”یہ رقعہ عثمانؓ کی طرف سے عبد اللہ بن ابی سرح حاکم مصر کے نام ہے۔ جس وقت محمد بن ابی بکرؓ فلاں فلاں کے ساتھ آجائیں تو ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ کر ان کو کھجور کے تنوں میں لٹکا دیا جائے۔“

جب اس واقعہ کی خبر کو فیوں، بصریوں اور مصریوں کو معلوم ہوئی تو پھر سب کے سب واپس آ گئے۔ جب ان لوگوں نے سیدنا عثمانؓ غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بیان کئے تو آپؓ نے قسم کھائی کہ نہ تو میں نے کیا ہے اور نہ میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔ ان لوگوں نے یہ کہا کہ پھر اور بھی معاملہ آپ کے لئے سنگین ہو گیا۔ آپ سے خلافت کی انگوٹھی چھین لی جائے۔ اسی طرح آپ کا مخصوص اونٹ نجیب بھی لے لیا جائے۔ آپ کو تو کچھ بھی پتہ نہیں۔ مغلوب الحال رہتے ہیں بس آپ خود بخود خلافت سے معزول ہو جائیے۔ یہ کہنا تھا کہ سیدنا حضرت عثمانؓ غنیؓ نے انکار کر دیا تو سب لوگ آپ کے گھر کا محاصرہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے گھر میں محاصرہ کر لیا اور ان تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فتنہ انگیز محمد بن ابی بکر تھے۔ یہ محاصرہ ادا خر شوال میں کیا گیا۔ اور اتنا سخت محاصرہ کیا گیا کہ اس میں پانی وغیرہ پر بھی بندش کر دی گئی تھی۔

گھر کا محاصرہ | ابواسامہ الباہلی کہتے ہیں کہ جس وقت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو ہم آپ کے ساتھ گھر پر تھے سیدنا عثمانؓ غنیؓ نے فرمایا کہ بھائی تم لوگ میرا محاصرہ کر کے آخر مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:-

”کسی بھی مسلمان کا خون تین موقعوں کے علاوہ بہانا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا ہو یا شادی ہونے کے بعد زنا کیا ہو یا کسی آدمی کو بغیر حق کے قتل کر دیا ہو۔ چنانچہ ان میں سے کسی ایک کے ارتکاب کے بعد اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔“

”خدا کی قسم اللہ نے جس دن سے مجھے ہدایت کی دولت سے نوازا ہے اس دن سے میں نے اپنے دین کے سوا کوئی دوسرا دین نہیں اپنایا میں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں زنا کیا اور نہ کسی کو ناحق قتل کیا تو پھر مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔“ (رواہ امام احمد)

محاصرہ کے وقت حضرت علیؓ کا تعاون | شداد بن اوس کہتے ہیں کہ جس دن محاصرہ سخت ہو گیا تو میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ گھر سے باہر سر پر حضور ﷺ کا عمامہ اور انہی کی تلواریں کا قلابہ ڈالے ہوئے تھے۔

انہی کے ساتھ ان کے بیٹے حسنؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ مہاجرین اور انصار کی جماعت کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈرا دھکا کر منتشر کر رہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدنا حضرت عثمانؓ غنیؓ کے پاس گئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا السلام علیکم اے امیر المؤمنین۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ حملہ آور بد نصیب کا بیڑا نہ غرق کر دیا ہو۔ خدا کی

قسم! میری نظر میں قوم اتنی براگینہ ہے کہ وہ آپ پر وار کر کے چھوڑے گی اس لئے آپ حکم دیں تاکہ ہم ان سے جنگ کریں اور آپ کی طرف سے برسرِ پیکار ہو جائیں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ خدا کی قسم اگر کسی آدمی کے ذمے اللہ کا حق نکلتا ہے یا اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اس کے اوپر میرا کوئی حق ہے جس کی وجہ سے سبکی لگانے کے برابر اس کا خون بہایا جائے یا مطلق فرمایا کہ اس کا خون بہایا جائے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ پھر حضرت علیؓ نے دوبارہ یہی کہا کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم ان لوگوں سے جنگ کریں چنانچہ پھر وہی جواب عثمان غنیؓ نے دیا۔

حضرت عثمانؓ پر حملہ شد ابن اوس کہتے ہیں کہ اتنے میں علیؓ کو دیکھا کہ وہ دروازے سے نکلتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم ہم نے ساری کوششیں صرف کر دی ہیں۔ پھر علیؓ مسجد میں داخل ہوئے اتنے میں بلوائیوں نے سیدنا عثمان غنیؓ پر حملہ کر دیا اور آپ اس وقت گھر میں سانسے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ محمد بن ابی بکر نے ان کی ڈاڑھی پکڑ لی تو فرمایا اے بیٹے میری ڈاڑھی چھوڑ دو تم یہ میرے ساتھ ایسا براؤ کر رہے ہو کہ اگر تمہیں اس حالت میں تمہارے ابا جان دیکھ لیں تو انہیں بھی برا معلوم ہو گا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے فوراً ڈاڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد بتار بن عیاض اور سودان بن حمران دونوں نے اپنی تلواروں سے حملہ کر دیا۔ خون بننے لگا۔ خون کی پھیٹھٹیں قرآن مجید کی اس آیت پر پڑیں:-

فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بقرہ)

”اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے ان سے نمٹ لے گا اور وہی سنتے اور جانتے ہیں۔“

پھر اس کے بعد عمر بن الملق حضرت عثمانؓ کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور خوب مارا یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور عمیر بن صابی نے ان کے پیٹ کو خوب روندنا جس سے آپ کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ کعب بن حجرہ کہتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ہی ایک زبردست فتنہ اٹھنے والا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص ایک چادر لپٹا ہوا آتا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن حق پر ہو گا۔ جب دیکھا گیا تو یہ سیدنا حضرت عثمانؓ تھے۔“ (رواہ احمد)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دن ان کے حق پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہدایت پر ہوں گے۔ مزید امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن اور صحیح لکھا ہے۔ ابن ابی المہدی لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کے پاس ایسی دو خصوصیات تھیں جو نہ ابو بکر صدیقؓ کے پاس تھیں نہ عمر فاروقؓ کے پاس۔ اول یہ کہ اپنے اوپر اتنا قابو رکھ کر مظلوم و شہید کر دیئے گئے۔ دوسرے یہ کہ تمام لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کر دیا تھا۔

تاریخ شہادت | المدائنی کہتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ غنیؓ کی شہادت کا واقعہ بدھ کے دن بعد نماز عصر پیش آیا اور سینچر کے دن قبل ظہر تجبیز و تکفین کے بعد دفن کر دیا گیا اور بعض نے تدفین کو جمعہ کے دن بتایا ہے اور یہ تدفین غالباً ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو عمل میں آئی۔

الممدوی کہتے ہیں کہ وسط ایام ۱۷ تشریق میں آپ کو شہید کیا گیا۔ اس کے بعد تین یوم تک دفن نہیں کیا گیا اور نہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ جبیر بن مطعم نے پڑھائی۔ پھر آپ کو رات میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کا محاصرہ کتنے دن رہا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے بیس یوم سے زائد، بعض نے ۳۹ دن کا تذکرہ کیا ہے اور اسی کو امام السیرۃ الواقدیؒ نے اختیار کیا ہے اور الزبیر بن بکار کہتے ہیں کہ محاصرہ اسی دن رہا۔

مدت خلافت | آپ نے ۱۲ یوم کم ورنہ ۱۲ سال مسند خلافت کو زینت بخشی۔ آپ کی عمر اسی سال کی ہوئی۔ یہی تحقیق محمد بن اسحاق کی ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ آپ کی خلافت ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۳ دن تک قائم رہی اور عمر ۸۸ سال بتائی ہے اور بعض نے عمر ۸۳ سال اور دیگر مؤرخین نے ۹۰ سال کا قول ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور بہت سے اقوال ہیں۔

خلافت امیر المومنین خلیفہ چہارم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ جس دن عثمانؓ شہید کئے گئے اسی دن آپ سے خلافت کی بیعت لی گئی جس کی تفصیل آگے چل کر آجائے گی۔ ان کا سلسلہ نسب جناب رسول اللہ ﷺ سے عبدالمطلب جو جد اونی ہیں مل جاتا ہے۔ نیز آپ کو ہاشم کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آپ کو القرشی الهاشمی بھی کہتے ہیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کا زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں علیؓ ہی نام رہا۔ کنیت ابوالحسن، ابوتراب جناب رسول اللہ ﷺ ہی نے رکھی۔ نبی کریم ﷺ کو آپ سے بے پناہ تعلق تھا۔ آپ سات سال کی عمر میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ بعض ۹ سال بعض ۱۰ سال اور بعض ۱۵ سال اسلام لانے کے وقت کی عمر بتاتے ہیں۔

آپ سوائے تبوک کے تمام غزوات میں شریک رہے اس لیے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے گھر کا جانشین بنا دیا تھا۔ آپ ایک عالم صحابی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جس وقت ہجرت فرمائی تھی تو انہی کو اپنے بستر پر گھر چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ تین دن تین رات رہ کر نبی کریم ﷺ کے پاس رکھی امانتیں لوگوں کو واپس کر دیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر کے حاضر ہو گئے۔ آپ کم عمر لوگوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ان کی اہلیہ جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور نبی پاکؐ نے جہیز میں ایک چادر، کھجور کی چھال کا بھرا ہوا چمڑے کا ٹکڑا، دو چکی ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے دنیا میں آپ کو جنت کی بشارت سنائی تھی۔ آپ کے مناقب بھی بہت ہیں صرف اتنا ہی کافی تھا کہ تاجدار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

”کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ کرم اللہ وجہہ اس کے دروازہ ہیں۔“

(حدیث طویل کا ایک ٹکڑا)

اولوالعزم پیغمبر کون ہیں | اولوالعزم پیغمبر کون کہتے ہیں کہ بڑے بڑے اور اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں:-

(۱) نوح علیہ السلام - (۲) ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام - (۳) موسیٰ علیہ السلام - (۴) عیسیٰ علیہ السلام - (۵) خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ۔

۴ عربی لفظ غید ہے جس کے معنی ہیں رشیم کی سٹخ والا کپڑا۔ (ج)
 کعب الاحبارؓ کہتے ہیں کہ جن انبیاءؑ علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے
 ماں کے پیٹ سے مَخْتُون پیدا ہونے والے پیغمبر

(۱) ابوالبشر آدمؑ (۲) شیتؑ (۳) اوریسؑ (۴) نوحؑ (۵) سامؑ (۶) لوطؑ (۷) یوسفؑ (۸)
 موسیٰؑ (۹) شعیبؑ (۱۰) سلیمانؑ (۱۱) یحییٰؑ (۱۲) عیسیٰ بن مریمؑ (۱۳) خاتم النبیینؑ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ۔
 محمد بن حبیب الماشی کہتے ہیں کہ وہ انبیاء جو ماں کے پیٹ سے مَخْتُون پیدا ہوئے ہیں ان کی تعداد چودہ ہے اور وہ یہ ہیں:-
 (۱) ابوالبشر آدمؑ (۲) شیتؑ (۳) حنظلہ بن صفوان جو اصحاب الرشؑ کے لیے بھیجے گئے تھے (۴) نوحؑ (۵)
 صالحؑ (۶) لوطؑ (۷) یوسفؑ (۸) موسیٰؑ (۹) شعیبؑ (۱۰) سلیمانؑ (۱۱) زکریاؑ (۱۲) عیسیٰ بن مریمؑ
 یونسؑ (۱۳) ہودؑ (۱۴) خاتم النبیین نبی آخر الزماں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ”کاتبین وحی“
 (۱) ابوبکر صدیقؓ (۲) عمر فاروقؓ (۳) عثمان غنی بن عفانؓ (علیؓ)
 بن ثابت الانصاریؓ (۷) معاویہ بن ابی سفیانؓ (۸) حنظلہ بن الربیع الاسدیؓ (۹) خالد بن سعید بن العاصؓ۔ بلکہ زید
 بن ثابتؓ اور معاویہؓ زیادہ پابندی سے لکھا کرتے تھے۔

دور نبوت کے حفاظ صحابہ کرامؓ
 (۱) ابی بن کعبؓ (۲) معاذ بن جبلؓ (۳) ابو زید انصاریؓ (۴) ابوالدرداءؓ (۵) زید بن ثابتؓ (۶)
 عثمانؓ بن عفانؓ (۷) حمیم الداریؓ (۸) عبادہ بن الصامتؓ (۹) ابویوب انصاریؓ رضوان اللہ
 علیہم اجمعین۔

حضور ﷺ کے سامنے گردن اڑانے والے صحابہ کرامؓ
 (۱) ابی بن کعبؓ (۲) معاذ بن جبلؓ (۳) ابو زید انصاریؓ (۴)
 ابوالدرداءؓ (۵) المقدادؓ (۶) عاصم بن ابی اللفح رضوان اللہ علیہم
 اجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کے محافظ صحابہ کرامؓ
 سعد بن ابن وقاصؓ (۲) سعد بن معاذؓ (۵) محمد بن مسلمہ انصاریؓ رضوان اللہ علیہم
 اجمعین۔ جس وقت یہ آیت مندرجہ ذیل نازل ہوئی تو آپؐ نے اپنی حفاظت ترک کر
 دی۔ وہ آیت یہ ہے:-

والله يعصمك من الناس

ترجمہ:- ”اور اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔“

۴ شیت: SETH اور یس: SHEM شعیب: JETHRO یحییٰ: JOHN زکریا: ZACHARIAS

۴ الوس: ایک کنوئیں کا نام ہے جس میں قوم ثمود نے اپنے ایک پیغمبر کو مقید کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ہیں وفات پا گئے۔ (ج)

دور نبوت کے مفتیان صحابہ کرام (ابوبکر الصدیقؓ (۲) عمر فاروقؓ بن الخطاب (۳) عثمانؓ بن عفان (۴) علیؓ بن ابی طالب (۵) عبدالرحمنؓ بن عوف (۶) ابی بن کعبؓ (۷) عبداللہ بن مسعودؓ (۸) معاذؓ بن جبل (۹) عمار بن یاسرؓ (۱۰) حذیفہؓ (۱۱) زیدؓ بن ثابت (۱۲) سلیمانؓ (۱۳) ابوالدرداءؓ (۱۴) ابو موسیٰ الاشعری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مدینہ منورہ کے مفتی تابعین عظام (۱) سعید بن المسیبؓ (ابوبکر عبدالرحمن بن الحرث (۳) قاسم (۴) عبید اللہ (۵) عروہ (۶) سلیمان (۷) خارجہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

شیر خوارگی کی حالت میں گفتگو کرنے والے وہ چار ہیں: (۱) صاحب جریجؓ جس نے زنا سے برأت کا اظہار کیا تھا۔ (۲) سیدنا یوسفؑ کا گواہ جس نے زلیخا سے برأت کی تھی (۳) ابن الماشطہ جس نے فرعون کو کفر سے ڈرایا تھا اور الماشطہ وہ ہے جس نے فرعون کو دودھ پلایا تھا (۴) سیدنا عیسیٰ بن مریمؑ انہوں نے اپنی ماں کی برأت کی تھی۔

موت کے بعد گفتگو کرنے والے وہ بھی چار ہیں: (۱) یحییٰ بن زکریاؑ جس وقت ان کی قوم نے انہیں ذبح کر دیا تھا (۲) حبیب بن النجار انہوں نے کہا تھا یا لیت قومی یعلمون (کاش کہ میری قوم مجھے پہچان لیتی) (۳) جعفر بن طیار نے کہا تھا لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا (جو اللہ کے راستے میں شہید کر دیئے گئے ہیں انہیں مردہ مت سمجھو) (۴) حسین بن علیؑ نے کہا تھا:

وسیعلم اللذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

ترجمہ:- ”عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس طرح بدلتے ہیں۔“

مادر رحم میں مدت سے زائد رہنے والے (۱) سفیان بن حیان یہ جس وقت پیدا ہوئے چار سال کے تھے۔ گویا چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ (۲) محمد بن عبداللہ بن حسن الضحاک بن مزاحم یہ جس وقت پیدا ہوئے ۱۲ ماہ ماں کے پیٹ میں گزار چکے تھے۔ (۳) یحییٰ بن علی بن جابر البغوی (۴) سلیمان الضحاک۔ یہ دو سال ماں کے پیٹ میں گزار چکے تھے۔

نمرود نامی بادشاہ چھ ہوئے ہیں: (۱) پہلا نمرود بن کنعان بن حام بن نوحؑ جو ان بادشاہوں میں تھا جن کو ساری دنیا کی بادشاہت نصیب ہوئی اور یہ بادشاہ سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے کا ہے۔ (۲) دوسرا نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوحؑ یہ صاحب السور تھا اس کا واقعہ مشہور ہے (۳) تیسرا نمرود بن ماش بن کنعان بن حام بن نوحؑ (۴) چوتھا نمرود بن سنجار بن نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوحؑ (۵) پانچویں نمرود بن ساروع بن ارغوب بن مالخ (۶) نمرود بن کنعان بن المعاص بن نبطا۔

فراعنہ مصر تین ہوئے ہیں: (۱) پہلا فرعون سنان بن الاشعل بن علوان بن العید بن عملیق۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں تھا (۲) دوسرا فرعون ریان بن الولید یہ سیدنا یوسفؑ کے زمانے کا ہے (۳) تیسرا فرعون الولید بن مصعب۔ یہ موسیٰؑ کے زمانے کا ہے۔

۱۔ جریج: مرخوند نے روض الصفا میں جریج نام ذکر کیا ہے۔ (ج)

ائمہ مذاہب اربعہ (۱) سفیان الثوریؒ ۲۷ھ میں ولادت ہوئی اور وفات بصرہ میں ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ (۲) مالک بن انسؒ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں انتقال ہوا۔ (۳) امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت انتقال ۱۵۰ھ بغداد میں ہوا۔ عمر ستر سال کی ہوئی (۴) امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن ادریس ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مصر میں اواخر رجب ۲۰۳ھ میں انتقال ہوا۔ (۵) امام احمد بن حنبلؒ کنیت ابو عبد اللہ تھیں بغداد میں ۱۶۳ھ ربیع الثانی میں انتقال ہوا۔

جلیل القدر محدثین کرام (۱) امام ابو عبد اللہ البخاریؒ بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عید الفطر کی رات ۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ (۲) امام مسلمؒ نیشاپوری ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ عمر ۵۵ سال کی تھی۔ (۳) امام ابو داؤد بصرہ میں ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ (۴) امام ابو عیسیٰ الترمذی ۱۳ رجب ۲۶۹ھ میں ترمذ میں انتقال ہوا۔ (۵) امام ابو الحسن الدار قطنی ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ماہ ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۶) ابو عبد الرحمن النسائی ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا گیا تو لوگ سیدنا علیؓ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے۔ بعض لوگ تو اضطراب کے عالم میں گھر میں داخل ہو گئے اور یہ کہا کہ امیر المومنین عثمان غنیؓ تو شہید کر دیئے گئے۔ ہمارے اندر بحیثیت قائد ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے علم کے مطابق آپ سے زیادہ منصب و امامت و خلافت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان لوگوں کی تجویز رد کر دی۔ لیکن لوگوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر تم لوگ میرے ہی امامت و خلافت کے لئے بیعت پر مصر ہو تو یاد رکھو میں خفیہ بیعت گھر میں نہیں کروں گا۔

بس یہ کہنا تھا کہ لوگ مسجد میں آگئے۔ چنانچہ طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص اور دیگر اکابر صحابہ سبھی حاضر ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے بیعت کی۔ پھر اس کے بعد لوگ بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور تمام مہاجرین و انصار آپ کی بیعت سے متفق ہو گئے۔ لیکن ان میں سے ایک جماعت نے بیعت کرنے سے تافیر کی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے کہا کہ یہ لوگ حق سے الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن باطل کا ارتکاب نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کی بیعت سے اہل شام اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے بھی انکار کر دیا۔

بس یہیں سے جھگڑے کی بنیاد پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے آپس ہی میں صفین کا معرکہ بھی گرم ہو گیا۔ بعض لوگوں نے خروج کر کے کفر کا ارتکاب کر لیا تو ان کا نام خوارج پڑ گیا۔ انہی خوارج کرنے والوں نے علیؓ کو قتل کرنے کی سازش شروع کر دی (اللہ تعالیٰ ان کی سخت پکڑ کرے) انہی خوارج نے مسلمانوں کے شیرازے کو منتشر کر کے اختلاف کی بنیاد ڈال دی۔ حضرت علیؓ نے ممکن حد تک ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ لوگ باز نہیں آئے بلکہ یہ خوارج معرکہ آرائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ”نہروان“ کے قریب ان لوگوں سے جنگ ہوئی اور سوائے چند کے سب لوگ قتل کر دیئے گئے۔

حضرت علیؓ کے بارے میں عمر فاروقؓ کا مشورہ سیدنا امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق بن الخطابؓ نے زخمی ہو جانے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر تم لوگ ان مخلوق الراس (سرگھٹے) کو اپنا خلیفہ اور والی بناؤ گے تو یہ تمہاری صحیح راہنمائی کرس گے۔ آپ نے اس سے مراد سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ کو لیا تھا۔ چنانچہ

ہوا بھی وہی کہ آپ نے خدا کی قسم لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔

سیدنا علیؑ کے اخلاق و کردار | آپ رعایا پر مہربان، تواضع کے پیکر، متقی پرہیزگار، دین کے معاملے میں چست تھے۔ ایک مٹھی جو کا آٹاپانی میں ڈال کر پی لیتے تھے۔ خوارج نے خروج کی راہ اپنائی ان میں سے تو بعض نے یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ آپ معبود برحق ہیں تو آپ نے انہیں آگ میں ڈال دیا تھا۔ کسی نے عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خود جنگ صفین میں تشریف لے جاتے تھے؟ تو جواب دیا کہ میں نے علیؑ جیسا جنگ جو نہیں دیکھا میں نے انہیں ننگے سر ہاتھ میں تلوار پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

الدرة الغواص نامی کتاب میں ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ مقاتل کے سامنے آتے تو اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے۔ اوپر سے وار کرتے تو نیچے تک تلوار اتر آتی۔ اگر سامنے کی جانب سے حملہ کرتے تو کمر سے دوسری جانب تلوار نکل آتی۔ ان کی شہادت کا واقعہ تو گزر چکا ہے کہ عبدالرحمن بن ملجم نے قتل کیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۲ رمضان المبارک ۴۰ھ میں پیش آیا تھا۔ عبدالرحمن بن ملجم نے ان پر یکایک حملہ کر کے خنجر دماغ پر مارا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ پھر آپ کا دودن کے بعد انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد قاتل کو پکڑ کر اس کو خوب خوب مارا اور سزا دی۔

آپ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل تھے۔ مناقب آپ کے بہت ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے آپ کے سارے مناقب کو یکجا کر دیا ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ جس وقت ابن ملجم نے آپ کو کاری ضرب لگائی تھی تو آپ نے سیدنا حسن و حسینؑ کو بلا کر طویل نصیحت کی جس کے آخر میں یہ بھی کہا کہ اے بنو مطلب تم مسلمانوں کے خون میں لت پت مت ہوتا۔ تم یہ کہتے ہو کہ امیر المومنین علیؑ قتل کر دیئے گئے۔ مجھے میرے قاتل کے علاوہ کسی اور نے قتل نہیں کیا اسے تم آہستہ آہستہ سزا دیتے رہو لیکن مثلاً بالکل نہ بنانا اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم مثلاً بنانے سے اپنے آپ کو بچانا۔

جس وقت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہو گیا تو حسنؓ نے قاتل عبدالرحمن بن ملجم کو قتل کر دیا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اس کی آنکھوں میں آگ سے سلاخیں گرم کر کے بھونک دیں لیکن یہ سب ہو جانے کے بعد اسے نہ ڈر محسوس ہوا نہ آواز نکالی۔ لیکن جب اس کی زبان کاٹی جانے لگی تو کراہنے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیوں کراہ رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں موت سے گھبراتا نہیں ہوں۔ ہاں میں اس سے ضرور ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے اوپر کوئی وقت ایسا نہ گزرے جس میں اللہ تعالیٰ کو نہ یاد کر سکوں۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کی زبان کاٹ دی۔ پھر وہ مر گیا۔ روایت میں تصریح ہے:-

”جناب رسول اللہ ﷺ نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ! کیا تم جانتے ہو پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون تھا؟ تو آپ نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپؑ نے فرمایا کہ وہ ہے جس نے صالحؓ کی اونٹنی کی کوئی نہیں کاٹی تھیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا بعد کے لوگوں میں سب سے بد بخت کون ہے؟ معلوم ہے؟ علیؑ نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا وہ شخص ہے جو تم کو یہاں پر مارے گا جس کی وجہ سے یہ تر ہو جائے گی (یہ کہہ کر ان کی

ڈاڑھی پکڑ لی۔“

حضرت علیؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہتا تو میں اس کم بخت کو پہلے ہی سمجھ لیتا۔ چنانچہ سیدنا حضرت علیؓ کو ابن ملجم نے قتل کر دیا جیسے کہ گزرا ہے۔

آپ کی عمر اور مدت خلافت آپ کی وفات ۵۷ یا ۵۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ چند علماء کی تحقیق کے مطابق ۶۳ یا ۶۸ سال کی ہوئی۔ ابن جریر الطبری لکھتے ہیں انتقال کے وقت عمر ۶۵ سال تھی اور بعض کا قول ۶۳ سال کا بھی ہے۔ آپ کل ۴ سال ۹ ماہ ایک دن منصب خلافت پر فائز رہے۔ آپ مدینہ منورہ میں خلیفہ ہونے کے بعد ۴ ماہ رہے۔ پھر عراق تشریف لے گئے تھے اور واقعہ شہادت کوفہ میں پیش آیا جس طرح عمر کے بارے میں مختلف آراء ہیں اسی طرح مدت خلافت میں بھی اختلاف ہے۔

خلافت سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ

آپ چھٹے خلیفہ ہیں اس لئے انہیں معزول کر دیا گیا تھا جیسا کہ عنقریب تفصیل آئے گی۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ سیدنا امیر المومنین خلیفہ چہارم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ کنیت ابو محمد لقب ذی ماع کا نام فاطمہ الزہراءؓ ہے۔ آپ کے والد محترم کی وفات کے بعد آپ کی خلافت کی بیعت لی گئی پھر آپ مدائن تشریف لے گئے اور وہیں مستقل مقیم ہو گئے۔ ایک دن کسی مخبر نے بتایا کہ قیس کو قتل کر دیا گیا اس لیے جلدی تشریف لے چلے۔ قیس کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے لشکر مقدمہ الجیش (سپہ سالار) بنایا تھا ان کا پورا نام قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نکلے تو الجراح الاسدی نے ان پر حملہ کر دیا (اللہ اس کی سخت پکڑ کرے) اس نے آپ ہی کے ساتھ ساتھ چل کر اچانک ران میں خنجر بھونک دیا تھا تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے کل میرے ابا جان کو قتل کیا ہے اور آج مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کرنا چاہتے ہو محض اس لیے کہ انصاف پرور سے منحرف ہونا چاہتے ہو اور بے انصاف اور تشدد لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تھوڑے ہی دنوں میں اس کا انجام بگھٹو گے۔

اس کے بعد آپ نے چند شرائط کے ساتھ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو خلافت سپرد کی جانے کی تحریر لکھ دی۔ امیر معاویہؓ نے ان کا جواب دیا۔ چنانچہ انہی شرائط پر خلافت ان کو سپرد کر دی گئی اور حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ سے ۲۵ ربیع الاول کو بیعت کر لی اور یہ محض آپ نے امت محمدیہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو متحد کرنے کی وجہ سے اقدام کیا تھا۔ چنانچہ یہاں پر جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی بطور معجزہ پوری ہوئی کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔

”یہ میرا نواسہ سردار ہے عن قریب اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ صلح کرائیں گے۔“

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:-

”شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائیں گے۔“

سیدنا حضرت حسنؓ کے بارے میں خلافت سپرد کرنے کے سلسلے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے امیر معاویہؓ سے ایک لاکھ درہم لیے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جمادی الاولیٰ مقام اذرح میں ایک ہزار اشرفیوں کے عوض اور بعض قول کے مطابق چار

سودراہم کے عوض میں خلافت کو سپرد کر دیا تھا اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خلافت سپرد کرتے وقت سیدنا حسنؑ نے یہ شرط لگائی تھی کہ انہیں بیت المال سے خرچ لینے کی مکمل سہولت دے دی جائے تاکہ حسب ضرورت ہمیشہ لیتے رہا کریں۔ نیز امیر معاویہؓ کے بعد انہیں ہی خلیفہ تسلیم کیا جائے گا۔ گویا دلی عہد بنالئے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اس تجویز کو پسند کر کے سراہا اور اسے منظور کر لیا۔ اس کے بعد سیدنا حسنؑ خود معزول ہو گئے۔ عمان حکومت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی اور ان سے مکمل صلح کر لی۔ پھر دونوں ایک ساتھ کوفہ میں داخل ہوئے تو امت مسلمہ کی زمام حکومت ایک خلیفہ کے ہاتھ سے چلے جانے کی وجہ سے اس سال کا نام ہی عام الجماعت رکھ دیا گیا۔

شعبی کہتے ہیں کہ جس دن سیدنا حسنؑ خود بخود معزول ہو رہے تھے اور امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی میں اس تقریب میں موجود تھا جس میں آپؐ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ سب سے عقل مند صاف گو آدمی ہے اور سب سے احمق فاجر آدمی ہے جس کے لیے میں اور امیر معاویہؓ لڑ جھگڑ رہے تھے۔ اگر وہ واقعہ اس کے مستحق تھے تو وہی مجھ سے زیادہ مناسب ہیں اور اگر میں اس کا حق دار تھا تو اب میں اپنا حق ان کے سپرد کرتا ہوں اور اس قسم کا اقدام محض امت میں صلاح پیدا کرنے اور قوم کو خون ریزی سے بچانے کے لیے کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے اس کا بھی علم ہے کہ شاید یہ بات تمہارے لیے فتنہ کا باعث بن جائے لیکن کب تک محض چند دن تک اشتعال پھر اس کے بعد معاملہ دب جائے گا۔

پھر اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہیں اقامت اختیار کر لی تو بعض لوگوں نے آپ کو ہدف ملامت بھی بنایا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے تین چیزوں میں تین چیزیں پسند کی ہیں:-
(۱) انتشار کے مقابلے میں اتحاد اور جماعت بندی (۲) خونریزی کے مقابلہ میں امت مسلمہ کے خون کی حفاظت۔ (۳) آگ کے مقابلے میں عار کو۔

ابو بکرؓ کہتے ہیں:-

”جناب رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ ممبر پر تشریف فرما ہیں اور اپنے پہلو میں حسنؑ کو بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ کبھی لوگوں کو دیکھتے اور کبھی انہیں دیکھ کر فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ یہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح و آشتی کرائے گا۔“ (حدیث صحیح)

حسنؑ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں ان سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ ان کے گھر بیدل نہ گیا ہوں۔ پھر اس کے بعد آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ میں مرتبہ پیدل تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ شرفاء بھی شریک تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنے مال سے دو مرتبہ صدقہ نکالا اور فی سبیل اللہ تین مرتبہ مال تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ ایک جو تا خدا کی راہ میں دے دیتے اور دوسرا روک لیتے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت حسنؑ بیمار ہوئے تو مروان بن الحکم نے امیر معاویہؓ کو اطلاع دی کہ حسنؑ بیمار ہو گئے ہیں تو امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ ان کے انتقال کی خبر مجھے فوراً بھیج دی جائے، تو جس وقت حضرت حسنؑ کی وفات کی خبر امیر معاویہؓ کو معلوم ہوئی تو باواز بلند تکبیر کہی جو کہ مقام الخضراء تک سنائی دیتی تھی۔ اس تکبیر کو سن کر اہل شام نے بھی تکبیر بلند کی۔ یہ ماجرا دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھ میں ٹھنڈک بخشے آپ نے یہ تکبیر کیسی بلند کی ہے؟ تو آپ

نے فرمایا کہ حسنؓ کا انتقال ہو گیا ہے۔ فاختہ نے کہا کہ کیا آپ نے حسنؓ بن فاطمہؓ کی وفات کی خبر سن کر تکبیر کہی ہے تو امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کے مرنے سے خوش ہو کر تکبیر نہیں کہی بلکہ اس لیے کہی ہے کہ میرا قلب مطمئن ہو گیا۔ اسی دوران عبد اللہ بن عباسؓ تشریف لائے تو امیر معاویہؓ نے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے اہل بیت میں حادثہ آگیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اس وقت خوش نظر آرہے ہیں اور اس سے قبل میں نے آپ کی تکبیریں بھی سنی ہیں۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حسنؓ کی وفات ہو گئی ہے۔ یہ سن کر ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ابو محمدؐ پر رحم فرمائے۔ یہ جملہ دعائیں تین مرتبہ کہا۔

پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اے معاویہؓ! حسنؓ کا گڑھا آپ کے گڑھے کو نہیں بھر سکتا اور نہ ان کی عمر تہماری عمر میں اضافہ کر سکتی ہے اور اگر ہمیں اس وقت سیدنا حسنؓ کی وفات سے تکلیف پہنچی ہے تو کوئی بات نہیں اس سے قبل بھی امام المتقین خاتم النبیین ﷺ کی وفات سے تکلیف پہنچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حادثہ کی تلافی فرما کر سکون نصیب کرے۔ اب ان کے بعد تو اللہ تعالیٰ ہی ہمارے خلیفہ ہیں۔

حضرت حسنؓ کو زہر دیا گیا تھا | زہر کے اثرات سے آپ کی وفات ہوئی تھی۔ زہر دینے والی ایک عورت تھی جس کا نام مقدمہ بنت الاشعث ہے۔ زہر آپ کو اتنا اثر کر گیا تھا کہ آپ کے نیچے سے دن میں ایک ایک طشت خون اٹھایا جاتا تھا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن جتنا زیادہ اس مرتبہ اثر کیا ہے کبھی نہیں کیا۔ سیدنا حسنؓ نے اپنے بھائی حسینؓ کو یہ وصیت کی تھی کہ مجھے میرے بٹنا کے پاس اجازت لے کر دفن کر دینا ورنہ بقیع الغرقہ میں دفن کر دینا جس وقت آپ کے انتقال کا حادثہ پیش آیا تو سیدنا حسینؓ آپ کے بھائی اور تمام غلام مسلح ہو کر اس کوشش میں لگ گئے کہ آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی دفن کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر مروان بن الحکم جو ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے موالی بنی امیہ میں آگئے تھے تو سیدنا حسینؓ کو اس ارادہ سے روک دیا گیا۔

تاریخ وفات | حضرت حسنؓ کی وفات ربیع الاول ۴۹ھ میں ہوئی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ۵۰ھ میں ہوئی۔

نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ پھر اپنی والدہ فاطمہ الزہراءؓ کے جوار میں دفن کر دیئے گئے اور کچھ حضرات کے قول کے مطابق بقیع الغرقہ میں قبہ العباس میں دفن کر دیا گیا۔ اسی میں علی بن زین العابدین اور ان کے بیٹے محمد الباقر اور پوتے جعفر بن محمد الصادق بھی مدفون ہیں۔ گویا چار اشخاص ایک ہی قبر میں آرام کر رہے ہیں۔

مدت خلافت | آپ چھ ماہ پانچ دن یا بعض قول کے مطابق مکمل چھ ماہ میں ایک دن کم تھا، مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ گویا یہ مدت خلافت راشدہ کا مکملہ تھی جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوة لوکیت و بادشاہت سے تبدیل ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ظلم و زیادتی اور زمین میں فساد برپا ہو جائے گا اور ہوا بھی وہی جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ سیدنا حسنؓ کی عمر ۴۳ سال کی ہوئی۔

خلافت امیر المومنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

اہل علم لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسنؑ خود بخود معزول ہو گئے تو خلافت امیر معاویہؓ کے حصہ میں آگئی۔ سارا ملک ان کا ہو گیا ان سے بیعت یوم تحکیم میں ہوئی۔ اہل شام نے تو ان سے بیعت کر لی تھی لیکن اہل عراق نے اختلاف کیا تھا۔ اس کے بعد سیدنا حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے مصالحت کر لی جس کے بعد امیر معاویہؓ کی خلافت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو گیا۔ امیر معاویہؓ کی ولادت مقام خیف منیٰ میں ہوئی۔ یہ اپنے والد محترم ابو سفیان سے پہلے ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ کی صحبت مبارکہ سے فیض یاب ہوئے۔ کاتب وحی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اور یہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے لشکری بن کر رہتے تھے۔ پھر یزید بن ابی سفیان سیدنا امیر المومنین خلیفہ دوم عمر فاروق بن الخطابؓ کے دور خلافت میں دمشق کے علاقہ میں گورنر تھے۔ پھر جب یہ قریب المرگ ہوئے تو اپنے بھائی معاویہؓ کو خلیفہ و نائب بنا دیا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے ۲۰ھ میں اسی عہدے پر برقرار رکھ کر مستقل کر دیا۔ پھر معاویہؓ بیس سال تک شام ہی کے گورنر رہے۔ یہ مدت خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں گزری۔ پھر آپ سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے دور خلافت میں غالب آ گئے۔ یہاں تک کہ سیدنا حسنؓ بن علیؓ نے خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ بعد میں ان کی خلافت پر سب لوگوں کا اجتماع ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے نواب اور عمال کو ملکوں میں روانہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالات ۴۱ھ میں رونما ہوئے اسی لیے اس سال کا نام عام الجماعت (اتحاد کا سال) رکھ دیا گیا۔ اس لیے کہ تمام امت محمدیہ انتشار اور اختلاف کا شکار ہونے کے بعد ایک امیر کی زیر قیادت متحد ہو گئی۔

ایک عورت نے دور نبوت میں جناب رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرتے ہوئے امیر معاویہ سے ازدواجی تعلقات کی خواہش مند تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ تو فقیر (معلوک) ہیں ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ اس کے بعد گیارہ سال گزرنے کے بعد معاویہؓ دمشق کے نائب گورنر ہو گئے۔ پھر چالیس سال بعد دنیا بھر کے بادشاہ بن گئے۔

ان کے چہرے سے ملاحت، رعب، جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ اچھے قسم کا لباس زیب تن فرماتے۔ نشان لگے ہوئے ممتاز حلیہ اور نسب | ان کے چہرے میں سوار ہوتے، جو دو سٹاکے خوگر، رعایا کے حق میں منسار اور عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ امیر معاویہؓ کا نسب جناب رسول اللہ ﷺ سے عبد مناف بن قصی میں مل جاتا ہے۔ نیز انہیں امیہ بن عبد شمس کی طرف منسوب کر کے اموی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی خلافت سے مرثیہ بن نوفل الاشجعی الحویری نے خروج کیا اور کوفہ چلا آیا۔ یہ آپ کی خلافت کا سب سے پہلا خارجی فتنہ تھا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے اہل کوفہ کو یہ تحریر لکھ کر بھیج دی کہ یاد رکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ اس خارجی سے مقابلہ کرو۔ چنانچہ اہل کوفہ نے ان سے جنگ کی اور وہ مارا گیا۔

امیر معاویہؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے حویلی اور محلوں کی بنیاد ڈالی۔ حفاظت اور سپہرہ کا انتظام کیا۔ پردہ اور حجاب کی پابندی عائد کی اور یہ پہلے امیر المومنین ہیں جنہوں نے اپنے ارد گرد مسلح ہاڈی گاڑ رکھے تھے۔ اسی طرح انہوں نے کھانے پینے، پہننے وغیرہ میں آرام و راحت کے سامان برتنے کی بنیاد ڈالی۔

آپ نہایت بردبار آدمی تھے۔ آپ کی بردباری کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ جب آپ کا مرنے کا وقت قریب آ گیا تو تمام

گھر کے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ میرے گھر کے آدمی نہیں ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم سب آپ ہی کے گھر کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میری وجہ سے رنجیدہ خاطر ہو میں نے تمہارے لیے ہی محنت و مشقت جمیلی ہے اور تمہارے لیے ہی کمایا ہے۔ گھر والوں نے کہا جی ہاں بالکل صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری روح میرے قدموں سے نکل رہی ہے اگر تم اسے واپس کر سکو تو واپس کر دو۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔ اتنے میں آپ بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا۔ میرے بعد کسے دنیا دھوکہ میں ڈالے گی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب آپ زیادہ کمزوری محسوس کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ بس یہ تو موت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری آنکھوں میں اٹھ سرمہ لگا دو اور سر میں تیل کی مالش کر دو۔ لوگوں نے یہی کیا اور چہرے پر بھی تیل لگا دیا۔ اس کے بعد ان کے لیے ایک نشستہ بچھایا جس میں انہیں نیک لگا کر بٹھادیا۔ پھر لوگ اجازت لے کر حاضر ہونے لگے۔ اور سلام لے کر بیٹھنے لگے۔ جس وقت لوگ واپس جاتے تو آپ یہ شعر پڑھتے۔

وتجلدی للشامتین اربہم انی لرب الدھر لا اتضعع

ترجمہ:- میں خوشی منانے والوں کو دیکھ رہا ہوں تم ان کی وجہ سے صبر کرو ورنہ میں زمانہ کی گردش کے ساتھ جھکتا نہیں ہوں۔

واذالمنیة انشبت اظفارها الفیت کل تیمتہ لا تنفع

ترجمہ:- اور جب موت اپنے ناخن چبھو دیتی ہے تو میں نے ہر تعویذ کو بے سود پایا۔

پھر آپ نے وصیت کی کہ میرے ناک و منہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ناخن رکھ دیئے جائیں اور آپ ہی کے کپڑوں میں کفن دے دیا جائے۔

وفات و مدت خلافت
آپ کی وفات نصف رجب کے قریب ۶۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور بعض علماء نے ابتدائے رجب کا تذکرہ کیا ہے۔ چونکہ ان کے صاحبزادے یزید موجود نہیں تھے اس وقت بیت المقدس میں تھے تو نماز جنازہ الضحاک الفہری نے پڑھائی۔ آپ کی عمر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے ۸۰ سال کی عمر ہوئی ہے۔ کچھ نے ۷۵ سال اور بعض لوگوں نے ۸۵ سال، دیگر حضرات نے ۸۸ سال اور دوسرے اہل علم نے ۹۰ سال بتائی ہے۔ خلافت مستحکم ہونے کے بعد ۱۹ سال ۵۳ دن مسند خلافت کو زینت بخشی۔ یہ ۳۰ سال تک امیر اور خلیفہ کے عہدے پر فائز رہے جس میں سے چار سال سیدنا امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر رہے۔ واللہ اعلم۔

خلافت یزید بن معاویہؓ

امیر معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید تخت نشین ہوئے جس دن امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ اسی دن ان سے بیعت لی گئی اس لیے کہ ان کے والد محترم نے زندگی ہی میں ولی عہد بنا دیا تھا۔ یہ والد کے انتقال کے وقت موجود نہیں تھے، حصص میں تھے۔ وفات کی خبر سن کر آئے اور سیدھے والد محترم کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد دمشق میں دار السلطنت انخضاء میں آئے تو ارکان حکومت اور تمام لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے سارے ملک میں بیعت کے خطوط روانہ کیے تو عوام نے بھی بیعت کر لی لیکن ان سے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن الزبیرؓ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ چنانچہ یہ دونوں یزید کے عامل الولید بن عقبہ

بن ابی سفیان سے روپوش رہتے۔ آخر تک یہ دونوں بیعت نہ کرنے پر مصر رہے۔ پھر آخر ایک دن وہ بھی آیا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید کر دیئے گئے۔

سیدنا حسینؑ کا قاتل کون تھا | سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا اشمر بن ذی الجوشن ہے۔ بعض نے قاتل کا نام سن بن انس النخعی بتایا ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اشمر بن ذی الجوشن نے آپ کے

سر میں نیزہ مارا تھا۔ سن بن انس نے پکڑ کر نیزہ سے مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ اس کے بعد خولی بن یزید الاسدی نے آگے بڑھ کر سر جدا کرنا چاہا تو اس کے ہاتھ کاٹنے لگے۔ اسی دوران اس کا بھائی ثبل بن یزید نے آکر گردن الگ کر دی اور اپنے بھائی خولی بن یزید کو دے دیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار عبید اللہ بن زیاد بن ابیہ تھا اور اسے یزید نے سپہ سالار بنایا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے علی بن حسین اور ان عورتوں کو جو سیدنا حسینؑ کے ساتھ تھیں ان کو اپنے لیے ہموار کر لیا تھا حالانکہ ان لوگوں کو جو عبید اللہ بن زیاد نے اعتماد دلایا تھا اس پر عمل نہیں کر سکا۔ اس کے بعد پھر جو اس نے وعدہ کے خلاف ظلم ڈھائے ہیں مثلاً عورتوں کو قید کیا۔ چھوٹے بچوں کو اس قدر قتل کیا کہ جس کے تذکرے سے بدن کے روگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل گھبرا جاتا ہے۔ یزید بن معاویہ ان دنوں اشمر بن ذی الجوشن کے ساتھ اپنے ہم نشینوں میں دمشق میں تھا۔ یہ سب کے سب لوگ چل پڑے۔ راستے میں ایک عبادت گاہ میں پہنچے قیلولہ کرنے لگے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ بعض دیواروں پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اترجو امة قتلت حسينا شفاعه جده يوم الحساب
ترجمہ: کیا تم ایسی امت کے بارے میں جس نے حسینؑ کو قتل کیا ہے قیامت کے دن ان کے نانا جان کی شفاعت سے امید رکھتے ہو۔

لشکر والوں نے راہب سے سوال کیا کہ شعر کس نے لکھا ہے؟ اور کب لکھا ہوا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ شعر تو تمہارے نبی ﷺ کی بعثت سے پانچ سو سال قبل سے لکھا ہوا ہے۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ یوں نہیں ہے بلکہ ایک دیوار پھٹی اسی میں سے ایک خون آلود ہتھیلی نکلی جس میں خون ہی سے یہ شعر لکھا ہوا تھا۔ پھر وہ لشکر چل کر دمشق آگیا، یزید بن معاویہ سے ملاقات کی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے پھینک دیا گیا تو اشمر بن ذی الجوشن نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ شخص ۱۸ اہل بیت اور ۶۰ شیعہ کو لے کر برسرِ پیکار ہو گیا تھا اس لیے ہم بھی حملہ آور ہو گئے۔ جنگ کرنے سے قبل میں نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ یا تو تم عبید اللہ بن زیاد کے پاس چلو یا پھر ہم سے جنگ کرو۔ لیکن یہ لوگ جنگ کو ترجیح دے کر برسرِ پیکار ہو گئے۔

تفصیل یہ ہے کہ ہم لوگوں نے طلوع آفتاب کے وقت ان کو گھیرے میں لے لیا۔ جب تلواریں نکرانے لگیں تو ان لوگوں نے پناہ مانگنا شروع کر دی جس طرح کہ کبوتر شکرے سے پناہ مانگتا ہے۔ بس ہمیں اونٹ کے ذبح کرنے کی مقدار یا قیلولہ کے برابر وقت لگا ہو گا کہ ہم نے ان کا سب کچھ کر لیا۔ بس یہ آپ کے سامنے ان کی نعشیں کپڑے میں لپیٹی ہوئی ہیں۔ رخسار رنگے ہوئے ہیں ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور گدھ چیل آنے والے ہیں۔

یزید بن معاویہ کی آنکھیں ڈبڈبائیں کہنے لگے کہ میں تو تم سے بغیر ان کے قتل کیے ہوئے راضی تھا۔ اللہ تعالیٰ ابنِ مرجمہ پر

لعنت کرے۔ خدا کی قسم! اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو انہیں معاف کر دیتا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد اللہ پر رحم کا معاملہ فرمائے۔ پھر یہ شعر پڑھا

یفلقن ہاما من رجال اعزة
علینا و ہم کانوا اعق و اظلما

ترجمہ:- جو لوگ ہم پر غالب ہیں وہ ان کی کھوپڑی کو پھاڑ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ ظلم و زیادتی کرنے والے ہوتے ہیں۔“
پھر یزید نے بال بچوں کے بارے میں کہا کہ انہیں میری عورتوں کے گھر بھیج دیئے جائیں۔ یزید کا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے میں یہ طرز عمل تھا کہ جس وقت وہ ناشتہ کرتا تھا تو علی بن حسین اور ان کے بھائی عمر بن الحسین کو ضرور ناشتہ میں شریک کر کے دلجوئی کا ثبوت دیتے تھے۔ بعد میں بال بچوں کو علی بن الحسین کے ساتھ تیس گھوڑ سواروں کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تھے اس دن تک جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کو پچاس سال مکمل گزر چکے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں پہنچے ہیں تو لوگوں سے پوچھا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے تو بتایا گیا کہ یہ کربلا ہے تو آپ نے فرمایا کہ واقعی یہ زمین کرب و بلا کی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جس وقت میرے والد محترم جنگ صفین کے لیے اس سر زمین سے گزر رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اچانک آپ یہاں کھڑے ہو گئے اور اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا تو اباجان نے فرمایا تھا کہ یہاں قافلے اتریں گے اور خون ریزی ہوگی۔ پھر اباجان سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو فرمایا کہ آل محمد کے لوگ یہاں اتریں گے پھر انہیں ساز و سامان کے ساتھ اس میدان میں اترنے کا حکم دیا جائے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۰ھ میں ہوئی ہے (الاخبار الطوال) مزید تفصیل باب الکاف الکلب کے عنوان میں آئے گی۔

حافظ ابن عبد البر نے بہتہ المجالس و انس المجالس میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا امام الجعفر الصادق سے کسی نے سوال کیا کہ خواب کی تعبیر کتنے دنوں تک موخر ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ پچاس سال تک موخر ہو سکتی ہے اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے نواسے حسینؑ سیاہ سفید رنگ کا کتا خون میں لت پت کر دے گا تو آپ نے اس کی یہ تعبیر بتائی تھی کہ میری بیٹی فاطمہ کے پیارے بیٹے حسینؑ کو قتل کر دے گا۔ سیدنا امام حسینؑ کو قتل کرنے والا الشمر بن ذی الجوشن کتا ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ اسے برص کی بیماری تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کی تعبیر دیکھنے کے پچاس سال کے بعد تک واقع ہو سکتی ہے۔ پھر اسی سال مکہ میں عبد اللہ بن الزبیر نے خلافت کا علم بلند کیا اور لوگوں نے یزید پر شراب نوشی، کتوں سے کھیل کود دین میں کو تہی وغیرہ کا الزام تراشا۔ لوگوں کو اس معقول عذر کی بنا پر عبد اللہ بن الزبیر کی حمایت کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ چنانچہ ان سے اہل حجاز اہل تہامہ کے لوگوں نے بیعت کر لی۔

جب اس بات کی اطلاع یزید کو ہوئی تو اس نے الحسین بن نمر الکوئی روح بن زہاح بن الجذامی کو حملہ کے لیے تیار کیا۔ انہیں کے ساتھ ایک لشکر بھی تعاون کے لیے بھیج دیا۔ ان سب کا امیر الامراء مسلم بن عقبہ المری کو بنایا۔ یزید نے جب اس لشکر کو روانہ کیا تو یہ چند نصیحتیں کرنا گیا کہ دیکھو مسلم بن عقبہ اہل شام اپنے دشمنوں کے ساتھ جو معاملہ کرنا چاہتے ہیں قبل اس کہ کہ وہ کوئی عملی اقدام کریں تم سب سے پہلے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لینا۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں اس وقت ان سے جنگ کرنا ورنہ اس سے قبل جنگ کا اقدام مت کرنا۔ اس کے باوجود اگر تم فتح یاب ہو جاؤ تو ان لوگوں کو قین دن کی مہلت دے دینا۔ یہ تمام ہدایات سننے کے بعد

مسلم بن عقبہ روانہ ہو کر مقام حرہ میں پہنچے۔ اتنے میں اہل مدینہ بھی تیار ہو کر آگئے۔ انہوں نے بھی لشکر کشی کی۔ اس لشکر کے سپہ سالار عبد اللہ بن حنظلہ (حنظلہ غیل ملائکہ ہیں) تھے۔ مسلم بن عقبہ نے ان کو تین بار اپنی اطاعت کے لیے بلایا لیکن کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی اہل شام فتح یاب ہوئے۔ عبد اللہ بن حنظلہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ ان کے ساتھ سات سو مہاجرین و انصار بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ اندرون مدینہ منورہ آیا۔ اس نے تین دن کھلے عام قتل کرنے کی اجازت دی۔ حدیث شریف میں وارد ہے:-

حدیث شریف میں وارد ہے۔

”حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے حرم (مدینہ) کو لڑائی و خون ریزی کے لیے حلال سمجھا تو اس پر میرا غصہ و عتاب نازل ہو گا۔“

پھر مسلم بن عقبہ نے مکہ میں بیت اللہ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اسی دوران یزید کو تمام حالات لکھ کر بھیج دیئے۔ جس وقت مسلم بن عقبہ ہر شئی مقام میں پہنچا تو وہ بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ چنانچہ حصین بن النعمیر السکونی کو لشکر کی قیادت سپرد کر دی گئی۔ فوراً حصین لشکر لے کر چلا اور مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ یہاں پر عبد اللہ بن الزبیر کعبۃ اللہ کو اپنا قلعہ بنائے ہوئے تھے۔ اپنے تمام لشکریوں کے ساتھ کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے تو الحصین نے جبل ابو قیس پر منبجق (گوچھن) نصب کر کے بیت اللہ کو چھلنی کر دیا۔ اسی دوران اچانک یہ اطلاع ملی کہ یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ انہی ایام میں الحصین نے عبد اللہ بن الزبیر سے مصالحت کی کوشش کی۔ چنانچہ عبد اللہ بن الزبیر نے اسے منظور کر لیا اور بیت اللہ کے دروازے کھول دیئے۔ دونوں فریق کے لشکروں نے آپس میں مل کر طواف کیا۔

ایک دن الحصین رات میں بعد نماز عشاء خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ دیکھا سامنے سے عبد اللہ بن الزبیر تشریف لارہے ہیں تو الحصین نے ہاتھ پکڑ کر چپ کے سے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ ملک شام خروج کر کے چل سکتے ہیں اگر آپ چلنے کے لیے تیار ہوں تو میں آپ کی بیعت کے لیے لوگوں کو تیار کر سکتا ہوں اس لیے کہ وہ لوگ آج تک متردد ہیں۔ میرے نزدیک بھی آپ ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔

بس میں نے آپ کو جو زبان دی ہے اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر عبد اللہ بن الزبیر نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور بلند آواز سے بولے ایسا میں بالکل نہیں کر سکتا چاہے مجھے ہر حجازی کے مقابلہ میں دس شامیوں سے جنگ کرنے پڑے۔ الحصین نے کہا آپ کے بارے میں جو یہ تصور رکھتا ہے کہ آپ عرب کے داعی ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے۔ آپ کا حال تو یہ ہے کہ میں آپ سے خاموشی سے گفتگو کر رہا ہوں اور آپ چیخ رہے ہیں۔ میں آپ کو خلافت کے لیے ابھار رہا ہوں اور آپ مجھے جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد الحصین اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام واپس چلا گیا۔

یزید بن معاویہ کی وفات | یزید کی وفات ماہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوئی۔ ۹۹ سال کی عمر ہوئی۔ مقبرہ باب الصغیرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ تین سال نوماہ مسند خلافت پر فائز رہے۔ لیکن مدت خلافت کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

اور الکلیا الہراسی کا اختلاف ہے۔

(بقیہ تفصیل ان شاء اللہ باب الفاء فمد کے عنوان میں آئے گا)

خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیانؓ

پھر یزید بن معاویہ کے بعد ان کے بیٹے معاویہ تخت نشین ہوئے۔ یہ اپنے والد سے زیادہ بہتر تھے۔ دینداری و دانشمندی دونوں صفوں سے متصف تھے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے اباجان کا انتقال ہو گیا۔ معاویہ بن یزید چالیس یوم تک مسند خلافت پر رہا۔ بعض مؤرخین نے لکھا کہ تقریباً پانچ ماہ تک تخت نشین رہے۔ اس کے بعد خود ہی دست بردار ہو گئے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ جس وقت معاویہ بن یزید دست بردار ہونے لگے تو منبر پر تشریف لا کر دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر عمدہ انداز میں حمد و ثناء درود شریف پڑھنے کے بعد فرمایا:

”اے لوگو! مجھے حکومت و خلافت کی خواہش نہیں ہے اس لیے کہ یہ اہم ذمہ داری ہے اور تم لوگ مجھ سے راضی بھی نہیں ہو۔ ہم نے بھی اور تم نے بھی ایک دوسرے کو متعدد بار آزمایا لیکن جو تقدیر میں تھا وہ ہو کر رہا۔ ہمارے دادا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس خلافت کے بارے میں آگے بڑھے جھگڑا کیا کہ آخر خلافت کا مستحق کون ہے اور جھگڑا کس سے کیا کہ جو آفتاب نبوت ﷺ کا قریبی رشتہ دار، مرتبہ اور اسلام میں سبقت کی وجہ سے اکابر مہاجرین میں باعزت سب سے دلیر و بہادر صاحب علم و فضل، چچا زاد بھائی، داماد نبی، جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خود ہی ان کو شوہر بننے کے لیے انتخاب کیا۔ اس امت کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ افضل اور جنت کے نوجوانوں کے سردار حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد محترم تھے۔

جیسے کہ تم لوگ خوب واقف ہو میرے دادا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے شخص سے برسرِ پیکار ہوئے اور تم لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا یہاں تک کہ میرے دادا تمام امور کے مالک بن گئے۔ لیکن جب وقت مقررہ آگیا موت نے انہیں اپنا لیا تو وہ اپنے عمل و کردار کے ساتھ مرتن ہو گئے۔ قبر میں اکیلے دفن کر دیئے گئے جو انہوں نے کیا تھا اس کا بدلہ انہیں مل گیا۔ اس کے بعد پھر خلافت میرے اباجان یزید کے پاس آگئی وہ بھی تمہارے معاملات کے منتظم بنا دیئے گئے۔ وہ اپنی بدکرداری اور فضول خرچی کی وجہ سے جو خلافت کے شایان شان نہیں تھی اور خواہشات سے مغلوب ہو گئے۔ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ احکام الہی میں جری ہو گئے۔ جو کوئی اولاد رسول کی عزت کرتا تو وہ ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ آخر کار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ عمر نے وفاتہ کی۔ بہت کم زندہ رہے۔ مرنے کے بعد ان کے اثرات ختم ہو گئے۔ اپنے ساتھ اپنا عمل لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ قبر کے حلیف بن گئے۔ بد اعمالی میں گھر گئے۔ وہ خود ہی اپنے نقصانات میں دب گئے۔ جو انہوں نے کیا تھا اس کا صلہ انہیں مل گیا۔ پھر وہ اس وقت نادوم ہوئے جب کہ ندامت و توبہ کا وقت جا چکا تھا تو ہم بھی ان کے ہم رنج و عالم سے شریک کار ہو گئے۔ ہائے افسوس انہوں نے جو کیا اور کہا اور جو ان کے بارے میں تبصرے کئے جاتے ہیں اب آیا جو انہوں نے کیا تھا ان کو سزا دی گئی یا جزا دی گئی مجھے معلوم نہیں۔ یہ صرف میرا تصور ہے وہم و گمان ہے پھر بعد میں غیرت نے ان کا گلا گھونٹ دیا۔“

اس کے بعد معاویہ بن یزید دیر تک روتے رہے۔ ساتھ میں لوگ بھی رونے لگے۔ پھر دیر کے بعد معاویہ بن یزید نے فرمایا:

”اب اس وقت میں تمہارا تیسرا والی ہوں جس پر ناراض ہونے والے لوگوں کی اکثریت ہے۔ میں تمہارے بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا اور نہ خداوند قدوس مجھے یہ سمجھتا ہے کہ میں تمہارے خلافت کا مستحق تھا یا اگر اب بار امانت کا حقدار تھا۔ تمہاری خلافت کی امانت ایک اہمیت رکھتی ہے اس کی حفاظت کرو اور جسے تم اس کا مستحق سمجھو اس کو یہ امانت سپرد کر دو میں نے تمہاری خلافت کا قلاوہ اپنی

گردن سے اتار دیا ہے۔ اب میں دستبردار ہو رہا ہوں۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

اتنے میں مروان بن الحکم نے کہا جو منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ یہی عمر کی سنت ہے تو معاویہ بن یزید نے فرمایا کیا تم مجھے میرے دین سے ہٹانا چاہتے ہو۔ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم! میں تمہاری خلافت کی حلاوت نہیں چکھ سکا تو اس کی کڑواہٹ کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ تم میرے پاس عمر فاروقؓ جیسے لوگ لاؤ جس وقت کہ انہوں نے مجلس شوریٰ کی تشکیل دی تھی اور انہوں نے ایسی تجویز رکھ دی تھی کہ کوئی ظالم بھی ادنیٰ سا شبہ نہیں کر سکتا تھا اور نہ ان کی عدالت کو مشکوک گردان سکتا تھا۔ خدا کی قسم! خلافت اگر غنیمت کی چیز تھی تو اس کا مزہ میرے ابا جان نے تاوان یا گناہ کی شکل میں چکھ لیا اور اگر خلافت بری چیز ہے تو اس کے مضرات جو میرے ابا جان کو پہنچ چکے ہیں بس وہی کافی ہے۔

اتنا کہہ کر معاویہ بن یزید منبر سے نیچے اتر آئے۔ تمام رشتہ داروں نے انہیں گھیر لیا۔ معاویہ بن یزید رورہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ان کی ماں نے کہا۔ کاش کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوتی اور تمہارے حالات ہی سے بے خبر ہوتی۔ یہ سن کر معاویہ بن یزید نے کہا مجھے یہ منظور تھا کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔ مزید فرمایا خدا کی قسم! اگر میرے پروردگار نے میرے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ نہ فرمایا تو تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ یہ معاملہ دیکھ کر بنو امیہ نے اہل بیت علیہ السلام کے مقصود سے کہا تم یہ سب کچھ دیکھ رہے، جان رہے تھے تم نے ہی اسے تلقین کی ہے تم ہی نے انہیں ایسی باتوں پر ابھارا ہے اور خلافت سے دستبردار ہونے کا مشورہ دیا ہے اور تم ہی نے حضرت علیؓ کی محبت اور ان کی اولاد کی الفت کا جذبہ پیدا کیا ہے اور جو ہم نے ان پر زیادتیاں کی ہیں تم نے ان پر ابھارا ہے اور ایک نئی چیز کا مشورہ دیا یہاں تک کہ معاویہ بن یزید خوب بولے اور طویل گفتگو کی۔

اہل بیت نے کہا خدا کی قسم! میں نے ایسا نہیں کیا وہ تو خود حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سے محبت سے سرشار تھے لیکن بنو امیہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا پکڑ کر اسے زندہ دفن کر دیا۔ یہاں تک کہ موت کا شکار ہو گیا۔

خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد معاویہ بن یزید کا انتقال چالیس یا سترات گزرنے کے بعد ہوا۔ ان کی عمر ۲۳ سال اور بعض قول کے مطابق ۲۱ سال اور بعض کے نزدیک ۱۸ سال ہوئی۔

خلافت مروان بن الحکم

پھر معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن الحکم کو تخت نشین بنایا گیا۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ ان سے بیعت مقام جابیہ میں لی گئی۔ فوراً یہ ملک شام تشریف لائے تو ان کے خاندان کے لوگوں نے ان سے وفاداری کا عہد کیا اور ان کو اطاعت و فرماں برداری کا یقین دلایا۔ ان کے دور میں کچھ لڑائیاں اور میدان کارزار گرم ہوئے۔ مصروالوں نے پھر ان سے بیعت کر لی۔

مروان بن الحکم کی وفات ۶۵ھ میں ہوئی۔ چونکہ ان کے اپنی اہلیہ سے تعلقات سازگار نہیں تھے۔ اہلیہ کو برا بھلا کہتے تھے تو ان کی اہلیہ نے ان کو مارنے کا عزم کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کو سوتا ہوا پا کر اہلیہ نے ان کو

منہ اور گردن پر ایک بڑا سا تکیہ رکھ کر خود بیٹھ گئی اور باندیوں کو بھی اس پر بٹھالیا۔ آخر کار مروان کا انتقال ہو گیا۔ مروان حضور ﷺ کی خدمت میں بچپن ہی میں پہنچ گئے تھے۔ انہیں مدینہ منورہ کی نیابت کا شرف کئی بار ملا۔ انہوں نے حضرت

طلحہ و زبیرؓ کو جن کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے۔ جن دس خوش نصیب صحابہ کو اللہ تعالیٰ کے رسول نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی قتل کر دیا تھا۔ نیز مروان سیدنا عثمان غنیؓ کے پیش کار تھے۔ اسی وجہ سے وہ سنگین حالات رونما ہوئے جن کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

مدت خلافت | مروان دس ماہ خلافت پر رہے ان کی عمر ۸۳ سال کی ہوئی۔
ایک روایت میں وارد ہے:-

”عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا تو وہ ضرور آپ کے پاس لایا جاتا۔ آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔ ایک دن مروان بن الحکم لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بزدل ہے بزدل کا بیٹا ہے، ملعون ہے، ملعون کا بیٹا ہے۔“

(رواہ الحاکم والمستدرک و قال صحیح الاسناد)

اسی قسم کی حدیث عمرو بن مروہ الجبلی سے بھی مروی ہے۔

ایک مرتبہ الحکم بن العاص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اجازت لے کر آنا چاہا تو آپ نے ان کی آواز کو پہچان لیا تو فرمایا کہ اجازت ہے انہیں اور ان کو بھی جو ان کی صلب سے پیدا ہو گا بتادو کہ ان پر سوائے ان لوگوں کے جو مومن ہو گا اللہ کی لعنت ہو۔ یہ لوگ بہت کم ہوں گے۔ اکثر یہ دنیا کے خطر و حریص ہوں گے اپنی آخرت کو ضائع کریں گے۔ یہ دھوکے باز فریب کار ہوں گے۔ ان کا حصہ انہیں دنیا ہی میں دے دیا جائے گا۔ لیکن آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ (بقیہ تفصیل ان شاء اللہ باب الواو و زغ کے عنوان میں آجائے گا۔)

خلافت عبدالملک بن مروان

اپنے والد مروان بن الحکم کے بعد بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا۔ عبدالملک سے اس دن بیعت لی گئی جس دن اس کے ابا جان مروان کا انتقال ہوا عبدالملک وہ پہلے شخص ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے عبدالملک کے نام سے مشہور ہوئے اور یہی پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے دراہم و دنانیر کو اسلامی طرز پر ڈھالا ورنہ دنانیر پر رومی نقش اور دراہم پر فارس کا نقش ہوتا تھا۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں نے بیہقی کی کتاب الحامین و المساوی میں امام الکسائی کے حوالہ سے یہ پڑھا ہے کہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن ہارون رشید کے دربار میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بادشاہ تشریف فرما ہیں ان کے سامنے مال کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ایک تھیلی میں اس قدر اشرفیاں تھیں کہ تھیلی پھٹی جا رہی تھی۔ اتنے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ اس تھیلی کی اشرفیاں مخصوص خادموں پر لٹا دی جائیں۔ میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے ہاتھ میں ایک درہم ہے جس کے لکھے ہوئے نقوش چمک رہے ہیں۔ بادشاہ ان نقوش کو بار بار دیکھ رہے ہیں اور آپ بار بار یہ کہہ رہے تھے کہ کسائی جانتے ہو سب سے پہلے ان دراہم و دنانیر میں کس نے نقوش ثبت کرائے ہیں۔ کسائی نے کہا جی حضور والا! یہ بادشاہ عبدالملک بن مروان کی ایجاد ہے۔ بادشاہ نے کہا معلوم بھی ہے اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ کسائی نے کہا بس مجھے اتنا معلوم ہے تفصیل کا علم نہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے سنو بتاتا ہوں۔ یہ تحریری نقوش رومیوں کا دین و مذہب مصر والے اکثر نصرانی المذہب تھے اس لیے کہ مصری شاہ روم کے ماتحت تھے اور رومیوں کا دین و مذہب نصرانی تھا اس لیے

شاہ روم اپنے مذہب ہی کے نقوش کندہ کرتا تھا۔ مثلاً ان کا نشان باپ بیٹا اور روح تھا۔ یہ سلسلہ برابر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آغاز اسلام میں بھی رائج رہا۔ آخر کار خلیفہ عبد الملک بن مروان کے عہد میں اس میں ترمیم کر کے اس اسلامی نقوش ثبت کرائے گئے اور عبد الملک تو بہت تیز اور ذہین بادشاہ تھے۔ بس ایک دن ان کی نگاہ سے یہ سکہ گزرا تو آپ نے اسے غور سے دیکھا، سوچا پھر اسے عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ ارکان حکومت لر گزرے اور یہ طریقہ عبد الملک کو ناپسند آیا۔ عبد الملک نے مزید کہا کہ یہ طریقہ ہمارے دین اور اسلام میں ناپسند ہے اور رومی نقوش برتنوں اور کپڑوں میں پائے جاتے ہیں وہ ہمارے مذہب میں ناپسندیدہ ہیں اور اگرچہ وہ مصر سے تیار ہو کر دار السلطنت روم میں جا کر رائج ہو جاتے ہیں۔ یہ نقوش صرف انہی چیزوں میں نہیں تھے بلکہ پردے وغیرہ پر بھی بنائے جاتے تھے۔ یہ کام بڑے اونچے پیمانے پر ہوتا تھا اور اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ ساری دنیا میں چل رہے تھے۔ چنانچہ عبد الملک بن مروان نے اپنے عامل مصر عبد العزیز بن مروان کے پاس لکھ کر ارسال کیا کہ یہ تمام رومی نقوش سکوں، کپڑوں اور پردوں وغیرہ سے مٹا دیئے جائیں اور نقش و نگار کے ماہرین کو ہدایت کر دیں کہ ان رومی نقوش کے بجائے ان سب چیزوں میں اسلامی نقوش کلمہ توحید اشہد اللہ انہ لا الہ الاہو ثبت کرایا جائے اس لیے جو تم یہ سکے دیکھ رہے ہو عبد الملک ہی کے زمانے سے بلا کم و کاست ڈھلتے اور بنتے چلے آ رہے ہیں۔

مزید عبد الملک بن مروان نے تمام عاملین اور حکام کو یہ بھی تاکید کر دی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے تمام رومی نقوش کے سکے ضبط کر لیں۔ اس حکم کے بعد اگر کسی کے پاس پائے گئے تو انہیں سزا دی جائے گی یا قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں گی۔ اس کے بعد عبد الملک نے کپڑوں سکوں اور پردوں میں توحید کا نقش چھاپ کر پورے ملک میں رائج کر دیئے تو اس قسم کے چند نمونے شاہ روم کے علاقوں میں بھی بھیج دیئے گئے۔ چنانچہ اس ایجاد نو کی خبر تمام رومی علاقوں میں پھیل گئی۔ اس لیے روم میں اس نقش کا ترجمہ کرایا گیا اور بادشاہ کی خدمت میں بھیجے گئے تو بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری، اسے غصہ آیا۔

شاہ روم کا عبد الملک کے نام خط

فوراً خلیفہ عبد الملک بن مروان کی خدمت میں خط لکھا کہ یہ سارے تحریری نقوش بتیل بوئے مصر میں روم کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ یہ ہمارا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اب آپ نے اسے باطل قرار دیا۔ اگر یہ طریقہ تمہارے پچھلے خلفاء کی طرف سے رائج کیا گیا ہے تو انہوں نے درست کیا تھا۔ لیکن تم نے یہ کام ٹھیک نہیں کیا۔ اگر تم نے ٹھیک کیا ہے تو پھر ان لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اس لیے تم ان دو باتوں میں سے چاہے جو قبول کر لو اور میں آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیج رہا ہوں جو آپ کی شایان شان ہے لیکن نقش و نگار میں اپنے ایجاد نو کے طریقے کو لغو قرار دے کر ہمارے رومی نقوش و نگار کو برقرار رکھیں اور انہیں ہی جاری کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ آپ کا شکر گزار ہوں گا اور میرے ہدیہ کو قبول فرمائیں۔ اس لیے کہ میں نے بہت قیمتی ہدیہ بھیجا ہے۔

عبد الملک کا جواب

جس وقت یہ خط عبد الملک بن مروان نے پڑھا تو اس کے قاصد کو واپس کر دیا۔ اور اس سے یہ کہہ دیا کہ جاؤ کہہ دینا اس خط کا کوئی جواب نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی کوئی پوزیشن نہیں اور آپ کے ہدیہ کو واپس بھیجا جا رہا ہے۔

جب اپنی ہدیہ واپس لے کر شاہ روم کے پاس پہنچا اور حالات سے آگاہ کیا تو شاہ روم میں نے مزید ہدیہ میں اضافہ کر کے عبد الملک کے پاس بھیجا۔ مزید یہ بھی کہلا بھیجا کہ مجھے امید ہے کہ آپ میرے ہدیہ کی قدر کریں گے اور آپ اسے قبول فرمائیں

گئے۔ لیکن معلوم ہوا کہ آپ نے قبول نہیں فرمایا اور نہ میرے خط کا جواب دیا۔ اس لیے میں نے ہدیہ میں اضافہ کر کے پھر ارسال کیا ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ رومی نقش و نگار تیل بوٹوں ہی کا اجرا فرمادیں۔

چنانچہ پھر عبدالملک بن مروان نے شاہ روم کا خط پڑھ کر رکھ دیا اور اس کا ہدیہ واپس کر دیا۔ پھر شاہ روم نے خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ تم نے میرے خط اور ہدیہ کی توہین کی۔ میرے پاس جواب لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تو اولاً مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید میں نے ہدیہ کم بھیجا تھا تو اس میں میں نے اضافہ کر دیا۔ پھر میں نے اسے تمہارے پاس بھیجا اور اب میں اس ہدیہ میں تیسری مرتبہ اضافہ کر رہا ہوں۔ میں عیسیٰ بن مریم کی قسم کھاتا ہوں کہ تم ضرور نقش و نگار تیل بوٹے کے بارے میں نظر ثانی کرو گے اور پہلے والے طرز پر رہنے دو گے۔ پھر میں اپنے ملک میں دناتیرہ درہم کو ڈھلا رہا ہوں اپنے ہی ملک کے طریقے پر اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے یہاں اسی طریقہ سے ڈھالا جاتا ہے اور اسلام میں یہ طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ڈھالا گیا۔ اگر تم اسے نہیں مانتے تو تمہارے نبی کی تصویر کا نقش بنایا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ جب تم یہ خط پڑھو گے تو پینے سے شراب رو ہو جاؤ گے۔ اس لیے میں جو کتابتوں اس پر عمل کرو اور اپنے یہاں ہمارا ہی نقش رہنے دو۔ اس سے آپس میں تعلقات بڑھیں گے۔

جب یہ خط عبدالملک بن مروان نے پڑھا تو برہم ہو گیا اور معاملہ سنگین ہو گیا۔ اس نے یہ کہا کہ میں عبدالملک اسلام میں سب سے زیادہ منحوس پیدا ہوا ہوں اس لیے کہ اس کافر کی سب و شتم سے گویا میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے خلاف ابھارا ہے اور جس نے ہمارے نبی کو گالی دی ہے وہ تادیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ پورے ملک میں انہیں رومی سکوں سے معاملات طے کئے جاتے تھے تو ان کا عرب ممالک میں یکدم ختم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

محمد بن علی بن حسین کا مشورہ چنانچہ اس نے تمام ارکان سلطنت اسلام کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ لیکن کسی نے کوئی ایسا مشورہ نہیں دیا جس پر عمل کیا جاسکے۔ لیکن روح بن زباع نامی شخص نے کہا میرے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ ایک شخص سے کچھ معاملہ حل ہو سکتا ہے۔ کیا آپ لوگ اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں گے۔ عبدالملک نے کہا بتاؤ وہ کون ہے تو اس نے کہا اہل بیت کا ایک شخص باقر ہے۔ عبدالملک نے کہا تم نے بالکل سچ کہا۔ چنانچہ عبدالملک نے مدینہ منورہ کے عامل کے پاس لکھا کہ میں ایک شخص محمد بن علی بن الحسین کی نشاندہی کرتا ہوں۔ تم انہیں ایک لاکھ درہم تیاری کے لیے دے دو اور تین لاکھ خرچ کے لیے دے دو اور انہیں مع ان کے اصحاب کے یہاں تک آنے کے لیے اصرار کرو۔

چنانچہ محمد بن علی کی آمد تک کے لیے شاہ روم کے قاصد کو قید کر دیا گیا۔ چنانچہ جب محمد بن علی تشریف لائے تو ان کو ان حالات سے مطلع کیا گیا۔ محمد بن علی نے یہ مشورہ دیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اس لیے دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ اول یہ کہ خدائے قہار اس شخص کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کیے اور دھمکی بھی دی۔ دوسرے یہ کہ ایک ترکیب سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ کہ آپ اسی وقت کارگیروں کو بلا کر دراہم و دناتیرہ کا سانچہ تیار کروادیتے جو سکوں میں توحید کا نقش ڈال دیں۔ ایک طرف تو لا الہ الا اللہ دوسری طرف محمد رسول اللہ کا نقش ڈلوادیتے اور سکوں کے درمیانی نقطے میں ڈھالنے کا سال اور اس شہر کا نام جہاں یہ سکے بنایا گیا ہے۔

پھر تین درہموں کا وزن تین طریقوں پر مقرر کر دیتے۔ دس کے دس مثقال کے اور دس سکے چھ مثقال کے اور دس سکے پانچ

مثقال کے۔ اس طور پر یہ سکے ایکس مثقال کے ہو جائیں گے جو تقریباً تیس درہم کے برابر ہوں گے۔ پھر اگر ان کو سات مثقال میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر سات کو شیشہ کے ٹپوں میں پگھلا کر ڈال دیں تاکہ کمی و زیادتی کا امکان ختم ہو جائے۔ اس طرح درہم کا وزن دس مثقال کے برابر ہو جائے گا اور دینار کا وزن سات مثقال کے برابر۔ اس طرح سے اس زمانہ میں درہم میں کسرویہ کا رواج چل پڑے گا۔ جیسے، غلیہ کہتے ہیں اس لیے فاروق اعظم کے عہد خلافت میں نجر کے سر کا ایک نشان بنا ہوا ہوتا تھا جسے سکہ کسرویہ کہتے تھے اور اس کے اوپر بادشاہ کی تصویر اور تخت کی تصویر ہوتی تھی۔ فارسی زبان میں خور بخوش لکھا رہتا تھا۔

اور درہم کا وزن اسلام سے قبل ایک مثقال تھا اور وہ درہم جن کا وزن چھ مثقال، دس مثقال اور پانچ مثقال تھا وہ ہلکے اور وزن دار سکوں کے نام سے مشہور تھے اور ان پر فارسی نقوش بنے ہوئے تھے۔

چنانچہ یہ کام محمد بن علی کے مشورہ کے مطابق عبد الملک نے کر ڈالا۔ نیز عبد الملک نے محمد بن علی سے یہ بھی کہا کہ آپ ہی سکوں کے بارے میں تمام اسلامی ملکوں کو لکھ کر بھیج دیں کہ تمام لوگ ہمارے ڈھالے ہوئے سکوں سے ہی معاملات خرید و فروخت کریں جو شخص بھی اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ اسے اس جرم میں قتل کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہدایت کی گئی کہ جو سکے اس سے قبل چلتے تھے انہیں جمع کر کے دار السلطنت ڈھالنے کے لیے بھیج دیئے جائیں۔

عبد الملک نے یہ اہم کام انجام دیا۔ اس کے بعد شاہ روم کے قاصد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ شاہ روم سے یہ کہہ دینا کہ تم جو اقدام کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ممنوع ہے اور میں نے تو تمام گورنروں کے پاس آؤر بھیج دیا ہے اور یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ ماقبل کے سکوں کو بے حیثیت قرار دیا جا رہا ہے انہیں جمع کر کے دار السلطنت میں نئے سرے سے اسلامی نقش کے مطابق ڈھالنے کے لیے بھیج دیا جائے۔

جب یہ ساری باتیں شاہ روم کو معلوم ہو گئیں تو درباریوں، ہم نشینوں نے شاہ روم سے کہا کہ جو آپ نے اس سے قبل بذریعہ قاصد شاہ عرب کو دھمکی دی تھی اس پر عمل کیجئے تو شاہ روم نے یہ جواب دیا کہ بھائی میں نے تو اپنے اس سخت رویے سے انہیں دھمکایا تھا۔ اور رعب کے ذریعہ کام نکالنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ لوگ میری دھمکی میں نہیں آئے۔ اب میں اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں، ہمارے یہاں تو ہمارے ہی طرز کے مطابق مال و سکے چلیں گے مسلمان ہمارے سکوں کو قبول نہیں کر سکتے۔

حاصل کلام یہ کہ شاہ روم کا کوئی زور نہ چل سکا اور ہوا بھی وہی جو مشورہ محمد بن علی بن حسین نے دیا تھا۔ یہ قصہ بیان کر کے ہارون رشید نے دیکھنے کے لیے بعض خادموں کے پاس ایک درہم پھینکا۔

سیدنا عبد اللہ بن الزبیرؓ | کچھ دن کے بعد عبد اللہ بن الزبیر نے علّم خلافت بلند کر دیا تو ان سے اہل یمن، اہل عراق، اہل الحرمین نے بیعت کر لی۔ فوراً عبد اللہ بن الزبیر نے عراق اور اس کے ارد گرد علاقوں کے لیے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو نائب بنا کر بھیج دیا۔ اس وقت امت کا شیرازہ مزید بکھر گیا۔ اور اس وقت امت دو غلیفاؤں کی قیادت کی نذر ہو گئی۔ ان میں سب سے بڑے یہی عبد اللہ بن الزبیر تھے، لیکن عبد الملک برابر مستعدی سے کام لیتے رہے۔ آخر کار عبد الملک کا پلہ بھاری ہو گیا یہی کامیاب نکلے۔ آپس میں بہت جنگیں ہوئیں۔ بعد میں عبد اللہ بن الزبیر شہید کر دیئے گئے۔

ایک مرتبہ عبد الملک دمشق سے عراق کی طرف بڑھتا ہوا آ رہا تھا تو نائب مصعب بن الزبیر ان سے برسہا برس بڑھ کر ہو گئے اور اس سے قبل عبد الملک نے اپنے لشکر کو چند باتوں کی ہدایت کر دی تھی۔ چنانچہ لشکر والوں نے ان لوگوں کو رسوا کر کے رکھ دیا۔ مصعب

بن الزبیر معدودے چند دستوں کے ساتھ میدان کارزار گرم کر رہے تھے۔ خوب جنگ ہوئی۔ مصعب بن الزبیر بڑی دلیری اور شجاعت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے۔ اس جنگ کے بعد عبد الملک عراق و خراسان پر قابض ہو گئے۔ چنانچہ عبد الملک نے ان دونوں جگہوں پر اپنے بھائی بشر بن مروان کو نائب بنا کر بھیج دیا۔ پھر دوبارہ عبد الملک دمشق واپس آ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد عبد الملک نے حجاج بن یوسف الثقفی کو ایک لشکر جرار کے ساتھ عبد اللہ بن الزبیر حجاج بن یوسف کا محاصرہ سے جنگ کے لیے بھیج دیا۔ چنانچہ اس نے فوراً حاکم ان کا محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف سے ان کا راستہ تنگ کر دیا اور کوہ ابو قیس میں ایک گوبچن (منہیق) نصب کر دی۔

اس لشکر جرار کے محاصرے کے باوجود عبد اللہ بن الزبیر جو انمردی کے ساتھ شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرتے رہے، تنہا ان لوگوں کو شکست دے دیتے تھے۔ اکثر انہیں مسجد کے دروازوں سے پیچھے نکال دیتے۔ یہ لڑائی اور محاصرہ چار ماہ تک رہا۔ آخر کار ان کے اوپر ایک زبردست حملہ ہوا اور مسجد کی ایک برج ان پر گرا دی گئی جس میں یہ دب کر زخمی ہو گئے۔ دشمنوں نے موقع پا کر ان کی گردن جدا کر دی۔ حجاج بن یوسف نے ان کے جسم کی بے حرمتی کرتے ہوئے نقش کو سولی پر لٹکا دیا۔

عبد الملک خلیفہ ہونے سے قبل عبادت گزار، عالم، فقیہ آدمی تھے۔ ان کی گردن لمبی، چہرہ پتلا، دانت سونے کے تار سے بندے ہوئے نہایت سمجھ دار شخص تھے۔ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے اور نہ کسی غیر کو کوئی اہم کام سپرد کرتے تھے۔ بے حد بخیل تھے۔ ان کے بخل کی وجہ سے لوگ انہیں پتھر کا پسینہ، گندامنہ ہونے کی وجہ سے ابو ذباب کہتے تھے فخر و مبہات کو پسند کرتے تھے۔ خونریزی کے شوقین تھے۔

مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں عبد الملک چونکہ بادشاہ تھے جیسے اس کے اخلاق تھے وہی اخلاق اس کے ماتحت گورنروں میں منتقل ہو کر آ گئے۔ چنانچہ عراق میں حجاج بن یوسف الثقفی، خراسان میں المہلب بن ابی حفرہ، مصر میں ہشام بن اسماعیل اور عبد اللہ مغرب میں موسیٰ بن نصیر، یمن میں حجاج کا بھائی محمد بن یوسف، جزیرہ میں محمد بن مروان وغیرہ سارے کے سارے ظالم و جابر خونریز طبیعت کے حکمران تھے۔ (وفیات الاعیان)

قیافہ شناس کی پیشین گوئی | ابن خلکان کہتے ہیں کہ جناب محمد اور ان کے والد علی بن عبد اللہ بن عباس دونوں ایک مرتبہ عبد الملک بن مروان کے دربار میں آئے۔ ان کے پاس قیافہ شناس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں عبد الملک نے قیافہ شناس سے کہا کہ کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو تو قیافہ شناس نے کہا میں ان دونوں سے واقف نہیں ہوں لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان جس کے ساتھ اس کا فرزند ہے۔ اس کی پشت سے بہت سے فرعون پیدا ہوں گے جو روئے زمین کے مالک ہو جائیں گے۔ ہم میں سے پھر یہ جس کو چاہیں گے قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر عبد الملک کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ عبد الملک نے کہا ہاں صحیح کہہ رہے ہو۔ اس سے قبل ایلیا کے راہب نے بھی اسی قسم کی باتیں بتائی تھیں کہ ان کی پشت سے تیرہ بادشاہ پیدا ہوں گے۔ مزید اس راہب نے ان کی صفات سے بھی آگاہ کیا تھا۔ (وفیات الاعیان)

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت عبد الملک بن مروان مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے ابو ولید کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ اے ولید! مجھے یہ پسند نہیں کہ جس وقت میری نعش قبر میں رکھی جائے تو تم پریشان لوگوں کی طرح روتے پھرو۔ بلکہ تم کپڑے پہن کر تیار ہو جانا۔ چیتے کی کھال پہن کر کھڑے ہو جانا۔ اگر تمہاری بیعت کے بارے میں کوئی بھی سر ہلا دے تو تم اسے موت کے گھاٹ اتار دینا۔

(اھ) (الاخبار النوال)

عبدالملک بن مروان کا لقب حمامۃ المسجد سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے رکھا تھا اس لیے کہ جب خلافت ان کی طرف منتقل ہوئی تو یہ مسجد میں تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ یہ حالت دیکھ کر عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں حمامۃ المسجد (مسجد کا بوترا) کا لقب دیا تو اس وقت فوراً منطبق ہو گیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں سلام کر کے فرمایا کہ اب میں تم سے جدا ہو رہا ہوں۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ روئے زمین سے اٹھ جائیں تو پھر ہم مسائل کس سے پوچھا کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ اس نوجوان عبدالملک نامی آدمی سے پوچھ لینا۔

عبدالملک بن مروان کی وفات شوال ۸۶ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ۶۳ سال کچھ ۶۰ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ انہوں نے سترہ اولادیں چھوڑیں جن میں سے چار کو خلافت ملی۔

یہ ۲۱ سال ۱۵ دن مسند خلافت پر فائز رہے جس میں سے ۸ سال عبداللہ بن الزبیر سے خلافت کے بارے میں جنگ کرتے رہے۔ پھر بعد میں ساری حکومت ان کے حصہ میں آگئی۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

خلافت عبداللہ بن الزبیر

یہ چھٹے خلیفہ تھے چنانچہ انہیں معزول کر کے شہید کر دیا گیا

اس سے قبل یہ بات گزری ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان خود بخود خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔ تو عبداللہ بن الزبیر چھٹے خلیفہ کیسے ہو جائیں گے۔ نیز یہ بھی گزر چکا ہے کہ سیدنا حسنؓ بھی خود بخود دست بردار ہو گئے تھے۔ ان دونوں باتوں کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو سیدنا عبداللہ بن الزبیر چھٹے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔

سیدنا عبداللہ بن الزبیرؓ سے بیعت ۲۳ رجب ۶۳ھ میں مکہ مکرمہ میں لی گئی تھی۔ یہ دور یزید بن معاویہ کا چل رہا تھا جیسے کہ گزرا۔ چنانچہ ان سے اہل عراق، اہل مصر اور بعض شامیوں نے بیعت کر لی۔ پھر انہی لوگوں نے قتل و قتل کے بعد مروان سے بھی بیعت کر لی۔ لیکن عراق والے عبداللہ بن الزبیر کا آخر تک ساتھ دیتے رہے۔ یہ تقریباً ۶ھ چل رہی تھی۔ یہ وہی سال تھا جس میں عبدالملک بن مروان نے ان کے بھائی مصعب بن زبیر کو قتل کر دیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ کوفہ کا محل بھی منہدم کر دیا گیا تھا۔

ایک عبرت انگیز روایت | ایک دن عبدالملک بن مروان اس قصر الامارۃ نامی محل میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے مصعب بن عمیر کا سر رکھا ہوا تھا تو عبدالملک بن عمیر نے عرض کیا کہ عالی جاہ امیر المومنین اس سے

قبل میں اور عبداللہ بن زیادہ اسی محل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے سیدنا حسینؓ کا سر لایا گیا۔ پھر ایک دن میں اور المختار بن ابی عبیدہ بیٹھے ہوئے تھے تو عبداللہ بن زیاد کا سر کاٹ کر لایا گیا۔ پھر میں اور مصعب بن عمیر بیٹھے ہوئے تو ہمارے سامنے المختار کا سر پیش کیا گیا۔ پھر آج اس وقت میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں تو مصعب بن زبیر کا سر رکھا ہوا سامنے موجود ہے۔

حضور والا میں اس محل کی اس مجلس سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عبدالملک کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یکدم کھڑا ہوا اور اس محل کو منہدم کرنے کا حکم صادر کیا۔

مصعب بن الزبیر | مصعب بن الزبیر بنی المزاج، ہمدان، مدینہ منورہ میں رات کے چاند کی طرح خوب صورت آدمی تھے۔ جب مصعب بن الزبیر قتل کر دیئے گئے تو ان کے حمایتی پست ہو گئے۔ اور عبد الملک نے ان کے ماننے والوں کو اپنی بیعت کے لیے آمادہ کیا تو سب تیار ہو گئے اور عبد الملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد عبد الملک کوفہ میں داخل ہوئے۔ پھر ان کے بھی اثرات عراق میں ہو گئے اور حکم انہی کا چلنے لگا۔ شام اور مصر بھی ان کی حکومت میں آ گئے۔

حجاج بن یوسف کا محاصرہ | پھر ۳۷ھ میں حجاج بن یوسف الثقفی نے لشکر لے کر مکہ میں عبد اللہ بن الزبیر کو قابو میں کرنے کے لیے محاصرہ کر لیا۔ گو پھر سے بیت اللہ میں پتھر برسائے۔ حجاج اپنی مہم میں کامیاب ہو گیا۔ عبد اللہ بن الزبیر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ان کی گردن جدا کر کے الناسولی میں لٹکا دیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اتار کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حجاج نے یہ کہا تھا کہ میں ان کی نفس کو سولی سے اس وقت تک نہیں اتاروں گا جب تک کہ اس کی ماں اسماء بنت ابی بکرؓ مجھ سے سفارش نہ کریں۔ اسی حال میں ایک مدت گزر گئی۔ ایک دن عبد اللہ کی ماں اسماء گزر رہی تھیں۔ دیکھ کر کہنے لگیں کہ اب تک یہ شہسوار سر بلند ہے۔ جب یہ بات حجاج کو معلوم ہوئی تو اس نے نفس کو اتارنے کا حکم دیا اور ان کی ماں کے سپرد کر دی۔ ان کی ماں نے لے کر دفن کر دیا (ان کے قتل کا تذکرہ باب الشین ثانیہ کے عنوان میں بھی آجائے گا۔

مدت خلافت | ان کی خلافت حجاز و عراق میں ۹ سال ۲۲ دن رہی۔ پھر یہ قتل کر دیئے گئے۔ ان کی عمر ۷۳ سال یا ۷۲ سال کی ہوئی ہے۔

خلافت الولید بن عبد الملک

اپنے والد کے بعد ان کے بیٹے الولید بن عبد الملک تخت نشین ہوئے۔ اس لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔ یہ نہایت بد خلق، ناک، ہستی ہوئی، چال میں گھمنڈ، تھوڑی سی سوجھ بوجھ کا آدمی تھا۔ یہ تین دن میں قرآن کریم تلاوت میں ختم کر دیتا تھا۔ ابراہیم بن ابی عبد کہتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک رمضان میں ۷۱ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ بعض مرتبہ مجھے درانم و دنیا سے بھری ہوئی تھیلی غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے دیتے تھے۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ الولید بن عبد الملک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ یہ کہتا تھا کہ اگر لواطت کا ذکر قرآن مقدس میں نہ ہوتا تو مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ لواطت کیا چیز ہے اور کوئی لواطت بھی کرتا ہے۔ جس دن ان کے والد عبد الملک بن مروان کا انتقال ہوا اسی دن ولید سے بیعت لی گئی۔ بیعت لینے کے بعد گھر میں بھی نہیں گئے تھے فوراً مہر پر آئے اور یہ الفاظ کہے:-

الحمد لله وانا اليه راجعون واللهم المستعان على مصيبتنا يا امير المؤمنين والحمد لله على ما انعم به علينا من الخلافة قوموا فبايعوا۔

گویا انہوں نے والد کے انتقال پر تعزیتی الفاظ کہے۔ اللہ سے تعاون کی امید باندھی، شکر یہ ادا کیا اور لوگوں کو اپنی خلافت کے لیے

ابھارا۔

ولید کا کارنامے | حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ الولید بن عبد الملک اہل شام کے نزدیک سب سے اچھا خلیفہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس

نے بہت سے کارنامے انجام دیے۔ دمشق میں بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ کوڑھیوں کا وظیفہ مقرر کیا ان کو مزید یہ تاکید کی کہ مانگنا چھوڑ دیں۔ چلنے پھرنے سے معذور لوگوں کے لیے نوکر متعین کئے۔ اندھوں کے لیے ایک رہنما مقرر کیا۔ حفاظ کو وظائف دہدایہ سے نوازتا اور لوگوں میں بھی داد و دہش کا معاملہ رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ مقروض کا بوجھ ہلکا کرتا تھا۔ جامع مسجد الاموی بنوائی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانوں کو منہدم کر دیا۔ یہ تمام ترقیاں ذی قعدہ ۸۶ھ میں ہوئیں۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ولید نے ۱۲ ہزار جامع مسجد میں سنگ مرمر کی تعمیر کرانا شروع کر دی تھیں لیکن وہ ان کے مکمل ہونے سے پہلے ہی وفات پا گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبد الملک نے یہ کام اتمام تک پہنچایا تقریباً ان مساجد کی تعمیر میں ۴۰۰ صندوق خرچ ہوئے۔ ہر صندوق میں ۲۸ ہزار دینار تھے۔ انہی صندوقوں میں چھ سو سونے کی زنجیریں مشعل اور قدیلوں کے لیے موجود تھیں۔ قدیلوں میں یہ زنجیریں عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت تک موجود تھیں۔ بعد میں ان قیمتی زنجیروں کو بیت المال میں جمع کر دیا گیا۔ ان کے عوض لوہے اور پیتل کی زنجیریں بنوا کر لگادی گئیں۔ اسی طرح اس نے بیت المقدس میں قبة الصخرہ کی تعمیر کروائی۔ مسجد نبویؐ کو بنوایا۔ مسجد نبویؐ میں اتنی وسعت سے کام لیا کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا حجرہ مبارک بھی شامل ہو گیا۔ اور بھی ولید بن عبد الملک کے دیگر اچھے اچھے کارنامے ہیں۔

سیدنا عمر بن العزیز فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے ولید کو ان کی قبر لحدی میں اتارا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے کفن میں مضطرب ہو گیا اور اس کے ہاتھ گردن سے بندھ گئے۔ (نسال اللہ العافیۃ)

فتوحات الولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں زبردست فتوحات حاصل ہوئیں۔ مثلاً بعض سندھ، ہندوستان اور اندلس وغیرہ کا علاقہ فتح ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی مشہور علاقے فتح ہو گئے۔ ولید بن عبد الملک بہترین قسم کی سوار یوں میں سوار ہوتا تھا۔ یہ سوار ی سفر اور جنگ وغیرہ سے حتی الامکان احتراز کرتا تھا بلکہ خوف محسوس کرتا تھا۔

علقمہ بن صفوان احمد بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”جناب ﷺ نے فرمایا کہ سال میں ۱۲ دنوں سے بچتے رہو، اس لیے کہ یہ تمہارے مالوں کو ختم کر دے گا۔

پردوں کو پھاڑ دیں گے! تو ہم نے کہا وہ کون سے ایام ہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا ۱۲ محرم ۱۰ صفر ۳ ربیع الثانی ۱۸ جمادی

الاول ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴ رجب ۱۷ شعبان ۱۳ رمضان ۲ شوال ۱۸ ذی قعدہ اور ۸ ذی الحجہ ہیں۔“

امام دمیری کہتے ہیں کہ جو اس سے قبل بات کہی گئی تھی کہ الولید بن عبد الملک نے قبة الصخرہ کی تعمیر کرائی ہے درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسے اس کے والد نے (عبد الملک) فتنہ عبد اللہ بن الزبیرؓ کے زمانے میں تعمیر کرائی۔ جس وقت عبد الملک بن مروان نے اہل شام کو حج کرنے سے محض اس لیے روک دیا تھا کہ کہیں عبد اللہ بن الزبیرؓ ان لوگوں سے اپنی بیعت نہ لینے لگیں تو

یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے صرف اپنے مضمون کے اعتبار سے موضوع ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے زمانہ اس کے سال، مینے اور دنوں میں کوئی نحوست نہیں۔ اس مضمون کی مشہور اور اعتماد احادیث بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً خود حضرت عائشہؓ کی روایت جس میں صفر کے مینے سے متعلق نحوست کے عام خنیل کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ اسلام سعادت ایام و لمحات تو باور کرتا ہے لیکن نحوست اس کی بلند پایہ تعلیمات اور افکار کے سراسر منافی ہے۔ دمیری کی اس حدیث کو ہماری اس وضاحت کی روشنی میں مطالعہ کرنا چاہیے۔

تمام لوگ عرفہ کے دن قبۃ الصخرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ سیدنا عبداللہ بن الزبیر کی شہادت کا حادثہ پیش آگیا جیسے کہ عن قریب ابن خلکان کے حوالہ سے آجائے گا، تو قبۃ الصخرہ کے بارے میں یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ غالباً الولید بن عبد الملک نے کسی وجہ سے اسے منہدم کرا دیا تھا۔ پھر بعد میں اسے تعمیر کرایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وفات | ولید بن عبد الملک کی وفات ۱۵ جمادی الآخرہ ۹۶ھ کو مروان کے گھر میں ہوئی۔ ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۶ سال کی ہوئی۔ بعض ۷۷ سال، کچھ ۵۰ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ انہوں نے چودہ اولادیں چھوڑیں۔ مقبرہ باب الصیفر میں عمر بن عبد العزیز کے ہاتھوں دفن ہوئے۔ ولید بن عبد الملک کی خلافت ۹ سال ۸ ماہ رہی۔ بعض نے ۱۰ سال کا ذکر کیا ہے۔

خلافت سلیمان بن عبد الملک

پھر الولید بن عبد الملک کے بعد ان کے بھائی سلیمان نے زمام حکومت سنبھالی۔ اس لیے کہ ان دونوں کے والد محترم نے ان دونوں کو ولی عہد بنالیا تھا۔ سلیمان سے بیعت خلافت اس دن لی گئی جس دن کہ بھائی الولید کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت سلیمان بن عبد الملک مقام رملہ میں سکونت پذیر تھے جب انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تو انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور اسی وقت دمشق روانہ ہو گئے۔ مسجد الجامع الاموی کی تعمیر کے مکملہ میں مصروف ہو گئے (جیسے کہ تعمیر کا تذکرہ ابھی گزرا) اسی دوران سلیمان بن عبد الملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو ۹۷ھ میں غزوہ روم میں بھیج دیا۔ یہ قسطنطنیہ میں داخل ہو گئے اور وہیں قیام کیا۔ مزید وضاحت باب النجیم جراد (نڈی) کے عنوان میں آجائے گی۔

حسن اخلاق | ایک مرتبہ ایک عالمی آدمی ان کے دربار میں آیا اور اس نے یہ کہا اے امیر المومنین انشدک اللہ والاذان (میں آپ کو خدا اور اذان کی قسم دیتا ہوں) یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ میں انشدک اللہ تو سمجھ گیا لیکن الاذان کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ تو اس آدمی نے جواب دیا کہ اذان سے میری مراد اللہ کا قول ہے اور وہ یہ ہے:-

”﴿فَإِذْ نُنَادِیْهِمْ أَنِ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِیْنَ﴾ (الاعراف)“

”پھر ایک پکارنے والا ان دونوں (اہل جنت و اہل دوزخ) کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر۔“

سلیمان نے کہا اچھا یہ بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے، تمہارے اوپر کیا ظلم ہو رہا ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ میری فلاں زمین پر آپ کی عامل (گورنر) نے زبردستی قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی سلیمان تخت سے نیچے اتر آئے اور وہ اپنے چہرے کو زمین سے لگا کر لیٹ گئے۔ فرمایا کہ خدا کی قسم! جب تک اس زمین کی دابھی کے بارے میں تحریر نہ لکھ دی جائے گی اسی حالت میں رہوں گا۔

چنانچہ خلیفہ اسی حالت میں تھے کہ منشی نے فوراً گورنر کے نام ایک خط لکھا کہ فلاں آدمی کی زمین واپس کر دی جائے۔ اس لیے کہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے جب قرآن کریم کی یہ آیت سنی جس میں رب کائنات اور اس کی نعمتوں کی فراوانی کا ذکر تھا تو وہ ڈر گئے کہ کہیں اللہ کی لعنت و پھٹکار اسی پر نہ پڑ جائے۔

سلیمان بن عبد الملک کے کارنامے | بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سلیمان نے حجاج بن یوسف کے جیل خانہ سے تقریباً تین لاکھ قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ حجاج کے آل و اولاد سے مسلسل مطالبہ

بھی کیا تھا۔

نیز سلیمان نے چچا زاد بھائی عمر بن عبد العزیز کو اپنا مشیر کار اور وزیر بنالیا تھا اور یزید بن ابی مسلم کو حجاج کا وزیر نامزد کر دیا تو عمر بن عبد العزیز نے سلیمان سے کہا کہ حضور والا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ حجاج کے تذکرہ کو یزید کی نامزدگی سے زندہ نہ کیجئے تو سلیمان نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اے عمر! میں نے انہیں دینار و درہم کے بارے میں بالکل خائن نہیں پایا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اے امیر المومنین! ابلیس بھی بہ نسبت اس شخص کے دینار و درہم کے سلسلہ میں زیادہ پاک دامن ہے۔ حالانکہ ابلیس نے ساری مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کی گفتگو کے بعد سلیمان اپنے ارادے سے باز رہا اور یزید سے عہدہ واپس لے لیا۔

ابو العباس البرد نے کامل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یحییٰ یزید سلیمان بن عبد الملک کے دربار میں آیا (اور یزید نہایت بد خلق و بد صورت آدمی تھا) تو سلیمان نے اسے دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا حال برا کرے جس نے تجھے ڈھیل دی اور جس نے تجھے اپنی امانت میں شریک کیا۔ تو اس نے کہا اے امیر المومنین آپ اس طرح نہ کیسے۔ سلیمان نے کہا کیوں نہ کہوں؟ تو اس نے کہا کہ آپ نے مجھے دیکھا ہو گا کہ معاملات مجھ سے گریز کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ دیکھ لیں کہ معاملات میری طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ مجھے سراہتے اور برا بھلا نہ کہتے بلکہ مجھے نازیبا بات کہنے کی ہمت تک نہ ہوتی۔ سلیمان نے کہا کیا حجاج اس کے بعد جنم کے گڑھے میں نہیں چلا گیا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس قسم کی باتیں حجاج بن یوسف کے بارے میں نہ کیسے۔ سلیمان نے کہا کیوں نہ کہوں؟ تو اس نے کہا کہ اس لئے کہ حجاج نے منبروں پر چڑھ کر آپ لوگوں کے لئے تقریریں کی ہیں۔ یہاں تک کہ ظالم و جابر لوگوں نے بھی کان لگا کر سنیں۔ حجاج تو قیامت کے دن آپ کے والد کے دائیں جانب اور بھائی کے بائیں جانب ساتھ ساتھ ہو کر آئے گا۔

جس کہیں بھی وہ دونوں جائیں گے حجاج بھی جائے گا۔

سلیمان کے اخلاق و عادات | سلیمان، فصیح، بلیغ اور ادیب بادشاہ تھا۔ عدل و انصاف کا خور و جام کا متوالا، علوم عربیہ سے شوق و ذوق رکھتا تھا۔ دین داری، بھلائی، قرآن کریم کی اتباع شعار اسلام کی حفاظت کرتا اور خونریزی سے گریز کرتا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ کثرت جماع کا عادی تھا۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ سلیمان کی روزانہ سو رطل شامی خوراک تھی سب ہضم کر جاتا تھا۔

سلیمان کے کارنامے | سلیمان نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے اچھا کارنامہ یہ کیا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا حکم دیا۔ ورنہ اس سے قبل بنو امیہ میں آخر وقت تک پڑھتے رہتے تھے۔

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک کی خوبی یہ ہے کہ خلافت پر آتے ہی اس نے دو نمایاں کام کئے اول یہ کہ خلافت پر متمکن ہوتے ہی نماز اول وقت میں پڑھنے کی زندہ مثال قائم کی۔ دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے خاتمہ پر اپنا بہترین خلیفہ اور جانشین بنایا اور وہ سیدنا عمر بن عبد العزیز ہیں۔

مفضل وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان جمعہ کے دن غسل کر کے حمام سے باہر آیا۔ سبز جوڑا پہنا، سبز ہی عمامہ باندھا، سبز فرش پر بیٹھا اور ارد گرد سبز رنگ کی چیزیں رکھ دی گئیں۔ پھر اس نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ اس وقت خوب بچ رہا تھا۔ نشاط میں آکر کہنے لگا کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول تھے۔ ان کے جانشین خلیفہ اول ابو بکر صدیق اکبرؓ نرم دل تھے۔ خلیفہ ثانی عمرؓ حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے۔ عثمان ذی النورین شرم و حیا کے پیکر تھے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ دلیرو بہادر اور امیر معاویہؓ بردبار، یزید مبرو و تحمل کے عادی، عبد الملک مدبر سیاست دان تھے اور ولید بن عبد الملک جابر و ظالم تھا اور میں ایک نوجوان

بادشاہ ہوں۔ یہ کہہ کہ جمعہ کی نماز کے لئے چل پڑا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے صحن میں ایک باندی یہ اشعار گنگتا رہی ہے۔

انت نعم المتاع لو كنت تبقي
خير ان لابقاء للناس
ترجمہ:- آپ بہترین سامان ہیں کاش کہ ہمیشہ رہتے۔ لیکن انسان کے لئے بقاء اور دوام نہیں ہے۔

ليس فيما بدالنا منك عيب
عابه الناس غير انك فاني
ترجمہ:- جو بھی آپ نے ہمارے لئے کیا اس میں کوئی عیب نہیں۔ لوگوں نے آپ میں سوائے فنا ہونے کے اور کوئی عیب نہیں نکالا۔“

جب سلیمان نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو گھر آئے آپ نے باندی سے پوچھا کہ جس وقت میں نماز کے لئے جا رہا تھا تو کیا پڑھ رہی تھی تو اس نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں گا رہی تھی تو اس نے کہا کیسے نکل سکتی ہوں تو سلیمان نے کہا اللہ وانا اللہ الیہ راجعون‘ تو نے مجھے موت کی اطلاع دی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک جمعہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سلیمان کی وفات ہو گئی۔

سلیمان کی وفات اور مدت خلافت
بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ سلیمان نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اس کی آواز بلند تھی اور دور تک سنائی دیتی تھی۔ اچانک بخار آگیا۔ اس کے باوجود خطبہ دیتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آہستہ آہستہ خطبہ دینے لگا۔ یہاں تک کہ قریب کے آدمی بھی نہیں سن پارہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی ایڑیاں زمین پر رگڑنے لگا۔

اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ سلیمان کو بخار ہوا اور اسی رات انتقال ہو گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہیں نمونیہ ہو گیا تھا۔ انتقال ۱۰ صفر ۹۸ھ میں ہوا اور کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ انتقال مقام مزج وابق خفسین کے علاقہ میں ہوا۔ کل ۳۹ سال کی عمر پائی۔ بعض نے ۳۵ برس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ تخت خلافت پر دو سال آٹھ ماہ متمکن رہے۔

خلافت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

سلیمان بن عبد الملک کے بعد خلیفہ راشد، عالم جلیل ابو حفص عمر بن عبد العزیز تخت نشین ہوئے۔ آپ سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ہوا۔ اس لئے کہ سلیمان نے ان کو بنی ولی عہد بنایا تھا۔

انہیں بنو امیہ کا الشیخ (داعی) کہا جاتا تھا۔ ان کی ماں کا نام ام عاصم جو عاصم بن عمر بن خطاب کی صاحبزادی تھیں ماں کی طرف سے امیر المومنین سیدنا فاروقؓ آپ کے جدا امجد ہوتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیز زبردست تابعی ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک، السائب بن یزید وغیرہ سے روایتیں کی ہیں۔ پھر آپ سے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے۔ آپ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ تابعین میں سوائے عمر بن عبد العزیز کے کسی کا قول حجت نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمر بن قیس کہتے ہیں کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے ایک آواز سنی لیکن کہنے والا معلوم نہیں ہو سکا۔ وہ یہ ہے۔

من الان قد طابت و قر قرارها
 علی عمر المہدی قام عمودھا
 ترجمہ:- اب سے وقت اور سکون کی جگہ اچھی ہو گئی ہے اور اس کاستون رہنما عمر کے ذریعے سے قائم ہو گیا ہے۔
 سیدنا عمر بن عبدالعزیز متقی پر ہیزگار، عابد و زاہد اور سچے آدمی تھے۔ خلفاء میں آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے سمان خانہ و قیام گاہ اور سرائے وغیرہ کی بنیاد ڈالی اور مسافروں کے لئے بہترین انتظام کیا۔ آپ ہی پہلے خلیفہ ہیں کہ جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے تذکرہ کے بجائے ان اللہ یا مہر بالعدل والاحسان کا اضافہ کیا ورنہ بنو امیہ حضرت علیؑ کا تذکرہ کرتے تھے۔ کثیر غرہ نے کہا ہے۔

ولیت ولم تسب علیا ولم تخف
 مریبا ولم تقبل صقالة مجرم
 ترجمہ:- تم رخصت ہو گئے نہ علی کو برا بھلا کہانہ کسی مہربی سے ڈرے اور نہ کسی مجرم کے قول کا اعتبار کیا۔
 وصدقت القول الفحال مع الذی
 اتیت فاصی راضیا کل مسلم
 ترجمہ:- جس موثر قول کو تم اپنے ساتھ لے کر آئے ہو اس کی تم نے تصدیق کی۔ چنانچہ اس سے ہر مسلمان آدمی راضی ہو گیا۔
 فمابین مشرق فی الارض والغرب کلھما
 مناد ینادی من فصیح و اعجم
 ترجمہ:- دنیا کے مشرق و مغرب ہر جگہ گونگے اور بولنے والے منادی یہ آواز دے رہے ہیں۔
 یقول امیر المومنین ظلمتہ
 باخذک دیناری و اخذک درھمی
 ترجمہ:- وہ یہ کہہ رہا ہے کہ امیر المومنین نے مجھ پر میرا دینار و درہم لے کر ظلم کیا ہے۔
 فاربح بها من صفقة المباع
 و اکرم بها من بیعة ثم اکرم
 ترجمہ:- تم بیعت کرنے والے کے معاملہ سے فائدہ اٹھاؤ اور اس بیعت سے خود بھی باریاب ہو اور دوسروں کو بھی شرف حاصل کرنے دو۔

خلافت پر آتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنروں کے پاس اس طرح کے احکام بھیجے۔ مثلاً کسی بھی قیدی کے بیڑیاں نہ ڈالی جائیں اس لیے کہ نماز پڑھنے میں رکاوٹ ہوگی۔ اسی طرح دوسرے بصرہ کے عامل عدی بن اراطا کے پاس لکھا کہ تم چار راتوں میں عبادت و ریاضت ضرور کیا کرو۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرماتے ہیں۔ (۱) رجب کی پہلی رات (۲) شعبان کی رات (۳) عیدین کی رات۔ دیگر گورنروں کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ جس وقت کوئی مظلوم مدد کے لیے پکارے تو ضرور اس کا تعاون کرو۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو غلبہ اور قوت عطا فرمائی ہے اس سے خوف کیا کرو ورنہ اللہ کے سامنے حاضری اور اس کے دردناک عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔

بعض مورخین نے محمد بن مروزی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی تجویز و تکفین سے فارغ ہوئے تو انہوں نے زمین میں ایک لرزہ محسوس کیا تو فرمایا مجھے لرزہ کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لرزہ نہیں بلکہ خلافت کی سواریاں ہیں جو آپ سے قریب ہو رہی ہیں تاکہ آپ خلافت کے لیے ان پر سوار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ارے بھائی کہاں میں اور کہاں خلافت کی اہمیت کی حامل سواریاں کیا مناسبت ہے؟ اتنے میں لوگ عمر بن عبدالعزیز کی سواری کے قریب آگئے۔ ان کے لیے سواری نزدیک لائی گئی۔ چنانچہ آپ اس میں سوار ہو گئے۔ اتنے میں کو تو ال ایک چھوٹا سا نیزہ لیے ان

کی سواری کے قریب آگے آگے چلنے لگا۔ اس سے قبل خلفاء میں یہی دستور چلا آ رہا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ کو تو ال صاحب یہ نہ کیجئے اور نہ میرے آگے چلئے۔ میرا اور آپ کا کیا جوڑ ہے؟ میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ یہ سن کر بلا امتیاز تمام لوگ ایک ساتھ مل کر چلنے لگے۔ سامنے مسجد آگئی تو آپ مسجد میں داخل ہو کر منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نئی پاک مجلس پر دور و شریف پڑھنے کے بعد فرمایا:-

لوگو! بغیر کسی میرے مشورہ یا خواہش کے مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے اور نہ کسی مسلمان کی اجازت یا عوام کے مطالبہ سے مجھے خلیفہ چنا گیا اس لیے میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ میرے علاوہ چاہے جس کو اپنا خلیفہ اور حاکم بنالیں۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمان چیخ پڑے کہ نہیں نہیں امیر المومنین ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم آپ کو اپنے حاکم بناتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں خاموشی چھا گئی تو آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:-

”لوگو! اللہ سے ڈرو میں تم لوگوں کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ اللہ سے ڈرنا ہر چیز کا نعم البدل ہے اور اللہ سے ڈرنے سے زیادہ کوئی کام اچھا نہیں۔ جو کچھ عمل کرو وہ آخرت کے لیے کرو۔ اس لیے کہ جو شخص آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس بندہ کی کفایت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کا بہترین صلہ دیتے ہیں۔ جو اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست کر دیتے ہیں۔ موت کو زیادہ یاد کیا کرو بلکہ موت کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ اس لیے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ پتہ نہیں کب اچانک آجائے۔ اس لیے کہ موت ہی ایسی چیز ہے جو تمام لذتوں کو مکدر کر دیتی ہے۔ میں خدا کی قسم کسی پر ظلم نہیں کروں گا اور نہ کسی کا حق روکوں گا اور نہ کسی کو بری باتوں پر آمادہ کروں گا۔

لوگو! جو بھی اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اس کی اطاعت کرنا ضروری ہو جاتی ہے۔ جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی اطاعت ضروری نہیں۔ تم لوگ اسی حکم کے بجالانے کے مکلف ہو جس میں خدا تعالیٰ کی خوش نودی شامل ہو ورنہ میرا حکم ماننا ضروری نہیں۔“

اتنی تقریر کرنے کے بعد آپ منبر سے اتر کر دار الخلافہ کے اندر آ گئے۔

آپ نے پردوں کے بارے میں فرمایا کہ انہیں اتار دیا جائے اور ان قیمتی بستروں کو ہٹا دیا جائے۔ مزید فرمایا کہ انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔

یہ کہہ کر آپ قبولہ کرنے کے لیے گھر تشریف لے گئے۔ اتنے میں ان کی صاحبزادے عبدالملک حاضر خدمت ہوئے۔ کہنے لگے والد محترم آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹے قبولہ کرنے کا ارادہ ہے۔ بیٹے نے کہا کہ قبولہ کا ادارہ کر رہے ہیں جو مظالم ڈھائے جا رہے ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ فرمایا۔ میرے پیارے بیٹے! گزشتہ رات تمہارے چچا سلیمان کی تجبیروں و تحفین میں لگا رہا۔ ساری رات جاگتا پڑا۔ ظہر کی نماز ادا کر کے مظالم دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ بیٹے نے کہا اے امیر المومنین! ظہر تک چین و سکون کی نیند کیا آپ کے لیے ان حالات میں جائز ہے۔ اتنے میں آپ نے فرمایا۔ بیٹے میرے قریب ہو جا۔ چنانچہ وہ قریب ہو گئے۔ بیٹے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا:-

”خدا کا شکر ہے جس نے میرے صلب سے ایسے کو نکالا جو دین میں میری مدد کرتا ہے۔“ پھر آپ بغیر قبولہ کیے ہوئے گھر سے

نکل پڑے۔ منادی کو بلا کر یہ ہدایت کی کہ تم لوگوں میں یہ اعلان کرادو کہ جس پر جس کسی قسم کا ظلم ہو رہا ہو، تو وہ دربار میں حاضر ہو کر بیان دے۔ دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تھوڑی دیر کے بعد عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حص کے ایک ذی نے فریاد رسی کی۔ کہا علیجاہ امیر المومنین! بندہ حضور والا کی خدمت میں کتاب اللہ کے بارے میں ایک سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے سوال کرو۔ ذی نے کہا کہ شہزادہ عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ شہزادہ بھی اس وقت حاضر ہیں تصدیق کر لی جائے۔ آپ نے فرمایا عباس کیا یہ دعویٰ تمہارے خلاف صحیح ہے۔ عباس نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو الولید خلیفہ نے یہ زمین عنایت کی تھی۔ چنانچہ میرے پاس ان کی یہ تحریر بھی موجود ہے۔ آپ نے ذی کی طرف مخاطب ہو کر ذی اب تم کیا جواب دیتے ہو؟ بات ان کی بھی درست معلوم ہوتی ہے۔

ذی نے کہا۔ اے امیر المومنین آپ کی کتاب قرآن کریم کیا فیصلہ کرتی ہے؟ یہ سن کر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کتاب اللہ کتاب مقدس ہے جو ولید کی تحریر سے زیادہ حق اور اتباع کے لائق ہے۔ پھر عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عباس تم اس آدمی کی زمین واپس کر دو۔ چنانچہ واپس کر دی گئی۔

پھر اس کے بعد سے کوئی بھی شاہی خاندان کے خلاف مقدمہ دائر نہ کر تا تو فوراً اس کو رفع کرنے کی کوشش کرتے۔ ہر تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے۔ غریبوں کی فریاد رسی کرتے۔

کچھ دنوں کے بعد جب خوارج کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی نیک سیرت، حسن کردار انصاف اور عدل گستری کا حال معلوم ہوا تو ان سب نے یہ مشورہ کیا کہ بھائی اس منصب خلیفہ سے جنگ و قتال کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔

شہزادہ عمر بن الولید کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدنا امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز ذی کے مقدمہ کے بارے میں نکتہ چینیال

نے جانداد کو بھائی عباس بن الولید سے لے کر ذی کو دے دی ہے تو عمر بن الولید نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

”آپ نے اس ذی کو جانداد واپس کر کے ہمارے آباؤ اجداد خلفاء پر عیب لگایا اور ان پر نکتہ چینیال کیں اور آپ نے بغض و عداوت کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی سیرت و اخلاق پر حملہ کیا ان کے طریقوں کے خلاف چلے تاکہ بعد میں لوگ ان کی اولاد میں عیب نکالا کریں۔ مزید آپ نے یہ بھی کیا کہ قریش خاندان کے اموال کو لے کر بیت المال میں زبردستی داخل کر دیا۔ آخر آپ اس حال میں کب تک مسند خلافت پر ٹھہر سکتے ہیں۔

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کا جواب

یہ خط بندہ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے بنام عمر بن الولید ہے۔ اور حمد و ثناء، تمہارا خط ملا۔ عمر بن الولید۔ تم وہی ہونا کہ تمہاری ماں کا نام بنتہ ہے جو سکون کی باندی تھی۔ حص کے بازار میں گھومتی رہتی۔ دوکانوں میں گھس جاتی تھی۔ پس اس کا حال تو خدا ہی زیادہ جانتا ہے۔ پھر اس کو بیت المال کی رقم سے زمین نے خرید کر تیرے والد کو بطور ہدیہ پیش کر دیا تھا تو تم جیسی بدترین اولاد پیدا ہوئی۔ پھر تم پلے بڑھے اور اب تم ظالم اور کینہ ور ہو گئے۔ تم مجھے محض اس لیے ظالم کہتے ہو کہ میں نے اس مال کو تمہارے لیے

حرام قرار دیا ہے۔ جس میں رشتہ داروں، غریبوں اور بیوہ عورتوں کا حق تھا بلکہ مجھ سے زیادہ ظالم اور بد عہد تو وہ ہے جس نے تجھ جیسے بے وقوف بچے کو مسلمانوں کے لشکر کا حاکم بنایا۔ تم تو اپنی رائے سے ان لوگوں میں حکم نافذ کرتے ہو۔ تمہارے والد نے محض پدرانہ محبت کے جذبہ میں گور نہ بنا دیا تھا۔ تمہارے والد کے لیے ہلاکت اور تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس لیے کہ قیامت کے دن ان پر دعویٰ کرنے والے زیادہ ہوں گے۔ ان سنگین حالات میں قیامت کے دن وہ کیسے رست گاری پا سکتے ہیں۔ نیز مجھ سے زیادہ ظالم اور بد عہد تو وہ شخص ہے جس نے خوزیری اور لوگوں کا حرام مال لوٹنے کے لیے جلاج بن یوسف کو گور نہ بنایا۔ مجھ سے زیادہ ظالم اور بد عہد تو وہ شخص ہے جس نے مصر کا گورنر قرۃ نامی دیسائی، تیز و تند مزاج کو بنایا۔ اور جس نے لہو و لب، شراب اور گانے بجانے کی چیزوں میں اس کو مکمل مراعات دی تھیں۔ مجھ سے زیادہ ظالم و جابر بد عہد تو وہ تھا جس نے عالیہ البربریت کو عرب کے خنس سے حصہ مقرر کیا۔

اے نبانہ کے بیٹے! کتنے افسوس کی بات ہے۔ کاش کہ بطن کے دونوں حلقے مل جاتے اور مال غنیمت صاحب حق کو دیا جاتا تو تمہارے خاندان والوں کے لیے چھٹکارے کا کوئی راستہ نکل آتا۔ تمہیں تو رعایا کو صراط مستقیم پر چلانا چاہیے۔ لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ سیدھے راستے اور حق بات کو پس پشت ڈال دیتے ہو، باطل کی پیروی کرتے ہو۔ اب تم حق کی پاسداری کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ۔ اپنی ذمہ داری کو قاعدے کے مطابق انجام دو اور حکومت کی رقم کو غریبوں، اور بیوہ عورتوں میں خرچ کرو۔ اس لیے کہ ہر ایک کا تمہارے اوپر حق پہنچتا ہے۔ خدا کی سلامتی اس شخص پر ہو جو کہ صحیح راستہ پر گامزن ہو ورنہ خدا کی سلامتی اور مدد ظالم لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ والسلام۔

ہو شراباگرانی کا ایک واقعہ | عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت کا ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ دور خلافت میں ملک میں گرانی ہو گئی۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ اسی دوران عرب کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا۔ ان میں سے ایک صاحب بحیثیت مشکم جن لئے گئے اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز سے گفتگو کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ مشکم نے کہا کہ اے امیر المومنین، ہم سب آپ کی خدمت میں ایک شدید ضرورت کی وجہ سے عرب علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں۔ بیت المال کے سلسلے میں کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

مشکم نے کہا کہ بیت المال کی رقم یا تو خداوند قدوس کی ہے یا اس کے بندوں کے لئے ہے یا آپ کی رقم ہے۔ اگر خداوند قدوس کی ہے تو وہ اس سے مستغنی ہے اور اگر مخلوق کی ہے تو آپ ان کو عنایت کر دیجئے اور اگر ان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہم لوگوں پر صدقہ کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو بہترین صلہ دیں گے۔

یہ سن کر امیر المومنین کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ فرمایا وہی ہو گا جو تم لوگ خواہش رکھتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ان کی ضروریات کو پوری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب ان لوگوں کی ضرورتیں پوری ہو گئیں تو مشکم رکیں وفد بھی دربار سے رخصت ہونے لگا۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ اے فلاں

جس طرح کہ تم نے لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچایا ہے میری حاجات کو بھی خدا تک پہنچادے اور میرے لئے نفروفاۃ کے رفع ہونے کے لئے دعا کر دے۔ یہ سن کر مشکم نے دعا کی۔

”خدا یا تو عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ اپنے مخصوص بندوں جیسے معاملہ فرما۔ جملہ کی ادائیگی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آسمان سے

ایک پاول اٹھا اور زوردار بارش ہوئی۔ اسی بارش میں ایک بڑا اولہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس سے ایک چھوٹا سا کاغذ نکلا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:-

”یہ رقعہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے لئے زبردست قوت والے جابر کی طرف سے جہنم کی آگ سے برأت کا پروانہ ہے۔“

آپ کے اخلاق و حسن کردار

رجاء بن حیوة کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت، عقل مند اور دانا تھے۔ چال میں سلیقہ اور پروقار، پوشاک سادہ اور خوبصورت زیب تن کرتے۔ جب

آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کے عمامہ، موزہ، چادر اور قباء کی قیمت لگائی گئی تو کل سالانہ ۱۲ درہم کے تھے۔ ابن عساکر لکھتے ہیں:-

”سیدنا عمر بن عبدالعزیز رشتہ داروں پر سختیاں کرتے۔ رشتہ داری کی وجہ سے جو لوگ فوائد حاصل کرتے آپ نے ان سب پر پابندی لگادی۔ یہاں تک کہ مال وغیرہ بھی لے لیا۔ چنانچہ رشتہ داروں نے انہیں دھوکہ میں ڈال کر زہر دے دیا۔“

ایک مرتبہ آپ نے اپنے اس خادم کو بلایا جس نے آپ کو زہر پلا دیا تھا۔ پوچھا کہ تمہاری ہلاکت ہو تم نے مجھے زہر کیوں پلایا؟ کس نے تم کو مجبور کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کے عوض میں ایک ہزار دینار دیئے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ دینار کہاں ہیں؟ میرے پاس لے آؤ، تو وہ آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اسے بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ فوراً تم کہیں ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہارا سراغ نہ لگ سکے۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کہتی ہیں کہ جب سے آپ کو خلیفہ بنایا گیا تھا اس دن سے آپ نے نہ غسل جنابت کیا اور نہ آپ کو احتلام ہوا۔ آپ سارے دن لوگوں کے کام میں مشغول رہتے۔ مظلومین کی فریاد رسی میں مصروف رہتے اور رات عبادت و ریاضت میں گزرتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؓ کی عیادت کرنے کے لئے مرض الموت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک گندہ کرتہ زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ امیر المومنین کے کرتے کو دھو دو۔ بیوی نے جواب دیا کہ ہاں ان شاء اللہ دھو دوں گی۔ کچھ دن کے بعد پھر میں عیادت کے لئے آیا۔ دیکھا کہ ان کے جسم پر وہی کرتا ہے۔ تو میں نے فاطمہ بی بی سے کہا کیا میں نے تم سے امیر المومنین کا کرتا دھونے کے لئے نہیں کہا تھا؟ لوگ مزاج پر سی کے لئے آتے رہیں گے۔ بیوی نے یہ جواب دیا۔ خدا کی قسم امیر المومنین کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دو سرا کرتا نہیں ہے۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:-

نہارک یا مغرور سہو و غفلة و لیلک نوم والردی لک لازم

ترجمہ:- اور مغرور تمہارا دن بھول چوک ہیں اور تمہاری رات نیند ہے اور خراب چیزیں تمہارے لئے ضروری ہیں۔“

یفرک ما یفنی و تفرح بالمنی کما غریباللذات فی النوم حالم

ترجمہ:- فنا ہونے والی چیزیں تم کو دھوکہ دے رہی ہیں اور تم آرزوؤں سے اس طرح خوش ہوتے ہو جس طرح کہ سونے والا نیند کی لذتوں میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔“

و شغلک فیما سوف فکرہ غبہ کذالک فی الدنیا تعیش البہائم

ترجمہ:- تمہارے کام جن کو عنقریب تم برا سمجھو گے دھوکہ ہیں اس طرح تو دنیا میں جانور زندگی گزارتے ہیں۔“

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ کے مناقب تو بے شمار ہیں۔ اگر کوئی ان سے مکمل واقفیت چاہتا ہو تو وہ سیرۃ

العربین والحدیث وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

آپ سرزمینِ حمص، دیر سمعان میں مرضِ الوفات میں مبتلا ہوئے۔ جب وقتِ قریب آگیا تو آپ نے فرمایا کہ لوگو! بیٹھ جاؤ۔ سب لوگ بیٹھ گئے۔ فرمایا: یا اہل العالمین میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے تو نے والی بنایا تو اس کی انجام دہی میں مجھ سے کوتاہیاں بھی سرزد ہوئیں۔ تو نے مجھ کو اگر کسی چیز سے روکا تو میں نے نافرمانی کی۔ پھر کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے جانِ جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

وفات

بعض اقوال کے مطابق آپ کی وفات ۶۵ یا ۶۶ رجب کو ہوئی۔ کچھ کے نزدیک ۲۰ رجب ۱۰ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۳۹ سال چھ ماہ کی ہوئی۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ۴۰ سال کی عمر پائی۔

آپ پر کشش، خوب صورت، بارعب اور دربلے پتلے آدمی تھے۔ چہرے پر خوب صورت داڑھی تھی۔ لیکن آپ کے چہرے میں گھوڑے کے کھروں کے داغ تھے۔ غالباً بچپن میں گھوڑے نے پاؤں مار دیا تھا۔ آپ پر شرافت، بزرگی، تقویٰ، الفتِ عدل و انصاف ختم ہو گیا تھا۔ آپ سے امت میں تجدیدِ دین ہوئی اور امت کو نشلہ ثانیہ حاصل ہوئی۔ آپ بالکل اپنے نانا سیدنا امیر المومنین خلیفہ ثانی عمر بن خطابؓ کی سیرت و کردار کے مطابق ڈھلے ہوئے تھے۔ جتنی مدت خلافت سیدنا امیر المومنین خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کو نصیب ہوئی اتنی ہی آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ کی قبر دیر سمعان میں زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین پانچ ہوئے ہیں۔ (۱) ابوبکرؓ (۲) عمرؓ (۳) عثمانؓ (۴) علیؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ، حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ جب آپ کی لاش مبارک دیر سمعان لائی گئی تو ایک آندھی آئی کہیں سے ایک رقعہ میں لکھا ہوا پایا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم براءة من اللہ العزیز الجبار لعمر بن عبد العزیز من النار۔

”عمر بن عبد العزیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے گلو خلاصی کا پروانہ دے دیا گیا۔“

لوگوں نے اسے کفن میں رکھ دیا۔

آپ کی مدتِ خلافت ۲ سال پانچ ماہ ہے۔

خلافت یزید بن عبد الملک

پھر سیدنا عمر بن عبد العزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے چچا سیدنا عمر بن عبد العزیز کا انتقال ہوا اس لئے کہ انہیں سلیمان نے عمر بن عبد العزیز کے بعد ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ جب انہیں والی بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ سیدنا عمر بن عبد العزیز کے سیرت و کردار کے مطابق زندگی کو سانچے میں ڈھالو۔ چنانچہ تمام لوگوں نے چالیس دن تک ایسے ہی زندگی گزاری۔

کچھ دن کے بعد دمشق سے چالیس بوڑھے قسم کے لوگ آئے۔ انہوں نے یزید بن عبد الملک سے یہ حلف لیا کہ خلفاء کے ذمے نہ تو کسی قسم کا حساب و کتاب ہے اور نہ آخرت کا حساب ہے۔ چنانچہ یزید ان جمالِ شامیوں کے جال میں پھنس گئے۔

یزید بن عبد الملک سفید رنگ کے تندرست و توانا آدمی تھے۔ چہرے پر ملاحظہ تھی۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہی وہ یزید ہیں جو فسق و فجور کے ساتھ مشہور ہوئے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ فاسق تو ان کا بیٹا الولید تھا جس کا ذکر جلد ہی آجائے گا۔

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ یزید ابن عبد الملک نے اپنے بھائی سلیمان کے دور خلافت میں ایک باندی جس کا نام حبابہ تھا عثمان بن سہل بن سہل سے چار ہزار دینار کے عوض میں خریدی تھی۔ یہ اسی باندی سے پیار و محبت زیادہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس بات کی اطلاع ان کے بھائی سلیمان کے پاس پہنچی تو اس نے یہ کہا۔ اے یزید! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے اوپر کسی قسم کی پابندی لگاؤں۔ جب یہ بات یزید کو معلوم ہوئی تو اس نے ڈر کے مارے فروخت کر دیا۔

جب یزید بن عبد الملک خلافت کے دالی بنادیئے گئے تو ایک دن ان کی بیوی نے اس سے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کے اندر اب بھی کسی چیز کی خواہش ہے؟ یزید نے کہا ہاں ہے۔ بیوی نے کہا وہ کیا ہے بتائیے؟ یزید نے کہا وہ حبابہ نامی باندی ہے جسے میں نے خرید لیا تھا۔ پھر بعد میں بھائی کے خوف کی وجہ سے فروخت کر دیا تھا۔

ان دنوں ان کی بیوی نے اسی باندی کو خرید کر پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ اس وقت آراستہ پیراستہ کر کے ایک پردہ کے پیچھے ان کی بیوی نے اس باندی کو بٹھا رکھا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کی بیوی نے وہی سوال کیا کہ کیا اب آپ کے اندر کسی چیز کی خواہش ہے تو یزید نے جواب دیا کہ ہاں وہ حبابہ نامی باندی کی محبت ہے۔ اس سے قبل بھی میں نے تم کو بتایا تھا۔ ان کی بیوی نے پردہ اٹھا کر کہا یہ ہیں حبابہ۔ چنانچہ ان کی بیوی یزید کے پاس اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ محفوظ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ باندی اس کی عقل پر غالب آگئی جس کی وجہ سے یزید خلافت میں تادیر نہ رہ سکے۔

ایک دن یزید نے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ زمانے کا ایک پورا دن عیش و عشرت کا نہیں گزار سکتے، میں ان کے اس قول کو جھوٹا ثابت کر کے دکھاؤں گا۔ پھر وہ عیش و آرام اور لذتوں میں مصروف ہو گئے اور حبابہ کے ساتھ خلوت کی زندگی گزارنے لگے اور حاکم ہونے والی تمام چیزوں پر پابندی لگا دی۔

یزید بن عبد الملک اسی طرح عیش و آرام کی زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک ایک دن حبابہ انار کا ایک دانہ کھا رہی تھی۔ کھاتے کھاتے ہنسنے لگی۔ اتنے میں وہ دانہ گلے میں انک گیا اور حبابہ کی موت واقع ہو گئی۔ حبابہ کی موت سے یزید کی زندگی بد بھر ہو گئی۔ عقل ماؤف ہو گئی۔ عیش و آرام مکر رہ گیا۔ سارا خلافت کا نشہ جاتا رہا۔ یزید پر ایسا وجد طاری ہوا کہ حبابہ کو چند دن دفن کرنے نہیں دیا۔ اس کے بوسے لیتا، چوستا، میل تک کہ اس کی لاش بدبودار ہو گئی۔ پھر اس کے بعد دفن کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس کو قبر سے نکال لیا۔ پھر اس کے بعد یزید ۱۵ یوم سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ پھر یزید سل کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ شاعر نے کہا ہے۔

فبالباس تسلو عنک لا بالتجلد

فان تسل عنک النفس او تدع الهوى

ترجمہ:- ”اگر تم سے نفس پوچھتا ہے یا خواہش پکارتی ہے تو وہ صبر کی وجہ سے نہیں بلکہ مایوس ہو کر سوال کرتی ہے۔“

من اجلک هذا هالک اليوم او غد

و کل خلیل زادنی فهو قاتل

ترجمہ:- ”ہر وہ دوست جس نے مجھے دیکھا ہے وہ کہتا ہے تیری ہی وجہ سے یہ آج یا کل ہلاک ہونے والا ہے۔“ (کچھ تھوڑی تفصیل

سلیمان بن داؤد سے متعلق باب دال دابتہ کے عنوان میں آئے گی)

وفات | یزید بن عبد الملک کی وفات البلقاء کے علاقے میں مقام اربل میں ہوئی۔ لیکن بعض لوگ مقام جولان بتاتے ہیں۔ پھر نعش اٹھا کر دمشق میں باب الجابتہ اور باب الصغیر کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ وفات کا ساتھ ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ میں پیش آیا۔ ۲۹

سال کی عمر پائی۔ بعض لوگ ۳۸ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ چار سال ایک ماہ تحت نشین رہے۔

خلافت ہشام بن عبد الملک

پھر یزید بن عبد الملک کے بعد ہشام بن عبد الملک نے عمان حکومت سنبھالی۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی۔ جس دن کہ یزید کا سانحہ ارتحال پیش آیا یزید نے اپنے بھائی ہشام ہی کو نامزد کر دیا تھا۔ جب خلافت ہشام کے حصے میں آئی تو یہ مقام رصافہ میں قیام تھا جس وقت ہشام کو خلافت کی خوش خبری دی گئی تو ہشام اور ان کے ہم نوا سب سے سب سجدہ شکر بجالائے۔ اس کے بعد فوراً دمشق چلے گئے۔

مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان نے یہ خواب دیکھا تھا کہ اس نے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا۔ پھر بعد میں اسے پاؤں سے روند دیا۔ اس خواب کی تعبیر سعید بن المسیب معبر وقت سے پوچھی گئی تو فرمایا کہ عبد الملک بن مروان کے صلب سے چار آدمی خلافت کی نعمت سے مالا مال ہوں گے جن میں کا آخری شخص ہشام ہو گا۔ ہشام ہوش مند، سیاسی، خوبصورت، موٹا اور بھینگا تھا۔ کالا خضاب کیا کرتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ حیلہ ساز، ذورائے بردبار، کم لالچی تھا۔ انہوں نے خلافت کا نظام کسی حد تک درست رکھا۔ مال زیادہ جمع کرتا۔ بخیل اور حریص تھا۔ مشہور ہے کہ انہوں نے اتنا مال جمع کیا کہ اس سے قبل کسی نے بھی اتنا مال جمع نہیں کیا۔ ہشام کے انتقال کے بعد الولید بن یزید نے تمام مالک پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ جمیزو حکمین کے لئے قرض لینا پڑا۔

ان کا انتقال مقام رصافہ میں ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ہوا۔ کل ۵۳ سال کی عمر پائی۔ بعض نے ۵۴ سال کہا ہے بعض قول کے مطابق ۱۹ سال ۹ ماہ خلافت پر متمکن رہا۔ بعض نے ۲۰ سال کی تصریح کی ہے۔

خلافت الولید بن یزید بن عبد الملک

یہ چھٹے خلیفہ ہیں چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا

پھر ہشام بن عبد الملک کے بعد ان کے بھتیجے الولید بن یزید فاسق و فاجر نے زمام حکومت سنبھالی۔ ان کے والد جب قریب المرگ ہوئے تھے تو ہشام کو اس شرط پر ولی عہد بنایا تھا کہ ہشام کے بعد ان کے بیٹے الولید بن یزید کو نامزد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہشام کی وفات کے بعد الولید سے بیعت لی گئی۔ جس دن ان کے چچا ہشام کا انتقال ہوا اس وقت الولید مقام یرتہ میں تھا۔ چچا سے رنجش کی وجہ سے یہ دور رہنے لگے تھے۔ نیز الولید دین میں کمالی کوتاہی، شراب نوشی کا عادی بن گیا تھا اور یہ فسق و فجور کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو گیا تھا۔

چنانچہ ہشام نے ولید کے باز نہ آنے کی وجہ سے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ الولید کو جب اس کا علم ہوا تو وہ فرار ہو گیا تھا۔ مستقل کسی جگہ قیام نہیں کرتا تھا۔ جس رات خلافت کی ڈاک منتقل ہو کر صبح کو الولید کے پاس پہنچنے والی تھی وہ رات اس نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ اس نے اپنی بے چینی اور اضطراب سے ساتھیوں کو آگاہ کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ مجھے سوار کر کے اتنی جلدی سے لے چلو کہ میری بے چینی اطمینان سے بدلی جائے۔ پس یہ لوگ اسے لے کر دو میل تک بھی نہ چلے ہوں گے کہ اسی اثناء میں ہشام اور اس کے قتل کے عزم اور دھمکی کے خطبہ کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد کسی آنے والے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ پھر یہ لوگ سمجھ گئے کہ ہمیں ٹھنڈک کی تلاش تھی۔ پس وہ میسر آئی۔ لیکن الولید نے ساتھیوں سے کہا کہ ارے بھائی یہ تو ہشام کی ڈاک معلوم ہوتی ہے۔ خدا کرے اس میں خیر ہی خیر ہو۔ جب ڈاک ان لوگوں کے قریب آئی تو ڈاک رساں الولید کو پہچان گیا۔ فوراً پیدل چلنے لگا اور آداب شاہی بجالایا تو الولید حیران کا حیران رہ گیا۔ ولید نے کہا تمہارا برا ہو کیا ہشام کا انتقال ہو گیا ہے؟ تو پیغام بروں نے کہا جی ہاں! پھر انہوں نے رقعہ دیا، کھول کر پڑھنے لگا۔ پڑھ کر فوراً دمشق روانہ ہو گیا اور تخت نشین ہو گیا۔ چنانچہ وہ خلافت پر سال بھی اطمینان سے نہ بیٹھ سکا تھا کہ اہل دمشق نے اس کے فسق و فجور میں شہرت کی وجہ سے معزول کرنے کا عزم کر لیا تھا اس لئے کہ الولید فسق و فجور میں اتنا حد سے تجاوز کر چکا تھا کہ کفر اور زندہ سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔

عیش و عشرت | حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ الولید شراب نوشی، عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ اسے آخرت کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ساری توجہ ہم نشینوں، گانے بجانے والوں، کھیل و کود وغیرہ میں مرکوز کر دی تھی۔ سارنگی، ڈھول، دف کا شوقین تھا۔ اس نے اللہ کے محارم کو پاش پاش کر ڈالا۔ اس میں اتنا آگے بڑھا کہ فاسق کہا جانے لگا۔ اس کے علاوہ الولید خاندان بنو امیہ میں فصاحت، ادبیت، نحو، حدیث وغیرہ میں زیادہ قائل تھا۔

اسی طرح وہ سب سے زیادہ سخی بھی تھا۔ شراب نوشی، سماع، عیش و عشرت کو تباہی، لاپرواہی میں آپ اپنی نظیر تھا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ الولید باندی سے شراب کے نشہ میں مغلوب ہو کر ولی کر رہا تھا۔ مؤذن بار بار انہیں باخبر کرتا رہا۔ اس نے یہ قسم کھائی کہ بغیر اس باندی کے ساتھ لئے امامت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ باندی کو کپڑے پہنائے گئے لائی گئی۔ پھر الولید نے نماز پڑھائی۔

مشہور ہے کہ ولید نے ایک شراب کا حوض بنایا تھا۔ جب اسے نشاط طاری ہوتا تو وہ حوض میں کود جاتا۔ خوب شراب نوشی کرتا۔ یہاں تک کہ سارے جسم میں نشہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تب باہر نکالا جاتا۔

امام الماوردی لکھتے ہیں کہ ولید نے ایک دن کتاب مقدس قرآن پاک سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی۔

﴿واستفتحو اواخاب کل جبار عنید﴾

”اور پیغمبر فیصلہ مانگئے لگے اور ہر ایک سرکش ضدی نامراد ہو گیا۔“ (ابراہیم)

چنانچہ ولید نے قرآن کریم کو پارہ پارہ کر ڈالا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

اتوعد کل جبار عنید فہا انا ذاک جبار عنید

ترجمہ: کیا تو ہر زبردست ہٹ دھرم کو دھمکاتا ہے۔ پس میں اس وقت زبردست ہٹ دھرم ہوں۔“

اذا ما جنت ربک يوم حشر فقل یا رب منزلی الولید

ترجمہ: جب تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس آئے تو کہہ دے پروردگار مجھے ولید نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔“

اس کے بعد ولید چند دن کی زندگی بھی نہیں گزار سکا تھا کہ اسے بھیا تک طریقے سے قتل کر دیا گیا اور اس کی گردن کو کاٹ کر

اس کے محل میں لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد شہر نہاہ میں معلق کر دیا گیا۔ اھ (ابو الدین والدینا)

(مزید تفصیل ان شاء اللہ باب الطاء میں لفظ طیرۃ کے عنوان میں آجائے گی)

اس قسم کے حالات اور بھی تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس لئے طوالت سے گریز کرتے ہوئے ترک کر رہے ہیں۔ حدیث میں ہے:-

”اس امت میں ایک شخص ولید نامی ضرور پیدا ہو گا جس کے شر فرعون سے بدتر ہو گا۔“

تمام علمائے کرام اس حدیث کا مصداق اسی الولید بن یزید کو بتاتے ہیں۔

جب ولید کو اہل دمشق نے تخت سے اتار دیا تو لوگوں نے اس کے چچا کے لڑکے سے بیعت کی۔ جس کا نام الولید بن یزید کا قتل

یزید بن الولید بن عبد الملک ہے۔

چنانچہ اس نے برسر اقتدار آتے ہی یہ اعلان کیا کہ جو بھی ولید کے سر کو حاضر کرے گا اسے بطور انعام ایک لاکھ درہم دیئے جائیں گے۔ ولید کا قیام ان دنوں الحمرہ میں تھا۔ یزید کے ہم نواؤں نے ولید کا محاصرہ کر لیا اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ ولید نے ان کو روکا لیکن وہ باز نہیں آئے۔ لوگ ولید کے محل میں داخل ہو گئے۔ ولید نے کہا کہ آج کا دن بالکل عثمان کے دن کی طرح ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اتنا کہنے کے بعد سر کو تن سے جدا کر دیا۔ سر کو دمشق بھر میں گھلایا گیا۔ پھر اسے محل میں معلق کر دیا گیا۔ پھر فنائے شہر میں معلق کر دیا گیا۔ جس وقت الولید کے قتل کا حادثہ رونما ہوا شہر میں بے چینی پھیل گئی۔ دشمنوں نے کوئی تعاون نہ کیا۔ پھر اس کے بعد کسی قسم کی بات نہیں پیدا ہوئی۔

قتل کا واقعہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶ھ میں پیش آیا۔ کل ایک سال مسند خلافت پر رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک سال دو ماہ تک رہا۔ ولید خاندان بنو امیہ میں سب سے زیادہ حسین، طاقتور اچھا شاعر تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ فسق و فجور میں مشہور تھا۔ رعایا محض اس کے فسق و فجور کی وجہ سے خلاف ہو گئی تھی۔

چچا زاد بھائی یزید بن عبد الملک الناقص نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ چنانچہ یزید نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ولید ایک دن تو مبرنامی جگہ میں شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ موقع پا کر یزید نے ایک لشکر تیار کر کے ولید سے آمادہ پیکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ فوجیوں نے محاصرہ کر لیا۔ شہر ناہ میں بھی چڑھ کر گھاٹ میں لگ گئے، ولید کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے سر کو تن سے جدا کر کے شہر ناہ میں ایک نیزہ میں لٹکا کر نصب کر دیا۔

خلافت یزید بن الولید بن عبد الملک بن مروان

پھر ولید کے قتل کے بعد یزید بن الولید بن عبد الملک بن مروان تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن چچا زاد بھائی ولید کو معزول کر دیا گیا تھا۔ غالباً یزید بن ولید یہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی ماں آزاد نہیں تھی باندی تھی۔ خاندان بنو امیہ خلافت کی عظمت کی وجہ سے یزید بن الولید کی خود حفاظت کرتے تھے۔ جب بنو امیہ کو خوب معلوم ہو گیا کہ ان کی حکومت باندی زادے کے ہاتھ میں ہے نہیں رہ سکتی تو یہ لوگ ہر وقت خوف و ہراس میں مبتلا رہنے لگے۔ یہاں تک کہ بنو امیہ کا اقتدار ولید بن یزید تک کسی حد تک باقی رہا۔ پھر انہیں مزید یہ یقین ہوتا چلا گیا کہ بنو امیہ کا اب اقتدار ختم ہو جائے گا۔

یزید بن ولید کو یزید ناقص بھی کہتے تھے اس لئے کہ انہوں نے اقتدار پر آتے ہی لوگوں کے عطیات پر پابندی لگا کر کم کر دیا تھا بلکہ جتنی رقمیں ہشام کے دور خلافت میں دی جاتی تھیں، اتنی مقرر کر دی تھیں۔

بعض مؤرخین نے ناقص کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ یزید کے پاؤں کی انگلیوں میں نقص تھا اس لئے اسے یزید الناقص کہتے تھے۔ سب سے پہلے جس نے یزید الناقص کہہ کر پکارا ہے وہ غالباً مروان بن محمد ہے۔ جس وقت یزید بن ولید تخت نشین ہوئے تھے تو سلطنت میں انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ اہل علم لکھتے ہیں کہ یزید عبادت، قربانی، تلاوت قرآن کے پابند اور سیدنا عمر بن عبد العزیز کے اخلاق میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اسی کے ساتھ تقویٰ و دینداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ لیکن قسمت میں جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ عمر نے وفات کی اور جلد ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔

یزید بن ولید کا انتقال ۱۸ جمادی الثانی ۱۲۶ھ میں ہوا۔ کل چالیس سال یا ۳۶ سال کی عمر پائی۔

وفات اور مدت خلافت

سیدنا امام الشافعی کہتے ہیں کہ جس وقت یزید بن ولید تخت پر بیٹھا تو اس نے عوام کو عقیدہ قدر کی دعوت دی۔ اور تقدیر پر ابھارا۔ تقریباً ساڑھے پانچ ماہ یا چھ ماہ تخت نشین رہا۔

خلافت ابراہیم بن الولید

جس وقت یزید بن الولید کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے ان کے بھائی ابراہیم بن الولید سے بیعت لے لی۔ اس لئے کہ ان ہی کو بھائی یزید بن ولید نے ولی عہدی کے لئے چن لیا تھا۔ لیکن ابراہیم خلافت و سلطنت کو سنبھال نہ سکا۔ ایک جم غفیر آداب شاہی بجالاتا۔ دوسرا نہ آداب شاہی بجاتا نہ امارت کی مبارک بادی پیش کرتا۔ اس طرح سے ان کی خلافت تذبذب و متزلزل رہی۔ یہاں تک کہ ابراہیم کو مروان بن محمد نے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ چنانچہ ابراہیم خلافت پر دو ماہ دس یوم متمکن رہا لیکن یہ محل نظر ہے، اس لئے کہ مروان بن محمد الحمار جو آذربائیجان کے علاقہ میں نیابت کے فرائض انجام دے رہے تھے اس نے جب یہ سنا کہ لوگ اس سے بیعت کر رہے ہیں تو یہ اسی وقت آذربائیجان سے چل پڑا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دینے لگا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد شام آیا۔ اس سے قبل ابراہیم بن الولید نے اپنے دونوں بھائی بشر اور سرور کو اپنی حمایت میں مدافعت کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ آپس میں جنگ ہوئی۔ آخر کار مروان بن محمد نے فتح پائی پھر مروان یہاں سے کوچ کر کے مرج عذراء کے لئے روانہ ہو گیا۔ مرج عذراء میں سلیمان بن ہشام بن عبد الملک نے اس سے چھیڑ چھاڑ کی لیکن شکست کھائی۔

پھر خلیفہ ابراہیم بن ولید نے جنگ کی تیاری کر کے دمشق کے باہر لشکر کشی کی لیکن خود اس کے لشکر نے اسے دھوکا دے کر رسوا کر دیا۔ حالانکہ ابراہیم نے اپنے فوجوں کے لئے خزانے کے دہانے کھول دیئے تھے۔ لیکن یہ معاملہ مخفی رہا۔ آخر کار عوام نے مروان سے بیعت لینا شروع کر دیا اور مروان نے عوام کا اعتماد حاصل کر لیا یہاں تک کہ ابراہیم پر چھ دن کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کی حکومت اس سے منتقل ہو کر چلی گئی۔ چنانچہ یہ خود خلافت سے دستبردار ہو گیا۔

خلافت مروان بن محمد

جب خلیفہ ابراہیم بن الولید کو قتل کر دیا گیا تو ان کے بعد مروان بن محمد الحمار سے بیعت لی گئی۔ اسی کے دور حکومت میں ابو مسلم الخراسانی نے سر اٹھایا اور کوفہ میں سفاح نمالیاں ہوا۔ چنانچہ سفاح سے الگ بیعت لے لی گئی۔

اسی دوران سفاح کے چچا عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مروان بن محمد سے جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ زاب موصل میں زبردست جنگ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مروان کو شکست ہوئی۔ کثیر تعداد میں فوجیوں کو قتل کر دیا گیا اور بے شمار فوجی دریا میں غرق ہو گئے اور جو فوجی بچے تھے ان کا عبداللہ بن علی نے دریائے اردن تک تعاقب کیا۔ وہیں بنو امیہ کی ایک جماعت جن کی تعداد تقریباً اسی سے زائد تھی، مذبذب ہو گئی۔ آخر کار یہ بھی مارے گئے۔ بعد میں عبداللہ بن علی نے ان کو گھسیٹے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر ان کے اوپر بچھونے بچھا دیئے گئے۔ پھر خود عبداللہ اور ان کے تمام ساتھی اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ پھر کھانا چٹا گیا۔ چنانچہ سب لوگوں نے کھانا تناول فرمایا۔ اس حال میں کہ ان کے نیچے سے ان لوگوں کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر عبداللہ بن علی نے فرمایا کہ آج کا دن کر بلا کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر دن ہے۔

اس کے بعد سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو السماوة کے راستہ پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ عبداللہ بن علی کے پاس پہنچ گئے۔ پھر دمشق میں جنگ کے لئے اتر گئے۔ چنانچہ طاقت کے بل بوتے پر فتح کر لیا بلکہ تین دن تک کے لئے دمشق کو مباح کر دیا عبداللہ بن علی نے شہرناہ کو پتھر مار مار کر توڑ دیا۔ موقع پا کر مروان مصر فرار ہو گیا۔ چنانچہ معلوم ہوتے ہی صالح بن علی نے اس کا تعاقب کیاں یہاں تک کہ مروان قرمی صعید بستی میں قتل کر دیا گیا۔ (جیسے کہ عنقریب ہی باب الھاء ہرۃ کے عنوان میں آجائے گا) صالح بن علی نے جب تک تعاقب کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اس سے قبل ہی یہ لوگ مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔ جس وقت مروان کو قتل کیا جا رہا تھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ہماری خلافت اور حکومت ختم ہو گئی۔ مروان بن محمد نہایت بہادر، بارعب معتدل القامت، سیاہ سرخ آدمی تھا۔ چہرہ داڑھی سے بھرا ہوا، ہوش مند، مدبر خلیفہ تھا۔ اس کے قتل ہوتے ہی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔

مروان الجعفی کے قتل کا واقعہ ۱۳۳ھ میں ہوا۔ کل ۵۶ سال کی عمر پائی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس نے ۵ سال تک خلافت کی۔ بعض نے ۵ سال دو ماہ دس دن بتایا ہے اور یہ بنو امیہ کا سب سے آخری تاجدار تھا۔ بنو امیہ کے دور خلافت میں ۱۴ خلفاء گزرے ہیں۔ سب سے پہلے خلیفہ امیر معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور سب سے آخری خلیفہ مروان بن محمد الجعفی الحارثی گزرا ہے۔ گویا بنو امیہ کا دور حکومت اسی (۸۰) سال سے زائد رہا اور یہ تقریباً ایک ہزار ماہ ہوتے ہیں۔ جب اس عرصہ دراز میں بنو امیہ کا دور حکومت ختم ہو گیا تو سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مقولہ سچ ہو کر سامنے آ گیا کہ ایک مرتبہ آپ سے یوں کہا گیا تھا کہ آپ خلافت خاندان معاویہ میں چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر (شب قدر ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے)

مردان کے تحت نشین ہوتے ہی سلطنت کا نظام بگڑ چکا تھا۔ ہر چھٹے خلیفہ کو تخت سے اتار دیا گیا اس لئے کہ مدت پوری نہیں ہوئی تھی۔ معزول خلیفہ ولید بن یزید کے بعد بنو امیہ کے خاندان میں صرف تین افراد کو خلافت سونپی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد بنو امیہ کا دور حکومت ختم ہو گیا وہ یہ ہیں:

(۱) یزید بن الولید بن عبد الملک (۲) ابراہیم (۳) مروان بن محمد بن مروان بن الحکم۔

پھر اس کے بعد خلافت عباسی خاندان میں منتقل ہو گئی۔ خدائے پاک اسے تاقیامت قائم رکھے۔

خلافتِ عباسیہ

خلیفہ ابوالعباس سفاح

مؤرخین لکھتے ہیں کہ خاندان عباسی کے برسرِ اقتدار ہوتے ہی سب سے پہلا خلیفہ سفاح ہوا۔ اس کا پورا نام ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس الماشی ہے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ بروز جمعہ بیعت لی گئی۔ ان کا وزیر ابوسلمہ الحنفی الخلال کو بنایا گیا۔ یہ پہلے آدمی ہیں جن کو سب سے پہلے وزیر بنایا گیا۔ پھر اس کے بعد یہ رسم چل پڑی بلکہ جو بھی اس کے بعد اس عہدہ پر ہوتا تو اسے وزیر کہا جاتا۔ تقریباً یہ سلسلہ الصاحب بن عباد تک چلتا رہا۔ ان کا نام الصاحب اس لیے رکھا گیا کہ یہ ابن العبد کے ہم نیش تھے۔ پھر اس کے بعد ہمارے زمانے تک وزراء ہوتے چلے آئے ہیں۔

امام الفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ایک دن سفاح خطبہ دے رہا تھا کہ اچانک عصاء اس کے ہاتھ سے گر پڑا تو اس نے اس سے بد شکونی لی۔ پھر کسی نے عصاء کو صاف کر کے انہیں پکڑا دیا جس سے وہ بہت خوش ہوا اور یہ شعر پڑھا

فالت عصاها واستقر بها النوى
كما قرعينا بالاياب المسافر
ترجمہ:- اس نے تھک کر اپنی لاثمی ٹیک دی ہے اور فراق اس کی طبیعت میں جاگزیں ہو گیا۔ جس طرح کہ مسافر واپس آکر سکون کا سانس لیتا ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اس نے ایک دن آئینہ دیکھا تو یہ کہا۔

”اے اللہ! میں اس طرح نہیں دعا مانگتا جس طرح کہ سلیمان بن عبد الملک نے دعا کی تھی۔ بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ

اے اللہ! مجھے اپنی طاعت کے لیے ایسی طویل عمر عطا فرما جو عافیت سے بھرپور ہو۔“

پس سفاح یہ کہہ کر فارغ ہوا تھا کہ ایک غلام دوسرے غلام سے یوں کہہ رہا تھا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان موت کا فیصلہ دو ماہ پانچ دن کا باقی رہ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی سفاح نے ان کی گفتگو سے بد فالی لی اور یہ پڑھا

حسبي الله ولا حول ولا قوة الا بالله عليه توكلت وبه استعنت

چنانچہ غلاموں کی گفتگو کے مطابق ۲ ماہ ۵ دن گزرے تھے کہ سفاح کو بخار آگیا۔ بہت سخت بیمار ہو گیا۔ چچک کے مرض میں مبتلا ہو کر شہر ابنار میں جسے اس نے خود بنوا کر آباد کیا تھا انتقال کر گیا۔ کل عمر ۳۲ سال ۶ ماہ پائی۔ ۴ سال ۹ ماہ خلافت پر متمکن رہا۔ سفاح سفید قام، خوب صورت پر کشش آدمی تھا۔ چہرے پر بھری ہوئی داڑھی تھی۔

خلافت ابو جعفر منصور

سفاح کے بعد ابو جعفر منصور تخت نشین ہوا۔ سفاح کے بھائی ہیں، ان کا پورا نام ابو جعفر عبداللہ بن محمد المنصور ہے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا اور انہی کو ولی عہد بنادیا گیا تھا۔ سفاح نے اپنی زندگی میں امیر المومنین مقرر کیا تھا۔ جب خلافت نامزد کی گئی تو یہ اس وقت مقام ضافیہ میں مقیم تھا۔ منصور کو جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اب اسے خلافت سونپ دی جائے گی تو اس نے یہ کہا کہ ان شاء اللہ ہمارا معاملہ لوگوں سے بہت صاف ستھرا رہا کرے گا۔ تمام لوگوں نے اس سے بیعت لی۔

لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا۔ حج سے واپس ہوئے، شہر ابنار جسے الماشمیہ بھی کہا جاتا ہے پہنچا۔ پھر لوگوں سے عام بیعت لی۔ پھر اس نے دوبارہ حج کیا۔ لیکن جب یہ اس ارادے سے مکہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ دیوار پر یہ دو سطر لکھی ہوئی ہیں۔

انا جعفر و حانت و فانک و انقضت سنوک و امر الله لابد واقع
ترجمہ:- میں جعفر ہوں تیری وفات کا وقت قریب قریب آگیا ہے اور تیری عمر پوری ہو گئی ہے اور اللہ کا حکم ضرور آنے والا ہے۔
ابا جعفر هل کاهن او منجم لک الیوم من ربب المنیة دافع
ترجمہ:- اور جعفر تو کاهن ہے یا نجومی آج تم کو موت کے نچے میں سپرد کرنے والے ہیں۔

جب منصور نے یہ اشعار پڑھے تو اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ وہ تین دن کے بعد انتقال کر گیا۔ مرنے سے قبل خواب میں کسی صاحب کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

کانی بهذا القصر قد باداهله وعوی منه اهله و منازلہ
ترجمہ:- گویا کہ میں اس محل میں ہوں کہ جس کے رہنے والے ختم ہو گئے ہیں اور محل منزلوں اور رہنے والوں سے خالی ہیں۔
وصاد رئیس القوم من بعد بهجة الی حدث تبسنى علیہ جناد له
ترجمہ:- پھر وہ کچھ دنوں کی رنگینیوں کے بعد قوم کا سردار ہو گیا۔ پھر اسے بڑی بڑی چٹانوں سے تعمیر شدہ قبر میں دفن کر دیا گیا۔
خلیفہ منصور کی وفات ۱۵۸ھ میں بیرمیونہ میں ہوئی۔ یہ مقام مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ احرام کی حالت میں انتقال ہوا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ ۱۲ سال ۱۱ ماہ ۱۲ دن تخت نشین رہا۔ منصور کی ماں کا نام بریرہ تھی۔

منصور طویل القامت، گندم گوں، دبلا، پتلا، چہرے پر ہلکی سی داڑھی، کشادہ پیشانی کا آدمی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں کیا ہیں دو زبان ہیں جو گفتگو کرتی رہتی ہے۔ اس کی آنکھیں تیز اور بارعب تھیں۔ اس کے علاوہ خلیفہ منصور دبدبہ، شان و شوکت کی نعمت سے مالا مال، عقل مند، ذی شعور، ذہین، بہادر، فقیہ اور عالم آدمی تھا۔ اہل دانش اس کی عزت کرتے۔ لوگ اس سے مرعوب رہتے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ غرور و تکبر کی آمیزش بھی پائی جاتی تھی۔ عبادت گزار اور بخیل خلیفہ تھا۔ ہاں ضرورت اور پریشانی میں بخل کو بلائے طاق رکھ دیتا تھا۔

خلافت محمد الممدی

پھر منصور کے بعد ان کے بیٹے محمد ممدی تخت نشین ہوئے۔ ان کا پورا نام یہ ہے: ابو عبد اللہ محمد الممدی باللہ، ان کے والد نے انہیں نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ والد کے انتقال کے بعد ان سے بغداد میں بیعت لی گئی۔ پھر لازمی الحجہ کو بیعت عام ہوئی۔ اسبذان میں اس کی وفات ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک شکار کا تعاقب کر رہا تھا تو اچانک اس کا گھوڑا جھاڑ دار راستہ میں گھس گیا، جس کی وجہ سے محمد ممدی کا بدن چھلنی ہو گیا۔ اور اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

بعض مورخین نے لکھا کہ ان کی باندی نے انہیں زہر دے دیا تھا۔ لیکن بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ باندی نے سوکئی رشتہ کی حسد کی وجہ سے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر کھانا تناول کر لیا۔ باندی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ یہ پتا دے کہ یہ کھانا زہر آلود ہے۔

محمد المہدی کی وفات ۲۲ محرم ۱۶۹ ھ کو ہوئی۔ اتفاق سے ان کی نعش اٹھانے کے لیے کوئی چیز نہیں مل سکی چنانچہ نعش کو ایک دروازے پر اٹھا کر اخروٹ کے درخت کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ محمد المہدی کی عمر ساڑھے بیالیس سال کی ہوئی۔ بعض نے ۳۳ سال بتایا ہے۔ تقریباً دس سال ایک ماہ تخت نشین رہا۔

محمد المہدی نیک سیرت، سخی، خوب صورت رعایا کا پیارا خلیفہ گزرا ہے۔ اہل علم لکھتے ہیں کہ اس کے والد منصور نے خزانے میں بطور ترکہ تقریباً ایک ارب ۶۰ لاکھ دراہم چھوڑے تھے۔ محمد المہدی نے خوب خرچ کر کے رعایا میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ دراہم شعراء کو بطور انعام تقسیم کر دیئے تھے۔

خلافت موسیٰ الہادی

محمد المہدی کے بعد ان کا بیٹا موسیٰ الہادی تخت نشین ہوئے۔ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا تو یہ طبرستان میں جنگی محاذ پر کمان کر رہے تھے۔ ان سے اسبذان بستی میں بیعت لی گئی۔ پھر موسیٰ ہادی کے بھائی ہارون رشید نے بغداد میں موسیٰ کے لیے بیعت لی۔ پھر ہارون رشید نے موسیٰ کے نام ایک تعزیت نامہ تحریر کیا۔ اسی کے ساتھ خلافت کی مبارک باد بھی پیش کی۔

چند دنوں کے بعد موسیٰ ہادی ذاک گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد تشریف لائے۔ لوگوں نے ان سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ موسیٰ ہادی نے اپنے بعد ہارون رشید کو ولی عہدی سے معزول کرنے کے بارے میں پختہ ارادہ کر چکے تھے۔ لیکن یہ پورا نہیں ہو سکا کہ انتقال ہو گیا۔ موسیٰ ہادی کی وفات بغداد میں ۱۳ ربیع الاول ۱۷۰ ھ میں ہوئی۔ تقریباً سو اسی سال کی عمر پائی۔ بعض نے بیس سال کی عمر بتائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ کے کوئی زخم لاحق ہو گیا تھا۔ ایک سال ۴۵ یوم تخت نشین رہا۔ بعض نے ایک سال دو ماہ مدت خلافت تحریر کی ہے۔

خلیفہ موسیٰ الہادی قدس میں لبے پر کشش، بھاری بھر کم جسم والے ظالم آدمی رہے ہیں۔ خدائے پاک مغفرت فرمائے۔

خلافت ہارون الرشید

پھر موسیٰ الہادی کے بعد ان کا بھائی ہارون رشید بن محمد المہدی نے زمام حکومت سنبھالی۔ اس لیے کہ ان دونوں بھائیوں کے لیے ان کے والد محمد المہدی نے ولی عہدی کے لیے نامزد کر دیا تھا۔ ہارون رشید سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ اسی رات ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام المامون رکھا گیا۔ یہ رات بھی بنو عباس کے لیے عجیب رات تھی۔ اس رات کا سا منظر اس سے قبل نہیں دیکھا گیا کہ اسی رات میں ایک خلیفہ کی وفات ہوئی ہے تو دوسرا لڑکا پیدا ہوتا ہے جو آگے چل کر خلیفہ بنایا جاتا ہے اور اسی رات ایک صاحب کو ولی عہد نامزد کیا گیا۔

جس وقت ہارون رشید سے بیعت کی جا رہی تھی تو ڈی دیر کے بعد ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد بن برکی کو اپنی وزارت کے لیے جن لیا (ان شاء اللہ جلد ہی باب العین عقاب کے عنوان میں خاندان براکہ پر حملہ اور جعفر بن یحییٰ بن خالد کے قتل کا واقعہ اور اس کے بیٹے الفضل کا جیل کی قید و بند کی زندگی پھر ان دونوں کی موت کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ آجائے گا۔

ہارون رشید کو ایک عجیب و غریب واقعہ اتفاقی طور پر پیش آیا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت موسیٰ الہادی کو ایک عجیب و غریب واقعہ

خلیفہ بنایا گیا تو اس نے اپنے باپ کی انگوٹھی کے بارے میں لوگوں سے معلومات کیں کہ وہ آخر کہاں ہے؟ جب انہیں یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ انگوٹھی بھائی ہارون رشید کے پاس ہے تو انہوں نے ان سے طلب کی تو ہارون الرشید نے دینے سے انکار کر دیا۔ پھر موسیٰ ہادی نے اصرار کر کے مانگا۔ اسی دوران موسیٰ ہادی اور ہارون رشید بغداد کے پل سے گزر رہے تھے تو ہارون رشید نے موسیٰ کا گلا دبا دیا۔ پھر انہیں جگہ میں پھینک دیا۔ جس وقت ہادی کا انتقال ہو گیا تو ہارون رشید کو خلیفہ بنایا گیا۔

ہارون رشید بھی سیسہ کی انگوٹھی لے کر بعینہ اسی جگہ پر جہاں ان دونوں سے گفتگو ہوئی تھی اور گلا دبا دیا تھا آیا اور انگوٹھی کو پھینک دیا۔ پھر ہارون نے غوطہ زنوں کو حکم دیا کہ وہ انگوٹھی تلاش کریں۔ تلاش کرنے میں وہ پہلی انگوٹھی مل گئی۔ چنانچہ پہلی انگوٹھی کا ملنا ہارون رشید کی سعادت، نیک فالی، بقاء سلطنت شمار کیا گیا۔ اسی جیسا ایک واقعہ مورخ ابن الاثیر نے ۵۶۰ھ کے ذیل میں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے:-

جس وقت سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے قلعہ بنباس فتح کیا تو اس نے قلعہ کو ذخیروں سے اور لوگوں سے بھر دیا۔ پھر یہ دمشق آئے تو جو ان کے پاس یاقوت کے نگ کی انگوٹھی تھی جس کی قیمت ایک ہزار ایک سو دینار تھی ہاتھ سے نباس کے گھنے درخت میں گر گئی۔ جب وہ کچھ دور چلے تو انہیں احساس ہوا تو انہوں نے فوراً چند لوگوں کو انگوٹھی تلاش کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ جگہ بتا کر یہ کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ انگوٹھی وہی گری ہے۔ چنانچہ تلاش کرنے سے مل گئی۔ اھ

ہارون رشید کی شفقت کا ایک واقعہ
خلیفہ ہارون رشید اگرچہ ایک زبردست سلطنت کے مالک تھے لیکن اس کے باوجود خدائے پاک کا خوف دل سے نہ جاتا۔ چنانچہ ایک واقعہ امام محمد بن ظفر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون سے ایک خارجی نے خروج اختیار کیا۔ تو ہارون رشید کے چاہنے والے نوجوانوں نے اس سے جنگ کر کے مال اسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد اس خارجی نے کئی مرتبہ فوج کشی کی۔ جنگ بھی ہوئی آخر کار شکست کھا گیا تو اسے گرفتار کر کے ہارون رشید کے دربار میں لایا گیا۔ جب اسے سامنے کھڑا کر کے ہارون نے پوچھا۔ اچھا بتاؤ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کریں کہ جب خدائے پاک کے دربار میں کھڑے ہوں اور آپ یہ چاہتے ہوں کہ میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے۔ یہ معاملہ دیکھ کر ہارون نے اسے معاف کر دیا اور اسے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

جب وہ دربار سے نکلنے لگا تو ہم نشینوں نے گزارش کی کہ حضور ع! باہ! ایک شخص آپ کے نوجوانوں سے جنگ کرتا ہے۔ مال و اسباب کو لوٹنے لگتا ہے اور آپ کا یہ حال ہے کہ آپ نے ایسے شخص کو ایک جملہ میں معاف کر دیا اس لیے آپ پھر نظر ثانی فرمائیں۔ ورنہ اس قسم کے واقعات سے بد معاش لوگوں کو موقع مل سکتا ہے، تو ہارون نے کہا کہ اچھا اسے واپس کرو۔ خارجی سمجھ گیا کہ سب لوگ میرے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ ان لوگوں کی بات نہ مانئے اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں لوگوں کی باتوں کو مانتا تو آپ چشم زدن کے لیے بھی خلیفہ نہ بنتے۔ ہارون رشید نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ اس کے بعد مزید انعام سے نوازا (ان شاء اللہ مزید واقعہ جو فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری کے ساتھ اتفاقاً پیش آیا ہے، تفصیل کے ساتھ باب باء اور فاء میں آجائے گا۔)

ہارون رشید کا انتقال
خلیفہ ہارون کا انتقال مقام طوس ۷ جمادی الثانیہ ۱۹۳ھ بروز شنبہ ہوا۔ کل ۴۷ سال کی عمر ہوئی۔ بعض اہل علم ۴۵ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ ۲۳ سال ایک ماہ تخت نشین رہے۔ بعض نے صرف ۲۳ سال بتایا ہے۔

ہارون رشید ری میں پیدا ہوئے۔ یہ سخی، بہادر، غازی، بارعب، پرکشش، قابل تعریف خلیفہ ہوئے ہیں ان کا جسم سفید، قد لمبا، موٹا جسم، بالوں کی سفید دھاری سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑھاپے کی ابتداء ہو گئی ہے۔ روزانہ اپنے ہی مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کرتے تھے اور علم و فنون میں دلچسپی اور مہارت تھی۔

خلافت محمد امین

یہ چھٹے خلیفہ ہوئے اور انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا

ہارون رشید کے انتقال کے بعد محمد امین تخت نشین ہوئے ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد ہارون کا طوس میں انتقال ہوا۔ پھر محمد امین نے خراسان کے علاقہ کا نائب مامون رشید کو بنادیا۔

جس وقت خلافت امین کو منتقل ہوئی ہے اس وقت امین بغداد میں تھا۔ چنانچہ خلعت خلافت اور انگوٹھی کو بغداد میں روانہ کر دیا گیا۔ پھر امین سے بیعت عامہ لی گئی۔ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ تمام ملک میں قائم ہو گیا۔

ہارون رشید نے طوس میں اپنے بیٹے امین کے بعد مامون کے لیے ولی عہد نامزد کرنے کے سلسلے میں دوبارہ بیعت کی تجدید کی تھی۔ مزید اپنے آپ کو اس بات کا شاہد بنایا تھا کہ تمام مال و دولت اور ہتھیار مامون کا ہو گا۔ بعد میں خراسان کی فوجوں کا بھی اضافہ کر دیا تھا۔

جس وقت ہارون رشید کا انتقال ہو گیا تو الفضل بن ربیع نے لشکر میں ایک نعرہ لگایا اور یہ کہا کہ بغداد کی طرف سب کے سب کوچ کر چلو۔ پھر فضل کے پاس ایک تحریر بھیجی جس میں ہارون رشید نے فضل سے عہد لیا تھا اور بغاوت کرنے سے روکا تھا۔ بغاوت کرنے پر دھمکی بھی دی تھی مزید وفاداری کا عہد بھی مذکور تھا۔ لیکن فضل نے کوئی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ یہی معاملہ امین اور مامون کے درمیان اختلاف کا باعث بن گیا۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ امام انجو کسائی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ہارون الرشید نے اپنے امام کسائی کا بیان کردہ واقعہ دونوں صاحبزادے امین اور مامون کی تادیب کے لیے مامور کیا تھا۔ چنانچہ میں ان دونوں پر ادب کے بارے میں سختی کرتا تھا۔ مواخذہ بھی کرتا۔ خاص طور پر امین پر زیادہ کنٹرول کرتا۔ کچھ دنوں کے بعد خالصہ باندی کو زہیدہ نے بھیجا۔ اس نے آکر یہ کہا کہ زہیدہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ میرے بیٹے امین کے ساتھ نرمی کیا کیجئے۔ اس لیے کہ وہ میرا جگر پارہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میں بھی اس سے محبت و شفقت سے پیش آتی ہوں۔ تو امام کسائی نے فرمایا کہ محمد امین تو اپنے والد کے جانشین ہونے والے ہیں۔ خاص طور پر ان پر تو کو تہی ہی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ خالصہ نے کہا کہ محترمہ سیدہ زہیدہ مامون سے اس لیے شفقت کرتی ہیں کہ جس رات یہ مامون پیدا ہوئے ہیں خواب میں دیکھا کہ چار عورتیں آئیں انہوں نے زہیدہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سامنے والی نے کہا یہ بیٹا جانشین بادشاہ، کم عمر، متکبر، تنگ نظر، لاپرواہی بے وفا ہو گا اور خلافت کے بار کو یہ نہیں سنبھال سکتا۔

پیچھے والی نے کہا یہ بچہ کھلاڑ، خرچیلہ، انصاف پرور کم ہو گا۔ داسنے والی نے کہا کہ یہ بچہ متکبر، گناہ گار، صلہ رحمی کو توڑنے والا، بے مروت بادشاہ ہو گا۔ بائیں والی نے کہا۔ یہ بیٹا غدار، ملک کو تباہ کرنے والا جانشین ہو گا۔ یہ خواب سنا کر خالصہ رونے لگی اور کہنے

گلی امام کسائی کیا تقدیر سے نادیب و تحذیر سودمند ہو سکتی ہے۔

چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مامون رشید نے امین کو معزول کر دیا اور طاہر بن حسین ہرثمہ بن اعین کو اپنے ساتھ لے کر جنگ کی تیاری کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد ان دونوں نے قتل و قتل سے فارغ ہو کر بغداد میں امین کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں طرف سے گونپنے بھی چلے۔ اس طرح کئی لڑائیاں ہوئیں۔ معاملہ سنگین ہوتا چلا گیا۔ شہر کے محلے اور مکانات ویران ہو گئے۔ بد معاش اور عیار لوگ مال و متاع لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انفریاب یہ محاصرہ ایک سال تک جاری رہا۔ محمد امین کے لیے حالات سنگین ہو گئے۔ ان کے اکثر ساتھی داغ مفارقت دے گئے۔ اس دوران طاہر نے بغداد کے بااثر لوگوں سے خط و کتابت کی اور ایک خفیہ معاہدہ کیا کہ وہ لوگ صرف ہمارا تعاون کریں گے۔ ان کے اطاعت نہ کرنے پر دھمکی دی گئی تو ان لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اچھا خلیفہ محمد امین کو معزول کر دیجیے۔ اس معاملے کے بعد محمد امین کے اکثر ساتھی منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد طاہر نے شہر ابو جعفر کا محاصرہ کر لیا۔ اشیائے خوردنی پر پابندی لگا دی۔ چنانچہ لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ جب ان تمام حالات کا علم محمد امین کو ہوا تو اس نے ہرثمہ بن اعین سے مراسلت کر کے امن طلب کیا اور یہ کہا کہ میں خود تمہارے پاس آ رہا ہوں۔

جب یہ حالات طاہر کو معلوم ہوئے تو اسے یہ بات ناگوار گزری کہ کیسے فتح کا سہرا ہرثمہ کے سر نہ باندھا جائے پھر جمعرات کے دن ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کو محمد امین ہرثمہ بن اعین کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ہرثمہ جنگی کشتی میں سوار تھا چنانچہ ہرثمہ کے ساتھ سوار ہو گیا۔

طاہر بن حسین امین کے گھات میں تھا، موقع پاتے ہی طاہر کے ساتھیوں نے کشتی میں پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ چنانچہ جو لوگ کشتی میں سوار تھے وہ غرق ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر امین کپڑے چاک کر کے بستان تک تیرتا ہوا گیا۔ طاہر کے ساتھیوں نے امین کو پکڑ لیا۔ پھر انہیں ٹٹو میں سوار کر کے طاہر کے پاس لے آئے۔ طاہر نے ایک جماعت کو امین کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ سر کو طاہر کے پاس پہنچا دیا تو طاہر بن حسین نے سر کو نصب کر دیا۔ جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو ماحول پر سکون ہو گیا۔ فتنہ ختم ہو گیا۔

پھر طاہر نے گردن کو انگشتی خلافت و خلعت اور رسول اللہ ﷺ کی چادر کے ساتھ مامون کے پاس بھیج دیا۔ جیسے ہی گردن مامون کے پاس پہنچی فوراً سجدہ شکر بجالایا اور اپنی کو ایک لاکھ درہم بطور انعام دیا۔

امام اصمعی کا مامون اور امین سے انٹرویو | اصمعی کہتے ہیں کہ مجھے بصرہ رہتے ہوئے تقریباً ایک سال ہو رہا تھا، ایک مرتبہ میں بغرض ملاقات خلیفہ ہارون رشید کے یہاں آیا۔ آداب شای بجالایا۔ ہارون نے بیٹھ

جانے کا اشارہ کیا تو میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر اٹھا، پھر اشارہ کر کے بٹھا دیا۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ لوگ کم ہو گئے۔ پھر ہارون نے مجھ سے کہا کہ اے اصمعی کیا تم میرے بچوں محمد اور عبد اللہ کے دیکھنے کی خواہش رکھتے۔ میں نے کہا کیوں نہیں اے امیر المومنین ضرور ملاقات کروں گا۔ مجھے ان سے محبت ہے بلکہ انہی کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ہارون رشید نے کہا بس بس کافی ہے۔ اتنے میں ہارون نے حکم دیا کہ عبد اللہ اور محمد کو فوراً بلا لاؤ۔ چنانچہ ایک ایلیچی کو بھیج کر بلا لیا۔ ایلیچی نے آکر جواب دیا کہ حضور و اولادہ دونوں آگئے ہیں۔ اصمعی کہتے ہیں کہ وہ دونوں بچے اتنے خوب صورت لگ رہے تھے جیسے آسمان میں دو چاند ہوں۔ جن کے قدم قریب ہو رہے ہوں اور آنکھوں کی روشنی زمین پر پڑ رہی ہو۔ وہ دونوں بچے اپنے والد محترم ہارون کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آداب شای

بجالاتے۔ ہارون نے ان دونوں کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ تو محمد امین دائیں بیٹھ گئے اور عبد اللہ مامون بائیں طرف بیٹھ گئے۔

پھر ہارون رشید نے کہا کہ اب آپ ان سے ادبی سوالات کریں گے۔ یہ دونوں جواب دیں گے۔ امام صمعی کہتے ہیں کہ میں ان سے کوئی بھی سوال کرتا تو وہ فوراً جواب دیتے اور جو پوچھا جاتا فوراً بتا دیتے۔ ہارون رشید نے کہا آپ کی ان دونوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ صمعی نے جواب دیا کہ حضور عالی جاہ میں نے ان دونوں بچے جیسے ذہین اور ذکی نہیں دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عمر طویل کرے اور ان کی شفقت سے امت کو نفع پہنچائے۔ اتنے میں ہارون رشید نے ان دونوں کو سینے سے لگا لیا۔

اس کے بعد ہارون رشید رونے لگا یہاں تک کہ دائرہ ہی تر ہو گئی۔ اس کے بعد دونوں بچوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ہارون رشید نے مجھ سے کہا کہ اے صمعی! ان دونوں کا اس وقت کیا حال ہو گا۔ جب ان دونوں میں دشمنی اور بغض و عداوت پیدا ہو جائے گا۔ دونوں میں جنگیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ خون بہہ جائے گا۔ بہت سے زندہ لوگ یہ چاہیں گے کہ کاش ہم زندہ نہ رہتے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین اس قسم کی پیشین گوئی پیدائش کے وقت نجومیوں نے کی ہے یا علمائے کرام سے نقل کر کے بتایا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون رشید اپنے دور خلافت میں یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دونوں بھائیوں کے درمیان جو باتیں پیدا ہوئی ہیں ان کی پیشین گوئی موسیٰ بن جعفر نے ہمارے والد ہارون رشید کے سامنے کی تھیں۔

صاحب عیون التاریخ نے لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ مامون زبیدہ ام امین کے پاس سے گزر رہا تھا۔ مامون نے یہ دیکھا کہ زبیدہ ہونٹوں کو خاموش حرکت دے رہی تھی۔ مامون نے کہا اے

مامون رشید کی پیدائش کا واقعہ

ماں! کیا آپ میرے لئے بد دعا کر رہے ہیں محض اس لئے کہ میں نے تمہارے بیٹے کو قتل کر کے اس کی سلطنت چھین لی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں اے امیر المومنین! ایسا نہیں کر رہی۔ مامون نے کہا اچھا پھر کیا کہہ رہی تھی؟ ماں نے کہا امیر المومنین جان بخشی ہو، ضرورت محسوس ہوئی ہونٹ حرکت کرنے لگے ورنہ کوئی خاص بات نہیں تھی مامون سے ضرور کچھ نہ کچھ کہہ رہی تھی اس نے کہا کہ میں یہ کہہ رہی تھی کہ مجبور کن حالات کا برا ہو۔ مامون نے کہا وہ کیسے؟ تو زبیدہ نے کہا کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں ہارون رشید کے ساتھ برضا و رغبت شطرنج کھیل رہی تھی تو وہ مجھ سے جیت گئے۔ انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ ننگے ہو کر محل کا چکر لگا کر آؤں تو میں نے ان سے معافی چاہی لیکن انہوں نے مجبور کیا۔ چنانچہ میں نے محل کا برہنہ طواف کیا۔ حالانکہ طبیعت نفرت کر رہی تھی۔ پھر ہم دوبارہ کھیل کھیلنے لگے تو اس مرتبہ میں جیت گئی، وہ ہار گئے۔ میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ مطبخ جا کر سب سے بد صورت باندی سے جماع کریں۔ انہوں نے مجھ سے معاف کرنے کو کہا۔ میں نے بھی معاف نہیں کیا۔

اس کے علاوہ جماع نہ کرنے کی صورت میں مجھے عراق و مصر کا خراج بھی دینے کو کہا لیکن میں نے انکار کر دیا مزید یہ بھی میں نے کہا کہ نہیں حضور والا یہ تو آپ کو ضرور کرنا پڑے گا۔ پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔ پھر میں نے انہیں مجبور کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ لے گئی۔ چنانچہ کوئی بھی بد صورت باندی میں نے تیری ماں مراجل سے زیادہ نہیں دیکھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ان سے جماع کریں تو انہوں نے اس سے صحبت کی۔ چنانچہ تم اس طرح پیدا ہوئے۔ پھر تم اب میرے بیٹے امین کے قتل اور اس سے ملک چھیننے کا سبب بن گئے۔

وفات و خلافت | خلیفہ امین کا قتل ۲۸ سال کی عمر میں ہوا۔ بعض نے ۲۷ سال بتایا ہے۔ امین قد کے لمبے سفید نہایت خوب صورت آدمی تھے۔ ۴ سال ۸ ماہ خلافت پر متمکن رہے۔ بعض ۳ سال چند ایام کی تصریح کی ہے۔ اس لئے کہ امین کو ماہ رجب میں چھٹے سال معزول کیا گیا۔ اس اعتبار سے مرتے دم تک ان کی خلافت چند ماہ کم پانچ سال رہی۔ امین لہو و لب میں مال زیادہ لٹاتا تھا۔ حالانکہ یہ خلافت کے شایان شان نہیں تھا۔ یہ کھیل کود گانے بجانے اور عیش و عشرت کی چیزوں میں زیادہ مصروف رہتے۔

إذا غدا ملک باللہو مشغلا فاحکم علی ملکہ بالویل و الخرب
ترجمہ:- جب بادشاہ لہو و لب میں مشغول ہو گیا تو اس کا سلطنت میں تباہی اور ویرانیت چھا گئی۔
اما تری الشمس فی المیزان ہابطۃ لما غدا وهو برج اللہو والمطرب
ترجمہ:- کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ سورج میزان پر اتر رہا ہے تو جب سویرا ہوا تو وہ لہو و لب اور مستی کا برج تھا۔

خلافت عبداللہ المامون

پھر محمد امین کے قتل کے بعد ان کے بھائی عبداللہ المامون الرشید نے عنان حکومت سنبھالی۔ ان سے بیعت عامہ اس رات صبح کو لی گئی۔ جس رات محمد امین کو قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر بعد میں ان کی بیعت پر سوائے امیر اندلس کے سب نے اتفاق کر لیا۔ پھر اس سے قبل اور بعد کے امراء اندلس خاندان عباسیہ دور و دراز ہونے کی وجہ سے زیر اطاعت نہیں ہوئے۔

اخبار طوال میں ہے کہ مامون ذہین فطین دور اندیش بلند ہمت خود دار خلیفہ تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مامون آسمان علوم کا ستارہ تھا۔ اس نے فلسفہ کا علم جتہ جتہ حاصل کیا اور دیگر علوم کو بھی فروغ دیا۔ یہی وہ بادشاہ ہے جس نے کتاب اقلیدس طبع کرائی۔ عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم صادر کیا اور اس کی شرح لکھنے کا مشورہ بھی دیا۔ مامون ہی نے مجلس مناظرہ کے استاذ ابو اللہ ذیل البصری المخزومی تھے جن کو علاف بھی کہا جاتا ہے۔ (جس کی کچھ تفصیل بروون باب الباء میں آجائے گی)

مامون الرشید ہی کے دور خلافت میں فتنہ خلق قرآن رونما ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ فتنہ ہارون رشید کے دور میں پیدا ہو چکا تھا پھر مامون کے دور میں شباب پر آگیا۔ لیکن آخر دور حکومت میں فتنہ فرو ہونے کے قریب ہو گیا۔ چنانچہ لوگ بھی خلق قرآن کے بارے میں تائب ہو جاتے کبھی قائل ہو جاتے۔ لیکن اکثر لوگ اس مسئلہ میں دل چسپی کا ثبوت دیتے۔

مامون کے عہد خلافت میں سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو اس دور کے امام اہل سنت و جماعت تھے خلق قرآن کے قائل نہیں تھے مامون نے انہیں قید کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ مامون رشید کے پاس پہنچ نہ پائے تھے کہ معلوم ہوا کہ خلیفہ وقت مامون الرشید کا انتقال ہو گیا۔ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مسئلہ خلق قرآن کے مجاہدوں اور مشقات جھیلنے کے سلسلے میں تذکرہ خلافت معتمد میں آجائے گا۔)

مورخین کا کہنا ہے کہ ہارون رشید الجزیرہ اور شام میں جا کر کافی دنوں تک مقیم رہا۔ پھر اس روم کو فتح کیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی فتوحات حاصل کیں اور بہت سے اچھے کام کئے۔

مامون رشید کی وفات | مامون رشید کی وفات ۱۸ رجب یا ۸ رجب ۲۱۸ھ ہر بردی میں ہوئی۔ کل ۴۹ برس کی عمر ہوئی اور بعض

نے ۳۹ سال کی عمر بتائی ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس کے علاوہ بعض نے ۳۸ سال کا بھی ذکر کیا ہے۔ کل ۲۰ سال ۵ ماہ تخت نشین رہے۔ کہا جاتا ہے کہ طرطوس میں دفن کئے گئے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ خلیفہ مامون رشید درگزر کرنے والے فیاض آدمی تھے۔ علم نجوم کے عالم و دیگر علوم میں بھی درک رکھتے تھے۔ مامون کہا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مجھے عفو و درگزر کرنے میں لطف آتا ہے تو لوگ جرائم کر کے سیدھے میرے پاس آکر اژدہام لگالیں گے۔ اس کے علاوہ مورخین لکھتے ہیں کہ بنو عباس میں مامون سے زیادہ بڑا عالم کوئی نہیں گزرا۔ خاص طور پر مامون الرشید علم نجوم کے عالم تھے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

هل علوم النجوم اغنت عن الما
مون شينا او ملكه المانوس
ترجمہ: کیا علم نجوم یا اس کا مانوس ملک خلیفہ مامون سے تھوڑی دیر کے لئے بھی مستغنی ہو سکتا ہے۔

اخلفوه بساحتی طرسوس
مفلما خلفوا اباه بطوس
ترجمہ: لوگوں نے مامون کو میرے علاقے طرسوس کا جانشین بنایا ہے جیسے کہ ان کے والد محترم کو طوس کا جانشین بنایا تھا۔

مامون خوب صورت، بلخ، مناسب قد، لمبی داڑھی، سخی، دیندار، علوم کا ولدادہ، مدبر اور سیاسی خلیفہ تھا۔

خلافت ابواسحاق ابراہیم المعتمد

مامون رشید کے بعد ان کے بھائی ابواسحاق ابراہیم المعتمد بن ہارون رشید تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی مامون کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے کہ ان کے بعد بھی ولی عہد نامزد تھے۔

معتمد نے خلافت پر آتے ہی طوانہ کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ شہر عموریہ پر لشکر کشی کر دی۔ کئی دن تک محاصرہ جاری رہا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بنو عباس میں معتمد جیسے بہادر، دلیر، طاقتور حملہ آور بادشاہ نہیں گزرا۔

لکھا ہے کہ معتمد ایک دن صبح کو اس حالت میں بیدار ہوا کہ سردی کڑا کے کی پڑ رہی تھی۔ کسی کو ہاتھ نکالنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی تو اس نے اس دن چار ہزار کمان میں تانت لگائے۔ شہر عموریہ کا برابر محاصرہ کئے رہا۔ یہاں تک کہ بزور شمشیر فتح کر لیا۔ مال و دولت کو بطور غنیمت قبضہ کر لیا۔ رہنے والوں کو قید کر لیا۔

جس وقت معتمد کو خلافت سپرد کر دی گئی تو اس نے فوراً سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ امام اس وقت مامون کے جیل خانہ میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے جیسے کہ ابھی گزرا۔ پھر معتمد نے امام سے خلق قرآن کے سلسلہ میں انٹرویو لیا جس کی تفصیل ابھی آجائے گی۔

مختصر یہ کہ خلیفہ ہارون رشید اپنے دور خلافت میں خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔ اسی لئے فضیل بن عیاض ہارون رشید

لے اشارہ اسی مشہور فتہ کی جانب ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کے دور میں پیش آیا اور جس میں اسلام کا یہ یگانہ روزگار امام مظالم کا شکار ہوئے کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق، مسئلہ کلامیات کا ہے اور معتزلہ نے اسے اسلامی افکار و عقائد میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق کلام اللہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں رب و رتیب کی کوئی تمجاش نہیں اور نہ خلق و غیر خلق کے جھگڑے اسلامی تعلیمات میں فیصلہ طلب ہیں۔

کی درازی عمر کی دعا مانگتے تھے اس لئے کہ انہوں نے بھانپ لیا تھا کہ یہ فتنہ ہارون رشید کے دور میں واقع نہیں ہو گا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ ہارون رشید کے دور خلافت میں لوگ خلق قرآن کے سلسلہ میں متذبذب تھے۔ کبھی اختیار کرتے کبھی ترک کر دیتے۔ گویا اختیار و ترک کا سلسلہ چل رہا تھا جیسے کہ ابھی گزر چکا ہے۔

آخر کار ہارون رشید کے بعد ان کے بیٹے مامون رشید کو خلیفہ بنایا گیا۔ اتفاق یہ کہ مامون رشید خلق قرآن کا قائل ہو گیا۔ کبھی یہ عوام اہلناس کو خلق قرآن کے عقیدے کی دعوت دیتا کبھی پیچھے ہٹ جاتا۔ حتیٰ کہ مامون اپنی وفات کے سال خلق قرآن کا پختہ مدعی ہو گیا۔ چنانچہ یہ لوگوں کو خلق قرآن کے عقیدے پر دعوت دینے لگا۔ عوام کو ابھارنے لگا۔ جو بھی اس کا قائل نہ ہوتا تو انہیں پریشان کر دیتا۔ مصائب میں مبتلا کرتا۔ اس دوران اس نے سیدنا امام احمد بن حنبلؒ اور ایک دوسری جماعت کو بلوایا۔ امام احمد قید خانہ سے لائے جا رہے تھے کہ راستہ ہی میں تھے کہ مامون رشید کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی مقسمؒ ولی عہد تھے۔ مامون رشید نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ تم ہمیشہ خلق قرآن کے قائل رہنا اور عوام کو اسی کی دعوت بھی دینا۔

سیدنا امام احمد بن حنبلؒ برابر قید و بند کی زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ مقسمؒ ولی عہد کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ مقسمؒ نے آتے ہی امام احمد کو بغداد حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مجلس مناظرہ منعقد کی گئی۔ فریق مخالفت میں عبدالرحمن بن اسحاق اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ تھے اور ادھر صرف امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ آخر کار چار دن تک مناظرہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ مقسمؒ نے امام احمدؒ پر کوڑے برسائے کہ حکم دے دیا۔ اتنے کوڑے لگوائے کہ بے ہوشی طاری ہو گئی۔

خلیفہ اسی پر بس نہ کرتا بلکہ تلوار اور غلاف زدہ تیر بھی چھو تاکہ امام احمد صراط مستقیم سے نہ ہٹتے پھر انہیں اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا۔ آپ قید خانہ میں ۲۸ ماہ رہے۔ اس کے بعد آپ برابر جمعہ کی نماز اور پنجوقتہ نمازوں میں حاضر ہوتے رہے حسب دستور فتویٰ دینے لگے یہاں تک کہ مقسمؒ کا انتقال ہو گیا۔

خلیفہ الواثق کی سختی اور متوکل کا انعام و اکرام | خلیفہ مقسمؒ کے بعد الواثق کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے بھی وہی کام انجام دیا جو مامون رشید اور مقسمؒ نے انجام دیا تھا۔ الواثق نے امام سے یہ کہا کہ تیرے پاس کوئی نہیں آئے گا اور نہ تم اس شہر میں رہنا جس میں میں رہ رہا ہوں۔ چنانچہ امام احمدؒ خفیہ زندگی گزارتے۔ نماز اور دیگر کاموں کے لئے باہر نہیں آتے تھے۔ یہاں تک کہ الواثق کی وفات ہو گئی۔ پھر ان کے بعد متوکل کو خلیفہ بنایا گیا۔ متوکل نے امام احمد بن حنبلؒ کو تمام پابندیوں بیڑیوں سے آزاد کر دیا اور انہیں اپنے یہاں حاضر ہونے کا پروانہ بھیجا۔ مزید امام کو انعام و اکرام سے نوازنے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن سیدنا امام احمد بن حنبلؒ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ اسے فقیروں مسکینوں پر تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ متوکل امام کی آل و اولاد میں چار ہزار ماہانہ درہم خرچ کرتے تھے لیکن امام اس سے بھی خوش نہیں ہوئے۔

خلیفہ مقسمؒ کی امام احمدؒ پر سختی | عراقی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ رحمۃ اللہ علیہ سے تین یوم تک مناظرہ ہوتا رہا۔ خلیفہ ہوں جیسے اپنے بیٹے ہارون الواثق پر نرمی اور شفقت کا معاملہ کرتا ہوں تم صرف خلق قرآن کے قائل ہو جاؤ۔ چپکے سے مجھ سے کہہ دو۔ اگر تم نے منظور کر لیا تو خدا تعالیٰ کی قسم میں تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھ سے کھولوں گا۔ تمہاری چوکھٹ پر آؤں گا اور میں تمہیں اپنے فوجیوں کے ساتھ سوار کر کے لے جاؤں گا۔

امام نے جواب دیا کہ مجھے زائد باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اگر مجھے کتاب اللہ اور حدیث نبویہ کے چند وراق دے دیں تو مہربانی ہوگی۔ لیکن جب مجلس طویل ہو گئی اور حاصل کچھ نہ نکلا تو معقم نے امام کو ڈانٹا اور ڈانٹ کر کھڑا ہو گیا اور امام کو اسی جگہ جانے کا حکم دیا جہاں پر تھے معقم کے اچھی برابر آپ سے کہتے رہے کہ اے امام احمد آپ سے اسی کا اقرار کر لینا چاہتے ہیں جو آپ کا قرآن کریم کے بارے میں خیال ہے۔ پھر امام وہی جواب دیتے جو بارہا دے چکے ہوتے۔

جب تیسرا دن آیا تو امام احمد کو مناظرہ کی دعوت دی گئی۔ آپ کو خلیفہ معقم کے دربار میں حاضر کر دیا گیا۔ خلیفہ کے دربار میں پہلے سے محمد بن عبد الملک الثریات اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ موجود تھے۔ معقم نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ آپ لوگ ان سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ یہ لوگ برابر مناظرہ کرتے رہے۔ آخر کار ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے امیر المومنین یہ ایسے نہیں مائیں گے۔ آپ انہیں قتل کر کے ان کا خون ہمارے اوپر ڈال دیں۔ یہ سن کر معقم نے امام کے ایک تھپڑ رسید کیا جس سے امام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر خراسان کے حکام کے چروں کے رنگ متغیر ہو گئے انہیں میں غالباً امام احمد کے چچا بھی تھے۔

یہ ماجرا دیکھ کر خلیفہ معقم ڈر گیا۔ چنانچہ پانی منگا کر امام کے چہرے پر پھیٹھیں ماریں جس سے امام ہوش میں آ گئے۔ ہوش میں آتے ہی آپ نے اپنے چچا کو مخاطب کر کے کہا۔ چچا یہ جو پانی میرے چہرے پر ڈالا گیا ہے شاید ڈالنے والا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ معقم نے کہا تم لوگوں کا برا ہو کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ ان کے معاملے کی وجہ سے ہجوم ہوتا جا رہا ہے۔ میری اللہ کے رسول سے بھی قربت اور نسبت ہے میری کوئی ان سے عداوت نہیں ہے۔ کوڑے اس وقت تک لگتے رہیں گے جب تک کہ یہ اس بات کے قائل ہو جائیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ پھر معقم امام کی طرف متوجہ ہوتا۔ لیکن امام پہلے کی طرح جواب دیتے۔ یہاں تک کہ معقم ڈانٹا۔ اس طرح سے مجلس طویل ہو جاتی۔ معقم کتا تم پر خدا کی لعنت ہو۔ اس سے قبل مجھے تمہارے بارے میں خیال تھا کہ تم قائل ہو جاؤ گے۔ پھر حکم دیتا کہ انہیں پکڑ کر ان کے کپڑے اتار دو اور انہیں زمین پر گھسیٹو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا۔ پھر معقم جلاد سے کہتا کہ امام احمدؒ یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کے بال ہیں جنہیں میں نے اپنے کرتے کی آستین میں باندھ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ میرے پاس بعض لوگ آتے ہیں بالوں کو جلانے کے لیے آتے ہیں، تو معقم نے کہا تاکید کی کہ ان بالوں کو جلانا مت بلکہ انہیں ان کے کرتے سے نکال لو۔ (امام احمدؒ کہتے ہیں کہ میرا کرتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی برکت کی وجہ سے جلنے سے بچ گیا۔ لوگوں نے میرے ہاتھ باندھ دیئے تھے تو وہ بھی کھول دیئے گئے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ برابر مصائب و آلام برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔

پھر معقم جلادوں سے کہتا کہ آگے بڑھو اور کوڑے مارنے والوں سے کہتا کہ انہیں میرے پاس لاؤ۔ ان کو برا بھلا کو، تکلیف دو، خدا تیرے ہاتھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ آگے بڑھنے اور دو کوڑے مار کر علیحدہ ہو جاتے۔ پھر دوسرے سے کہتا کہ ان کو برا بھلا کو بخنی کر دو، خدا تمہارے ہاتھ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ آگے بڑھتے اور دو کوڑے مار کر علیحدہ ہو جاتے۔ اس طرح سے معقم ایک ایک آدمی کو بلا کر برابر بڑاتا رہا۔ پھر معقم کے پاس آتا اس حال میں کہ لوگ احمد کو گھیرے ہوئے ہوتے اور یوں کہتا کہ اے احمد! کیا تم اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا چاہتے ہو۔ قاعدے سے جواب دو تاکہ میں تمہاری بیٹریاں اپنے ہاتھ سے کھول دوں۔ ان میں سے بعض لوگ یہ کہتے کہ امام صاحب آپ کے بادشاہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں، آپ جواب دیجئے اور اس دبلے پتلے آدمی کو تلوار کی نوک سے زخمی کیا جاتا۔ معقم یہ بھی کہتا کہ اے احمد کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ سب لوگ مغلوب ہو جائیں۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے امیر المومنین ان کا خون ہمارے اوپر بہا دیجئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد معتم کرسی پر جا کر بیٹھ جاتا۔ پھر جلد سے کہتا کہ ان کو برا بھلا کہو۔ پھر معتم دوبارہ آتا۔ اے احمد جواب دو۔“

چنانچہ امام احمد وہی پہلا جواب دیتے۔ پھر معتم لوٹ کر کرسی پر بیٹھ جاتا۔ پھر جلد کو حکم دیتے کہ ان پر سختی کرو۔ امام احمد کہتے ہیں کہ بس میں اتنا جانتا تھا کہ میں ایک کمرے میں تنہا ہوں ورنہ میری عقل جاتی رہی تھی اور آپ یہ تمام مصائب و مشقات روزہ کی حالت میں جھیل رہے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کو ۱۸ کوڑے لگائے گئے۔ مارنے کے دوران جب آپ کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں کو ہلایا تو آپ کے ہاتھ کھل گئے۔ پھر ماندھ دیئے گئے۔ جب آپ کو ان مصائب سے نجات مل گئی تو لوگوں نے آپ سے اس سلسلے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہا تھا:-

”اللهم ان كنت على الحق فلا تفضحني“

”خدا یا اگر حق پر ہوں تو مجھے رسوا نہ کیجئے۔“

ان سب حالات کے گزرنے کے بعد معتم نے ایک آدمی کو نگران بنایا جو علاج اور جراحی سے واقف تھا کہ وہ ان کا علاج کرتا رہے۔ چنانچہ اس نے علاج کیا۔ معالج کا کہنا ہے کہ میں نے امام احمد کے بدن پر ایک ہزار کوڑوں کے نشانات دیکھے۔ اس سے زیادہ زخمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آخر کار ان کا علاج ہو تا رہا۔ علاج کے باوجود امام کے بدن سے کوڑے کے نشانات مٹے نہیں تھے یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

صالح کہتے ہیں کہ میرے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں اتنی قربانیاں دیتا اور مجھے معلوم ہو جاتا کہ مجھے ان مشقتوں سے نجات بھی مل جائے گی تو مجھے کافی ہوتا۔ پھر مجھے نفع و نقصان کی پرواہ نہ رہتی۔

امام شافعیؒ کا خواب بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت سیدنا امام شافعیؒ مصر میں سکونت پذیر تھے اس وقت آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ امام شافعیؒ سے یوں فرما رہے تھے کہ تم امام احمد بن حنبلؒ کو جنت کی بشارت دے دینا۔ یہ بشارت ان کے ان کارناموں کی وجہ سے ہے جو انہوں نے خلق قرآن کے مسئلے میں مصائب جھیلے ہیں، مشقات برداشت کی ہیں اور جب امام احمد سے سوال کیا جاتا تو وہ سوائے اس کے اور کوئی جواب نہ دیتے کہ قرآن پاک اللہ جل جلالہ کا نازل کردہ ہے مخلوق نہیں ہے۔

جب امام شافعیؒ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے خواب لکھ کر بدست ربیعؒ امام احمد کے پاس بغداد روانہ کر دیا۔ جب ربیعؒ بغداد پہنچے تو سیدھے امام احمد کے جائے قیام پر لشرف لے گئے۔ اجازت لی۔ انہیں اجازت دی گئی۔ جب ربیعؒ گھر کے اندر گئے تو کہا کہ یہ رقعہ آپ کے بھائی امام شافعیؒ نے تحریر فرما کر میرے ذریعے آپ تک پہنچایا ہے۔ سیدنا امام احمد نے فرمایا کہ ربیعؒ تم جانتے ہو اس میں کیا لکھا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ امام احمدؒ نے وہ رقعہ کھول کر پڑھا تو ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ فرمایا ما شاء اللہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ پھر آپ نے بتایا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

ربیعؒ نے کہا کہ آپ کیا انعام دے رہے ہیں؟ اس وقت آپ کے جسم پر درد کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے وہ کرتہ جو آپ کے جسم سے لگا ہوا تھا بطور انعام دیا سے ربیعؒ نے کہا وہ کرتا انعام دیا ہے جو ان کے جسم سے لگا ہوا تھا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ربیعؒ میں تمہیں

اس کرتے کے بارے میں ہمدرد نہیں بنانا چاہتا۔ میں تو اسے دھوؤں گا۔ چنانچہ اسے دھو کر غالہ کو اپنے تمام بدن میں ڈال لیا۔
امام احمدؒ کی وسعت ظرفی آپ کو پینے میں شریک تھے یا تماشا بین تھے یا ان کے پڑانے میں تعاون کر رہے تھے سب کو معاف فرمادیا سوائے ابن ابی داؤد کے، اس لیے کہ وہ بدعتی بھی تھے۔ امام احمدؒ یہ بھی فرمایا کرتے کہ اگر ابن ابی داؤد مبتدع نہ ہوتا تو میں انہیں بھی معاف کر دیتا۔ اگر وہ اب بھی بدعات سے توبہ کر لیں تو میں معاف کر سکتا ہوں۔

احمد بن منائی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جس زمانے میں معصوم نے بابل کو فتح کیا جس دن شرموریہ کو فتح کیا اس دن آپ نے معصوم کو بھی معاف فرمادیا تھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ اور موسیٰؑ کی بشارت عبد اللہ بن الور دیکتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب میں جناب اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ سے امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس موسیٰؑ کلیم اللہ بن عمرانؑ تشریف لائیں گے۔ ان سے پوچھ لینا۔ پس اچانک سیدنا موسیٰؑ تشریف لائے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت والا! امام احمدؒ کا کیا حال ہے؟ تو آپ نے فرمایا احمدؒ کو خوشحال اور مصیبت زدہ کر کے دونوں انداز سے آزمایا گیا تو وہ صبر و شکر کے پیکر نکلے، سچے ثابت ہوئے۔ چنانچہ انہیں صدیقین میں شامل کر لیا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جو موسیٰؑ کی طرف اشارہ کر کے احالہ کیا تھا اس میں چند حکومتوں کی طرف اشارہ مقصود تھا۔

(۱) اول یہ کہ امت محمدیہ کی دیگر تمام امتوں پر فضیلت معلوم ہو جائے یہاں تک کہ موسیٰؑ جو جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں اسے بیان اور ثابت کر رہے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس میں امام احمد بن حنبلؒ جو امت محمدیہ کے نمونے تھے، ان کی اس میں فضیلت ہے کہ انہیں ستلایا گیا، مصائب میں مبتلا کیا اس کے بدلے انہیں اجر عظیم ملا۔ یہاں تک جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کی مقام اور فضل کی گواہی دی۔

(۳) تیسرے یہ کہ امام احمدؒ کو خلق قرآن کے مسئلہ میں مبتلا کیا گیا۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور سیدنا محمد ﷺ کلیم اللہ ہیں، انہوں نے کوہ طور میں اللہ جل شانہ سے گفتگو کی ہے۔ موسیٰؑ ﷺ خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے نازل کردہ کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ اس مناسبت سے حضور اکرم ﷺ نے احالہ فرمایا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور ان کا یہ عقیدہ درجہ یقین کو پہنچ جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے حالات ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ کی ولادت باسعادت ۱۶۳ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ ان کے نماز جنازہ میں آٹھ لاکھ مردوں، اور ۶۰ ہزار عورتوں نے شرکت کی۔ جس دن ان

کا انتقال ہوا اس دن ۲۰ ہزار، یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں نے اسلام قبول کیا۔ اھ (وفیات الاعیان)
 نووی لکھتے ہیں کہ جس سرزمین میں امام احمدؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے۔ متوکل نے پیمائش کرنے کا حکم دیا تو ۲۵ لاکھ گز زمین نکلی۔ نیز ان کے مرنے کا غم چار قوموں میں منایا گیا یعنی مسلمانوں، یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں میں۔ (تہذیب الاسماء واللفاظ)
 محمد بن خزیمہ جو مشہور محدثین میں سے ہیں کہتے ہیں کہ جب مجھے امام احمد بن حنبلؒ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو مجھے بہت

ہی زیادہ غم ہوا۔ میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑا کڑ کر شان سے چل رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابو عبد اللہ یہ کون سی رفتار ہے تو فرمایا کہ یہ چال ڈھال جنت میں خدام کی ہوتی ہے۔ میں نے مزید سوال کیا اللہ جل شانہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور ننگے پاؤں کر کے سونے کے نعلین پہنا دیئے ہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے احمد! ہم نے تم کو یہ اعزاز اس لیے عطا کیا ہے کہ تم میرے کلام کے مخلوق نہ ہونے کے عقیدے پر جتے رہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اے احمد تم مجھ سے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگو جن الفاظ کے ساتھ سفیان سے تم تک پہنچی ہیں اور جس سے تم دنیا میں ان ہی الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے تھے۔ امام احمد کہتے ہیں چنانچہ میں نے فوراً دعا کی:-

یا رب کل شئی اسالک بقدر تک علی کل شئی لاتسانی عن شئی واغفر لی کل شئی۔

”اے میرے رب میں آپ کی قدرت سے ہر چیز کے بارے میں ہر چیز کے ضرر سے پناہ مانگتا ہوں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں حساب نہ لینا“ تو میرے ہر گناہ کو بخش دے۔“

یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے احمد اٹھ! یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جا۔ چنانچہ میں داخل ہو گیا دیکھتا ہوں کہ سفیان ثوری جنت میں اس حالت میں ہے کہ ان کے دو ہرے ہرے بازو ہیں، وہ ایک کھجور کے درخت سے اڑ کر دوسرے کھجور کے درخت پر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں:-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْفَا الْأَرْضَ نَسْبُوْهُ آمِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْزَا الْعَالَمِينَ۔

”ہر قسم کی تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدہ کو ہمارے ساتھ پورا فرمایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا جنت میں جہاں چاہتے ہیں رہتے ہیں، کتنا ہی اچھا عمل کرنے والوں کی جزا ہے۔“

امام احمد کہتے ہیں پھر میں نے سفیان سے یہ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے عبد الوہاب الوراق کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ سفیان نے جواب دیا کہ میں نے انہیں نور کے سمندر میں دیکھا ہے۔ نور کی کشتی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہتے ہیں۔ پھر میں نے ان سے یہ پوچھا کہ بشرین الحرث کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تو سفیان نے کہا کہ ٹھیرو ٹھیرو میں نے انہیں انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور میں دیکھا ہے اور ان کے سامنے کھانے کا دسترخوان چٹا ہوا ہے۔ اللہ جل شانہ ان کی طرف متوجہ ہو کر یہ فرما رہے ہیں:-

کل یا من لم یاکل و اشرب و یا من لم یشر و انعم یا من لم ینعم۔

”کھا اے وہ جس نے نہیں کھایا۔ پی اے وہ جس نے نہیں پیا، سیراب ہو جاؤ اے وہ جس نے سیرابی حاصل نہیں کی۔“

معصم کی وفات ۲۲ھ میں خلیفہ معصم نے سرمن رای میں سیکنی لگوائی جس سے بخار آگیا۔ پھر اس کی وفات ہو گئی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۲ رجب الاول کو پیش آیا۔ کل ۷۳ یا ۷۴ سال کی عمر پائی۔ ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن تخت نشین رہا۔ گویا یہ خلافت بنو عباسیہ کا آٹھواں خلیفہ گزرا ہے۔

ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں ۱۸۰ لاکھ درہم ۸ ہزار گھوڑے آٹھ آٹھ ہزار اونٹ اور چھ ۸ ہزار غلام ۸ ہزار باندیاں وغیرہ چھوڑیں۔ اسی لیے معصم کو مٹمن (آٹھواں) خلیفہ کہا جاتا ہے۔

معصم ان پڑھ بادشاہ تھا اس لیے کہ اس کے ایک چھوٹا سا غلام تھا اس کو لے کر وہ کتاب لینے جایا کرتا تھا اتفاق یہ کہ اس غلام کا انتقال ہو گیا تو ہارون رشید نے معصم سے کہا اے ابرہیم تمہارا غلام تو انتقال کر گیا۔ تو معصم نے کہا جی ہاں وہ مر گیا اور میں کتاب کے

جھنجھٹ سے آزاد ہو گیا تو ہارون رشید نے کہا کتب کی بے ادبی میں تمہارا یہ حال ہو گیا؟ ہارون رشید نے مصاحبین کو ہدایت کر دی کہ اب اسے کوئی نہ پڑھائے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، اسی لیے معصم جاہل رہا۔

خلافت ہارون و اثن باللہ

پھر خلیفہ معصم کے بعد ان کا بیٹا ہارون و اثن باللہ تخت نشین ہوا۔ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا اس دن ان سے خفیہ طریقے سے سرمن رای میں بیعت لی گئی۔ چنانچہ ان کی بیعت کا شور و غلغلہ بغداد تک ہو گیا۔ پھر بغداد وغیرہ میں ان کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ جب ہارون کو خلیفہ چن لیا گیا تو انہوں نے احمد بن نصر خزاعی کو خلق قرآن کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ اور ان کے چہرے کو مشرق کی طرف پھیر دیا تو وہ قبلہ کی طرف گھوم گیا۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو ایک تیز و ہار لکڑی لے کر متعین کیا کہ جب کبھی یہ قبلہ کی طرف گھوم جائے اسے مشرق کی طرف موڑ دو۔

روایت ہے کہ احمد بن نصر کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ ان سے یہ پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے رحم و کرم کا معاملہ کر کے بخش دیا۔ اس کے باوجود میں تین دن سے رنجیدہ ہوں۔ رنجیدہ خاطر ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جناب رسول ﷺ میرے پاس سے دو مرتبہ گزرے ہیں۔ دونوں مرتبہ آپ اپنے چہرہ انور کو مجھ سے پھیرے ہوئے تھے تو میں مغموم ہو گیا۔ جس وقت آپ تیسری مرتبہ گزرے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں تھے۔ پھر آپ کیوں ناراض ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں تم حق پر تھے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں تم سے اس لیے شرماتا ہوں کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نے تمہیں قتل کر دیا ہے، ورنہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔

دمیری کہتے ہیں کہ میری نظر سے یہ بات گزری ہے کہ خلیفہ ہارون و اثن باللہ نے خلق قرآن کے مسئلہ سے توبہ کر لی تھی۔ غالباً خطیب بغدادی نے انہیں کے سوانح حیات میں ذکر کیا ہے۔

خلق قرآن کے موضوع پر مناظرہ | چنانچہ خطیب لکھتے ہیں کہ میں نے طاہر بن خلف سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ محمد بن و اثن جن کو مہدی باللہ بھی کہا جاتا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت میرے والد محترم کسی کے قتل کا ارادہ کرتے تو ہم سب ان کی مجلس میں حاضر ہو جاتے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ ہم ان کے پاس تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھے شخص کو بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ اتنے میں والد محترم نے احمد بن داؤد اور ان کے ساتھیوں کو آنے کی اجازت دی اور شیخ کو سامنے لایا گیا۔ شیخ نے آتے ہی اسلام علیکم یا امیر المومنین کہا! تو ہارون نے کہا خدا تجھے سلامت سے نہ رکھے۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین جس نے آپ کو ادب و سلیقے کی تعلیم دی ہے وہ بدتمیز و مبغض معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ نے تو یہ فرمایا ہے:-

وَإِذَا خِيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا حَسَنًا مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا۔ (نساء)

”اور جب تم کو کوئی دعا دے تو تم بھی اس سے بہتر دعا دیا اسی کو لو ٹاؤ۔“

خدا کی قسم آپ کا یہ حال ہے کہ نہ آپ نے مجھے سلام کیا اور نہ آپ نے میرے سلام کا بہتر جواب دیا۔ ابن ابی داؤد نے کہا امیر المومنین یہ شیخ تو شکلم معلوم ہوتا ہے۔ اتنے میں خلیفہ ہارون نے حکم دیا کہ ابن داؤد تم اس شیخ سے مناظرہ کرو۔ چنانچہ احمد بن داؤد نے سوال کیا کہ اچھا تم یہ بتاؤ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ شیخ نے کہا کہ جناب مجھ سے سوال قاعدہ سے کرنا۔ ابن ابی داؤد نے

کہا کہ اچھا آپ ہی مجھ سے سوال کریں۔ شیخ نے سوال کیا کہ احمد تم بتاؤ قرآن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ قرآن تو مخلوق ہے۔ یہ سن کر شیخ نے کہا۔ آیا قرآن کے بارے میں جو تم یہ عقیدہ رکھتے ہو اس کی تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفائے راشدین نے دی ہے یا نہیں دی۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ قرآن کریم کے بارے میں یہ عقیدہ مخلوق ہونے کا ایسا ہے کہ اس کی تعلیم کسی دور میں نہیں دی گئی۔ شیخ نے کہا واہ سبحان اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ کی تعلیم نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور نہ ابو بکر و عمر و عثمان و علیؓ اور نہ خلفائے راشدین نے تعلیم دی ہے۔ تم ایسی چیز کی تعلیم دیتے ہو۔ یہ جواب سن کر احمد بن داؤد شرمندہ ہو گیا۔

احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ تم اپنا جواب پھر دہراؤ۔ چنانچہ شیخ نے پھر اسی طرح دہرا دیا۔ احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ ہاں تمہارا جواب درست ہے۔ پھر شیخ نے کہا اب تمہاری قرآن کے بارے میں کیا رائے بنی۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ وہ میرے نزدیک مخلوق ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ مخلوق ہونے کی تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ ابو بکر، عمر، عثمان و علیؓ اور خلفائے راشدین نے دی ہے یا نہیں؟ تو ابن ابی داؤد نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کو اس کے بارے میں علم تو تھا لیکن کسی کو اس کی دعوت نہیں دی نہ مائل کیا۔ شیخ نے کہا کیا تم ایسا کام کرنا چاہتے ہو جس کی اجازت نہیں دی گئی۔

ہارون واثق کہتے ہیں کہ یہ مناظرہ سن کر والد محترم اٹھ کر تنہائی میں چٹ لیٹ گئے۔ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر غور کرنے لگے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا یہ ایسا عقیدہ ہے جس کی تعلیم نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور نہ چاروں خلفائے راشدین نے اور نہ لوگوں کو اس کی طرف باقاعدہ دعوت دی۔ اور نہ لوگوں کو مائل کیا۔ اس کے باوجود تم اس کی تعلیم دینا چاہتے ہو۔ سبحان اللہ! کتنی حیرت انگیز بات ہے اور ایک وہ چیز ہے جس کی تعلیم حضور ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین نے نہ دی ہو۔ لیکن لوگوں کو مائل نہ کیا ہو۔ پھر تم کیوں ایسی بات پھیلانا چاہتے ہو جس کی اجازت شریعت میں نہیں دی گئی۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد والد محترم نے عمار نامی دربان کو بلا کر شیخ کی بیڑیاں کھلوادیں۔ مزید چار سواشریاں انعام دینے کا حکم صادر فرمایا اور انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کے بعد سے والد محترم کے ہاں احمد بن ابی داؤد کی کوئی حیثیت نہ رہی اور نہ والد محترم نے اس کے بعد سے خلق قرآن کے بارے میں پریشان کیا۔

اسی واقعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ مہدی باللہ بن الواثق کا نام محمد تھا۔ یہی نام امام ذہبی نے اپنی کتاب دول الاسلام میں ذکر کیا ہے۔ امام ذہبی نے ہارون واثق کی سوانح حیات لکھنے کے بعد اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان کا نام جعفر تھا۔ اسکے علاوہ احمد بھی بتایا جاتا ہے۔ لیکن اس میں کمی اور زیادتی کی بھی شکایت ہو سکتی ہے۔

حافظ ابو نعیم لکھتے ہیں کہ حافظ ابو بکر آجری کہتے ہیں کہ مجھ سے مہدی باللہ نے خود بتایا ہے کہ میرے والد محترم کو صرف ایک شیخ نے بدظن کیا ہے جو المصیصہ سے لائے گئے تھے۔ چنانچہ یہ ایک سال قید خانہ میں رہے اس کے بعد والد محترم نے انہیں دربار میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ شیخ کو بیڑیوں سمیت حاضر کر دیا گیا۔ شیخ نے حاضر ہوتے ہی والد محترم کو سلام کیا تو والد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین آپ نے میرے ساتھ خداوند قدوس جیسے ادب کا معاملہ نہیں کیا اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق سلوک کیا! حالانکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

واذا حییتہم بتحیة فحیوا باحسن منها اور دوہا۔ (نساء)

”جب تم کو کوئی عداوتے تو تم بھی اس سے بہتر عداوت یا (کم از کم) اسی کو لو ٹا دو۔“

اور خود جناب رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دینے کی تعلیم دی ہے۔ پس یہ کتنا تھا کہ والد محترم نے فوراً سلام کا جواب دیا۔ پھر احمد ابی داؤد کو مقرر کیا کہ تم ان شیخ سے سوالات کرو تو شیخ نے کہا کہ میں اس وقت مقید ہوں، میرے بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میں قید ہی میں رہ کر نماز پڑھنا چاہتا ہوں اس لیے آپ بیڑیاں کھول دینے کا حکم دے دیجئے تاکہ میں وضو کر کے نماز پڑھ سکوں۔ چنانچہ والد محترم نے بیڑیاں کھولنے کا حکم دے دیا اور پانی کے انتظام کرنے کی بھی تاکید کر دی۔ شیخ نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر والد محترم نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ اب تم سوالات کر سکتے ہو۔

شیخ نے کہا کہ آپ مجھے سوالات کرنے کا حق دے دیں اور یہ ابن ابی داؤد جوابات دیں، تو والد محترم نے اجازت دے دی۔ چنانچہ شیخ احمد بن ابی داؤد کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ نے کہا مجھے آپ یہ بتائیں کہ جس بات کی طرف آپ لوگ دعوت دیتے ہیں کیا اس سے قبل جناب رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی ہے؟ تو ابن داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس کی دعوت سیدنا خلیفہ اول ابو بکر صدیقؓ نے دی ہے؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس کی دعوت سیدنا امیر المومنین عمر فاروقؓ نے دعوت دی تھی۔ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا سیدنا عثمان بن عفان نے اس کی دعوت کی تھی۔ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی دعوت دی تھی ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔

شیخ نے کہا پس یہ ایسی بدعت ہے جس کی دعوت نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دی نہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ نے دی۔ پھر تم کیوں ایسی چیز کی طرف لوگوں کو مائل کرنا چاہتے ہو۔ میرے خیال سے تمہارے اس عقیدے کے بارے میں دو باتیں ضروری ہوں گی یا تو قرن اول میں لوگ اس سے واقف تھے یا جاہل تھے۔ اگر تم لوگ یہ جواب دو کہ لوگ قرن اول میں اس سے واقف تو تھے لیکن خاموش رہے اس کی اشاعت نہیں کی تو پھر ایسی چیزوں کو نشر کرنا چاہیے نہ کہ قوم کو اس سلسلے میں خاموشی سے کام لینا چاہیے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ قرن اول میں لوگ اس سے ناواقف تھے فقط اس کا علم تمہیں ہے تو اسے کیسے مگدھے کے بچے کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جو مشکوٰۃ نبوت تھے اور ان کے جانشین خلفائے راشدین اس سے ناواقف رہے ہوں اور اس بات کا علم فقط تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ہو جائے۔

مندی کہتے ہیں کہ اتنی دیر میں میرے والد محترم کھڑے ہو کر اچھل پڑے۔ جھرے میں داخل ہو گئے اور رومال میں منہ میں رکھ کر زور زور سے تقہمہ مار کر نبے۔ پھر کہنے لگے واقعی سچ ہے نبی کریم ﷺ اور ان کے خلفاء یا تو اس سے واقف رہے ہوں گے یا ناواقف۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خلق قرآن کے سلسلے میں انہیں اس قسم کا علم تھا لیکن انہوں نے بتایا نہیں خاموش رہے تو ہمیں اس کی اشاعت کرنی چاہیے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ وہ لوگ اس سے ناواقف تھے فقط اس کا علم تمہیں ہے تو اسے کم بخت کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جناب سید الاولین و الاخرین ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کسی بات کے بارے میں ناواقف ہوں اور فقط تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس کا علم ہو۔

مندی کہتے ہیں پھر والد محترم نے کہا احمد! تو میں نے کہا جی ہاں حضور۔ والد محترم نے فرمایا میں نے تم کو نہیں بلایا بلکہ احمد بن ابی داؤد کو آواز دے رہا ہو۔ چنانچہ ابن ابی داؤد دوڑ کر آئے تو ان کو یہ حکم دیا کہ تم اس شیخ کو برائے خرچ کچھ رقم دے دو اور انہیں

ہمارے شہر سے نکال دو۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمدی کا نام احمد تھا۔ اس لئے کہ جس وقت ہمدی بول پڑے تھے تو ان کے والد نے یہ کہا تھا کہ میں نے تم کو مراد نہیں لیا ہے کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے اور ہمدی کا لیلیک کہنا یہ بطور ادب کے تھا۔ لیکن جب ان کے والد ہارون واثق نے یہ کہا کہ میں نے تو احمد بن ابی داؤد کو بلایا ہے تو ہمدی کا لیلیک کہنا لغو ہو گیا۔ انہوں نے تو محض نام کے اشتراک کی وجہ سے جواب دیا تھا۔ (انشاء اللہ ہمدی کی سوانح حیات میں یہ واقعہ اس مضمون کے علاوہ دوسرے انداز سے آجائے گا) جو جوابات شیخ نے دیے ہیں یہ یہ الزامی جوابات تھے ان سے معتزلی خاموش ہو سکتے ہیں۔

قوت باہ کا نسخہ | ہارون واثق کا جسم کثرت جماع سے ٹوٹا جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک دن طبیب کو یہ حکم دیا کہ میرے لئے قوت باہ کے اضافہ کے لئے ایک دوا تیار کر دو۔ طبیب نے خلیفہ سے یہ کہا عالی جاہ! امیر المومنین آپ اپنے بدن کو جماع کی وجہ سے خراب نہ کیجئے اور اللہ سے خوف کیجئے۔ اس کے باوجود ہارون واثق نے کہا نہیں فوراً دوا تیار کر دو۔ چنانچہ طبیب نے یہ نسخہ لکھا۔

درندے کا گوشت لے کر خر کے سر کے میں میں ملا کر سات مرتبہ جوش دیا جائے۔ پھر اس کے عرق کو تین درہم کی مقدار میں پی لیا جائے۔ لیکن یہ مقدار متعین ہے اس سے زائد استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

ہارون واثق نے درندے کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ گوشت کو پکایا گیا جوش دیا گیا یہاں تک کہ گاڑھا عرق بن گیا۔ اتنے میں ہارون واثق سب پی گیا۔

تمام اطباء کا اس پر اتفاق ہوا کہ سوائے نزول بطن (اسہال) کے اب کوئی دوا موثر نہیں ہوگی۔ نزول بطن کے بعد انہیں زیتون کی لکڑیوں کے دھکے ہوئے انگاروں میں چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس میں بٹھا دیا جائے۔ چنانچہ یہ عمل کیا گیا۔ تین گھنٹے پانی پینے سے روک دیا گیا۔ وہ برابر پانی مانگتے رہے لیکن نہیں دیا گیا۔ تھوڑی دیر میں اس کے جسم پر خروڑے کے برابر آبلے پڑ گئے۔ پھر انہیں الگ کر دیا گیا۔ ہارون برابر یہ کہتا رہا کہ پھر مجھے تور ہی لے چلو ورنہ میں مرجاؤں گا۔ فوراً لوگ لے گئے تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر وہ آبلے پانی کی طرح بہہ پڑے۔ پھر اسے تور سے نکالا گیا اس حال میں کہ اس کا سارا جسم سیاہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ جب وہ مرنے لگا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

الموت فيه جميع الناس تشترك لاسوقه منهم بقی ولا ملک

ترجمہ: موت میں سبھی لوگ شریک ہیں نہ اس سے معمولی لوگ بچ سکے ہیں اور نہ بادشاہ۔

ماضر اهل قليل في مقابرهم وليس يغني عن الملاك مالکوا

ترجمہ: غریبوں کو ان کی قبروں میں نہ تو نقصان اٹھانا پڑا اور بادشاہ جن چیزوں کے مالک تھے ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس قسم کا ایک دوسرا بھی واقعہ ہے۔ چنانچہ واثقی کہتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون واثق کا بیمار دار تھا۔ اچانک ہارون پر غشی طاری ہوئی۔ مجھے بالکل یقین ہو گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا تو ہم میں سے بعض آدمی ایک دوسرے سے یہ کہہ رہا تھا کہ انہیں دیکھو کیا حال ہے؟ لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔ آخر کار میں ہی بڑھا تو میں نے اپنی انگلی اس کی ناک پر رکھ کر دیکھا تو اس نے آنکھ کھول دی تو میں اتنا ڈر گیا قریب تھا کہ کہیں میں مرنے جاؤں۔ پیچھے ہٹ کر بیڑھیوں میں تلوار کے قبضے پکڑ کر لٹک کر اس کے بعد

زمین پر پھسل کر گر گیا۔ تلوار ٹوٹ گئی۔ قریب تھا کہ تلوار میرے جسم میں گھس جاتی۔ پھر میں نے دوسری تلوار تلاش کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر آیا اور ہارون واثق کے پاس کھڑا ہو گیا۔ مجھے کچھ ایسا یقین ہوا کہ اب یہ مر گئے ہیں تو میں نے داڑھی باندھ دی، آنکھیں بند کر دیں۔ پھر انہیں کپڑے سے ڈھک دیا۔ فراش لوگ انہیں تنہا چھوڑ کر ان کا قیمتی فرش خزانہ میں داخل کرنے کی غرض سے اٹھا کر لے گئے۔ مجھے احمد بن ابی داؤد قاضی نے ہدایت کی کہ ہم لوگ بیعت کے سلسلے میں مصروف ہیں۔ تم دفن ہونے تک نعش کی حفاظت کرو تو میں لوٹ کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے کچھ حرکت محسوس ہوئی تو میں اندر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہیا ہارون کی آنکھیں نکال کر کھا گئی۔ یہ دیکھ کر میں نے کلمہ توحید پڑھا۔ بعد کو دل میں سوچا کہ یہ آنکھیں ابھی کھلی ہوئی تھیں اور اب انہیں چوہیا کھا گئی ہے تو ڈر کی وجہ سے میں گر پڑا جس سے میری تلوار گر کر ٹوٹ گئی۔

تاریخ وفات ہارون واثق کی وفات ماہ رجب ۲۳۲ھ مقام سرمن رائے میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال چند ماہ کی تھی۔ ۵ سال ۹ ماہ خلافت پر متمکن رہے۔

ہارون واثق سفید پرکشش آدمی تھا۔ ان کے چہرے پر زرو داڑھی خوب صورت معلوم ہوتی تھی اور آنکھوں میں ایک نکتہ تھا۔ یہ عالم، ادیب، بہترین شاعر، بہادر، مدبر، باپ کی طرح سخت تھا (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں کی خطاؤں سے چشم پوشی فرمائے)۔

خلافت جعفر متوکل

ہارون واثق کے بعد ان کے بھائی جعفر متوکل تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت سرمن رائے میں اس دن لی گئی جس دن کہ بھائی ہارون واثق کا انتقال ہوا۔ اس لئے کہ یہی دلی عہد تھے۔ یہ واقعہ تقریباً ۲۳۲ھ کا ہے۔ متوکل کے دور خلافت میں خلق قرآن کا فتنہ فرو ہو چکا تھا۔ سنت نبویہ کا غلبہ ہو چکا تھا اس نے احادیث نبویہ کے نشر و اشاعت کے بارے میں حکم صادر کر دیا تھا۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جعفر متوکل کہتے ہیں کہ جس وقت ہارون واثق مرض الوفا میں مبتلا تھے انہی ایام میں ہارون کے گھر تک سوار ہو کر مزاج پرسی کے لئے آیا۔ دبلیز میں بیٹھ کر اجازت کا انتظار کرنے لگا، انتظار کر رہی رہا تھا کہ اچانک ماتم کرنے اور رونے کی آواز آئی۔ اس کے بعد فوراً ایداخ اور محمد بن عبد الملک زیات میری خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ محمد نے کہا تو جعفر متوکل کو تنور سلے میں مار ڈال دوں گا۔ ایداخ نے کہا نہیں بلکہ ٹھنڈے پانی میں چھوڑ دیں گے تاکہ وہ ہلاک ہو جائے۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ مارنے کے آثار ظاہر نہیں ہوں گے۔

متوکل کہتے ہیں کہ ایداخ اور محمد بن الملک دونوں باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک قاضی احمد بن ابی داؤد آ گئے۔ ان دونوں کو لے اندر چلے گئے۔ یہ دونوں رازداری کی باتیں کرنے لگے۔ باتیں کیا ہوئیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ ان لوگوں کی آپس کی گفتگو سے مجھے خطرہ محسوس ہوا، فرار ہونے کے بارے میں سوچنے لگا۔ بس میں اسی شش و پنج میں تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ دو غلام دڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے کرم فرما آقا اٹھئے چلے ان کے کہنے سے مجھے یقین ہو گیا کہ قسمت میں جو بھی مقصد ہو اب اس وقت تو ہارون واثق کے صاحبزادے سے بیعت لینے کے لیے قدم اٹھائے جا رہے ہیں۔ لیکن جیسے ہی اندر داخل ہوئے لوگ مجھ سے بیعت

کرنے لگے۔ میں نے حالات پوچھے کہ یہ کیا ہوا؟

تو میں سمجھ گیا کہ غالباً یہ تحریک قاضی احمد بن ابی داؤد نے اٹھائی ہے۔ پھر بعد میں میں نے ایداع کو ٹھنڈے پانی میں قتل کر دیا اور محمد بن الملک زیات کو تور میں مار ڈالا۔ متوکل کہتے ہیں کہ یہ بھی عجیب قسم کی اتفاق کامیابی تھی۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ محمد بن عبد الملک نے ہی تور کو لوگوں کے قتل کے لیے بنوایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اسے اس میں جھونک دیا (چاہ کن را چاہ در پیش) لوہے کا تور تھا اندرون کو دار کیلیں جڑی ہوئی تھیں اسے زیتون کے تیل سے بھر کر لوگوں کو جھونک دیا جاتا تھا۔

جعفر متوکل کا کردار | متوکل نے تخت نشین ہوتے ہی سنت رسولؐ کو زندہ اور بدعات کو فرو کیا بلکہ سارے ملک میں یہ ہدایت کر دی کہ سنت نبویؐ کو توانائی دی جائے بدعات اور فتنوں کو ختم کیا جائے۔ خود اس نے اپنی مجلس کارنگ بدل دیا۔ مجلس میں سنت کی باتیں کرتا۔ خاندان والوں کو عزت بخشی۔ فتنہ اعتزال اور ان کے کارندوں کو پست کر دیا۔ اگرچہ معتزلی متوکل کے دور خلافت تک زیادہ مضبوط ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود سب کے سب ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ ورنہ امت محمدیہ میں ان سے زیادہ شرانگیز قوم نہیں تھی۔ خدائے پاک ہمیں ان فتنوں اور شرور سے بچائے۔

خليفة جعفر متوکل سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ ان کے نقائص بیان کر کے تمہری پڑھتا۔ ایک دن متوکل اپنے بیٹے منتصر کے سامنے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تنقیص کرنے لگا تو بیٹے کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ متوکل نے بہت برا بھلا کہا اور بیٹے کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھنے لگا۔

غضب الفتی لابن عمہ
داس الفتی فی حرامہ

ترجمہ:- نوجوان بچا زاد بھائی کی وجہ سے غصہ ہو گیا نوجوان کا سر اس کی ماں کے گود میں ہو گا۔

یہاں تک کہ اس کا بیٹا منتصر خود اپنے باپ سے بغض و عناد کرنے لگا۔ غالباً یہی بغض متوکل کے قتل کا سبب بن گیا۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ چونکہ متوکل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتا تھا ان کی تنقیص کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا بیٹا منتصر باپ کا دشمن بن گیا۔

بس چند ہی دن گزرے تھے کہ ایک مرتبہ جعفر متوکل ہم نشینوں کے ساتھ شراب پی رہا تھا نشہ آگیا کہ اچانک متوکل کا غلام بعا الصغیرؑ اندر آیا۔ فوراً اس نے ہم نشینوں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب کے سب باہر آ گئے صرف متوکل کے پاس ان کا وزیر فتح بن خاقان باقی بچا۔ اس کے بعد جن دو غلاموں کو متوکل پر حملہ کرنے کے لئے متعین کر رکھا تھا۔ سونتی ہوئی تلوار لے کر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر فتح بن خاقان نے کہا ہائے امیر المومنین اب آپ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہ کہہ کر فوراً متوکل کے جسم سے لپٹ گیا (آخر کار ان غلاموں نے وزیر سمیت متوکل کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد لوگ سیدھے منتصر کے پاس گئے۔ آداب شاہی بجالائے۔

بعا الصغیرؑ بعا الکبیر نامی متوکل کے دو غلام تھے۔ بعا الکبیر ترکی غلام تھا۔ ہارون واثق اور متوکل کے زمانے میں غلاموں کا سردار تھا مزاج شاہی میں کافی دخل تھا۔ ۱۲ محمد عباس فہرست۔

جعفر متوکل کا قتل | متوکل کے قتل کا واقعہ ماہ شوال ۲۳ھ میں پیش آیا۔ کل ۴۰ سال کی عمر ہوئی ۱۴ سال ۱۰ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض نے ۱۵ سال کی تصریح کی ہے۔

متوکل گندم گوں، آنکھیں پر کشش، ڈاڑھی ہلکی اور قد و قامت کا متوسط تھا۔ لبو و لعب اور مکروہ چیزوں سے دل چسپی رکھتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے سنت کو زندگی بخشی۔ فتنہ خلق قرآن کو ختم کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کارنامے ہیں۔ متوکل نے اپنے بیٹے منتصر کو ولی عہدی سے معزول کر کے دوسرے بیٹے معتز کو اس کی ماں سے فرط محبت کی وجہ سے جانشینی میں مقدم رکھنا چاہتا تھا۔ اگر منتصر خود بخود ولی عہدی سے دستبردار نہ ہو جاتا تو متوکل ازیت رسانی اور دھمکی دینے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتا۔ متوکل کے اس عمل سے بیٹا منتصر خود باپ کا دشمن بن گیا۔ چنانچہ منتصر نے صیغہ اور بغاوتوں غلاموں کو اصرار کر کے باپ کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ جس وقت متوکل آدھی رات کو مجلس لبو و لعب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پانچ سازشیوں نے حملہ کر کے تمواروں سے قتل کر دیا۔ ساتھ میں اس کا وزیر فتح بن خاقان بھی لپیٹ میں آ گیا (جیسے کہ ابھی گزرا)۔

خلافت محمد منتصر باللہ

پھر خلیفہ جعفر متوکل کے بعد اس کا بیٹا محمد منتصر باللہ جانشین ہوا ان سے بیعت اس رات لی گئی جس رات ان کے والد قتل کر دیئے گئے۔ پھر دوسرے دن عام بیعت لی گئی۔ یہ تخت پر زیادہ دن نہیں بیٹھ سکا اور نہ حکومت سے زیادہ لطف اندوز ہو سکا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے سامنے فرش بچھایا گیا تو اسے ایسا کچھ معلوم ہوا کہ اس میں کچھ لکھا ہوا ہے لیکن اس سے پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے علماء کو حکم صادر فرمایا کہ جو بھی اسے پڑھ سکتا ہو اسے یہاں حاضر کر دیا جائے تو اس میں یونانی زبان میں یہ عبارت بھی:-

عمل هذا البساط للملك قبabin كسرى قاتل ابيه وفرش قد امه فلم يلبث غير ستة اشهر ومات "اس نشست کو شاہ قباذ بن کسری جس نے اپنے والد کو قتل کر دیا تھا بنایا گیا ہے چنانچہ اسے ان کے لئے بچھایا گیا تو وہ ۶ ماہ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکا اور انتقال کر گیا۔"

اس تحریر سے منتصر نے بد فالی فوراً غمزدہ ہو گیا۔ فرش کو اٹھانے کا حکم دیا چنانچہ وہ چھ ماہ بعد انتقال کر گیا۔ کل ۶ ماہ چند دن تخت نشین رہا۔ ۲۶ سال کی عمر پائی اس کی ماں کا نام رومیہ تھا۔

منتصر موٹا، معتدل القامت، پر کشش بارعب اور زیرک بادشاہ تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں بڑی، ناک کان تنگ درمیان سے اونچا تھا۔ نیک کاموں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ منتصر سے ترکی حکام بہت ڈرتے تھے۔ آخر جب منتصر بخار میں مبتلا ہو گیا تو ترکی حکام نے طبیب کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر ان کو مارنے کی سازش کی۔ چنانچہ طبیب نے زہر آلود نشتر سے فصہ کھولی جس کی وجہ سے زہر پھیل گیا۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ انہیں کھانے میں زہر دیا گیا تھا۔ جس وقت یہ مرنے لگا تو اس نے کہا ائی جان! میری دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو گئیں۔ میں نے اپنے باپ کے بارے میں غلبت سے کام لیا۔ چنانچہ مجھے بھی جلد ہی موت نے گھیرا۔

خلافت احمد مستعین باللہ

یہ چھٹے خلیفہ تھے اور انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔

خلیفہ محمد منتصر کے بعد چچا زاد بھائی احمد مستعین باللہ بن محمد مقسم جانشین ہوئے، ان سے بیعت یوم دو شنبہ ۶ ربیع الثانی ۲۵۱ھ کو لی گئی۔ اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال تھی۔ مستعین کثرت جماع کی عادی، عورتوں سے عشق کے مریض تھے۔ اس کے چچا کی لڑکی نہایت خوب صورت تھی چنانچہ اس نے اس کے باپ سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا تو اس نے اصرار سے رقصی ابو نواس کو بلایا اور یہ کہا کہ جو بھی میرے ذوق اور مقصد کے مطابق چچا زاد بن کی محبت میں اشعار کہے گا تو میں بہت ہی انعام و اکرام سے نوازوں گا۔ چنانچہ ابو نواس نے کہا۔

ماروض ریحانکم الزاهر وما شتر النشرم العاطر
ترجمہ:- تمہارے محبت ہوئے پھولوں کا چمن کتنا خوب صورت ہے اور تمہاری مہکتی ہوئی خوش بو کتنی تیز ہے۔

وحق وجدی والہوی قاهر مدغبتمو لم یبق لی ناظر
ترجمہ:- میری محبت ثابت ہو گئی اور عشق غالب ہو گیا جب سے تم غائب ہوئے میں نے کسی کو منظور نظر نہیں بنایا۔

والقلب لا سال و لا صابر
اور دل کھلا نہ صبر کیا۔

قالت الا لا تلحق دارنا و کابد الاشواق من اجلنا
ترجمہ:- اس نے کہا کیا تم ہمارے گھر نہیں ٹھہرو گے۔ اے ہماری وجہ سے خواہشوں کو برداشت کرنے والے۔

واصبر علی مرالجفا و الضنا و لا تمن علی بیتنا
ترجمہ:- بد حالی اور بد سلوکی کے باوجود صبر کر اور تم ہمارے گھر کے قریب سے مت گزرو!

ان ابانا رجل غائر
اس لیے کہ ہمارے باپ گہرے آدمی ہیں۔

فقلت انی طالب عزة يحظى بها القلب ولومرة
ترجمہ:- تو میں نے کہا کہ میں تمہیں کا طالب ہوں جس سے دل راحت حاصل کرتا ہے اگرچہ ایک مرتبہ کیوں نہ ہو،

قالت بعید ذاک مت حسرة قلت ساقضی غرة جهرة
ترجمہ:- اس نے کہا یہ بات تو ناممکن ہے مارے حسرت کے مر جا۔ میں نے کہا عن قریب اعلانیہ تمہیں کافی صلہ کر دوں گا۔

منک وسیفی صارم باتر
اس حال میں کہ میری شمشیر برال اور تیز ہے۔

قالت فان البحر من بیننا فابرح و لاتات الی حینا
ترجمہ:- اس نے کہا ہمارے سمندر حائل ہے۔ جا آرام کر تم فی الحال مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔

واشرب بکاس الموت من هجرنا
ترجمہ:- اور ہمارے فراق میں جام شہادت نوش کر۔ میں نے کہا اگرچہ راستہ پر خطر ہو۔

یکفیک انی سابع ماہر
تہارے لیے کافی ہے کہ ماہر تیراک ہوں۔

قالت فان القصر عالی البناء
ترجمہ:- اس نے کہا محل بہت بلند ہے۔ میں نے کہا چاہے وہ کتنا ہی بلند ہو

او کان بالجو بلغت المنی
یا وہ اتنا اونچا ہو کہ فضاء میں آرزوئیں ہی پہنچ سکتی ہوں

قالت صنیع فی الوری قصرنا
ترجمہ:- اس نے کہا کہ ہمارا قلعہ دنیا کا مضبوط و بلند قلعہ ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس کے اوپر بھی اڑ سکتا ہوں۔

قالت فضدی لبوة والد
ترجمہ:- اس نے کہا کہ میرے پاس جننے والی شیرنی ہے تو میں نے جواب دیا کہ پھر میں بھی

غشمشم مقننص صائد
سرکش شکاری ظالم شیر ہوں۔

قالت لها شبل بها لابد
ترجمہ:- اس نے کہا شیرنی کے پاس شیر ہی جیسا بچہ بھی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس پر ٹوٹ پڑنے والا شیر ہوں۔

قالت فعندی اخوة سبعة
ترجمہ:- اس نے کہا میرے پاس کل سات بھائی ہیں جب وہ برس پیکار ہوتے ہیں تو ٹولی بن جاتے ہیں۔

قلت ولی یوم اللقاوثة
میں نے کہا جنگ کے دن میں چھلانگ کو دتا ہوں۔

قالت لهم یوم الوغی سطوة
ترجمہ:- اس نے کہا بردار ان بروز جنگ غلبہ اور فتح یاب ہوتے ہیں میں نے جواب دیا کہ میں بھی زبردست قاتل ہوں۔

قالت فان الله من فوقنا
ترجمہ:- اس نے کہا اللہ ہمارے لیے محافظ ہے ہمارے شوق و خواہش کو جو ہم بظاہر کرتے ہیں جانتا ہے

فمض الی الحق عندا کلنا
ہم حق کی ساری باتیں کل کر گزریں گے۔

و نختشی النعمة من ربنا
ترجمہ:- اور ہم اپنے پروردگار کے انعام سے ڈرتے ہیں۔ میں نے کہا میرا پالتار خطا بخش و ستر پوش ہے

قالت فكم اعیتنا حجة تجنی بها كاملة بهجة
ترجمہ:- اس نے کہا تم نے حجت بازی میں بازی میں ہمیں عاجز بنا دیا ہے کل تم اس کے سامنے جو مخلوق میں
فیالہا بین الوردی خجلة
شرمندہ ہے مکمل اور خوش اسلوب پیش کرتا۔

ان كنت ما تمهلنا ساعة فانت اذا ما جمع الساهر
ترجمہ:- اگر تم ہمیں تھوڑی دیر کی مہلت دے سکتے ہو تو جس وقت بیدار سوتے ہوں اس وقت آئیں۔
واسقط علينا كسقوط الندى اياك ان تظهر خرف النداء
ترجمہ:- اور ہمارے پاس شبنم کی طرح ڈھیر ہو جانا لیکن تم آواز نکالنے سے پرہیز کرنا
يستيقظ الراشي و يادی الردی
جس سے کہیں چغل خور بیدار اور بیکار لوگ نہ آجائیں۔

و كن كسيف الطيف مسترصدا ساعته لاناہ ولا امر
ترجمہ:- اور تم تھوڑی دیر گھٹات میں رہنے والے خیالی سمان کی طرح ہو جانا نہ حکم دینا نہ انکار کا معاملہ کرنا۔
حاججتها عشرا وسافحتها على دنان الخمر صافيتها
ترجمہ:- میں نے اس سے دسیوں بار حجت کی اور مصافحہ کیا، شراب کے مشکوں پر خالص محبت کا ثبوت دیا
رامت موافقا فوافتها
اس نے عہد و پیمان کئے تو میں نے نبھایا

ملتحفًا سيفی ولا قيتها آخر لیلی والد حبی عاکر
ترجمہ:- تلواری کو ڈھکے ہوئے میں نے اس سے آخر شب میں ملاقات کی اور تاریکی چھٹ رہی تھی۔
یاليلة قيتها او خلوة موشفا من ريقها قهوة
ترجمہ:- اے وہ رات جس کو میں تنہائی میں گزارا، قہوہ کی طرح اس کے تھوک کو چوس رہا تھا۔
تسکر من قد یبتفی ممکرة
کبھی مدہوش کر دیتی اور کبھی نشہ میں مبتلا کر دیتی۔

فنتها من طيبها لحظة ياليت لا كان لها آخر
ترجمہ:- میں اس کی خوش بو سے تھوڑی دیر محفوظ ہوتا رہا کاش کہ اس کا آخری لمحہ نہ آتا۔

جب یہ اشعار ابو نواس نے مستعین کو سنائے تو اسے بہت ہی پسند آئے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کے مطابق انعام و اکرام سے نوازا۔ پھر مستعین نے اپنے خلافت سے دستبردار ہونے کے بارے میں اسے گواہ بنالیا اور چند شرطوں کے ساتھ لوگوں کو بیعت سے آزاد کر دیا اور معتز بن متوکل کو خلافت کو سنبھالنے کے لیے پیغام بھیج دیا۔ پھر مستعین محل حسین بن وہب میں منتقل ہو گیا۔ چنانچہ وہ یہاں ۹ ماہ ایک محافظ کی نگرانی میں نظر بند رہا۔ پھر اسے شہر واسطہ کی طرف اتار دیا گیا۔

اسی دوران معتر نے سعید حاجب کو مستعین کے قتل کرنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ چنانچہ سعید نے اوائل رمضان ۶۵۳ھ میں قتل کر دیا۔ اس کا سر معتر کی خدمت میں اس حال میں پیش کیا گیا کہ وہ شطرنج میں مصروف تھا۔ اس سے یہ کہا گیا کہ یہ معزول شاہ مستعین کا سر ہے تو معتر نے جواب دیا کہ اس کو رکھ دو جب میں کھیل سے فارغ ہو جاؤں گا تو میں اسے دیکھوں گا۔ چنانچہ اس نے ملاحظہ کرنے کے بعد دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی خلافت دو سال ۹ ماہ ۳۱ سال کی عمر پائی۔

مستعین کا قد متوسط، چہرے پر چمپک کے داغ تھے۔ اس کے باوجود چہرہ پر کشش معلوم ہوتا تھا اور یہ ہکلاتا تھا۔ زبان سے سین کے بجائے ثناء نکلتا تھا۔ شریف اور خرمیلا بادشاہ تھا۔

خلافت ابو عبد اللہ محمد معتر باللہ بن متوکل

مستعین کے قتل کے بعد اس کا چچا زاد بھائی معتر تخت نشین ہوا ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ مستعین خود بخود خلافت سے دستبردار ہو گیا تھا۔ غالباً ۲۵۲ھ کا واقعہ ہے۔

پھر اس کے دربان صالح و صیف نے اس کے خلاف سازش کی۔ چنانچہ دربان ایک جماعت اپنے ہمراہ لے کر معتر کے پاس آیا اور اس کے پاس آکر نکلنے کی دھمکی دی تو معتر نے فی الوقت دوا کے استعمال کرنے کی وجہ سے باہر نکلنے سے عذر کیا۔ صالح نے چند آدمیوں کو اندر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ پاؤں پکڑ کر کھینچ لائے پھر اسے سورج کی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا۔ وہ ایک پاؤں کو اٹھاتا دوسرے کے سارے کھڑا ہو جاتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ لوگ معتر کے طمانچے لگاتے اور یہ کہتے کہ فوراً معزول ہو جاؤ۔ اس کے باوجود وہ طمانچوں کو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرتا۔ معزول ہونے سے انکار کرتا۔ پھر معتر نے ان کے مطالبہ کو منظور کر لیا اور خلافت سے دستبردار ہو گیا۔

پھر معتر کو صالح بن و صیف کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ چنانچہ اس نے تین دن تک کھانا پینا بند کر دیا پھر ان کو پختہ گچ دار تہ خانہ میں لے جا کر بند کر دیا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہیں نکال کر دیکھا گیا تو ان پر بند کرنے کے آثار معلوم نہیں ہوتے تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب انہیں معزول کر کے پانچ دن بعد گرم حمام میں داخل کر دیا گیا تو ساتھ ہی کھانا پینا بھی بند کر دیا گیا۔ جب یہ مرنے کے قریب ہو گیا تو ان کو نمکین پانی پلایا گیا تو وہ فوراً پانی پیتے ہوئے انتقال کر گیا۔

یہ واقعہ غالباً ۲۵۵ھ میں پیش آیا۔ کل ۲۳ سال کی عمر ہوئی چار سال چھ ماہ تخت نشین رہے معتر نہایت خوب صورت بادشاہ گزرا ہے۔

خلافت جعفر متدی باللہ بن ہارون

خلیفہ معتر کے بعد ان کے چچا زاد بھائی جعفر بن ہارون واثق بن معتم تخت نشین رہے۔ دمیری کہتے ہیں کہ میری نظر سے دوسری کتابوں میں یہ بات گزری ہے کہ متدی کا نام محمد اور لقب ابو اسحاق تھا ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ معتر کو تخت سے اتار دیا گیا۔ جب انہیں والی بنا دیا گیا تو انہوں نے لمبو و لب کے سامان کو گھروں سے باہر کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ گانا اور شراب کو حرام قرار دے دیا۔ گانے والیوں کو جلا وطن کر دیا۔ کتوں اور درندوں کے نکلنے کی ہدایت کی۔

جعفر نے خود اپنے اوپر عدالتوں، مجالس مظالم اور تفکرات کو دور کرنے کی ذمہ داری ڈال لی۔ جعفر کہتے تھے کہ مجھے خداوند قدوس سے یہ شرم آتی ہے کہ بنو عباس میں بنو امیہ کے ممتاز عادل خلیفہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ یہ بات بابک ترکی کو ناگوار گزری۔ بابک ترکی نہایت ظالم اور جابر آدمی تھا۔ چنانچہ متمدی جعفر نے اس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے قتل کرنے سے ترکوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ان کے اور مغاربہ کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ دونوں جانب سے چار ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر جعفر متمدی قرآن پاک گردن میں لٹکائے ہوئے باہر نکلا۔ لوگوں سے اپنی نصرت و حمایت کرنے کے لیے دعوت دیتا۔ جعفر متمدی کا مغاربہ اور کچھ عوام ساتھ دے رہے تھے۔ بابک ترکی کے بھائی طیفانے ان سب سے مقابلہ کر کے جعفر متمدی کو شکست دے دی۔

آخر کار جعفر متمدی تلوار لٹکائے ہوئے شکست کھا کر واپس ہوا۔ جعفر کے جسم میں دوزخ لگ چکے تھے اسی حالت میں جعفر محمد بن یزید کے گھر میں گھس گیا۔ ترکوں کو جب معلوم ہوا تو ان لوگوں نے حملہ کر کے جعفر کو گرفتار کر لیا۔ پھر احمد بن خاقان نے جعفر کو ایک جانور پر سوار کر کے پیچھے بطور محافظ ہاتھ میں خنجر لے کر بیٹھ گیا۔ پھر جعفر کو احمد بن خاقان کے گھر میں داخل کر دیا گیا۔ چنانچہ لوگ اس کے تھپڑ مارتے اور یہ کہتے تھے کہ اسے خلافت سے معزول کر دو تو جعفر نے انکار کر دیا۔ پھر جعفر کو ایک ایسے آدمی کے حوالہ کر دیا جو اس کے عضو مخصوص سے جماع کرتا تھا یہاں تک کہ انہیں مار ڈالا گیا۔ غالباً یہ واقعہ ماہ ربیعہ ۲۵۶ھ میں پیش آیا۔ کل عمر ۳ سال کی ہوئی۔ ۱۱ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض قول کے مطابق مکمل ایک سال تخت حکومت پر متمکن رہا۔

جعفر متمدی گندم گوں، پرکشش، دیندار، متقی، پرہیزگار، عابد، انصاف پرور، ہوش مند، مدبر اور حکومت کا اہل بادشاہ تھا۔ لیکن اسے کوئی بہترین مشیر کار نہیں مل سکا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ برابر روزہ رکھتا تھا۔ زیادہ تر روٹی، سرکہ، زیتون کے تیل سے افطار کرتا۔ اس نے لہو و لعب، گانے باجے اور مستی کے تمام مشاغل پر پابندی لگادی تھی۔ حکام کو ظلم و زیادتی سے روکا اور عدالت میں خود بیٹھتا تھا۔

ایک مناظرہ

حافظ ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ بغدادی لکھتے ہیں کہ ابو الفضل صالح بن علی بن یعقوب بن منظور ہاشمی کہتے ہیں (یہ بنو ہاشم کے شرفاء اور خلفاء میں سے ہیں) کہ میں ایک مرتبہ جعفر متمدی کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور جعفر متمدی دربار عام میں بیٹھ کر لوگوں کے معاملات پر غور و خوض کر رہے تھے۔ اسی دوران قصہ کہانیاں بھی سنائی جاتی تھیں۔ پھر وہ اس میں دستخط کر کے اپنے اصحاب کو قلم بند کرنے کے لیے ہدایت فرماتے۔ مجھے ان کا یہ عمل بہت ہی پسند آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو وہ سمجھ گیا اور وہ خود مجھے دیکھنے لگے تو میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔ اس طرح سے کئی بار ایسا ہوتا رہا۔ جب وہ مجھے دیکھتے تو میں نگاہیں نیچی کر لیتا جب وہ کام میں مشغول ہو جاتے پھر دیکھنے لگتا۔

اچانک انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے صالح! میں نے کہا حضور علی جاہ بندہ حاضر ہے۔ یہ کہہ کر میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ فرمایا تم کو مجھ سے کوئی کام تو نہیں کچھ کہنا تو نہیں چاہتے؟ میں نے کہا جی ہاں حضور کچھ کہنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا اچھا اپنی جگہ واپس جاؤ۔ چنانچہ میں اپنی جگہ آ گیا۔ آخر کار پھر وہ مجھے دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ کھڑے ہو گئے۔ دربان سے یہ کہا کہ صالح تو ابھی یہیں رہیں گے۔ اتنے میں تمام لوگ اٹھ کر چلے گئے پھر انہوں مجھے اجازت دی۔

میرے جی میں آیا کہ کھڑا ہو جاؤ۔ چنانچہ میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے انہیں دعائیں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں بیٹھ

گیا۔ پھر فرمایا صالح جو تمہارے جی میں آ رہا ہے کو یا جو تمہارے دل میں آ رہا ہو وہ میں کہہ دوں؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! جس کا آپ نے ارادہ فرمایا ہو وہ آپ فرمائیں تعمیل کی جائے گی۔ (اللہ تعالیٰ تادیر آپ کو سلامت رکھے) تو آپ نے فرمایا گویا کہ میرا خیال تمہارے موافق ہے اور جو باتیں تم نے ہم میں دیکھی ہیں وہ پسند آئی ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ حضور عالی جاہ! کون سا خلیفہ ہے جس نے قرآن پاک کو مخلوق نہ کہا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے ایسا محسوس کیا کہ گویا میں نے کوئی بڑی بات کہہ دی ہو۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ صرف ایک مرتبہ تو مرتا ہے، وقت مقررہ سے پہلے کوئی مرتا بھی نہیں ہے اور نہ جھوٹ، مذاق و سنجیدگی دونوں حالتوں میں گوارہ کیا جاسکتا ہے۔ میں نے مزید کہا کہ جو بھی میرے دل میں آیا ہے وہ میں نے کہہ دیا ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا جو میں کہتا ہوں وہ سنو اور یہ بات یاد رکھو حق ہی بات سنو گے۔ اتنی بات امیر المومنین نے کہی تھی کہ میرا غم جاتا رہا۔ میں نے کہا حضور عالی جاہ! آپ سے زیادہ حق بات کہنے کا کون مستحق ہے۔ آپ تو امیر المومنین، رب العالمین کے روئے زمین میں خلیفہ ہیں۔ آپ تو اولین و آخرین جناب سید المرسلین ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہارون واثق کی مخالفت کے آغاز ہی سے قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے یہاں ادنتہ شام کے علاقے سے شیخ احمد بن ابی داؤد تشریف لائے۔ کچھ دنوں کے بعد ہارون واثق کے دربار میں خوب صورت، معتدل القامت، پرکشش بوڑھے کو بیروں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ اس وقت میں نے واثق کو دیکھا کہ وہ اس سے شرما کر مہربانی کا معاملہ کرنے لگا اسے قریب بلا کر بٹھالیا۔ بوڑھے نے حسن اسلوب سے سلام کیا۔ مختصر الفاظ میں دعائیہ کلمات کہے۔ پھر واثق نے کہا شیخ تم ابن ابی داؤد سے مناظرہ کرو۔ جس موضوع پر وہ بحث کرنا چاہیں تم ان کا تشفی بخش جواب دو۔ شیخ نے جواب دیا کہ امیر المومنین ابن ابی داؤد مجھ سے کیا مناظرہ کرے گا۔ وہ کم علم، کمزور ناتواں ہے۔ یہ سن کر واثق غصہ میں آگیا اور اس کی مہربانی اشتعال سے بدل گئی۔ ابن ابی داؤد نے کہا شیخ میں تم سے مناظرہ نہیں کر پاؤں گا کیونکہ میں تم سے کم علم، کمزور و ناتواں ہوں؟ شیخ نے کہا امیر المومنین آپ کوئی پرواہ نہ کیجئے آپ مجھے ان سے مناظرہ کی اجازت دیجئے۔ واثق نے کہا میں نے تم کو مناظرہ کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں بلایا ہے۔ شیخ نے کہا اے احمد بن ابی داؤد تم مجھے اور عوام الناس کو کب تک اس عقیدے کی دعوت دیجئے رہو گے؟ ابن ابی داؤد نے کہا اس وقت تک جب تک کہ آپ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ بات بالکل واضح ہے کہ خداوند قدوس کے علاوہ دنیا کی ہر شے پیدا کی گئی ہے۔ قرآن بھی شے میں داخل ہے اس لئے مخلوق ہے۔

شیخ نے کہا عالی جاہ امیر المومنین آپ ہم دونوں کے مباحثہ پر غور کریں اور ضبط فرماتے رہیں۔ شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اے احمد قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں جو تمہارا عقیدہ ہے یہ یا تو دین کی ضروریات میں سے ہو گیا نہیں اس معنی میں کہ بغیر اس عقیدے کے دین ہی مکمل نہ ہو۔ احمد نے کہا ہاں بغیر اس عقیدے کے دین ہی مکمل نہیں ہوتا۔ شیخ نے کہا اے احمد جب جناب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے دین کی تبلیغ کی آیا آپ نے دین کی کوئی بات چھپائی ہے باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور فرمایا تھا۔ احمد نے کہا نہیں آپ ﷺ نے تبلیغ دین کے سلسلے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور نہ آپ نے کوئی بات چھپائی ہے۔ شیخ نے کہا تو کیا رسول اللہ ﷺ نے اس عقیدے کی دعوت دی ہے۔ یہ سن کر احمد خاموش ہو گیا۔ شیخ نے کہا احمد جواب دو۔ اس کے باوجود بھی احمد خاموش رہا۔

اتنے میں شیخ خلیفہ واثق کی طرف متوجہ ہوا اور یوں کہا کہ امیر المومنین یہ میری پہلی دلیل ہو گئی۔ خلیفہ نے کہا ہاں یہ تمہاری

پہلی دلیل ہو گئی۔ پھر شیخ نے کہا اے احمد جناب رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کی کون سی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے؟ احمد نے کہا یہ آیت کریمہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے:-

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورہ المائدہ)

”آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام مذہب پسند کیا۔“

شیخ نے کہا احمد یہ بتاؤ کیا اللہ جل شانہ دین کے مکمل کر دینے کے سلسلے میں سچے ہیں یا تم جو دین کے ناقص ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تم سچے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک تمہارے عقیدے کے مطابق قرآن کریم کو مخلوق نہ مانا جائے دین کامل و مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔

شیخ نے کہا احمد میری بات کا جواب دو۔ لیکن احمد نے کوئی جواب نہ دیا۔

شیخ نے کہا اے امیر المومنین اب میری دو دلیلیں ہو گئیں۔ واثق نے کہا ہاں تمہاری دو دلیلیں ہو گئیں۔

پھر شیخ نے کہا اے احمد قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کو علم تھا یا نہیں! احمد نے کہا ہاں آپ کو اس بارے میں علم تھا۔ شیخ نے کہا تو کیا آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی دعوت دی ہے یا نہیں دی؟ یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔

شیخ نے کہا۔ اے امیر المومنین اب میری تین دلیلیں ہو گئیں۔

واثق نے کہا ہاں تمہاری تین دلیلیں ہو گئیں۔

پھر شیخ نے کہا۔ اے احمد تمہارے اس قول کے مطابق کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں علم تھا۔ پھر کیا جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ مناسب تھا کہ انہیں کسی چیز کا علم ہو اور وہ امت کو اس کی دعوت نہ دیں۔ اس کے باوجود آپ نے امت کو اس کی دعوت نہیں دی۔ احمد نے کہا ہاں۔ پھر شیخ نے مزید کہا کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم خلفاء اربعہ کے لئے یہ گنجائش تھی۔ اس کے باوجود ان لوگوں نے بھی امت سے اس عقیدے کا مطالبہ نہیں کیا۔ احمد نے کہا ہاں۔ اتنی باتیں کر کے شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی طرف سے رخ موڑ لیا۔ پھر خلیفہ واثق کی طرف متوجہ ہوئے اور یوں کہا کہ حضور والا آپ سے بندہ نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ احمد مجھ سے مناظرہ نہیں کر سکتا۔ وہ کم علم کمزور و ناتواں ہے۔

اے امیر المومنین! اگر آپ لوگوں کو اس عقیدے سے باز رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے جس کی گنجائش نہ تو جناب سید المرسلین ﷺ نے دی ہے اور نہ خلفائے اربعہ نے دی ہے تو یاد رکھئے اللہ جل شانہ ان کو ہرگز طاقت نہ دے جن کو اس عقیدے سے روکنے کی تاب نہیں ہے۔ جس عقیدے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے اور نہ گنجائش رکھی ہے۔

ہارون واثق نے کہا اگر ہم میں سے کسی کو اس عقیدے سے روکنے کی طاقت نہیں ہے جس کی گنجائش نہ تو آفتاب نبوت نے دی ہے اور نہ خلفاء اربعہ نے، تو اللہ پاک ہمیں بھی اس کی گنجائش نہ دے۔

اس کے بعد ہارون نے شیخ کی بیڑیوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ان کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں تو شیخ بیڑی کو ہاتھ سے اٹھانے کے لئے جھکے تو شیخ کو لوہار نے پکڑ لیا۔ واثق نے یہ دیکھ کر کہا شیخ کو مت پکڑو انہیں لے لینے دو۔ چنانچہ شیخ نے اسے لے کر آستین میں رکھ

لیا۔ اس دوران شیخ سے یہ پوچھا گیا کہ تم لینے کے سلسلے میں باہم کیوں کشمکش ہوئے۔ شیخ نے کہا میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اسے لے کر یہ وصیت کروں گا کہ جب میں مرجاؤں تو اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے تاکہ میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں اس کو لے کر اس ظالم سے مقدمہ لڑوں گا اور اپنے پروردگار سے یہ کہوں گا کہ آپ اپنے اس بندے سے یہ پوچھئے کہ اس نے مجھے بیڑیاں ڈال کر کیوں قید کیا تھا اور اس نے میرے گھر والوں، بچوں اور بھائیوں کو کیوں خوف زدہ کیا تھا۔ اتنا کہنا تھا کہ شیخ خود رو پڑا اور واضح بھی اشکبار ہو گیا۔ ابو الفضل صالح ہاشمی کہتے ہیں کہ میں بھی رو پڑا۔

پھر واثق نے شیخ سے یہ کہا کہ جو بھی تکلیف آپ کو اس سلسلہ میں پہنچی ہیں۔ آپ انہیں معاف فرما کر درگزر کر دیں۔ شیخ نے جواب دیا خدا کی قسم! اے واثق! میں نے تو محض جناب رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے آپ کی نسبت ہونے کی وجہ سے پہلے ہی دن درگزر کر چکا تھا۔ واثق نے کہا شیخ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ شیخ نے کہا کہ اگر وہ کام لائق عمل ہو گا تو میں ضرور کروں گا۔ واثق نے کہا اگر آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ہمارے تو ہمارے نوجوان آپ سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے اسی جگہ واپس کر دیں جہاں سے اس ظالم نے مجھے نکالا ہے تو مجھے یہ آپ کے پاس کھڑے ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ اس وقت میں اپنے اہل و عیال میں جانا چاہتا ہوں تاکہ میں ان لوگوں کو آپ پر بددعا کرنے سے روک دوں ورنہ میں نے انہیں بددعا کرنے کی تاکید کر دی تھی۔

واثق نے کہا شیخ کیا آپ ہم سے اپنی ضروریات و پریشانیوں میں استعمال کرنے کے لئے کسی قسم کا ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین میں اپنے لئے ہدیہ لینا درست نہیں سمجھتا اس لئے کہ میں خود مالدار آدمی ہوں مجھے ضرورت نہیں ہے۔ واثق نے کہا اس کے علاوہ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ شیخ نے کہا کہ آپ اس ضرورت کو دور کر دیں گے۔ واثق نے کہا جی ہاں! شیخ نے کہا آپ مجھے اس وقت جانے دیجئے بس یہی ضرورت ہے واثق نے کہا اچھا جائیے۔ اجازت ہے۔ چنانچہ موقع پاکر سلام کر کے رخصت ہو گیا۔

صلح کہتے ہیں کہ متدی باللہ کہتے ہیں کہ بس میں اس دن سے قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ سے توبہ کر لی اور میرا بھی یہی گمان ہے کہ واثق نے بھی اسی وقت سے توبہ کر لی تھی۔ یہ واقعہ دوسرے انداز سے بھی دیگر کتابوں میں موجود ہے۔ اسی لئے اس واقعہ میں کچھ تغیر و تبدل بھی ہے اس لئے یہ واقعہ مختلف انداز سے مروی ہے۔ اس سے قبل بھی ہارون واثق کے حالات میں توبہ کرنے کا واقعہ گزر چکا ہے۔

خلافت ابو القاسم احمد معتمد علی اللہ بن متوکل

جعفر متدی کے بعد ان کے چچا زاد بھائی احمد معتمد علی اللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت سرمن رائے میں اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے چچا زاد بھائی جعفر متدی کو قتل کر دیا گیا تھا اس لیے کہ ان ہی کو ولی عہد نامزد کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ برائے نام خلیفہ تھے۔ ان کے بھائی موفق بن متوکل کو ان کا مشیر کار بنا کر مملکت کے امور سپرد کر دیئے گئے۔ لیکن جس وقت موفق کا انتقال ہو گیا تو پھر موفق کے بیٹے اور معتقد بن موفق کو مشیر کار بنا کر مملکت کے امور سپرد کر دیئے گئے۔ نیز احمد معتمد اپنے چچا معتمد کی بہ نسبت کمزور و مغلوب رہتے تھے۔ جس طرح کہ احمد معتمد کے والد محترم معتمد پر فائق اور غالب رہتے تھے۔ چنانچہ معتمد اگر کسی حقیر چیز کا مطالبہ

کرتے تو انہیں دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ گویا احمد معتمد نام کا خلیفہ تھا۔ شاعر نے بھی اس سلسلے میں اس طرح لب کشائی کی ہے۔

الیس من العجائب ان مثلی یروی ماقل ممتعا علیہ
ترجمہ:- کیا یہ عجائبات میں سے نہیں ہے کہ مجھ جیسے آدمی کے لیے حقیر چیز بھی ناممکن الحصول ہے۔

وتوخذ باسمہ الدنیا جمیعاً ومن ذاک شنی فی بدیہ
ترجمہ:- حالانکہ ساری دنیا انہیں کی ذات سے منسوب ہے لیکن ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ احمد معتمد نے ایک دن دریا کے کنارے اتنی زیادہ شراب نوشی کر لی تھی کہ جس کی وجہ سے اس کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ یہ کسی غم میں مبتلا تھا چنانچہ بستر میں سوتے ہوئے انتقال کر گیا۔ کچھ حضرات نے یہ لکھا ہے کہ انہیں گوشت میں زہر ملا کر کھلادیا گیا تھا جس سے اس کی وفات ہو گئی۔

وفات کا واقعہ تقریباً ۲۷۹ھ میں پیش آیا۔ کل ۵۰ سال کی عمر پائی۔ ۲۳ سال تخت نشین رہا۔ غالباً بغداد میں انتقال ہوا۔ احمد معتمد گندم گوں، مناسب قد، نرم مزاج تھا۔ چہرہ گول، آنکھیں پر کشش اور ڈاڑھی چھوٹی تھی۔ یہ جلد ہی بوڑھے ہو گئے تھے۔ لہذا لب اور عیش میں گم سم رہتے تھے۔ نشہ کی حالت میں اور شدت مستی میں یہ اپنے ہاتھوں کو دانت سے کاٹتا تھا۔

خلافت ابو العباس احمد معتضد باللہ بن موفی

احمد معتضد سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے چچا معتمد کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ ان کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ معتضد نہایت بہادر، عدل پرور، بارعب، مقدس، مدبر، نہایت چالاک، ذی رائے اور جاہ و جلال کا بادشاہ تھا (عنقریب ہی مختصر حالات آجائیں گے) یہ جماع کا عادی تھا جو اس کی موت کا باعث بن گیا۔ یہ عدل و انصاف کا دلدادہ اور موثر خلیفہ تھا۔ اس بارے میں اس کے بہت سے قصے بھی مشہور ہیں۔

معتضد کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۲۹۰ھ میں ہوئی۔ ۴۶ سال کی عمر ہوئی۔ بعض نے صرف ۴۰ سال لکھا ہے۔ ۹ سال ۹ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض نے اس کی مدت خلافت کل ۱۰ سال لکھی ہے۔ یہ گندم گوں شکل و صورت میں قدرے غنیمت بادشاہ تھا۔

خلافت ابو محمد علی مکتفی باللہ بن معتضد

معتضد کے بعد ان کے بیٹے مکتفی باللہ تخت نشین ہوئے ان کا سلسلہ نسب یوں ہے:-

ابو محمد علی بن مکتفی باللہ بن معتضد بن موفی بن متوکل بن معتمد۔

ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد معتضد کا انتقال ہو گیا۔ مکتفی کی وفات بغداد میں ۲۹۳ھ میں ہوئی۔ کل ۳۴ سال کی عمر پائی۔ بعض نے صرف ۳۰ سال کی تصریح کی ہے۔ ۲ سال ۸ ماہ تخت نشین رہے۔ مورخین یہی تاریخ وفات مدت خلافت اور عمر لکھتے ہیں۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ مکتفی کی وفات ماہ ذی قعدہ ۲۹۹ھ میں ہوئی۔ ۳۱ سال کی عمر ہوئی۔ ساڑھے چھ سال تخت نشین رہے۔

مکتفی نہایت خوب صورت، حسن میں انوکھا، نکھار، رنگ بے غبار، قد متوسط، کالے بال، حسن عقیدے کا مالک اور خون ریزی کو ناپسند کرنے والا تھا۔ مکتفی کے لیے ان کے والد معتضد نے ملکی حالات کو آسان کر کے رکھ دیا تھا۔ مکتفی جب علی کی طرف مائل تھا۔ اپنی اولاد کا محسن تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شاعر یحییٰ بن علی نے مقام رقد میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اولاد علی کے مقابلے میں بنو عباس کی نفیست کا ذکر کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ منظوم کلام سنتے ہی مکتفی نے پڑھنے سے روک دیا اور کہا تم بنو علی کی گویا جھو کرتے ہو۔ کیا وہ ہمارے چچا کے خاندان سے رشتہ دار نہیں ہیں۔ مجھے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں تنقیص بالکل پسند نہیں۔ بنو علی میں اگرچہ بہت سے لوگوں نے خلافت نشینی کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم بنو علی کی جھو کرو اس لیے کہ اگرچہ وہ ہمارے چچا کے خاندان کی نسبت سے رشتہ دار ہوتے ہیں لیکن میں ان کی برائی سننا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ نہ قصیدہ پڑھا گیا اور نہ سنا گیا۔

خلافت ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ

یہ چھٹے خلیفہ ہوئے اور انہیں دو مرتبہ معزول کیا گیا ہے

پھر مکتفی باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالفضل جعفر مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت بغداد میں اس دن لی گئی جس دن ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ بیعت کے وقت مقتدر باللہ کی کل عمر ۱۳ برس ۴۰ دن تھی۔ اتنی چھوٹی سی عمر اب تک کوئی خلیفہ نہیں بنایا گیا اور نہ ان کے بعد اتنی قلیل عمر میں خلیفہ چنا گیا۔ مقتدر باللہ بعد میں کمزور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسی کے دور خلافت میں سلطنت کمزور پڑ گئی۔

صاحب النشوان لکھتے ہیں کہ معتضد کا غلام صافی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ خلیفہ معتضد دار الحرم تشریف لے جا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب یہ مقتدر کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے۔ اچانک کھڑے ہو کر کچھ سننے لگے اور پردوں کے کنارے سے کچھ دیکھنے لگے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ مقتدر باللہ کو تخت نشین ہوئے۔ کل پانچ برس گزرے تھے۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ مقتدر مکان کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ ارد گرد تقریباً اس کے ہم عمر دس نوکرانیاں بھی موجود ہیں۔ چاندی کی بڑی پلیٹ میں انگور کے خوشے رکھے تھے۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ انگور تیار ہوتے ہیں۔ خود مقتدر انگور کا ایک خوشہ کھاتا ہے اور نوکرانیوں کو ایک ایک انگور کھلا رہا ہے۔ اس طرح سے انگور کھانے کا دور چل رہا تھا۔ پھر جب دوبارہ باری آتی تو خود تینا ان سب کے حصے کے برابر کھاتا۔ یہاں تک کہ انگور کا خوشہ ختم ہو گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر معتضد غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فوراً وہاں سے واپس ہوا لیکن گھر میں داخل نہیں ہوا۔

صافی غلام کہتا ہے کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ معتضد مغموم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ فوراً میں نے عرض کیا کہ آقائے من آپ نے یہ سب کچھ دیکھا۔ اس کے کیا اسباب ہیں؟ معتضد نے جواب دیا خدا کی قسم! اگر مجھے عار محسوس نہ ہوتی اور جنم کا خوف نہ ہوتا تو میں آج اس بچے (مقتدر) کو قتل کر دیتا۔ اس لیے کہ مجھے مقتدر کے قتل کرنے میں امت کی فلاح و بہود نظر آتی ہے۔ میں نے کہا کہ حضور والا! آخر اس بچے نے کیا کام کیا ہے آپ کو اس کی کون سی بات بری معلوم ہوئی۔ معتضد نے جواب دیا کہ دیکھو میں جو بھی کتا

ہوں وہ تجربہ کی روشنی میں کہتا ہوں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ میں نے تمام معاملات میں سدھار پیدا کر دیا ہے اور دنیا کو شر و فساد سے پاک کر دیا ہے اس لیے اب میں مر جاؤں گا۔ مجھے خوف ہے کہ لوگوں کو میرے بیٹے مکنتی کے علاوہ اور کوئی بھی خلافت کے لیے بہتر نہیں مل سکتا اور نہ عوام اس کے علاوہ کسی کو چن سکتے ہیں۔ جلد ہی میرے بیٹے کو تخت کا ملک بنادیں گے لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ بیٹا مکنتی تادیر زندہ رہے گا۔ اس کی طویل عمر نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اسے کنٹھ مالاکا کی شکایت ہے، بہت جلد ہی انتقال کر جائے گا۔ پھر مکنتی کا انتقال کے بعد لوگ مقتدر کو کم عمری میں ہی خلیفہ بنادیں گے۔ مقتدر فطری طور پر سخی واقع ہوا ہے۔

اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جتنا اس نے خود تنہا کھایا ہے اتنا ہی اس نے تمام باندیوں کو کھلایا ہے حالانکہ انگور ان دنوں نایاب ہوتے ہیں اور بچوں کی طبیعتوں میں حرص و لالچ زیادہ غالب ہوتی ہے۔ اس کی کم عمری کی وجہ سے اس کے پاس عورتوں کا ہجوم زیادہ رہا کرے گا یہ تمام جمع شدہ مال کو لٹا دے گا جس طرح کہ اس نے انگور کو تقسیم کر دیا ہے اسی طرح سے یہ بیت المال کا صفایا کر دے گا۔ اس کے اثرات یہ ہوں گے کہ سرحدیں کمزور ہو جائیں گی، معاملات بڑھ جائیں گے۔ مقدمہ بھاری ہو جائیں گے۔ لوگ بیعت سے کترانے لگیں گے۔ ایک جم غفیر خروج کے لیے تیار رہے گا یہاں تک کہ وہ تمام اسباب پیدا ہو جائیں گے جس سے بنو عباس کی خلافت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا حضور والا! آقائے من! اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ مقتدر آپ ہی کی زیر نگرانی تربیت حاصل کرے۔ آپ ہی کی زندگی میں ادھیڑ عمر کو پہنچ جائے اور آپ ہی کے حسن اخلاق و آداب میں رنگ جائے۔ خدا کرے جو آپ کے ذہن میں باتیں آئی ہیں ویسا نہ ہو۔

معتضد نے کہا۔ تمہارا برا ہو صافی یاد رکھنا ہو گا وہی جو میں نے کہا ہے۔ صافی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ مقتدر کے سرہانے کافی دیر کھڑا رہا۔ وہ عیش و عشرت لہو و لب میں مست تھے۔ اچانک مال و دولت حاضر کرنے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ بیت المال سے تھیلی لے آئی گئی انہوں نے اس رقم کو باندیوں پر لٹا دیا اور ان کے ساتھ کھیلنے لگا۔ مجھے فوراً آقا معتضد کا خیال آیا۔ یہ مستی دیکھ کر وزیر اور تمام فوجی مقتدر پر جھپٹ پڑے، پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد سب لوگ عبد اللہ بن معتز کی خدمت میں آئے اور ان سے بیعت ہو گئے۔

خلافت عبد اللہ بن عبدالمعز المرتضیٰ باللہ

ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ مقتدر کو معزول کر دیا گیا۔ ان شرائط پر بیعت ہوئی کہ اب نہ تو جنگ کی جائے گی اور نہ خونریزی کی شکایت ہونی چاہیے۔ چنانچہ بیعت کے بعد مقتدر کے پاس یہ لکھ کر ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی والدہ اور باندیوں کے ہمراہ ابن طاہر کی منزل میں قیام پذیر رہیں۔ اسی کے ساتھ حسن بن حمدان اور کو تو ال ابن عمرو یہ کو یہ تاکید کی گئی تھی کہ یہ دونوں مقتدر کے گھر میں جا کر محافظ بن کر رہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے دو غلام لگ گئے جو پتھروں کی بارش کرنے لگے۔ پھر کیا تھا دونوں فریق میں زبردست جنگ ہو گئی۔ آخر کار مقتدر کے ہمنوا غالب آ گئے۔ دونوں غلام شکست خوردہ واپس ہوئے۔ مرتضیٰ باللہ بھی شکست کھا گیا۔ اس کے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ مرتضیٰ باللہ ابن الجصاص کے گھر میں جا کر چھپ گیا۔ گویا مرتضیٰ باللہ کے ہاتھ حکومت چوبیس گھنٹے سے بھی زیادہ نہ رہی اس لیے مورخین ان ایام میں کسی کی بھی خلافت تسلیم نہیں کرتے۔

کچھ دنوں کے بعد مقتدر باللہ کی طاقت پھر عود کر آئی چنانچہ یہ مرتضیٰ باللہ پر غالب آگیا۔ اس کا گلا گھونٹ کر قتل کر ڈالا اور لوگوں سے یہ بتایا کہ مرتضیٰ کا انتقال طبعی موت سے ہوا ہے۔ پھر مرتضیٰ کو دار الخلافہ سے نکال کر اس کے گھر کے سامنے ویرانے میں دفن کر دیا۔ مرتضیٰ باللہ کی عمر اس وقت تقریباً ۵۰ سال کی تھی۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ مرتضیٰ باللہ زبردست شاعر، فصیح زبان اور شگفتہ بیان تھے۔ علماء کرام اور ادیبوں سے تعلق رکھتے۔ بہترین تشبیہات پر قادر تھے۔ ان سے بڑھ کر کوئی بھی سامنے نہیں آیا۔ پھر بعد میں ایک جماعت نے ان کا زبردست ساتھ دیا جنہوں نے مقتدر کو معزول کرنے میں بھرپور تعاون دیا۔ پھر مرتضیٰ باللہ سے بیعت ہو گئے۔ مرتضیٰ باللہ جو بیس گھنٹے بھی خلافت پر نہیں رہ سکے تھے کہ مقتدر باللہ کے ہم نواؤں نے تخریب کاری شروع کر دی۔ مرتضیٰ باللہ کے ہمراہیوں سے جنگ ہو گئی۔ آخر کار مرتضیٰ کے ساتھی تترہتر ہو گئے۔ مرتضیٰ کیس ردپوش ہو گیا حتیٰ کہ اسے رات میں گرفتار کر لیا گیا۔ جس وقت مرتضیٰ کو گرفتار کر کے مقتدر کے پاس حاضر کیا گیا تو اس نے برف میں ننگا لٹکا دینے کا حکم دے دیا۔ پھر وہ برابر برف میں پڑا رہا۔ مقتدر اس دوران شراب نوشی میں مست تھا۔ یہاں تک کہ مرتضیٰ کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ تقریباً ماہ ربیع الاول ۲۹۶ھ میں پیش آیا۔ اسی لیے مرتضیٰ کا شمار خلفاء میں نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ یہ حکومت کو ایک دن بھی نہیں سنبھال پایا اور نہ کسی قسم کا کنٹرول کر سکا۔

اس کے بعد مقتدر باللہ کی حکومت مستحکم ہو گئی اور کچھ دنوں کے بعد مونس خادم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مقتدر اس کے خلاف سازش کر کے گرفتار کرانا چاہتا ہے حالانکہ مونس اس دوران فوج کے اگلے دستے کی کمان کرتا تھا تو مقتدر نے اس کا انکار کیا کہ میرے ذہن میں اس قسم کی کوئی سازش نہیں ہے۔ مونس نے حتی الامکان اس بات کے چھپانے کی کوشش کی لیکن چھپ نہیں سکی زبان زد ہو گئی۔ اس کے بعد رعایا اور بعض غلاموں کے درمیان ٹھن گئی۔ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ یہ سب کچھ مقتدر باللہ کے اشارہ پر ہو رہا ہے۔ چنانچہ مونس نے ۱۲ ہزار گھوڑ سواروں کو ساتھ لے کر دار الخلافہ پر اچانک حملہ کر دیا اور مقتدر کے پاس جا کر اس کو اور اس کی ماں سیدہ کو گرفتار کر کے اپنے محل میں لے آیا۔ اس دوران میں فوجوں نے دار الخلافہ کو لوٹ لیا۔

مقتدر نے جب یہ حالات دیکھے تو وہ خود بخود معزول ہو گیا اور معزول ہونے کی تحریر سارے ملک میں ارسال کر دی۔ معزول ہونے کے بعد جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو فوجیوں نے فساد برپا کر دیا۔ کو تو ال کو قتل کر دیا اور وزیر ابن مقلہ بھاگ کھڑا ہوا۔ دربان فرار ہو گئے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد مقتدر باللہ واپس آیا اور تخت نشین ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے بھائی قاہر باللہ کو بلایا۔ اپنے سامنے بٹھایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ بھائی قاہر اس میں تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔ قاہر نے جواب میں کہا۔ امیر المومنین میں اپنے بارے میں خدائے پاک سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر مقتدر باللہ نے کہا کہ خدا کی قسم! اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق کی قسم کبھی بھی میں نے آپ کے خلاف سازش نہیں کی۔

پھر معلوم ہوا کہ وزیر ابن مقلہ بھی واپس آگیا۔ اس کے بعد دوبارہ مقتدر باللہ کے خلافت کے بارے میں سارے ملک میں تحریر بھیج دی گئی۔ سوء اتفاق سے پھر مقتدر اور اس کے غلام مونس کے مابین جنگ ٹھن گئی۔ اچانک پھر مقتدر نمر سکران میں کود پڑا۔ چنانچہ موقع پا کر بربری قوم نے اس کو گھیر لیا۔ آخر کار ایک بربری نے مقتدر کو قتل کر دیا۔ سر کاٹ کر اس کے کپڑے اتار لیے۔ پھر سارے بربری مونس کے پاس آ گئے۔ اسی دوران ایک شخص قبیلہ اکراد کا گزر رہا تھا۔ اس نے یہ دیکھا کہ مقتدر قتل کیا ہوا برہنہ پڑا ہوا ہے تو

اس نے گھاس پھوس سے ڈھک کر اس طرح سے زمین میں دفن کر دیا جس سے قبر کے نشانات معلوم نہیں ہو رہے تھے۔
مقتدر باللہ کے قتل کا واقعہ بروز بدھ ۲۷ شوال ۳۱۶ھ میں پیش آیا۔ کل ۳۸ سال ایک ماہ کی عمر ہوئی۔ تخت خلافت پر ۲۳ سال ۱۱ ماہ فائز رہا۔ اس دوران یہ دو مرتبہ اتارا گیا پھر اسے آخر میں قتل کر دیا گیا۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ مقتدر ۲۵ سال تک خلافت کرتے رہے۔ ۳۸ سال کی عمر پائی۔ یہ نہایت خرچہ دار، فضول پسند، لٹانے والا۔ کم عقل، ناقص رائے خلیفہ تھا۔ اس نے اپنی ایک لونڈی کو بہترین قسم کا قیمتی موتی انعام میں دے دیا تھا جس کا وزن تقریباً ۳ مثقال تھا یا اتنی قیمت کا موتی تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس موتی کی قیمت اس عہد خلافت میں ۸۰ لاکھ دینار تھی۔ مقتدر باللہ نے اولاد میں راضی باللہ متقی باللہ، اسحاق اور مطیع اللہ وغیرہ کو چھوڑ کر دینار سے رخصت ہو گیا۔

خلافت محمد قاہر باللہ

مقتدر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابو منصور محمد بن معتمد باللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت غالباً ماہ شوال کی اختتامی دوراتوں میں بغداد میں لی گئی۔ جب انہیں خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے اپنے بھتیجے مکتنی باللہ کو گرفتار کر لیا۔ پھر مکتنی باللہ کو ایسے گھر میں رکھا گیا جسے اینٹوں اور گچ سے بند کر دیا گیا تھا۔ آخر کار مکتنی اسی حالت میں انتقال کر گیا۔ اسی طرح قاہر نے مقتدر کی ماں سیدہ کو بھی گرفتار کر لیا اور ان سے اتنا فدیہ کا مطالبہ کیا جو ان کی طاقت و سکت سے زیادہ تھا۔ ان کو ڈرایا دھمکایا۔ مارا اذیتیں دیں۔ طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ سیدہ کو الٹا لٹکایا کہ پیشاب بہہ کر منہ میں آتا تھا اور سیدہ یہ کہتی تھیں کہ کیا میں کتاب اللہ کی رو سے تمہاری ماں نہیں ہوتی؟ کیا میں نے پہلی مرتبہ اس سے قبل اپنے بیٹے سے تجھے نجات نہیں دلوائی؟ اس کے باوجود تم مجھے سزائیں دے رہے ہو۔ فدیہ اس وقت مانگ رہے ہو جب کہ میرے پاس مال و دولت ختم ہو گیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدہ کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد قاہر باللہ کے فوجیوں نے بغاوت کر دی۔ فساد برپا کر کے دیوان کے ہر گیٹ سے حملہ کر دیا آخر کار قاہر غسل خانہ کی چھت پر بھاگ کر کسی جگہ چھپ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فوجیوں نے آکر قید کر لیا۔ خلافت سے معزول کر کے آنکھیں نکال لیں۔ غالباً یہ حادثہ ماہ جمادی الثانیہ ۳۲۲ھ میں پیش آیا۔

ابن البطریق لکھتے ہیں کہ قاہر باللہ نے چند گھنٹوں کے جراثیم کیے تھے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ پھر اس کے بعد ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصور میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہے جسم پر زرد رنگ کا جبہ اور روئی کا گدا ہے۔ اس حالت میں وہ یہ کہہ رہا ہے کہ لوگو تم میری صدقات وغیرہ سے مدد کرو۔ کل میں امیر المومنین تھا اور آج میں مسلمانوں سے سب سے زیادہ فقیر ہو گیا ہوں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی ان کے بارے میں کیا معلومات ہیں تو مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ قاہر باللہ ہے۔

اس واقعہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے (اللہ اپنے غیظ و غضب سے پناہ میں رکھے)

قاہر باللہ کی خلافت ۶ سال ۶ ماہ ایک ہفتہ رہی۔ قاہر زبردست بے ہودہ، خوں ریز، نشہ باز خلیفہ تھا۔ اس کے پاس ایک نیزہ تھا جب تک یہ اس کے ذریعہ سے کسی کو قتل نہیں کر دیتا تھا اسے نہیں رکھتا تھا اگر سلیم الطبع دربان موجود نہ ہوتے تو یہ لوگوں کو بتا کر

خلافت ابو العباس احمد راضی باللہ بن مقتدر

قاہر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابو العباس احمد راضی باللہ بن مقتدر تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن قاہرہ کو خلافت سے دست بردار کر دیا گیا۔ راضی باللہ نے اپنا وزیر ابو علی بن مقلہ کو بنایا۔ تخت نشین ہوتے ہی انہوں نے قاہرہ کے قید خانہ سے تمام لوگوں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد امیر محمد بن رائق کو طلب کیا گیا۔ یہ اس دوران مقام واسط میں شان و شکوکت سے اپنا حکم نافذ کر رہے تھے۔ جب معاملات الجھنے لگے، وزراء کے کنٹرول سے باہر آ گئے تو اس وقت ان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ انہیں بغداد بلا کر امیر الامراء کا منصب دے دیا گیا۔ سلطنت کے اہم امور سپرد کر دیئے گئے۔ انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ دار السلطنت کا پرچم انہی کو دیا گیا۔ انہی ایام میں وزارت کا عہد ختم کر دیا گیا۔ سوائے اس منصب کے نام کے کچھ بھی باقی نہیں رکھا گیا۔ اقتدار اور حکومت صرف ان کے ہاتھ میں رہی جنہوں سے زبردستی کسی علاقے پر قبضہ کر لیا۔

امیر محمد بن رائق کو ۲۵ ذی الحجہ ۳۲۲ھ کو بلا کر یہ اعزاز بخشا گیا۔ پھر جب ۲۵ داں سال شروع ہوا تو روئے زمین عجیب و غریب انتشار کا شکار تھی۔ علاقے طاقت ور بادشاہ یا حاکم کے قبضے میں رہتے تھے۔ جس کے ہاتھ جو بھی علاقہ لگ گیا وہ اس کا ہو گیا اور وہ وہیں کا حاکم بن گیا۔

چنانچہ عبداللہ البریدی اور ان کے بھائیوں کے زیر اثر بصرہ، واسط، اہواز وغیرہ کے علاقے تھے۔ عماد الدین بن بویہ کے ہاتھ فارس بن حمدان کے زیر اثر موصل، دیار بکر، دیار ربیع، دیار مضر وغیرہ۔ اخشید بن فطح کے قبضہ میں مصر اور شام، ممدی کے پاس مراکش، افریقہ، بنو امیہ کے قبضہ میں اندلس وغیرہ۔ نصر بن احمد سامانی کے پاس خراسان اور اس کے ارد گرد کے علاقے ابو طاہر قرملی کے پاس یمامہ، ہجر، بحرین، ذیلیم کے پاس طبرستان اور جرجان وغیرہ تھے۔

اور راضی باللہ و امیر محمد بن رائق کے زیر اثر سوائے بغداد اور ارد گرد کے علاقے کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ سکا۔ آخر کار سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔ عدالتیں ختم کر دی گئیں۔ خلافت کی عزت و آبرو تاراج ہو گئی۔ ملک کمزور ہو گیا اور ویرانیت پھیلنے لگی۔ خلیفہ راضی باللہ کو کھانسی اور استسقا کی شکایت ہو گئی۔ اس کے علاوہ قعیش اور کثرت جماع کی بھی شکایت تھی۔ چنانچہ راضی باللہ کی انتقال شبہ کی رات ۱۵ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۲ سال چند ماہ کی تھی۔ کل ۶ سال ۱۰ ماہ تخت نشین رہا۔ راضی باللہ وسیع الطرف، سخی المزاج ادیب شگفتہ بیان شاعر تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ اس کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی اور ۶ سال ۱۰ یوم خلافت پر متمکن رہا۔ اور یہ پستہ قد کا گندم گوں دیلا پتلا آدمی تھا۔ اس کے اچھے قسم کے اشعار طبع ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے سامرا مقام میں تقریر کی تو بہت ہی اچھی اور موثر ثابت ہوئی۔ اس کے بعد چند دن بیمار رہا، خون کی تہ ہوئی اور دنیا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔

خلافت ابراہیم متقی باللہ

خلیفہ راضی باللہ کے بعد ان کے بھائی ابو العباس ابراہیم متقی باللہ بن معتضد تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس

دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی راضی باللہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ انتقال کی خبر سن کر مقتدی نے فوراً دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کی اور ممبر پر رونق افروز ہوا۔ مقتدی دیندار اور متقی خلیفہ تھا اس لیے اس کا نام متقی باللہ رکھ دیا گیا۔ متقی نے مملکت کے تمام امور امیر حکم ترکی کو سپرد کر دیئے تھے۔ متقی کا صرف نام چلتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد نوروز بغداد پر قابض ہو گیا۔ مقتدی باللہ کو معزول کر کے چچا زاد بھائی مستکفی باللہ کو خلافت سپرد کر دی۔ اس کے بعد مقتدی باللہ کو جزیرہ قرب سندھ کی طرف جلا وطن کر دیا اور ان کی آنکھوں میں سلائی کر دی گئی۔ حالانکہ اس نے اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار کر دیا تھا۔

یہ واقعہ ۲۰ صفر ۳۳۳ھ کو پیش آیا۔ مقتدی کی حکومت ۳ سال ۱۱ ماہ رہی۔ بعض نے چار سال کی تصریح کی ہے۔ اس کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی اور ولادت ۲۹ھ میں ہوئی۔ ان کے والد محترم ان سے صرف ۱۵ سال عمر میں بڑے تھے۔ مقتدی روزہ دار، تہجد گزار، تلاوت قرآن کریم کا عادی تھا۔ نشہ آور چیز کو بالکل ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ خلافت سے معزول ہونے کے بعد ۲۴ سال زندہ رہا۔

خلافت عبداللہ المستکفی باللہ بن مکتفی

خلیفہ مقتدی باللہ کے بعد اس کا چچا زاد بھائی ابو العباس عبداللہ المستکفی باللہ بن مکتفی بن معتمد تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ مقتدی باللہ کو اتار دیا گیا۔ جس دن مستکفی کو خلافت اور سلطنت کے امور سپرد کیے گئے تو انہوں نے نوروز کو انعام و خلعت سے نوازا اور مملکت کے امور سپرد کیے۔ انہی کے دور خلافت میں معزالدولہ بن بویہ بغداد آئے انہیں بھی خلعت و انعام دے کر ماوراء باب کے امور سپرد کیے گئے انہی کے نام سے سکہ ڈھال کر جاری کر دیا گیا۔ انہیں منبر پر تقریر کرنے کا مشورہ دیا گیا اور ان کا لقب معزالدولہ رکھ دیا گیا اور ان کے بھائی ابو الحسن علی کا لقب عماد الدولہ تجویز کیا گیا اور یہ بنی بویہ میں سب سے بڑے تھے۔

عماد الدولہ کے متعلق عجیب و غریب قسم کے واقعات مشہور ہیں (ان شاء اللہ کچھ تفصیل باب الحاء لفظ حیتہ میں آجائے گی) ان دونوں کے بھائی کا لقب رکن الدولہ رکھا گیا تھا۔ غالباً بچھے بھائی تھے۔ ان کے بھی عجیب و غریب حالات مشہور ہیں (ان شاء اللہ باب الدال وابتنہ کے عنوان میں تفصیل آجائے گی)۔

معزالدولہ کی آمد غالباً ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ انہی کے ایام میں مستکفی معزول بھی کیا گیا۔ معزول ہونے کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ معزالدولہ کو کسی نے یہ بتایا کہ مستکفی تمہارے مارنے کی سازش کر رہا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد معزالدولہ مستکفی کے دربار میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی ہاتھ کو بھی بوسہ دیا۔ ان کے لیے کرسی لائی گئی۔ چنانچہ معزالدولہ اس پر بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دلم کے دو آدمیوں معزالدولہ کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے۔ تو مستکفی یہ سمجھے کہ یہ لوگ میرے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں تو ان لوگوں نے مستکفی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور جو بھی تخت پر تھے سب کو اتار دیا اور مستکفی کے عمامہ کو اس کی گردن میں ڈال دیا۔ پھر انہیں تھپتھپ کر معزالدولہ کے پاس لایا تو انہیں قید کر دیا گیا۔ پھر انہیں معزول کر کے ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ اس کے بعد دار الخلافہ کو لوٹ لیا گیا، پہل تک کہ کوئی بھی چیز باقی نہیں بچی۔

غالباً یہ واقعہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۳۳۴ھ میں پیش آیا۔ مستکفی کی وفات معزالدولہ کے گھر پر ۳۴۳ھ میں ہوئی۔ کل ۴۶ سال کی

عمر ہوئی۔ تقریباً ایک سال چار ماہ تخت نشین رہا۔

خلافت ابو الفضل مطیع اللہ بن مقتدر

(یہ چھٹے خلیفہ تھے اور انہیں معزول کیا گیا)

خلیفہ مستکفی باللہ کے بعد ان کے چچا زاد بھائی ابو الفضل مطیع اللہ بن مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت ۳۴ سال کی تھی۔ جس دن چچا زاد بھائی مستکفی باللہ کو معزول کیا گیا اس دن ان سے بیعت لی گئی۔ اور سلطنت کے دیگر امور معزالدولہ ہی کے سپرد رہے۔ مطیع اللہ کے عہد خلافت میں معزالدولہ کا انتقال بغداد میں ۲۵۶ھ میں ہوا۔ عراق میں معزالدولہ کا اقتدار ۳۱ سال ۱۱ ماہ تک رہا۔ معزالدولہ بہادر بادشاہ، دیر، طاقتور، تھا لیکن بد اخلاق تھا۔ زیست نے تجربہ کار بنادیا تھا۔ سعادت و نیک بختی قدم بوسی کر رہی تھی۔ یہاں تک معزالدولہ اس درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ کہ اس سے قبل اسلام میں سوائے خلفاء کے کوئی بھی نہیں پہنچ سکا۔

جس وقت معزالدولہ کا انتقال ہوا تو صابریہ نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لی اور اپنے والد محترم کا قلاوہ پہن لیا۔ انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ ان کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

مطیع اللہ کے دور حکومت میں مصر کا حاکم کافور اخشیدی کا انتقال ۳۵۸ھ میں ہوا۔ یہ مصر میں تقریباً ۲۲ سال حکومت کرتا رہا۔ کافور کے انتقال کے بعد معزالدولہ اللہ کا غلام جو ہر قائد جو قیروان کا حاکم تھا مصر آیا۔ چنانچہ اس نے معزالدین اللہ سے بیعت کرنے کے لیے لوگوں کا دعوت دی اور لوگوں سے ان کے لیے بیعت لی۔ بنو عباس کے روابط مصر سے ختم ہو گئے جو ہر قائد فوجوں کی رہائش کے انتظام کے لیے قاہرہ کی تعمیر میں مصروف ہو گیا۔ ان تمام مراحل سے گزر جانے کے بعد معزالدین اللہ ۸ رمضان المبارک ۳۶۲ھ کو مصر میں داخل ہوا اور یہ مصر کا پہلا فاطمی خلیفہ ہوا ہے۔

سبکیں ترکی معزالدولہ کا سب سے بڑا دربان تھا۔ اس کے اثرات بغداد میں اتنے راسخ ہو گئے کہ وہ بغداد پر قابض ہو گیا تو اس کی قدر و منزلت روز بروز معزالدولہ کے یہاں بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ معاملات میں دخل ہو گیا۔ اس کا حکم چلنے لگا تو مطیع کو اس سے خطرہ محسوس ہوا۔ کسی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ چنانچہ یہ خود بخود راضی برضا خلافت سے دستبردار ہو گیا اور خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم کے سپرد کر دی۔

بعض نے ابو بکر کی تصریح کی ہے۔ کچھ نے یہ کہا ہے کہ ابو بکر عبدالکریم کی کنیت تھی۔ پھر یہ طالع اللہ سے مشہور ہو گیا۔ یہ سارے واقعات ۱۳ ذی قعدہ ۳۶۳ھ کو پیش آئے۔

آخر کار دیر عاقول میں ۳۶۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال اور معزول ہونے کے درمیان دو ماہ گزر چکے تھے۔ کل ۶۳ سال کی عمر ہوئی۔ یہ طاقت ور اور صدقات کا خوگر بادشاہ گزرا ہے۔ لیکن یہ اپنے معاملات میں مغلوب ہو گیا تھا۔ خلافت پر سوائے نام کے کوئی بس نہیں چلا تھا۔ اس کے خلافت ۲۹ سال ۴ ماہ تک رہی۔

خلافت ابو بکر عبد الکرم الطائع اللہ

پھر خلیفہ مطہع اللہ کے بعد ان کے صاحبزادے عبد الکرم ابو بکر طائع اللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کو معزول کر دیا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۴ سال کی تھی۔ بنو عباس میں ان سے زیادہ بڑی عمر کا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔

اس مال ندیم کہتے ہیں کہ دنیا میں سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول اور طائع اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں گزرا جو اپنے والد کی زندگی میں خلافت پر تخت نشین ہو گیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ان دونوں کا نام ابو بکر تھا اور یہ چھٹے خلیفہ ہوئے ہیں چنانچہ حسب دستور انہیں بھی معزول کر دیا گیا (جیسے کہ عن قریب تفصیل آجائے گی) انہیں چھٹا خلیفہ اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب کہ ابن المعز کو خلفاء میں شمار نہ کیا جائے۔ اگر شمار کیا جاتا ہے تو مطہع اللہ پھر چھٹے خلیفہ نہ ہوں گے۔ انہوں نے اپنے آپ کو خود بخود معزول کر لیا تھا۔ اس لیے کہ ان پر فلاح کا حملہ ہو گیا تھا۔

جس وقت طائع اللہ خلیفہ نامزد ہو گئے تو انہوں نے سبکیں ترکی کو بطور انعام ماوراء باب کے علاقہ کی حکومت سپرد کر دی تھی۔ طائع کے عہد خلافت میں شہ عضد الدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ بغداد پر قابض ہو گیا تھا تو طائع نے عضد الدولہ کو شاہی خلعت سے نوازا۔ بطور انعام و اکرام ہارنگن پہنائے اور دو پرچم سپرد کئے۔ ماوراء الباب کا حاکم بنادیا۔ چنانچہ عضد الدولہ نے ابو طاہر بن بقیہ کو عز الدولہ کا وزیر بنادیا تو ابو طاہر نے عز الدولہ کو قتل کر کے سولی دے دی۔ چنانچہ ان کے والد حسن بن انباری نے عجیب و غریب مرثیہ لکھا اور ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

علوت فی الحیات وفی الممات لحق انت احدى العجرات
ترجمہ: تم موت و حیات میں بلند و بالا ہو، یہ بات حق ہے کہ تم اعجازی صورتوں میں سے ایک ہو۔

کان الناس حولک اذا قاموا وفود ندماک ایام الصلات
ترجمہ: تیرے ارد گرد گھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو دو سخا کے موسم میں تیرے بخشش کے وفد ہیں۔

کانک قائم فیہم خطیبا وکلہم قیام للصلوة
ترجمہ: تم ان کے درمیان بحیثیت مقرر کھڑے ہو اور وہ سب نماز کے لیے صف بستہ ہیں۔

مددت یدیک نحوہم احتفاء کمدھا الیہم بالہبات
ترجمہ: تم اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف کھول کر بڑھائے ہو جیسے کہ تمہارے ہاتھ عطایا دینے کے لیے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ولما ضاق بطن الارض عن ان یضم علاک من عبد الممات
ترجمہ: اور جب زمین تنگ ہو گئی اس بات سے کہ وہ مرنے کے بعد تیری بلندی سے ملاپ کرے۔

اصار والجو قبرک و استعاضوا عن الکفان ثوب السافیات
ترجمہ: تو انہوں نے فضا میں تیری قبر بنادی اور بجائے کفن کے ہوا میں اڑنے والے کپڑے پہنچائے۔

لعظمتک فی النفوس تبیت تروی بحراس و حفاظ ثقات!

ترجمہ:- تیری بڑائی نفوس میں گھر کئے جا رہی ہے تمہارا یہ حال ہے کہ تم چوکیداروں اور معتمد محافظوں کی طرح ان کی نگہبانی کرتے ہو۔

وتوقد حولک النیران قدما کذا لک کنت ایام الحیاة
ترجمہ:- تیرے ارد گرد قدم قدم پر آگ روشن ہوتی ہے آپ اس طرح زندگی کا سفر کر رہے ہیں۔

رکبت عطیة من قبل زید علاہا فی السنین الماضیات
ترجمہ:- تم زید کی طرف سے اس طرح کی سواری میں سوار ہو جس سے اسے گزشتہ سالوں میں بلند و برتر کر دیا ہے۔

وتلک قصیة فیہا تاس تباعد عنک تعیر العداة
ترجمہ:- اور یہ مایوس کن معاملہ ہے جو تم سے دشمنوں کے عار کو زائل کر دیتا ہے۔

ولم ارقبل جذعک قط جذعا تمکن من عناق المکرمات
ترجمہ:- میں نے اس تنے سے پہلے (جس میں تمہیں سولی دی گئی ہو) کسی کا تنا نہیں دیکھا جس نے عزتوں کے ساتھ معانقہ کیا ہو۔

اسأت الی اللوائب فاستنارت فانت قتیل ثار النائیبات
ترجمہ:- میں نے گردشوں کے ساتھ برا معاملہ کیا تو وہ روشن ہو گئی اور تم تو مصائب کی کھوپڑی اتارنے والے ہو۔

وکنت تجیرنا من صرف وھو فعدا مطالبالک بالتراب
ترجمہ:- اور تم ہمیں مصائب سے پناہ دیتے تھے اور اب وہ انتقام کا مطالبہ کامیاب ہو گیا۔

وصیردھوک الاحسان فیہ الینا من عظیم الشیات
ترجمہ:- جس زمانے نے تمہیں مصائب سے دوچار کیا اس زمانے کا ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہمارے لیے گناہ عظیم

ہے۔

وکنت لعشر سور فلما مضیت تفوقوا بالمحسنات
ترجمہ:- تم معاشرہ کے لیے نیک فال ہو، تمہارے رخصت ہوتے ہی لوگ نحوستوں سے دوچار ہو گئے۔

غلیل باطن لک فی فوادی حقیق بالدموع الجاریات
ترجمہ:- میرے دل میں تمہاری گہری سوزش ہے جو واقعی آنسو بہانے کے لائق ہے۔

ولوانی قدرت علی قیام بغرضک الحقوق والواجب
ترجمہ:- اگر میں تمہارے فرائض، حقوق اور واجبات کے انجام دینے پر قادر ہوتا۔

ملات الارض من نظم القوافی ونعت بها خلاف النائحات
ترجمہ:- تو میں قافیہ میں ڈھال کر زمین کو بھردیتا اور نوحہ گروں کے خلاف نوحہ کرتا۔

ولکن اصبر عنک نفسی مخافة ان اعد من الجناة
ترجمہ:- لیکن آپ کے لیے میں صبر کرتا ہوں، مجرموں میں شمار ہونے کے خوف سے۔

ومالک توبة فاقول تسقی لانک نصب هطال الهاطلات

ترجمہ:- تیری قبر کتنی اچھی ہے چنانچہ میں سیراب ہونے کی دعا کرتا ہوں اس لیے کہ تم برسنے والے بادل کی علامت ہو۔

علیک تحیۃ الرحمن تنری برحمات غواد رانحات
ترجمہ:- تم پر اللہ کی رحمت ہو اور تم کو صبح وشام ہونے والی مغفرت و رحمت ڈھانپ لے۔“

عصف الدولہ کا انتقال
ملک عصف الدولہ بن بویہ کا انتقال ماہ ذی الحجہ ۲۷۳ھ میں ہوا۔ کل عمر ۴۹ سال ۱۱ ماہ ہوئی۔ ان کی حکومت عراق، کرمان، عمان، خوزستان، موصل، دیار بکر، حران، منبج وغیرہ میں تھی۔ یہ بغداد میں ۵ سال حکومت کرتے رہے۔

سلطان عصف الدولہ زبردست بادشاہ، شریف، بہادر، دلیر، ذہین اور بارعب آدمی تھے۔ ان کی ذکات کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ یہ پہلے محض ہیں جنہیں اسلام میں ملک بادشاہ کہا گیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو یہ پڑھ رہے تھے۔

ما اغنی عنی مالہ ہلک عنی سلطانیۃ
ترجمہ:- مجھ کو میرا مال کچھ کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔ (حادثہ)
چنانچہ یہ آیات بار بار پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جس وقت ان کی وفات ہوئی تو یہ خبر کسی کو نہیں دی گئی۔ پھر انہیں دارالسلطنت بغداد میں دفن کر دیا گیا۔ بعد میں لوگوں کو پتہ چلا کہ عصف الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہیں قبر سے نکال کر سیدنا علی بن ابی طالب کی مشہد پر دفن کر دیا گیا۔ عصف الدولہ نے مرنے سے قبل ہی مشہد بتائی تھی۔ (جیسے کہ عن قریب باب الفاء فمد کے عنوان سے آجائے گا۔)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عصف الدولہ باغ میں تفریح کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس نے یہ کہا کہ اگر بارش ہو جاتی تو آج لطف آ جاتا۔ چنانچہ کہتے ہی بارش ہو گئی تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

لیس شرب الراح الا فی المطر و غناء من جوار فی السحر
ترجمہ:- شراب نوشی برسات ہی میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور گانے والی باندیوں سے صبح بھلی معلوم ہوتی ہے۔“

ناعمات سالیات النہی ناغمات فی تضاعیف الوتر
ترجمہ:- جو باندیاں نرم و نازک، عقل کو سلب کرنے والی ہیں جو تانت کے ڈل کرنے میں گانے کا شرٹھ لگنے والیاں ہیں۔“

میرزات الکاس من مطلعھا ساقیات الراح من فاق البشیر
ترجمہ:- مطلع سے پیالوں کو نکالنے والیاں ہیں جو انسانوں میں فائق ہے اس کو شراب پلانے والیاں ہیں۔

عصف الدولۃ و ابن رکنھا ملک الاملاک غلاب القدر
ترجمہ:- نام عصف الدولہ ابن رکن ہے وہ شہنشاہ اور تقریر پر غالب ہے۔

سہل اللہ لہ بغیتہ فی ملوک الارض مدار القمر
ترجمہ:- اللہ نے اس کے لیے خواہش روئے زمین کے بادشہوں میں تاقیامت آسان کر دیا ہے۔

واراہ الخیر فی اولادہ یساس الملک منهم بالعز

ترجمہ:- اور میں اس کی اولاد میں بھلائی دیکھا ہوں کہ وہ ملک میں آسانی کے ساتھ حکومت کریں گے۔"

چنانچہ یہ اشعار پڑھتے ہی غالب القدر کے کہنے کے مطابق موت کا فرشتہ آگیا۔

جب عضد لدولہ کا انتقال ہو گیا تو صاحبزادہ ہمایہ الدولہ امور سلطنت کا والی بن گیا۔ چنانچہ طالع نے صاحبزادے کو انعام و اکرام سے نوازا اور والد کا قلابہ اس کو پہنایا گیا۔ پھر ہمایہ الدولہ نے طالع کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ دار الخلافت کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد ہمایہ الدولہ نے لوگوں کو اس بات کا گواہ بنایا کہ طالع خود بخود خلافت سے دستبردار ہو گیا ہے یہ واقعات شعبان ۳۸۱ھ میں پیش آئے اس کے بعد طالع ساری زندگی معزول، نظر بند کی حیثیت سے گزارا رہا۔ آخر کار عید کی رات ۳۹۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ یہ ۷۱ سال ۹ ماہ تک تخت نشین رہا۔ کل عمر ۷۸ سال کی ہوئی۔

خلیفہ طالع سرخ زرد رنگ، متوسط قد، بڑی ناک، بہادر، طاقتور، دلیر اور بخشنے والا بادشاہ تھا۔ لیکن مزاج میں تیزی تھی اور بخوبیہ کے تمام بادشاہوں میں ہاتھ چھوٹا تھا۔

خلافت ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق

خلیفہ طالع اللہ کے بعد ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس رات لی گئی جس رات طالع کو تخت سے اتار دیا گیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر ۴۴ سال تھی۔ قادر باللہ حسن سلوک اور صدقات وغیرہ کا عادی فقراء کا مولیٰ تھا۔ فقراء کا تبرکات تعظیم کرتا تھا۔ لیکن معاملات حکومت میں مغلوب ہو گیا تھا۔ قادر باللہ کی وفات ماہ ذی قعدہ میں ہوئی۔ بعض بقرہ عید کی رات کی تصریح کرتے ہیں اور کچھ ۴۲۲ھ کو بتاتے ہیں کل عمر ۸۷ سال کی ہوئی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ یہ سفید اور لمبا آدمی تھا۔ اس کی عمر ۴۴ سال اور چند ماہ کی ہوئی اور بعض چند ماہ کی تفصیل ۳ ماہ بتاتے ہیں اور کچھ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ قادر کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی ہے۔ حلیہ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ قادر باللہ کا رنگ سفید ڈاڑھی لمبی، بڑھاپے کی وجہ سے خضاب کرتا تھا۔ صدقات کا عادی، تہجد گزار، غصہ تھا، دیانت عقب پر غالب تھی۔ سنت کے موضوع پر اس کی ایک تصنیف بھی ہے۔ قادر باللہ نے معتزلہ اور روافض پر زبردست روکیا۔ ان کا ہر جمعہ کو ختم قرآن کا معمول تھا اور لوگوں کو بلا کر بند و نسلح کیا کرتے تھے۔

خلافت ابو جعفر بعد اللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ

خلیفہ قادر باللہ کے بعد صاحبزادہ ابو جعفر بعد اللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ قائم بامر اللہ کے عہد خلافت میں سلاطین سلجوق کا دور شروع ہوا اور بخوبیہ کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ بخوبیہ کا اقتدار تقریباً ایک صدی ۷۲ سال رہا۔ غالباً یہ دور ۴۳۳ھ تک رہا۔ چنانچہ اس کی تصریح ابن البیہقی نے اپنی تاریخ میں ۳۶ ویں باب میں کی ہے۔

قائم بامر اللہ کے جسم کا رنگ سفید، پرکشش غالباً سرخ مائل تھا، متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد مسلمانوں کا حاجت روا تھا۔ علماء کی

تعلیم و تکریم کرتا، فقراء و صلیاء کا معتمد پاکیزہ اخلاق تھا۔ جتنے دن قائم بامر اللہ خلافت پر متمکن رہا۔ شاید ہی کوئی کوئی تخت نشین رہا ہو۔ صدقات کا عادی خلفاء میں علم و فضل کی وجہ مشہور ہو گیا تھا۔ تو اس دن سے روزے دار، تہجد گزار ہو گیا تھا۔ مصلیٰ ہی پر سوجاتا۔ سونے کے لیے دوسرے کپڑے کبھی نہیں بدلے۔

قائم بامر اللہ کی وفات ۱۰ شعبان ۳۶ ھ کو ہوئی۔ ۳۴ سال ۸ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض ۹ ماہ کی تصریح کی ہے اور کچھ نے ۳۵ سال تخت نشین رہنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کی ماں کا نام ارمنیہ تھا۔

خلافت ابو القاسم مقتدی بامر اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ

قائم بامر اللہ کے بعد پوتا ابو القاسم عبد اللہ مقتد بامر اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی۔ جس دن کہ ان کے دادا کا انتقال ہوا۔ گویا بیعت ۱۳ شعبان ۳۶ ھ کو لی تھی۔

دادا کے انتقال کا واقعہ یوں پیش آیا کہ جب بیمار پڑ گئے تو انہوں نے بیٹی لگوائی تو اس مقام سے بہت ہی زیادہ خون نکلا جس کی وجہ سے اس کی قوت کم ہو گئی اور وہ کمزور ہو گیا تو اس نے فوراً پوتے کو بلایا اور ولی عہد کا عہدہ سپرد کر دیا۔ اس دن علمائے کرام و آئمہ عظام کے مجمع عام میں مقتدی بامر اللہ کا خطاب دیا گیا۔

مقتدی بامر اللہ اپنے والد محترم ذخیرۃ الدین کے انتقال کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ چنانچہ اس نے بغداد کو آباد کر دیا۔ حجاز، یمن اور شام کی حکومت ان کے سپرد کر دی گئی۔

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ مقتدی کی خدمت میں کھانا لایا گیا۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا ہاتھ دھوئے۔ یہ نہایت تندرست و توانا تھے۔ ان کے پاس قہرمانہ شمس بیٹھی ہوئی تھی۔ مقتدی نے ان سے کہا یہ کون لوگ ہیں جو بغیر اجازت اندر آ گئے۔ قہرمانہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی نہیں آیا۔ پھر اس نے مقتدی کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ متغیر تھا۔ ہاتھ ڈھیلے قویٰ کمزور معلوم ہوئے۔ اس کے بعد وہ زمین پر گر گئے۔ قہرمانہ نے یہ سمجھا کہ ان پر غشی طاری ہو گئی ہے۔ پھر ان کا اچانک تھوڑی دیر کے بعد انتقال ہو گیا۔ لیکن قہرمانہ خاموش رہی۔ ایک خادم کو بلا کر کہا کہ تم ابو منصور وزیر کو بلا لاؤ۔ اس کے بعد یہ دونوں رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں ابو العباس احمد مستنصر بن مقتدی کی خدمت میں آئے۔ اس لیے کہ ان کے والد محترم نے ان کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ دونوں نے تعزیت پیش کی۔ اس کے بعد خلافت کی تولیت پر مبارک باد پیش کی۔

مقتدی بامر اللہ کی عمر ۲۳ سال کی ہوئی۔ ۱۹ سال چند ماہ تخت نشین رہے۔ بعض نے ۳ ماہ کی تصریح کی ہے کچھ نے لکھا ہے کہ ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ انتقال محرم ۳۸ ھ میں ہوا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان کی باندی نے انہیں زہر دے دیا تھا ورنہ سلطان نے انہیں بغداد سے بصرہ نکل دینے کے بارے میں عزم کر لیا تھا۔ اس کے باوجود مقتدی پہلے خلفاء کے مقابلے میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

خلافت مستنصر باللہ ابو العباس احمد

مقتدی بامر اللہ کے بعد اس کا بیٹا مستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کا انتقال

ہو گیا اس لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔

مستظہر کی پیدائش ۴۷ھ میں ہوئی۔ اخلاق و کردار کا اچھا، وسیع الظرف، علماء سے محبت کرتا، خود حافظ قرآن تھا۔ ظلم کو ناپسند کرتا، طبعاً نرم مزاج، خیر و بھلائی کو پسند کرتا، زبردست ادیب، نثر نگار، نیک کاموں میں حصہ لیتا۔

مستظہر کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۵۱ھ میں ہوئی۔ کل ۴۱ سال کی عمر ہوئی۔ بعض نے ۴۲ یا ۴۳ بتائی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ترقی و خوانیق کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال ہوا۔ اس نے چند اولادیں چھوڑیں۔ پھر چند ہی دن کے بعد مقام ارجوان میں ان کی دادی کا انتقال ہو گیا۔ بیٹے مسترشد باللہ کی عہد خلافت میں ہو گیا۔ غالباً یہ محمد الذخیرہ کی رازدار تھیں۔ ان کی خلافت ۲۲ یا ۲۵ سال ۴۳ھ رہی۔

خلافت ابو منصور فضل مسترشد باللہ بن مستظہر

خلیفہ مستظہر کے بعد ان کا بیٹا مسترشد باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ اس لیے کہ انہیں کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ان کے پاس ایک وفد آیا تو یہ گھر والوں کے ساتھ بیٹھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب یہ ان کے پاس آئے تو فدایت نے چھری لے کر حملہ کر دیا۔ پھر سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی قتل کر دیئے گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ سلطان محمود کے بھائی مسعود نے فدایت کو قتل پر آمادہ کر لیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۷ ذی قعدہ ۵۲۹ھ میں پیش آیا۔ ۷ سال ۸ ماہ تخت نشین رہے۔ بعض نے ۷ یا ۶ ماہ کی تصریح کی ہے۔ کل ۴۴ سال کی عمر ہوئی۔ بعض قول کے مطابق ۴۵ سال کی ہوئی۔ اہل علم لکھتے ہیں کہ معتقد باللہ کے بعد مسترشد باللہ سے زیادہ ذہین کوئی بھی خلیفہ تخت نشین نہیں ہوا۔ یہ بہادر، دلیر، بارعب، اہل رائے، ذہین، بلند ہمت، معاملات کو سلجھانے والا بادشاہ تھا اس نے بنو عباس کی شرافت کی یاد تازہ کر دی تھی اور کئی مرتبہ جہاد بھی کیا تھا۔

خلافت ابو منصور جعفر راشد باللہ

(یہ چھٹے خلیفہ ہوئے چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا)

یہ چھٹے خلیفہ اس وقت ہوں گے جب ابن المعتز کو شمار نہ کیا جائے ورنہ مسترشد باللہ خلیفہ ہوں گے۔ ان پر ہلاکت نے حملہ کیا تھا اور ہلاکت کو سلطان خنجر جن کو ذوالقرنین بھی کہا گیا قتل پر آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

مسترشد باللہ کے بعد اس کا بیٹا ابو منصور جعفر راشد بن مستظہر تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد محترم کا انتقال ہوا اس لیے یہی ولی عہد نامزد تھے۔ چنانچہ جب تک مشیت ایزدی ساتھ دیتی رہی حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد ان کے اور سلطان مسعود کے درمیان ٹھن گئی۔

راشد باللہ نے ساری فوجوں کو محاذ پر لگا دیا۔ پھر سلطان مسعود سے گفتگو کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ سلطان مسعود نے اتابک زنگی سے مراسلت کر کے مال کا مطالبہ کیا۔ یہی معاملہ ارتش کے ساتھ بھی کیا گیا تو ان دونوں نے راشد کو ٹھہرنے اور انتظام کرنے کا مشورہ دیا۔ ادھر سلطان محمود لشکر لے کر بغداد میں داخل ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ذی قعدہ میں پیش آیا اور کچھ ذی الحجہ ۵۳۰ھ کی تصریح کرتے ہیں۔ سلطان محمود نے فوجوں کی رہائش گاہ پر حملہ کر کے لوٹ لیا۔ ہاں شہر کو لوٹنے سے منع کر دیا تھا۔ رعایا سے مال

جمع کیا۔ قاضیوں، گواہیوں کو طلب کیا تو ان لوگوں نے راشد باللہ پر سخت نکتہ چینیال کیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ راشد اچھے کاٹا نہیں کرتا بلکہ اس سے برے کام سرزد ہونے لگے ہیں۔ مثلاً خوریزی بری چیزوں کا ارتکاب، ناجائز کاموں کا کرنا وغیرہ۔ اس کے بعد انہی لوگوں کو ان چیزوں کے ارتکاب کرنے کے سلسلہ میں گواہ بنالیا گیا۔ چنانچہ قاضی القضاۃ ابن الکرخنی ان کے معزول ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ پھر لوگوں نے انہیں ۱۴ ذی قعدہ ۵۳۰ھ کو معزول کر دیا۔

راشد باللہ اور اتابک زنگی موصل کی طرف فرار ہو گئے۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کو موصل سے طلب کیا پھر یہ لوگ فارس چلے گئے۔ سلطان محمود نے امصہا میں جاکر محاصرہ کر لیا۔ پھر راشد باللہ بیمار ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد فداویہ کے ایک گروہ نے قتل کر دیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ راشد کی عمر ۲۱ سال تھی۔ بعض نے ۳۰ سال کی تخریج کی ہے۔ اسے خلافت کے دوران چند دن کم ایک سال حکومت کرنے کے بعد معزول کر دیا گیا۔ پھر انہیں ۵۳۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ اس وقت ۲۶ رمضان شریف کا روزہ دار تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ انہیں بھی زہر دیا گیا تھا۔ پھر انہیں محلہ کی جامع مسجد کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔ انہوں نے ۲۰ سے زائد اولادیں چھوڑیں۔

راشد کو والد محترم کے عہد خلافت میں دلی عہدی کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ راشد نوجوان، سفید رنگ پرکشش، خوب صورت گرفت کا مضبوط، بہادر دلیر، پاک طینت، شگفتہ بیان شاعر اور سخی بادشاہ تھا۔

خلافت ابو عبد اللہ محمد مفتی لامر اللہ

خلیفہ راشد باللہ کے بعد چچا ابو عبد اللہ محمد مستظربن مقتدی تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ بھتیجا راشد باللہ کو معزول کیا گیا۔ ان کا لقب مفتی لامر اللہ رکھا گیا اس لیے کہ اس نے تخت نشین ہونے سے چھ ماہ قبل جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ بعض نے ایک سال قبل خواب میں دیکھا تھا۔ بعض نے ایک سال قبل خواب میں دیکھنے کی تصریح کی ہے۔ خواب میں آپؐ یہ بشارت دے رہے ہیں کہ تم خلافت کے والی بنائے جاؤ گے اس لیے میرے نقش قدم پر چلنا۔ مفتی گندم گوں۔ چمرہ داغ دار، پرکشش، بارعب، عالم، فاضل، بردبار، بہادر، شگفتہ بیان، خلافت کا اہل، سیادت میں پختہ، سلطنت کا بڑا شخص تھا۔ اسی کے ہاتھ میں امور مملکت کی عمان تھی، بغیر دستخط کے ملک میں چھوٹنے سے چھوٹا کام بھی نہیں ہونے دیتا لیکن اس کی ماں حبشیہ تھی۔

اس نے اپنے دور خلافت میں تین رحلت لکھے اسے خوانیق کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔ تقریباً اس کی عمر ۶۲ برس کی تھی ۲۳ سال تک تخت نشین رہا۔ بعض نے ۲۵ سال کی تصریح کی ہے۔ اس نے خانہ کعبہ کے نئے دروازے بنوائے۔ اپنے لیے عقیق کا تابوت بنوایا تھا جس میں اسے دفن کیا گیا۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی صلاح الدین خلیل بن محمد الاقصی کی تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں نوٹ کی ہیں اور غالباً قفہسی نے علامہ عبد الکرم بن علامہ علاء الدین قنوی سے قلم بند کیا ہے وہ یہ ہے کہ:-

مقتی لاسر اللہ مستنصر کے بعد قائم بامر اللہ تخت نشین ہوئے ہیں اور نہ میں مستنصر کے بارے میں اس سے زیادہ جانتا ہوں جسے تحریر کیا جائے۔

یہاں خلفاء کی جو ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے وہ امام ذہبی کے طرز فکر کے مطابق ہے۔

خلافت ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتی لاسر اللہ

خلیفہ مقتی لاسر اللہ کے بعد اس کا بیٹا ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتی تخت نشین ہوئے اس لیے کہ والد محترم نے انہی کو ولی عہد تجویز کیا تھا۔ یہ غالباً ۵۴۲ھ کا واقعہ ہے۔ والد کے انتقال کے ایک دن بعد ان سے بیعت لی گئی۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ بیعت ان سے اس دن لی گئی۔ جس دن کہ والد محترم کا انتقال ہوا ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں نکتے کی بات یہ ہے کہ مستنجد نے اپنے والد محترم کے دور خلافت میں یہ خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ آیا اس نے ان کی ہتھیلی میں چار خانے لکھے۔ چنانچہ انہوں نے معجزے تعبیر دریافت کی تو اس نے یہ تعبیر بتائی کہ آپ ۵۵۵ھ میں خلافت کے والی بنادیئے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مستنجد کی وفات حمام میں قید کی حالت میں ۸ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۴۸ برس کی تھی۔ ۱۲ سال تک تخت نشین رہے۔

مستنجد باللہ عدل پرور، دیندار خلیفہ تھا۔ اس نے مکوس سزا کے طریقہ کو ختم کر دیا۔ شریکوں کا قلع قمع کیا۔ اس کے سر میں متوسط قسم کے بال تھے۔ ماں کا نام طاؤس کوفہ کی رہنے والی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے کی حکومت کا رنگ دیکھ لیا تھا۔

خلافت مستنضی بنور اللہ بن مستنجد باللہ

خلیفہ مستنجد باللہ کے بعد بیٹا ابو الحسن علی مستنضی بنور اللہ بن مستنجد باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد محترم کی وفات ہو گئی۔ ان کے حصہ میں مصر اور یمن کی حکومت آئی۔ خلافت عباسیہ مطیع اللہ کے دور خلافت ہی سے زوال پذیر ہو رہی تھی۔

مستنضی بنور اللہ سخی المزاج شریف الطبع صدقات و خیرات کا عادی علم اور علماء کرام کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس کی وفات ۵۹۵ھ میں ہوئی۔ ۱۹ سال تخت نشین رہا۔ کل ۳۹ سال کی عمر ہوئی۔ یہ سخی چشم پوش سنت نبوی کا دلدادہ تھا۔ اس کے دور خلافت میں ملک میں امن و طمانیت کا دور دورہ ہو گیا۔ اس نے تمام مظالم کو ختم کر دیا۔ یہ لوگوں سے زیادہ تر الگ تھلگ رہتا۔ صرف اپنے ملازموں کے ساتھ سوار ہوتا۔ اس کے پاس سوائے امیر قہماز کے کوئی بھی نہیں جاتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ

خلیفہ مستنضی بنور اللہ کے بعد صاحبزادہ ابوالعباس ناصر الدین اللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت بغداد میں ادا کل ذی قعدہ ۵۹۵ھ میں کی گئی۔ اس وقت ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ خلافت پر آتے ہی اس نے عدل و انصاف کا جال بچھا دیا۔ شراب کو بنانے کا حکم صادر کیا۔ لہو و لعب کے سامانوں کو توڑ ڈالنے کا حکم دیا اور نکلیں اور مکوس جیسے سزا کے طریقے کو ختم کر دیا۔ ملک کو آباد کر دیا۔ معاش و

رزق کے حصول کے ذریعے عام ہو گئے۔ اسی کے دور حکومت میں لوگ بطور تہرک بغداد کا سفر زیادہ کرنے لگے۔

ناصر کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ کل ۵۰ برس کی عمر پائی۔ یہ وقت غالباً اوائل رمضان المبارک کا ہے۔ لوگ کاندھوں میں اٹھا کر البدیریت لے گئے اور یہیں تدفین عمل آئی۔ یہ ۲۷ سال تک تخت نشین رہا۔

ناصر الدین اللہ سفید رنگ چہرہ ترکی آدمیوں کی طرح تنگ، نتھنے درمیان سے بلند ناک والا، پرکشش رخسار ہلکے سرخ زرد رنگ کی ڈاڑھی تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ نرم مزاج پاکیزہ اخلاق، ذہین، دلیر، جرأت مند عقل مند، بیدار مغز اور خلافت کا اہل فہم تھا۔ رات میں بازاروں و گلی کوچوں کا گشت کرتا، لوگ اس سے مل کر مرعوب ہو جاتے۔ عراق میں خاص طور پر سکھ جما ہوا تھا۔ خلافت مستحکم تھی، معاملات کی نگہداشت خود کرتا۔ یہ شان و شوکت، چاہ و جلال سے زندگی گزارتا۔ اسی کے دور خلافت میں نیزے اور بندوق وغیرہ فروغ پائے۔ بنو عباس میں سب سے زیادہ دن اسی نے خلافت کی۔ اس نے ہر حاکم کے پاس جاسوس لگا رکھے تھے جو ہر لمحہ کی خبر دیتے رہتے۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ناصر کو کشف ہو جاتا ہے۔ آخر عمر میں فالج نے حملہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کا اثر دو سال رہا۔ اس کے بعد شفا یاب ہو گیا۔ رعایا کے بارے میں اس کا رویہ سخت تھا۔

خلافت ظاہر بامر اللہ بن ناصر الدین اللہ

خليفة ناصر الدین اللہ کے بعد اس کا بیٹا محمد ظاہر بامر اللہ بن ناصر الدین اللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کا انتقال ہوا تو اس نے تین دن تک سوگ منایا۔ لوگ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ کوس جیسی سزا کو ختم کیا۔ مظالم کا قلع قمع کیا۔ سلطان عادل ابو بکر بن ایوب کی آل اولاد کو خلعت شاہی سے نوازا۔

پھر دربان قرائعیدی کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ظاہر بامر اللہ اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو دربان نے ان پر حملہ کر کے قید کر لیا اور اس کے معزول کرنے کے سلسلہ میں گواہ بنایا۔ پھر ظاہر بامر اللہ کو قتل کر دیا۔ چنانچہ ظاہر بامر اللہ کے حسن سلوک کی وجہ سے ملک بھر میں سوگ منایا گیا۔ یہ تمام واقعات ۶۳۰ھ میں ہوئے۔ اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی۔ یہ ۱۸ سال تک تخت نشین رہے۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ یہ حالات میں نے ایک نسخہ سے نقل کیے ہیں۔ لیکن اس میں کچھ آمیزش ہے اس لیے کہ کچھ حالات اس میں ظاہر بامر اللہ کے ہیں اور کچھ حالات مستقر باللہ کے ہیں۔ جہاں تک میرا گمان ہے کہ اس میں کاتب کی غلطی ہے۔ اب یہاں سے دونوں کے حالات علیحدہ بیان کیے جا رہے ہیں۔

ظاہر بامر اللہ کے حالات

ظاہر بامر اللہ کا نام ابو النصر محمد بن ناصر الدین اللہ ابو العباس احمد بن مستقی بن نور اللہ حسن بن ابی الحسن مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن مقتدی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد العباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد تجویز کر دیا تھا۔ جب ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو خلافت کا والی بنا دیا گیا۔ معز لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔ ان کی ولادت ۵۱۵ھ میں ہوئی اور وفات ۳ رجب ۶۳۳ھ میں ہوئی۔ کل ۵۲ یا ۵۳ سال کی عمر ہوئی۔ ۹ ماہ یا ساڑھے نو ماہ تک تخت نشین رہے۔

ظاہر بامر اللہ سفید رنگ مائل بسرخی خوب صورت نرم مزاج پاکیزہ اخلاق، تندرست و توانا، دیانت دار عقل مند، باوقار اور عدل گستر خلیفہ تھا۔ چنانچہ ابن اثیر نے مبالغہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے عدل و انصاف اور حسن سلوک کا وہ نمونہ پیش کیا تھا۔ جس سے لوگ سیدنا عمر فاروقؓ و سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کو یاد کرنے لگے تھے۔

ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ آپ سیر و تفریح کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ کھیتی خشک ہو گئی۔ تو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ فرمایا کہ جو شخص اپنی دکان عصر کے بعد کھولے گا وہ کیا کمائی کر سکتا ہے؟

پھر اس نے رعایا کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ مال و دولت خرچ کی۔ مظالم کو دور کر دیا۔ کس جیسے سزا کے طریقے کو ختم کیا۔ آپ فرمایا کرتے مال و دولت جمع کرنا تو تاجروں کا کام ہے۔ تم لوگ کرنا دھرتا امام کے زیادہ محتاج ہو بہ نسبت زبانی جمع خرچ کرنے والے امام کے، مجھے جانے دو تا کہ جب تک قویٰ میں طاقت رہے تھوڑا بہت نیک کام کر لوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ظاہر بامر اللہ نے عید کی رات علماء و صلحاء میں ایک لاکھ اشرفیاں تقسیم کی تھیں۔

مستنصر باللہ کے حالات

مستنصر باللہ کا نام ابو جعفر بن ظاہر بامر اللہ بن ناصر الدین اللہ عباسی ہے۔ ان کی ماں ترکی تھی۔ ان کی ولادت ۵۸۸ھ میں ہوئی۔ ان کے والد محترم کی وفات کے بعد ان سے بیعت لی گئی۔ چنانچہ تمام حقیقی اور پچازاد بھائیوں نے بیعت کی۔ یہ تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ وفات جمعہ کی صبح ۱۰ جمادی الثانیہ ۶۴۰ھ میں ہوئی۔

مستنصر باللہ اپنے والد محترم کی طرح پرکشش، سرسبز و تندرست و توانا تھے۔ بالوں میں بڑھاپے کی ہلکی سی جھلک تھی جس کی وجہ سے مہندی کا خضاب کرتے۔ پھر بعد میں خضاب لگانا بند کر دیا تھا۔

ابن سبائی کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس بیعت کے وقت موجود تھا۔ جیسے ہی بے نقاب کیے گئے تو میں نے انہیں دیکھ لیا۔ خدائے پاک نے انہیں کامل صورت و شکل سے نوازا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سفید مائل بسرخی تھے۔ لمبی اور باریک ابرو، بڑی اور سیاہ آنکھوں والے نرم رخسار، تنگ نتھنے درمیان سے بلند ناک والے، کشادہ سینہ، سفید رنگ کے کپڑے پسند کرتے تھے اور ٹیک لگانے کی سفید چھری ساتھ رہتی۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مستنصر نے خلعت شاہی سے جن لوگوں کو نوازا ہے تقریباً ان کی تعداد ۳۵۰۰ تک پہنچ جاتی ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ مستنصر جاہ و جلال کے ساتھ حکومت کرتا، دیانت دار، انصاف پرست تھا۔ اس نے شریکینوں کا قلع قمع کر دیا۔ خلافت کا اہل بادشاہ تھا۔ اس کے علاوہ اس نے مسجدیں مدارس وقف کر دیئے مال و دولت خوب خرچ کیا۔ دیگر بادشاہ اس کے سامنے سرنگوں ہوئے۔

دادانا صرا سے محبت کرتے تھے حق سے دل چسپی اور ہوش مند ہونے کی وجہ سے دادا نے قاضی کہنا شروع کر دیا تھا۔ مستنصر نے بے مثال مدرسہ قائم کیا، زبردست لشکر تیار کیا۔ یہاں تک کہ سواروں کے ایک رسالے میں ایک لاکھ گھوڑوں کے قریب تھے۔ یہ غالباً سارے جنگی حالات کو سدھار کرنے کی وجہ سے تھا۔ انہیں اندلس اور مراکش کے بعض علاقے بطور انعام مل چکے تھے۔ مستنصر ۱۱ سال تک تخت نشین رہے انہیں اور نہ ان کے والد محترم کو معزول کیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطنت میں مزید انتشار

پیدا ہو گیا تاتاریوں سے مزید معاملات الجھتے رہے۔ چنانچہ اکثر اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا گیا۔

انہی کے عہد خلافت میں تاتاریوں سے جنگ کے دوران جلال الدین خوارزم شاہ گم ہو گئے۔ بس پھر یہی معاملہ معزولی سے کیا کم تھا۔ پھر اس کے بعد عراق کا انتظام کنٹرول میں نہیں آسکا۔ اس لیے کہ جو بھی والی بنایا جاتا مدت مشروط کی تکمیل نہ کر پاتا۔ پھر اس کے بعد ایک ہی شخص پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے تاتاریوں سے جنگ کی اور کافی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار دیا جن کو مستعصم باللہ مستنصر کہا جاتا ہے۔ پھر عراق سے سلطنت عباسیہ کے اثر و رسوخ ۵۶۵ھ میں ختم ہو گئے۔ اس لیے کہ مستعصم کو ۲۸ محرم کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ ابھی ان کے حالات کے ذیل میں تفصیل آجائے گی۔

خلافت مستعصم باللہ

خلیفہ مستنصر کے بعد مستعصم باللہ تخت نشین ہوئے۔ ان کا پورا نام یہ ہے۔ ابو احمد عبد اللہ بن مستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن ظاہر محمد بن ناصر العباسی جو عراقی خلفاؤں میں سب سے آخری کڑی تھی جن کی خلافت ۵۴۴ھ تک رہی۔ مستعصم کی پیدائش دادا کی خلافت میں ہوئی۔ امام ذہبی کہتے ہیں ان سے عام بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ظاہر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ غالباً یہ واقعہ ماہ جمادی الاول ۶۳۰ھ میں پیش آیا۔

امام دیمیری کہتے ہیں کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل جو سوانح حیات کی سرخی لگائی گئی ہے وہ ظاہر سے متعلق تھی۔ خلیفہ مستنصر کے متعلق نہیں تھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کاتب کے علم میں جیسے تھی ویسے ہی اس نے قلم بند کر دیا ہے اس لیے جو میں نے ان دونوں کے حالات ذیلی عنوانات سے تحریر کیے ہیں وہی قابل اعتبار ہیں اس لیے مستعصم چھٹے خلیفہ تسلیم کیے گئے۔ چنانچہ انہیں ہلاکو کے زمانے میں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ اسی دوران بغداد پر ۶۵۵ھ میں قبضہ کیا جا چکا تھا۔ یہ تمام باتیں وزیر ابن العقیلی کی سازش، مستعصم کی نااہلی، سوء تدبیر، کبوتر بازی میں مصروفیت اور ناجائز امور کے ارتکاب کی وجہ سے پیدا ہوئیں جو خلیفہ کے شلیان شان نہیں تھی۔

مستعصم نے ہلاکو کے پاس پناہ لی تھی۔ انہی کے ساتھ فقہاء و صوفیاء کرام کا گروہ بھی ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ مستعصم کو معزول کر کے ان کی گون میں رکھ کر ہتھوڑے سے مارا گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ گچ کے کوٹنے کے اوزار سے مارا گیا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر اس کے بعد بنو عباس انتظام کے معاملہ میں کمزور پڑ گئے۔ غالباً یہ تمام واقعات ۲۸ محرم ۶۵۶ھ میں پیش آئے۔

۱۔ ولم ينتظم لبنى العباس بعده أمر، خلافت دوبارہ بنی عباس کو نہ ملی۔ حیوة الحیوان کے انگریز مترجم نے حاشیے میں تصریح کی ہے کہ میرے پاس موجود قلمی نسخے میں خلافت کی تاریخ نہیں تک بیان کی گئی ہے اور اس کے بعد ایک ہزار اکراف میں عیدی یا قاطمی خاندان کے بارے میں ”لامیۃ العجم“ مصنف صلاح الدین ہندی سے حالات نقل کیے گئے ہیں۔

باقی حصہ یقیناً اضافہ شدہ ہے۔ (ج)

امام دیمیری ”نصف حیوة الحیوان کی وفات ۸۰۸ھ ہوئی جب کہ حیوة الحیوان میں خلافت کے سلسلے میں ۸۴۵ھ تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ لہذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے کی تکمیل بعد میں کسی شاگرد وغیرہ نے کی ہے۔ لامیۃ العجم کا حوالہ آگے آ رہا ہے۔ (سور)

بعض مورخین مستعصم کے قتل کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سرکش ہلاکو بن قبلائی بن فعل چنگیز خاں نے ۶۵۶ھ میں ایک لشکر جرار لے کر بغداد کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے مقابلہ کے لیے دفتر کائناتی بھی مقابلہ کے لیے آ نکلا۔ پھر تیسرے لشکر کی تانجو قیادت کرتے ہوئے برسرِ پیکار ہو گیا۔ چنانچہ یہ سب قلت کی بنا پر شکست کھا گئے اس کے بعد تانجو نے بغداد کے مغربی علاقے میں پڑاؤ ڈالا اور ہلاکو خان مشرقی جانب آ گیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر وزیر نے خلیفہ کو یہ مشورہ دیا کہ ہلاکو سے مصالحت کر لی جائے۔ چنانچہ تمنا نکلا اور اپنا اعتماد ظاہر کر کے واپس آیا اور اس نے یہ کہا کہ ہلاکو اپنی لڑکی کی شادی تمہارے صاحبزادے سے کرنا چاہتا ہے۔ اور شاہان سلجوقیہ کی طرح آپ کو ہلاکو کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ پھر ہلاکو یہاں سے چلا جائے گا۔

یہ معاملہ دیکھ کر خلیفہ نے یہ مناسب سمجھا کہ ملک کی اہم غیصیات کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر لیا جائے جب سب جمع ہو گئے تو سب کو قتل کر دیا گیا۔ انہیں کے ساتھ خلیفہ کو بھی قتل کر دیا گیا۔

خلیفہ مستعصم بردبار، شریف، صاف گو، قلیل الرائے، دیانت دار، بدعت سے بغض رکھتا تھا۔ بھلائی کے کاموں میں دل چسپی لیتا تھا گویا کہ یہ صفت اس پر ختم کر دی گئی ہے۔ ہلاکو خان نے ان کو اور ان کے بیٹے ابو بکر کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ انیس سینہ میں مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ماہ محرم کے آخر تک انتقال ہو گیا۔ مورخین کے لیے یہ نازک گھڑی ہے کہ وہ مستعصم کی موت کے بارے میں صحیح حالات کا جائز لے کر قلم بند کریں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ تقریباً تین سال تک امت بلا خلیفہ کے زندگی گزارتی رہی۔ بالآخر مصریوں نے ماہ رجب ۶۵۹ھ میں مستنصر باللہ سے مصر میں بیعت کر لی۔

خلافت مستنصر باللہ احمد بن خلیفہ طاہر باللہ

ان کا پورا نام احمد بن خلیفہ طاہر باللہ محمد بن ناصر العباسی الاسود ہے۔ ماں حبشی تھی۔ یہ نہایت بہادر اور دلیر تھے۔ جس وقت یہ مصر آئے تو لوگوں نے انہیں پہچان لیا۔ اس لیے کہ یہ مستعصم جن کو قتل کر دیا گیا تھا ان کے چچا تھے۔ پھر یہ سلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے اور سلطان طاہر سے بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ چنانچہ امت کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر یہ دونوں شام کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد خلیفہ یہیں سے جدا ہو گئے۔ پھر یہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آخر کار سال کے آخر میں ان کے اور تاتاریوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ چنانچہ یہ جنگ میں گم ہو گئے اور ان کے پاس حاکم ابو العباس احمد موجود تھے۔ پھر یہ شام تک شکست کھا گئے۔

خلافت حاکم بامر اللہ

۸ محرم الحرام ۶۶۱ھ کو ایک زبردست مجلس خلیفہ سے بیعت عامہ لینے کے لیے منعقد کی گئی تو لوگ ابو العباس احمد بن امیر ابو علی بن ابی بن مسترشد باللہ بن مستنصر باللہ عباسی کے پاس حاضر ہو گئے۔ ان کے نسب کو متصل کیا گیا۔ فوراً سلطان شاہ طاہر نے ان سے بیعت کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر ان کے بعد حکام، قاضیوں نے بیعت کی اور ان کا لقب حاکم بامر اللہ رکھا گیا۔ پھر دوسرے دن انہوں نے ایک زبردست خطبہ دیا جس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں:-

الحمد لله الذي اقام لبني عباس دكنا وظهرا-

”ہر قسم کی تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے بنو عباس کو باعث تقویت اور طاقتور بنایا۔“

پھر اس کے بعد خلافت و بیعت کے سلسلے میں ملک بھر میں تحریری دعوت دی۔ چنانچہ یہ چند سال چند ماہ تخت نشین رہا۔ اس کی وفات ماہ جمادی الاول ۱۷۱ھ میں ہوئی۔ سیدہ نفیسہ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

خلافت مستکفی بامر اللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ

مستکفی بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ پھر والد محترم کی تعزیت کے بعد مستکفی بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ پھر والد محترم کی تعزیت کے بعد مستکفی کی اطاعت کے بارے میں عزم کیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے ماہ جمادی الاول ۱۷۱ھ میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ پھر یہ ۲۹ سال تک تخت نشین رہے۔ ان کا انتقال مقام قوص میں ماہ شعبان ۱۷۳ھ میں ہوا اور ۵۰ سال سے زائد عمر پائی۔

خلافت حاکم بامر اللہ احمد بن مستکفی باللہ

ان کی خلافت کا دور ماہ محرم ۱۷۲ھ میں تھا۔ چونکہ حاکم بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد تجویز کیا تھا اس لیے ان سے بیعت کر لی گئی۔ حسینی نے اپنی تاریخ ذیل علی البر میں اسی طرح تحریر کیا ہے۔
امام ذہبیؒ نے آخر میں لکھا ہے کہ اس کی حکومت ۱۷۳ھ میں تھی۔ جس وقت مستکفی کی وفات ہو گئی تو پھر ان کے بھائی ابراہیم سے جو کہ ولی عہد بھی نہیں تھے بیعت کر لی گئی۔ پھر یہ برابر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ قاہرہ میں ۱۷۴ھ میں انتقال کر گیا۔

خلافت معتضد باللہ

معتضد چونکہ اپنے بھائی حاکم بامر اللہ کے ولی عہد تھے اس لیے ان سے بیعت لی گئی۔ معتضد اپنے لقب ہی سے مشہور ہوئے۔
نسب نامہ یوں ہے:-

”معتضد باللہ بن ابی الفتح ابو بکر بن مستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن ابی علی بن مسترشد باللہ العباسی۔“

یہ بیس سال تک تخت نشین رہے۔ انتقال ۳ جمادی الاول ۱۷۳ھ کو قاہرہ میں ہوا۔

خلافت متوکل علی اللہ

متوکل علی اللہ چونکہ اپنے والد محترم کی طرف سے ولی عہد تھے اس لیے والد کے انتقال کے بعد ان سے ۷۳ھ میں بیعت لی گئی۔ ان کی پیدائش ۱۷۳ھ سے اوپر ہوئی ہے یا اس کے قریب قریب ہوئی ہے۔ ان کا نام عبداللہ محمد تھا۔ بعض نے حمزہ متوکل علی اللہ بن معتضد باللہ عباسی کی تصریح کی ہے۔ اس کے بعد یہ خلافت میں مستحکم ہو گیا۔ آخر کار ماہ شعبان ۸۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ اسی دوران کئی مرتبہ چند سال کے لیے معزول کیا گیا۔

پھر اس کے رشتہ دار ذکریا بن ابراہیم سے ۱۳ صفر ۶۷۷ھ میں بیعت کر لی گئی۔

ایک ماہ کے بعد پھر متوکل خلافت پر واپس آگیا۔ یہاں تک کہ ماہ رجب ۸۰۵ھ تک تخت نشین رہا۔ پھر اسے معزول کر کے قید کر دیا گیا۔ پھر عمر بن معتمد سے بیعت لی گئی۔ ان کا لقب واثق رکھا گیا۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر ان کے بھائی ذکریا سے بیعت کر لی گئی اور لقب مستعین رکھایا گیا۔

اس دوران متوکل ماہ صفر ۹۰ ویں سال تک قید و بند کی زندگی گزارتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد اسے قید سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر قید میں مبتلا کر کے لوگوں سے ملنے سے روک دیا گیا۔ پھر ۷ ربیع الاول کو قید و بند کی صعوبتوں سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر جمادی الاول کی پہلی تاریخ کو ان سے بیعت کر لی گئی اور انہیں ان کے گھر میں لایا گیا۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حکام اور قاضی وغیرہ جمع ہو گئے۔ یوم شہود کا منظر سامنے آگیا۔ یہ خلافت کرتے رہے آخر کار ان کی وفات ہو گئی۔

خلافت مستعین باللہ

مستعین باللہ کا پورا نام ابو الفضل عباس بن متوکل علی اللہ ابو عبد اللہ محمد بن معتمد ابو بکر بن سلیمان بن احمد عباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد تجویز کر دیا تھا۔ لیکن ان سے قبل دوسرے صاحبزادے معتمد علی اللہ تادم مرگ خلافت سے دستبردار ہی رہا۔

جس وقت والد متوکل کا انتقال ہوا تو صاحبزادے مستعین سے ماہ رجب ۸۰۸ھ میں بیعت کر لی گئی۔ چنانچہ مستعین برابر تخت نشین رہا۔ یہاں تک کہ سلطان ناصر فرج بن برقوق نے دمشق میں محاصرہ کر لیا۔

بعض نے لکھا ہے کہ مستعین سے بیعت اس سلطنت کے بارے میں کی گئی تھی جو خلافت کے نام سے مشہور تھی۔ غالباً یہ واقعہ ۱۵ محرم ۸۱۵ھ میں پیش آیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اہل حل و عقد، قاضی اور حکام اور کچھ عوام جمع ہوئے تو ان سب نے ان کے بارے میں سوالات کیے تو اہل حل و عقد، قاضی اور حکام اور کچھ عوام جمع ہوئے تو ان سب نے ان کے بارے میں سوالات کیے تو اس نے سختی سے منع کیا۔ لیکن جب اسے اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا تو اس نے منظور کر لیا۔ پھر ان کی لقب کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ پھر ان کے نام پر سونے اور چاندی کے سکے ڈھالے گئے۔ پھر ولایت اور عزل کے سلسلے میں تصرف کیا گیا۔ درحقیقت خطبہ اور علامت اسی کے حصہ میں تھا۔

جس وقت لشکر تیار ہو کر مصر کے لیے روانہ ہوا تو تمام حکام اس کی خدمت میں تھے۔ لیکن ارباب حل و عقد امیر شیخ کے پاس تھے۔ پھر ۸ ربیع الثانی کو مصر میں داخل ہو کر انتشار پھیلا دیا اور تمام حکام اس کے سامنے تھے۔ یہ دن بھی میدان محشر کا منظر پیش کر رہا تھا تو وہ برابر قلعہ ہی میں رہا۔ اس کے بعد قلعہ میں اتر گیا اور شیخ باب السلسلہ سے اصطبل میں اتر گیا۔

لیکن آٹھویں دن شیخ اور حکام محل میں داخل ہوئے اور خلیفہ تخت پر بیٹھ گیا۔ شیخ کو خلیفہ نے ایسے شاہی خلعت سے نوازا جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے بعد شیخ کو عنان حکومت سپرد کر دی اور نظام ملک کے خطاب سے نوازا۔ پھر شیخ اور خلیفہ کے لیے حرمین کے منبروں پر دعائیں کی گئیں۔ جس وقت حکام محل میں ڈیوٹیوں سے فرصت پاتے تو اصطبل میں شیخ کی خدمت میں دوبارہ آ جاتے اور پھر تذبذب اور ڈھلے یقین پیدا ہو گیا۔

پھر شیخ کا مٹی خلیفہ کی طرف رخ کر کے منشورات مرتب کر کے دستخط کی مر لگاتا۔ اس طرح معاملہ ایک مدت تک چلتا رہا۔ شیخ کو یہ گمان ہوا کہ خلیفہ گھر کے سلطنت سے استعفیٰ دینا چاہتا ہے لیکن جب اس نے ایسا نہیں کیا تو اس سے گریز کیا۔ پھر اس کے پاس سوائے نوکروں کے اور مصاحبوں کے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

پھر اوائل شعبان بروز دو شنبہ شیخ نے ارباب حل و عقد، قاضیوں، حکام، مصاحبوں وغیرہ کو جمع کیا تو لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔ اس وقت اس کا لقب سلطان موید ابو نصر رکھ دیا گیا۔ پھر یہ محل میں چڑھ کر تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ حکام نے قدم بوسی کی۔ قاضیوں اور کارکنان نے مصافحہ کیا۔ پھر خلیفہ کے پاس یہ تحریر بھیجی کہ وہ ان کے پاس حکومت و خلافت کے سپرد ہو جانے کے سلسلے میں حسب دستور گواہ رہے۔ چنانچہ اس شرط کے ساتھ خلیفہ نے منظور کر لیا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے تو میں گواہ بن سکتا ہوں۔ چند دن تک اس نے موافقت نہ کی پھر انہیں محل سے منتقل کر کے قلعہ کے کمروں میں لے جایا گیا اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال اور وہ لوگ بھی تھے جو اندر جانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔

لیکن ذی قعدہ کے مہینہ میں منبروں پر خلیفہ کے لیے دعا کرنا ترک کر دیا گیا اور سلطنت کے والی بننے سے قبل ان کے ساتھ دعائیں کی جاتی تھیں۔ پھر یہ برابر خلافت پر متمکن رہے یہاں تک کہ سولہویں سال معزول کر دیا گیا۔ پھر جب موید فیروز کے پاس گیا جسے اسکندریہ بھیجا گیا تھا وہاں مقیم ہو گیا تھا یہاں تک کہ طبر (تاری) سلطنت میں ٹھہر گیا۔ چنانچہ انہیں چھوڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ پھر انہیں قاہرہ جانے کی اجازت دی گئی۔ پھر وہ سکندریہ میں ٹھہر گیا۔ اس کے بعد یہاں اس کو سکون ملا اور انہیں تجارت میں اچھی خاصی آمدنی ہوئی پھر وہ یہیں رہا یہاں تک کہ طاعون میں مبتلا ہو کر ۸۳۳ھ میں جام شہادت نوش کیا۔

مصاحبین اور حاشیہ نشینوں کے لیے ہدایات

! امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے اپنے والد محترم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فرمایا اے بیٹے! یہ صاحب جن کا نام نامی اسم گرامی سیدنا عمر بن خطابؓ ہے یہ تم کو تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ پر مقدم رکھتے ہیں اس لیے میں تمہیں چار باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔

۱۔ اول یہ کہ تم ان کے سامنے کسی کا بھید مت کھولنا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ان کے سامنے جھوٹ مت بولنا۔

۳۔ تیسرے یہ کہ ان کے سامنے کسی کو نصیحت کرتے وقت مبالغہ سے کام مت لینا۔

۴۔ چوتھے یہ کہ ان کے سامنے کسی کی غیبت مت کرنا۔

شعبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ ان میں کی ہر نصیحت ایک ہزار سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ دس ہزار سے بہتر ہے۔

بعض دانشوروں نے کہا ہے کہ جب کوئی بادشاہ تمہارا اکرام زیادہ کرنے لگے تو تم بھی اس کی عظمت کرو۔ جب کوئی تمہیں لڑکے کی طرح مانے تو تم اسے اپنا آقا سمجھو۔ جب بھائی بنائے تو تم اس کی والد کی طرح مانو۔ تم اس کی طرف ٹٹکی باندھ کر مت کیجھو۔ اس کے لئے برابر دعائیں کرتے رہو۔ دعا کا سلسلہ ختم مت کر دینا۔ جب وہ تم سے ناراض ہو جائے تو متاثر مت ہونا۔ جب وہ

راضی رہے تو اس سے دھوکہ مت کھانا۔ پیچھے لگ کر کوئی چیز مت مانگنا۔ چنانچہ اسی مفہوم کا شعر ہے۔

قرب الملوک یا اخا البدر السنی
حظ جزیل بین شرقی ضعیف

ترجمہ:- اے بھائی بدر سنی بادشاہوں کی قربت، عمدہ نصیب کی طرح شیر کے دونوں جڑوں میں ہے۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ اگر کسی نے بادشاہ سے بے موقع حاجت روائی کے لئے کہا تو گویا وہ آداب سے ناواقف ہے اس نے اپنی زبان کھودی۔ اس کا یہ فعل بے وقت کی شہنائی اور نمازوں کو بے وقت ادا کرنے کی طرح ہے اس لئے کہ نماز بغیر وقت کے قبول نہیں ہوتی۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ جو بادشاہوں کے پاس بھلائی اور امانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں وہ بڑے انصاف پرست ہیں یہ نسبت ان لوگوں کے جو فسق اور خیانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ اس لئے کہ بادشاہ کے پاس ناصح دشمن بن کر اور دوست عداوت وحد کے چکر بن کر جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دشمن بادشاہ کی نصیحت کی وجہ سے بغض رکھتا ہے اور دوست اس کے عالی مرتبہ کی وجہ سے حرص کرتا ہے۔

حکیم افلاطون کہتے ہیں کہ اگر تم کسی بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہو تو پروردگار عالم کی معصیت میں اس کی اطاعت نہ کرنا۔ اس لئے کہ خداوند قدوس کا احسان زیادہ وسیع ہے بہ نسبت اس بادشاہ کے جس کے دربار میں تم آتے جاتے ہو اور خدا کے پاک کی وعید تیرے لئے زیادہ سخت ہے اور اس بادشاہ کی دھمکی اور وعید کے مقابلے میں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:-

من تواضع لغنی لاجل غناہ ذہب ثلثا دینہ۔

”اگر کوئی مالدار کے مال و دولت سے مرعوب ہو کر اس سے جھک کر پیش آتا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے دین کا دو ٹکٹ جاتا رہا۔“

عبداللہ بن مسعود اور انسؓ کہتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

من اصبح حزینا علی الدنیا اصبح ساقطا علی ربہ ومن اصبح یشکو مصیبتہ فانما یشکو ربہ ومن دخل لغنی فتضع لہ ذہب ثلث دینہ۔ (رواہ البیہقی فی الشعب)

”جس نے دنیا سے غمزدہ ہو کر صبح کی تو گویا وہ اپنے رب پر غصہ ہوا اور جس نے اپنے مصائب پر شکایت کرتے ہوئے صبح کی گویا اس نے اپنے رب کی شکایت کی اور جو شخص کسی مالدار کے یہاں گیا اور اس کے پاس جھک گیا تو اس کے دین کا ٹکٹ حصہ چلا گیا۔“

ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:-

لعن اللہ فقیراً یتواضع لغنی من اجل مالہ من فعل ذلک فقد ذہب ثلثا دینہ (رواہ الدیلمی)

”اللہ تعالیٰ اس فقیر پر لعنت کرے جو کسی مالدار کے پاس مال کی وجہ سے جا کر جھک گیا جس نے ایسا کیا تو اس کے دین کا دو ٹکٹ جاتا رہا۔“

دوسری حدیث میں ہے:-

قال رسول الله من ترک شیئاً لله عوضه الله خیراً۔ (الحديث)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے لیے کسی چیز کو ترک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض کوئی اچھی چیز عنایت کر دیتا ہے۔“

بعض صحابہ کرامؓ سے روایت ہے:-

انک لاتدع شیئاً اتقاء الله الا اعطاک الله خیراً منہ۔ (رواہ احمد مرفوعاً)

”تم اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی چیز کو چھوڑ نہیں پاتے لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتا ہے۔“

افلاطون کہتے ہیں کہ جو شخص تجربات سے دوچار نہیں ہو تا دھکے کھاتا ہے۔ مزید کہا ہے کہ تجربات تادیب کے لیے اور لیل و نہار کی گردش فصاحت و عبرت کے لیے کافی ہیں۔ بادشاہ ایک بڑے دریا کی طرح ہوتا ہے جس سے چھوٹی چھوٹی بہت سی سرس پھوٹی ہیں۔ اگر اس دریا کا پانی بیٹھا ہوتا ہے تو ان کا پانی بھی بیٹھا ہوتا ہے۔ اگر نمکین ہوتا ہے تو ان نہروں کا بھی نمکین ہوتا ہے۔

کسی دانشور سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ جس شخص میں ادب کی مجلسیں جمع ہو جاتی ہیں تو وہ غصہ سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ عقل معاملات میں استقلال پیدا کر دیتی ہے یا عقل مندی مستقل مزاجی کا نام ہے۔ چنانچہ اس کا پھل سلامتی ہے۔ بادشاہ چلتے ہوئے بازار کی طرح ہے جس میں سامان وغیرہ لگایا جاتا ہے۔ سلطان شہر میں سوار ہونے کی طرح ہے جس سے لوگ مرعوب ہو جاتے ہیں بلکہ وہ اپنی سواری کی وجہ سے زیادہ بارعب ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے مقصد کو پہنچان لیتا ہے تو اس پر خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے جو نگاہ مطلق العنان کر دیتا ہے وہ دیر افسوس کرتا ہے جس کی امیدیں لمبی ہوتی ہیں اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ جس کی زبان میں لگام نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے جو اپنے عیوب کو دور کر دیتا ہے۔ اسے حاسدین رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو مصائب برداشت کرتا ہے وہ اندرون تک پہنچ جاتا ہے۔ جو اچھی چیزوں سے محبت کرتا ہے وہ محارم سے بچ جاتا ہے جس سے لوگ حسن ظن رکھتے ہیں اس کو دیر تک دیکھتے ہیں۔ اب شرافت کا قائم مقام ہے جتنا کریم آدمی سدھارتا ہے اتنا ہی بد بخت کو معاف کر دینے سے بگڑ جاتا ہے۔ جو عقل مندوں سے مشورہ سے کام لیتا ہے وہ درستگی کو پالیتا ہے۔ جو کسی سے باامید ہوتا ہے مرعوب رہتا ہے۔ جو کسی کام کو انجام نہیں دے پاتا وہ عیب نکالتا ہے۔ جو خصومت میں مبالغہ کرتا ہے گناہ کرتا ہے اور جو قطع و برید سے کام لیتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اور نہ خدا سے خوف کر سکتا ہے جس نے امانت کی بے انتہا حفاظت میں خصومت کی اس نے مقصد کے خلاف کام کیا۔ جس نے اپنے کو ایسے کام کے لئے پیش کیا جس کو وہ نہیں کر سکتا تو دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ جو اچھے کام کرتا ہے وہ چھا جاتا ہے قیادت کرتا ہے اور جس نے قیادت کی اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔

قیاموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا فروعی کی کجی ہے۔ سینے کی اصلاح سوائے وسیع الظرف آدمی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ ذرا ذرا سی بات میں گھٹیا آدمی منع کرتا ہے اور چھوٹے آدمی بھی فخر کا شکار ہوتے ہیں اور بخیل آدمی تعصب کرتا ہے۔ مددگار بھائی کے لئے سوائے ضرورت مند آدمی کے اور کوئی بھی پانی کی حاجت کی طرح انصاف کا خواہاں نہیں ہوتا۔ مددگار شریف آدمی سے جب مہربانی کی امید کی جاتی ہے تو وہ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے۔ بد بخت آدمی سے جب مہربانی کا برتاؤ کیا جاتا ہے تو وہ سخت ہو جاتا ہے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو انتقامی قدرت کے باوجود غفور و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ بے وقوف وہ ہے جو اپنے سے کمزوروں پر ظلم کرتا

جو اپنے نفس کے لئے داعظ نہیں ہوتا اس کے مواعظ سود مند نہیں ہوتے۔ جو تقدیر الہی پر راضی رہتا ہے وہ بلاء و مصائب پر صبر کرتا ہے۔ جو اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے گویا وہ اپنے مال کو ضائع کرتا ہے جو آخرت کو سنوارتا ہے وہ آرزوؤں کو حاصل کر لیتا ہے۔ قناعت، تہجد ست کو باعزت بناتی ہے۔ صدقہ کرنا مالدار کے لئے خزانہ ہے۔ جس نے اپنے عیب کو صیغہ راز میں رکھا۔ اس کا شہر برا ہوتا ہے۔ بد بخت وہ ہے۔ جو اپنے لئے بخل کر کے دوسرے کے لئے جمع کرتا ہے۔ بھلائی بہترین پونجی ہے۔ احسان بہترین عادت ہے۔ جو لوگوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ وہ افلاس سے محفوظ رہتا ہے۔ جو اپنی حاجات خدائے مشکل کشا کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ اپنے معاملات میں غالب رہتا ہے۔

جو اپنی حاجات لوگوں سے بیان کرتا ہے وہ اپنی عزت کو پامال کرتا ہے جو اپنے بھائی کے بھید کو افشاء کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے برابر رازوں کو افشاء کر دیتے ہیں۔ جاہل کی نافرمانی سے سلامت رہو گے۔ عقل مند کی اطاعت سے فائدہ میں رہو گے۔ احمق کے پاس ادب کی زیادتی ایسا ہی ہے جیسے ایلوے کی جڑوں میں خوشگوار پانی ڈال دیا جائے تو سوائے کڑواہٹ کے اور کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ انجیل مقدس میں آیا ہے جیسے کرو گے ویسا بدلہ دیا جائے گا۔ جس پینے سے تم تولتے ہو اسی کے مطابق تولا جائے گا۔ بعض خلفاء اپنے خاندانی بھائیوں سے خوشی کی لہر اس طرح دوڑایا کرتے تھے کہ وہ ان کے سامنے ایک ہزار درہموں کی تھیلی ڈال دیتے اور یہ کہتے تھے کہ تم لوگ اسے رکھو۔ پھر چھوٹے بچوں کو بھیجا کرتے تھے اور انہیں خرچ کرنے کی کھل رعایت دیتے تھے اور یوں کہتے کہ تم کو خرچ کرنے کا کھل اختیار ہے۔

بعض دانشوروں نے کہا ہے کہ عقل مند وہ ہے جس نے مال کے ذریعہ سے اپنی حفاظت کی اور دین کو نفس سے بچایا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وہ ہے جس نے علم و فضل کے ساتھ لوگوں میں زندگی گزاری۔ بہترین لذت بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ ادب کا ذخیرہ نیک کام کرنا ہے۔ نیکی کرنا عقلمند کا مال غنیمت ہے۔ بھلائی خیر خواہوں کا عطر ہے۔ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تو اس کی مثال دی جاتی ہے۔ جو اپنے پیسوں کو کمتر سمجھتا ہے۔ اس کی عزت کی جاتی ہے۔ نیک کام کرنے والا گرتا نہیں ہے۔ اگر گرتا بھی ہے تو کوئی سارا دینے والا مل جاتا ہے۔ انصاف پرور بادشاہ بارش اور اونٹ سے بہتر ہے۔ ظالم بادشاہ دائمی فتنہ سے بہتر ہے۔ بادشاہوں کی فضیلت نوازنے میں ان کی شرافت معاف کرنے میں ان کی عزت عدل گستری میں ہے۔ عدل نظام عالم کے چلانے کا نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:-

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبعة یظلہم اللہ یوم لا ظل الاظللہ امام عادل۔ (الحديث)
”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات اشخاص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن سایہ میں رکھیں گے جس دن خدا کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ان میں سے پہلا منصف امام ہے۔“
چنانچہ آپ نے عدل و انصاف کو پہلے شمار فرمایا۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام عدل السلطان یوما یعدل عبادۃ سبعین سنۃ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام عدل ساعۃ فی الحکومت خیر من عبادۃ ستین سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فان کان لہ الاجر و علی الرعیۃ الشکر و ان جبار کان علیہ الاثم و علی الرعیۃ الصبر۔
”حضور ﷺ نے فرمایا بادشاہ کے ایک دن کا انصاف ستر سال کی عبادت کے برابر ہوتا ہے“ حضور ﷺ نے فرمایا حکومت

میں ایک ساعت کا انصاف ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اس میں ٹھکانہ حاصل کرتا ہے۔ اگر بادشاہ انصاف کرتا ہے تو اس کے لئے اجر اور رعایا پر شکریہ کا حق ہوتا ہے لیکن اگر وہ ظلم کرتا ہے تو اس پر گناہ ہوتا ہے اور رعایا پر صبر

خلافت معتضد باللہ ابوالفتح داؤد

معتضد باللہ سے بیعت ۷ اذی الحج ۸۱۶ھ میں ان کے بھائی مستعین باللہ کے عوض میں لی گئی اس لیے کہ انہیں سلطان مویہ نے معزول کر دیا تھا۔ پھر انہیں بلا کر سلطان مویہ اور قاضی صالح باقتنی شافعی کے درمیان بٹھایا گیا۔ پھر انہیں خلافت پر مقرر کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ خلافت پر متمکن رہے۔ یہاں تک کہ بروز یک شنبہ ۳ ربيع الاول ۸۳۵ھ میں ایک مزن مرض میں مبتلا ہو کر ۷۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

خلافت مستکفی باللہ

ان کا پورا نام ابوالریح بن متوکل علی اللہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن سلیمان بن احمد عباسی ہے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن بھائی معتضد باللہ کا انتقال ہوا۔ اس لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا غالباً ۷ ربيع الاول ۸۳۵ھ کا زمانہ تھا۔ صلاح الدین صفدی شرح لامیۃ العجم میں لکھتے ہیں:-

"اسی طرح عبیدوں نے جنہوں نے خلفاء مصر کو فاطمیوں کا لقب دیا تھا۔ ان میں سے جو سب سے پہلے مراکش کے والی بنے۔ وہ مہندی ہیں ان کے بعد قائم صاحبزادہ منصور پھر معز کو یکے بعد دیگرے چنا جاتا رہا۔ بنایا گیا۔ چنانچہ اس کی بہن نے اس کو قتل کر دیا۔ جن کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ باب الحاء حما کے عنوان میں آئے گا۔

صفدی لکھتے ہیں جب حاکم کو اس کی بہن نے قتل کر دیا تو پھر حاکم کے بیٹے ظاہر کو والی بنایا گیا۔ پھر مستنصر الامر حافظ وغیرہ ایک دوسرے کے بعد تخت نشین ہوتے رہے۔ پھر چھٹے خلیفہ ظافر کو بنایا گیا چنانچہ انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد ظافر کا بیٹا فائز ہوا اور سب سے آخری صاحبزادہ عاضد کو والی بنایا گیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ اسی طرح مصر میں بنو ایوب حکومت کرتے رہے۔ چنانچہ سب سے پہلے صلاح الدین سلطان ناصر تخت نشین ہوئے۔ پھر صاحب زادہ عزیز، بھائی افضل بن صلاح الدین، صلاح الدین کے بھائی عامل کبیر، صاحبزادہ کامل یکے بعد دیگرے عثمان حکومت سنبھالتے رہے۔ پھر چھٹا خلیفہ عادل صغیر کو بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں ارکان سلطنت نے گرفتار کر کے معزول کر دیا۔ پھر ارباب حل و عقد نے سلطان صالح نجم الدین ایوب کے سب سے آخری فرد تھے جنہیں والی بنایا گیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ یہی معاملہ ترکی سلطنت میں بھی رہا۔ چنانچہ سب سے پہلے ترکی کا والی معزز الدین ایک صالحی کو بنایا گیا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ منصور مظفر قطر، ظاہر، بھیرس صاحبزادہ سعید محمد وغیرہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔ پھر چھٹا خلیفہ عادل سلامش بن ظاہر بھیرس کو چنا گیا۔ چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا۔ ان کے بعد سلطان منصور قلاوون الفی کو عثمان حکومت سپرد کر دی گئی۔

خاندان عبیدی امام دمیری کہتے ہیں کہ خاندان عبیدی شہاب مصر کا تذکرہ مختصر بیان کیا گیا ہے۔ اب میں تفصیل سے بیان کر رہا ہوں۔ چنانچہ خاندان عبیدی کی داغ بیل حسین بن محمد بن احمد بن عبد اللہ القداح سے پڑ جاتی ہے آنکھوں کا علاج کیا کرتے تھے اور آنکھوں کا پانی ابن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نکالا کرتے تھے۔

حسین بن محمد وفات سے قبل مقام سلمیہ تشریف لائے اس لیے کہ ان کے دادا عبد القداح کا مال اور امانتیں یہاں رکھی ہوئی تھیں۔ اتفاق سے ان کی موجودگی میں عورتوں کا تذکرہ ہونے لگا تو لوگوں نے ان کے سامنے ایک لوہار یہودی کی عورت کا تذکرہ کیا۔ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا اور یہ عورت خود نہایت حسین و جمیل تھی۔ یہودی سے اس کی ماں کی طرح ایک خوب صورت لڑکا بھی تھا۔ حسین بن محمد نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ اس سے محبت کرنے لگے اور اس لڑکے سے بھی پیار کرنے لگے۔ چنانچہ بچے کو پڑھایا لکھایا بھی لڑکا پڑھ لکھ کر اہم ترین آدمی ہو گیا اور حسین بن محمد یہ کہنے لگے کہ یہی بچہ میرا وصی ہے اور یمن و مراکش کا والی ہے۔ چنانچہ لوگ اسی سے مراسلت کرنے لگے۔ حسین بن محمد کے کوئی لڑکا نہیں تھا اسی لیے اسی یہودی لوہار کے بچے کو ولی عہد بنالیا۔ یہی وہ بچہ ہے جس کا نام عبید اللہ مہدی ہے۔

یہی وہ شخص ہے جس نے عبیدی خاندان میں سب سے پہلے عنان حکومت کا مالک ہوا۔ لوگ عبید نام کی طرف نسبت کرنے لگے۔ اس نے دعوت کے اصول اور رازوں کو خوب پرکھ لیا۔ چنانچہ اس نے مبلغین کو حکم دیا اور ان کو مزید دولت اور تمغوں سے نوازا اور ہم نشینوں کو اطاعت و انقیاد کے لیے حکم دیا اور حسین بن محمد نے یہ کہا کہ یہ بچہ میرا وصی ہے اس کے بعد چچا زاد بن سے نکاح کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت سے اس نے اپنے نام عبید اللہ کے ساتھ مہدی کا اضافہ کر لیا۔ نسب نامہ یوں ہے۔ عبید اللہ بن حسین بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ عبید اللہ قداح کے بیٹوں میں سے ہے۔

جب حسین کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد مہدی تخت نشین ہوا۔ چنانچہ اس کی دعوت عام ہو گئی۔ اس کے داعی مراکش سے برابر فتوحات کی خبریں دیتے رہے۔ پھر مکنشی کے زمانے میں عبید اللہ مہدی کی شہرت ہو گئی۔ لیکن جب مکنشی کو طلب کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے ابو القاسم نزار (جن کو قائم بھی کہا جاتا تھا) کے ساتھ فرار ہو گئے۔ ابو القاسم ان دنوں بچہ تھا۔ ان کے ساتھ دو غلام تھے اور یہ دونوں مراکش جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ جب یہ دونوں افریقہ پہنچے تو اپنا مال منگوا کر ساتھ لے لیا۔ اس کے بعد ربیع الثانی کے آخر عشرہ ۲۹۷ھ میں رقادہ پہنچ کر محل میں مقیم ہو گئے۔ جمعہ کے دن خطبہ میں سارے ملک میں دعا کے اہتمام کے لیے حکم کیا۔ اس وقت انہیں امیر المؤمنین مہدی کا لقب مل گیا۔ پھر خود ہی جمعہ کے دن لوگوں کو زبردستی جمع کر کے دعا کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر اپنے مذہب کی دعوت دی۔ اس وقت جو بھی اس کے مذہب کو قبول کرتا اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا اور جو انکار کر دیتا اسے قید کر دیتا۔ چنانچہ عبیدیوں کی سلطنت کا دور ۲۹۷ھ سے شروع ہو جاتا ہے اور عبید اللہ مہدی ہی سب سے پہلا خلیفہ چنا گیا تھا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ قائم نزار، صاحبزادہ منصور اسماعیل صاحبزادہ معزم مدیہ سب کے سب یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے گئے۔ بلکہ معزم مدیہ ہی عبیدیوں میں سب سے پہلے شخص ہیں جو مصر کے بادشاہ بنے۔ غالباً یہ دور ۳۵۳ھ کا ہے۔ پھر جمعہ کے دن ۲۰ شعبان کو منبروں پر دعائیں کی گئیں۔

انہیں دنوں مصر کے علاقے سے بنو عباس کا تذکرہ خطبوں سے ہٹا دیا گیا۔ اسی دوران عباسی خلیفہ مطیع اللہ الفضل بن جعفر تھے۔ اس دن کے چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ معز بروز شنبہ ماہ رمضان ۲۶۳ھ میں مصر میں داخل ہو گئے۔ (محض وضاحت کے لیے یہ تفصیل ذکر کر دی ہے ورنہ یہ مقصود بالذات نہ تھا)

پھر خلیفہ معز کے بعد صاحبزادہ عزیز بن معز جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ حاکم ابو العباس احمد خلیفہ بنائے گئے۔ یہ عبیدی خاندان کے چھٹے خلیفہ تھے چنانچہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ انہوں نے دو شنبہ کی شام بتاریخ ۷ اشوال ۳۱۱ھ کو باہر نکل کر حسب دستور شہر کا گشت کیا۔ اس کے بعد خلوان کے مشرقی جانب میں گشت کیا۔ ان کے ساتھ دو سوار تھے لیکن انہوں نے ان کو واپس کر دیا تھا۔ لوگ حاکم ابو العباس کا انتظار ۳۳ ذی قعدہ تک کرتے رہے۔ جب واپسی کی کوئی توقع نہ معلوم ہوئی تو لوگ ان کو تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ محل کے ارد گرد جستجو کی جانب لگی۔ لوگ غور سے تلاش کرنے لگے۔ اچانک لوگوں کی نگاہ پاڑ کی چوٹی پر پڑی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا گدھا کھڑا ہے۔ گدھے کے اگلے پاؤں میں تلوار کا دار معلوم ہوتا ہے۔

لوگ نشانات سے اندازہ لگا رہے تھے۔ آخر کار ایک حوض کے پاس آئے۔ ایک شخص نے اس میں اتر کر دیکھا کہ اس میں چند بندھے ہوئے اعضاء موجود ہیں جس میں چھریوں کے نشانات ہیں۔ چنانچہ پھر لوگوں کو ان کے قتل ہو جانے پر شبہ باقی نہ رہا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادے طاہر ابو الحسن علی جانشین ہوئے۔ پھر صاحبزادے مستنصر، مستعلی، آمر، حافظ عبد المجید بن ابو القاسم محمد ابن مستنصر، خافریکے بعد دیگرے خلیفہ ہوتے رہے۔ چونکہ چھٹے خلیفہ خافری تھے۔ اس لیے انہیں قتل کر دیا گیا۔ پھر ان لوگوں کے بعد صرف دو آدمیوں کے پاس خلافت رہی۔ صاحبزادے فائز پھر ان کے بعد عاضد عبد اللہ بن یوسف بن حافظ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔

پھر ان لوگوں کے بعد عبیدیوں کی سلطنت ختم ہو گئی۔ غالباً یہ دور ۵۶۷ھ کا تھا۔ اس وقت مستنصر بنور اللہ ابو محمد حسن بن مستنجد عباسی خلافت کے امین تھے۔

جب عبیدی سلطنت ختم ہوئی تو مصر میں سلطان سعید شہید ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب فرماں روا بنائے گئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ ملک عزیز عثمان، بھائی افضل، ملک عادل کبیر، ابو بکر بن ایوب، ملک کامل محمد یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے۔ پھر ملک عادل صغیر چھٹے خلیفہ بنے گئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد ملک صالح بن ایوب بن کامل جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان معظم توران شاہ بھائی اشرف، یوسف ابن شجرۃ الدرد، معز ایک، صاحبزادہ منصور علی یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے گئے۔ پھر ان کے بعد چھٹے مظفر قطر کو جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد طاہر، نبیرس، صاحبزادہ سعید محمد بن برکتہ خان، بھائی عادل سلامش، منصور قلاوون، کیا گیا۔ چنانچہ یہ نصف یوم جانشین رہے، پھر انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد ناصر بن منصور کو جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے عادل کتبغا کو بنایا گیا۔ پھر یہ خود بخود دوبارہ معزول ہو گیا۔ پھر ان کے بعد ان کے والد محتر کے غلام جانشین ہو گئے۔ پھر ان کے بعد عادل کتبغا، منصور لاجین، مظفر نبیرس، منصور ابو بکر بن ناصر بن منصور یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے۔ آخر کار چھٹے خلیفہ بھائی اشرف یکم متعین ہوئے۔

پھر ان کے بعد ان کے بھائی ناصر احمد، برادر صالح، اسماعیل، برادر کامل شعبان، مظفر حاجی، برادر ملک ناصر حسن ایک دوسرے کے بعد جانشین ہوتے گئے۔ پھر ان کے بعد سلطان صالح چھٹے خلیفہ بنے گئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطنت کا والی پہلے کے معزول شدہ خلیفہ کو بنایا گیا اور وہ سلطان ناصر حسن ہیں۔ پھر ان کے بعد منصور علی بن صالح، اشرف شعبان بن حسین بن ناصر، منصور علی بن اشرف شعبان بن حسین بن ناصر، برادر الصالح حاجی بن اشرف، ظاہر برقوق یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔ پھر دوبارہ حاجی کو والی بنادیا گیا اور حاجی کو منصور کا لقب دیے دیا گیا۔ پھر دوبارہ برقوق کو بٹھایا گیا۔ پھر ان کے صاحبزادے ناصر فرج کو، پھر ان کے بعد برادر عزیز کو، پھر دوبارہ فرج کو جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد مستعین باللہ عباسی جانشین ہوئے۔ پھر سلطان مویذ ابو نصر شیخ، پھر صاحبزادہ سلطان مظفر احمد جانشین ہوئے لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر طغر خلیفہ بنائے گئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان صالح محمد جانشین ہوئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد سلطان اشرف بر سری جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد سلطان عزیز یوسف کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر جعفر جانشین ہوئے۔ پھر صاحبزادہ سلطان منصور عثمان کو جانشین بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف ایٹال کو خلیفہ چن لیا گیا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان مویذ احمد کو جانشین بنایا۔ لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر شہد م کو خلیفہ بنایا گیا۔ پھر سلطان ظاہر بلبائی کو جانشین بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر ترمیغا کو خلیفہ بنا کر معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر خایربک کو جانشین بنایا گیا۔ لیکن انہیں اسی رات معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف قاسم تباوی کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ان کے صاحبزادہ سلطان ناصر محمد کو خلیفہ چنا گیا انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد سلطان ظاہر قاضیہ جو سلطان ناصر محمد کے ماموں تھے خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن انہیں بھی معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف جابلط کو جانشین بنایا گیا۔ لیکن انہیں بھی معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان عادل طوفان بای کو خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن انہیں بھی معزول کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف قاضیہ غوری کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان سلیم بن محمد بن بایزید بن عثمان، صاحبزادہ سلطان سلیم، صاحبزادہ سلطان مراد وغیرہ یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے گئے۔ (اللہ پاک انہیں نصرت اور فتح سے نوازے اور ان کی مغفرت فرمائے)

امام دمیری کہتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کے چند اوراق درمیان میں ذکر کر دیے ہیں اگرچہ طول بیانی ہے لیکن فوائد سے خالی نہیں ہے۔ اب پھر ہم اپنے موضوع کی طرف عود کرتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:-

بڑی بطح کی خصوصیات | بطح تیرنے کو پسند کرتی ہے۔ اس کے بچے انڈے سے نکلتے ہی تیرنے لگتے ہیں۔ جب مادہ انڈے سیتی ہے تو زایک لمحہ کے لیے بھی اس سے الگ نہیں ہوتا۔ غالباً بچے انڈے سے آخر ماہ تک نکل آتے ہیں۔

نفیاتی سراغ | امام دیوری مجالست میں اور ابن جوزی نے الاذکیاء میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اے اللہ کے نبی میرے پڑوسی میری بطح چا لیتے ہیں۔

یہ سننے کے بعد آپ نے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا۔ بعد نماز خطبہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کی بلی چرا لیتے ہیں۔ پھر مسجد میں آتے ہیں تو ان کے سر پر ہوتے ہیں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ ایک آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو آپ نے فرمایا کہ بس اسے پکڑ لو اسی نے چرایا ہے۔

شرعی حکم | بلی کا گوشت اجماع صحابہؓ سے جائز ہے۔

بڑی بلی کے طبی فوائد

چھوٹی اور بڑی بلی دونوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نم ہوتا ہے۔ حکیم بقراط لکھتے ہیں کہ بلی شہری پرندوں میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ بڑی بلی میں سب سے اچھی خالیف ملتی ہے اس لیے کہ اس کا گوشت بدن کو فریہ کرتا ہے۔ لیکن فضلات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اگر ذبح کرنے سے پہلے اس کے حلق میں بورق پھونک دیا جائے تو مضرت دور ہو سکتی ہے ورنہ اس کا گوشت بلیغ پیدا کرتا ہے۔ اس کا گوشت گرم مزاج والوں کو زیادہ راس آتا ہے۔ اگر گوشت میں زیتون کا تیل ملا دیا جائے تو گوشت کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ گوشت پکاتے وقت اگر گرم مسالے زیادہ مقدار میں ڈال دیئے جائیں تو گوشت کی بدبو اور غلظت دور ہو جاتی ہے ورنہ اس کا گوشت فضلات آمیز ہوتا ہے اور جلدی ہضم نہ ہونے کی وجہ سے معدہ کے موافق نہیں آتا۔ چنانچہ گوشت میں فضلات کی وجہ سے بخار جلدی آ جاتا ہے۔ امام قزوینی کہتے ہیں کہ اگر کسی بڑی بلی کی خسیہ پکا کر کھالے پھر اسی وقت اپنی بیوی سے صحبت کر لے تو ان شاء اللہ استقرار حمل ہو جائے گا۔ اس کے پیٹ میں کنکریاں ہوتی ہیں۔ اگر کسی کا پیٹ چل رہا ہو تو کنکریوں کو پیس کر پینے سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ اس کا تیل نمونیہ اور بال کرنے کی بیماری میں ملنا مفید ہے۔ اس کی زبان پابندی سے کھانا سلسل بول کے لیے مفید ہے۔

اس کا گوشت بہترین غذاؤں میں ضرور شمار ہوتا ہے لیکن یہ دیر میں ہضم ہوتا ہے۔ اس کا انڈا متوسط حرارت کا ہوتا ہے لیکن گاڑھا خون پیدا کرتا ہے ہاں نیم نقصان دہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا انڈا پہاڑی پودینہ ملے اور نمک میں ملا کر کھایا جائے تو اس کے نقصان دہ اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔ اس کا انڈا آگندہ خون پیدا کرتا ہے البتہ گرم مزاج لوگوں کو راس آ جاتا ہے۔

بلی اور شتر مرغ کا انڈا دونوں گھاڑھا خون پیدا کرتے ہیں اور دیر سے ہضم ہوتا ہے جو شخص شتر مرغ اور بلی کے انڈوں کو استعمال کرنا چاہے تو ان کی خالص زردی استعمال کرے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھے کہ ہر انڈے کی زردی بہ نسبت سفیدی کے زیادہ لطیف ہوتی ہے اور سفیدی بہ نسبت زردی کے زیادہ مرطوب ہوتی ہے۔ لیکن انڈوں میں زیادہ لطیف ہوتی ہے اور سفیدی بہ نسبت اور غذائیت بھی زرد قسم کے انڈوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ غذائیت کا مادہ ان خاص قسم کی مرغیوں میں بہت کم ہوتا ہے جو بغیر مرغ کے انڈا دیتی ہیں لیکن اس قسم کی مرغیوں کے انڈوں سے بچے نہیں پیدا ہوتے (جو ان خاص قسم کی مرغیوں سے انڈے ہوتے ہیں ان کو اصطلاح میں خاکی انڈے بولتے ہیں۔

۱۔ ایک مخصوص قسم کی بڑی بلی ہوتی ہے ۱۳

۲۔ صحر ZATARIA MULTIFLORA

جس وقت چودھویں رات کا چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے تو اکثر یہ مرغیاں انڈے دینا بند کر دیتی ہیں۔ اس لیے کہ انڈے استملاک (گھٹنے کے ایام) سے لے کر ابدار (یعنی چاند کے بڑھنے کے ایام) تک بھر کر مرطوب ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان میں تولید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے (اس کے برخلاف ابدار سے محاق تک کا ذکر ان شاء اللہ مجل اور دجاج تک کے انڈوں کے بیان میں آجائے گا۔

الافۃ

الافۃ۔۔ بھتی یا بھوت کو کہتے ہیں۔ لیکن بعض لغویین نے مادہ بھمڑ یا کا ترجمہ کیا ہے۔ (کچھ تفصیل باب السین اور باب الذال میں آجائے گی۔)

اللق

اللق۔۔ بھیڑیا کو کہتے ہیں اور مادہ بھیڑیا کو اللقہ کہیں گے۔ جمع اللق آتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی بندر یا کو بھی اللقہ کہہ دیتے ہیں۔ اسی مناسبت سے بندر کے لیے اللق استعمال کرنا چاہیے۔ لیکن ایسا کرتے نہیں ہیں بلکہ بندر کے لیے علیحدہ الفاظ ہیں جیسے قرد و دباح وغیرہ۔

الودع

جنگلی چوہا۔ امام جوہری کہتے ہیں کہ اودع یربوع کو کہتے ہیں (اور یہ چوہے کے مانند ایک جانور ہے جس کے اگلی ٹاگیں چھوٹی پچھلی بڑی بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے۔ اس کی جمع یرابیع آتی ہے۔) (تفصیل باب الیاء میں آئے گی۔)

الاورق

امام اللغۃ جوہری کے قول کے مطابق اورق اونٹ کی اس قسم کو کہتے ہیں جو سفید مائل بسیا ہوتا ہے۔ اس کا گوشت اونٹوں میں سب سے اچھا ہوتا ہے۔ لیکن اہل عرب اسے سواری اور کام کے لیے اچھا نہیں سمجھتے۔

الوس

اوس۔۔ بھیڑیا کے معانی میں بھی ہے۔ کبھی کبھی انسان کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ نیز تصغیر کے ساتھ بھی اویس بھیڑیا کے لیے مستعمل ہے۔ جیسے کیت اور لجین وغیرہ۔ چنانچہ شاعر البذلّی کہتا ہے۔

مافعل الیوم اویس بالغنم

یالیت شعری عنک والامراہم

ترجمہ۔۔ اے کاش کہ میں تم سے وابستہ ہوتا تو اب تک معاملہ نمٹ چکا ہوتا، بھیڑیے نے جو سلوک بکریوں کے ساتھ برتاؤ کیا۔

اسی طرح کیت شاعر نے کہا ہے۔

لذی الحبل حتی عال اوس عیالہا

کما خامرت فی حنفہا ام عامر

ترجمہ:- لکڑی بگڑنے جس طرح شکاری کے پاس بھیڑیے سے تربیت حاصل کی، اسی طرح بھیڑیا اس کے بچوں کی بھی مکمل کفالت کرتا رہا۔

جوہری کہتے ہیں کہ شاعر لہزی الجبل سے شکاری مراد لے کر یہ کہنا چاہتا ہے کہ شکاری جو رسی کو لکڑی بگڑا، بھیڑیے کے کوچ میں پھانس دیتا ہے۔ (تھوڑی سی تفصیل العباء کے عنوان میں آئے گی)

احادیث رسول اللہ ﷺ میں اوس، اولیس کا تذکرہ | حمزہ بن اسد الحارثی کہتے ہیں:-

خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة رجل من الانصار الى بقيع الفرقد فاذا ذنب مفترش ذراعيه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا اويس فافر ضواله فلم يفعلوا ا- اه (رواه ابو نعيم)

”جناب رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے جنازے میں بقیع الفرقد تک تشریف لائے تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بھیڑیا اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس جانور کو اولیس بھی کہتے ہیں اس کو کچھ دے دو (شاید نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ نے) ایسا نہیں کیا۔“

(ان شاء اللہ بھیڑیوں کا دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضری کا تذکرہ باب الذال ذیب کے عنوان میں ملائے کیجئے گا)

اولیس القرنیؓ | یہی اولیس نام ابن عامر القرنیؓ کا بھی تھا۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا۔ لیکن زیارت سے محروم رہے۔ یہ کوفہ میں رہتے تھے۔ ان کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ (امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ کہتے ہیں:-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خير التابعين رجل يقال له اويس القرنى ياتى عليكم فى امداد اهل اليمن لو اقسام على الله لابره فان استطعت ان يستغفر لك فافعل (رواه الامام مسلم)

”جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا نام اولیس قرنی ہو گا وہ تمہارے پاس مدد کے لئے یعنی لوگوں کے ساتھ آئیں گے۔ اگر وہ کسی بات میں قسم کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرمادیں گے۔ اگر تم ان سے مغفرت کرو اس کو تو کرو الینا“ (مدد کے لوگ وہ کہلاتے ہیں جو ہر ملک سے اسلام کی لشکر کی مدد کے لئے آتے ہیں۔)

چنانچہ اولیس القرنیؓ امیر المؤمنین عمر الفاروقؓ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے اللہ سے استغفار کرنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے امیر المؤمنین کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ نیز اولیس القرنیؓ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت نوش فرمایا۔

سیدنا حسن بصریؒ کہتے ہیں:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل الجنة بشفاعته رجل من امتى اكثر من ربيعة ومضر (رواه الامام احمد)

”جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی سفارش کی وجہ سے جنت میں اس قدر لوگ داخل کئے جائیں گے جو ربیعہ اور مضر دونوں قبیلوں سے زائد ہوں گے۔“

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ شاید وہ میرے نزدیک اویس القرنیؒ امام التابعینؒ مراد ہیں اور القرنی قرن (سینک) کی طرف منسوب ہے اور قرن قبیلہ مراد کی ایک شاخ کا نام ہے۔ اس سلسلے میں امام اللغۃ جو ہری سے ایک سو بھی سرزد ہو گیا ہے جس کی شہرت کی وجہ سے بیان کرنے کی ضرورت چنداں نہیں۔ ابو امامہؒ کہتے ہیں:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل الجنة بشفاعه رجل من امتي مثل الحيين ربعة ومضر قيل يا رسول الله وما ربعة من مضر قال صلى الله عليه وسلم انما اقول ما اقول - (رواه ابن السماك

”جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص کی سفارش کی وجہ سے دو قبیلوں ربیعہ و مضر کے برابر لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ ربیعہ کا مضر سے کیا جوڑ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بس جو میں کہتا ہوں وہ وحی الہی کے اشارہ سے کہتا ہوں۔“

ابن السماک کہتے ہیں کہ رجل من امتی (میری امت کا ایک شخص) کی مراد کے بارے میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت کعبؓ فرمایا کرتے تھے:-

لكل رجل من الصحابة شفاء (الشفاء)

”ہر صحابی رسول شفاعت کا استحقاق رکھتا ہے۔“

یزید بن جابرؒ کہتے ہیں:-

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال يكون في امتي رجل يقال له صلة ابن اشيم يدخل الجنة بشفاعه كذا وكذا - (رواه ابن المبارك)

”واقعی جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص صلہ ابن اشیم نامی پیدا ہو گا جس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔“

الایلس

بڑی مچھلی۔ امام القزوینیؒ کہتے ہیں کہ الایلس ایک بڑی قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ اس مچھلی کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کا شکار کیا جاسکتا ہے۔ اس مچھلی کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اسے بھون کر دو آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے لگیں تو آپس کی دشمنی محبت سے بدل جاتی ہے۔

الایم والاین

الایم والاین سانپ کو کہتے ہیں۔ ازرقی کہتے ہیں کہ الایم ز سانپ کو کہتے ہیں۔ طلق بن حبیب کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے تو سایہ سمٹنے لگا۔ مجلس سے لوگ اٹھ کر جانے لگے۔ اچانک ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چتکبرے رنگ کا موٹا تازہ آدمی باب بنی شیبہ سے داخل ہوا۔ لوگ اسے دیکھ کر ششدر ہو رہے تھے۔ اتنے میں اس نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیمؑ میں اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو ہم نے اس کے پاس جا کر یہ کہا کہ اے عمرہ

کرنے والے، خدا تمہاری عبادت کو قبول فرمائے۔ دیکھو ہمارے یہاں بے وقوف اور چھوٹے بچے رہتے ہیں۔ ہم لوگوں کو خطرہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں پریشان نہ کریں اس لئے تم ان سے بچنا۔ چنانچہ وہ غائب ہو گیا۔ پھر بعد میں اسے نہیں دیکھا گیا۔ روایت میں ہے:-
انه امر بقتل الایم (الحديث)

”جناب رسول اللہ ﷺ نے ایم نامی سانپ کو مارنے کا حکم دیا ہے۔“

ابن السیكٹ کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ ایم ہے۔ بعد میں اس میں تخفیف کر دی گئی جیسے کہ لین ولین وہین وہین اس کی جمع الوم آتی ہے۔ (بقیہ تفصیل کعب کے عنوان میں آئے گی)

الایل

الایل بارہ سنگھا کو کہتے ہیں۔ اس میں چند لغات ہیں (بعض کے نزدیک الایل فارسی میں کوذن یعنی پہاڑی بکرے کو کہتے ہیں) اکثر یہ جنگلی گائے کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ جانور اتنا باحوصلہ ہوتا ہے کہ اگر اسے شکاری سے ڈر لگتا ہے تو پہاڑ کی چوٹی سے بھی کود پڑتا ہے۔ اس کے باوجود اس کے چوٹ نہیں لگتی۔ اس کے سینک میں جتنی گرہیں ہوتی ہیں اتنے سال اس کی عمر ہوتی ہے۔ جب اسے سانپ ڈس لیتا ہے تو یہ سرکلان کیڑا کھالینے کی وجہ سے درست ہو جاتا ہے۔ بارہ سنگھا میں خاص بات یہ ہے کہ یہ مچھلی سے انس و الفت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ مچھلی دیکھنے کے لئے کبھی کبھی دریا کے کنارہ چلا جاتا ہے۔ مچھلی بھی اسے دیکھ کر خشکی کے قریب آ جاتی ہے۔ مچھلی کے شکاری اس کی عادت سے واقف ہوتے ہیں۔ جب انیس مچھلی کا شوق ہوتا ہے تو وہ اسی بارہ سنگھا کی کھال پہن کر دریا کے کنارے بیٹھ کر مچھلی کا شکار کر لیتے ہیں۔

یہ بارہ سنگھا سانپ کے کھانے کا عادی ہوتا ہے چنانچہ جہاں کہیں بھی اسے سانپ نظر آ جاتا ہے تو اسے لقمہ بنا لیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سانپ اسے ڈس بھی لیتا ہے تو اس کی آنکھ سے دو چھوٹے نقرہ کے برابر خون نکلتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آنکھ میں انگلی کے برابر گڑھا پیدا ہو جاتا ہے جس میں اچھے طریقے سے انگلی جاسکتی ہے۔ یہ خون زمین پر گر کر خشک ہونے کے بعد شمع کی مانند ہو جاتا ہے۔ لوگ اس خون سے سانپ کے زہر سے بچنے کے لئے تریاق بناتے ہیں اور یہ تریاق.....

الایل (THE BEZOR. GOAT) اس کا سائنسی نام COPRA OEGAGRUS ہے۔ زہر مرہ زمانہ قدیم میں یورپ میں اور ایران میں تاحال زہر کا تریاق تصور کیا جاتا ہے۔ روایت کے مطابق زہر مرہ جو بے شمار دیگر بیماریوں کا بھی علاج ہے۔ اس بکرے کے معدے میں پایا جاتا ہے۔ پرانے یورپین مصنفین اسے PASEN یا BAZEN لکھتے ہیں جو کہ غالباً فارسی کا بگڑا ہوا نام ہے (LINN) کا CAPRA BEZOR TICA بلاشبہ اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ اس کی تفصیلات شناخت نہیں کی جاسکیں۔ اس موضوع پر (DAN FORD) نے تفصیل سے لکھا ہے۔ دیکھیے:-

BLANFORD, S MAMMLIA THE FOUNA OF BRITISH INDIA

اس جانور کی تفصیلات میں مصنف (دیمیری) نے بظاہر تین جانوروں کی خصوصیات اکٹھی ذکر ہیں۔ سانپ کھانے کی خصوصیت ہندوستان کے مارخور (CARRA MEGAIEROS) کی طرف منسوب ہے۔ زہر مرہ کی خصوصیت (CAPRA DEGAGRUS) سے منسوب ہے۔ سخت سیگوں کی خصوصیت بارہ سنگھا (ANTILOPE) کی قسم قسم سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ (ج)

حیوانی سلفاد زہر کھلاتا ہے۔ سب سے اچھا تریاق زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

اس قسم کا بارہ سنگھا اکثر ہندوستان، سندھ اور فارس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جب اس خاص بنائے ہوئے تریاق کو سانپ یا بچھو کے ڈسنے کے مقام پر لگا دیا جاتا ہے تو بے حد نفع بخش ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زہری لیا ہو اس وقت تریاق کا پینا نہایت مفید ہے۔ زہر کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے اس خاص تریاق میں اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب خصوصیات ودیعت کر دی ہیں۔

سینگ کب نکلتی ہے جب یہ بارہ سنگھا دو سال کی عمر کا ہو جاتا ہے تو اس کی سینگیں آنی شروع ہوتی ہیں۔ اس کی سینگ بالکل بیخ کی طرح نکلتی ہے۔ تیسرے سال سینگوں میں شاخیں بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح برابر چھ سال تک شلخ در شاخ نکلتی رہتی ہیں۔ پھر ایک وقت اس کی دونوں سینگیں دو گھنے درخت کی طرح خوشنا معلوم ہوتی ہیں۔ اس جانور میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ایک نیا دور شروع ہوتا ہے کہ ہر سال اس کی دونوں سینگیں گر جاتی ہیں، پھر آگ آتی ہیں۔ مضبوطی کے لئے سورج کی دھوپ میں تھوڑی دیر کے لئے گرمی بھی حاصل کرتا ہے۔

ارسطو کا فلسفہ امام فن شیخ ارسطو رقم طراز ہیں، کہ اس قسم کا بارہ سنگھا سبلی، راگ اور ساز سے شکار کیا جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب وہ باجاستا ہے تو اسے نیند نہیں آتی، شکاری اسے باجے سے اس قدر مست کر دیتے ہیں کہ اسے ہوش نہیں رہتا۔ دونوں کان سن دیکھ کر پیچھے سے اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اس کا ذکر بغیر گوشت و ہڈی کا ایک پٹھا ہوتا ہے۔ اس کی سینگ بالکل ٹھوس ہوتی ہے۔ یہ جانور فی نفسہ بزدل ہوتا ہے لیکن دیکھنے سے بارعب معلوم ہوتا ہے۔ یہ سانپوں کو شوق سے نگل جاتا ہے اور دم کی طرف سے کھانے کی ابتداء کرتا ہے۔ ہر سال اپنی سینگوں کو جھاڑ دیتا ہے۔ غالباً یہ سینگوں کو ہر سال خداوند قدوس کے اہمام سے جھاڑ دیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سینگوں میں عجیب و غریب منافع، فوائد ودیعت فرمائے ہیں۔

لوگ اس کی سینگوں سے موزی جانور کو بھگاتے ہیں۔ اس کی سینگوں میں ولادت میں آسانی کی تاثیر رکھی گئی ہے۔ حاملہ عورتیں اس سے فوائد حاصل کرتی ہیں۔ نیز اگر اس کے سینگ کا کچھ حصہ جلا کر شمد میں ملا کر چاٹ لیا جائے تو پیٹ سے کڑوا نکل جاتا ہے۔ (کتاب النعوت)

دمیری کہتے ہیں کہ یہ جانور نہایت موٹا ہوتا ہے اگر اسے بھاگنے کا موقع مل جائے تو شکاری سے بچ کر نکل جاتا ہے۔

فوائد زجاجی کہتے ہیں کہ امام اللغۃ ابن درید سے اس شعر کا مطلب پوچھا گیا۔

رائیت بقاء ودک فی الصدود

ہجرتک لاقلی منی ولكن

ترجمہ:- میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے لیکن کسی بغض کی وجہ سے نہیں چھوڑا، محض اس لئے کہ میرے نزدیک تمہاری دوستی وادی

لہ جو دو زہریلے اثرات کو ختم کر دیتی ہے اسے عربی میں درباق یا دریاک، ترکی میں تریاق اور فارسی زبان میں تریاک اور فاد زہر کہتے ہیں، تریاق کی تین قسمیں ہوتی ہیں، تریاق معدنی، تریاق حیوانی، تریاق نباتی جو جزی بوئیوں سے بنایا گیا ہو اسے تریاق نباتی کہتے ہیں جو حیوانی اجزاء سے بنایا گیا ہو اسے تریاق حیوانی کہتے ہیں۔ مثلاً جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا ہے اور جو پترو وغیرہ کے اجزاء سے بنایا گیا ہو اسے تریاق معدنی کہتے ہیں۔ مثلاً زہر مہرہ وغیرہ جو آج کل زیادہ رائج ہے ایک پتھری ہوتا ہے۔ ۱۳ (محمد عباس فتح پوری)

کے کنارے رہنے ہی میں باقی رہ سکتی ہے۔“

کھجر الحائمات الودد لما رأت ان المنیة فی الودود
ترجمہ:- جس طرح کہ پانی کا پیا سا گھٹ پر منڈلا رہا ہو اور پیتا نہ ہو باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ موت گھاٹوں ہی میں ہے۔
تغیظ نفوسها ظمناً و تخشی حماما فھی تنظر من بعید
ترجمہ:- پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا ہو اور موت سے ڈر رہا ہو کہ وہ دور ہی سے گھات میں لگی ہوئی ہے۔
تصد بوجه ذی البغضاء عنه و ترمقه بالحاظ الودود
ترجمہ:- موت دشمنوں کی طرح اعراض کر رہی ہو اور محبوب کی طرح ٹٹکی باندھ کر دیکھ بھی رہی ہو۔“

چنانچہ زجاجیؒ نے بتایا کہ الحائم اسے کہتے ہیں جو پانی کے ارد گرد منڈلا رہا ہو لیکن قریب نہ جاتا ہو۔ اور ان اشعار کی معانی اس طرح سمجھ میں آسکتے ہیں کہ بارہ سگھا ہرن سانپ کے کھانے کے عادی ہوتے ہیں جب ان میں گرمی بڑھتی ہے تو وہ بھڑک اٹھتے ہیں۔ اسی حالت میں وہ پانی تلاش کرتا ہے۔ پانی مل بھی جاتا ہے تو پیتا نہیں ہے برابر سانس لیتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اگر اس حالت میں پانی پی لے تو پانی اور زہر پیٹ میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں گے جس سے اسے تباہ ہونے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ لہذا وہ کافی دنوں پانی نہیں پیتا۔ جب زہر کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت پانی پیتا ہے تو پانی نقصان نہیں دیتا۔ گویا شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ مجھے تمہارے وصال کا شدید انتظار ہے باوجود اس کے کہ میں فرقت کی زندگی گزار رہا ہوں جیسے کہ پیا سا پانی کے گرد چکر لگا رہا ہو لیکن وہ مرنے کے خوف سے پیتا نہ ہو۔

امام زجاجیؒ ان کا نام عبدالرحمن بن اسحاق کنیت ابو القاسم ہے۔ یہ علم نحو کے زبردست امام گزرے ہیں۔ انہوں نے ابو اسحاق الزجاجی کی صحبت میں تادیر رہ کر فائدہ اٹھایا ہے اس لئے زجاجی ہی سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب الجمل ہے۔ ضرب الامثال پر طویل بحث کی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ جو بھی اس کا مطالعہ کرتا ہے خوب مستفید ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مکمل المکرّمہ میں تصنیف کی ہے۔ جب ایک باب سے فارغ ہوتے تو ایک ہفتہ تک طواف کرتے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے دعائیں مانگتے کہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کنندگان کو فائدہ پہنچائے اور مصنف کی مغفرت فرمائے۔ ان کی کتاب کا نمونہ یہ ہے:-

ما حرم الله شیئاً الا واحل بازائه خیراً منه حرم المیتة و اباح المذکی و حرم الخمر و اباح النبیذ و حرم السفاح و اباح النکاح و حرم الربوا و اباح البیع۔

”اللہ تعالیٰ نے اگر کوئی چیز حرام کی ہے تو اس کے بدلہ میں ضرور کوئی نہ کوئی چیز حلال کی ہے مثلاً مردار حرام کیا ہے تو اس کے بدلہ میں ذبیحہ حلال کیا، شراب حرام کی تو نیبذ حلال کر دی، زنا کو حرام قرار دیا تو نکاح کو جائز قرار دیا۔ سود کو حرام کیا تو بیع و شرا کو جائز قرار دیا۔“

زجاجی کا انتقال ۳۳۳ھ یا ۳۳۴ھ میں دمشق میں ہوا۔ بعض نے کہا کہ طبریہ میں وفات ہوئی۔ ابو منصور موبہوب الجوالیقی اللغویں کے کتنے عمدہ اشعار ہیں۔

ورد الوری سلسل جودک فارتواء وقت حول الورد وقفه حائم
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترجمہ:- مخلوق تیرے جو دو سنا کے گھاٹ میں آکر خوب سیراب ہوئی اور گھاٹ کے ارد گرد ترپتے ہوئے پیاسوں کی طرح ٹھہر بھی گئے۔

حیران الطلب غفلة من وارد والورد لا یزداد غیر تراحم
ترجمہ:- میں حیران ہو کر آنے والوں کی غفلت کی سراخ میں رہا اور گھاٹ میں برابر بھیڑ بھاڑ ہوتی چلی جا رہی تھی۔
امام الجوالیقیؒ یہ فنون ادب کے زبردست امام تھے۔ انہوں نے بہت سی نفع بخش کتابیں لکھی ہیں۔ خلیفہ المقتدی باللہ کے پنجوقتہ نمازوں کے امام تھے۔ جب یہ خلیفہ کے دربار میں پہلی مرتبہ آئے تھے تو یہ کہا تھا:

”السلام علی امیرالمومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!“ تو ان سے طیب بہتہ اللہ بن الصاعد بن التلیذ النصرانی نے کہا کہ کہیں امیرالمومنین سے اس طرح سلام کیا جاتا ہے؟ تو الجوالیقی نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور براہ راست خلیفہ سے یوں کہا کہ میں ہمیشہ سنت نبویہ کے مطابق سلام کرتا ہوں اور یہ آپ کے لئے سب سے عمدہ سلام سمجھا جاتا ہے۔
الجوالیقی نے مزید کہا کہ اے امیرالمومنین اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ نصرانیوں اور یہودیوں میں علم ان کے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا تو وہ اپنی قسم میں حاث نہیں ہو گا بالکل واقعہ کے مطابق صحیح قسم کھائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں تالے لگا دیئے ہیں جنہیں صرف ایمان و سلام کی دولت ہی کھول سکتی ہے۔ خلیفہ نے یہ سن کر کہا کہ آپ نے بہت عمدہ کہا اور بالکل سچ کہا گویا ابن التلیذ حیران رہ گئے کچھ جواب نہ بن پڑا حالانکہ زبردست علم و فضل کے مالک تھے۔ مندرجہ بالا جو دو شعر گزرے ہیں اسی موضوع پر ابن اللطاب نے بھی اشعار کہے ہیں۔ امام الجوالیقی کی وفات بغداد میں ۵۳۹ھ میں ہوئی۔

شرعی حکم بارہ سنگھا حلال ہے اس لئے کہ اس کا شمار پاکیزہ جانوروں میں ہوتا ہے جیسے کہ پہاڑی بکرا۔ لیکن امام رافعیؒ نے اس کا ذکر باب الاطعمہ (کھانے کے باب) میں نہیں کیا۔ اس کے بجائے باب الربا (سود کے باب) میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً یوں کہا ہے کہ ہرنوں کا گوشت بشمول بارہ سنگھا کے بارے میں شیخ ابو محمد کا قول صاف طور پر واضح نہیں ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں متردد ہیں۔ پھر آگے جا کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہرن معہ بارہ سنگھا کا مسئلہ بالکل اسی طرح ہے جیسے بھیڑ بکریوں کے ساتھ جواز کا حکم لگایا جاتا ہے۔ گودونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بدلے میں فروخت نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ برابر سراہر ہوں۔ امام متولی نے بغیر کسی ترجیح کے مسئلہ کے دونوں رخوں کا ذکر کیا ہے۔

طبی فوائد اگر کسی جگہ اس کے سینگوں کی دھوتی دی جائے تو تمام کپڑے کوڑے موڑی جانور بھاگ جاتے ہیں اسی طرح اگر اس کے سینگوں کو جلا کر دانتوں میں لگایا جائے تو دانتوں کی زردی کو دور اس کے گڑھوں اور جڑوں کو بھر دے گی۔ اگر اس کی سینگ کے بعض اجزاء کو گلے میں باندھ کر لٹکایا جائے تو جب تک گلے میں رہیں گے اسے نیند نہیں آسکتی۔ بارہ سنگھا کا عضو تاسل خشک کرنے کے بعد پس کر پانی میں ملا کر پینا منی میں ہیجان اور تیزی پیدا کرتا ہے۔ انسان کے عضو تاسل میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا خون پینے سے مٹانہ کی پتھر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

ابن اوئی

ابن اوئی گیدڑ کو کہتے ہیں اس کی جمع نبات آوئی آتی ہے۔ اسی طرح ابن عرس، ابن الخاض، ابن اللبون کی جمع نبات عرس نبات

مخاص نبات لیون آتی ہے اور نبات آوی غیر منصرف ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

ان ابن اوی لشدید المقتنص و هو اذا ما صیدریح فی قفص

ترجمہ:- واقعی گیدڑ بہت شکاری ہوتا ہے لیکن جب اسے پکڑ کر بند کر دیا جاتا ہے تو پنجرے میں بھاگا پھرتا ہے۔

گیدڑ کی کنیت ابو ایوب، ابو ذویب، ابو کعب، ابو وائل (بعض نے ابو زہرہ بھی لکھا ہے) نے اس کا نام ابو آوی اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنے تمام ہم جنسوں کے ساتھ مل کر بولتا ہے اور خاص طور پر رات میں چیختا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ وہ تھراہ گیا ہو۔ اس کی آواز بچوں جیسی ہوتی ہے۔

گیدڑ بچوں کا لبناخن کا بڑا ہوتا ہے، دوسروں پر حملہ کرتا ہے، پرندوں وغیرہ کا شکار کر کے کھاتا رہتا ہے۔ مرغیاں بہ نسبت لومڑی کے گیدڑ سے زیادہ ڈرتی ہیں۔ اگر گیدڑ اس درخت کے نیچے سے گزر جائے جس پر مرغیاں بیٹھی ہوئی ہوں تو فوراً خوف کے مارے نیچے گر جاتی ہیں اگرچہ مرغیوں کے جھنڈ کے جھنڈ کیوں نہ ہوں۔

شرعی حکم صحیح قول کے مطابق اس کا گوشت حرام ہے اس لئے کہ یہ کوٹھلی کے دانتوں سے حملہ کرتا ہے۔ اگر کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ چونکہ گیدڑ کے کوٹھلی کے دانت کمزور ہوتے ہیں تو اس کا حکم بھی لگر بگز (ضیع) یا لومڑی کے مانند ہو جائے گا۔ پھر تو باقاعدہ ایک مذہب بن جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے (شوافع کے نزدیک دونوں صورتیں موجود ہیں اس لئے صحیح وہ جو الحرر، المنہاج، الشرح، الحاوی الصغیر وغیرہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حرام ہے۔ شیخ ابو حامد کے نزدیک حلال ہے۔ امام احمد سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو بھی جانور کوٹھلی کے دانتوں سے نوچتے ہیں وہ درندوں میں داخل ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے۔

گیدڑ کے طبی فوائد اگر اس کی زبان کسی کے گھر میں ڈال دی جائے تو اس میں جھگڑا ہونے لگتا ہے۔ اس کا گوشت جنوں، مرگی جو آخر ماہ میں ہوتی ہے نفع بخش ہوتا ہے۔ اگر اس کی دائیں آنکھ کسی نظر لگنے والی چیز پر لٹکا دی جاتی ہے تو وہ نظرد سے محفوظ رہتی ہے بلکہ نظرد کا اس پر بس تک نہیں چل پاتا۔ اگر کوئی اس کے دل کو گلے میں باندھ کر لٹکالے تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام درندوں سے محفوظ رہے گا۔



باب الْبَاء

البابوس

البابوس انسان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں بلکہ ہر چیز کے چھوٹے بچوں کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ ابن احرمار نے کہا ہے

حنت قلوبی الی بابوس طربا
ترجمہ:- شد کی مکھی اپنے انڈوں، بچوں کو دیکھ کر مستی سے گنگنا نے لگی اور اے شد کی مکھی تیری یہ گنگناہٹ بلکہ تیرا ہر ذکر و شغل کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔

البازی

باز۔ شکرا۔ ابن سیدہ لکھتے ہیں کہ البازی کے علاوہ باز اور بازی بھی کہتے ہیں۔ بازی بالاتفاق زر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تشنیہ کے لئے بازیان جمع کے لئے بزا بولتے ہیں جیسے کہ قاضیان وقضاۃ۔ شاہین اور بازی کے لئے یوں کہتے ہیں فلان یصید صقورا (فلاں) شکرا کا شکار کر رہا ہے بازی بزوان سے مشتق ہے۔ کودنے، اچکنے کے معانی پائے جاتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوالاشعث، ابوالہلول، ابوالحق ہے۔ یہ پرندہ تمام پرندوں میں بد خلق، متکبر ہوتا ہے۔ قزوینی کہتے ہیں کہ بازی صرف مادہ ہی ہوا کرتا ہے۔ اس کا زردوسری قسم سے ہوتا ہے جیسے کہ چیل اور شاہین وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے تو ان کی شکلوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک تجارت کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگر پانچ اشخاص نہ ہوتے تو میں تجارت

دین کی خدمت کرنے والے کو عبد اللہ بن مبارک کی امداد

نہ کرتا اور پانچ اشخاص یہ ہیں:- سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، فضیل بن ساک، ابن علیہ یعنی ابن مبارک، ان لوگوں کی مالی امداد کے صلہ رحمی کا ثبوت دیتے تھے۔ چنانچہ حسب دستور ایک سال گزر گیا۔ کسی نے عبد اللہ بن المبارک کو یہ بتایا کہ ابن علیہ کو اب قاضی بنادیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر ابن مبارک ابن علیہ کے پاس نہ آئے اور نہ کچھ مالی امداد کی۔ کچھ دنوں کے بعد ابن علیہ، عبد اللہ بن مبارک کے پاس خود آئے لیکن عبد اللہ بن مبارک نے ان کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ابن مبارک نے ابن علیہ کے پاس یہ اشعار لکھ کر ارسال کر دیئے۔

المساکین

اموال

یصطاد

بازی

لہ

یا جاعل العلم

ترجمہ:- اے علم کو باز بنانے والے! غریبوں کے مال کا شکار کرتا ہے۔“

احتلت للدنيا و لذاتها بحيلة تذهب بالدين
ترجمہ:- تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کو اس تدبیر سے قابو میں کر رکھا ہے کہ جو دین کو پامال کر دیتا ہے۔

فصرت معنونا بها بعدما كنت دواء للمجانين
ترجمہ:- تم دنیا کو حاصل کر کے مجنون بن گئے ہو حالانکہ تم خود مجنوں کے لئے دوا تھے۔“

این روایاتک فی سودھا لترك ابواب السلاطين
ترجمہ:- تیری روایات بادشاہوں کے دروازوں کے چھوڑ دینے کے بارے میں کہاں چلی گئیں۔“

این روایاتک فیما مضی عن ابن عوف و ابن سیرین
ترجمہ:- تیری بیان کردہ روایات کہاں ہیں جو ابن عوف و محمد ابن سیرین کے واسطے سے بیان ہوئی ہیں۔“

ان قلت اکرهت فذا باطل ذل حمار العلم فی الطین
ترجمہ:- اگر تم یہ کہتے ہو کہ مجھے قضا کے لئے مجبور کیا گیا ہے تو بالکل غلط ہے، علم کا گدھا مٹی میں پھسل گیا ہے۔“

جس وقت اسماعیل بن علیہ ان اشعار سے مطلع ہوئے تو انہوں نے ہارون الرشید کی خدمت میں جا کر استغفاء دے دیا تو ان کا استغفاء منظور کر لیا گیا۔

عبداللہ بن مبارکؒ یہ ایک زبردست عالم، عابد، زاہد، امام حدیث، علم و عمل کے نمونہ آدمی تھے۔ ابن خلکان نے ان کی حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ کسی مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اسے چھینک آگئی اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو ابن مبارکؒ نے کہا کہ اگر کسی کو چھینک آجائے تو اسے کیا پڑھنا چاہیے تو اس نے جواب دیا کہ الحمد للہ کہنا چاہیے تو آپ نے فرمایا یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) یہ سن کر حاضرین مجلس عبداللہ بن مبارکؒ کے حسن ادب سے متحیر رہ گئے۔

مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ المرتبہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق عبداللہ بن مبارکؒ کے پیچھے چل رہے تھے۔ گرد و غبار خوب اڑ رہا تھا۔ اتفاق سے قصر الخشب سے ہارون رشید کی ایک باندی نے جھانک کر دیکھا تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں جن کے پیچھے ایک اژدہام کثیر چل رہا ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ خراسان کے ایک زبردست عالم ہیں جن کو عبداللہ بن مبارکؒ کہا جاتا ہے تو اس ام ولد باندی نے کہا خدا کی قسم! بادشاہ تو یہ کہلانے کے مستحق ہیں اس لئے کہ لوگ ان کے پیچھے کسی مقصد یا شرط کے ساتھ جمع نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کی غزارت علمی کی وجہ سے بطور فخر چل رہے ہیں۔

اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ملک شام میں کسی آدمی سے قلم مستعار لیا۔ اچانک آپ کو سفر درپیش آگیا۔ انطاکیہ کی طرف چلے گئے۔ قلم بھی بھول کر ساتھ لے گئے۔ جب آپ کو اس کا قلم انطاکیہ میں یاد آیا تو آپ فوراً پیدل تشریف لائے اور اس کا قلم واپس کیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ جس جگہ پر بیٹھ جاتے تھے تو زمین انوار و برکات سے منور ہو جاتی تھی۔ وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی۔

ہارون الرشید کا واقعہ | ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید شکار کھیلنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے ایک سفید مائل سیاہی باز کو ہوا میں اڑا دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اڑتا رہا پھر نظروں سے بھی اوجھل ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بچے میں مچھلی لے کر اتر آیا۔ ہارون الرشید نے اس مچھلی کے بارے میں علماء سے پوچھا آیا اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس جانور کی کیا حقیقت ہے؟ تو مقابل نے جواب دیا حضور امیر المومنین آپ کے جد امجد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی ہے کہ فضاؤں میں مختلف قسم کی مخلوق رہتی ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے سفید قسم کے جانور ہوتے ہیں جن سے مچھلی کی شکل کے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کے بازو تو ہوتے ہیں لیکن پر نہیں ہوتے۔ اس کے بعد حضرت مقابل نے اس کے کھانے کی اجازت دی تو اس جانور کا احترام کیا گیا۔

بازی قسمیں | بازیچہ قسم کے ہوتے ہیں:-

(۱) البازی (۲) الرزق (۳) الباشق (۴) البیدق (۵) الصقر

ان میں بازی نام کا سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ یہ پیاس پر کنٹرول کرتا ہے گھنے سایہ دار جہاں مسلسل درختوں کی قطاریں ہوں وہاں یہ مسکن بناتا ہے۔ یہ پرندہ بازو کا ہلکا، اڑان میں تیز ہوتا ہے، مادہ نر سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے چونکہ بازی میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو طرح طرح کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثلاً گوشت ہلکا ہو جاتا ہے اور بازو دبلا ہو جاتا ہے۔ سب سے بہترین وہ باز ہوتا ہے جس کی آنکھیں سرخ بازو ہلکے پھلکے اور اڑان تیز ہوتی ہو جیسے کہ الاناشی شاعر نے کہا

لو استضاء المراء فی اولاجہ بعینہ کفثہ عن سراجہ

ترجمہ:- اگر آدھی رات میں بازی آنکھوں سے روشنی حاصل کرے تو اسے چراغ کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اور اس سے کم درجہ کا باز وہ ہوتا ہے جس کی آنکھیں چمکری اور سرخ ہوتی ہیں۔ اور ان دونوں سے گھٹیا پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔

بازی کی صفات | بازی گردن لمبی، سینہ چوڑا، مونڈھے چوڑے، دم کا حصہ لاغر، دونوں رانیں بالوں سے ڈھکی، بازو موٹے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ باز کے بچے کو عربی میں غریف کہتے ہیں۔ باز سے عربی میں مثال بھی دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ شاعر نے آخر مصرع میں استعمال کیا ہے۔

اذا ما اعترذ و علم بعلم فعلم الفقه اولی باعتراز

ترجمہ:- اگر عالم آدمی علم سے فخر کرتا ہے تو واقعی علم فقہ زیادہ قابل افتخار ہے۔

و کم طیب یفوح ولا کمسک و کم طیر یطیر ولا کباز

لہ البازی: عام عقاب الرزق: سفید عقاب۔ (ج)

الباشق: (ILUIPITER NISUS) SPARROW HOWK | MUSKET

الصقر: (FALCO SACER) (ج)

ترجمہ:- بہت سی خوشبوئیں مسکتی ہیں مگر مشک کی اور ہی بات ہے اور کتنے پرندے پرواز کرتے ہیں لیکن باز جیسا کوئی نہیں اڑ پاتا۔“
 شیخ زاہد ابوالعباس القسطلانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو شجاع بن رسم الاصمانی کو جو مقام ابراہیم کے امام تھے ان سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ احمد سے جو حماد الدباس کے خادم تھے سنا ہے کہ ایک دن شیخ عبدالقادر جناب حماد الدباس کے یہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے تو الدباس نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے بازی پرندے کا شکار کر لیا ہے تو ان کے شیخ انہیں تنکلی باندھ کر دیکھنے لگے تو وہ اپنے شیخ کے یہاں سے بغیر سلمان وغیرہ لئے ہوئے نکل آئے اور یہ بھی ہمارے بڑے لوگوں میں سے تھے۔
 اسی لئے شیخ عبدالقادر کہتے ہیں:-

انا بئبل القداح املاء و دوحها طربا و فی العليا باز اشهب

ترجمہ:- میں مارے خوشی کے گھنے درختوں کو مستی سے بھردوں گا اور پہاڑ کی چوٹی میں مفید سیاہ رنگ کا باز رہتا ہے۔“
 شیخ ابواسحاق اشیرازی کہتے ہیں کہ لوگ قاضی شریح کو باز اشهب (سفید مائل سیاہی) کہتے تھے۔ ابو عینی نے ابتدائی قصیدہ میں کہا ہے:-

لیس المقام بدار الذال من شیمی ولا معاشرۃ الا تذال من هممی

ترجمہ:- ذلت کی جگہ رہنا میری عادت نہیں اور نہ ذلیلوں کی طرح رہنے کا میرا ارادہ ہے۔

ولا مجاورۃ الا وباش تجمل لی کذالک الباز لا یاوی مع الرخیم

ترجمہ:- اور نہ میں نے بد معاشوں کی صحبت کو اپنے لئے زینت بنایا جس طرح کہ باز گدھوں کے ساتھ نہیں رہتا۔“

(۲) **الباشق** الباشق عجمی لفظ ہے معرب ہے اس کی کنیت ابو الاخذ ہے۔ یہ مزاج میں گرم، بد خلق ہمیشہ بے چین و مضطرب رہتا ہے۔ کبھی یہ مانوس ہو جاتا ہے اور کبھی وحشت کرنے لگتا ہے۔ یہ قسم بھی طاقت ور ہوتی ہے۔ اگر یہ قسم صغریٰ میں مانوس ہو جاتی ہے تو اس کا مالک شکار سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ یہ پرندہ بھی ہلکا پھلکا عادت کا اچھا بادشاہوں کے پالنے کے لئے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ پرندہ اچھے قسم کا شکار لاکر دیتا ہے۔ مثلاً کبوتر، تیز اور قمری وغیرہ۔

یہ نہایت تیز اور چالاک پرندہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا مقابل بھاری ہو جاتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا الا یہ کہ دو میں سے ایک ہلاک ہو جائے۔ باز کی اس قسم میں سب سے اچھا وہ ہوتا ہے جو دیکھنے میں چھوٹا وزن میں بھاری پنڈلیاں لمبی رانیں چھوٹی ہوتی ہیں۔

(۳) **البیدق** باز کی قسم گوریا اور چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا شکار کرتا ہے گھنے درختوں کی جگہ بہت کم رہتا ہے۔ یہ طبیعت میں عقی پرندہ کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوالفتح کشاجم شاعر کہتا ہے:-

حسبی من البزاة والبیادق ببیدق یصید صید الباشق

ترجمہ:- میرے لئے باز اور شکرے کافی ہیں۔ جو جنگل میں شکرے کی طرح شکار کرتا ہے۔“

مودب مودب الخلاق اصید من معشوقۃ العاشق

ترجمہ:- وہ شائے اور لوگوں کا سدھایا ہوا ہے۔ جو عاشق کے لئے معشوق کا زیادہ شکاری ہے۔“

یسبق فی السرعة کل سابق لیس له فی صیدہ من عائق

ترجمہ:- وہ ہر تیز رفتار سے آگے نکل جاتا ہے۔ اسے شکار کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔“

ربة و كنت غير واثق ان الفرازين من البيادق

ترجمہ:- میں نے اسے پالا تو ہے لیکن مجھے اعتماد نہیں ہے۔ واقعی شطرنج کی ملکہ بیدق باز کے قبیل سے ہے۔“

عقسی پرندہ شکاری پرندوں میں سب سے چھوٹا، تدبیر و حیلہ میں ناقص، بد خلق اور مزاج میں خشک ہوتا ہے۔ کبھی کبھی چڑیوں، گوریوں کا شکار کر لیتا ہے، بلکہ اکثر انہی سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔ یہ شکل و صورت میں باشق کے مشابہ لیکن چھوٹا ہوتا ہے۔

باز کا شرعی حکم | ہر قسم کا باز اور شکار حرام ہے اس لئے کہ میمون بن مہران، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:-

”ہر کو خلی والے درندوں اور جنگل مارنے والے پرندوں کا کھانا حرام ہے۔“ (رواہ الامام مسلم)

یہی اکثر علماء کرام کا مذہب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں باز اور شکرے کا گوشت حرام نہیں ہے۔ یہی مسلک اللیث، الاوزاعی، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے:-

لا یحرم من الطیر شئی۔ ”کوئی بھی پرندہ حرام نہیں ہے۔“

امام مالک وغیرہ کا استدلال قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں مباح اشیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث ”ذی ناب“ صحیح نہیں ہے۔

امام اسہری کہتے ہیں جنگل والے پرندوں کے بارے میں کوئی نص صریح نہیں ہے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس حدیث میں ”ذو مخلب“ کا لفظ ہے وہ حدیث صحیح نہیں ہے اس لئے کہ میمون بن مہران نے مذکورہ بالا حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انہوں نے درمیان کا واسطہ ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ درمیان میں سعید بن جبیر بھی ہیں اس لئے یہ حدیث سقوط سے خالی نہیں ہے۔ اس علت کی وجہ سے ہمارے نزدیک یہ حدیث معیار کے مطابق نہیں ہے۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ ہمارے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محرم (احرام باندھنے والا) آدمی کو باز یا شکرے کو ساتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی جو کتے وغیرہ کے قبیل سے ہوں رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ ان جانوروں کو دیکھ کر شکار بھاگ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کے پرندے یا جانور شکار دیکھ کر بے اختیار حملہ کر دیتے ہیں تو شکار مر جاتا ہے۔ لہذا اگر باز کو شکار پکڑنے کے لئے آمادہ کیا یا شکار پر چھوڑ دیا لیکن باز نے شکار کو مارا نہیں یا کسی قسم کی اذیت نہیں پہنچائی تو اس وقت محرم کو جزا نہیں دینی ہو گی۔ البتہ گناہگار ضرور ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی نے تیر سے نشانہ لگایا لیکن خطا کر گیا تو وہ محض تیر چلانے کی وجہ سے گناہگار ہو گا۔ اس لئے کہ اس نے تیر چلاتے وقت ارادہ تو کر ہی لیا تھا۔ لیکن چونکہ نقصان نہیں پہنچا اس لئے ضمان بھی نہیں لیا جائے گا۔

امام شافعیؒ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ جن جانوروں سے نہ نقصان پہنچتا ہو نہ فائدہ ان کو مارنا بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے کہ ان سے نفع کی امید ہے اور محض لوگوں پر حملہ کرنے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں گردانا جائے گا۔ جیسے باز، شکار، چیتا اور عقاب وغیرہ اور وہ بھی جو ان جیسے ہوں۔ اھ

باز چونکہ پاک پرندہ ہے اس لئے اس کی بیع جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ان سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ عدی

بن حاتم کہتے ہیں:-

”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے باز کے شکار کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ لے اسے کھا سکتے ہو۔“ (رواہ الترمذی)

باز کی کماوت اور مثال | اہل عرب کہتے ہیں:-

”کیا شکر بغیر بازوں کے پرواز کر سکتا ہے۔“

یہ مثل کسی کے تعاون یا موافقت کرنے کے وقت بولی جاتی ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے:-

اخاک اخاک ان من لا اخالہ کساع الی الہیجا بغیر سلاح
ترجمہ:- تمہارا بھائی بھائی ہے واقعی جس کے بھائی نہیں ہو تا وہ بغیر ہتھیار کے لڑائی کرنے والے کی مانند ہے۔“

و ان ابن عم المراء فاعلم جناحہ و هل ينهض البازی بغیر جناح
ترجمہ:- اور یقیناً کسی کے چچا زاد بھائی کو اس آدمی کے بازو سمجھو۔ کیا کوئی باز بغیر بازوں کے پر پھیلا سکتا ہے۔“

ایک حکایت خالد بن یزید الارقط کہتے ہیں کہ ابو ایوب سلیمان بن ابی الجالد کی بہترین ضرب الامثال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ابو ایوب ہم سب لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں ترغیب اور ترہیب کر رہے تھے کہ اچانک خلیفہ منصور کے یہاں سے ان کا بلاوا آگیا۔ یہ سنتے ہی ابو ایوب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ زرو ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب دربار سے واپس آئے تو ان کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں تھے بلکہ یہ کوئی نئی بات تھی جب بھی منصور بلاتے تو یہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپ تو خلیفہ کے یہاں کثرت سے آتے جاتے ہیں وہ آپ سے مانوس ہیں اس کے باوجود آپ ان سے خوف محسوس کرتے ہیں۔ بلاوا سنتے ہی چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ جواب میں فرمایا کہ ہم نے اپنے بڑوں سے یہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ باز اور مرغ مباحثہ کر رہے تھے:

باز نے کہا: تم میرے نزدیک اپنے مالک کے وفادار نہیں معلوم ہوتے۔

مرغ نے کہا: کہ میں اپنے مالک کا کیسے وفادار نہیں ہوں؟

باز نے کہا: مشکل سے تم روز ایک انڈا دیتے ہو۔ تمہارے مالک اسے یکجا کر کے بیٹے ہیں۔ پھر چند دنوں میں باہر آ جاتے ہو۔ مالک اپنے ہاتھ سے تمہیں دانہ ڈالتے ہیں۔ پھر جب تم بڑے ہو جاتے ہو تو اڑ جاتے ہو کسی کے قریب بھی نہیں آتے۔ ادھر سے ادھر چلتے رہتے ہو۔ اسی طرح تمہارا حال ہے کہ اگر کسی دیوار پر چڑھ جاتے ہو اگرچہ اس میں تم کئی سال کیوں نہ رہ چکے ہو چھوڑ کر اڑ جاتے ہو۔ تمہیں ہر وقت کسی دوسری شاخ کی تلاش رہتی ہے۔ پھر دوسروں کی عنایات کی امیدیں باندھتے ہو۔

باز نے کہا: رہا میں لوگ مجھے پہاڑوں سے پکڑ کر لے جاتے ہیں، پالتے ہیں، جب میں بڑا ہو جاتا ہوں تو کھانا دانہ بھی تھوڑا سا چنتا ہوں۔ بس زیادہ دن نہیں لگتے چند ہی دن میں مانوس ہو جاتا ہوں۔ میرے مالک مجھے شکار کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں تو میں تنہا اڑتا رہتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں شکار پکڑ کر اپنے مالک کو دے دیتا ہوں۔

مرغ نے کہا: میاں بس کرو۔ اب دلائل ختم ہو گئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اگر تم بازوں اور شکاریوں کو سینوں میں بھنتے ہوئے

دیکھ لو تو تم دوبارہ مالک کے پاس نہیں آسکتے اور میرا یہ حال ہے کہ روزانہ میں بیتوں میں مرغ کو بھنتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کے باوجود کھڑا رہتا ہوں۔ ان حالات کے پیش نظر میں تم سے زیادہ اپنے مالک کا وفادار ہوں۔ بس میں تو یہ تمنا کرتا ہوں کہ کاش میں تمہارے جیسا ہوتا۔ اھ

ابو ایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ منصور کو اتنے قریب سے دیکھ لو جتنے قریب سے میں جانتا ہوں تو منصور کے بلاوے کے وقت تمہارا مجھ سے زیادہ بدتر حال ہو جائے۔

ابو ایوب سلیمان کا قتل پھر بعد میں خلیفہ منصور نے ابو ایوب سلیمان بن ابی الجبالہ کو ۱۵۳ھ میں ان کا مال و اسباب چھین کر پریشان کر کے قتل کر دیا۔ حالانکہ ابو ایوب کے منصور کے ساتھ خلیفہ بننے سے قبل گہرے تعلقات تھے جس کی وجہ سے خلیفہ ہونے کے بعد دربار میں ابو ایوب کی کافی قدر و منزلت تھی۔ پھر بعد میں کسی وجہ سے منصور ان سے غصہ ہو گیا اور اس قدر بدظن ہوا کہ آپس کے درمیان تعلقات ختم ہو گئے۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ غالباً اسی لئے جب ابو ایوب خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہوتے تو ان کے اوپر خوف و ہراس کے آثار نمایاں ہو جاتے لیکن کسی وجہ سے یہ مامون و محفوظ ہو کر واپس آ جاتے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ابو ایوب نے خلیفہ منصور سے بچنے کے لئے کچھ تیل کی چیزوں میں جادو کر رکھا تھا اور جس وقت دربار میں جاتے تو سب سے پہلے بھنوں میں یہ تیل لگا لیتے جس کی وجہ سے عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ”دہن ابی ایوب“ (ابو ایوب کا تیل) اس عمل کی وجہ سے خلیفہ منصور ان کو دیکھ کر مسکراتے اور محبت سے پیش آتے۔

اسی معانی میں ناصح الدین بن سعید بن دہان جو علم و فضل میں اپنے وقت کے امام سیبویہ مانے جاتے تھے کہتے ہیں۔

لا تجعل الهزل دابا فهو منقصته والجد تغلوبه بين الوری القيم
ترجمہ: تم مذاق اور ٹھٹھا کے عادی نہ بنو اس لئے کہ یہ عیب ہے، سنجیدگی مخلوق میں انسان کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتی ہے۔

ولا يغرنك من مائک تبسمه ما سحت الحب الاحين تبسم
ترجمہ: بادشاہ کی مسکراہٹ تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اس لئے کہ جب بادل گر جاتا ہے تو لگاتار برستا ہے۔

یہ بھی ان کے اچھے اشعار سمجھے جاتے ہیں۔

بادر الى العيش والايام راقدة ولا تكن لصروف الدهر تنتظر
ترجمہ: زمانہ خاموش ہو تو آرام سے زندگی گزارو اور تم زمانہ کی گردش کا انتظار نہ کرو۔

فالعمر كالکاس يبدوا في اوائله صفوا آخره في فقره کدر
ترجمہ: عمر تو پیالہ کی طرح ہے جو بظاہر صاف و ستھرا رہتا ہے لیکن اندر گہرائی میں گدلا پن ہوتا ہے۔

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں لیکن بعض لوگوں نے ابن طباطبائی (رحمہ اللہ) کی طرف منسوب کئے ہیں۔

تامل نحولی والهلل اذا بدا لليلته في افقه ابنا اضنى

ترجمہ: تم میری لاغری کو غور سے دیکھو اور جب چاند رات میں اپنے افق میں طلوع ہوتا ہے (تو اس وقت دیکھو) ہم میں سے کون زیادہ لاغر ہے۔

نمو او جسمی بالضنی دائما یفنی

علی انه یزداد فی کل لیلۃ

ترجمہ:- چاند تو ہر رات بڑھتا رہتا ہے اور میرا جسم لاغری کی وجہ سے ہمیشہ گھٹتا رہتا ہے۔
یہ بھی انہی کے اشعار سمجھے جاتے ہیں۔

واللہ لو الا ان یقال تغیرا

و صبا و ان کان التصابی اجدر

ترجمہ:- ”خدا کی قسم! کیوں نہ کہا جائے کہ وہ بدل کر عورتوں پر مائل ہو گیا اگرچہ اس کا کھیل و کود کی طرف مائل ہونا زیادہ مناسب ہے۔“

لثما و کافور الترائب عنبرا

لاعدت تفاح الخدود بنفسجا

ترجمہ:- تو میں سیب جیسے رخساروں کو بنفشہ جیسے ناک کا نور و عنبر جیسے سینے کو تیار کروں گا۔“ (الجواہر والزوہر)

ناصح الدین سعید بن الدہان کی وفات ۵۶۹ھ میں ہوئی۔ غزنوی کہتے ہیں کہ الترائب ’تربیۃ کی جمع ہے۔ سینہ کے بالائی حصہ قلاوہ باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ الکواشی نے کہا ہے کہ اس سے مراد بعض کے نزدیک سینہ ہے کچھ کے نزدیک سینے کی ہڈی ہے اور بعض کے نزدیک اطراف رجل (پاؤں کے کناروں) یا انگلیوں کو کہتے ہیں۔

باز کے طبی فوائد | باز کا پتہ آنکھوں میں بطور سرمہ لگانے سے آنکھیں پانی سے محفوظ رہتی ہیں۔ اسی طرح آنکھ کی بے نوری کے لئے بھی مفید ہے۔ اگر کوئی عورت بانجھ کیوں نہ ہو۔ باز یا شکر کی بیٹ پانی میں ملا کر پی لے تو حاملہ ہونے کی امید ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باشق نامی خاص قسم کے باز کا دماغ کھالے تو خفقان (دل دھڑکنا) جو سوداء کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے دور ہو جاتا ہے، بشرطیکہ ایک درہم کے مقدار عرق گلاب میں ملا کر استعمال کریں۔

تعبیر | باز کو کسی حاکم کا خواب میں دیکھنا ان کی سلطنت و امارت پر اشارہ کرتا ہے۔ اگر حاکم نے خواب میں دیکھا کہ باز اس کے ہاتھوں سے اڑ گیا ہے لیکن اس کی پتلیاں ہاتھوں میں رہ گئی ہیں تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کی سلطنت چلی جائے گی نام باقی رہے گا اور اگر یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں اڑنے کے بعد اس کے پر یا بال وغیرہ رہ گئے ہیں تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس کے ہاتھ میں تھوڑا سا مال باقی رہ جائے گا۔

خواب میں باز کا ذبح کرنا کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بہت سے بازوں کو ذبح کر دیا گیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ جو حاکم یا بادشاہ ظلم کر کے مال و دولت لوٹنے میں یا عوام سے کھینچتے ہیں وہ عنقریب مرجائیں گے۔ خواب میں باز کا گوشت بادشاہوں یا حاکموں کے مال کی شکل میں آتا ہے۔ اگر کسی بازاری آدمی نے باز کو خواب میں دیکھا تو اس کے لئے فضل اور ریاست کی علامت ہوگی۔

باز کی ایک قسم باشق نام کی ہے یہ خواب میں ڈاکو یا چور کی شکل میں آتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ باشق خواب میں اولاد نرینہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

البازل

البازل اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے کوٹھلی کے دانت نکل آئے ہوں۔ چاہے وہ نر ہو یا مادہ۔ تقریباً یہ دانت آٹھ سال کی عمر

میں نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ البازل کی جمع بزل و بُزُل اور بوازل آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے (کسی سے) ایک نوجوان اونٹ بطور قرض لیا۔ پھر بعد میں آپ نے ایک بازل اونٹ (آٹھ سالہ) واپس کیا اور فرمایا تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرض کی ادائیگی اچھی طرح کرتا ہو (اچھے مال سے کرتا ہو)۔
امام الخطابی، ابن خزیمہ، یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان بن عیینہؒ سے حضور ﷺ کی اس حدیث کے معانی پوچھے گئے تو خاموش ہو گئے۔

”جو استعمار کرے تو طاق مرتبہ کرے“

پھر تھوڑی دیر کے بعد سفیان بن عیینہ سے کہا گیا کہ اس حدیث کے معانی جو امام مالکؒ نے بتائے ہیں وہ بیان کئے جائیں تو کیا آپ پسند کریں گے تو انہوں نے فرمایا کہ امام مالکؒ کیا کہتے ہیں؟ تو ان سے بتایا گیا کہ وہ الاستعمار کے معانی الاستطابۃ بالاجمار بتاتے ہیں۔ یعنی پتھروں سے پاکی حاصل کرنا۔

یہ سن کر سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میری اور امام مالکؒ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پہلے لوگوں نے کہا ہے:-

و ابن اللبون اذا مالزقی قرن لم يستطع صولة البزل القناعیس
ترجمہ اور اونٹ کا بچہ جب سینگ سے ملتا ہے تو قناعیس کے پہاڑی بکرے کے حملہ کی بھی تاب نہیں رکھتا۔“

الباقعة

الباقعة داہیہ کے معانی میں ہے یعنی ہوشیار و زیرک مرد۔

امام الروی عبد اللہ بن عمرؒ سے الباقعة کے معانی یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک ڈراؤنا پرندہ ہوتا ہے۔ پانی پی کر دائیں اور بائیں اڑ جاتا ہے۔ حدیث قبائل میں ہے:-

ان علیا لابی بکر رضی اللہ عنہ لقد عثرت من الاعراب علی ناقعة۔

”سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے ناقعہ پر سولہ ایک اعرابی کی اطلاع ملی ہے۔“

دوسری حدیث میں یوں ہے:-

ففاتحتہ فاذا هو باقعة۔

”میں نے اس سے بھاؤ تاؤ کیا تو وہ نہایت ہوشیار نکلا۔“

بالام

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے اس کو الٹی پلٹی کر دے گا (جیسے کہ تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی کو الٹتا ہے) جنتیوں کی مہمان نوازی کے لئے۔ اتنے میں ایک

یسودی آیا اس نے یہ کہا اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے کیا آپ کو میں قیامت کے دن جنتیوں کے کھانے کے بارے میں بتاؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور بتا۔ یسودی نے کہا زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا پھر بے میاں تک کہ آپ کے دانت کھل گئے۔ اس نے کہا کیا میں آپ کو ان کے سالن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ آپ نے فرمایا ضرور بتا اس نے کہا ان کا سالن اور بلام اور نون ہو گا۔ ابوسعید نے پوچھا کہ بلام اور نون کیا ہے؟ یسودی نے کہا وہ بیل اور مچھلی ہیں جن کے کلیجے کے ٹکڑے میں سے ستر ہزار آدمی کھا دیں گے۔ (انہیں الفاظ کے ساتھ بخاری شریف میں بھی سبعون سین کی تقدیم کے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے۔“)

دوسری حدیث میں ثوبانؓ کہتے ہیں:-

”کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک یسودی عالم آیا اس نے کہا محمدؐ السلام علیک (ثوبان کہتے ہیں) یہ سن کر میں نے اسے اتنی زور سے دھکا دیا جس سے قریب تھا کہ وہ چکرا جاتا۔ اس نے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا تم یا رسول اللہ کہہ کر کیوں نہیں پکارتے ہو؟ یسودی نے کہا کہ ہم ان کا وہ نام لے کر پکارتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں میرا نام محمدؐ ہی ہے جو میرے گھر والوں نے تجویز کیا ہے۔ یسودی نے کہا میں آپ سے سوال کرنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کچھ بتاؤں گا تو کیا تم مان لو گے؟ یسودی نے کہا اپنے کانوں سے غور سے سنو گا۔ اتنے میں آپ ایک چھڑی سے جو ساتھ تھی زمین کریدنے لگے اور فرمایا اچھا سوال کرو۔ یسودی نے کہا جس دن زمین تبدیل کر دی جائے گی اس زمین اور آسمان کے علاوہ اس وقت لوگ کہاں رہیں گے۔ آپ نے فرمایا اس وقت حشر کے علاوہ اندھیرے میں ہوں گے۔

یسودی نے سوال کیا قیامت کے دن سب سے پہلے کن لوگوں کو اجازت دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا فقراء مہاجرین کو۔ یسودی نے سوال کیا جس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے ان کو کیا تحفہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا۔ یسودی نے کہا پھر اس کے بعد ان کا کھانا کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لئے جنت کا وہ بیل زنج کیا جائے گا جو جنت کے گوشوں میں چرا ہو گا؟ یسودی نے کہا۔ کھانے کے بعد ان کا پینا کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا شرب و نوش ایسے چشمہ سے ہو گا جس کا نام سللیل ہو گا۔

یسودی نے کہا آپ نے بالکل سچ فرمایا اور میں آپ کے پاس ایسے سوالات کرنے آیا ہوں جن کو روئے زمین میں سوائے نبی کے یا ایک آدمی یا دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اگر میں جواب دوں گا تو کیا تم کو تشفی ہو جائے گی؟ یسودی نے کہا میں بہت غور سے سنوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا پوچھو۔ یسودی نے کہا کہ بتائیے بچہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد کی منی سفید اور عورت کی زرد ہوتی ہے جب دونوں مل جاتی ہیں تو اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آگئی تو خدا کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی مرد پر غالب آ جاتی ہے تو خدا کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ یسودی نے کہا آپ نے بالکل سچ فرمایا یقیناً آپ نبی ہیں۔ پھر وہ یسودی چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے جو کچھ بھی مجھ سے سوالات کئے ہیں مجھے ان کا علم نہیں تھا بس اللہ نے مجھے اس وقت باخبر بنادیا تھا۔ (مسلم)

اسی قسم کی حدیث بخاری شریف میں بھی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ یہودی عبد اللہ بن سلام تھے جیسا کہ بعض دیگر احادیث میں اس نامی کی تصریح آچکی ہے۔

نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ یہی نام حضرت یونس علیہ السلام کا بھی پڑ گیا تھا۔ چنانچہ انہیں ذوالنون بھی کہا جاتا ہے۔

نون اور بالام نامی مچھلی

بالام کے بارے میں لوگوں نے غیر معقول معانی بیان کئے ہیں۔ غالباً لفظ بالام عبرانی زبان کا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ (النمائیہ)

امام خطابؒ کہتے ہیں کہ یہودی تعظیم مراد لے رہا تھا تو اس نے حروف تہجی کو آگے پیچھے کر دیا ہے۔ دراصل لای کہنا چاہتا تھا جیسے لعی ہے تو نقل کرنے والوں نے یا کی بجائے باء ذکر کر دیا ہے اس طور پر لای کے معنی جنگلی تیل کے ہوتے ہیں۔ یہی میرے نزدیک درست معلوم ہوتا ہے۔ اھ

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ لفظ بھی عبرانی زبان کا ہے اور ”زیادہ“ مچھلی کے جگر کو کہتے ہیں جو اسی کے ایک حصہ سے جدا ہو گیا ہو اس لئے کہ وہ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ سبعون الفاسے مراد بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے کو تعبیر کیا گیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد مبالغہ اور کثیر تعداد ہو۔ اس روایت کو امام نسائیؒ نے بھی باب فی عشرة النساء میں بیان کیا ہے۔

البال

بال اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جس کی لمبائی پچاس گز ہوتی ہے۔ یہ بڑے سمندر میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ اس مچھلی کو غبر کہتے ہیں لیکن یہ لفظ عربی نہیں ہے۔ امام الجوالیقیؒ کہتے ہیں کہ شاید بال کو معرب کر لیا گیا ہے۔

جو ہری کہتے ہیں کہ بال دریا کی بڑی مچھلی کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ لفظ عربی نہیں ہے۔ امام القزویٰؒ کہتے ہیں کہ بال وہ مچھلی ہے جس کی لمبائی پانچ سو گز ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے اس کے بدن کا کچھ حصہ ایک ٹیلہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ کشتی والے اس سے بہت ہی ڈرتے ہیں۔ جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ بال مچھلی ہے تو وہ اسے طبول سے مارتے ہیں تاکہ وہ کہیں نکل جائے۔ مشہور ہے کہ جب بال مچھلی کسی دریائی مچھلی پر ظلم کرتی ہے تو اللہ جل شانہ ایک گز کی مچھلی اس پر مسلط کر دیتے ہیں جو اس کے کان پر چپک جاتی ہے تو یہ بال مچھلی گہرائی میں جا کر اپنے سر کو زمین سے خوب ٹکراتی ہے یہاں تک کہ یہ مرجاتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد پہاڑ کی طرح باہر تیرنے لگتی ہے۔

اس مچھلی کے شکار کے لئے بھی مخصوص حبشی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اسے دیکھتے ہیں تو اپنے کتے اس پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ کتے اسے دریا کے باہر کھینچ کر لے آتے ہیں۔ پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر غبر نکالتے ہیں۔ (ان شاء اللہ بقیہ تفصیل باب العین غبر کے عنوان میں آجائے گی)

لہ البال: PHYSSTER MACROCOPHALVS SPERM WHOLE.-(ج)

لہ شاید اس سے مراد (REMORA) ہے۔-(ج)

البَیْر

بیر شیر۔ پہلی باء پر زبر، اور دوسری باء پر زیر ہے۔ یہ بھی درندوں کی اقسام میں سے ہے۔ شیر سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس کی برید اور فرائق بھی کہتے ہیں۔ یہ بیر شیر ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ معرب ہے گیدڑ کے مشابہ ہوتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ قسم زبر قلن اور شیرنی کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔

بیر شیرنی ہوا سے حاملہ ہو جاتی ہے اسی لئے اس کا حملہ بھی ہوا کی طرح تیزی سے ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی اس کے شکار کرنے پر کمر بستہ ہوتا ہو۔ اس جانور کے بچے چرا کر شیشے کی بوتل میں رکھ دیتے ہیں۔ پھر ان بوتلوں کو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر لے جاتے ہیں۔ جب شیر ہیر اپنے بچوں کو نہیں پاتا تو وہ تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ آخر کار جب وہ سراغ لگا کر شکاریوں کو پالیتا ہے تو وہ لوگ بچوں کو شیشے کی بند بوتل سمیت اس کے سامنے ڈال دیتے ہیں۔ تو وہ انہیں دیکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے جس سے اس کی توجہ دوسری بچوں سے ہٹ جاتی ہے۔ اس طرح سے شکاری بچوں کو پکڑ کر پرورش کرتے ہیں۔ شیر ہیر کے بچے انسانوں کے بچوں سے انس والفت رکھتے ہیں اور انسانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شیر ہیر کافور کے درخت سے انسیت رکھتا ہے۔ اسی لئے جب وہ کافور کے درختوں کے پاس رہتا ہے تو کوئی بھی درخت کے قریب نہیں آتا۔ لوگ کافور بھی نہیں نکال پاتے۔ پھر وہ چند دن کے لئے درخت سے الگ ہو جاتا ہے۔ اس علاقے کے لوگ اس کے ہٹنے کے ایام سے واقف رہتے ہیں۔ چنانچہ لوگ موقع پا کر کافور نکال لیتے ہیں۔

شرعی حکم شیر ہیر کا گوشت حرام ہے اس لئے کہ یہ بھی کوٹلی کے وانگوں سے حملہ کرتا ہے اور کھاتا ہے اس کا شمار بھی درندوں میں ہوتا ہے۔

طبی فوائد شیر ہیر کا پتا سرسام یا برسام کے امراض کے لئے مفید ہے۔ پتے میں پانی ملا کر سر کی مالش کرنے سے یہ امراض زائل ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی عورت اس کے پتے کو اپنی شرم گاہ میں رکھ لے تو وہ حاملہ نہیں ہو سکتی اور اگر وہ حالت حمل میں رکھ لے تو اس کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی اس کے ٹخنوں کو اپنی کلائی میں باندھ لے تو اس کی تھکاوٹ اور تھکان دور ہو جاتی ہے اگرچہ وہ روزانہ بیس فرسخ کیوں نہ چلتا ہو (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے گویا روزانہ ساٹھ میل کیوں نہ قطع کیا ہو۔ بعض لغویین نے لکھا ہے کہ ایک فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے)

اگر کسی کے جب القرع کی بیماری ہو تو وہ شیر ہیر کی کھال میں برابر بیٹھنے سے جاتی رہتی ہے۔ رجب الابرار میں لکھا ہے کہ شیر ہیر بڑے والے شیر کی شکل اور سفید زرد اور کالی دھاریوں کا ہوتا ہے۔ شیخ ارسطو نے لکھا ہے کہ شیر ہیر حبشہ کی سرزمین میں بیت ناک شکل کا ہوتا ہے۔ غالباً یہاں کے علاوہ اور دیگر علاقوں میں نہیں پایا جاتا۔ بیر شیر کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے۔ بیر شیر کے دل کو کھانا شجاعت کو بڑھاتا ہے اور لیپ کرنا اس کی چربی کا ذکر، کمر اور چڑھے پر قوت باہ کے لئے مفید ہے اور کنٹھ مالا کے لئے بھی مجرب ہے۔

البغاء

طوطا۔ بعض لغویین کہتے ہیں کہ اس میں تین باء ہیں۔ پہلی اور تیسری باء میں زبر ہے اور دوسری باء میں سکون ہے۔ یہ ہرے رنگ کا ایک پرندہ ہوتا ہے جس کو عربی میں ذرۃ بھی کہتے ہیں۔ (العجاب)

ابن السمعانی کہتے ہیں کہ بغاء میں صرف دو باء ہیں۔ پہلی باء پر زبر دوسری باء ساکن ہے (الانساب) بغاء کا خطاب ابو الفرج شاعر کو فصاحت و بلاغت میں مہارت کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ بعض اہل علم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ بغاء کا لقب امام قضاہ کو دیا گیا تھا اس لئے کہ یہ ہلکاتے تھے یا ان کی زبان سے سین کی جگہ ثناء راء کی جگہ غین یا لام وغیرہ نکلتا تھا۔ یہ پرندہ کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔ لوگ اس کی آواز سے لطف اندوز ہونے کے لئے اپنے گھروں میں پالتے ہیں۔ جس طرح کہ مور رنگ و روپ اور خوش آواز ہونے کی وجہ سے رکھا جاتا ہے۔

طوطے کی قسمیں اور خصوصیتیں

طوطا مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ بعض سفید، بعض ہرے رنگ کے ہوتے ہیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معزالدولہ بن بویہ کی خدمت میں ایک عجیب و غریب قسم کا طوطا پیش کیا گیا تھا۔ طوطے کا رنگ سفید، منقار اور پاؤں کالے اور چوٹی پستی رنگ کی تھی۔ آج کل طوطے کی اکثر قسمیں ناپید ہیں۔ زیادہ تر ہرے رنگ کا طوطا پایا جاتا ہے۔

طوطا خوش اخلاق، نہایت سمجھ دار، نقل اتارنے کی مکمل صلاحیت ہوتی ہے۔ طوطے کو زیادہ تر، بادشاہ یا امراء ضبط شدہ خبروں سے محفوظ ہونے کے لئے رکھتے اور پالتے ہیں۔

یہ پرندہ اپنی غذا پاؤں سے کھاتا ہے۔ جس طرح انسان ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اکثر لوگ اس کی تعلیم کا مخصوص انتظام کرتے ہیں۔ طوطے کی انوکھی تعلیم

امام فن شیخ ارسطو نے لکھا ہے طوطے کو سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آئینہ لے کر اس کے سامنے رکھ کر اس کی صورت کو دیکھتے رہو۔ پھر آئینہ میں دیکھ کر بار بار بول باتیں کرو تو وہ بھی دہرانے لگے گا۔ اور باتیں کرنا سیکھ جائے گا۔

ابن الفقیہ کہتے ہیں کہ میں نے جزیرہ راج میں عجیب و غریب قسم کے طوطے دیکھے ہیں جو ہرے، سفید، زرد تھے اور بلا تکلف کسی بھی زبان میں باتیں کرنے لگتے تھے۔

ابو اسحاق الصانی نے طوطے کی تعریف میں کہا ہے:-

انتہا صبیحة ملیحة ناطقة باللغة الفصیحة

ترجمہ:- میں نے پرکشش اور خوب صورت طوطے کی مدح سرائی کی ہے جو صاف ستھری زبان میں گفتگو کرتا ہے۔

عدت من الاطیار واللسان یوہمنی بانہا انسان

ترجمہ:- اس کا شمار تو پرندوں میں ہوتا ہے لیکن زبان کی وجہ سے مجھے وہ انسان معلوم ہوتا ہے۔

تہی الی صاحبہا الاخبارا وتکشف الاسرار والاستار

ترجمہ:- اپنے مالک کو خبریں دیتا ہے۔ چھپی ہوئی باتوں اور رازوں کو کھول دیتا ہے۔

وبکماء الا انها سمیعة تعید ماتسمعه طبیعة
ترجمہ:- گوشت تو ہے لیکن سنتا ہے۔ شنیدہ باتوں کو بتانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

زار تک من بلادها البعیدہ واستوطنت عندک کالقعید
ترجمہ:- وہ تمہیں دور و راز علاقوں سے دیکھ لے گا، پھر تمہارے پاس محافظ کی طرح رہنے لگے گا۔

عیف قراه الجوز و الارز والضيف فی اثیانه یعز
ترجمہ:- وہ مہمان ہے جس کی غذا اخروٹ اور چاول ہے اور ایسے مہمان کے ہونے سے عزت بڑھ جاتی ہے۔

تراها فی منقارها الخلو فی کلنولنوی یلقظ بالعقیق
ترجمہ:- جس زعفرانی چوپ سے وہ چکاتا ہے وہ تمہیں عقیق سرخ رنگ کے پتھر کا موتی معلوم ہوگا۔

تنظر من عینین کالفصین فی النور والظلمة بصاصین
ترجمہ:- وہ دو نگ کی آنکھوں سے روشنی اور اندھیرے میں دیکھتا ہے۔

تمیس فی حلتها الخضراء مثل الفتاة الغادة العذراء
ترجمہ:- وہ اپنے سبز جوڑے میں نازک اندام نوجوان لڑکی کی طرح نزاکت سے چلتا ہے۔

خریدة خدورها الاقفاص لیس لها من جسمها خلاص
ترجمہ:- شرمیلا طوطا پنجرے میں رہتا ہے، اسے قید و بند کی زندگی سے خلاصی نہیں ملتی۔

نحسبها وما لها من ذنبا وانما ذاک لفرط الحب
ترجمہ:- ہم اسے بے گناہ قید میں رکھتے ہیں محض یہ ہم فرط محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔

تلک اللتی قلبی بها مشغوف کنیت عنها واسمها معروف
ترجمہ:- بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے میں لٹو ہو گیا ہوں میں نے اس کا نام نہیں لیا اگرچہ وہ مشہور ہے۔

یشرک فیها شاعر الزمان الکاتب المعروف بالبسیان
ترجمہ:- زمانہ کا شاعر اس کی مدح میں شریک ہو گیا جو گویائی میں مشہور انشاء پرداز ہے۔

ذالک عبدالوحد بن نصر تقیہ نفسی حادثات الدهر
ترجمہ:- وہ عبدالواحد بن نصر ہے جسے خدا لیل و نہار کی گردش سے محفوظ رکھے۔

یہ سن کر ابو الفرج نے جوابی اشعار کہے۔

من منصفی محکم الكتاب شمس العلوم قمر الاداب
ترجمہ:- کون ہے جو ایسی کتاب کی محکم آیات کو بیان کرے جو علوم و فنون کی آفتابِ آداب کی ماہتاب ہیں۔

امسی الاصناف العلوم محرزا وسام ان یلحق لما برزا
ترجمہ:- وہ کتاب تمام علوم کی جامع ہے زندگی گزارنے کے لیے ساتھ کا تمنغ ہے۔

وہل یجاری السابق المقصر اوہل یباری المدرک المغور

ترجمہ:- اور کیا جو دو بخشش کم کرنے والا زیادہ کرنے والے کی برابری کر سکتا ہے یا بچہ جو ان آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہے۔“
آخر کار ابو الفرج نے طوطے کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

ذات شغا تحسبہ یا قوتا لا ترضی غیر الارذ زقوتا
ترجمہ:- ٹیڑھی چونچ میں ایسا دلانسی تم یا قوت سمجھ رہے ہو سوائے چاول کے کسی دوسری چیز کے کھانے پر راضی نہیں ہوتا۔“
کانما الحبة فی منقارها حباة تطفو علی عقارها
ترجمہ:- واندہ اس کی چونچ میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی چونچ پر حباب بیٹھ گیا ہو۔“

ابن خلکان الفضل بن ربیع کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ احمد بن یوسف الکاتب نے اپنے بے وفا بھائی عبدالحمید کے طوطے کے مرجانے پر اشعار لکھ کر بھیجے۔

انت تبقى و نحن طوه فداکا احسن الله ذوالجلال عزاکا
ترجمہ:- تم زندہ رہو اور ہم خوش رہیں۔ قربان جانیے تمہاری آبرو کو خدائے ذوالجلال بہتر کرے۔“
فلقد جل خطب دهر اتاک بمقادیر اتلفت ببغاکا
ترجمہ:- زمانہ کی جن مصیبتوں سے تم دوچار ہوئے ہو وہ بڑی ہیں تمہارے طوطے نے ان کو ضائع کر دیا۔“
عجبا للمنون کیف انتھا وتخطت عبدالحمید اخاک
ترجمہ:- تعجب ہے کہ موت کیسے آگئی اور تمہارے بھائی عبدالحمید کے پاس پہنچ گئی۔“
کان عبدالحمید اجمل للموت من البقاء و اولی بذاکا
ترجمہ:- عبدالحمید موت کے لیے بہ نسبت طوطا کے بہتر اور مناسب تھے۔“

شملتنا المصیبتان جمیعا فقدنا هذه و رویہ ذاکا
ترجمہ:- ہم دو مصیبتوں سے ایک ساتھ دوچار ہوئے۔ ایک کو رخصت کیا تو دوسری سے مذ بھڑ ہو گئی۔“
علامہ زنجشیری کہتے ہیں طوطا اپنی آواز میں یہ کہتا ہے ویل لمن کانت الدنیا همہ (جس کا مقصد دنیا کماتا ہو وہ ہلاک ہو جائے۔
طوطے کا شرعی حکم | راقعی میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے مطابق طوطے کا گوشت حرام ہے اسی کو الصمیری نے البحر میں لکھ کر برقرار رکھا ہے اور اس کے حرام ہونے کی علت گوشت کے خبث کی وجہ سے ہے اور بعض علماء نے اس کا گوشت حلال قرار دیا ہے اس لیے کہ یہ پاکیزہ چیزیں کھاتا ہے۔ زہریلے پرندوں میں سے نہیں ہے اور نہ چنگل مارنے والوں میں سے ہے اور نہ تو اس کے مارنے کا حکم دیا گیا اور نہ روکا گیا۔

امام متولی دہلوی نے اس کی آواز اور گفتگو سے لوگوں کے انس و محبت رکھنے کی وجہ سے اس کو کرایہ پر لینے کو جائز قرار دیا ہے۔
امام بغوی نے دونوں صورتوں (جائز و ناجائز) بیان کی ہیں بلکہ ہر ان پرندوں کی جن کی آواز سے لوگ مانوس رہتے ہیں جیسے بلبل وغیرہ دو صورتیں لکھی ہیں۔

طبی فوائد | طوطے کی زبان کھانے سے کلام میں شستگی، فصاحت، روانی، قوت گویائی میں جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا پتا زبان میں ثقل پیدا کرتا ہے۔ اس کا خون خشک کر کے باریک کرنے کے بعد دو دوستوں کے درمیان بکھیر دینے سے عداوت و

دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ طوطے کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے مگر دل کو فرحت دیتا ہے۔ خاص طور سے پھپھڑے کے مریضوں کے لیے مفید ہے۔ طوطے کی بیٹ چھائیں اور سیاہی کو دفع کر دیتی ہے۔ اس کی بیٹ کچے سبز انگور کے پانی میں ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ اور آشوب چشم سے حفاظت رہتی ہے۔ اگر کوئی بچہ لکنت سے بولتا ہے تو اس کے لیے طوطے کا گوشت بہترین علاج ہے۔

تعبیر خواب میں طوطا ایک منحوس اور جھوٹے شخص کی شکل میں آتا ہے۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ فلسفی آدمی کی صورت میں آتا ہے۔ اس کے بچے بھی فلسفی کے بچے کی شکل میں آتے ہیں اور بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ طوطا لڑکی یا بچے کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔ اور کبھی طوطے کی تعبیر یتیم لڑکے یا لڑکی کی جاتی ہے۔

البج

پانی کے پرندے کو کہتے ہیں اس کی تفصیل باب الطاء میں آجائے گی۔

البعج

پوٹلہ پونٹے کو کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ باب الحاء میں آجائے گی۔ عرب شاعر نے حیرت انگیز اشعار کہے ہیں:-

ما طائر فی قلبہ یلوح للناس عجب
ترجمہ:- کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جس کے قلب میں لوگوں کے لیے باعث عجب چیز ظاہر ہوتی ہو۔
منقارہ فی بطنہ والعین منه فی الذنب
ترجمہ:- اس کی چونچ پیٹ میں ہو اور آنکھ اس کی دم میں ہو۔^۱

البحزج

البحزج۔ نیل گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

البحاق

نر بھیرا۔ الباق۔ غراب کے وزن پر ہے۔ نر بھیرا کو کہتے ہیں۔

البعث

بعثی اونٹ۔ البخت۔ اونٹ کی ایک قسم کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ عربی النسل ہوتا ہے۔ نراونٹ کو بختی اور اونٹنی کو

^۱ ان اشعار میں شاعر نے ایک عجیب کتہہ لکھا ہے کہ لفظ ”بح“ کے حروف الٹ دینے (قلب) سے لفظ عجب (حیرت انگیز) بن جاتا ہے۔ اس پرندے (بح) کی چونچ (یعنی ج) اس کے پیٹ میں ہے اور اس کی آنکھ (یعنی ع) اس کی دم میں ہے۔ (ج)

^۲ البخت:- (BACTRIAN CAMEL) (ج)

بختیہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع بختائی آتی ہے۔ جمع الجمع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اسے یاء کی تخفیف کے ساتھ بختائی بھی پڑھ سکتے ہیں۔

امام جوہری اور ابن السکیت کہتے ہیں کہ جو صیغہ بھی بختائی کے وزن پر ہو اور اس کا واحد مشدد ہو تو اس کی جمع میں تشدید و تخفیف دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے عواری، سواری، علالی، ادائی، اثانی، ماری۔ (الصالح والاصلاح)

ابن السکیت کہتے ہیں کہ الاثنیۃ مفرد ہے اس کی جمع اثانی آتی ہے۔ ان تین پائے کو کہتے ہیں جن کو کھانا پکنے کے وقت ہانڈی رکھنے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ یہ لفظ کلام عرب میں بھی مستعمل ہے۔ کہتے ہیں (ماہ اللہ لثالثۃ الاثانی) (یعنی اللہ تعالیٰ اسے پہاڑ بنا دے) اس لیے کہ انسان کو ضرورت کے وقت دو پائے کے علاوہ جب تیسرا نہیں ملتا تو وہ پہاڑ کو تیسرا پایہ بنا لیتا ہے۔ پھر بعد میں ثالثۃ الاثانی سے مراد پہاڑ لیا جانے لگا۔

بختائی۔ ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کی گردنیں لمبی ہوتی ہیں۔

جناوہ بن امیہ کہتے ہیں:-

”(ایک مرتبہ) ہم لوگ بسر بن ارطاة کے ساتھ دریائی سفر میں تھے تو ایک چور کو لایا گیا جس نے ایک بختی اونٹنی چوری کی تھی، بسر بن ارطاة نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ”سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ اگر یہ غدر نہ ہوتا تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹتا۔“

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے ان عورتوں کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے فرمایا جو آخر زمانہ میں ہوں گی ان کے سر بختی اونٹ کے کوبانوں کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت کی بوتل نہ پائیں گی حالانکہ جنت کی بوپانچ سو سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔“ (رواہ الامام مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس امت کے آخر میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو درندوں کی کھالوں میں سوار ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مسجدوں کے دروازوں پر آئیں گے ان کی عورتیں ملیں تو ہوں گی مگر تنگی ہوں گی، ان کے سروں پر جھونٹے، دبے پتلے اونٹ کے کوبان کی طرح ہوں گے۔ تم ان عورتوں پر لعنت کرنا اس لیے کہ وہ ملعون ہوں گی۔“ (المستدرک)

عصمہ بن مالکؓ کہتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں بختی اونٹوں کے برابر پرندے ہوں گے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ پرندے تو یقیناً نرم اور خوشگوار ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ان سے زیادہ خوشگوار تو وہ ہوں گے جو ان کو کھائے گا اور اسے ابو بکر! آپ بھی کھانے والوں میں سے ہیں۔“ (الکامل)

البدنة

حج کے قربانی کا جانور۔ اَلْبَدَنَةُ۔ اس گائے یا اونٹ کو کہتے ہیں جس کی قربانی مکہ میں کی جاتی ہو۔ یہ واحد ہے اس کی جمع بُدُن (دال پر سکون اور پیش ہے) آتی ہے۔ دال کے سکون کے ساتھ تو قرآن مقدس میں بھی وارد ہوا ہے۔ دال پر پیش امام جوہری نے لکھا ہے۔

اس کو بدنة اس لیے کہتے ہیں کہ صحت مند بدن والا ہوتا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ بدنة اس اونٹ کو کہتے ہیں جو قربانی کی عمر کا ہو گیا ہو چاہے نہ ہو یا مادہ۔ غالباً یہ فقہائے کرام کی اصطلاح کے مطابق ہے اور ارباب لغت کے نزدیک بدنة کا اطلاق گائے اور اونٹ دونوں پر ہوتا ہے۔

ازہری کہتے ہیں کہ بدنة گائے، بکری اور اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بدنة اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تندرست و توانا اچھے بدن کا ہو جاتا ہے لیکن خاص طور پر بدنة کا لفظ اونٹ کے لیے احادیث رسول میں بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ کہتے ہیں:-

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من اغتسل يوم الجمعة ثم راح في الساعة الاولى فكانما قرب بدنة ومن راح في الساعة الثانية فكانما قرب بقرة ومن راح في الساعة الثالثة فكانما قرب كبشا قرن ومن راح في الساعة الرابعة فكانما قرب دجاجة ومن راح في الساعة الخامسة فكانما قرب بيضة۔ (رواه الامام المسلم)

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، پھر وہ پہلی فرصت میں (مسجد) کے لیے چلا گیا گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور دوسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی اور تیسری گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک سینگ والا دنبہ کی قربانی کی اور چوتھی گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک مرغی کی قربانی کی اور چوپانچویں گھڑی میں گیا گویا

اس نے ایک انڈے کی قربانی کی۔“ www.KitaboSunnat.com

دوسری حدیث میں اس طرح الفاظ وارد ہوئے ہیں:-

وفي الساعة الرابعة بطة وفي الخامسة دجاجة وفي السادسة بيضة۔ (المسند للامام احمد)

”اور چوتھی گھڑی میں بطخ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور پانچویں گھڑی میں مرغی کا اور چھٹی گھڑی میں انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا۔“

مینڈھے کو سینگ کے ساتھ خاص طور سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ سینگ کے ساتھ بھلا معلوم ہوتا ہے۔ بدنة کی جمع بُدُن آتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:-

وَالْبُدْنُ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (الحج)

”ہم نے کعبہ کے چڑھائے ہوئے اونٹ تمہارے لیے اللہ کی نشانیاں بنادی ہیں۔“

یعنی ہم نے اس دین کی نشانیوں میں سے بنایا جس میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اس بھلائی سے

مراد دنیا کے فوائد اور آخرت کا اجر و ثواب ہے۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ صفوان بن سلیم حج کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو ان کے پاس صرف سات اشرفیاں تھیں۔ انہوں نے اس رقم سے ایک بدنہ خرید لیا۔ ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

وَالْبَدَنُ جَعَلْنَا هَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ (الحج)

”ہم نے کعبہ کے چڑھائے ہوئے اونٹ تمہارے لیے اللہ کی نشانیاں بنا دی ہیں۔“

سب سے پہلے بدنہ قربانی پیش کرنے والے

الیاس بن مضر ہیں اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ خانہ کعبہ کے غرق و منہدم ہونے کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کو تلاش کر کے لوگوں کے لیے نشان دہی کی۔ یہ واقعہ غالباً حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

اور الیاس ہی پہلے شخص ہیں جو اس میں کامیاب ہوئے اور اسے بیت اللہ کے گوشے میں نصب کر دیا۔ غالباً اسی لیے اہل عرب الیاس بن مضر کی آخری دم تک عظمت کرتے رہے۔

جس وقت الیاس بن مضر کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی خندف نامی عورت نے بہت رنج و افسوس کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ اپنے لیے خوش بو کو حرام کر لیا اور دوسری شادی بھی گوارا نہیں کی۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کی عورت نے یہ نذر بھی مانی کہ جس شہر میں ان کے شوہر کی وفات ہوئی ہے اس میں سکونت اختیار نہیں کرے گی اور نہ کوئی دوسرا گھر بنائے گی، چنانچہ سرگردان پھرتی رہی یہاں تک رنج و ملال کرتی ہوئی جمعرات کے دن مر گئی۔

یہ بات بھی تاریخ میں ملتی ہے کہ اس عورت نے یہ بھی نذر مانی تھی کہ وہ جمعرات کے دن طلوع سے غروب آفتاب تک روتی رہے گی۔

امام سیوطیؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں ارشاد ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ الیاس کو برا بھلا مت کہو اس لیے کہ وہ مومن تھے۔“

اہل علم یہ بھی لکھتے ہیں کہ حج کے موقع پر الیاس بن مضر کی قبر سے تلبیہ نبی ﷺ کی آواز آتی تھی۔

موسیٰ بن سلیمان التلمیذی کہتے ہیں:-

”میں اور شان دونوں عمرہ کرنے کے لیے چلے اور شان کے ساتھ قربانی کا ایک اونٹ تھا جسے وہ بھیج رہے تھے۔ اتفاق سے

وہ راستہ میں تھک گیا اور میں اس کا حال دیکھ کر مغموم ہو گیا کہ اگر یہ رہ گیا۔ چنانچہ ہم ابن عباسؓ کے پاس پوچھنے کے لیے

آئے تو انہوں نے فرمایا تم نے خبردار اور عالم شخص کو پایا۔ اب سنو جناب رسول اللہ ﷺ نے سولہ اونٹ ایک شخص کے

ساتھ روانہ کیے اور وہ چلا اور پھر لوٹ آیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول اگر ان میں سے کوئی تھک جائے تو کیا کروں؟ تو

آپ نے فرمایا کہ اسے نحر کر دو اور اس کے گلے کی جوتیاں اس کے خون سے رنگ کر اس کے کوبان میں چھاپا مار دو اور

اس میں سے تم کھاؤ اور نہ تمہارا کوئی رفیق کھائے۔“ (رواہ الامام المسلم)

ان شاء اللہ صہی پر تفصیل کے ساتھ باب الہاء ہدی کے عنوان میں آجائے گا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ (حج کے دنوں میں) وہ قربانی کا اونٹ کھینچ رہا ہے آپ نے اس سے یہ کہا کہ تم اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے دوسری اور تیسری مرتبہ فرمایا تمہارا برا ہو اس پر سوار ہو جاؤ۔“ (رواہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی)

بعض روایات میں ویلک ارکبھا ویلک ارکبھا (یعنی ویلک کی تقدیم کے ساتھ ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم قربانی کے اونٹ کو نحر کرنا چاہو تو اسے کھڑا کر دو۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر اللہ منک ویلک کہو اور پھر بسم اللہ پڑھ کر نحر کرو۔ اسی ایام قربانی میں بھی کرنا چاہیے۔“ (رواہ الحاکم)
زیاد بن جبیر کہتے ہیں:-

”میں نے عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا آپ نے فرمایا اسے اٹھا لو اور پیر ماندہ دو (پھر نحر کرو) یہ نبی محمد ﷺ کی سنت ہے۔“ (رواہ الامین متفق علیہما)
عبد اللہ بن فرط کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا دن نحر کا دن ہے۔ پھر ماہ ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ ہے جس دن حجاج منیٰ میں ٹھہرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس قربانی کے پانچ یا چھ اونٹ تھے جنہیں آپ نحر کرنے جارہے تھے تو سب آپ کے قریب آگئے (آپ یہ سوچنے لگے) کہ ان میں سے پہلے کس کو نحر کیا جائے۔“ (رواہ احمد و ابوداؤد)

بدنہ پر سواری | امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدنہ میں بوقت ضرورت سوار ہونا جائز ہے۔ بغیر ضرورت کے سواری نہیں کرنا چاہیے۔ سواری کا جواز اس وقت تک ہے کہ اسے تکلیف یا اذیت پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ یہی مسلک عبد اللہ بن مبارک و ابن منذر اور ایک جماعت کا ہے۔ امام احمد و امام مالک کہتے ہیں کہ بدنہ میں سواری بغیر ضرورت کے بھی کر سکتے ہیں۔ یہی قول عروہ بن الزبیر اور اسحاق بن راہویہ کا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر بغیر بدنہ کے سواری کیے ہوئے کام نہ نکل رہا ہو تو سواری کی جاسکتی ہے۔ القاضی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں بظاہر سواری کی جاسکتی ہے۔
جسور علمائے کرام کی دلیل یہ روایت ہے:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھدی ولم یرکب ہدیۃ ولم یامر الناس برکوب الھدایا۔ (الحديث)

”نبی کریم ﷺ ہدی کا جانور لے کر گئے لیکن اس پر سوار نہیں ہوئے اور نہ آپ نے ہدی کے جانوروں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔“

اس سے قبل جو جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے ویلک ارکبھا (تمہاری ہلاکت ہو اس پر سوار ہو جا) دراصل یہ کلمہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو ہلاکت میں واقع ہو گیا ہو اس لیے کہ وہ محتاج ہے اور مصیبت میں مبتلا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ

کلمہ غیر اختیاری طور پر زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور وہ پہلے اپنے موضوع لہ میں استعمال ہوتا تھا جیسے اہل عرب کہتے ہیں لا امل لہ۔ لا امل لہ۔ تو بت یداک۔ قاتلہ اللہ (یہ سارے کلمات مذمت کے مواقع سے بولے جاتے ہیں معانی یہ ہیں۔ اس کے ناس نہ ہو۔ اس کے باپ نہ ہو۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔ اللہ اس کو قتل کرے) اسی طرح وہ کلمات بھی جو اس کے مشابہ ہوتے ہیں۔

البذخ

البذخ بھیڑ کے بچے کو کہتے ہیں۔ یہ بکری کے بچے کے مانند ہوتا ہے۔ جمع بذجان آتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے۔

قد هلكت جارتنا من الهمج و ان تجع ناكل عتودا اوبذج

ترجمہ:- ہماری پڑوسن جو بچ قوم کی تھی وہ چل بسی جب اسے بھوک لگتی تو وہ بکری یا بھیڑ کا بچہ کھا جاتی تھی۔

امام جوہری کہتے ہیں کہ ہمچ کا لفظ معاش میں ناکارہ کام یا اقتصادیات کے بارے میں بری تدبیر اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی ہے:-

يخرج رجل من النار كانه بذج

”دوزخ سے ایک آدمی نکالا جائے گا جو بکری کے بچے کی طرح ہو گا۔“

انسؓ سے ایک دوسری روایت مروی ہے:-

”نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا وہ ذلت کی وجہ سے بھیڑ کے بچے کی طرح ہو گا۔ چنانچہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے یہ کہیں گے کہ میں نے تمہیں دیا اور نوازشات و کرم سے نوازا اور تجھ کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا اب بتا تو کیا کر کے آیا ہے؟ تو وہ یہ کہے گا۔ اے پروردگار! میں نے مال جمع کیا بڑھایا اور اکثر مال تو چھوڑ کر آگیا۔ آپ مجھے دوبارہ بھیجے لے کر آ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جو تم نے کر کے آگے بھیجا ہے وہ دکھا تو وہ بندہ ایسا نکلے گا کہ اس نے کوئی خیر کام کر کے نہیں بھیجا ہے۔ چنانچہ اسے دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔“ (رواہ ابن المبارک)

اس حدیث کو اسماعیل بن مسلم نے حسن اور قتادہ سے نقل کیا ہے۔ نیز ابو بکر بن العربی مالکی نے اپنی کتاب ”سراج المریدین“ میں اس کی تخریج کی ہے۔ مزید یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حسن کے مراسیل میں سے ہے۔ اور حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اسماعیل بن مسلم کی روایت کیا ہے اور بعد میں یہ حکم لگایا ہے کہ اسماعیل حسن کے مقابلہ میں زیادہ ضعیف ہیں۔

بھیڑ کے بچے کا حدیث میں تذکرہ کیوں؟ | حدیث میں بھیڑ کے بچے سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں ذلت اور حقارت مقصود ہے۔

سیدنا انس بن مالک کہتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا وہ ذلت و حقارت سے بھیڑ کے بچے کی طرح ہو گا تو اللہ پاک اس سے یہ کہیں گے کہ اے ابن آدم! میں بہترین کرنے والا ہوں، تم اپنے ان اعمال کا جائزہ لو جو تم نے میری خاطر

کیے ہیں، میں تمہیں ان کا بدلہ دوں گا اور پھر ان اعمال کو دیکھو جو تم نے غیروں کے لیے کیا ہے اس لیے کہ تمہیں ان ہی چیزوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کے لیے تم نے کیا ہے۔“ (رواہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و ابو نعیم مرفوعاً)

بذج فارسی زبان کا لفظ ہے پھر اسے معرب کر لیا گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی کو کعبہ کے کسی پردے کے پاس دیکھا گیا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے اللھم امتنی میتہ ابی خارجه (اے اللہ! مجھے ابو خارجه جیسی موت نصیب فرما) اس دیہاتی سے پوچھا گیا کہ ابو خارجه کا انتقال کس حالت میں ہوا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کر کے کھا گیا۔ مشعل برتن میں پانی پیا۔ پھر دھوپ میں جا کر سو گیا۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ سے سیراب اور گرم ہو کر ملاقات کی۔ (مشعل اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نبیذ بنائی جاتی ہے۔)

امثال اہل عرب کہتے ہیں فلان اذل من بذج (فلان بھیڑ کے بچہ سے بھی زیادہ کمزور اور ذلیل ہے۔ اس لیے کہ بھیڑ کا بچہ بار بار برداری کرنے والے جانوروں میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔)

البراق

شب معراج کی سواری۔ براق وہ جانور ہے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں سوار ہوئے تھے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام بھی سوار ہوئے تھے۔

البراق:۔ یہ لفظ برق بمعنی بجلی سے مشتق ہے جو بادل میں چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جیسے کہ پل صراط سے گزرنے والوں کے لیے حدیث پاک وارد ہوئی ہے کہ وہ بجلی کی طرح پار کر جائیں گے۔ اور بعض تیز سواری کی طرح گزر جائیں گے اور کچھ لوگ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح نکل جائیں گے۔

براق کے بارے میں اختلاف ہے کہ آخر یہ کیا چیز ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ براق ایک جانور ہے جو حجر سے چھوٹا گدھے سے بڑا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ اتنا تیز رفتار ہوتا ہے کہ اس کا قدم وہاں پڑتا ہے جہاں اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ زمین سے آسمان تک کی مسافت ایک ہی قدم میں طے کر لی تھی اور پھر سات قدموں میں سات آسمانوں کو قطع کر لیا تھا۔

یہیں سے ان بعض متکلمین علماء کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بلقیس کے تخت کو چشم زدن میں حاضر کر دیا گیا تھا غلط اور بے بنیاد ہے۔

بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ براق کوئی جانور نہیں پہلے معدوم تھا صرف شب معراج میں اس کو وجود بخشا گیا۔ جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ اتنی لمبی مسافت اتنی جلدی طے کرنا مستبعد ہے ان کے لیے ماقبل کی گفتگو تردید کے لیے کافی ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں۔

”جس وقت نبی پاک ﷺ سوار ہونے لگے تو براق شوخی کرنے لگا۔ اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے براق تم اس وقت شرم و حیا کا مظاہرہ کر رہے ہو کیا کوئی ایسا بندہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمد ﷺ سے زیادہ باعزت ہے جو تجھ پر سوار ہوا ہے۔“

امام ابن بطال اس سوال کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کو سوار ہوئے کافی دن گزر گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم اور محمد ﷺ کے درمیان ایک عرصہ دراز گزر چکا تھا اس لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس طرح کا سوال کیا

تھا۔

امام نوویؒ زبیدی اور صاحب تحریر کہتے ہیں کہ براق وہ جانور ہے جس پر انبیاء کرام سوار ہوا کرتے تھے۔ لیکن امام نوویؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ محض دعویٰ کافی نہیں اس سے قبل انبیاء کے سوار ہونے کے سلسلے میں کسی حدیث صحیح سے ثبوت کی ضرورت ہے۔ صاحب المقتنی کہتے ہیں کہ براق کے فخر کی شکل میں ہونے کی یہ حکمت ہے کہ لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا سوار ہونا امن و سلامتی کے لیے تھا جنگ کرنے یا خوف و دہشت میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں تھا۔ یا صرف اس بات کو بتانا مقصود ہے کہ آپ نے اتنا لمبا سفر عجیب و غریب انداز میں اتنی جلدی طے کیا کہ اس حیرت ناک واقعہ کے لیے اس جانور کی شکل و صورت گواہی نہیں دیتی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب | اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپ جنگ میں ایک فخر پر کیوں سوار ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں جنگ میں گھوڑے پر سوار ہونا چاہیے گو فخر پر سواری کرنا امن و سلامتی کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے کہ ابھی گزرا ہے۔ لیکن آپ کا فخر پر میدان جنگ میں سوار ہو کر جانا محض شجاعت اور بہادری کو بتانا مقصود تھا۔ علمائے کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ براق سفید رنگ کا تھا اور فخر سیاہ و سفید رنگ کا ہوتا ہے اور یہ مخلوط رنگ زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت جبرائیلؑ آپ کے ساتھ سوار ہوئے یا نہیں؟ | شب معراج میں براق پر جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت جبرائیلؑ کے سوار ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ جبرائیلؑ بھی بحیثیت ردیف سوار ہوئے۔ صاحب المقتنی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک حضرت جبرائیلؑ سوار نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ معراج کی رات خصوصیات تو صرف پیغمبر ﷺ کے لیے تھیں۔ اھ

لیکن روایات میں یہ بھی ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ﷺ اپنے صاحبزادے سیدنا اسماعیلؑ کی زیارت کرنے کے لیے براق پر سوار ہو کر جاتے تھے۔ نیز حضرت ابراہیم و اسماعیل دونوں براق پر سوار ہوئے۔ اسی طرح جس وقت سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے ماں اور بیٹے کو بیت اللہ کے قریب چھوڑا تھا تو وہاں سے براق ہی پر سوار ہو کر ہجرت کر گئے تھے۔

سیدنا عبد اللہ ﷺ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب براق لایا گیا تو میں حضرت جبرائیلؑ کے پیچھے سوار ہو گیا۔“ (متدرک)

پھر آگے چل کر روایت میں ابو حمزہ میمون الا عور متفرد ہو گئے ہیں۔

فاطمہ بنت النبیؑ کی فضیلت | سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام انبیاء قیامت کے دن چوپاؤں پر اٹھیں گے تاکہ وہ قوم کے مومنوں کو پورا پورا حق دلائیں۔ چنانچہ سیدنا صالحؑ اپنی اونٹنی کے ساتھ اٹھیں گے اور میں براق کے ساتھ اٹھوں گا جس کے نقش قدم منہائے نظر پر پڑیں گے اور فاطمہؑ (میری بیٹی) میرے سامنے ہوگی۔“ (الحدیث)

ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصفہانی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ شب معراج میں براق سے تشریف لے گئے لیکن

پھر اسی سے واپس نہیں آئے۔ تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ آپ کو براق کے ذریعے بزرگی اور شرافت کی وجہ سے لے جایا گیا۔ پھر انہی سے واپس نہیں ہوئے اس میں محض اللہ کی قدرت کا اظہار تھا۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ براق سے سوار ہو کر جانا اس پر سوار ہو کر واپس آنا بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں گرمیوں میں کپڑوں سے بچنے کا تذکرہ ہے اور خدا کے ہاتھ میں خیر و بھلائی کا تذکرہ ہے لیکن ضمناً سردیوں سے بھی بچنا اور خیر کے ساتھ شرور کا بھی تذکرہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے۔

وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ آيَاتِهِ تَقِيْنُكُمْ الْحَزْنَ - (فصل)

”اللہ نے تمہارے لیے کرتے بنائے جن سے تم گرمی سے بچتے ہو۔“

بِسْمِ اللَّهِ الْخَيْرِ - (کتاب الحجہ)

”اسی کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے۔“

حذیفہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ براق سے جدا نہیں ہوئے بلکہ اسی سے واپس بھی آئے ہیں۔ پھر آپ براق میں قیامت کے دن بھی سوار ہوں گے۔ لیکن دیگر انبیاء سوار نہیں ہوں گے۔ چنانچہ حاکم کی روایت میں زید بن عمرو کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں اپنے حوض سے قیامت کے دن پیوں گا اور وہ انبیاء بھی سیراب ہوں گے جو مجھ سے طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ صالح ﷺ کے لیے ان کی اونٹنی کو اٹھائیں گے جس سے وہ خود دودھ پئیں گے اور وہ مومنین بھی سیراب ہوں گے جو ان پر ایمان لائے ہوں گے۔ پھر وہ اس پر سوار ہوں گے یہاں تک کہ اس کے ذریعے موقف میں پہنچ جائیں گے اور اونٹنی بلبلائے گی، تو آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! تو آپ اس دن غضباء پر سوار ہوں گے (یہ حضور کی اونٹنی کا نام ہے) آپ نے فرمایا اس پر میری بیٹی فاطمہ سوار ہو کر میدان محشر میں آئے گی اور میرا حشر تو براق کے ساتھ ہو گا جو محض میری خصوصیت ہے نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی۔“ (روایۃ السبئی فی الشفاء)

معراج کا واقعہ کس دن پیش آیا؟ اس سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ۲۷ ربیع الاول دو شنبہ کی رات ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ اسی کو امام نووی نے

شرح مسلم میں یقین کا خیال ظاہر کیا ہے۔

امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ ربیع الثانی کا مہینہ تھا۔

سیر الروضہ میں ہے کہ معراج کا واقعہ رجب میں ہوا ہے اور رات میں پیش آیا اور آپ کو رات میں معراج اس لئے کرائی گئی تاکہ بادشاہوں کے ساتھ ہم نشینی میں رات اور دن کا فرق واضح ہو جائے اس لئے کہ رات میں مخصوص قسم کی ہم نشینی اور مجلس ہوتی ہے۔

تاجدارِ مدینہ ﷺ کی مختصر سوانح

مورخین لکھتے ہیں کہ آپ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بنو سعد میں پانچ سال زیر تربیت رہے۔ ماں کا انتقال مقام ابوا میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ ماں کے انتقال کے بعد کفالت دادا عبدالمطلب نے کی۔ پھر دادا کے انتقال کا حادثہ پیش آیا۔ اس

وقت آپ کی عمر ۸ سال کی تھی۔ پھر آپ کے چچا ابوطالب نے تربیت و کفالت کا بار اٹھایا۔ چچا ہی کے ساتھ شام کا سفر بھی کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ جب ۲۵ برس کے ہوئے تو حضرت خدیجہؓ کی طرف سے تجارت کرنے کے لئے نکلے۔ اسی سال خدیجہؓ سے شادی بھی ہو گئی۔

قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا پلان بنایا تو آپ کو فیصل اور حکم تجویز کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت و رسالت کی نعمت ملی۔ چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۱ دن کی تھی۔ ابوطالب کے انتقال کو تین ہی دن گزرے تھے کہ حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ تین ماہ بعد آپ زید بن الحارثہؓ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں ایک ماہ قیام فرما کر مطعم بن عدی کے پڑوس میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ جس وقت آپ کی عمر پچاس سال کی ہوئی تو نصیبین کے جنات کا وفد آیا وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ جب آپ ۵۱ سال ۹ ماہ کے ہوئے تو شب معراج کا واقعہ پیش آیا۔ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کا سانحہ پیش آیا تو اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال کی تھی اور یہ غالباً بعثت و نبوت کا ۱۳واں سال تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ چودھواں سال تھا۔ ہجرت میں آپ کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ اور عامر بن الفیرہ غلام عبداللہ بن اریقہؓ راہبر بھی تھے۔ یہی ہجرت کا سال اسلامی تاریخوں میں اصل الاصول سمجھا جاتا ہے۔ اسی سال جناب رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان بھائی چارگی و اخوت کا درس دیا اور سیدنا علی مرتضیٰؓ کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اسی سال اور بھی کارہائے نمایاں وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً حالت اقامت میں پوری نمازیں پڑھی گئیں۔ سفر میں رخصت دے دی گئی۔ سیدنا علی بن ابی طالب کا نکاح اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے کر دیا گیا۔

اس کے بعد زندگی میں ہجرت کا دوسرا سال شروع ہو جاتا ہے۔ غزوہ ودان، غزوہ بواط، غزوہ العشیرہ اور بدر الاولیٰ بھی پیش آئے (ودان ایک جگہ کا نام ہے۔ بواط مقام بیعت رضوان سے ایک جانب میں واقع ہے اور بدر الاولیٰ جمادی الاخریٰ میں ہوا) غزوہ بدر الکبریٰ۔ جس میں قریش کے بڑے بڑے سورا، ہمدان، نوجوان دلیر سپاہی کفار قتل کر دیئے گئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرما کر عزت بخشی۔ غالباً یہ غزوہ ۱۳ رمضان بروز جمعہ کو ہوا۔

غزوہ بنی مسیم ماہ ذی الحجہ میں پیش آیا جس میں آپ ﷺ ابوسفیان کا تعاقب کر رہے تھے لیکن وہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ ہجرت کے تیسرے سال غزوہ بنی غطفان غزوہ نجران، غزوہ قیقاع، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد وغیرہ پیش آئے۔ چوتھے سال غزوہ بنی اضمیر اور غزوہ ذات الرقاع رونما ہوئے۔ پانچویں سال غزوہ دومتہ الجندل و غزوہ خندق اور غزوہ بنو قریظہ پیش آیا۔ چھٹے سال غزوہ بنی لحيان و غزوہ بنی المصطلق ہوئے۔ ساتویں سال منبر بنایا گیا۔ غزوہ خیبر اور فدک کا واقعہ بھی پیش آیا۔ فدک کا واقعہ تو مشہور و معروف ہے اور فدک صرف حضور اکرم ﷺ کے لئے مخصوص تھا۔ ہجرت کے آٹھویں سال غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف اور ہوازن کے مال و دولت کی تقسیم وغیرہ ہوئی۔ نویں سال غزوہ تبوک، دسویں سال حجۃ الوداع نبی کریم ﷺ کا آخری تاریخی حج مبارک ہوا جس میں آپ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹوں کو نخر کیا، ۶۳ غلام آزاد کئے اور اتنے ہی سال آپ نے دنیا کی زندگی گزاری۔ پھر آپ کا گیارہویں سال انتقال ہو گیا۔ آپ کے در بدر بیچ الاول کے شروع ہی میں ہونے لگا تھا۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول کو آپ پردہ فرما گئے۔ کل عمر آپ کی ۶۳ سال کی ہوئی۔ اس طور پر مدینہ منورہ میں قیام کی مدت دس سال ہو جاتی ہے (جس کا تذکرہ بطح کے عنوان میں ہو چکا ہے)

آپ ﷺ کی تمام اولادیں ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئیں۔ الایہ کہ باندی ماریہ قبطیہ سے ایک صاحبزادہ ابراہیم نام کا پیدا ہوا۔ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے طیب، طاہر، قاسم، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ اولادیں پیدا ہوئیں۔ (اسلام اللہ و رضوان علیہم اجمعین)

آپ کے تمام صاحبزادوں کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ نے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کسی سے نکاح نہیں کیا۔ خدیجہ کے انتقال کے بعد سودہ بنت زمعہ اور عائشہ بنت ابی بکرؓ سے بھی نکاح کر لیا۔ پھر بعد میں آپ نے کنواری اور دو شیرہ عورتوں میں سوائے عائشہ کے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کا انتقال خلافت معاویہؓ ۵۸ھ میں ہوا۔ کل عمر ۶۷ سال کی ہوئی۔ پھر آپ نے تیسرے سال حفصہ بنت عمر فاروقؓ سے رشتہ زوجیت جوڑ لیا۔ حفصہ کا انتقال خلافت عثمانؓ میں ہوا۔ اس کے بعد زینب بنت خزیمہ سے نکاح کر لیا۔ یہ آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں۔ گویا آپ کی حیات مبارک میں سوائے زینب بنت خزیمہ اور خدیجہ الکبریٰ کے کسی اور بیوی کا انتقال نہیں ہوا۔ پھر آپ نے چوتھے سال ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا۔ ان کی ماں عاتکہ نامی آپ کی رشتہ میں چچی ہوتی ہیں۔ ان کا انتقال بھی ۵۹ھ خلافت امیر معاویہؓ میں ہوا۔

بعض اہل علم نے ۱۱۰ھ میں انتقال کی تاریخ درج کی ہے۔ مزید یہ بھی لکھا ہے کہ یوم عاشورہ میں انتقال ہوا۔ جس دن سیدنا حسینؑ شہید کر دیئے گئے تھے۔ پھر آپ نے پانچویں سال زینب بنت جحش سے شادی کر لی۔ ان کا انتقال ۲۰ھ خلافت فاروقؓ میں ہوا۔ گویا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلی بیوی ہیں جو وفات رسول کے بعد انتقال کر گئیں۔ اس کے بعد آپ نے رملہ بنت ابی سفیان جن کو ام حبیبہ بھی کہا جاتا ہے سے نکاح کر لیا۔ ان کا انتقال بھی خلافت معاویہؓ ۴۴ھ میں ہوا۔ پھر بعد میں آپ نے جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ سے نکاح کیا۔ ان کا انتقال بھی خلافت معاویہؓ ۵۶ھ میں ہوا۔ سب سے بعد میں آپ نے میمونہ بنت الحارث سے نکاح کیا جن کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا۔ گویا جناب رسول اللہ ﷺ نے ۹ بیویوں سے رشتہ زوجیت نبھا کر وصال فرمایا۔

البرذون

ٹٹو۔ گھوڑا یا ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع برازین اور گھوڑی کے لئے برزومتہ استعمال کرتے ہیں۔ کنیت ابو الاخطل ہے اس لئے کہ اس کے کان لٹکے ہوئے رہتے ہیں بخلاف عربی گھوڑوں کے۔
دمیری کہتے ہیں کہ برذون وہ گھوڑے یا ٹٹو ہیں جن کے والدین عجی ہوتے ہوں۔ الاعجمی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو صاف اور رشتہ کلام پر قادر نہ ہوں۔ چاہے وہ عربی النسل ہوں یا غیر عربی۔ اس لئے زیادہ بن ابیہ کو بھی عجی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کی زبان میں لکنت تھی اگرچہ وہ عربی النسل تھا۔ عجم کا لفظ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم صلوة النهار عجماء۔

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دن کی نمازیں گوگی (خاموش) پڑھی جائیں۔“

دن کی نماز کو عجماء اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خاموشی سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں قرأت نہیں کی جاتی۔ لیکن امام نوویؒ نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے۔ العجمی والا عجمی اس کو کہا جاتا ہے جو گفتگو کرنے پر قادر نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔

قال صلى الله عليه وسلم العجماء جرحها جبار - (الحديث)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں کا نقصان کیا ہوا معاف کر دیا گیا ہے۔“

عجماء کھلے ہوئے اور آزاد جانوروں کو کہتے ہیں ورنہ اجماع یہ ہے کہ یہ لفظ سائق اور قائد دونوں جانوروں میں شامل ہے۔ صاحب منطق الطیر ان کہتے ہیں کہ ٹٹو بولنے وقت یہ کہتا ہے:

اللهم انی اسالک قوت یوم بیوم۔

”اے اللہ میں روز بروز قوت میں اضافے کا طلب گار ہوں۔“

ٹٹو کا احادیث رسول میں تذکرہ روایت میں ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان فی بالترک وقد اتتکم علی براذین مجدعة الاذان حتی تربطها بشط الفرات - (رواہ الحاکم)

”عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں ترک میں تھا اور وہ تم لوگوں پر کنکٹے ٹٹوؤں پر سوار ہو کر حملہ کر رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے دریائے فرات کے کنارے پر باندھ دیئے تھے۔“

دوسری روایت میں ہے:-

”ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ مروان کے پاس سے گزرے اس حال میں وہ مدینہ میں اپنا گھر تعمیر کر رہے تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور مزدور کام کر رہے تھے۔ میں نے کہا تم مضبوط بناؤ اور دور کی امیدیں رکھو اور جلد ہی مرجاؤ۔ مروان نے کہا۔ ابو ہریرہؓ مزدوروں سے گفتگو کر رہے ہیں۔ اے ابو ہریرہؓ! تم ان سے کیا باتیں کر رہے ہو؟ ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ مضبوط بناؤ، دور کی امیدیں کرو اور جلد ہی مرجاؤ۔ اے خاندان قریش! (کم از کم) تین مرتبہ تم یاد کر لیا کرو کہ تم کل کیسے تھے اور آج تم کیسے ہو گئے۔ تم اپنے فارس اور روم کے غلاموں سے خدمت لیتے ہو اور سفید آلے کی روٹی اور فربہ گوشت کھاؤ۔ تم میں سے بعض بعض کو نہ کھائے اور تم آپس میں ایک دوسرے کے ٹٹو کی طرح دانت نہ کاؤ۔ آج تم چھوٹے ہو کل بڑے بن جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اگر کسی کا دنیا میں ایک درجہ بلند کرتے ہیں تو آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتے ہیں۔“

سراج الوراق نے گھوڑے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے:-

لصاحب الاحباش بزذنة بعيد العهد عن القرط

ترجمہ:- جشیوں کے پاس ایک ٹٹو (بادہ ٹٹو) ہے جو بالی سے پرانی معلوم ہوتی ہے۔“

اذا رأی خیلا علی مربط تقول سبحانک یا معطی

ترجمہ:- جب وہ بارہ میں کسی گھوڑے کو دیکھتی ہے تو کہتی ہے اے دینے والے تیری ذات پاک ہے۔“

تمشی علی خلف اذا مامشت کانما تکتب بالقبطی

ترجمہ:- جب وہ چلتی ہے تو پیچھے کی جانب چلتی ہے گویا وہ قبطی زبان میں لکھتی ہے۔“

جاظ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی سے میں نے سوال کیا کہ کس جانور کی خوراک زیادہ ہوتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ دودھ پلانے والی ٹھوکیا (مادہ ٹٹو)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹوپر سوار ہو کر آیا اس کے سر پر عمامہ تھا اس کا ایک شملہ دو مونڈھوں کے درمیان لٹک رہا تھا۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے ان کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنو قریظہ کے بارے میں کر گزروں۔“

سیدنا عمر فاروقؓ کی شام میں آمد | الکامل میں ۱۱۱ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب بیت المقدس فتح ہو گیا تو آپ شام چار مرتبہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ دوسری مرتبہ اونٹ پر آئے۔ تیسری مرتبہ ارادہ کیا لیکن راستہ سے لوٹ آئے اس لئے کہ شام میں طاعون کی وباء پھیل گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ ساتھ ساتھ حکام کو اس بات کی ہدایت کر دی تھی کہ وہ مقام جابیہ میں ملاقات کریں گے۔ چنانچہ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ نے اس میں لنگڑا ہٹ محسوس کی۔ فوراً اتر پڑے تو آپ کے لئے ایک ٹولایا گیا۔ سوار ہوتے وقت وہ شوخی کرنے لگا تو آپ اس سے بھی اتر گئے یا دوسری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا سارا کبر و غرور نکال دے گا۔ اس کے بعد آپ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ پھر آپ کبھی کسی ٹوپر سوار نہیں ہوئے۔

علماء لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا عمر فاروقؓ بڑھنے لگے شام کا ارادہ کیا تو مدینہ میں اپنا قائم مقام سیدنا علیؓ ابن ابی طالب کو بنا دیا۔ علیؓ نے آپ سے کہا کہ آپ خود بخود اس کتے کے پاس جا لے رہے ہیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ میں عباسؓ کی زندگی میں ہی جہاد کی پہل کر رہا ہوں۔ ورنہ عباسؓ کی وفات کے بعد فتوں کے دروازے کھل جائیں گے جس طرح کی رسی کھل جاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا عباسؓ کا انتقال خلافت عثمان بن عفانؓ کے چھٹے سال ہو گیا اور فتنے کے دروازے کھل گئے۔ شر و فساد رونما ہو گئے۔ جیسا کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کی پیشین گوئی تھی۔

ابو اللہ ذیل کی سرگذشت کا ایک عجیب و غریب واقعہ | میروخ ابن خلکان نے ابوہذیل محمد بن اللہذیل الطلاف البصری جو مذہب اعتزال میں بصرہ کے شیوخ میں تھے ان کی سوانح حیات کے ذیل

میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ خود ہی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے وطن بصرہ سے ٹوپر سوار ہو کر مامون الرشید کے دربار میں بغداد کا سفر کیا۔ راستے میں ہر قل کے عبادت خانے سے گزر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی عبادت گاہ کی دیوار سے بندھا ہوا ہے۔ میں نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر غور سے دیکھا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ کیا تم معترزی ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ میں معترزی ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم میرے سامنے ہونا میں نے کہا۔ جی ہاں میں آپ کے سامنے ہوں۔ پھر اس نے کہا کیا تم ابو اللہ ذیل الطلاف ہو؟ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں میں ہی ابو اللہ ذیل ہوں۔ اس نے کہا کیا نیند میں لذت ملتی ہے؟ میں نے کہا ہاں ملتی ہے۔ اس نے کہا کب ملتی ہے؟ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ لذت نیند کے ساتھ ملتی ہے تو غلط ہے اس لئے کہ نیند سے تو عقل جاتی رہتی ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ لذت سونے سے قبل ملتی ہے تو

بھی غلط، اس لئے کہ لذت کا وجود نہیں ہوتا، معدوم رہے گی اور اگر کتنا کہ لذت نیند کے بعد ملتی ہے تو بھی غلط بات ہو جاتی، اس لئے کہ لذت کے احساس کا علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں لا جواب ہو گیا۔

ابوالنذیل کہتے ہیں کہ میں نے پھر انہی سے یہ گزارش کی کہ میں جواب دینے سے عاجز ہوں۔ آپ ہی جواب دیجئے مجھے بھی اس کا علم ہو جائے گا اور جہاں کہیں بھی بیان کروں گا آپ ہی کے حوالے سے بیان کروں گا۔ تو اس شخص نے یہ کہا کہ میں اس شرط کے ساتھ اس کا جواب بتا سکتا ہوں کہ تم اس عبادت گاہ کے مالک کی بیوی سے یہ گزارش کرو کہ وہ میری پٹائی نہ کرے۔ چنانچہ ابوالنذیل نے اس کی بیوی سے گزارش کی تو اس نے منظور کر لیا۔ پھر اس دیوار سے بندھے شخص نے کہا کہ بھائی سنو کہ او نگھ تو ایک بیماری ہے جو بدن میں سرایت کر جاتی ہے اس کی دوا نیند ہے۔

ابوالنذیل کہتے ہیں مجھے اس کا جواب بہت پسند آیا۔ جس وقت میں واپس ہونے لگا تو اس نے کہا ابوالنذیل ذرا ٹھہرو اور میرے سوال کو غور سے سنو۔

دوسرا سوال جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ امین تھے آسمان اور زمین کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ ابوالنذیل نے کہا کہ ہاں ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ان کی امت کے بارے میں تمہیں اختلاف و انتشار پسند ہے یا اتحاد و اتفاق۔ ابوالنذیل نے کہا اختلاف نہیں بلکہ اتحاد و اتفاق پسند ہے۔ اس نے کہا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

”ہم نے آپ کو عالم کے لئے مجسمہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

تو حضور ﷺ کا مرض الوفا میں کیا حال تھا۔ جو کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے آپ نے وصیت بھی کی تھی اور امت کو اس معاملہ میں ترغیب بھی دی تھی۔

ابوالنذیل کہتے ہیں کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکا میں نے اسی سے کہا کہ آپ ہی اس کا جواب دیں (لیکن میں اب تک یہ معلوم نہیں کر سکا تھا کہ آخر یہ شخص کون ہے؟)

میں فوراً ٹھوکار خ موٹر کر خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا۔ ان کو سارے حالات بتائے۔ خلیفہ مامون الرشید نے اس شخص کو اسی حالت کے ساتھ حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ وہ شخص حاضر کر دیا گیا۔ تو اس سے مخاطب ہو کر مامون الرشید نے کہا کہ ہاں اب تم مجھ سے وہی سوالات کرو جو تم نے ابوالنذیل سے دریافت کئے ہیں۔ اس نے سارے سوالات دہرائے۔ مامون الرشید کی مجلس میں بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے تھے کوئی جواب نہ دے سکا تو مامون الرشید نے کہا بھائی تیرے ان سوالات سے بھی حیران ہیں تم خود ہی جواب دو۔ تو اس شخص نے کہا سبحان اللہ! میں ہی سوالات کروں اور میں ہی جواب دوں۔ مامون الرشید نے کہا ارے یہ کون سے مشکل بات ہے کم از کم تمہی سے ہمارا فائدہ ہو جائے۔

اس دیوار سے بندھے شخص نے کہا بہت اچھا امیر المومنین قیمل حکم کرتا ہوں۔ آپ یوں سمجھئے کہ اللہ جل شانہ نے تمام ہونے والی چیزوں کو ازل ہی میں لکھ کر قضاء قدر کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد اپنے محبوب نبی ﷺ کو بھی مطلع کر دیا۔ اب اس کے بعد ان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان سے کسی قسم کا گناہ یا خلاف ورزی سرزد ہو۔ جب اتنی بات ثابت ہو گئی تو تمام معاملات و امور

کو قضائے الہی کے سپرد کر دیا گیا۔ اس لئے کہ وہی ہو کر رہے گا جو مقدر کر دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ والا اور قوت دار خدا ہے اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور نہ اس کے نافذ کردہ امور میں کوئی نکتہ چینی کرنے والا ہے۔

مامون الرشید کو اس کی بات بہت پسند آئی۔ اسی دوران مامون الرشید کو کوئی بات یاد آگئی تو وہ گھر کے اندر داخل ہو گئے تو اس شخص سے ایک مجنون نے کہا اے بد زبان تم نے ہمیں سے فائدہ اٹھایا اور ہمیں سے بھاگتے ہو۔ یہ دونوں بات کر رہی تھے کہ اچانک مامون الرشید آگئے۔ فرمایا کہ اچھا تم ہم سے کیا انعام لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ایک ہزار اشرفیاں۔ مامون الرشید نے کہا اتنی کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ میں انہیں اپنے کام میں لاؤں گا۔ چنانچہ انعام دیئے جانے کا حکم دے دیا گیا۔ انعام لے کر وہ واپس ہو گیا۔ الوالہذیل الحلاف کا انتقال ۲۲ھ میں ہوا۔ (وفیات الاعیان)

اہل علم لکھتے ہیں کہ اوگٹھ سر میں، غوندگی آنکھ میں، نیند قلب میں طاری ہوتی ہے اور نوم و نیند تو اس ثقیل غشی کو کہتے ہیں کہ جو قلب میں طاری ہوتی ہے جس سے اشیاء کی معرفت اور دیگر چیزوں کا امتیاز نہیں ہو پاتا۔ چونکہ نیند اور اوگٹھ نقص ہے تغیر ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام نقائص سے پاک ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ۔ (بقرہ)

”اللہ تعالیٰ کو نہ نیند آتی ہے نہ اوگٹھ طاری ہوتی ہے۔“

خالد بن صفوان ابو العباس سفاح کے دربار میں | امام ابو الفرج الجوزی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خالد بن صفوان ابی خلیفہ ابو العباس سفاح کے دربار میں تشریف لائے۔ اس وقت خلیفہ تنہا بیٹھے

ہوئے تھے۔ خالد نے کہا اے امیر المومنین! جب سے آپ نے مسند خلافت کو زینت بخشی ہے اس وقت سے میں یہ تنہا کرتا رہا کہ آپ ہی کی موجودگی میں تنہا جا کر آپ کے بارے میں کچھ تخیلات قائم کروں۔ اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اپنی اس خواہش کی تکمیل کر لوں۔ اور آپ دروازے پر ایک دربان کو ہدایت کر دیں کہ وہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دے۔ امیر المومنین سفاح نے دربان کو اس کا حکم دیا کہ وہ ایسا ہی کرے۔

تھوڑی دیر کے بعد خالد بن صفوان خلوت سے جلوت میں آگئے۔ کہا کہ اے امیر المومنین میں نے آپ کے بارے میں خوب سوچا۔ آخر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ ایک منفرد بادشاہ ہیں۔ آپ سے زیادہ کسی نے عورتوں سے زیادہ لطف نہیں اٹھایا اور نہ کسی کو اتنی زیادہ قدرت تھی اور آپ کا تو کیا کہنا۔ آپ کے اندر یہ بھی امتیاز ہے کہ آپ نے عالمی پیمانے پر ایک عورت کا انتخاب کیا۔ آپ دونوں کے تعلقات کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جاتی ہے تو آپ بھی بیمار پڑ جاتے ہیں۔ اگر وہ کیس چلی جاتی ہے تو آپ بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ جب وہ حیض کے ایام گزارتی ہے تو آپ بھی روزے سے ہو جاتے ہیں باندیوں تک سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ حالانکہ آپ کے پاس ایسی ایسی باندیاں ہیں جن کی طرف انسان کا میلان ایک فطری بات ہے مثلاً سفید، خوب صورت، گندم گوں باندیاں ہیں۔ اسی طرح بعض وہ بھی ہیں جو سونے کی طرح زرد اور بعض باندیاں سرخ لب دالی ہیں۔ کچھ باندیاں یمامہ و مدینہ کی ہیں جن کے کلام میں شگفتگی حاضر جوابی جیسی خصوصیات ہیں جن کو دیکھتے ہی شہوت بھڑک اٹھتی ہے۔

سفاح نے کہا آج تم نے مجھ سے اتنی دلچسپ باتیں کی ہیں کہ میں بے انتہا محظوظ ہوا۔ خدا کی قسم تم نے اس قسم کی گفتگو اس سے قبل کبھی نہیں کی۔ ایسی باتیں تو تم مجھ سے بار بار کرو۔ خالد بن صفوان نے پھر اسی قسم کی دلچسپ باتیں کیں اور اس انداز سے

تیں کیں کہ سفاح کو از سر نو لطف ملتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد سفاح نے خالد سے کہا کہ اچھا اب جا سکتے ہو۔ چنانچہ خالد دربار سے ٹھہ کر چلے گئے۔

ابوالعباس سفاح پھر انہی خیالات میں گم سم ہو گئے۔ بس سفاح اسی حالت میں تھا کہ اچانک ان کی بیوی ام سلمہ آگئیں جن سے سفاح نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی باندی سے لطف اندوز نہیں ہوں گے اور نہ کسی دوسری عورت سے شادی کریں گے۔ چنانچہ حسب وعدہ سفاح نے اس کو نبھانے کی کوشش بھی کی۔

ام سلمہ نے جب یہ محسوس کیا کہ سفاح اس وقت فکر مند معلوم ہوتے ہیں تو سوال کیا کہ اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ آج آپ متفکر کیوں ہیں؟ کیا کوئی مزاج کے خلاف بات ہو گئی تو سفاح نے کہا نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔ ام سلمہ کے اسرار کرنے پر سفاح نے خالد بن صفوان سے ہم کلام ہونے کی اطلاع دی اور جو باتیں خالد نے کی تھیں وہ بھی بیان کیں۔

ام سلمہ نے کہا۔ آپ نے اس حرام زادے کی باتیں سن لیں اور محفوظ بھی ہوئے۔ سفاح نے کہا اس نے میری خیر خواہی کی اور تو اسے گالی دے رہی ہے۔ برا بھلا کہتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد ام سلمہ غلاموں کے پاس گئی اور انہیں حکم دیا کہ وہ خالد بن صفوان کی پٹائی کر دیں۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ جس وقت میں امیر المومنین سفاح کے دربار سے دلچسپ گفتگو کر کے اٹھا تو ذہن میں یہ بات تھی کہ سفاح مجھ سے خوش ہو گیا ہے اور ضرور کچھ نہ کچھ انعام بھی دے دے گا۔ اس خیال میں گمن میں گیٹ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمی مجھے پوچھتے پوچھتے میرے پاس آئے۔ اس وقت انعام کی بات کا اور یقین ہو چلا کہ شاید یہ لوگ انعام کی خوش خبری دینے کے لئے آ رہے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں ہی خالد بن صفوان ہوں۔ بس یہ سننا تھا کہ ایک شخص لکڑی لے کر مارنے کے لئے میری طرف بڑھا۔ میں اس کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا اور فوراً ٹنپور سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ چند دن چھپا رہا اور میں خوب جانتا تھا کہ یہ سازش ام سلمہ امیر المومنین سفاح کی بیوی کی ہے۔ خالد کہتے ہیں کہ ایک دن میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک پھر کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ تمہی نے امیر المومنین کے سامنے دلنشین باتیں کی ہیں۔ میں اس وقت یہ سمجھا کہ اب تو میری موت آگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔ یہ بھی خیال آیا کہ مجھ جیسے بوڑھے آدمی سے زیادہ یہ معاملہ کبھی نہ ہوا ہو گا۔ کچھ دنوں کے بعد امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوا دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور دوسری جانب کچھ باریک پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ مجھے کسی کے چھپے رہنے کا احساس ہوا۔ اتنے میں سفاح نے مجھے بٹھالیا اور کہا کہ اے خالد! تم نے میرے سامنے کچھ اوصاف بیان کئے تھے۔ پھر انہیں دوبارہ بیان کرو۔ تو میں نے کہا بہت اچھا حضور والا! ابھی بیان کرتا ہوں۔ سنئے اہل عرب کے نزدیک (ضرة) (سوکن) کا لفظ ضرر و نقصان سے مشتق مانا گیا ہے اس لئے کہ اگر تمہیں کے پاس ایک سے زائد بیوی ہو تو وہ نقصان میں رہتا ہے اور اس کی زندگی مکدر ہو جاتی ہے۔ سفاح نے کہا خالد یہ تمہارا وہ کلام معلوم نہیں ہوتا۔ خالد نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے اے امیر المومنین! بلکہ میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ تین قسم کی عورتیں سخت قسم کے مردوں پر مسلط ہو جائیں گی جن کا مشغلہ عیب جوئی کرنا ہوتا ہے۔ سفاح نے کہا اگر تم نے اس قسم کی بات حضور سے سنی ہے تو وہ تم سے بری ہیں۔ خالد نے کہا ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے سمجھا۔ خالد نے مزید کہا کہ حضور والا میں نے آپ کو اس سے بھی آگاہ کیا تھا کہ چار قسم کی عورتیں اپنے شوہروں کی عیب جوئی کریں گی۔ ضرور و فتن سے بھرپور ہوں گی اور شوہروں پر ناپسندیدگی کا اظہار کریں گی۔

سفلح نے کہا خالد میں نے تم سے یہ پہلی بار نہیں سنا بلکہ اس سے قبل بھی سن چکا ہوں۔ خالد نے اس کا بھی اقرار کیا۔ سفلح نے کہا کیا تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو؟ خالد نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ امیر المؤمنین خدا کی قسم! بارہ باندیاں بالکل مردوں کی طرح ہوتی ہیں سوائے اس کے کہ ان کے خضیہ نہیں ہوتے۔

خالد کہتے ہیں کہ یہ کہتے ہی پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر میں نے سفلح سے کہا کہ حضور والا! آپ کے پاس کیا کی ہے آپ کے پاس تو قریش کی خوب صورت عورتیں ہیں۔ آپ ان خوب صورت عورتوں اور باندیوں کی طرف دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں۔

خالد کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد پھر پردے کے پیچھے سے یہ آواز آئی کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ اے چچا! یہ ساری گفتگو تم نے کی ہے لیکن تیری باتیں معلوم نہیں ہوتیں اور جو بات تمہارے دل میں تھی وہ باتیں نہیں کیں۔

سفلح نے کہا خالد تمہیں خدا قتل کر دے۔ خالد کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفلح کی بیوی ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک ٹو جو زین سے آراستہ و پیراستہ تھا بطور ہدیہ میری طرف بڑھا دیا۔ (کتاب الاذکیاء)

ٹٹو کا شرعی حکم | ٹٹو کا شرعی حکم حلت یا حرمت کے بارے میں عام گھوڑوں ہی کی طرح ہے۔

ٹٹو کے طبی فوائد | اگر کسی عورت نے ٹٹو (برزون) کا خون پیا تو وہ کبھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اس کی میٹگنیاں یا براز پیٹ سے مرا ہوا بچہ اور جھلی کو باہر نکال دیتا ہے۔ اسی طرح اس کے براز کو خشک کر کے ناک میں چھڑک لے تو نکسیر بند ہو جائے گی۔ اسی طرح زخموں پر چھڑکنے سے خون بند ہو جاتا ہے۔ ٹٹو کی چربی کی مالش نقرس اور عرق النساء کے لئے مفید ہے۔

تعبیر | ٹٹو خواب میں ایک مقابل خصم کی شکل میں آتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ غلام یا عجمی آدمی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے ٹٹو بہت سے عجمی مردوں کی شکل میں آتے ہیں اور کبھی کبھی خواب میں ٹٹو آجانے سے عورت سے تعبیر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے ٹٹو کی چوری کر لی ہے تو گویا وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے گا اور اگر کسی نے اپنے ٹٹو کو ضائع کر دیا ہے تو گویا اس کی عورت نافرمان اور فاجر ہوگی۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ ٹٹو پر سوار ہے حالانکہ اس کی عادت عربی گھوڑوں پر سوار ہونے کی ہے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ اس آدمی کا مرتبہ کم ہو جائے گا۔

البرغش

برغش مچھری ایک قسم کا نام ہے مندرجہ ذیل اشعار حافظ ذکی الدین عبدالعظیم نے شیخ ابوالحسن المقدسی کے بارے میں کہے ہیں اور المقدسی امام بن دقیق العید کے والد محترم کا نام ہے جن کی وفات اداکل شعبان ۳۲۱ھ قاہرہ میں ہوئی۔

ثلاث باآت بلینابھا البق والبرغوث والبرغش
ترجمہ:- تین دباؤں میں ہم مبتلا کر دیئے گئے ہیں وہ بق، برغوث، برغش ہیں۔ (یہ مچھروں کے نام ہیں)

ثلاثة اوحش ما فی الوردی یا لیت شعری ایہا اوحش
ترجمہ:- دنیا میں تین وحشی ہیں۔ کاش کہ مجھے علم ہو تاکہ کون زیادہ وحشی ہے۔

البرغن

برغن نیل گائے کے بچے کو کہتے ہیں (باورغین دونوں میں زیر اور پیش دونوں پڑھ سکتے ہیں)

البرغوث

برغوث پسو کو کہتے ہیں اس کی جمع براغیث آتی ہے۔ باپر پیش زیر سے زیادہ مشہور ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں (اکلونی البراغیث) مجھے پسوؤں نے کھالیا۔ یہ زبان بنی طے کی ہے جو باضابطہ ایک زبان ہے۔ چنانچہ وہ قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں اور یہ قرأت بھی مانتے ہیں۔

واسرو النجوی الذین ظلموا۔ (انبیاء)

”اور ظالموں نے چھپا کر سرگوشی کی۔“

دوسرا ارشاد ہے:-

خشعاً ابصارهم۔

”آنکھیں جھکائے ہوئے۔“

یا مثلاً یہ عبارت:

یتعاقبون فیکم الملائکۃ۔

”ملائکہ کا گروہ ایک کے بعد دوسرا آتا رہتا ہے۔“

اور ان کا قول مسلم شریف میں ہے:

حتى احمر تاعیناه۔

”یہاں تک کہ ان فرشتوں کی آنکھیں سرخ ہوں گی۔“

امام سیبویہ لکھتے ہیں کہ اکلونی البراغیث کی نظیر قرآن کریم میں نہیں ہے اور اسرو النجوی میں ضمیر ہم فاعل ہے اور الذین بدل ہے۔

پسو کی کنیت ابو طافر، ابو عدی، ابو الوثات ہے۔ اسے طامر بن طامر بھی کہتے ہیں۔ پسو کو دینے والے جانوروں میں سے ہے۔ اس پر خدا کا یہ فضل ہے کہ ضرورت پڑنے پر پیچھے کی جانب سے بھی کود پڑتا ہے تاکہ وہ شکار کرنے والے کو دیکھ سکے۔ ورنہ سامنے کی جانب سے کودنے کی شکل میں یہ خود جلدی موت کے جال میں پھنس جائے گا۔

امام جاحظ نے یحییٰ برکی سے نقل کیا ہے کہ پسو بعض چیونٹی کی طرح اڑنے والے جانوروں میں سے ہے۔ یہ دیر تک جفتی کرتا ہے۔ اڑے رہتا ہے، بچے جننے کے بعد بچوں ہی کے غول میں رہتا ہے، اڑتا ہے۔ یہ مٹی اور تاریک جگہوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ پسو کا حملہ زیادہ تر سردیوں کے آخر اور موسم ربیع کے شروع میں ہوتا ہے اور یہ ترچھا ہو کر حملہ کرتا ہے۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ پسو کی شکل ہاتھی کی طرح ہوتی ہے۔ پکڑنے کے دانت بھی ہوتے ہیں اور چوسنے کے لئے سونڈ بھی۔

پسو کا شرعی حکم | پسو کھانا حرام ہے۔ محرم اور غیر محرم سب کے لئے اس کو قتل کرنا مستحب ہے۔ لیکن پسو کو گالی دینے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:-

”جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو پسوؤں کو گالی دیتے ہوئے سن لیا تو فرمایا کہ اسے گالی نہ دیا کرو یہ انبیاء کو نماز فجر کے لئے زیادہ بیدار کرتے ہیں۔“ (رواہ احمد و البخاری و المنزاد و الطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پسوؤں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ نماز فجر کے لئے بیدار کرتے ہیں۔“ (رواہ الطبرانی فی معجم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”ایک مرتبہ ہم لوگ ایک منزل میں مقیم ہو گئے تو پسوؤں نے ہمیں بہت ستایا۔ ہم نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان پسوؤں کو گالی مت دیا کرو اس لئے کہ یہ بہترین جانور ہے اس لئے کہ یہ تمہیں اللہ کے ذکر کے لئے بیدار کرتا ہے۔“ (رواہ الطبرانی فی معجم)

عموم بلوی اور تنگی کی وجہ سے پسو کا تھوڑا خون معاف ہے۔

حافظ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ جب تک زیادہ خون نہ لگا ہو اس وقت تک رعایت ہے۔ اصحاب شوافع کہتے ہیں کہ معمولی خون تو معاف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں الا یہ کہ اسے خود لگایا ہو۔ مثلاً پسو کو اپنے کپڑوں یا بدن پر خود ہی مار دیا ہو۔ اس شکل میں دو صورتیں ہیں۔ صحیح روایت یہی ہے کہ وہ معاف ہی ہے بلکہ اسی طرح ان جانوروں کا بھی یہی حکم ہے جن میں ہوتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے جیسے کھٹل، پسو اور مچھر وغیرہ اور ان کا بھی یہی حکم ہے جو ان کی طرح ہوتے ہیں۔

کسی نے شیخ الاسلام عزالدین بن سلام سے دریافت کیا کہ جس کپڑے میں مچھر کا خون لگ گیا ہو تو کیا اسے گیلیا اور نم پن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا ایسے کپڑے میں پینہ لگ گیا ہو تو بھی پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے بدن نجس ہو جائے گا یا نہیں یا یہ کہ ان تمام صورتوں میں معاف سمجھا جائے گا اور کیا ایسے شخص کو وقت مقررہ سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔

جواب فرمایا ہاں بدن اور کپڑا ایسی صورت میں نجس ہو جائیں گے اور ایسے شخص کو وقت مقررہ ہی پر غسل کا حکم دیا جائے گا۔ ورنہ اس سے قبل غسل کرنا تقویٰ اور احتیاط کی بات ہوگی۔ یہی ہمارے سلف صالحین کا طریقہ تھا۔ یہی لوگ دین کی حفاظت میں سب سے بڑھ کر پابندی کرتے تھے۔ رہا زیادہ خون کا مسئلہ تو بھی علمائے محققین کے نزدیک مطلقاً معاف ہے چاہے وہ خون پینہ کے ذریعہ پھیل گیا ہو یا نہ پھیلا ہو۔ یہی امام نووی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

پسوؤں سے حفاظت کے لئے | فارسی بانس کی چھڑی کو گدھی کے دودھ اور جنگلی بکری کی چربی میں لت پت کر کے گھر کے درمیانی جگہ میں گاڑ دیں۔ پھر ۲۵ مرتبہ یہ پڑھے:-

اقسمت علیکم ایہا البراغیث انکم جند من جنود اللہ من عہد عاد و ثمود و اقسمت علیکم بخالق الوجود الفرد الصمد المعبود ان تجتمعوا الی هذا العود ولکم علی الموائیق والعہود ان لا اقتل منکم والذا ولا مولودا۔

ان شاء اللہ وہ اس لکڑی پر سب جمع ہو جائیں گے۔ پھر انہیں لے کر بغیر مارے ہوئے پھینک دو ورنہ اس کی تاثیر جاتی رہے گی۔ اس کے بعد گھر میں جھاڑو دے کر چالیس مرتبہ یہ پڑھے۔

وَمَا لَنَا أَنْ لَا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْنَا وَسُئِلْنَا وَ عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ۔

یہ عمل کرنے سے پسو پھر نہیں ہوں گے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

امام مالکؒ سے ایک سوال | ایک مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ پسو کی روح کو موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے یا نہیں؟ تو آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ پسوؤں کے بہتا ہوا خون

ہوتا ہے یا نہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ان کے بہتا ہوا خون ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ملک الموت ہی ان کی روح کو قبض کرتا ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

الَّذِي يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا۔

”ان کی موت کے وقت اللہ ہی ان کی روحوں کو سمیٹ لیتا ہے۔“

(آگے چل کر اس سلسلے میں بعض کے بیان میں آجائے گا جو اس بات کی تائید کرے گا)

پسو کی مثالیں اور کہاوتیں | اہل عرب کہتے ہیں ہوا طمر من برغوث وہ پسو سے زیادہ کودتا اچھلتا ہے۔ فلان اظیر من برغوث فلاں پسو سے زیادہ اڑتا ہے۔

پسو سے متعلق اشعار | پسو دستا اور اذیت دیتا ہے۔

پسو کے بارے میں ایک مصری دیہاتی نے کہا ہے۔

بارض الفضل لیل علی یطول

قطال فی الفسطاط لیلی و لم یکن

ترجمہ:- ان کے خیمے میں میری رات لمبی ہو گئی اور کھلے میدان میں مجھ پر رات دراز نہیں ہوئی۔

کما استحلوا ادم الحجاج فی الحرم

الالیث شعری هل ابیتن قتلهم

ترجمہ:- کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ کیا تم نے رات گزاری ہے حالانکہ پسو کے لئے مجھ پر کوئی راستہ نہیں ہے۔

ابوالمہمون مجد الدین الکنانی نے پسو کے بارے میں حیرت انگیز کلام کہا ہے:-

کما استحلوا دم الحجاج فی الحرم

و معشر یستحل الناس قتلهم

ترجمہ:- اور یہ پسو لوگوں کے قتل کو حلال سمجھتا ہے جس طرح کہ حرم میں حاجیوں کے خون کو حلال سمجھ رکھا ہے۔

یدای من دمہ المسفوک غیر دمی

اذا سفکت و ما منهم فما سفکت

ترجمہ:- جب ان میں سے کسی کا خون بہتا ہے تو سوائے میرے خون کے میرے ہاتھ بتتے ہوئے خون میں خون ریز نہیں ہوئے۔

ابوالحسن بن سکرۃ الماشی ایک پرکشش آدمی ابن برغوث کے بارے میں کہتے ہیں۔

متی ما قلت من هو یعشوقه

بلیت ولا اقول بمن لانی

ترجمہ:- میں اس کی محبت میں جتلا ہوا لیکن میں ان کا نام نہیں لیتا۔ اس لئے کہ جب بھی میں نے بتایا کہ وہ فلاں ہے تو لوگ اس پر

فریفتہ ہو گئے۔

حبیبی قد تقی عن رقادی فان اغمضت ايقظی ابوہ
ترجمہ:- وہ ایسا دوست ہے جس نے میری نیند اڑادی ہے اگر کبھی آنکھ بند بھی ہوئی ہے تو اس کے باپ نے مجھے بیدار کر دیا ہے۔
یہ عمدہ اشعار بھی انہی کے ہیں:-

كان خلا لاج في خده للعین فی سلسلۃ من عذار
ترجمہ:- اس کی رخسار کی مسلسل زنجیر میں تل ایسا نمایاں ہوا جیسا کہ آنکھ کے قریب تل نظر آئے۔

اسود يستندم فی جنة قیده مولاہ خوف الفرار
ترجمہ:- جیسے کہ وہ باغ بہشت میں خدمت کرنے کے لئے شیر ہو جسے اس کے آقا نے فرار کے خوف سے مقید کر دیا ہو۔
یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:-

و ما عشقی له وحشا لانی کرهت الحسن و اخترت القبیحا
ترجمہ:- مجھے اس سے عشق وحشت اور تنہائی کی وجہ سے نہیں ہے کہ میں نے حسن کو برا سمجھ کر بد صورتی کو اختیار کر لیا ہو۔
ولکن عزت اھوی ملیحا و کل الناس یھوون الملیحا
ترجمہ:- بلکہ مجھے محض یہ جذبہ تھا کہ میں پرکشش آدمی سے محبت کروں اور ہر شخص پرکشش چیز ہی پر فریفتہ ہوتا ہے۔
یہ بھی ان ہی کے منظوم کلام میں سے ہے۔

تحمل عظیم الذنب ممن تحبه و ان كنت مظلوما فقل انا ظالم
ترجمہ:- تم جس سے محبت کرتے ہو اس کی بڑی خطاؤں کو درگزر کرو اگرچہ تم مظلوم کیوں نہ ہو اپنے کو ظالم ہی سمجھا کرو۔
فانک ان لم تغفر الذنب فی الھوی یفارقک من تھوی وانفک راغم
ترجمہ:- اس لئے کہ اگر تم محبت میں خطاؤں کو درگزر نہیں کرو گے (تو حشر یہ ہو گا) کہ تمہارا محبوب تم سے بدک جائے گا اور پھر تم
ناک محنتوں چڑھاتے پھرو گے۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اخیر کے یہ دو شعر عباس بن الاخف کے ہیں۔ ابن سکرہ کا انتقال ۳۸۵ھ میں ہوا ہے۔
موزی جانوروں سے حفاظت کے لئے | ابن ابی الدنیا لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ افریقہ کے گورنر نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی
خدمت میں کیڑے مکوڑوں اور بچھوؤں کی شکایت کرتے ہوئے تحریر کیا تو آپ نے
جواب تحریر فرمایا کہ تم صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو۔ یہ دعا قاعدہ سے خالی نہیں ہے۔

و مالنا ان لا نتوکل علی اللہ۔ (ابراہیم)

”اور ہمارے لئے کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں۔“

”ان شاء اللہ باب الماء میں اس قسم کی دوسری آیت آئے گی جو فردوس الحکمت سے نقل کی گئی ہے) حضرت ابو الدرداء اور
ابو ذر کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم کو پوچھا جائے کہ تمہاری توبانی کا ایک پیالہ لے کر سات مرتبہ و مالنا الا نتوکل علی

اللہ الایہ پڑھ کر دم کرو۔ پھر یہ کہو اگر تم اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہو تو اپنے شر اور اذیت سے ہم کو باز رکھو۔ پھر اس پانی کو اپنے بستر کے ارد گرد چھڑک دو۔ چنانچہ اس عمل سے تم ان کے شر سے مامون ہو کر رات گزارو گے۔“
(کتاب الدعوات للمستغفری و شرح المامات للمسعودی)

حسین بن اسحق کہتے ہیں کہ پسو سے حفاظت کے لئے یہ عمل کیا جاسکتا ہے کہ گندھک اور راوند کو گھر میں سلگادیں۔ اس سے یا تو پسو مرجائیں گے یا بھاگ جائیں گے۔

دوسرا عمل یہ ہے کہ گھر میں ایک گڑھا کھود کر کنیر کے پتے ڈال دیں تو اس گڑھے میں تمام پسو جمع ہو جائیں گے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر کلونجی کا جو شانہ گھر میں چھڑک دیں تو پسو مرجائیں گے اور کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر سداب کو پانی میں بھگو کر گھر میں چھڑک دیا جائے تو پسو مرجاتے ہیں۔ اسی طرح اگر گھر میں پرانے کتلیں کے کپڑے اور نارنج کے پھلکوں کی دھونی دی جائے تو پسو دوبارہ نہیں ہو سکتے۔

اگر کسی انسان کے دائیں کان میں پسو گھس جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بایں خضیہ پکڑے۔ اگر بائیں کان میں گھس گیا ہے تو بائیں ہاتھ سے دایں خضیہ پکڑ لینے سے جلد ہی باہر آجائے گا۔

خواب میں پسو کمزور دشمن یا نیزہ زن دشمن کی شکل میں آتا ہے۔ نیز کبھی کبھی ادبаш قسم کے لوگوں سے پسو کی خواب میں تعبیر دیتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے دولت نصیب ہوگی۔

البُرا

برا۔ ایک پرندہ کا نام ہے جس کو سبیل بھی کہتے ہیں (ان شاء اللہ تفصیل باب السین میں آجائے گی)

البرقانة

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ برقانة رنگ برنگی ٹڈی کو کہتے ہیں۔ جمع برقان آتی ہے۔

البرقش

برقش چڑیا کو کہتے ہیں جو کہ عصفور، کنجشک کی طرح ہوتی ہے۔ اہل حجاز اسے سرشور کہتے ہیں۔ ابو براقش کا تذکرہ آخر باب میں آجائے گا اور براقش ایک ضرب الفل کتیا کا نام ہے۔ لہٰذا اہل علم نے لکھا ہے کہ فلاں لوگوں کا پتہ کتیا نے بتایا۔ اس لئے کہ وہ جانوروں کے کھروں کی آواز کو سن کر بھونکنے لگی تھی۔ (جن جانوروں پر وہ لوگ سوار تھے) تو لوگوں نے اس کے بھونکنے سے قبیلہ کا

لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ مخصوص قسم کے کتوں میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ سننے اور سونگھنے کی ذرہ بزرگ قوت رکھتے ہیں۔ آج کے سائنسی دور میں کتوں کی ان صلاحیتوں کا بھی فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ آپ نے اکثر پڑھا اور دیکھا ہو گا کہ فلاں جگہ چوری ہو گئی تو کتوں وغیرہ کو لایا گیا جو کہ اپنی مخصوص سونگھنے کی طاقت سے مطلوبہ شخص کی نشان دہی کرتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کی نشان دہی کے لئے کتوں کو کئی کئی میل دوڑنا پڑتا ہے۔

پتہ لگالیا پھر بعد میں لوگوں نے اگلا قدم اٹھایا۔

البركة

آبی پرندہ۔ برکۃ^۱ ایک دریائی چڑیا کو کہتے ہیں اس کی جمع برک آتی ہے۔ چنانچہ زہیر شاعر نے تظاہرندے کے بارے میں کہا ہے کہ جس وقت وہ شکرے کو دیکھ کر بہتے ہوئے پانی میں بھاگ گئی۔

حتى استغاثت بماء لارشاء له بين الاباطح في حافات البرك

ترجمہ:- یہاں تک کہ برکتہ کشادہ نالہ کے بے ڈول پانی میں پناہ گزین ہوئی جس کے ارد گرد کناروں پر ہم جنسوں کا جھنڈ تھا۔

امام لغت ابن سیدہ کہتے ہیں کہ برکتہ آبی پرندہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع برک، ابراہ، ابراہن آتی ہے اور میرے نزدیک جمع الجمع ابراہ و براہن آتی ہے۔ نیز برکتہ مینڈک کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ بعض شرح نے زہیر کے اس شعر کے معانی بتاتے ہوئے برک سے مراد مینڈک لکھا ہے۔ اھ

العباب میں لکھا ہے البرک بیٹھے ہوئے اونٹوں کے غول کو کہتے ہیں۔ واحد بارک اور مونث بارکتہ آتا ہے۔ اھ

البشر

بشر انسان کو کہتے ہیں اس میں واحد، جمع، مذکر و مونث سب برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تشبیہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:-

فَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلًا - (المومنون)

”قوم نے کہا کیا ہم اپنی طرح کے دو آدمیوں کی باتوں پر ایمان لے آئیں گے۔“

اس کی جمع البشر آتی ہے۔

البط

بطخ۔ بطخ آبی پرندہ ہے۔ واحد کے لیے بطۃ استعمال ہوتا ہے۔ ہاء تانیث کے لیے نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے اسی لیے یہ لفظ جنس ہے کہتے ہیں ہذہ بطۃ (یہ بطخ ہے) نر اور مادہ دونوں کے لیے بولتے ہیں۔ جیسے کہ حماحہ اور دجاجة استعمال کرتے ہیں۔ بطۃ کا لفظ عربی نہیں ہے۔ اہل عرب چھوٹی بطخ کو بط اور بڑی بطخ کو اوزة (مرغابی) کہتے ہیں۔ اس کا بھی شرعی حکم وہی ہے جو اس سے قبل بڑی بطخ (اوزة) کے عنوان میں گزر چکا ہے۔

عبداللہ بن اویس کہتے ہیں:-

”کہ میں نحر کے دن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں گیا۔ چنانچہ ہمارے پاس آنے کا چھڑکا ہوا پکا ہوا گوشت لایا گیا۔ ہم نے کہا (اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ٹھیک معاملہ فرمائے اگر ہمارے پاس اس بڑی بطخ کا گوشت لایا جاتا تو زیادہ بہتر تھا) اس لیے کہ

اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر زیادہ رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن زویس! میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کسی بھی غلیفہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے مال میں سے سوائے دو پیالوں کے جائز نہیں۔ ایک پیالہ وہ جسے وہ کھائے اور دوسرا وہ جو لوگوں کے سامنے رکھ دیا جائے۔“ (رواہ الامام احمد)

علی بن زید بن جعدان کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن زید بن جعدان سے ۶۷ھ میں سنا ہے کہ کہتے تھے عورتیں جس وقت اکٹھی ہوتی ہیں تو وہ بالکل بطح کی طرح ہوتی ہیں کہ جب ان میں سے ایک چیختی ہے تو سب چیخ پڑتی ہیں۔ (الکامل لابن عدی)

ایک فقہی مسئلہ | امام ماوردی کہتے کہ جو بطح اوزہ کے مقابلے میں اڑ نہ پاتی ہو اس میں جزا نہیں ہے اس وقت جب کہ آدمی نے ایسی بطح کو قتل کر دیا ہو اس لیے کہ اس کا شمار شکاری چیزوں میں نہیں ہوتا۔

بعض اہل علم نے تخریج کی ہے کہ وہ آبی پرندہ جو پانی میں غوطہ لگا کر نکل پڑتا ہو تو وہ محرم کے لیے حرام ہے پھر انہوں نے بطح کی مثال دی ہے۔ لیکن جو جانور پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی وغیرہ تو ان کا شمار کرنا ناجائز نہیں ہے اور نہ اس میں جزا ہے۔ رہا ہڈی کا معاملہ تو صحیح قول کے مطابق اس کا شمار خشکی کے جانور میں سے ہوتا ہے اس لیے اس کے قتل پر جزا ہے۔

ضرب الامثال | مشہور ضرب المثل ہے اول لبط تہد دین بالشط (ترجمہ) کیا بطح کنارے پر آکر لڑنے کی دھمکی دے رہی ہے (حالانکہ بطح جب بچ دریا میں ہوتی ہے تو تیراکی اور غوطہ زنی کی وجہ سے اسے کچھ سولت مل سکتی ہے جس کی وجہ سے لاف زنی کر سکتی ہے۔ لیکن کنارے پر آکر لڑنے کی کس طرح دھمکی دے رہی ہے۔ اس لیے کہ بطح کی اس دھمکی میں خود اس کے موت نظر آرہی ہے اور لیے کہ کنارے پر آکر وہ کچھ نہیں کر سکتی۔)

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ سلطان نور الدین محمود بن زنگی اور ابوالحسن شان بن سلیمان بن محمد جو راشد الدین کے نام سے زیادہ مشہور تھے اسماعیلی قلعہ کے مالک تھے۔ ان دونوں کے درمیان مراسلت تھی۔ سلطان محمود نے ان کے پاس دھمکی کا خط لکھا کہ شان بن سلیمان نے یہ اشعار اور ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا۔

بالرجال لامری ہال مفظہ مامر قط علی سمعی توقعہ
ترجمہ:- اے لوگو! جن کے معاملہ کی گھبراہٹ خوف ناک ہے کبھی بھی مجھے اس کے حصول کی توقع نہیں ہوئی۔“

یا ذالذی بقراع السیف ہادنا لا قام قائم جنبی حین تصرعہ
ترجمہ:- اے وہ جس نے ہمیں تلوار کی جھنکار سے دھمکی دی ہے جب تم اس سے لڑو گے تو اس کے مقابلہ کے لیے کوئی بھی کھڑا نہ ہوگا۔“

قام الحمام الی البادی یہدہ واستیقظت لاسود الغاب اصبعہ
ترجمہ:- کبوتر باز کو دھمکانے کے لیے کمر بستہ ہوا اور لکڑ بگھا جنگل کے شیروں کے مقابلہ کے لئے چست ہو گیا۔“

اضعی یسد فہم الافعی باصبعہ یکفہ ما قد تلاقی منہ اصبعہ
ترجمہ:- وہ سانپ کا منہ اپنی انگلیوں سے بند کرنے لگا۔ یہی کافی ہے کہ اس نے اپنی انگلیوں کو اس میں ڈال دیا ہے۔“
رقعہ کا مضمون یہ ہے:-

”ہم اجمال و تفصیل سے آگاہ ہیں اس کی عملی اور قولی دھمکی بھی معلوم ہے۔ خدا کی قسم کتنی حیرت کی بات ہے کہ ایک مکھی ہاتھی کے کان میں بھنبھنارہی ہے۔ پھر تماثل سلسلے میں شمار کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کی بات تو پہلے بھی کہی جا چکی تھی لیکن ہم نے پھر ان پر خطرناک حملہ کر دیا تھا۔ ان کا کوئی مدد اور نصرت کرنے والا بھی نہیں تھا۔ اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حق مغلوب اور باطل غالب ہو جائے گا۔ عنقریب کل ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کس طرح کا رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ مزید آپ نے جو یہ کہا ہے کہ ”سنان کا سر کون جدا کرے گا“ اپنے بارے میں یہ کہا کہ ”میرا قلعہ پہاڑ کی طرح مضبوط ہے۔“ تو یاد رکھئے کہ یہ سب جی بسلانے کی باتیں ہیں، خیالات ہی خیالات ہیں جو ہر اعراض کی وجہ سے ختم نہیں ہوتے جس طرح ارواح امراض کی وجہ سے کمزور نہیں ہوتیں۔

بھلا طاقتور اور کمزور، شریف و رذیل میں کتنا فرق ہے۔ اگر ہم ظاہری اور حسی چیزوں کی طرف مائل ہوں اور باطنی و عقلی چیزوں سے کترانے لگے تو پھر ہمارے لئے نبی پاک ﷺ کا اسوہ مبارکہ کافی ہے اس لئے کہ آپ نے فرمایا جتنی مجھے اذیت دی گئی مجھ سے قبل کسی نبی کو بھی اتنی اذیت نہیں دی گئی اور آپ کے خاندان والوں کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا ہے اس سے سب ہی واقف ہیں۔ بہر حال گزشتہ انچہ گزشتہ اللہ ہی کے لئے آخرت کا معاملہ سپرد اور دنیا میں حمد و ثناء ہے۔ اس لئے کہ ہم مظلوم ہیں ظالم نہیں ہیں۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ (بنی اسرائیل)

”آپ کہہ دیجئے حق آگیا اور باطل نکل بھاگا۔ یقیناً جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے۔“

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے سپاہی جنگجو ہیں موت کی پرواہ نہیں کرتے روز موت کے حوض کے کنارے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے:-

فَتَمَتُّوْا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَتُّوْنَ اَبَدًا اِمَّا قَدَمْتُ اَيُّدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ (الجمعه)

”تم اپنے مرنے کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی بھی اپنے مرنے کی تمنا نہیں کر سکتے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“

مثل مشہور ہے ”کیا بلخ کنارے پر آکر لڑنے کی دھمکی دے رہی ہے۔“ بس تو مصائب سے بچنے کے لئے ڈھال تیار کر لے یا اوڑھنی اوڑھ لے اور حملوں سے حفاظت کے لئے کپڑوں کو زرہ بنالے ورنہ میں ضرور تیری فوجوں کے باوجود تیرے ہی علاقہ میں تجھ پر غالب آ جاؤں گا اور تجھ کو اور تیرے لشکریوں کو فنا کے گھاٹ اتار دوں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو تو اپنے کھروں سے موت کا تلاش کرنے والا بن جائے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی ناک کاٹنے والا (چنانچہ یہ تو بڑی شرم کی بات ہوگی)

جس وقت تم کو ہمارا یہ خط ملے تو گھات میں لگ جانا۔ شروع میں نخل کی آیات اور آخر میں سورہ ص کی آیات پڑھ لیتا۔ پھر یہ خط ان دو شعروں پر ختم ہو گیا۔

بنانلت هذا الملك حتى ثالث يوتك فيه واستقر عمودها

ترجمہ:- تم نے یہ ملک ہمیں سے حاصل کیا ہے یہاں تک کہ تیرے گھر کے اثرات راسخ ہو گئے اور ملک مستحکم ہو گیا۔“

فاصبحت ترمینا بنبل بنا استوی مغارسها قدما و فینا جدیدها

ترجمہ:- اب تم ہمیں تیرا نشانہ بنانے لگے اور قدم سے اوگنے کی جگہ برابر ہو گئی اور ہمارے اندر ملک کے لئے نئے حوصلے ہیں۔“
یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن صاحب بلاد المغرب کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ ان کے اور ادقونش ملہ صاحب طلیطلہ کے درمیان مراسلت جاری تھی۔ اسی دوران امیر یعقوب کے پاس ادقونش نے ایک قاصد بھیجا جس کے ذریعہ سے امیر یعقوب کو مرعوب کرنا، دھمکی دینا اور بعض قلعوں کا مطالبہ کیا تھا اور ادقونش نے وزیر ابن التجار کے مشورہ سے جواب بھی لکھا۔ وہ یہ ہے:-

”باسمک اللہم فاطر السموات والارض و صلی اللہ علی السید المسیح روح اللہ و کلمتہ الرسول

الفصیح۔ اما بعد۔

”کسی بھی ہوش مند اور عاقل پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تم امیر الملت المحفیۃ ہو جس طرح کہ میں امیر الملت النصرانیہ ہوں۔“

تمہیں یہ خوب معلوم ہے کہ اندلس کے حکام زلت و کبت اور کاہلی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے رعایا کے معاملات میں غفلت برتنا شروع کر دیا ہے۔ راحت و آسائش اور تمناؤں کی زندگی بخشی ہے۔ ادھر میں انہیں ظلم و زیادتی اور جلا وطنی کی دھمکی دیتا ہوں۔ ان کے بچوں کو قید کر لیتا ہوں، ہماروں کا نمونہ پیش کر کے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتا ہوں۔ اس لئے تمہیں حتی الامکان ان لوگوں کی مدد کرنے میں عذر نہ کرنا چاہیے مزید یہ کہ تمہاری فوج میں تجربہ کار اور آزمودہ لوگ بھرتی ہیں۔

اللہ نے تمہیں ضروری قرار دیا ہے کہ تمہارا ایک آدمی ہمارے دس آدمیوں سے مقابلہ کرے۔ اب اللہ نے یہ جان لیا ہے کہ تم لوگوں میں کمزور لوگ ہیں اس لئے حکم میں تخفیف کر دی ہے۔ اب معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اب ہمارا ایک آدمی تمہارے دس آدمیوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ نہ تم دفاع کر سکتے ہو اور نہ ان کے وار کو روک سکتے ہو۔

ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ جشن منا رہے ہو اور برسرِ پیکار ہونے کا ارادہ ہے۔ ایک سال کے بعد ہر دوسرے سال بیکاری اور ہلاکت کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ ایک پاؤں کو تو آگے بڑھاتے ہو دوسرے کو پیچھے ہٹا لیتے ہو۔ مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ بزدلی نے تمہارے ساتھ تاخیر کی ہے۔ تمہارے رب کا وعدہ جھوٹا ہے۔

مزید کہ میرے بارے میں یہ لب کشائی کی گئی ہے کہ میں دریا کو عبور نہیں کر سکتا اور نہ جنگ پر آمادہ ہو سکتا ہوں۔

اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ جس میں تم کو آرام و سکون ہے میں عذر کرتا ہوں تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ عہد و پیمان کی پابندی کرو اور رہن وغیرہ زیادہ رکھو اور اپنے تمام غلاموں کو معہ ساز و سامان اور سواروں کے ساتھ میرے پاس بھیج دو ورنہ میرا حملہ تم پر ہونے والا ہے۔ پھر میں ایسی جگہ میں حملہ کروں گا جو تمہارے نزدیک معزز جگہ ہوگی۔

اگر جنگ میں تم فتح یاب ہوئے تو مال غنیمت زیادہ حاصل کرو گے اور ایک کثیر تعداد میں مال کے مالک بن جاؤ گے۔ اگر مجھے فتح نصیب ہوگی تو میرا تم پر غلبہ ہو گا۔ دونوں مذہبوں اور ملکوں کا حاکم بن جاؤں گا۔ خدا ہی ارادہ کو پورا کرنے والا ہے۔ وہی سب کا رب

ہے۔ بھلائی اسی کی بھلائی ہے۔“

چنانچہ جب امیر یعقوب کو وہ خط ملا تو پارہ پارہ کر ڈالا اور اس کے ایک ٹکڑے میں یہ لکھ کر بھیج دیا کہ تو واپس آ جا ہم ایک ایسے زبردست لشکر سے لڑیں گے جس سے تمہیں فرار نہیں مل سکتی۔ پھر ہم ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔ اس کا اصل جواب تو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے شنیدہ بات نہیں ہوگی۔
متنبی نے کہا ہے۔

ولا كتب الا المشرفة عنده والارسله الا الخميس العرمم

ترجمہ: اور اس کے فرمان نہیں ہیں مگر اس کی تلواریں اور اس کے قاصد نہیں ہیں مگر لشکر ہائے کلاں (یعنی وہ دشمنوں کے پاس نامہ و پیام نہیں بھیجتا بلکہ اپنی شجاعت سے ان کو مغلوب کر دیتا ہے۔“

تھوڑی دیر کے بعد کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور شہروں سے لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسی دن شہروں میں خیمے نصب کرا دیئے۔ پھر اس نے سمندر کے راستے سے زقاق سبت کی طرف رحلت کرنے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ اندلس تک کو عبور کر لیا۔ بلاد فرنج تک گھس گیا۔ ان کو زبردست شکست دی اور مال غنیمت کو لوٹ کر واپس آ گیا۔

امیر یعقوب کے حالات | امیر یعقوب ایک شریعت پسند حاکم تھا۔ نیکیوں کا حکم دیتے، حدود کو قائم کرتے۔ بلا امتیاز جس طرح کہ عام لوگوں میں حدود قائم کرتے۔ اسی طرح اپنے گھر والوں پر بھی قائم کرتے۔ فقہ کی جزئیات پر زیادہ اعتماد نہ کرتے ورنہ فقہاء کتاب و سنت ہی کی روشنی میں فتویٰ دیتے ہیں۔ جو بھی اجتہاد کرتے ہیں وہ کتاب و سنت و اجماع اور قیاس کے مطابق کرتے ہیں۔

دمیری کہتے ہیں کہ اسی رنگ و ڈھنگ کی ایک جماعت مغرب سے ہمارے پاس آئی تھی جن میں ابو عمر، ابو الخطاب، محی الدین بن العربی، الصوفی مولف فتوحات مکیتہ وغیرہ تھے۔

امیر یعقوب کا انتقال ۶۰۹ھ یا ۶۱۰ھ میں ہوا۔

سلطان محمود کے حالات | ابو الاثیر کہتے ہیں کہ مجھے نور الدین الشہید کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عدل و انصاف کے لئے ایک مکان تعمیر کرایا تعمیر کا محرک یہ بنا کہ اس کے امراء میں اسد الدین شیر کوہ نامی وزیر بھی شامل تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے پر ظلم کرتا گوشہ دار کیوں نہ ہوتے۔ لوگوں کی شکایات کثرت سے آنے لگیں۔ خاص طور پر لوگ فریاد کے لئے قاضی کمال الدین السمرودی کے پاس زیادہ جانے لگے۔ لیکن چونکہ شیر کوہ سب کا امیر تھا اس لئے لوگوں کو اس سے انصاف نہیں ملا۔ لیکن جب یہ بات نور الدین شہید کو معلوم ہوئی تو اس نے دیوان کے تعمیر کا حکم دیا۔ جب شیر کوہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنے نواب سے کہا کہ دیکھو نور الدین صرف میری وجہ سے یہ دیوان تعمیر کروا رہا ہے ورنہ مجھے قاضی کمال الدین کے خلاف کوئی روک نہیں سکتا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے تم میں سے کسی کی وجہ سے دیوان عدل و انصاف میں حاضر کیا گیا تو میں تم کو سولی دے دوں گا۔ تم لوگ آپس میں معافی طلبی کر لو۔“

ابن الاثیر کہتے ہیں کہ نور الدین شہید کے انتقال کے بعد ایک دن ایک آدمی پر ظلم کیا گیا تو وہ پریشان حال ہو گیا۔ اس مظلوم نے فوراً نور الدین شہید کا نام لے کر فریاد کر دی۔ اس بات کی اطلاع صلاح الدین بن یوسف بن ایوب کو ہو گئی تو انہوں نے اس شخص کو محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی فریاد کو سن کر اس کی شکایت کو دور کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مظلوم شخص پہلے سے زیادہ رونے دھونے لگا۔ اس شخص سے لوگوں نے یہ سوال کیا کہ بھائی اب تو پہلے سے زیادہ رونے لگا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں سلطان عادل کی وفات کی وجہ سے رو رہا ہوں۔

نور الدین شہید کا انتقال قلعہ دمشق میں ماہ شوال ۵۶۹ھ کو ہوا۔ مشہور ہے کہ ان کو خوانیق کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اس وقت کے اطباء نے انہیں فصد لگانے کا مشورہ دیا لیکن اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ یہ ایک بارعب بادشاہ تھے۔ انہیں قلعہ ہی میں دفن کر دیا گیا۔ پھر بعد میں انہیں ان کے تعمیر کردہ مدرسہ کی تربت میں سوق الخوامین کے گیٹ کے قریب دفن کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعائے گئے سے قبول ہو جاتی ہے۔ یہ بات آزمودہ اور مجرب ہے۔

سلطان نور الدین عدل گستر، عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار، شریعت کے دلدادہ بادشاہ تھے۔ ان کے مزاج میں بھلائی کا پہلو غالب تھا۔ صدقات وغیرہ کثرت سے کرتے تھے۔ شام کے علاقے میں مدارس کا جال بچھا دیا تھا۔ دمشق میں مارستان کے قریب دارالحدیث اور شہر موصل میں جامع مسجد نوری اور شہر نہا کے قریب جہاں پر نہر عاصی بہہ رہی ہے وہاں مزید ایک مسجد اور تعمیر کرائی۔ اس کے علاوہ صوفیاء کے لئے مسافر خانے، خانقاہیں اور ہوٹل وغیرہ بنادیئے تھے۔ مرنے کے بعد انہوں نے لوگوں پر اچھے نقوش چھوڑے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کفار سے پچاس سے زائد شہروں کو ان کے قبضہ سے نکال کر فتح حاصل کی تھی۔ ان کے بے شمار کارنامے ہیں۔

سلطان ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کا انتقال ماہ صفر ۵۸۹ھ میں ہوا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو قاضی الفاضل نے ان کے صاحبزادے ملک ظاہر (جو حلب کے حاکم تھے) کے پاس ایک رقعہ تحریر کیا جس کا مضمون یہ ہے:-

”دیکھو تم جناب رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے نصیحت حاصل کرو۔ قیامت کا دھماکہ ایک خطرناک دھماکہ ہو گا۔ آنسوؤں نے آنکھ کے حلقے کو کھود ڈالا ہے اور قلوب زخروں تک آگئے ہیں۔ تم نے میرے مخدوم اپنے والد محترم کو اس طرح سے رخصت کر دیا کہ اب دوبارہ نہیں آسکتے تم نے میری طرف سے ان کی تقبیل کی اور انہیں تدابیر سے مغلوب کر کے اللہ کے سپرد کر دیا۔ خدا کرے کہ راضی برضا ہوں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

دروازے میں مسلح لشکر اسلحے اور چوکیدار ہوں گے جو نہ تو مصائب کو روک سکتے ہیں اور نہ قضا و قدر کے خلاف کوئی اقدام کر سکتے ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں دل رنجیدہ ہے۔ ہم لوگ تو سوائے رضائے الہی کے اور کیا کر سکتے ہیں؟ اے یوسف تم ہمیں غم زدہ کر گئے۔ ترکہ کا تو کوئی محتاج نہیں ہے۔ ہمیں مصائب و آلام نے گھیر رکھا ہے۔ ایک دن تو فیصلہ الہی ہو کے رہتا ہے۔ اگر آپ کے بارے میں اتفاق سے پیش آگیا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ مصائب تو آلام تو آتے ہی رہیں گے۔ بس سب سے آسان موت ہی نظر آتی ہے۔ ہر مصیبت سے نجات مل جاتی ہے۔ حالانکہ لوگ موت ہی کو سب سے برا سمجھتے ہیں۔ نظا والسلام۔“

مردم دائرہ سلطنت کے وسعت کے ساتھ تواضع و خاکساری کا پیکر، لوگوں سے قرب و مانوس، رحم دل، شفیق، متحمل مزاج اچھے لوگوں کی طرف میلان رکھتے تھے۔ عمدہ اشعار کی تحسین کرتے بلکہ مجلس میں بار بار گنگنائے۔ اکثر جو اچھے قسم کے اشعار سناتے وہ محمد بن حسین الحمیری کے تھے۔

و زارنی طیف من اھوی علی حذر
ترجمہ: چنل خوروں کے ڈر کے باوجود مجھے خواب میں محبوب کی زیارت ہوئی پھر صبح کے منادی نے اذان دی۔
فکدت اوقظ من حولی بہ فرحا
ترجمہ: قریب تھا کہ مارے خوشی کے اس سوز و گداز کی وجہ سے جو اس سے وابستہ تھا جاگ جاتا اور اس پر میں فریفتہ ہوں اس کا راز کھل جاتا۔

ثم انتہت و اعلیٰ تخیل لی
ترجمہ: لیکن اس کے بعد میں ہوشیار ہو گیا اور مجھے مطلوب کے حاصل ہونے کی امیدیں ہو گئیں۔ آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ میری خوشی افسوس سے بدل گئی۔
بلکہ مرحوم ان اشعار کو بطور تشبیہ پڑھتے۔

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدی
ترجمہ: مجھے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدنے والے پر تعجب ہے بلکہ دین کے بدلے دنیا کے خریدار پر زیادہ حیرت ہے۔
وعجب من ھذین من باع دینہ
ترجمہ: اور ان دونوں سے زیادہ حیرت انگیز وہ ہے جس نے اپنے علاوہ دنیا کے بدلے دین کو فروخت کر دیا یہ شخص ان دونوں سے زیادہ نامراد ہے۔
مرحوم کی عمر تقریباً چھپن (۵۶) سال اور کچھ مہینے تھے۔

البطس

بطس مچھلیوں کے اقسام میں سے خاص قسم کی ہوتی ہیں۔ ان کے مخصوص پتا ہوتا ہے کہ اگر ان سے کچھ لکھ دیا جائے تو خشک ہونے کے بعد دن کی طرح رات کی تاریکی میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔
اس بات کو صاحب العطار نے بھی ذکر کیا ہے۔

البعوض

مچھر۔ بعوض، یہ ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔ امام جوہریؒ لکھتے ہیں کہ بعوض مچھر کو کہتے ہیں اس کا واحد بعضۃ ہے (د میری کہتے ہیں کہ یہ ان کا وہم ہے) بلکہ صحیح یہ ہے کہ مچھر کی دو قسمیں ہیں۔ مچھر چیچڑی کے مشابہ ہوتا ہے اسی کے ساتھ دو ہلکے پھلکے پاؤں ہوتے ہیں جن میں نمی ہوتی ہے۔ اسی جانور کو عراق میں ٹام اور جر جس بھی کہتے ہیں۔
جوہری کہتے ہیں کہ بعوض قرس کی ایک لفت ہے۔ چھوٹے مچھر کو کہتے ہیں۔

مچھر ہاتھی کے مانند ہوتے ہیں الایہ کہ مچھر کے اعضاء ہاتھی سے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے کہ ہاتھی کے چار پاؤں ہوتے ہیں ایک سونڈ اور ایک دم ہوتی ہے اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو پاؤں زائد اور چار بازو ہوتے ہیں۔ ہاتھی کی سونڈ پر گوشت اور

مچھر کی کھوکھلی ہوتی ہے۔ جس کا سلسلہ پیٹ تک ہوتا ہے گویا کہ اس کی سونڈھ اس کے پیٹ کی کھڑکی ہوتی ہے۔ مچھر جب کسی آدمی کے کانٹا ہے تو وہ اس کا خون پیتا ہے اور پی کر پیٹ میں پہنچا دیتا ہے۔ گویا کہ مچھر کی سونڈھ گلا اور حلق کا کام انجام دیتی ہے۔ اسی لئے مچھر کا ڈسائزٹ رسالہ تکلیف دہ ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ کھال پر بھی اچھی طرح قابو پا جاتا ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

مثل السفاة دائما طنينها ركب في خرطومها سكينها

ترجمہ:- ہمیشہ مچھر کی بھنبھناہٹ خاردار درخت کی طرح ہوتی ہے اور چھری اس کے سونڈھ میں بڑی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اہام کردہ چیزوں میں سے یہ ہے کہ مچھر انسان کے ایسے عضوی مسامات پر بیٹھتا ہے جہاں سے کوئی رگ نکلتی ہوتی ہے اس لئے کہ یہ جگہ کی جلد میں نہایت نرم ہوتی ہے۔ مچھر کو جب اس کا سراغ مل جاتا ہے تو وہ اپنی خرطوم اس میں رکھ دیتا ہے۔ زیادہ تر وہ خون چوستا ہے۔ خون کا مچھراتنا حریص ہوتا ہے کہ بسا اوقات خون زیادہ پی لینے کی وجہ سے پیٹ پھٹ جاتا ہے۔ اڑنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ اکثر اس کی ہلاکت کا سبب یہی حریص پن ہوتا ہے۔

مچھر کی حیرت انگیز قوت | مچھر میں اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت ودیعت فرمائی ہے کہ یہ بسا اوقات اونٹ کو قتل کر دیتا ہے بلکہ ہر چوپائے کو قتل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب مچھر اسے ڈس کر ہلاک کر دیتا ہے تو درندے اور مردار خور پرندے اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں جو بھی اس کے ڈسے ہوئے کو کھا لیتا ہے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔

عراق کے بادشاہوں کا قدیم زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ جب وہ کسی کو قتل کرنا چاہتے تو وہ مچھر کی تالیوں کے قریب کچھاڑ میں باندھ کر ڈال دیتے تھے۔ پس وہ مچھروں کے بار بار ڈسنے سے ہلاک ہو جاتے۔

اسی معانی میں ابوالفتح السبکی نے یہ اشعار کہے ہیں۔

لا تستخفن الفستى بعداوة ابدأ و ان كان العدو ضميلا

ترجمہ:- دشمنی کی وجہ سے کبھی بھی جوان کو کم تر اور ہلکا پھلکا مت سمجھنا اگرچہ دشمن کمزور کیوں نہ ہوں۔

ان القذى يوذى العيون قليله ولربما جرح البعوض الفيل

ترجمہ:- چھوٹا تنکا آنکھوں کو تکلیف دہ ہوتا ہے اور کبھی مچھر ہاتھی کو زخمی کر دیتا ہے۔

بعض شعراء نے بڑے لطیف اور معنی آفرین شعر کہے ہیں۔

لا تحقرن صغيرا فى عداوته ان البعوضة تدمى مقلة الاسد

ترجمہ:- دشمنی میں چھوٹے کو ہرگز کمتر نہ سمجھنا اس لئے کہ مچھر شیر کی پتلی کو خون آلود کر دیتا ہے۔

اسی قسم کا ایک شعر ابوالنصر السعودی نے کہا ہے۔

لا تحقرن عدوا رمالك و ان كان فى ساعديه قصر

ترجمہ:- جس دشمن نے تمہیں تیرا نشانہ بنایا ہے اسے کمتر مت سمجھو اگرچہ اس کے ہاتھوں میں کوڑا کرکٹ کیوں نہ ہو۔

فان الحسام يحز الرقاب و يعجز عما تنال الابر

ترجمہ:- اس لئے کہ تلوار گردنوں کو کاٹ دیتی ہے اور انسان کے لئے سوئی کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

ان ہی کے یہ اشعار ہیں لیکن بعض لوگوں نے جمال الدین بن مطروح کی جانب منسوب کئے ہیں۔

صفرا موشحة بحمر الارمع

یا من لبست علیه اثواب الضنا

ترجمہ:- اے وہ جسے لاغری کا زرد لباس پہنایا گیا جس میں سرخ آنسوؤں کی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔

اسفا علیک رمیتها عن اضلعی

ادرك بقية مهجة لو لم تذب

ترجمہ:- اگر تجھے ہٹایا نہ جائے تو جسم کے بقیہ روح بھی نکال لے (تیرا برا ہو) میں اس روح کو اپنی پسلیوں سے الگ کر چکا ہوں۔

ان ہی کے یہ بھی عمدہ ترین اشعار ہیں:-

کنا نظن من النوی تحقیقا

لما و قفنا للوداع و صارما

ترجمہ:- جب ہم رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو جس فراق کا ہم تصور کرتے تھے وہ واقعی ہو کر رہا۔

و نثرت من ورق البهار عقیقا

نثروا علی ورق الشقائق لؤلؤا

ترجمہ:- انہوں نے لالہ کے پتے پر موتی بکھیر دیئے تو میں نے بھی گاؤ چشم کے پتے پر عقیق بکھیر دیئے۔

اسی جیسے ابراہیم بن علی القیروانی صاحب زہر الادب وغیرہ نے اشعار کہے ہیں۔

اقلام مسک تستمد خلوقا

و معذریں کن بنت خلودهم

ترجمہ:- بہت سے سبزہ آغا جن کے رخسار کے بالوں کا آگنا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ مشک کے قلم کو خوشبو میں ڈبو دیا گیا ہو۔

تحت الزبرجد لؤلؤا و عقیقا

نظموا البنفسج بالشقیق ونضدوا

ترجمہ:- انہوں نے بنفشہ کو گاؤ چشم میں پر دیا ہے موتی اور عقیق کو زبرجد کے نیچے سلیقہ سے لگا دیا ہے۔

سہل بن سعد کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو پانی کے چلو کے برابر بھی

دنیا نہ دیتا۔“ (رواہ الترمذی والحاکم)

شاعر نے بھی اسی مضمون میں کہا ہے:-

جناح بعوض عند من كنت عبده

اذا كان شئ لا يساوی جمیعه

ترجمہ:- اگر کوئی چیز سب مل کر اس ذات کے یہاں جس کا تو غلام ہے مچھر کے پر کے برابر نہ ہو۔

یکون علی ذالحال قدرک عندہ

واشغل جزء منه کلک ما الذی

ترجمہ:- اور پھر تمہیں اس ساری چیز میں سے کچھ حصہ تمہی کو مشغول کر دے تو اس حالت میں تمہارے آقا کے یہاں تمہاری کیا

حیثیت رہے گی۔

گویا کہ مطلب یہ ہوا کہ دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک صرف یہ ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے مقصود اصلی نہیں بنایا بلکہ دنیا تو مقصود

اصلی کی طرف رہنما بنتی ہے۔ اسی طرح دنیا نہ سکونت و اقامت کی جگہ ہے اور نہ صلات و انعامات کی جگہ ہے بلکہ اسے تو محنت و

مشقت، آزمائش و ابتلاء اور عمل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اکثر جمال اور کفار دنیا دار رہے ہیں۔ انبیاء اولیاء اور ابدال نے دنیا

سے بچنے کی کوشش کی ہے۔

دنیا کی بے وقعتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ آپ کو اسی سے اندازہ لگ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تحقیر و مذمت کی ہے

بلکہ مبغوض ترین اشیاء میں شمار کرایا ہے یہاں تک کہ دنیا میں رہنے والوں کو اور اس سے محبت کرنے والوں کو بھی مبغوض قرار دیا ہے۔ دانش وردوں کو آخرت کا توشہ تیار کرنے کی صرف اجازت دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے، وہ ملعون نہیں ہے اور نہ وہ ملعون ہے جو ذکر اللہ کے قریب ہے چاہے معلم ہو یا متعلم ہو۔“ (ترمذی حسن غریب)

لیکن اس حدیث سے مطلق دنیا کو لعنت ملامت کرنا گلی دینے کا مفہوم نہیں نکلتا۔

چنانچہ موسیٰ الاشعری کہتے ہیں:-

”بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم دنیا کو گلی نہ دیا کرو اس لئے کہ دنیا مومن کی بہترین سواری ہے جس کے ذریعہ سے مومن خیر تک پہنچتا ہے اور اسی سے شر سے نجات حاصل کرتا ہے جب بندہ یہ کہتا ہے اللہ نے دنیا کو ملعون قرار دیا ہے تو دنیا کہتی ہے اللہ نے دنیا کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کی وجہ سے لعنت فرمایا ہے۔“ (خرجہ الشریف ابو القاسم زید بن

عبد اللہ بن مسعود الهاشمی)

اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ دنیا کو ملعون اور برا بھلا نہ کہا جائے۔ باقی کی دونوں حدیثوں کے درمیان اعتدال کی یہ راہ نکلتی ہے کہ دنیا کو مباح سمجھنے اور فائدہ اٹھانے والے کے لئے اس لئے لعنت کی گئی ہے کہ دنیا کی بعض چیزیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہیں جس طرح کہ بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد میں رکاوٹ پیدا کرتی ہو چاہے وہ اولاد میں سے ہو یا مال و دولت کے قبیل سے ہو منحوس ہے:-

اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔ (حدید)

”یاد رکھو دنیا کی زندگی یہی کھیل تماشا بناؤ سنگسار اور آپس میں بڑائی کرنا اور مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کرنا وغیرہ ہے۔“

اور جو چیز اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ بنتی ہو یا عبادت میں معین ثابت ہو تو ایسی ہر شخص کے لیے محبوب ہے۔ ہر شخص اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ اگر دنیا کی چیزیں قرب الہی کا ذریعہ بنتی ہوں تو پھر دنیا قابل ملامت نہیں ہوتی بلکہ اس چیز کی تو ترغیب دی گئی ہے۔ گویا اسی کی طرف اشتناء کر کے اشارہ کیا گیا ہے:-

الاذکر اللہ وما والاہ او عالم او متعلم۔

”سوائے اللہ کے ذکر کے وہ ملعون ہے جو ذکر اللہ کے قریب ہے چاہے معلوم ہو یا متعلم ہو۔“

اسی کی تصریح دوسری حدیث میں ہے:-

فنعمت مطية المومن عليها يبلغ الخیر وبها ینجو من الشر۔

”مومن کی بہترین سواری وہ ہے جس کے ذریعہ سے خیر و بھلائی تک پہنچ جاتا ہو اور اسی کے ذریعے برائی سے نجات حاصل کرتا ہو۔“

جو اس سے قبل بیان کیا گیا ہے اس شرح سے دونوں حدیثوں کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام غزالی باب سادس میں کہتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کبھی بندہ کی اس کی تعریف ہوتی ہے کہ مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ تعریف سے بھر جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تمام تعریفیں مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھیں۔“ (احیا العلوم باب العلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک موٹا اور فریہ آدی آئے گا لیکن خدا کے نزدیک اس کی مچھر کے پر کے برابر بھی پوزیشن نہیں ہوگی، چاہو تو قرآن شریف کی یہ آیت پڑھو (جس کے معانی یہ ہیں کہ) پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن ترازو قائم نہیں کریں گے۔“ (رواہ البخاری فی التفسیر وفی التوبہ)

علماء کرام اس حدیث کا یہ مفہوم بتاتے ہیں کہ ان کے پاس عذاب کے مقابلے میں نہ تو اعمال ہوں گے اور نہ کارِ ثواب ہوگا جسے ترازو میں وزن کیا جاسکے اور یہ حتمی فیصلہ ہے کہ جن کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

ابو سعید الخدریؓ کہتے ہیں کہ تمامہ کے پہاڑوں کے برابر لوگوں کے اعمال ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جملے مجازی معانی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ جو لوگ کھانے وغیرہ میں گھی کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لیے اس حدیث سے گھی کی مذمت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ بعض لوگ اسے قدر کفایت سے زائد شمار کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے یہاں مبغوض ترین فریہ عالم ہے۔“

نمرود کی ناک میں مچھر کا گھس جانا

وہ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے مچھروں کو نمرود کے لیے بھیجا تو نمرود ایک بہت بڑے لشکر کے درمیان میں تھا۔ جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ جب نمرود نے مچھروں کو دیکھا تو وہ لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔ گھر میں گھس کر دروازوں کو بند کر کے پردے لٹکادیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گدی کے بل لیٹ کر تدبیر سوچنے لگا۔ اتنے میں ایک مچھر اس کی ناک میں گھس گیا اور وہ دماغ تک پہنچ گیا۔ مچھر چالیس یوم تک پریشان کرتا رہا باہر نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ نمرود سر کو زمین پر مارنے لگا۔ آخر کار نمرود کا یہ حال ہوا کہ اس کے نزدیک سب سے محبوب شخص وہ تھا جو اس کے سر میں ضرب لگاتا۔ پھر بعد میں وہ مچھر جو زے کی طرح زمین پر گر گیا گویا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا:

ذَلِكَ يَسْلُطُ اللَّهُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (القرآن الکرم)

”اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے رسولوں کو بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔“

پھر نمرود تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔

محمد بن عباس الخوارزمی الطبر خیزی وزیر ابوالقاسم المازنی کو گرفتار کرتے وقت یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

لا تعجبوا من صيد عصفور بازيا ان الاسود تصاد بالخرفان

ترجمہ:- چھوٹے چڑے نے باز کا شکار کر لیا ہو تو حیرت مت کرو اس لیے کہ بکری کے چھوٹے بچے شیروں کا شکار کر لیتے ہیں۔“

قد غرقت املاک حمیر فأرة وبعوضة قتلت بنی کنعان

ترجمہ:- ایک چوہیا نے حمیر کے تمام سامان کو غرق آب کر دیا ہے اور ایک مچھر نے بنو کنعان (یعنی نمرود کو) مار ڈالا ہے۔

ملک الموت کا سرہانے پر جائزہ لینا
جعفر الصادق بن محمد الباقر اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موت کے فرشتے کو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کے سرہانے دیکھ کر فرمایا کہ میرے صحابی کے بارے میں نرمی کا برتاؤ کرنا اس لیے کہ یہ مومن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو ہر مومن آدمی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں۔ اسی طرح میں تمام گھروالوں کے دل میں پانچ مرتبہ جائزہ لیتا ہوں۔ بغیر اذن الہی میں روح کے قبض کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نماز کے اوقات میں جائزہ لیتا ہے۔

مچھر کی خوبیاں
مچھر کا جشہ نہایت چھوٹا ہوتا ہے اس کے باوجود خداوند قدوس نے اس کے دماغ کے اگلے حصے میں قوت حفظ درمیانی حصے میں قوت فکر اور آخر حصہ میں قوت ذکر و دیعت فرمائی ہے۔ اسی کے ساتھ دیکھنے کی قوت، چھونے کی صلاحیت اور سونگھنے کی طاقت بخشی ہے۔ اس کے علاوہ کھانے کا منفذ فضلات کا مخرج، شکم انتڑیاں اور ہڈیاں بھی پیدا کی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم الشان ہے کہ اس نے کسی چیز کو بیکار پیدا نہیں فرمایا۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں زنجیری نے اشعار لکھے ہیں۔

یامن یوی مد البعوض جناحها فی ظلمة اللیل البیہم اللیل

ترجمہ:- اے وہ ذات جو شب و بچور میں مچھروں کے پروں کے اڑان کو دیکھتی ہے۔

ویری مناط عروقها فی نحوھا والمخ فی تلک العظام النحل

ترجمہ:- اور جو اس کے سینے کی رگوں کے ملنے کی جگہ اور ان دلی ہڈیوں میں مغز کو دیکھتی اور عمرانی کرتی ہے۔

امن علی بتوبة تمحوبھا ماکان منی فی الزمان الاول

ترجمہ:- تو مجھ پر توبہ کا احسان کر جس سے گزشتہ زمانہ کی خطائیں مٹ جائیں۔

ابن خلکان نے بعض علماء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام زنجیری نے وصیت کی تھی کہ مندرجہ بالا اشعار اس کی قبر پر لکھ دیئے جائیں۔ آخر شعر میں دوسری قرأت بھی ہے۔

اغفر لعبد تاب من فرطاته ماکان منه فی الزمان الاول

ترجمہ:- توبہ بندہ کو بخش دے جس نے زمانہ گذشتہ کے کیے ہوئے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔

امام زنجیری
ابن خلکان وغیرہ لکھتے ہیں کہ امام زنجیری معزلی المذہب تھے۔ وہ اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ نیز جب کسی کے یہاں اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تو فرماتے کہ میں ابو القاسم المعزلی ہوں۔ ان کی سب سے پہلی تفسیر کشاف ہے۔ چنانچہ وہ یوں خطبہ لکھ کر حمد و ثناء کرتے ہیں:-

الحمد لله الذی خلق القرآن

”تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے قرآن کریم کو پیدا فرمایا۔“

جب لوگوں نے اس سے کہا کہ اس سے تو لوگ تیری کتاب کو پڑھیں گے نہیں چھوڑ دیں گے تو اس نے فوراً یہ بدل دیا۔
الحمد لله الذی جعل القرآن۔ ”تمام تفریض اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے قرآن کو بنایا۔“
جعل کالفظ معتزلیوں کے نزدیک خلق کے معانی میں ہے۔

تفسیر کے اکثر نسخوں میں یہ موجود ہے۔ الحمد لله الذی انزل القرآن (تمام تفریض اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے قرآن کو نازل کیا) لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ یہ مصنف ترمیم یا اصلاح نہیں ہے بلکہ لوگوں نے بعد میں اس طرح لکھ دیا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

زمنخشی کا انتقال ۵۳۸ھ میں عرفہ کی رات ہوا۔

(احیاء العلوم باب محبت میں چھری پیدا نش کے اسرار و حکم بیان کیے گئے ہیں)

ایک واقعہ اور چھری نکالنے کا عمل
امام ابو زہد ابو بکر محمد بن الولید الحضری الطرطوشی، یہ ایک متقی پرہیزگار، ادیب اور کم گو آدمی گزرے ہیں ان کی وفات اسکندریہ میں ۵۰۲ھ میں ہوئی۔ ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ مطرب بن عبد اللہ بن ابی مصعب المدنی کہتے ہیں کہ جب میں منصور کے دربار میں آیا تو منصور رنجیدہ تھے کسی سے ہمکلام نہیں ہو رہے تھے۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا کوئی گمراہ دوست جدا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد منصور نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا او مطرب! مجھ میں رنجیدگی اور غم اتنا سوار ہو گیا ہے کہ شاید ہی کوئی بغیر خداوند قدوس کے زائل کر سکے۔ کیا کوئی دعا ہے جس کو پڑھنے سے یہ غم جاتا رہے۔ میں نے کہا کہ حضور والا مجھ سے محمد بن ثابت نے عمرو بن ثابت بھری کے حوالہ سے سنایا ہے کہ ایک مرتبہ بصرہ کے ایک آدمی کا کان میں چھری گھس گیا۔ پردے کے قریب پہنچ کر قوط شنوائی تک اثر انداز ہو گیا جس کی وجہ سے رات کی نیند حرام ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا حسن بصریؒ کے اصحاب میں سے کسی نے یہ تلقین کی کہ تم العلاء بن الحضری صحابی رسول کی دعا پڑھو جو انہوں نے جنگل اور دریا کی ہولناکی کے وقت پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات بخش۔ بصرہ کے آدمی نے کہا کہ وہ آخر کون سی دعا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تفصیل یہ ہے کہ مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ العلاء الحضری کو ایک لشکر دے کر بحرین بھیجا گیا جس میں میں بھی شریک تھا۔ راستہ کو طے کرتے ہوئے ایک جنگل سے گزر ہوا۔ اسی درمیان ہمیں پیاس کی شدت محسوس ہوئی۔ اتنے میں العلاء الحضری نے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا کی۔ یا حلیم یا حلیم یا علی یا عظیم ہمیں پانی سے سیراب کر دے۔

بس یہ کہنا تھا کہ بادل کا ٹکڑا پرندہ کی بازو کی طرح آیا اور چھا گیا۔ اس کے بعد اس قدر بارش ہوئی کہ ہمارے برتن بھر گئے۔ سواروں کو پلایا اور تھوڑی دیر کے بعد کوچ کیا۔ یہاں تک کہ خلیج کے پاس پہنچ گئے۔ جس کے اندر اس قدر جوش و تلاطم تھا کہ ہم نے اس سے قبل نہیں دیکھا۔ دریا کو پار کرنے کے لیے کوئی کشتی نہیں تھی۔ پھر علاء حضریؒ نے دو رکعت نماز پڑھی اور انہی الفاظ میں دعا مانگی یا حلیم یا علی یا عظیم ہمیں اس دریا سے پار کر دے۔ پھر علاء حضریؒ نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ بھائیوں اللہ کا نام لے کر پار کر جاؤ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنے میں ہم لوگ پانی پر چل پڑے۔ خدا کی قسم نہ پاؤں بھیگے نہ موزے اور نہ کسی جانور کا کھر۔ لشکر کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی۔

چنانچہ اس بصرہ کے آدمی نے یہ دعا پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دو جھنجھٹاتے ہوئے پھرنکلے جو دیوار سے جا کر ٹکرا گئے اور اس آدمی کو نجات مل گئی۔

یہ واقعہ سننے ہی خلیفہ منصور قبلہ رخ ہو گیا اور اسی دعا کو پڑھتا رہا۔ مطرف کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور نام لے کر فرمایا کہ مطرف اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کر دیا۔ اس کے بعد کھانا منگایا اور مجھے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔
دوسرا واقعہ اور دعا | اسی جیسا یہ واقعہ بھی ہے جس کو مؤرخ ابن خلکان نے موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق کی سوانح حیات تحریر کرتے ہوئے زیب قرطاس کیا ہے۔

”ایک مرتبہ موسیٰ الکاظم کو خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد میں قید کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہارون رشید نے کو تو ال کو بلوا بھیجا اور کو تو ال سے کہا کہ میں نے رات میں ایک جھبشی کو خواب میں دیکھا اس لیے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نیزہ تھا وہ مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ موسیٰ الکاظم کو رہا کر دو ورنہ میں اسی نیزے سے تم کو ہلاک کر دوں گا۔ اس لیے تم ان کو جا کر رہا کر دو۔ اسی کے ساتھ انہیں تیس ہزار درہم بطور ہدیہ دے دو۔ مزید یہ بھی کہہ دینا کہ اگر آپ ہم سے کوئی عمدہ لینا چاہتے ہوں تو دیا جاسکتا ہے ورنہ مدینہ منورہ جانا چاہو تو آپ کو اختیار ہے۔“

کو تو ال نے کہا کہ میں نے بعینہ یہی باتیں موسیٰ کاظم سے نقل کر دیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ میں نے آپ کے معاملہ کو بالکل عجیب انداز سے دیکھا۔ موسیٰ الکاظم نے کہا کہ دیکھو میں تمہیں راز بتاتا ہوں کہ ایک رات میں سو رہا تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا اے موسیٰ! تمہیں ظلماً قید کر دیا گیا ہے۔ تم یہ دعا پڑھا کرو، تم یہ رات بھی قید خانہ میں نہ گزار سکو گے کہ رہا کر دیئے جاؤ گے۔ اور وہ دعا یہ ہے:-

یا سامع کل صوت یا سابق کل فوت و یا کاسی العظام لحما و منشرا بعد الموت اسالک باسما نک العظام و باسمک الاعظم الاکبر المکنون الذی لم یطلع علیہ احد من المخلوقین یا حلیماً اذانا لا یقدر علی اناته یا ذا المعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابدأ و لا نحصی له عدد الفوج عنی۔

پھر اس کے بعد وہی ہوا جس حالت میں کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو، یعنی تم رہائی کا پروانہ لے کر آئے ہو۔

موسیٰ الکاظم کی وفات | ان کی وفات ۱۸۳ھ یا ۱۸۳ھ ماہ رجب بغداد میں ہوئی۔ آپ کو زہر دے دیا گیا تھا بعض نے کہا ہے کہ ان کا انتقال قید خانہ کی زندگی میں ہوا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ الکاظم کی قبر پر دعا تریاق مجرب ہے۔ یہ بات خطیب ابوبکر کے حوالہ سے مل جاتی ہے۔

ابن خلکان نے بھی یعقوب بن داؤد کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ خلیفہ مہدی نے موسیٰ الکاظم کو ایک کنوئیں میں قید کر کے اس کے اوپر ایک گنبد بنوا دیا تھا۔ چنانچہ وہ پندرہ سال قید رہے۔ اسی میں آپ کو کھانا بھیج دیا جاتا تھا نماز کے اوقات سے مطلع کر دیا جاتا۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ جب بارہ سال گزر گئے تو تیرہویں سال کے شروع میں ایک صاحب خواب میں آتے ہیں۔ یہ شعر پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔

من قعر جب و بیت حوله غم

حسن علی یوسف رب فاخرجه
 ترجمہ:- پروردگار نے یوسف علیہ السلام پر مہربانی فرمائی چنانچہ انہیں گھرے کنوئیں اور ایسے گھر سے نکالا جس کے گرد حزن و ملال تھا۔“

موسیٰ الکاظم کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور یہ سمجھا کہ شاید اب پریشانی ختم ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ایک سال تک رہا کچھ نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے سال میں دیکھا کہ ایک صاحب خواب میں آکر یہ شعر بتا جاتے ہیں۔

عسی فرج یاتی بہ اللہ انہ لہ کل یوم فی خلقہ امر

ترجمہ:- جلد ہی اللہ تعالیٰ کشاہکی لائیں گے اس لیے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں روزانہ امر کرتے ہیں۔

موسیٰ کہتے ہیں کہ پھر میں ایک سال رہا کچھ نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے سال کے شروع میں دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب خواب میں یہ شعر پڑھتے ہیں۔

عسی الکرب الذی امست فیہ یکون ورائہ فرج قریب

ترجمہ:- جس مصیبت میں تم گرفتار ہو جلد ہی اس کے بعد آسانی اور کشاہکی آرہی ہے۔

فیما من خائف و یفک عاف و تاتی اہلہ النائی الغریب

ترجمہ:- اے وہ شخص جو خوف زدہ ہو رہا ہے مصیبت دور ہو جائے گی اور تو اپنے دور دراز کے گھر والوں سے ملاقات کر لے گا۔

موسیٰ الکاظم کہتے ہیں کہ جب صبح ہو گئی تو مجھے کسی نے آواز دی تو میں یہ سمجھا کہ مجھے نماز کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ اتنے میں ایک رسی لٹکائی گئی تو اس رسی کو میں نے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ پھر مجھے کنوئیں سے نکال لیا گیا۔ اس کے بعد ہارون رشید کے دربار میں لے جایا گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ امیر المومنین کو سلام کرو۔ تو میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المومنین المسدی! تو امیر المومنین نے مجھ سے کہا کہ میں مہدی نہیں ہوں۔ پھر میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المومنین الہادی! تو امیر المومنین نے مجھ سے کہا میں ہادی نہیں ہوں۔ پھر میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المومنین! تو امیر المومنین رشید نے کہا کہ ہاں میں ہارون رشید ہوں۔ تو میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المومنین الرشید! (اس لیے کہ موسیٰ کاظم کو قید خانہ میں ایک عرصہ دراز گزر گیا تھا اور خلافت بدل گئے تھے)۔ ہارون الرشید نے کہا اے یعقوب میرے پاس کسی نے تمہاری سفارش نہیں کی۔ ایک دن میں اپنی بیٹی کو گردن دکاندھے پر اٹھائے ہوئے تھا تو اس وقت مجھے تمہارا اٹھانا یاد آ گیا۔ اس لیے کہ تم مجھے بچپن میں اسی طرح کاندھے پر اٹھا کر کھلایا کرتے تھے۔ موسیٰ کاظم کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر ہارون الرشید نے مجھے انعام دینے کا حکم صادر فرمایا اور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مچھر کا شرعی حکم | گندگی کی وجہ سے حرام ہے۔

فائدہ:- عبدالرحمن بن نعیم کہتے ہیں:-

”میں عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس تھا ایک آدمی نے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کس خاندان سے ہو؟ اس نے کہا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا لوگو! اس آدمی کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں حکم معلوم کر رہا ہے حالانکہ ان لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسے سلعہ کو قتل کر دیا ہے اور میں نے

سلعہ حضرت ابن عمرؓ پر یہ فرما رہے تھے کہ انسانوں کو خون ریزی بلکہ نواسہ رسول ﷺ یعنی حضرت حسینؓ کے سفارۂ قتل سے گریز نہیں کیا اور اپنی ذہانت و تقویٰ کے اعتبار میں مچھر کا خون کپڑے پر لگنے کی صورت میں مسئلہ پوچھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ بلکہ حرام کار تکاب کرتے ہیں اور معمولی چیزوں میں زہد و تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے کہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں میرے دنیا میں پھول ہیں۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا حسینؑ سے زیادہ کوئی حضور ﷺ کے مشابہ نہیں تھا۔“ (رواہ البخاری فی الادب والترغی)

سیدنا علیؑ بن ابی طالبؑ کہتے ہیں:-

”حسنؑ جناب رسول اللہ ﷺ کے سینے سے سر تک زیادہ مشابہ تھے اور حسینؑ اس سے نیچے کے حصہ میں آپ سے زیادہ مشابہ تھے۔“ (رواہ ابن حبان والترمذی)

حسینؑ کا خاندان رسول سے ہونے کا ثبوت | امام شعبی کہتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف کو معلوم ہوا کہ یحییٰ بن یعمر کا یہ خیال ہے کہ سیدنا حسنؑ و حسینؑ جناب رسول اللہ ﷺ کے خاندان اور اہل بیت میں سے ہیں تو حجاج نے والی خراسان قتیبہ بن مسلم کو یہ تحریر کیا کہ یحییٰ بن یعمر کو میرے پاس بھیج دو۔ یحییٰ بھی خراسان میں سکونت پذیر تھے چنانچہ جس وقت یحییٰ بن یعمر حجاج کے پاس آئے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں اس وقت حجاج ہی کے پاس تھا۔ حجاج نے یحییٰ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ اہل بیت رسول میں سے ہیں؟ یحییٰ بن یعمر نے کہا ہاں صحیح ہے حجاج! امام شعبی کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن یعمر کے جرأت مندانہ کلام سے حیرت ہوئی کہ انہوں نے یا حجاج کہہ دیا۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم اگر تم اس بات کے ثبوت میں قرآن کریم کی مشہور آیت کریمہ:

فَقُلْ تَعَالَوْا اِنْدَعِبْنَا وَابْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَنَا وَابْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَانْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَتَجْعَلْ لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰى الْكَافِرِيْنَ۔ (آل عمران)

”آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں کو اور تمہاری بیٹیوں کو اور اپنی عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہارے نتوں کو بلا لیں پھر ہم سب مل کر خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ (جو اس بحث میں) ناحق ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔“

کے علاوہ کسی دوسری آیت کریمہ سے ثبوت پیش کر دو تو تم میری امان میں رہو گے۔ کسی چیز کا خطرہ نہ کرو۔ یحییٰ نے کہا۔ جی ہاں دوسری آیت پاک سے ثابت کر دوں گا۔ ارشاد ربانی ہے:-

وَهَبْنَا لَهُ اسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُونَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَذَكَرْنَا وَيْحٰى وَعِيسٰى وَالْيٰسَ كُلًّا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (الانعام)

”اور ہم نے (ابراہیمؑ) ایک بیٹا اسحق اور ایک پوتا یعقوب دیا۔ ہر ایک کو ہم نے سیدھا راستہ بتایا اور ابراہیمؑ سے پہلے زمانہ میں ہم نے نوحؑ کو ہدایت کی اور ان ابراہیمؑ کی اولاد میں سے داؤدؑ سلیمانؑ ایوبؑ یوسفؑ موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ نیز ذکر کیا، یحییٰؑ عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی ہدایت کا راستہ بتایا اور یہ سب حضرات نیک لوگوں میں سے تھے۔“

ایت کریمہ پڑھنے کے بعد یحییٰ بن یعمر نے کہا اللہ جل شانہ نے سیدنا عیسیٰؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں شمار کیا ہے حالانکہ عیسیٰؑ کے والد ہی نہیں تھے۔ نیز عیسیٰؑ و ابراہیمؑ کے درمیان ایک دراز مدت گزر چکی ہے جتنی کہ حسنؑ و حسینؑ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان نہیں گزری۔

حجاج بن یوسف نے کہا واقعی آپ نے بہت عمدہ دلیل پیش کی ہے۔ خدا کی قسم! ہم نے قرآن مجید کی بہت تلاوت کی لیکن کبھی بھی اس آیت پر غور نہیں کیا۔ یہ عجیب و غریب استدلال ہے۔

پھر حجاج نے یحییٰ سے کہا آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں اعرابی غلطی تو نہیں کرتا۔ یحییٰ بن یعمر خاموش ہو گئے۔ حجاج نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں ضرور بتاؤ۔

یحییٰ نے کہا اے امیر! اگر آپ مجھے قسم دیتے ہیں تو میں ضرور بتاؤں گا آپ زیر کو پیش پڑھتے ہیں اور پیش کو زیر پڑھ دیتے ہیں۔ حجاج نے کہا یہی بات ہے خدا کی قسم کھلی ہوئی اعراب کی غلطی کر رہا تھا۔

چنانچہ حجاج نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر والی خراسان قتیبہ بن مسلم کے پاس یہ تحریر لکھی کہ جب تمہیں یہ میرا رقعہ ملے تو یحییٰ بن یعمر کو اپنا قاضی بنالینا۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ حجاج نے یحییٰ سے کہا آپ نے سنا ہے کہ میں اعراب کی غلطی کرتا ہوں۔ یحییٰ نے کہا ایک حرف میں۔ حجاج نے کہا وہ کس جگہ پر۔ یحییٰ نے کہا وہ غلطی قرآن کریم میں کرتے ہیں۔ حجاج نے کہا پھر تو وہ بہت بڑی غلطی ہے۔ وہ کون سی غلطی ہے؟ یحییٰ نے کہا۔ وہ یہ ہے کہ آپ۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ ۖ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَصُّوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (توبہ)

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم مقرر ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (مزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں۔“

میں آپ رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حجاج نے کہا یقیناً آپ نے میری کوئی غلطی اعراب کی نہیں سنی۔ پھر انہیں خراسان بھیج دیا۔ امام شعبی کہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف گفتگو کے طویل ہونے کی وجہ سے اپنے موضوع کو بھول گئے تھے۔

(الروض الزاہر)

یحییٰ بن یعمر کی سوانح حیات میں ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اس میں تھوڑی سی بات لغو ہے۔

امام دمیری کہتے ہیں یحییٰ بن یعمر کے کلام میں اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ فی کی ضمیر اور ومن ذریتہ کی ضمیر حضرت ابراہیم کی طرف لوٹتی ہے۔

الکواشی اور بغوی کی تفسیر میں یہ ہے کہ ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اس لیے کہ یونس اور لوط علیہ السلام کا ذکر من جملہ پیغمبروں میں کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس کل من الصالحین و اسماعیل و یسع و یونس و لوط و کلا و فضلنا علی العالمین۔

یونس اور لوط علیہ السلام اس آیت میں بھی ذکر ہوئے ہیں۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں لکھنا صحیح نہیں ہے۔ لکن قول ثانی کے مطابق ان کا استدلال

بھی صحیح ہے۔

یحییٰ بن یعمر کون تھے | ابن خلکان لکھتے ہیں:-

”یحییٰ بن یعمر تابعی، قرآن کے عالم، نحو کے ماہر شیعہ عالم تھے لیکن ان کا شمار متقدمین شیعوں میں ہوتا ہے اس لیے کہ ان کے اندر شیعیت معمولی درجے میں تھی غالی نہیں تھے بغیر کسی صحابی کی تنقیص کئے ہوئے فقط فضیلت اہل بیت کے قائل تھے۔“

ابن خلکان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بصرہ کے حاکم نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:-

اتقوا الله فانہ من يتق الله فلا هوارة عليه۔

”اللہ سے ڈرو اس لیے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہلاکت کا خوف نہیں ہوتا۔“

چنانچہ اہل بصرہ ”ہوارة“ کا مفہوم نہیں سمجھ پائے تو ان لوگوں نے ابو سعید یحییٰ بن یعمر سے اس کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اسے ہلاک اور ضائع ہونے کا خطرہ لاحق نہیں رہتا۔ امام اصفہانی نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ غریب اور انوکھی باتوں کا باب تو وسیع اور کشادہ ہے میں نے اس قسم کی بات نہیں سنی۔

یحییٰ بن یعمر کا انتقال ۱۲۹ھ میں ہوا۔

یعمر کا لفظ یاء کے زبر کے ساتھ ہے۔ بعض نے پیش بھی پڑھا ہے لیکن پہلا ہی زیادہ صحیح ہے۔

خواب میں سیدنا علیؑ مرتضیٰ سے ایک سوال | نصر اللہ بن یحییٰ علماء اہل سنت و جماعت کے معتبر و مستند عالم ہیں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سیدنا علیؑ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ اے امیر المومنین آپ لوگ مکہ کو فتح کرتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا تو اسے امان ہے لیکن جو آپ کے صاحبزادے حسینؑ کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

سیدنا علیؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس سلسلے میں ابن الصغنی کے اشعار نہیں سنے۔ میں نے کہا نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسی سے سن لو۔ اتنے میں میں بیدار ہو گیا فوراً بھاگا ہوا جیسے شاعر کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ سسکیاں لینے لگے۔

پھر انہوں نے قسم کھا کر بیان کیا کہ جو بھی انہوں نے اشعار کہے ہیں وہ کسی کو نہیں لکھوائے اور وہ صرف اسی رات میں نظم کئے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے اشعار سنائے ھ

فلما ملکتم سال بالدم ابطح

ملکنا فکان العفو منا سجیة

ترجمہ:- ہم مالک بن گئے تو غمخوار گزر ہماری طبیعت ثانیہ بن گئی، لیکن جب تم مالک بنے تو خون کے نالے بہہ پڑے۔“

عدونا علی الاسری فتعفو و نصف

وحللتما قتل الاساری و طالما

ترجمہ:- اور تم نے قیدیوں کے خون کو روا سمجھا (اور ہمارا یہ حال ہے) کہ دشمن عرصہ دراز تک ہمارے قیدی رہے لیکن ہم بخشے

رہے اور روز گزر کرتے رہے۔"

وحسبکم هذا التفاوت بینا و کل اثناء بالذی فیہ ینضح
ترجمہ:- بس یہی فرق ہمارے اور تمہارے درمیان کافی ہے اور (دیکھو دراصل بات یہ ہے کہ) برتن میں جو چیز ہوتی ہے وہی چپکتی ہے۔"

حیص میص شاعر | ان کا نام سعد بن محمد کنیت ابو الفوارس التمیمی ہے۔ لیکن ابن الصیفی سے زیادہ مشہور ہوئے۔ لقب حیص میص مشہور ہوا۔ ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو کسی اہم معاملہ میں الجھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حیص میص میں پڑ گئے ہیں یعنی ایسی گڑبڑ میں پڑ گئے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ جب ہی سے اس کا لقب حیص میص رکھ دیا گیا۔ اس نے علم فقہ امام شافعی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ لیکن علم وادب اور شعر و شاعری کا زیادہ غلبہ تھا۔ ان کے اشعار اچھے ہوتے۔ جب لوگ ان سے ان کی عمر کے بارے میں سوال کرتے تو جواب دیتا کہ میں دنیا میں اندازے سے جی رہا ہوں، اس لیے کہ اسے اپنی تاریخ پیدائش صحیح یاد نہیں تھی۔

وفات ۵۷۵ھ میں ہوئی۔ ان کے عمدہ اشعار یہ ہیں۔

یا طالب الرزق فی الافاق مجتہدا اقصر عناک فان الرزق مقسوم
ترجمہ:- اے دنیا میں روزی کو محنت و مشقت سے طلب کرنے والے دوڑ دھوپ کم کر دے اس لیے کہ روزی تقسیم ہو چکی ہے۔
الرزق یسعی الی من لیس یطلبہ و طالب الرزق یسعی وهو محروم
ترجمہ:- جو روزی تلاش نہیں کرتا اس کے پاس پہنچ جاتی ہے اور روزی کا طلب گار کوشش کے باوجود محروم رہتا ہے۔
یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں۔

یا طالب الطب من داء اصیب بہ ان الطیب الذی ابلاک بالداء
ترجمہ:- اے مرض میں مبتلا دوا کے طلب کرنے والے یقیناً دوا کرنے والا وہی ہے جس نے تم کو مبتلا کیا ہے۔
هو الطیب الذی یرجی لعافیة لا من یدیب لک التریاق فی الماء
ترجمہ:- طیب تو وہی ہے جس سے آرام کی امید کی جاتی ہو۔ طیب وہ نہیں ہے جو تمہارے لیے پانی میں تریاق گھول رہا ہو۔
یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں۔

الہ عما استاثر اللہ بہ ایہا القلب ورع عنک الحرق
ترجمہ:- معبود وہ ہے جو وفات دیتا ہے۔ اے دل سوز و تپش کو اپنے اوپر سے جدا کر دے۔

فقضاء اللہ لا یدفعہ حول محتال اذا لا مرسبق
ترجمہ:- اللہ کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا جب کہ حکم نافذ کر دیا گیا ہے۔
یہ اشعار بھی انہی کی طرف منسوب ہیں۔

انفق ولا تخش اقلًا لا فقد قسمت علی العباد من الرحمان ارزاق
ترجمہ:- خوب خرچ کرو کم ہونے کا خوف نہ کرو اس لیے کہ خدا کی طرف سے بندوں کا رزق تقسیم کر دیا گیا ہے۔
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لا ینفع البخل مع دنیا مولیة ولا یضر مع الاقبال انفاق

ترجمہ:- اس لیے کہ دنیا سے جاتے ہوئے بخل نفع اندوز نہیں ہوتا اور نہ خرچ دنیا میں آتے ہوئے نقصان دہ ہوتا ہے۔

چمچھر کی ضرب المثل | عرب کہتے ہیں ہوا عزم من مخ البعوض۔ ”وہ چمچھر کے مغز سے زیادہ نایاب ہے۔“ یہ بھی کہتے ہیں۔
کَلْفَتْنِیْ مَخَ الْبَعُوْضِ (تو نے مجھے چمچھر کے مغز کی ٹکلیف دی ہے۔ جیسے اردو میں کہتے ہیں کہ تو نے مجھے

چیل کا موت لانے کی زحمت دی ہے۔

فائدہ:- ارشاد ربانی ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحِبُّ اَنْ یَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضُهُ فَمَا فَوْقَهَا۔ (بقرہ)

”ہاں واقعی اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے اس بات سے کہ وہ کوئی مثال بیان کرے خواہ چمچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔“

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ نے اس سورۃ کے علاوہ مکھی اور مکڑی وغیرہ سے مثال دینے کی بابت انکار کیا کہ ان سب چیزوں سے مثال نہیں دی جاتی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں منافقین کے لیے دو مثالیں دے کر بیان کیا۔

مَثَلُهُمْ کَمَثَلِ الَّذِیْ اسْتَوْفَدَ نَارًا (بقرہ) (بقرہ)

”ان کی حالت اس شخص کی طرح ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو۔“

اَوْ کَصَیْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ۔ (بقرہ)

”یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آسمان سے بارش ہو۔“

چنانچہ کفار نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ان تمام مثالیں دینے سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات پاک نازل فرمائیں۔

امام کسائی کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ وغیرہ جن کا شمار اعلام مفسرین میں ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ ”فما فوقھا“ میں ایک حقیر اور چھوٹی شے کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

فتاویٰ اور ابن جریج کہتے ہیں کہ نہیں ”فما فوقھا“ سے مراد چمچھر سے بڑی چیزیں ہیں۔ مفسر ابن عطیہ کہتے ہیں کہ جھگڑے کی بات نہیں ہے۔ دونوں معانی کا احتمال ہے۔ واللہ اعلم

بعبیر

اونٹ۔ اونٹ کو میٹھی کرنے کی وجہ سے بعیر کہتے ہیں۔ عربی میں بَعُوْزُ البعیر بمعبر ماضی اور مضارع دونوں میں عین کلمہ پر زبر ہے (ترجمہ ہو گا اونٹ نے میٹھی کی) اور مصدر کا صیغہ بعوزا کے عین کلمہ کو سکون ہے جس طرح کہ ذبح، ذبحا میں مصدر کا عین کلمہ سکون کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ ابن السکیت نے اس کی تصریح اس طرح کی ہے:-

بعیر کا لفظ اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ اونٹوں کے ناموں میں بعیر کا لفظ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ انسانوں کے لیے لفظ اِنْس، چنانچہ لفظ جمل نر کی جگہ اور ناقہ مونث کی جگہ پر قعود نوجوان کی جگہ پر اور قلو ص بچہ کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف بعض عرب سے یہ بھی منقول ہے، کہتے ہیں صَوْرٌ عَنَیْنِیْ بِعَبْرِیْ اَیْیَ نَاقَتَیْ یعنی مجھے میری اونٹنی نے

پچھاڑ دیا اور مَہْرِ ثَمَنٍ لَبَنٍ بَعِيرٍ اِی مِنْ لَبَنٍ نَافِثٍ۔ یعنی میں نے اونٹنی کا دودھ پیا۔ جس وقت اونٹ نو سالہ یا چار سالہ ہو جاتا ہے تو اس وقت سے اسے بعیر کہنے لگتے ہیں۔ اس کی جمع أَبْعُرُ، أَبَاعُرُ اور بُعْرَانِ آتی ہے (بعض نے اباعیر بھی ذکر کیا ہے) امام التفسیر حضرت مجاہدؒ قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کے تحت میں فرماتے ہیں:

وَلَمَنْ جَاءَهُ بِهِ حِفْلٌ يُعِيرُ۔ (یوسف)

”اور جو شخص اسے لائے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ ملے گا۔“

یہاں بعیر سے مراد گدھا ہے اس لیے کہ بعض عرب گدھے کو بعیر بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ شاذ و نادر ہے۔

فقہی مسائل اگر کسی نے مرنے کے بعد بعیر کی وصیت کی تو اس وصیت میں اونٹنی بھی شامل ہوگی۔ لیکن اگر کسی نے بکری کی وصیت کی تو بکرا شامل نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی نے اس کے برعکس وصیت کی مثلاً اونٹنی کو وصیت کی یا بکرا کی وصیت کی تو ان دونوں صورتوں میں اونٹ اور بکری شامل نہیں ہوگی، عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن عرف نے کلام عرب کے خلاف بعیر کو جمل کا درجہ دے دیا ہے۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کبھی کبھی کلام عرب میں نص کو اتار دینے کی وجہ سے ایک واسطہ معلوم ہوگا۔ مثلاً جب کہ عرف عام میں بعیر کا استعمال جمل کے معانی میں زیادہ ہونے لگے۔ لیکن اگر عرف عام میں زیادہ استعمال نہ ہوا ہو تو پھر لغت اور زبان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

امام سبکی کہتے ہیں ان جیسے مسائل میں نص کے خلاف تصحیح کرنا بعید معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ امام شافعیؒ زبان کو زیادہ جاننے والے تھے اس لیے کوئی بھی مسئلہ سوائے عرف عام میں مشہور ہونے کی وجہ سے اپنی اصل سے خارج نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر کوئی مسئلہ صحیح ہو گا تو عرف عام میں مشہور ہوگا۔

بخلاف امام شافعیؒ کے اس قول کے اَتَّبِعْ وَالْأَمَّا لَآؤُلَى اِتَّبِعْ قَوْلُهُ یعنی لغت کی اتباع کرو ورنہ عرف عام کی اتباع ہی بہتر ہے۔

(۲) کسی کنوئیں میں دو اونٹ گر گئے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر ہوں اگر اوپر والے کو نیزہ مارا گیا اور نیچے والا اونٹ اوپر والے کے بوجھ سے مر گیا تو یہ حرام ہو جائے گا اور اس لیے کہ اسے نیزہ نہیں لگا ہے لیکن اگر نیزہ دونوں اونٹوں کو لگ گیا ہو تو دونوں جائز اور حلال ہوں گے اور اگر اس بات کا شک ہو کہ نیچے والا اونٹ اوپر والے کے بوجھ سے مرا ہے یا نیزہ کے آر پار ہو جائے ہے مرا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے نیزہ جان نکلنے سے پہلے لگا ہے یا بعد، تو امام بغوی کے فتاویٰ کی تصریح کے مطابق حلال اور حرام دونوں کا احتمال سمجھا جائے گا۔ جیسے کہ اگر کوئی غلام غائب اور لاپتہ ہو جائے گا آیا اسے کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اسی طرح اگر کسی نے غیر مقدور جانور پر تیر چلایا پھر وہ غیر مقدور باقی نہیں رہا بلکہ مقدور ہو کر غیر مذبح میں پہنچ گیا تو وہ حلال نہ ہو گا اور اگر کسی مقدور جانور کو تیر مارا۔ پھر وہ غیر مقدور ہو گیا تو اگر وہ مذبح میں پہنچ جائے تو حلال اور اگر غیر مذبح میں پہنچ جائے تو حرام ہوگا۔

شب زفاف کی دعا:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تزوج احدکم امرأة او اشتري جاریة او غلاما او دابة فلیباخذ بناصيتها

وليقبل اللهم اني اسئلك خيره وخير ما جبل عليه واعوذ بك من شره وشر ما جبل عليه و اذا شترى بعير افليا خذ بذروة سنامه وليدع بالبركة وليقبل مثل ذلك۔ (ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

”جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی باندی یا غلام یا کوئی جانور خریدے تو اس کی پیشانی کو پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔ اے اللہ! میں آپ سے اس چیز کی بھلائی اور جو اس میں بھلائی رکھ دی گئی ہے، چاہتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جو شر اس میں رکھ دیا گیا ہے آپ سے پناہ چاہتا ہوں اور فرمایا جب کوئی اونٹ خریدے تو اس کے کوہان کے اٹھان کو پکڑ کر برکت کی دعا کرے اور اسے چاہیے کہ اسی کلمات پڑھے۔“

حدیث میں اونٹ کا ایک واقعہ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ غلام بن رافع اور ان کے بھائی دونوں بدر کی طرف ایک دبلے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہے تھے جب یہ دونوں مقام روجا کے قریب پہنچے تو اونٹ بیٹھ گیا۔

چنانچہ ان دونوں نے یہ منت مانی کہ خدایا اگر ہم بدر تک پہنچ گئے تو ہم آپ کے نام پر اونٹ قربان کر دیں گے۔ اتنے میں ہم نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا خیریت تو ہے کیا حال ہے؟ چنانچہ ہم نے آپ کو اپنی پریشانی سے مطلع کیا تو آپ اترے اور وضو فرمایا۔ پھر آپ نے بچے ہوئے پانی میں تھوک دیا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اونٹ کا منہ کھولے رہیں تو آپ نے اونٹ کے منہ میں تھوڑا سا پانی ڈال دیا۔ پھر تھوڑا سا سر پہ گردن پہ کندھے پہ کوہان پہ، پچھلے حصہ پہ اور کچھ دم پر ڈال دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا، خدایا غلام اور رفاعہ کو سفر کرنے کی قوت عطا فرما۔

دونوں بھائی کہتے ہیں کہ پھر سوار ہو کر ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے پہلے قافلہ کو پالیا اور جب ہم بدر پہنچ گئے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ چنانچہ ہم نے منت ماننے کے مطابق قربانی کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر دیا۔

مدعی کے خلاف اونٹ کی شہادت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ جب ہم مدینہ کے شارع عام کے چوراہے پر پہنچے تو ایک عرب

دہسائی کو دیکھا کہ وہ ایک اونٹ کی تکیل پکڑے ہوئے آنحضور ﷺ کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ ہم سب اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا تم کیسے ہو؟ صبح کیسی گزری۔ اتنے میں ایک آدمی آیا دیکھنے میں چوکیدار معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس اعرابی نے میرا اونٹ چرا لیا ہے۔ یہ سن کر فوراً اونٹ بلبلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دھیمہ ہونے لگا۔ نبی پاک ﷺ نے اس کی بلبلاہٹ اور آواز کو غور سے سنا۔ جب اونٹ خاموش ہو گیا تو آپ نے چوکیدار کی طرف رخ کر کے فرمایا تم اپنے دعویٰ سے باز آ جاؤ۔ اس لیے کہ اونٹ تمہارے خلاف گواہی دے رہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ چنانچہ چوکیدار اپنے دعویٰ سے پھر گیا۔ پھر حضور ﷺ اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ تم نے میرے پاس آتے ہی کیا کیا تھا۔ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ میں نے یہ پڑھا تھا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا تَبْقَى صَلَوةُ اللَّهِ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا تَبْقَى بَرَكةُ اللَّهِ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَبْقَى سَلامٌ۔ اللَّهُمَّ وَاذْهَبْ عَنْ مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَبْقَى رَحمةٌ۔

”اے اللہ جب تک رحمت باقی ہے محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔ خدایا جب تک برکت رہے محمد ﷺ پر برکت نازل فرما۔ اے اللہ جب تک درود و سلام باقی رہے محمد ﷺ پر درود و سلام نازل فرما۔ خدایا محمد ﷺ پر مہربانی فرما جب تک کہ رحمت

دھرمانی باقی رہے۔“

یہ سن کر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو میرے لیے منکشف کر دیا ہے اور اونٹ اللہ کی قدرت سے بول رہا تھا اور فرشتوں نے آسمان کو گھیر لیا تھا۔ (رواہ الطبرانی فی کتاب الدعوات)

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ چند لوگ ایک آدمی کو لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ چنانچہ ان سب نے اس آدمی کے خلاف یہ شہادت دی کہ اس نے ان سب کی اونٹنی چرائی ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے اس سے چلے جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ وہ مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے ہوئے جانے لگا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا يَبْقٰی مِنْ صَلَواتِكَ شَيْءٌ وَّوَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا يَبْقٰی مِنْ بَرَکَاتِكَ شَيْءٌ وَّسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا يَبْقٰی مِنْ سَلَامَتِكَ شَيْءٌ۔

”اے اللہ! محمد ﷺ پر درود و سلام ہو، یہاں تک کہ تیرے یہاں درود و سلام باقی نہ رہے اور آپؐ پر برکت نازل فرما یہاں تک کہ تیرے پاس برکتیں ختم ہو جائیں۔ خدایا آپؐ پر اتنا سلام ہو کہ آخر کار تیرے پاس سلام باقی نہ رہے۔“

اتنے میں اونٹنی بول اٹھی اور یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ شخص میری چوری سے بری ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس کون حاضر کر سکتا ہے؟ چنانچہ اہل بدر کے ستر آدمی اس کو تلاش میں لپک پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے اس آدمی کو دربار نبوت میں حاضر کر دیا تو آپؐ نے فرمایا۔ تم نے ابھی کیا پڑھا تھا؟ تو اس نے بتایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اسی لیے تو میں مدینہ کی گلیوں میں فرشتوں کی بھیڑ دیکھ رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جاتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ تم ضرور بل صراط سے اس حالت میں گزر دو گے کہ تمہارا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہو گا۔ اھ (حوالہ بالا)

(عن قریب ہی ان شاء اللہ حاکم کی روایت ناقتہ کے عنوان میں آجائے گی)

تیم داری بڑھتے جاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہمارے ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سر کے پاس کھڑا ہو کر بلبلانے لگا۔ آپؐ نے فرمایا اے اونٹ ٹھہر جا۔ اگر تو سچا ہے تو سچائی کا صلہ ملے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کی سزا ملے گی اور اللہ جل شانہ ہماری طرف ٹھکانا پکڑنے والے کو نامراد نہیں کرتا۔“ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا یہ اونٹ آیا ہے اس کے مالک نحر کر کے گوشت کھانے کا ارادہ کر رہے تھے چنانچہ یہ ان سے فرار اختیار کر کے چلا آیا ہے اور یہ تمہارے نبی سے فریاد رسی کر رہا ہے۔

بس ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ اچانک اونٹ والے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ اونٹ نے جب ان کو دیکھا تو پھر وہ نبی پاک ﷺ کے سر مبارک کے پاس پناہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ ان لوگوں نے آکر یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ ہمارا ہے یہ تین دن سے بھاگا ہوا ہے۔ اب ہم اسے آپ کے پاس دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے۔ اونٹ والوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ اونٹ کیا شکایت کر رہا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اونٹ یہ کہہ رہا ہے کہ چند سال سے وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم گرمیوں میں گھاس کی منڈی تک اس پر بار برداری کرتے ہو اور سردیوں میں اون اور گرم سامانوں کے بازار تک لاتے ہو۔ پھر جب یہ بڑا ہو گیا تو تم نے اس سے جفتی کرایا۔ چنانچہ اللہ نے اس کے ذریعے تمہیں بہترے اونٹ دیئے۔ پھر جب اس سال سرسبزی و شادابی ہوئی تو تم نے اس کو نحر کر کے گوشت کھانے کا ارادہ کر لیا۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم! معاملہ بالکل ایسے ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس فرماں بردار اونٹ کو یہی صلہ دینا چاہیے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! اچھا نہ ہم اسے فروخت کریں گے اور نہ ذبح کریں گے۔

آپ نے فرمایا تم لوگ جھوٹے ہو اس نے تم سے فریاد کی لیکن تم نے اس کی فریاد سی نہ کی اس لیے میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے کا مستحق ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے قلوب سے رحم و کرم کو سلب کر کے مومنوں کے قلوب میں ودیعت فرمادیا ہے چنانچہ آپ نے سودر ہم کے عوض اونٹ کو ان لوگوں سے خرید لیا اور فرمایا اے اونٹ جاتو اللہ کے لیے آزاد ہے۔

اتنا کہنے کے بعد وہ اونٹ حضور ﷺ کے سر کے پاس کھڑے ہو کر بلبلانے لگا تو آپ نے فرمایا آمین۔ پھر دوبارہ بلبلایا۔ آپ نے فرمایا آمین۔ پھر سہ بارہ بلبلایا۔ آپ نے فرمایا آمین۔ پھر چوتھی بار بلبلایا تو آپ رونے لگے۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا پہلی بار اس نے یہ کہا اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور قرآن کے بدلہ میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے تو میں نے آمین کہا۔ دوبارہ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کا رب قیامت تک قائم رکھے جس طرح کہ آپ نے میرے خون کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے خون کی حفاظت فرمائے۔ چنانچہ میں نے آمین کہا۔ چوتھی بار اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کی گرفت نہ کرے۔ تو میں اس کی یہ دعائیں کر رونے لگا اس لیے کہ میں نے یہ ساری دعائیں اللہ سے کی ہیں۔ چنانچہ اللہ نے قبول فرمایا۔ اور اخیر میں گرفت سے منع فرمایا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

إِنَّ فِتْنَةَ أُمِّيِّنَ بِالسَّيْفِ جَرَى الْقَلَمِ بِمَا هُوَ كَاتِبٌ (رواہ ابن ماجہ)

”کہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے کہ میری امت کی جہاں تک جوار سے ہوگی۔“

ہارون رشید کی پریشانی اور فضیل بن عیاض کی نصیحت | امام طروش، ابن بلبان اور مقدسی وغیرہ فضل بن ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے حج کیا۔ ایک

رات میں سو رہا تھا کہ اچانک میں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔ میں نے کہا کون ہے! کہا گیا جواب دیجئے امیر المومنین ہیں۔ چنانچہ میں فوراً باہر آیا دیکھا کہ خلیفہ ہارون رشید ہیں۔ میں نے کہا حضور عالی جاہ آپ نے بلا وجہ زحمت کی۔ کسی کو بھیج دیتے ہیں حاضر ہو جاتا۔ ہارون رشید نے فرمایا تمہارا برا ہو مجھے ایک خلیفان درپیش ہے جسے سوائے کسی عالم آدمی کے کوئی دور نہیں کر سکتا اس لیے تم مجھے کسی عالم آدمی کی نشاندہی کرو جس سے میں تشفی حاصل کر سکوں۔ میں نے کہا حضور والا یسلی سفیان بن عیینہ موجود ہیں۔ فرمایا چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ ان کے یہاں آکر ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا فوراً آئیے! امیر المومنین ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً آئے اور کہا اے امیر المومنین آپ نے کیوں زحمت اٹھائی کسی کو بھیج دیتے تو میں فوراً آ جاتا۔ امیر المومنین نے فرمایا جس کے لیے ہم آئے ہیں اس سلسلے میں پوری کوشش کرو۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک دونوں نے گفتگو کی۔ سفیان نے کہا حضور والا آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہے، تو سفیان نے کہا عالی جاہ امیر المومنین اس قرض کو ادا فرما دیجئے۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ پھر ہم سفیان کے یہاں سے چلے آئے۔ امیر المومنین نے فرمایا تمہارے ساتھی سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی دوسرا عالم دین تلاش کرو جس کے پاس جا کر میں تشفی حاصل کروں۔ میں نے کہا دوسرے یہاں عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو واعظ عراق سے مشہور ہیں۔ آپ نے فرمایا وہاں چلتے ہیں۔

چنانچہ ہم نے ان سے دروازے کے پاس آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون ہیں۔ میں نے کہا جلدی آئیے امیر المومنین ہیں۔

چنانچہ وہ فوراً تشریف لائے۔ عبدالرزاق نے کہا آپ نے کیوں زحمت کی کسی کو بھیج دیتے فوراً میں حاضر ہو جاتا۔ امیرالمومنین نے فرمایا جس لیے ہم آئے ہیں اسے جلدی حل کرو۔ پھر امیرالمومنین نے ان سے تھوڑی دیر گفتگو کی تو عبدالرزاق نے کہا حضور والا آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ انہوں نے کہا تب آپ اسے فوراً ادا کریں۔ پھر ہم ان کے یہاں سے واپس آ گئے۔

امیرالمومنین نے فرمایا مجھے تمہارے ساتھی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پھر کوئی دوسرا عالم تلاش کرو جس سے میں سکون حاصل کر سکوں۔ چنانچہ میں نے کہا تیرے یہاں فضیل بن عیاض رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا ہم ان کے پاس آئے۔ معلوم ہوا کہ وہ نماز میں قرآن کریم کی آیت پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا آواز آئی کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا فوراً تشریف لائیے امیرالمومنین ہیں۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ مجھے امیرالمومنین سے کیا لینا دینا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا آپ پر امیرالمومنین کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ فضیل نے کہا کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا۔

لیس المؤمن ان یذل نفسه۔

”مومن کے لیے اپنے آپ کو پست کرنا مناسب نہیں ہے۔“

یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر فضیل نے جلدی سے بالائی منزل پر چڑھ کر چراغ کو گل کر دیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ہم انہیں ہاتھوں سے تلاش کرنے لگے۔ اچانک امیرالمومنین کی ہتھیلی ان پر پڑ گئی تو فضیل نے کہا او آہیں بھرنے والے اگر کل خدا کے عذاب سے نجات پا گیا تو تیرے ہاتھ سے زیادہ نرم کوئی ہاتھ نہ ہو گا۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں یہ سن کر میں نے جی میں کہا کہ وہ رات میں پاک دل سے صاف ستھرا کلام کر لیتے ہیں۔ امیرالمومنین نے فضیل بن عیاض سے کہا ہم جس لیے آئے ہیں تم اس بارے میں جلدی سے کوئی حل تلاش کرو۔

فضیل بن عیاض نے کہا آپ آئے ہیں حالانکہ آپ نے اپنا بوجھ بھی اٹھا رکھا ہے اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ان کا بوجھ بھی آپ پر ہے۔ اگر آپ ان سے اپنے اور ان کے گناہوں کے ایک حصے کے اٹھانے کی درخواست کریں تو وہ نہیں کر سکتے جو لوگ آپ سے زیادہ محبت والے ہیں وہ آپ ہی سے زیادہ راہ فرار اختیار کرنے والے ہو جائیں گے۔

فضیل بن عیاض نے مزید فرمایا جس وقت سیدنا امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز کو خلافت کا والی بنایا گیا تو آپ نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن محمد بن کعب قرظی اور رجاء بن حیوہ کو طلب فرمایا اور ان سے یہ فرمایا مجھے خلافت کی مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا ہے چنانچہ تم لوگ مجھے مشورہ دو (گویا آپ نے خلافت کو مصیبت گردانا اور ہارون الرشید آپ اور آپ کے ساتھی خلافت کو نعت سمجھ رہے ہیں)۔ چنانچہ سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا۔ اگر آپ کل کے دن خدا کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو دنیا سے روزہ رکھ لیجیے اور موت کے دن افطار کیجیے۔

محمد بن کعب نے کہا اگر آپ کل قیامت کے دن خدا کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو مسلمانوں میں بوڑھے لوگوں کو باپ، نوجوان لوگوں کو بھائی اور چھوٹی عمر والوں کو بچے تصور فرمائیے۔ اسی طرح سے آپ ان کے ساتھ باپ کی طرح حسن سلوک بھائی کی طرح صلہ رحمی، بچوں کی طرح شفقت کا معاملہ کیجیے۔

رجاء بن حیوہ نے کہا اگر آپ کل قیامت کے دن خدا کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہی

مسلمانوں کے لیے اختیار فرمائیں اور جو چیز اپنے لیے برا سمجھتے وہ مسلمانوں کے لیے ناپسند فرمائیں۔ پھر جب آپؐ کا جی چاہے دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

اتنی تفصیل کے بعد فضیل بن عیاض نے امیر المومنین ہارون رشید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں بھی آپؐ سے انہی باتوں پر عمل کرنے کے لیے کتا ہوں اور جس دن لوگوں کے قدم پھل جائیں گے اس دن میں آپؐ پر خوف محسوس کر رہا ہوں۔ خدا آپؐ پر رحم فرمائے کیا آپؐ کے پاس اوپر جیسے لوگ ہیں جو آپؐ کو اس جیسی نصیحتیں کرتے ہوں۔ یہ سن کر ہارون رشید اس قدر رویا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی۔

فضل بن ریح کہتے ہیں اتنے میں میں نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ بھائی امیر المومنین کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیجئے۔ فضیل بن عیاض نے جواب دیا تم نے اور تمہارے اصحاب نے ان کو قتل کر دیا ہے اور میں نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کروں۔ اتنے میں ہارون رشید کو افاتہ ہوا۔ فرمایا اے فضیل اور نصیحتیں کیجئے۔ چنانچہ فضیل نے کہا اے امیر المومنین مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کے ایک عامل نے ان سے بیداری کی شکایت کی تو عمر بن عبدالعزیز نے یہ لکھ کر بھیجا۔

”بردارم تم جنہم میں دوزخیوں کی بیداری کا ذرا تصور کرو اور ان کے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا بھی خیال کرو بس یہی چیز تم کو تمہارے پروردگار کے دربار میں سونے اور بیدار رہنے کے لیے آمادہ کر دے گی۔ اس کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں تمہارے قدم اس راستے سے ہلک نہ جائیں جس کی وجہ سے تم ناامید اور دنیا میں آخری سانس لینے والے ہو جاؤ۔“ فقط والسلام

یہ خط جب اس عامل کو ملا تو وہ سفر کے فوراً عمر بن عبدالعزیز سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا کہ تم کس لیے آئے ہو؟ عامل نے جواب دیا کہ میں نے آپؐ کے خط کی وجہ سے اپنے قلب کو آزاد کر دیا ہے اب مجھے کبھی بھی والی نہ بتایا جائے یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جا ملوں۔

یہ سن کر ہارون رشید بہت رویا۔ ہارون رشید نے کہا۔ فضیل اللہ تم پر رحم کرے کچھ اور نصیحتیں کیجئے۔ فضیل نے کہا اے امیر المومنین آپؐ کے جد امجد سیدنا عباسؓ جو نبی پاکؐ کے چچا تھے ایک مرتبہ آپؐ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول آپ مجھے حکومت کے بارے میں مشورہ دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا چچا عباسؓ تمہارا زندہ نفس لے بے شمار سلطنتوں سے بہتر ہے اس لیے کہ امارت اور حکومت قیامت کے دن حسرت اور ندامت بن کر آئے گی۔ اگر آپؐ سے ہو سکے تو حتی الامکان امیر اور حاکم نہ بننے کا۔

یہ سن کر پھر خلیفہ ہارون رشید رو پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہارون رشید نے کہا اے فضیل اور مزید نصیحت کیجئے۔ چنانچہ فضیل بن عیاض نے فرمایا۔ اے درخشندہ رو آپؐ ہی سے اللہ جل شانہ قیامت کے دن ان مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا اگر آپؐ چاہتے ہوں کہ آپؐ کا چہرہ آگ سے بچ جائے تو آپؐ ایسا ضرور کیجئے اور آپؐ صبح شام اس سے گریز کیجئے کہ کہیں رعایا کی طرف سے آپؐ کے قلب میں کھوٹ نہ ہو اس لیے کہ روایت میں ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ رعایا کو دھوکہ دینے والا ہوا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ

پائے گا۔“

پھر یہ سن کر ہارون الرشید بہت روئے تھوڑی دیر کے بعد فضیل بن عیاض نے فرمایا۔ امیر المومنین کیا آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ ہارون رشید نے کہا ہاں میرے اوپر خدا کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کر سکتا ہے۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کر لیا تو بس میرے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور اگر مدلل جواب نہ بن پڑا تو بھی پتہ ہی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا اس سے میری مراد خدا کے بندوں کا قرض ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اس کا پابند نہیں بنایا بلکہ اس نے تو مجھے اپنی اطاعت کا پابند اور وعدہ کی وفا کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينِ۔ (آیت ۵۵: الذاریات)

”اور میں نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے مخلوق کی رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت طاقت والا ہے۔“

اس کے بعد ہارون الرشید نے کہا او فضیل یہ ایک ہزار اشرفیاں ہیں ان کو آپ قبول فرمائیے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کیجئے۔ اس کے ذریعہ سے آپ اپنے رب کی عبادت میں تقویت حاصل کیجئے۔ فضیل بن عیاض نے کہا سبحان اللہ میں تو آپ کو نجات کے بارے میں رہنمائی کر رہا ہوں اور تم مجھے اس جیسی چیز سے بدلہ دے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا۔ پھر فضیل نے اس کے بعد ہم سے گفتگو نہ کی۔ اس کے بعد ہم لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر آ گئے۔ ہارون رشید نے مجھ سے کہا کہ جب تم مجھے کسی عالم دین کی رہنمائی کرو تو ان جیسے آدمی کی نشاندہی کرنا اس لیے کہ آج سے یہ سید المومنین ہیں۔

ایک دوسرا واقعہ فضیل بن عیاض کی عورتوں میں سے ایک عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے یہ کہا کہ حضور آپ جانتے ہیں ہم کتنے تنگدست ہیں اگر آپ یہ مال قبول فرمائیں تو ہمارے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ یہ سن کر فضیل نے کہا میری اور تمہاری مثال ان لوگوں جیسی ہے جن کے پاس ایک اونٹ ہو اور وہ لوگ اونٹ کے ذریعہ سے کھا کھا رہے ہوں۔ پھر جب وہ اونٹ بوڑھا ہو جائے تو وہ لوگ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھا گئے ہوں۔ اے میری عورت تو تم بھوک سے مرجنا لیکن ایسے اونٹ کو کبھی ذبح نہ کرنا۔ جب یہ بات ہارون رشید نے سنی تو ہارون رشید نے کہا چلو ہم لوگ بھی مال لے کر چلیں شاید فضیل قبول فرمائیں۔

راوی کہتا ہے جس وقت ہم لوگ مال لے کر فضیل کی خدمت میں آئے تو فضیل کو ہمارے آنے کا علم ہو گیا۔ چنانچہ فضیل گھر کی چھت پر منڈیر کے اوپر بیٹھ گئے اور ہارون رشید ان کی بغل میں جا کر بیٹھ گئے اور ان سے گفتگو کرنے لگے لیکن فضیل نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک سیاہ فام باندی آئی۔ اس نے یہ کہا کہ اے فلاں جب سے تم آئے ہو شیخ کو اذیت دے رہے ہو اس لیے تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم لوگ واپس آ گئے۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ قاضی ابن خلکان فضیل بن عیاض کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جب یہ واقعہ سفیان ثوری

کو معلوم ہوا تو سفیان ثوری فضیل بن عیاض کے پاس آئے اور فرمایا اے فضیل تم نے اشرفیوں کی تھیلی واپس کرنے میں غلطی کی ہے آپ اسے لے لیتے اور نیک کام میں صرف کر دیتے۔ یہ سن کر فضیل نے سفیان ثوری کی داڑھی پکڑ کر فرمایا۔ سفیان تم شہر کے فقیہہ مانے جاتے ہو اور لوگوں کے منظور نظر ہو تم بھی اس قسم کی غلطیاں کرتے ہو۔ اگر یہ بات ان لوگوں کو بھلی معلوم ہوتی تو مجھے بھی معلوم ہوئی۔ اھ (سراج الملوک و شرح اسماء الحسنی)

(امام میری رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں کہ ابن خلکان کی تاریخ الاعیان میں سفیان ثوری مذکور ہے حالانکہ وہ سفیان بن عیینہ ہیں) ایک مرتبہ ہارون رشید نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ بہت اچھے زاہد ہیں۔ فضیل نے کہا آپ مجھ سے بھی بڑے زاہد ہیں۔ میں تو دنیا کا زاہد ہوں تم آخرت کے زاہد ہو (یعنی میں دنیا سے زہد اختیار کئے ہوئے ہوں اور تم آخرت سے زہد اختیار کئے ہوئے فنا ہوئے والی چیز نہیں ہے۔)

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ شیخ فضیل بن عیاض کی ایک چھوٹی لڑکی تھی۔ لڑکی کی تھیلی میں ایک دن درد ہوا۔ فضیل نے ایک دن اپنی بچی سے پوچھا تمہاری تھیلی کا کیا حال ہے؟ بچی نے کہا خدا کا شکر ہے خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تھوڑی مصیبت میں مبتلا کیا ہے مگر اس کے علاوہ سارے بدن کو عافیت کے ساتھ رکھا ہے۔ تھیلی میں مصیبت دی ہے تو سارے جسم میں سکون و راحت ہے۔ پس خدا کا شکر ہے۔ یہ سن کر فضیل نے فرمایا اے میری بچی تم مجھے اپنی تھیلی دکھاؤ۔ چنانچہ اس نے تھیلی دکھائی تو آپ نے اس کی تھیلی کا بوسہ لے لیا۔ بچی نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ فضیل نے کہا خدا کی قسم ہاں۔

بچی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے خدا کی قسم مجھے گمان نہیں تھا کہ آپ خدا کے سوا کسی اور سے محبت کرتے ہوں گے۔ یہ سن کر فضیل چیخ پڑے اور فرمایا اے میری بچی! تم مجھے اللہ کے علاوہ کسی اور کی محبت میں ملامت و عتاب کرتی ہو۔ اے اللہ! تیری عزت اور بزرگی کی قسم میں تیرے ساتھ تیری محبت میں کسی اور کو شریک نہیں گردانتا۔

ایک آدمی نے فضیل بن عیاض سے اپنی حالت بتائی تو آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی تدبیر کرنے والا ہے تو اس نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا بس پھر اسی کی حسن تدبیر پر راضی ہو جاؤ اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جب وہ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کے لیے دنیا کو اور وسیع کر دیتے ہیں۔

امام نووی کہتے ہیں کہ فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی وجہ سے کسی عمل کو چھوڑ دینا ریاء ہے لوگوں کی وجہ سے کوئی کام کرنا شرک ہے۔ اگر ان دونوں چیزوں سے کوئی بچ جائے تو وہ اخلاص ہے۔

کسی نے فضیل بن عیاض سے پوچھا کہ محبت کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا چیزوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا نام محبت ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اگر میری دعا قبول ہوتی ہے تو میں صرف امام کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام کی اصلاح کر دیتا ہے تو سارا ملک اور تمام مخلوق مامون رہتی ہے۔ آدمی کا اپنے ہم نشینوں کے ساتھ نرمی برتاؤ کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنارات کے قیام اور دن میں روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔

اگر کوئی دل سے لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہتے ہے تو بسا اوقات مجھے اس کے دوزخ میں جانے کا خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ

سے پوچھا گیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص تمہارے سامنے غیبت کرتا ہے تو تمہیں یہ چیز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فوراً سنتے ہی کہتا ہے لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ حالانکہ ان کلمات کی یہ جگہ نہیں ہے بلکہ اس وقت تو اپنے آپ کو سمجھانا چاہیے اور یہ تلقین کرنی چاہیے کہ اے نفس اللہ سے ڈر۔

فضیل بن عیاض کے صاحبزادے نے ایک دفعہ یہ کہا ابا جان میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی ایسی جگہ بیٹھ جاؤں جہاں سے میں سب کو دیکھتا رہوں اور وہ مجھے نہ دیکھ پائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اگر تمہاری یہ خواہش پوری ہو جاتی تو تم برباد ہو جاتے تو صاحبزادے نے فوراً کہا ایسی جگہ ہوتا جہاں میں نہ لوگوں کو دیکھ پاتا اور نہ لوگ مجھے دیکھ پاتے۔

فضیل بن عیاضؒ مکہ میں رہنے لگے تھے۔ پھر آخر کار مکہ ہی کو وطن اقامت بنالیا۔ آپ کی وفات ۵ محرم ۱۸۷ھ میں ہوئی۔ (الاذکار)

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کو معلوم ہوا کہ امام اوزاعیؒ سے مقام ذی طویٰ میں ملاقات ہوئی تو سفیان نے ان کے اونٹ کی ٹکیل پکڑ کر اونٹوں کی قطار سے علیحدہ کر کے ٹکیل کو گردن پر رکھ لیا۔ پھر سفیان جب بھی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو کتے لوگوں کو ہٹ جاؤ یہ راستہ امام اوزاعیؒ کا ہے۔

امام اوزاعیؒ ان کا نام عبدالرحمن بن عمرو بن بحد ابو عمرو ہے۔ یہ اہل شام کے امام تھے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ انہوں نے ستر ہزار مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ اوزاعی بیروت میں رہتے تھے۔

بحمد باء پر پیش حام پر ساکن ہے۔ امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں باء کے بجائے یاء اور یاء پر پیش اور جیم میں کسرو کی تصریح کرتے ہیں۔

امام اوزاعیؒ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبدالرحمن! آپ ہی نیکوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ میں نے کہا۔ خدایا جی ہاں آپ ہی کے فضل سے کرتا ہوں۔ پھر میں نے گزارش کی خدایا مجھے اسلام ہی پر اٹھانا تو اللہ پاک نے فرمایا سنت پر بھی۔

ان کا انتقال ماہ ربیع الاول ۱۵۷ھ میں ہوا۔

بعض لوگ ان کی موت کا واقعہ یوں لکھتے ہیں کہ یہ ایک مرتبہ بیروت کے حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کا مالک کوئی اور کام کرتا تھا چنانچہ وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آیا اور دروازہ کھولا تو پتہ چلا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ اور آپ کا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے اور منہ قبلہ کی طرف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حمام کا دروازہ مالک کی عورت نے بغیر ارادہ کے بند کر دیا تھا۔

اوزاع دمشقی کی ایک بستی کا نام ہے اور ابو عمرو یہاں کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ اگر مقیم ہو گئے تھے چنانچہ اسی بستی کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ یمن کے قیدیوں میں سے تھے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اوزاعیؒ ۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور حنتوس نامی بستی کی قبلہ مسجد میں دفن ہوئے۔ یہ مقام غالباً بیروت میں داخل ہوتے ہی پڑتا ہے۔ لیکن بستی والے ان کے مزار سے واقف نہیں ہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں ایک نیک آدمی (محکمہ دلائل وبراین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ)

کی قبر ہے جس پر نور کی بادش ہوتی ہے۔ سوائے خواص کے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ قبر امام اوزاعی کی ہے۔

اونٹ کا شرعی حکم | اونٹ کا شرعی حکم اس سے قبل اہل کے عنوان میں گزر چکا ہے۔ اونٹ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

”حضرت ابو الاس خزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے ایک کمزور اونٹ پر سوار کیا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس اونٹ پر سوار کریں تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر اونٹ کے کوہن میں شیطان ہوتا ہے لہذا تم جب بھی اس پر سوار ہو کر تو اللہ کا نام اسی طرح لیا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے نام لینے کا حکم دیا ہے۔ پھر تم اس سے اپنی سواری کی خدمت لو۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے ہی اس پر سوار ہونے کو کہا ہے۔“ (رواہ احمد والطبرانی)

(امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کے ابواب زکوٰۃ میں اس میں سے بعض حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن انہوں نے مکمل حدیث ذکر نہیں کی۔)

ضرب الامثال اور کہاوتیں | اہل عرب کہتے ہیں:-

(۱) فلان اخف حلما من بعیر۔ اونٹ سے بھی زیادہ جلدی طیش میں آجانے والا۔ ”عقل کی کمی اور طیش کے لیے اونٹ سے مثال دی جاتی ہے اور اونٹ ہوتا بھی ہے کینہ ور اور غضب ناک۔

(۲) ہما کر کبتی بعیر۔ وہ دونوں اونٹ کے دو زانو یا دو گھٹنوں کی طرح ہیں۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کہ دو چیزوں میں برابری کرنی ہوتی ہے۔ جیسے دوسری مثل ہے ہما کفرسی رہان وہ دونوں ریس کے گھوڑوں کی طرح ہیں یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں) یہ مثل سب سے پہلے ہرم بن قطبہ فزاری نے استعمال کی ہے۔ اس موضوع پر امام میدانی وغیرہ نے کئی تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے۔

(۳) وہو کالحوای ولبس لہ بعیر۔ وہ اس ہانکنے والے کی طرح ہے جس کے پاس اونٹ بھی نہ ہو۔ یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو غیر مملوکہ چیز پر شئی بگھارے یا وہ غیر مستحق چیز کی طرف منسوب ہو جیسے اردو میں کہتے ہیں ”حلوائی کی دکان نانا جی کا فاتحہ۔“

اس لیے یہ بھی زیادہ جامع اور بہترین مثل حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

التشیع بہا بما لم یعط کلابس ثوبی زور۔ (ترجمہ) جو شخص لوگوں میں بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کہے کہ فلاں چیز میرے پاس ہے حالانکہ اس کے پاس نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی فریب کے دو کپڑے پہن لے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے:-

اصبحت لا احمل السلاح ولا املك رأس البعیر اذفرا
ترجمہ:- میں اس حال میں ہوں کہ نہ مجھ میں ہتھیار اٹھانے کی قوت ہے اور نہ سفر کے وقت کسی اونٹ کے مالک بننے کی ہمت ہے۔
والذئب اخشاه ان مررت به وحدی وخشی الرياح المطرا

ترجمہ:- اور بھیڑیا کے پاس سے تنہا گزرنے سے ڈرتا ہوں اسی طرح ہواؤں اور بارش سے بھی خوف لگتا ہے۔“

من بعد ماقوۃ اصیب بها افبحت شیخا یعالج الکبرا

ترجمہ:- قوت اور ہمت کے بعد جب میں گرفتار مصیبت ہوا ہوں تو ایسے بوڑھے کے مانند ہو گیا ہوں جو بڑھاپے کا علاج کر رہا ہو۔“

ذہانت اور ذکاوت کے واقعات

امام ابو الفرج جوزی نے لکھا ہے کہ ابو نواس لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اونٹ پر ایک عورت سے میری ملاقات ہو گئی۔ حالانکہ وہ مجھے پہچانتی نہ تھی، اس نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا تو وہ نہایت خوب صورت معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا تیرا کیا نام ہے؟ میں نے کہا (وہمک) تیرا چہرہ نام ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے کہا تب تو تیرا نام حسن ہوا۔

اس جیسے ذکاوت کے واقعات اور بھی ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ مامون الرشید عبد اللہ بن طاہر کے اوپر غصہ ہو گئے۔ مامون رشید نے اپنے ہم نشینوں سے طاہر کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا۔ اتفاق سے اس مجلس میں طاہر کا دوست بیٹھا ہوا تھا اس نے طاہر کے پاس ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:-

بسم الله الرحمن الرحيم یا موسیٰ!

جب طاہر کو یہ خط ملا اس نے مضمون پڑھا تو وہ حیرت میں پڑ گیا۔ دیر تک خط کو دیکھتا رہا لیکن اس کا مطلب نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ طاہر کے پاس ایک باندی کھڑی تھی اس نے کہا اے میرے آقا میں اس خط کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔

یا موسیٰ ان الملا یا تمرون بک لیقتلوك۔ (القصص)

”اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ وہ آپ کو قتل کریں۔“

حالانکہ اس سے قبل طاہر نے مامون رشید کے دربار میں جانے کا عزم کر لیا تھا۔ چنانچہ طاہر نے مامون کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ بس یہی چیز ان کے بچنے کا سبب ہوئی۔

اس سے بھی اچھا واقعہ قاضی ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک دن بادشاہ اپنے کسی عامل پر ناراض ہو گیا تو بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ حکم دیا کہ اس عامل کے پاس خط لکھ کر اس کو مطلع کر دے۔ لیکن وزیر کو اس عامل سے محبت تھی۔ چنانچہ وزیر نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خط تو لکھا لیکن مضمون کے آخر میں ان شاء اللہ بڑھادیا۔ اور ان شاء اللہ کے نون کے شروع میں تشدید ڈال دیا۔ جب عامل نے خط پڑھا تو اسے یہ حیرت انگیز بات معلوم ہوئی کہ وزیر سے یہ حرکت کیوں ہوئی۔ اس لیے کہ مضمون نگار کی یہ علت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحریر میں حرکت نہیں لگاتے۔ چنانچہ عامل تھوڑی دیر غور کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے معلوم ہوا کہ اس کا مقصد قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَفَرَّقُونَ لِيَفْشَلُونَ۔ ”اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں۔“

چنانچہ اس نے وہ خط وزیر کے نام تھوڑی سی ترمیم کر کے واپس کر دیا اور ترمیم یہ کی کہ تشدید کو اپنے جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ الف بنا دیا اور پھر مہر لگا کر خط واپس کر دیا۔ جب وہ خط وزیر کو ملا تو بہت خوش ہوا۔ اور سمجھ گیا کہ اس کی مراد اس ترمیم سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ عامل کی یہی مراد تھی۔ اِنَّا لَنَنْزِلُهَا فَتُفْشَلُونَ۔ اِنَّا لَنَنْزِلُهَا فَتُفْشَلُونَ۔

اونٹ کے طبی فوائد | (۱) اونٹ کا گوشت پیشاب میں آرام دہ ہوتا ہے۔

(۲) اونٹ کے گوشت کا طلاء دوا کے لیے مفید ہے۔

اونٹ کے پچھپھڑے کا طلاء کلف (چرے پر جھائیوں) کے لیے مجرب ہے۔

(۳) اونٹ کی چربی کا طلاء بواسیر کے لیے نافع ہے۔

(۵) اونٹ کے بال اگر کسی سلسل البول کے مریض کی ران پر باندھ دیئے جائیں تو سلسل البول کے لیے نافع ہو گا۔

(۶) اگر اونٹ کے پسینہ میں گیسوں کو بھلو کر چڑیوں کو کھلا دیئے جائیں تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہیں۔

بغات

بغات۔ گدھ سے چھوٹا پرندہ۔ باء میں میں زبر، زیر، پیش تینوں پڑھے جاسکتے ہیں۔ سبزی مائل سفید رنگ کا ایک پرندہ ہوتا ہے جو

گدھ سے چھوٹا اور اڑان میں سست ہوتا ہے۔ یہ پرندہ بہت شریر ہوتا ہے۔ اور اس کا شکار نہیں کیا جاتا۔

یونس کہتے ہیں جن لوگوں نے بغاث کو واحد کا صیغہ قرار دیا ہے ان کے نزدیک جمع بغاثان، غزالی اور غزالان کے وزن پر آتی

ہے۔ جو حضرات بغاثہ کا اطلاق نز اور مادہ دونوں پر کرتے ہیں ان کے نزدیک جمع نعامہ اور نعام کے وزن پر بغاثہ و بغاثان آتی ہے۔

شیخ ابواسحاق کہتے ہیں کہ جس مال پر پابندی لگادی گئی ہو اس مال کو لے کر ولی سفر نہیں کر سکتا اس لیے کہ روایت میں ہے ان

المسافرو مالہ لعلی ای ہلاک کہ مسافر اور اس کا مال خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ (المسند فی باب الحج) اسی سے عباس بن مرو

اس سلمیٰ کا شعر ہے۔

بغات الطیر اکثر ہا فراخا وام الصقر مقلات نزور

ترجمہ:- بغاث پرندہ زیادہ بچوں والا ہوتا ہے اور باذن کم بچے والی کم محبت رکھنے والی ہوتی ہے۔

مقالات:- میم میں زبر ہے۔ اس لفظ کے کئی معنی آتے ہیں۔

(۱) ان عورتوں کو کہتے ہیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔

(۲) ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کے ایک بچہ کے بعد کوئی دوسرا بچہ پیدا نہ ہو۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ مقالات ان پرندوں کو کہتے ہیں جو اپنے گھونسلے ہلاکت خیز جگہ پر بناتے ہوں۔

نزور:- نون میں زبر ہے۔ ان کو کہتے ہیں جن میں محبت کم ہو اور نزور کم کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

شرعی حکم:- خبث ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت حرام ہے۔

ضرب الامثال | اہل عرب کہتے ہیں:-

بارضنا یستنسر (ترجمہ) ہماری زمین میں بغاث بھی گر گس ہوتا ہے۔

یعنی جو ہمارے پڑوس میں رہتا ہے وہ معزز بن جاتا ہے۔ یہ ایسے معزز شخص کے لیے بولتے ہیں جس کے پاس ذلیل شخص بھی آ

کر معزز بن جاتا ہے یا کمزور آدمی قوی بن جاتا ہو۔

بغل

نختر۔ مشہور جانور ہے اس کی کنیت ابو الالحاج، ابو الحرون، ابو الصخر، ابو قغلمہ، ابو قومص، ابو کعب، ابو مختار اور ابو طعون وغیرہ ہیں اور بعض اس کو ابن ناحق بھی کہتے ہیں۔

بغل بفتح باء اور سکون غین مجہد اور لام کے ساتھ لغت عربی ہے۔ فارسی میں اُستراور ہندی میں فخر کہتے ہیں۔

نختر۔ گھوڑے اور گدھے سے مل کر کر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے گدھے جیسی جسم میں سختی اور گھوڑے جیسی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کی آواز بھی گھوڑے اور گدھے کی آواز کے درمیان ہوتی ہے۔ لیکن یہ بانجھ ہوتا ہے۔ اس کے بچے پیدا نہیں ہوتے۔ لیکن ابن بطریق نے ۳۳۳ھ کے حوادث میں لکھا ہے کہ عجیب قسم کا نختر تھا جس سے ایک کالی گھوڑی اور سفید رنگ کا نختر پیدا ہوا۔ اس کے بعد ابن بطریق نے تعجب کا اظہار کیا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فخر میں دو متضاد جانور سے مل کر پیدا ہونے کی وجہ سے متضاد اخلاق، مختلف طبیعتیں اور عادتیں اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں۔

اگر نختر کا باپ گدھا ہوتا ہے تو یہ گھوڑے کے زیادہ مشابہ ہوتا ہے۔ اگر باپ گھوڑا ہو تو گدھے سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے اور تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ فخر کا ہر عضو گھوڑے اور گدھے کی مشابہت میں درمیانی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا اثر فخر کی عادت و اخلاق پر بھی نمایاں ہوتا ہے جیسے فخر کے اندر گھوڑے جیسی ذہانت اور سمجھ نہیں ہوتی اور نہ گدھے جیسی حماقت اور بے وقوفی ہوتی ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ فخر کو دریافت کرنے والا قارون ہے۔

فخر میں گدھے جیسا مبر اور گھوڑے جیسی قوت ہوتی ہے۔ نیز دو مختلف جانوروں سے مل کر پیدا ہونے کی وجہ سے اس کے اخلاق فاسد اور درنگے ہوتے ہیں۔ اسی معانی میں عرب شاعر نے کہا ہے۔

خلق جدید کل یوم مثل اخلاق البغال

ترجمہ:- نئی نئی عادتیں روزانہ فخریوں کی طرح بدلتا رہتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود فخر جس راستہ میں ایک بار چل لیتا ہے دوبارہ اس کو نہیں بھولتا۔ اگرچہ یہ جانور دو مختلف جانوروں سے مل کر پیدا ہوتا ہے اس کے باوجود بادشاہوں کی سواری اور فقیروں، درویشوں کے بوجھ اٹھانے کے ساتھ ان کی حاجات کو پورا کرنے کا ضامن اور لمبا راستہ طے کرنے کے ساتھ مبر سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

مرکب قاض و امام عادل و عالم و سید و کھل

ترجمہ:- قاضی، منصف، بادشاہ، عالم، اور اذیتز عمر کے سرداروں کی سواری ہے۔

یصلح للرحل و غیر الرحل

یہ سفر اور حضر کے لائق ہوتا ہے۔

نختر پر سوار ہونے کے واقعات | ایک مرتبہ عباس بن فرج نے سیدنا عمرو بن عاص کو دیکھا کہ وہ ایسے فخر پر سوار ہیں جس کے

منہ کے بال بڑھاپے کی وجہ سے جھڑ گئے تھے ان سے کسی نے کہا کہ آپ اس فخر پر سوار ہیں حالانکہ آپ مصر میں بہترین کشتی (سواری) میں سوار ہوتے تھے۔

ایک شامی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ گیا۔ ایک ایسے خوب صورت آدمی کو دیکھا کہ اس سے حسین خاموش اور خوب صورت میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا تھا اور نہ اس جیسا بہتر کوئی جانور نظر سے گزرا تھا۔ وہ ایک فخر پر سوار تھا۔ اس حالت میں میں دیکھ کر ان کی طرف میرا میلان ہو گیا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ سیدنا علی ابن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا۔ حالانکہ میں ان سے بغض و عناد رکھتا تھا۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ ابو طالب کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں میں ان کا پوتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو اور آپ کے والد کو اور جد امجد علی بن ابی طالب کو برا بھلا کہا کرتا ہوں۔ جب میری گفتگو ختم ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں! پھر انہوں نے کہا۔ آپ ہمارے یہاں چلے۔ اگر آپ کو کسی اقامت گاہ کی تلاش ہو تو ہم آپ کو ٹھہرائیں گے۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو ہم مدد کریں گے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو ہم آپ سے تعاون کریں گے۔

وہ شامی کہتا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ اس کے بعد سے روئے زمین پر مجھ سے ان سے زیادہ محبت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ (الکامل المبرور)

علی بن حسین کون تھے | امام دمیری کہتے ہیں علی بن الحسین کو زین العابدین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ان کی ماں کا نام سلامہ تھا۔ ان کے بڑے بھائی کا نام بھی علی تھا جو کربلا میں اپنے والد کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم اور چچا حسن، جابر عبد اللہ بن عباس، مسور بن مخرمہ، ابو ہریرہ، صفیہ، عائشہ ام سلمہ رضوان اللہ اجمعین وغیرہ سے حدیثیں روایت کی تھیں۔

ابن خلکان کہتے ہیں زین العابدین کی ماں کا نام سلامہ تھا جو فارس کے آخری بادشاہ یزدجر کی بیٹی تھیں (وفیات الاعیان) زرخشری کہتے ہیں یزدجر کی تین لڑکیاں تھیں جن کو عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں قید کر لیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک عبد اللہ بن عمرؓ کے حصے میں آئی جس سے سالم پیدا ہوئے۔ دوسری لڑکی محمد بن ابی بکرؓ کے حصے میں آئی جن سے قاسم پیدا ہوئے۔ تیسری لڑکی حسین بن علیؓ کو ملی جن سے علی زین العابدین پیدا ہوئے۔ چنانچہ یہ سب ایک دوسرے کے خالہ کے بیٹے تھے۔ علی زین العابدین اپنے والد محترم کے ساتھ کربلا میں شریک ہوئے لیکن بچے ہونے کی وجہ سے یہ بچ گئے۔ اس لیے کہ کربلا میں مخالف گروہ نے ہر خاندان والے کو قتل کر دیا تھا بالکل ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ خدائے پاک قاتلوں کا برا حال کرے اور ان کو ذلیل کر کے لعنت کرے۔ عبد اللہ بن زیاد نے علی زین العابدین کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ارادے سے باز رکھا۔ لیکن بعض تاجروں نے یزید بن معاویہؓ کو علی زین العابدین کے قتل کرنے کا مشورہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی بچالیا۔ اس کے بعد سے یزید بن معاویہؓ ان کی عزت و تکریم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ بیٹھتے اور ان کو اپنے کھانے پر شریک کرتے۔ پھر یزید بن معاویہ نے انہیں مدینہ منورہ بھیج دیا۔ چنانچہ یہ وہاں جا کر محترم اور باعزت بن گئے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ علی زین العابدین کی مسجد دمشق میں مشہور و معروف ہے۔ غالباً یہ مسجد شہر جامع علی کے نام سے مشہور ہے امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے کسی قبری کو ان سے افضل نہیں دیکھا۔ (ربیع الابرا)

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں اور یہ عالم آدمی تھے۔ اہل بیت میں ان سے بہتر آدمی کوئی نہیں تھا۔

امام اصمعی کہتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ کی نسل سوائے علی بن زین العابدین کے کسی سے نہیں چلی اور زین العابدین کے سوائے چچا حسینؓ کی لڑکی سے کسی اور سے نسل نہیں چلی اسی لیے تمام حسینیوں کا سلسلہ انہی سے جاملتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سیدنا زین العابدین وضو کرتے تھے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوفزدہ ہو جاتے۔ چنانچہ ان سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت نماز کے وقت کیوں ہو جاتی ہے تو فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی ہوتی ہے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ علی بن زین العابدین جس مکان میں رہتے تھے اس میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مکان میں آگ لگ گئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا گیا کہ کیا حال ہے؟ جس وقت مکان میں آگ لگی تو آپ نے نیت کیوں نہیں توڑی؟ فرمایا کہ میں اس آگ سے دوسری آگ کی طرف متوجہ تھا۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ جب آپ حج کرتے تو آپ تلبیہ کے وقت خوفزدہ ہو جاتے، چہرہ زرد ہو جاتا اور بیہوش ہو کر گر پڑتے۔ جب افاتہ ہوتا تو آپ سے پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ مجھے لبیک اللہم لبیک کہتے وقت یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دیا جائے لا لبیک ولا سعیدیک (تم حاضر نہیں ہو) چنانچہ لوگ آپ کی حوصلہ افزائی کرتے اور یہ کہتے کہ تلبیہ کہنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ تلبیہ کہتے تو بے ہوش ہو کر سواری سے گر جاتے۔ آپ چوبیس گھنٹے میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور آپ بہت زیادہ صدقات و خیرات کرتے بلکہ رات میں صدقہ زیادہ کرتے اور فرماتے کہ رات کا صدقہ پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور آپ بہت زیادہ روتے۔ آپ کو زیادہ رونے سے لوگوں نے منع کیا تو فرماتے یعقوبؑ، یوسفؑ کے گم ہو جانے پر اتنا روئے تھے کہ آپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی موت واقع نہیں ہوئی تو میں کیسے نہ روؤں۔

علی بن زین العابدین یہ بھی کہتے تھے کہ دس سے زائد آدمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہرج پر میرے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے ہیں۔ جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا کرتے:-

اللہم انی اتصدق الیوم واھب عر فی الیوم عمن یغتابنی۔

”اے اللہ! میں اپنی غیبت کرنے والے کے لیے آج صدقہ دے رہا ہوں اور اپنی آبرو بہہ کر رہا ہوں۔“

علی بن زین العابدینؓ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ ابن قلاس کہتے ہیں کہ اس سال سعید بن مسیب سعید بن جبیر عروہ بن زبیر ۹۳ھ کے اوائل میں ہوئی۔

اور ابو بکر بن عبد الرحمن وغیرہ کا انتقال ہوا ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن مدائنی نے ۱۰۰ھ میں وفات کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ بعض نے تصریح کی ہے کہ ۹۹ھ کے وقت آپ کی عمر ۵۸ سال کی تھی۔ آپ کو چچا حسنؓ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

شیخ ابواسحق شیرازی فیروز آبادی قاضی ابن خلکان جلال الدولہ ملک شاہ کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقتدی بامر اللہ نے شیخ ابواسحق شیرازی فیروز آبادی کو (جس کی تصانیف النبیۃ اور المندوب وغیرہ ہیں) محکمہ دلائل وبراہین سے منسلک و مشورہ مکتبہ پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ملک جلال الدولہ کی صاحبزادی کا پیغام لے کر نیشاپور بھیجا تو جب اپنے کام سے فارغ ہو گئے تو امام الحرمین سے مناظرہ ہو گیا۔ پھر جب فیروز آبادی نیشاپور سے واپس ہونے لگے تو امام الحرمین رخصت کرنے کے لیے آئے تو یہ ان کی سواری کا رکاب اس وقت تک پکڑے رہے جب تک کہ فیروز آبادی اپنے فخر پر سوار نہ ہو گئے۔ فیروز آبادی خراسان میں بہت ہی زیادہ عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے لوگ اتنے معتقد تھے کہ آپ کا فخر جہاں پاؤں رکھ دیتا تھا تو لوگ وہاں کی مٹی اٹھا کر تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

فیروز آبادی زبردست امام، عالم باعمل، متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد تھے۔ ان کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان)

امام الحرمین کی وفات ابن خلکان کہتے ہیں امام الحرمین کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی۔ جس دن ان کا انتقال ہوا تو بازار بند ہو گیا۔ جامع مسجد کے منبر توڑ دیئے گئے۔ ان کے شاگرد ۴۰۰ کے قریب گزرے ہیں۔ جب ان لوگوں کو استاذ کے انتقال کی خبر ملی تو ان سب نے دواتوں اور قلموں کو توڑ دیا۔ اسی حالت میں ان لوگوں نے تقریباً کئی سال گزار دیئے۔ (وفات الاعیان)

امام اعظم ابو حنیفہ امام ابو حنیفہ کے ایک پڑوسی کا نام اسکانی تھا۔ یہ دن میں کام کرتا۔ جب رات کو گھر واپس آتا تو وہ کچھ پیتا۔ نشہ طاری ہوتے وقت یہ شعر گنگاتا

اضاعونی وای فتی اضاعو لیوم کریمہ و سداد ثغر

ترجمہ:- لوگوں نے مجھے تو ضائع کر دیا اور میرے علاوہ کون سے جوان ہیں جو میدان جنگ اور سرحد بندی میں برباد ہوئے ہیں۔

اسکانی برابر پیتا اور یہی شعر دہراتا رہتا یہاں تک کہ اس کو نیند آ جاتی۔ امام ابو حنیفہ ہر رات اس کے شور و غوغا کو سننے اور نماز میں مشغول رہتے۔ ایک دن اتفاق سے اس کی آواز نہ آئی تو امام صاحب نے اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو آپ کو کسی نے بتایا کہ اسکانی کو چند دن ہوئے رات کے پہرہ داروں نے پکڑ لیا ہے۔ چنانچہ جب یہ بات امام صاحب کو معلوم ہوئی تو آپ نماز فجر پڑھ کر فخر پر سوار ہو کر امیر کے محل میں آئے اور ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ یہ سنتے امیر نے حکم دیا کہ انہیں اجازت دے دی جائے اور ان کا استقبال سواری کی حالت میں کیا جائے اور انہیں اس وقت تک اندر نہ بلایا جائے جب تک کہ فرش نہ بچھایا جائے۔ چنانچہ ان سب چیزوں کا اہتمام کیا گیا۔ پھر انہیں مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔ امیر نے فرمایا کہ امام صاحب فرمائیے کیا ضرورت پیش آگئی؟ آپ نے کیسے آنے کی زحمت فرمائی۔ امام صاحب نے اپنے پڑوسی اسکانی کے بارے میں خلاصی کی سفارش کی۔ یہ سن کر امیر نے فرمایا اسکانی کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اس رات سے آج تک جتنے لوگ گرفتار کئے گئے ہیں ان سب کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ ان سب کو بھی رہا کر دیا گیا اور وہ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہ اپنے فخر پر سوار ہو کر چل پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اسکانی پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کیا اسکانی ہم نے تم کو برباد کر دیا۔ اسکانی نے کہا نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت فرمائی اور مجھے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے پڑوسی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد اسکانی نے اس شغل سے توبہ کر لی۔ پھر اس کے بعد کبھی اس نے ارتکاب نہیں کیا۔

امام ابو حنیفہ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ ہے۔ یہ زبردست عالم باعمل گزرے ہیں۔ امام شافعیؒ نے امام مالک سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں دیکھا ہے کہ اگر وہ اس دیوار کو یہ کہہ دیتے کہ یہ سونے کی ہے تو وہ اس

کوہ ل کر کے ثابت کر دیتے۔

امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے، اشعار میں زہیر بن ابی سلمیٰ کے، محمد بن اسحاق کے سیرت و مغازی میں، امام کسائی کے نحو میں، مقاتل بن سلیمان کے تفسیر میں تمام لوگ اہل و عیال ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ قیاس میں امام تھے۔ انہوں نے عشاء کی وضو سے فجر کی نماز چالیس سال تک پابندی سے پڑھی ہے۔ اور عام طور پر ایک رات میں پورا قرآن کریم ختم کر دیتے۔ آپ رات میں اس قدر روتے کہ پڑوسیوں کو بھی رحم آنے لگتا۔ جس جگہ آپ کی وفات ہوئی ہے اس جگہ آپ نے ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم کو تلاوت میں ختم کیا ہے اور تیس سال تک افطار (باشتہ) نہیں کیا۔ آپ کے اندر سوائے عربی کم جاننے کے اور کوئی نقص نہیں تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابو عمرو بن العلاء نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مشکل چیز سے قتل کر دے تو کیا قاتل پر قصاص واجب ہو گا یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ قصاص واجب نہیں ہو گا۔ (یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا تھا) اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ پھر ابو عمرو بن العلاء نے سوال کیا۔ اگر کوئی گوچھن کے پتھر سے قتل کر دے تو کیا جواب ہے؟ آپ نے فرمایا چاہے کوئی ”کوہ ابو قیس“ سے قتل کر دے تب بھی قصاص نہ ہو گا۔ اور کبھی امام صاحب کی طرف سے لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ آپ نے یہ جواب ان لوگوں کی زبان میں دیا ہے جو لوگ اسمائے ستہ کو تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ چنانچہ عرب شاعروں نے کہا ہے۔

ان ابابا و ابابا ابابا قد بلغا فی المجد غایتاھا

ترجمہ:- واقعی اس کے آباء و اجداد نے اپنے اپنے مقاصد میں شرافت و بزرگی کو حاصل کر لیا ہے۔

یہ اہل کوفہ کی زبان ہے اور امام ابو حنیفہ کوئی ہیں۔ امام اعظم کی وفات بغداد کے قید خانہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اور بعض نے اس کے علاوہ تاریخ وفات تحریر کی ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ان کی وفات قید خانہ میں نہیں ہوئی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان کی وفات اس دن ہوئی جس دن امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ اور بعض نے اس سال کا تذکرہ کیا ہے نہ کہ اس دن میں جیسے کہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔ (تاریخ بغداد و وفیات الاعیان)

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ امام کی وفات ۱۵۱ھ یا ۱۵۳ھ میں ہوئی ہے۔ (تہذیب الاسماء)

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ جو اوپر کا شعر اسکانی کی حکایت میں گزرا ہے وہ عرجی عبد اللہ ابن عمرو بن عثمان بن عفان کا ہے۔ اس شعر کو نصر بن شمیل نے مامون رشید کے دربار میں بطور استشاد پڑھا تھا۔

نصر بن شمیل کا ایک علمی واقعہ | ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ نصر بن شمیل مامون الرشید کے دربار میں آئے تو دونوں حدیث کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ چنانچہ مامون رشید نے ایک روایت، شیم کی سند

سے سیدنا عبد اللہ بن عباس تک روایت بیان کی اور وہ یہ ہے:-

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت آدمی عورت کے دین اور خوب صورتی کی وجہ سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ تنگی

سے نجات پا جاتا ہے۔"

یہ روایت سن کر نضر بن شمیل نے کہا امیر المومنین ہشیم نے بالکل سچ روایت کی ہے۔ ہم سے بھی فلاں نے فلاں سے بیان کر کے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک سند کا واسطہ پہنچا کر بیان کیا۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت آدمی عورت کے دین و مذہب اور خوب صورتی کی وجہ سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ تنگی سے نجات پا جاتا ہے۔"

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ یہ سن کر مامون رشید سیدھے بیٹھ گئے حالانکہ وہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر فرمایا نضر تم سدا دیکھتے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ سدا وہاں غلط ہے۔ مامون نے کہا کیا تم میری اعراب کی غلطی نکال رہے ہو۔ میں نے کہا ہشیم نے اعراب کی غلطی کی ہے۔ چنانچہ امیر المومنین نے کہنا مل لیا۔ پھر فرمایا اچھا سدا د کے زیر یا زیر پڑھنے میں کیا فرق پڑ جائے گا۔ میں نے کہا سدا (ذیر کے ساتھ) دین میں درستی اور میانہ روی کو کہتے ہیں اور سدا (زیر کے ساتھ) حاجت اور تنگی کو کہتے ہیں اور جس کو آپ درست کر لیں اس کو سدا (ذیر کے ساتھ) کہتے ہیں۔ مامون نے کہا کیا تم کو اس سلسلے میں عرب شعراء کا کوئی شعریاد ہے۔ میں نے کہا جی ہاں جیسے عربی کہتا ہے۔

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کرہیة و سداد ثغو

ترجمہ۔ لوگوں نے مجھے تو ضائع کر دیا اور (میرے علاوہ) کون سے جوان ہیں جو میدان جنگ اور سرحد بندی میں برباد ہوئے ہیں۔" چنانچہ مامون رشید نے یہ سن کر ایک رقعہ میں کچھ لکھا اور ایک خادم سے کہا کہ یہ رقعہ لے کر نضر بن شمیل کے ساتھ فضل بن سہل کے پاس چلے جاؤ۔ جب فضل بن سہل نے وہ رقعہ کھول کر پڑھا تو یہ کہا اے نضر تم کو امیر المومنین پچاس ہزار درہم بطور انعام دینے کو تحریر فرمایا ہے۔ آخر کیا معاملہ ہوا مجھے بھی بتاؤ۔

نضر کہتے ہیں کہ میں نے فضل بن سہل سے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر فضل بن سہل نے مزید تیس ہزار درہم اور انعام دیئے۔ چنانچہ میں اسی ہزار درہم ایک حرف کے بدلہ میں بطور انعام لے کر چلا آیا۔

نضر بن شمیل کا انتقال مقام مرو میں ۲۰۴ھ میں ہوا۔ (وفیات الاعیان)

ہارون رشید کے دربار میں امام یوسف کا علمی مقام | امام ابو یوسف، امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ ان کا اصل نام یعقوب ہے۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ ایک رات میں بستر میں آرام

کرنے کے لیے آیا تو اچانک کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں باہر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہرثمہ بن ابیمن ہے۔ انہوں نے کہا کہ چلے آپ کو امیر المومنین ہارون رشید یاد فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور ڈرتا ہوا امیر المومنین کے گھر آگیا۔ دروازے پر ہرثمہ سے پوچھا کہ بھائی امیر المومنین کے پاس اور کون بیٹھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہیں۔ پھر میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور ان کی داہنی طرف عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

ہارون رشید نے کہا ابو یوسف! میرے گمان میں ہم نے تم کو خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے کہا خدا انہی قسم! ہاں بلکہ جو میرے پیچھے ہیں وہ بھی خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ہارون رشید تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے یعقوب کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ ہارون رشید نے کہا میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے تاکہ تم اس بات کے گواہ رہو

کہ عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک باندی ہے میں نے ان سے یہ کہا کہ تم اس باندی کو مجھے بہہ کر دو لیکن اس نے انکار کر دیا۔ خدا کی قسم! اگر یہ بہہ نہ کرے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عیسیٰ بن جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے نزدیک باندی کی اس قدر اہمیت ہے کہ تم نے بہہ کرنے سے انکار کر دیا ہے اور باندی سے تم نے اپنی قدر امیر المومنین کے میل گرا دی ہے۔ آخر کار وہ باندی بھی ہر حال میں تم سے چلی جائے گی۔ یہ سن کر عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ امیر المومنین نے دھمکی دینے میں بہت جلدی کر دی ہے۔ آخر کار کوئی بات یا کوئی عذر تو سننا چاہیے۔ میں نے کہا اچھا بتا کیا بات ہے؟ یا کیا عذر ہے؟

عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ میں نے اس باندی کو طلاق اور آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اگرچہ میرا سارا مال کیوں نہ لٹ جائے لیکن میں اس باندی کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ بہہ کر سکتا ہوں۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہارون الرشید میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابو یوسف اس مسئلہ کا کوئی حل نکل سکتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں نکل سکتا ہے۔ فرمایا کیسے؟ میں نے کہا یہ نصف باندی تو آپ کو بہہ کر دے اور نصف باندی آپ کو فروخت کر دے تو گویا وہ باندی نہ بہہ ہوگی اور نہ فروخت ہوگی۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا ابو یوسف کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ میں نے کہا ہاں جائز ہے۔ عیسیٰ نے کہا اچھا آپ گواہ سہیے میں نے نصف باندی امیر المومنین کو بہہ کر دی اور نصف ایک ہزار اشرفیوں کے عوض ان کے ہاتھ فروخت کر دی۔ ہارون رشید نے کہا میں نے نصف باندی بطور بہہ قبول کر لی اور نصف باندی ایک ہزار اشرفیوں کے عوض خرید لی۔ امام ابو یوسف نے کہا اچھا میرے پاس باندی اور مال لایا جائے۔ چنانچہ دونوں نے باندی اور مال حاضر کر دیا۔ امام ابو یوسف نے کہا اے امیر المومنین اب باندی کو لے لیجئے اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔

ہارون الرشید نے کہا اے یعقوب ایک چیز اور باقی رہ گئی ہے وہ بھی حل کر دیجئے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا باندی تو مملوکہ ہے اور باندی کو حیض تک ترک جماع کرنا ضروری ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے یہ رات باندی کے ساتھ نہ گزاری تو میری جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ باندی کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لیں اس لیے کہ آزاد عورت کے لیے حیض تک ترک جماع کرنا ضروری نہیں ہے۔

ہارون الرشید نے کہا اچھا میں نے آزاد کر دیا کون نکاح پڑھائے گا؟ میں نے کہا میں نکاح پڑھا دوں گا چنانچہ مسرور اور حسین کے سامنے میں نے خطبہ پڑھا اور اس باندی کا نکاح بیس ہزار اشرفیوں کے عوض مرتعین کر کے ہارون الرشید سے کر دیا۔ اس کے بعد امام ابو یوسف نے کہا اچھا حضور عالی جاہ آپ مہر کی رقم میرے پاس لے آئیے تاکہ میں باندی کو ادا کر دوں۔ چنانچہ مہر کی رقم لا کر ادا کر دی گئی۔

اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا ابو یوسف اب آپ جاسکتے ہیں۔ اور مسرور سے یہ کہا کہ تم دو لاکھ درہم اور بیس کپڑوں کے تخت ابو یوسف کو بطور انعام دیئے جاتے ہیں، ان کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ یہ انعام ابو یوسف کے گھر پہنچا دیا گیا۔ (تاریخ بغداد) بعض مورخین لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف کی مجلس میں ایک آدمی نہایت خاموش رہتا تھا کبھی کوئی بات پوچھتا ہی نہ تھا۔ ایک دن امام ابو یوسف نے اس سے یہ کہا کہ بھائی تم کبھی کچھ پوچھتے ہی نہیں ہو۔ اس نے کہا جی ہاں اگر آپ کہتے ہیں تو سوال کرتا ہوں۔ بتائیے کہ روزہ دار کب انظار کرے؟ آپ نے فرمایا جب سورج چھپ جائے۔ اس نے کہا اگر نصف رات تک سورج نہ چھپے تو روزہ

کب انظار کرے۔ یہ سن کر امام ابو یوسف ہنس پڑے اور فرمایا تم واقعی خاموش رہتے ہو۔ میں نے تمہیں ابھارنے میں غلطی کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عجبت لازراء الغبی بنفسه وصمت الذی قلبہ کان بالقول اعلما
ترجمہ:- میں غبی آدمی کو چھیڑ کر حیرت میں پڑ گیا جب اس نے خیالات کا اظہار کیا تو میں اس کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔
وفی الصمت بستر للغبی و انما صحیفة لب المراء ان یتکلم
ترجمہ:- سکوت غبی کے لیے پردہ ہے۔ گفتگو کرنا آدمی کے دماغ کا صحیفہ ہے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک آدمی بعض علماء کی مجلس میں بیٹھتا لیکن بات بالکل نہ کرتا تھا۔ ایک دن اس سے یہ کہا گیا کہ بھائی تم بالکل بات نہیں کرتے ہو۔ اس نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ ہر مہینے ایام بیض کے روزے کیوں مستحب ہیں؟ عالم نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر اس آدمی نے کہا کہ ایام بیض کے روزے اس لیے مستحب ہیں کہ چاند کی انہی ایام بیض میں گھن گلتا ہے۔ اس لیے اللہ جل شانہ نے یہ چاہا کہ آسمان میں کوئی نئی چیز ایسی سامنے نہ آئے جس کا ظہور زمین میں نہ ہوا ہو۔ اس موضوع پر یہ بہت عمدہ واقعہ ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک آدمی امام شعبی کی مجلس میں بیٹھا تھا اور برابر خاموش رہتا تھا۔ ایک دن امام شعبی نے فرمایا بھائی تم بھی کچھ بولا کرو۔ اس نے کہا میں خاموش رہتا ہوں تو محفوظ رہتا ہوں اور سنتا ہوں تو علم میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے کہ آدمی کا نصیبہ اس لیے سننے میں رکھ دیا گیا ہے اور زبان میں نصیبہ کسی دوسرے کے مستفید ہونے کے لیے ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان امام شعبی سے گفتگو کر رہا تھا تو امام شعبی نے فرمایا ہم نے یہ کبھی نہیں سنا ہے کہ جو ان نے کہا کیا آپ نے ہر علم کو سن لیا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جو ان نے کہا کچھ حصہ بھی نہیں سنا۔ شعبی نے فرمایا ہاں کچھ حصہ تو ضرور سنا ہے جو ان نے کہا پھر یہ بات آپ کان کے اس خانہ میں رکھ لیجئے کہ جس کو آپ نے سنا ہے۔ یہ سن کر امام شعبی خاموش ہو گئے۔

امام ابو یوسف کو سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا خطاب دیا گیا اور سب سے پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے علماء کا اس موجودہ منہج کے مطابق لباس متعین کیا ورنہ عام طور پر لوگوں کا لباس ایک ہی وضع قطع کا رہتا تھا۔ کسی آدمی کو لباس کے ذریعے ممتاز نہیں کر سکتے تھے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن مسر بنفداد اور واسطہ کے درمیان چھوٹے سے شہر مبارک میں قاضی تھے۔ جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ امیر المومنین ہارون الرشید اور ان کے ساتھ امام ابو یوسف بصرہ تشریف لارہے ہیں تو عبدالرحمن بن مسر نے مبارک کے رہنے والوں سے کہا کہ تم لوگ میری ان دونوں سے تعریف کرنا۔ شہر والوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے لباس تبدیل کر کے ان دونوں سے ملاقات کی اور جاتے ہی کہا کہ قاضی تو بس ہمارے شہر کے ہیں۔ پھر جب وہ لوگ دوسرے مقام پر پہنچے تو انہوں نے دوسری جگہ بھی پہنچ کر یہی جملہ کہا کہ قاضی تو بس ہمارے شہر کے ہیں۔ یہ سن کر ہارون رشید نے امام ابو یوسف کی طرف

مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا یہاں کے قاضی کیا تعریف صرف ایک ہی آدمی کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی کارکردگی درست نہیں ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا امیر المومنین تعجب کی بات یہ ہے کہ قاضی خود اپنی تعریف کر رہا ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید ہنس پڑے اور فرمایا کہ یہ قاضی صاحب تو ظریف اور دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں ایسے لوگ معزول نہیں کئے جاسکتے۔ امام ابو یوسف کی وفات ماہ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی اور بعض لوگوں نے اس کے علاوہ تاریخ بیان کی ہے۔

خمر بے نسل کیوں ہوتا ہے | ایک مرتبہ موصل کے حاکم اپنے خمر سے گر پڑے تو ابو السعادات مبارک بن الاشیر نے یہ اشعار کہے۔

ان زلت البعلة من تحته فان فی زلتها عذرا
ترجمہ: اگر خمر ان کے نیچے سے پھسل گیا ہے تو یقیناً کسی عذر سے پھسل گیا ہے۔

حملها من علمه شاهقا ومن ندى راحتہ بحرا
ترجمہ: انہوں نے جان بوجھ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھایا ہے اور ان کے جو دھرم مثل دریا کے ہیں۔

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب فرمایا کرتے تھے کہ خمر کی نسل نہیں چلتی (اگرچہ خمر تمام جانوروں میں سب سے زیادہ تیز چلنے والا جانور ہے) کیونکہ جن جانوروں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے لوگ لکڑیاں جمع کرتے تھے ان میں خمر بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے بد دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے خمر کو اس لیے بے نسل بنا دیا۔ (تاریخ دمشق)

ایک رافضی کی بد بختی | اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک چکی والا رافضی رہتا تھا۔ اس کے پاس دو خمر تھے۔ ایک کانام ابو بکر رکھا تھا اور دوسرے کانام عمر رکھا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد رافضی نے ان میں سے ایک خمر کو نیزہ مار کر ہلا کر دیا۔ چنانچہ جب (امام ابو حنیفہ) دادا جان کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا تم لوگ جا کر دیکھو جس خمر کو اس نے نیزہ مارا ہے اس کانام عمر ہو گا۔ چنانچہ لوگ گئے دیکھا معلوم کیا تو وہی نکلا جو امام اعظم نے فرمایا تھا۔

سفیان بن ابان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

”نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ خمر پر سوار ہوئے تو وہ بدک گیا۔ پھر حضور نے اسے روک دیا اور ایک شخص کو اس پر قل اعوذ برب الفلق پڑھنے کا حکم دیا۔ جب پڑھا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔“

(الکامل لابن عدی فی ترجمۃ خالد بن یزید العمری المکی)

یہ حدیث ان شاء اللہ دابتہ کے عنوان میں بھی آجائے گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے تین اولاد ہو گئی ہو اور ان میں سے کسی ایک کانام بھی محمد نہ رکھا ہو تو وہ بڑا بے رحم ہے اور اگر تم اس کانام محمد رکھو تو اسے گالی نہ دو، نہ برا بھلا کو اور نہ اس کو مارو پیٹو بلکہ اس کے ساتھ عزت و اکرام، عظمت و شرف کا معاملہ کرو۔“ (الکامل لابن عربی)

عبد اللہ بن زری غامضی مصری کہتے ہیں:-

”حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو ایک خمر بطور ہدیہ کے پیش کیا تو آپ نے اس پر سواری کی۔“

لوگ کہنے لگے کہ ہم گدھے کو گھوڑی سے ملا دیں تو ہمیں بھی یہ حاصل ہو جائے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہی کریں گے جنہیں علم نہیں۔“ (روام ابوداؤد والنسائی)

ابن حبان کہتے ہیں کہ علم نہیں رکھنے سے مراد اس فعل سے منع کرنا ہے۔

امام خطابی بھی اسی کے قریب قریب یہ معانی بیان کرتے ہیں کہ جب گدھے کو گھوڑی سے ملا دیا جائے گا تو گھوڑے کے فوائد ختم ہو جائیں گے۔ ان کی تعداد میں قلت پیدا ہو جائے گی۔ ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ حالانکہ لوگ گھوڑے کو بطور سواری اور دیگر ضرورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ گھوڑوں پر بیٹھ کر دشمنوں سے جنگ اور مال وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔

اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے اور جتنا حصہ مجاہد کا مال غنیمت پر لگایا جاتا ہے اتنا ہی گھوڑے کے حصہ میں بھی آتا ہے۔

اور یہ تمام فوائد فخر میں حاصل نہیں ہوتے اور نہ لوگ فخر کو ان کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ انہی تمام فضائل اور خوبیوں کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کو پسند فرمایا ہے اور آپ کی یہ خواہش تھی کہ گھوڑوں کی تعداد میں اضافہ ہو تا رہے ان کی نسل بڑھتی رہے اس لیے کہ گھوڑوں میں بے شمار منافع اور خیر و برکت ہے۔

اگر گھوڑا گدیوں سے جفتی کرتے ہوں تو اس صورت میں نہی کے ذیل میں نہ آنے کا احتمال ہے۔ الایہ کہ کوئی یہ تاویل کرنے لگے کہ حدیث کی مراد گھوڑے کی قسموں کو گدھوں کی نسلوں سے حفاظت مقصود ہے۔ اور ان دونوں کے ملنے کی کراہت پیش نظر ہے تاکہ دو مختلف جانوروں کی قسموں سے کوئی مرکب نسل نہ تیار ہو جائے۔ اس لیے کہ دو قسموں سے مل کر جو جانور پیدا ہوتے ہیں وہ عام طور پر جن جانوروں سے پیدا ہوتے ہیں ان سے زیادہ خبیث اور سرکش نکلتے ہیں۔ مثلاً بھیڑیے کا بچہ جو بھیا لکڑ بگڑ سے پیدا ہوتا ہے اور کتے کا بچہ جو مادہ بھیڑ سے پیدا ہو وغیرہ۔

یہ فخر یا فخر جانور ہوتا ہے نہ اس کی نسل چلتی ہے۔ چالاک ہوتا ہے نہ سیدھا ہوتا ہے۔ مجھے یہ رائے بھلی معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:-

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً (النحل: ۸)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فخریوں کا اس کے مخصوص نام کے ساتھ ذکر کر کے احسان بتلایا ہے۔ جس طرح گھوڑوں اور گدھوں جیسی سواری کا ذکر فرما کر احسان بتلایا ہے اور جو اس میں فوائد و منافع ہیں اس پر بھی توجہ دلائی ہے اور جو چیزیں ناپسندیدہ و مذموم ہوتی ہیں قابل تعریف نہیں ہوتیں اور نہ ان پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے ذریعے احسان بتلایا جاسکتا ہے۔ حالانکہ نبی پاک ﷺ نے فخر کو استعمال فرمایا ہے اور سواری کے لیے اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے سفر اور حضور دونوں میں سواری کی ہے۔ اگر یہ ناپسندیدہ اور مکروہ چیز ہوتی تو آپ اسے نہ اختیار فرماتے اور نہ استعمال کرتے۔ اھ

چنانچہ زید بن ثابت بیان کرتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بنی نجر کے باغ میں اپنے فخر پر سوار جا رہے تھے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا فخر اس طرح بدک گیا کہ خطرہ ہونے لگا کہ کہیں وہ آپ کو گراندے وہاں چارپانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ یہ کس کی قبر ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں۔ تو آپ نے

سوال کیا کہ ان کی وفات کب ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ حالت شرک میں مرے ہیں تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اظہار نہ کرتے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ جس طرح اس عذاب قبر کو ہم سن رہے ہیں تمہیں بھی سنا دیں۔ پھر آپؐ نے اپنے روئے مبارک کو ہمارے طرف پھیر کر ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت سے عذاب قبر سے پناہ مانگو تو ہم لوگوں نے دعا کی ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی عذاب قبر سے۔ پھر فرمایا اللہ کی پناہ مانگو جہنم کے عذاب سے۔ تو ہم لوگوں نے کہا ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی عذاب جہنم سے۔ پھر فرمایا پناہ مانگو ظاہر و باطن کے ہر فتنوں سے تو ہم لوگوں نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہر ظاہری اور باطنی فتنوں سے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ مانگو فتنہ دجال سے تو ہم لوگوں نے کہا ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی دجال کے فتنہ سے۔“ (مسلم)

حضور ﷺ کا دلدل نامی خچر | جناب رسول اللہ ﷺ جس خچر پر سفر وغیرہ میں سوار ہو کر جاتے تھے اس کا نام دلدل تھا اور یہ مادہ رہی بڑھیا ہونے کے بعد اس کے دائرہ کے دانت جھڑ گئے تھے۔ چنانچہ اس کے لیے جو موٹاپیں کر کھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ امیر معاویہؓ کے دور میں بقیع غرقہ قبرستان کے قریب مرگئی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ خچر سیاہ سفید رنگ کا تھا۔ حافظ قطب الدین شرح جامع صغیر سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے (بغل) خچر پر سوار ہونے کی قسم کھالی پھر وہ مادہ خچر یا نر خچر پر سوار ہو گیا تو حادث ہو جائے گا اس لیے کہ لفظ خچر اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر کیا جاتا ہے۔ بالکل یہی مسئلہ خچر کا بھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

عربی کا لفظ بغلۃ میں جو ہاء ہے وہ افراد (تھا اور اکیلے) کے لیے ہے اور ہائے افراد نر اور مادہ دونوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جس طرح کہ جرادۃ اور تمرۃ (نڈی۔ کھجور) میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے بغلۃ (خچر) میں سوار نہ ہونے کی قسم کھالی اس کے بعد پھر وہ خچر یا خچر یا میں سوار ہو گیا تو بھی حادث ہو جائے گا۔

حافظ قطب الدین مزید تحریر کرتے ہیں کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا خچر نہ تھا نہ مادہ پھر اس کے بعد آپ کے لیے پانچ خچر مزید تیار کیے گئے۔ (شرح البسرة) امام سیبلی کہتے ہیں غزوہ حنین کے ذکر میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بطحاء سے خچر پر سوار ہو کر ایک مٹھی مٹی اٹھائی تھی جس کو کفار کے چروں پر شاہت الوجوہ (کفار کے چہرے بد شکل ہو جائیں) کہہ کر پھینک دی تھی۔ چنانچہ کافروں کا لشکر اس سے شکست کھا گیا۔

حضور ﷺ نے جس دم زمین سے مٹی اٹھانے کا ارادہ کیا تو خچر یا نے اپنے پیٹ کے حصے کو زمین سے لگا دیا تھا جس سے آپ نے زمین سے آسانی کے ساتھ مٹی اٹھالی۔ پھر وہ خچر یا کھڑی ہو گئی۔ اس خچر یا کا نام بیضا تھا جس کو غالباً فروہ بن نعامہ نے ہدیہ کیا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں غزوہ حنین میں جس وقت مسلمان شکست کھانے لگے رسول اللہ ﷺ اپنی سیاہ و سفید خچر یا میں سوار تھے جس کو دلدل کہتے تھے۔ آپ نے دلدل کو مخاطب کر کے فرمایا دلدل جھک جا۔ چنانچہ اس نے سنتے ہی پیٹ کو زمین پر لگا دیا یہاں تک کہ آپ نے ایک مٹھی مٹی اٹھالی۔ پھر اسے کفار کے چروں کی طرف پھینک دیا اور فرمایا کفار فتح یاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کفار شکست کھا گئے۔ حالانکہ ہم نے نہ تیر چلائے نہ نیزے برسائے اور نہ ان کو تلوار سے مارا۔ (رواہ الطبرانی فی معجمتہ الاوسط) محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے بطحاء سے ایک مٹی مٹی اٹھا دیجئے چنانچہ خجرا سمجھ گئی سنتے ہی جھک گئی یہاں تک کہ اس نے اپنا شکم زمین سے ملا دیا۔ اتنے میں آپ نے حصاء سے مٹی اٹھا کر کفار کے چروں کی طرف پھینک دی اور فرمایا شاہت الوجوہ (کفار کے چہرے بد شکل ہو جائیں) وہ فتح مند نہیں ہو سکتے۔“ (رواہ الطبرانی فی معجمتہ الاوسط)

خزیمہ بن اوس کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہجرت کر کے چلا گیا۔ چنانچہ میں تبوک سے لوٹتے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس وقت میں نے یہ سنا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ یہ مقام حیرہ ہے اور جو مجھ پر پیش کیا جائے گا اور عن قریب تم اسے فتح کرو گے اور وہاں شیماء بنت نفیل ازوی ہے جو سیاہ سفید خجرا میں کالی اور زہنی ڈالے ہوئے سوار ہے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر ہم حیرہ میں داخل ہو گئے اور شیماء کو اس حالت پر پا گئے تو شیماء میری ہوگی۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ تمہارے ہو جائے گی۔ اس کے بعد ہم خالد بن ولید کے ساتھ حیرہ کا ارادہ کر کے چلے۔ جب حیرہ میں ہم داخل ہوئے تو سب سے پہلے ہم نے جس سے ملاقات کی وہ شیماء بنت نفیل تھی۔ اس کو ہم نے اسی حالت میں پایا جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ سیاہ سفید خجرا میں کالی اور زہنی ڈالے ہوئے سوار ہے۔ جاتے ہیں میں شیماء سے لپٹ گیا اور میں نے کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دے دی ہے۔ یہ سن کر خالد بن ولید نے کہا کہ تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ چنانچہ میں نے دلیل سے ثابت کر دیا تو انہوں نے مجھے دے دی۔ تھوڑی دیر کے بعد شیماء کا بھائی عبدالمسح آگیا۔ اس نے کہا کیا تم مجھے میری بہن کو فروخت کر سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا تم جو چاہو اس کی قیمت لگاؤ۔ میں نے کہا ایک ہزار درہم سے کم میں نہیں دے سکتا۔ چنانچہ اس نے مجھے ایک ہزار درہم ادا کر دیئے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا اگر تم مجھ سے اس وقت ایک لاکھ درہم لے لیتے تو میں اس وقت دینے پر مجبور تھا۔ میں نے کہا۔ ایک ہزار درہم سے زیادہ میں لے بھی نہیں سکتا تھا۔

طبرانی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس بات کا گواہ محمد بن مسلم اور عبد اللہ بن عمرؓ تھے۔ (رواہ الطبرانی وابو نعیم)

خجرا کا شرعی حکم | ”ہم نے حنین کے دن خجروں اور گدھوں اور گھوڑوں کو ذبح کیا چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کو

گدھوں اور خجروں سے تو منع فرمایا لیکن گھوڑوں سے منع نہیں فرمایا۔“

حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ خجروں کا ایک حلال دوسرا حرام سے مل کر پیدا ہوتا ہے اس لیے حرمت کے پہلو کو ترجیح ہوگی۔ اس لیے کہ خجرا جنگلی گدھے اور حلال گھوڑے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔

اور یہ جو حدیث ابو داؤد نے بیان کی ہے کہ

”بعض قوم کے خجرا مر گئے۔ لیکن کھانے کے لیے اس کے علاوہ ان کے پاس اور کچھ نہیں تھا چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ

کے پاس آئے تو آپ نے انہیں کھانے کے لیے رخصت دے دی۔“ (رواہ البزازی باسناد صحیح)

یہ حدیث اس بات پر محمول کی جائے گی کہ وہ لوگ اضطراب کی حالت سے گزر رہے تھے اور وہ اس قدر بھوکے تھے کہ انہیں مرنے کا خطرہ ہو گیا تھا تو آپ نے انہیں مردار خجرا کا گوشت حلال کر دیا تھا۔“

ایک جزئی مسئلہ | اگر کسی نے زید کے لیے مرنے کے بعد خچر یا دینے کی وصیت کی تو اس وصیت سے بیل شامل نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ اگر خچر کی وصیت کی تو خچر یا شامل ہو جائے گی اور بغلہ میں ہاء وحدت کے لیے ہے جس طرح کہ ثمرۃ اور زبیدہ میں تاء وحدت کے لیے ہے۔ جمع یا مونث کی نہیں ہے۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | قبل للبغل من ابوک قال الفرس خالی۔ خچر سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ گھوڑ میرا ماموں ہے۔ یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اپنے معاملہ میں غلط

سلط اور فساد رکھتا ہو۔

(۲) فلان اعقر من البغل۔ ”فلاں خچر سے زیادہ بانجھ ہے (یعنی اس کی نسل بالکل ہی نہ چلنے والی ہے)“

(۳) فلان اعقم من بغلة۔ ”فلاں خچر سے زیادہ بانجھ (یعنی اس کی نسل بالکل ہی نہ چلنے والی ہے)“

(۴) ابل عرب کہتے ہیں ہوا عیب من بغلة ابی دلامہ۔ وہ آدمی ابو دلامہ کے خچر سے بھی زیادہ عیب دار ہے۔

ابو دلامہ کا نام زند بن جون ہے جو نہایت سیاہ فام کوفہ کا رہنے والا تھا۔ یہ بنو اسد کا غلام تھا اس کے بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہیں۔ مثلاً ابو دلامہ کا لڑکا بیمار ہو گیا تو اس نے ایک طبیب کو ایک مقررہ اجرت متعین کر کے دوا کرنے کے لیے بلایا۔ جب اس کا لڑکا شفا پا گیا تو ابو دلامہ نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں تمہیں ایک تدبیر بتلاتا ہوں، فلاں یہودی بہت مالدار ہے تم اس کے خلاف اجرت کی بازیابی کے لیے دعویٰ کرو میں اور میرا لڑکا دونوں گواہ رہیں گے۔ چنانچہ وہ طبیب قاضی ابن لیلیٰ کے پاس دعویٰ کرنے کے لیے گیا۔ یہودی بلایا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کوئی گواہ ہے۔ طبیب نے کہا جی ہاں۔ قاضی نے کہا کون ہے انہیں حاضر کرو۔ چنانچہ ابو دلامہ اشعار پڑھتے ہوئے آیا۔ قاضی اس کے اشعار کو سن رہے تھے۔

ان الناس غطو فی تغطیت عنہم

وان یبحثوا عنی نفیہم مباحث

ترجمہ:- لوگوں نے مجھے چھپایا ہے تو میں بھی چھپ گیا ہوں۔ اگر وہ میرے بارے میں تحقیق کریں گے تو میں بھی ان سے تحقیق کروں گا۔

لیعلم قوم کیف تلک النبائٹ

وان نبثوا بنری نبثت بارہم

ترجمہ:- اگر وہ میرا کواں کھو کر مٹی نکالیں گے تو میں بھی ان کے کنوؤں سے نکال لوں گا تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ نکالی ہوئی مٹی کیسی ہے۔

جب ابو دلامہ اور ان کے بیٹے نے شہادت دی تو قاضی نے کہا کہ تم دونوں کی شہادتیں قبول ہیں اور تم لوگوں کی گفتگو سن لی گئی۔ اس کے بعد قاضی نے اپنی جیب سے طبیب کو رقم ادا کی۔ گویا کہ قاضی نے دونوں مصلحتوں کا خیال کر کے یہ حسن سلوک کیا۔ اسی جیسا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ابو دلامہ قاضی عافیہ بن یزید کے ایک آدمی پر مقدمہ دائر کرنے گیا اور یہ اشعار

پڑھے۔

ترجمہ:- اوباش لوگوں نے مجھ سے جھگڑا کر لیا چنانچہ میں بھی ان سے ایک سال تک لڑتا رہا۔

فما ادحض الله لى حجة وما خيب الله لى قافية

ترجمہ:- چنانچہ خدا نے میری کسی دلیل کو باطل نہیں کیا اور نہ اس نے مجھے کسی شعر میں ناکام کیا۔

فمن كنت من جوره خائفا فلست اخافك يا عافية له

ترجمہ:- لہذا کون ہے جس کی زیادتی سے میں ڈرتا ہوں اور اے عافیہ تجھ سے بھی میں نہیں ڈرتا۔

یہ سن کر عافیہ نے کہا میں تمہاری امیر المومنین سے ضرور شکایت کروں گا۔ اس آدمی نے کہا آپ کیا شکایت کریں گے۔ قاضی نے کہا اس لیے کہ تو نے میری بھوک کی ہے۔ ابودلامہ نے کہا اگر آپ میری شکایت کریں گے تو امیر المومنین آپ کو معزول کر دیں گے۔ قاضی نے کہا کیوں معزول کر دیں گے۔ ابودلامہ نے کہا کہ آپ بھوک اور تعریف کا فرق نہیں سمجھتے۔

امام ابو الفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابودلامہ شاعر خلیفہ ممدی کے دربار میں آیا۔ اس نے خلیفہ کو اتنا بہترین قصیدہ سنایا کہ امیر المومنین ممدی نے کہا۔ اچھا ابودلامہ مانگ تجھے جو مانگتا ہو۔ ابودلامہ نے کہا مجھے ایک کتاب دے دیجئے۔ یہ سن کر ممدی غصہ ہو گیا اور فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ کوئی ضرورت کی چیز مانگو، تم کتنا مانگتے گے۔ ابودلامہ نے کہا ضرورت تو مجھے ہے یا آپ کو؟ امیر المومنین نے کہا نہیں ضرورت تم کو ہے۔ ابودلامہ نے کہا بس پھر مجھے شکار کرنے کے لیے کتے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ممدی نے ایک کتاب دینے کا حکم فرمایا۔ ابودلامہ نے کہا امیر المومنین میں شکار کھیلنے کے لیے جا رہا ہوں تو کیا شکار دوڑتے ہوئے ننگے پاؤں کروں گا اس کے ساتھ سواری بھی دے دیجئے۔

چنانچہ امیر المومنین نے ایک جانور دینے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر ابودلامہ نے کہا اس جانور کی نگرانی کون کرے گا امیر المومنین نے ایک غلام دینے کا حکم دیا۔ ابودلامہ نے کہا میں جس وقت شکار کھیل کر آؤں گا تو اسے کون پکائے گا؟ امیر المومنین نے ایک باندی دینے کا حکم فرمایا۔ ابودلامہ نے کہا یہ ساری چیزیں رات میں کہاں رہیں گی۔ یہ سن کر امیر المومنین نے ایک گھر دینے کا حکم دیا۔ ابودلامہ نے کہا مجھ پر اہل و عیال کے ایک جھوم کا بوجھ ہے۔ میں آخر ان لوگوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ تو اس پر امیر المومنین بولے کہ تیرے لیے ایک ہزار بیگہ آبادیاں غیر آباد زمین کے دینے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

امیر المومنین کا دوسرا لفظ غامر تھا اس لیے ابودلامہ کو پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کہ غامر (آباد) تو میں جانتا ہوں مگر یہ غامر کیا بلا ہے؟ امیر المومنین نے کہا ”غیر آباد“ ابودلامہ ہنس کر بولا تو پھر میں آپ کو ایک لاکھ بیگمہ غیر روع زمین چھیل میدان میں دیتا ہوں آپ مجھے اس کے بدلہ میں صرف ایک ہی بیگمہ قابل کاشت دے دیجئے۔ امیر المومنین بولے کہ کہاں سے دوں۔ دلامہ نے کہا کہ بیت المال سے۔ ممدی نے چمک کر کہا کہ اس سے سب مال واپس لے لو اور ایک بیگمہ زمین قابل کاشت دے دو۔ تو دلامہ نے کہا کہ جب آپ دیا ہو مال لے لیں گے تو سب ہی غیر آباد ہو جائے گا۔ ممدی ہنس پڑا اور پھر دے دلا کر خوش کر دیا۔

امام ابو الفرج بن الجوزی نے محمد بن اسحاق السراج کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ داؤد بن رشید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ہشیم بن عدی سے کہا کہ آپ یہ بتائیے کہ یہ خلیفہ ممدی نے سعید بن عبدالرحمن کو قاضی کیوں بتایا تھا اور اتنا اہم

عمدہ کیوں سپرد کر دیا تھا۔ ہشیم بن عدی نے جواب دیا کہ اس کی داستان بہت دلچسپ ہے۔ اگر تم دلچسپی سے سننا چاہو تو میں تمہیں تفصیل سے بتا سکتا ہوں۔ داؤد دین رشید نے کہا میں ضرور دلچسپی سے سنوں گا۔ ہشیم نے کہا اچھا غور سے سنو جس وقت مہدی خلیفہ بنایا گیا تو اچانک سعید بن عبدالرحمن ربیع دربان کے پاس آئے کہ میں امیر المومنین مہدی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں آپ اجازت لے دیجئے۔ ربیع نے کہا آپ کون ہیں؟ اور کس ضرورت سے تشریف لائے ہیں۔ سعید نے کہا کہ میں نے امیر المومنین مہدی سے متعلق ایک بہترین خواب دیکھا ہے، میں انہی سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا او سعید! لوگ جو خواب دیکھتے ہیں اس کو وہ اپنے لیے صحیح نہیں سمجھتے تو پھر دوسرے کا دیکھا ہوا خواب وہ کیسے مان لیں گے۔ اس کے علاوہ تم کوئی دوسری تدبیر کرو جو اس سے زیادہ موثر ہو۔ سعید نے دربان سے کہا اگر تم میری خبر امیر المومنین تک نہ پہنچاؤ گے تو میں کسی دوسرے کو وسیلہ بناؤں گا اور میں اس سے یہ بھی بتاؤں گا کہ میں نے ان سے اجازت طلب کی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ اتنی بحث کرنے کے بعد دربان ربیع خلیفہ مہدی کے پاس گیا اور عرض کیا آپ نے اچھا لوگوں کو لالچ میں مبتلا کر رکھا ہے یہاں تک کہ لوگ طرح طرح کے حیلے تلاش کر کے آتے ہیں۔ خلیفہ مہدی نے جواب دیا بادشاہوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

دربان نے کہا دیکھئے ایک شخص دروازے پر کھڑا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے امیر المومنین مہدی کے متعلق ایک بہترین خواب دیکھا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ براہ راست آپ ہی سے بیان کرنا چاہتا ہے۔

مہدی نے کہا ربیع تمہارا براہو جو میں خواب دیکھتا ہوں وہ کبھی صحیح نہیں ہوتا۔ شاید کہ جو خواب دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے اس نے میرے لیے کوئی خواب گڑھ لیا ہو۔ ربیع نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید اس کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ کے یہاں قبول نہ ہو گا۔ اتنے میں خلیفہ مہدی نے کہا اچھا اس آدمی کو بلاؤ۔ چنانچہ دربان نے سعید بن عبدالرحمن کو اندر بلا کر حاضر کر دیا۔ سعید بن عبدالرحمن خوب صورت، بارعب بظاہر مال دار، لمبی داڑھی اور شگفتہ بیان آدمی تھا۔

مہدی نے کہا سعید بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے۔ خدا برکت عطا فرمائے۔ سعید نے جواب دیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص آیا اس نے کہا کہ تم امیر المومنین سے کہہ دو کہ وہ تیس سال اور خلافت کریں گے اور اس خواب کی تصدیق وہ خواب کرے گا جس کو آپ خود اس رات میں دیکھیں گے۔ آپ ایک یا قوت کو دو سے بدلیں گے جس سے تیس یا قوت پیدا ہو جائیں گے اور وہ آپ کو دے دیئے جائیں گے۔

یہ سن کر خلیفہ مہدی نے کہا۔ تم نے بہت عمدہ خواب دیکھا ہے۔ اگر میں نے آنے والی رات میں اس خواب کو دیکھ لیا تو تیرے سچ اور جھوٹ کا امتحان ہو جائے گا۔ اگر واقعی میں نے تمہارے کہنے کے مطابق دیکھ لیا تو میں تمہیں خواہش کے مطابق انعام سے نوازوں گا۔ لیکن اگر تمہاری اطلاع کے مطابق میں نے خواب نہیں دیکھا تو میں سزا بھی دوں گا۔ اس لیے کہ خواب کا معاملہ بالکل الگ ہے کبھی واقعی منظر کشی ہوتی ہے اور کبھی خواب تھوڑے سے فرق کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیر المومنین میں اس وقت تک کیا کروں جس وقت میں اپنے گھر بال بچوں کے پاس واپس جاؤں گا اور انہیں یہ بتاؤں گا کہ میں امیر المومنین کے پاس گیا تھا۔ پھر وہاں سے خالی ہاتھ واپس آیا۔ مہدی نے کہا اچھا بتاؤ ہم کیا کریں؟ سعید نے کہا جو میں چاہتا ہوں وہ آپ جلدی سے عنایت فرما دیجئے اور میں خواب کے سچ دیکھنے کے بارے میں یہ قسم کھاتا ہوں کہ اگر خواب سچ نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ یہ سن کر مہدی نے سعید کے لیے دس ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا اور یہ بھی کہا کہ انعام دیتے وقت ان کی کوئی ضمانت بھی لے لے۔

یہ سن کر سعید کی آنکھیں خلیفہ کی طرف اٹھیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ خلیفہ مہدی کے پاس ایک نہایت خوب صورت نوکر کھڑا ہے۔ سعید نے اسے دیکھ کر کہا یہ نوکر میری ضمانت لے گا۔ مہدی نے نوکر سے کہا کیا تم سعید کی ضمانت لیتے ہو؟ یہ سن کر نوکر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور شرمندہ ہو گیا۔ پھر نوکر نے کہا ہاں میں سعید کی ضمانت لیتا ہوں۔ اتنے میں سعید مال لے کر گھر کی طرف چل دیئے۔ جب رات ہوئی تو خلیفہ نے بالکل ویسا ہی خواب دیکھا جیسے کہ سعید نے خبر دی تھی۔ جب صبح ہوئی تو سعید فوراً دروازہ پر حاضر ہو گئے، اجازت مانگی، چنانچہ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔ جب مہدی نے سعید کو دیکھا تو فرمایا۔ سعید خواب دیکھنے کے بارے میں جو تم نے بتایا تھا وہ کہاں پورا ہوا۔ سعید نے کہا کیا واقعی امیر المومنین نے خواب نہیں دیکھا اور جواب دینے پر سعید تٹلنے لگے۔ سعید نے کہا اگر واقعی آپ نے خواب نہیں دیکھا تو میری بیوی کو طلاق۔

مہدی نے کہا تمہارا برا ہو تم کو کس نے طلاق دینے پر مجبور کیا۔ سعید نے کہا میں اپنی سچائی پر طلاق کی قسم کھا رہا ہوں۔ مہدی نے کہا خدا کی قسم! جس طرح تم نے بتایا تھا بالکل میں نے اسی طرح خواب دیکھا۔ سعید نے سن کر کہا اللہ اکبر! امیر المومنین جو آپ نے وعدہ فرمایا ہے وہ فوراً پورا کیجئے۔ امیر المومنین نے کہا اعزاز و اکرام کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔ اس کے بعد مہدی نے تین ہزار اشرفیاں، دس کپڑے کے تخت (جامہ دان) اور تین اپنی ذاتی سواریوں میں سے انعام دیا اور بعض مورخین نے تین سفید و سیاہ خچر کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ سعید یہ انعام لے کر واپس آنے لگے کہ اتنے میں سعید کے پاس وہ نوکر آیا جس نے ان کی ضمانت لی تھی اور کہا میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس خواب کا تم نے ذکر کیا ہے آیا اس کی کچھ حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ سعید نے کہا خدا کی قسم کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ نوکر نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جیسے آپ نے امیر المومنین سے بتایا تھا اسی طرح انہوں نے خواب بھی دیکھ لیا۔ سعید نے کہا اس قسم کی باتیں بزرگوں کی خرق عادات میں سے ہیں جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ جب میں نے امیر المومنین سے خواب کے بارے میں تذکرہ کیا تو انہوں نے سوچا غور و فکر کیا۔ انہیں یہ بات انوکھی معلوم ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کے دل پر یہ بات راسخ ہو گئی۔ اس کے بعد وہ سے متفکر ہو گئے۔ اسی حالت میں وہ سو گئے ہوں گے۔ چنانچہ جو بات ان کے ذہن میں یاد ماغ میں تھی اس کو انہوں نے خواب کی شکل میں دیکھ لیا۔ یہ سن کر نوکر نے کہا۔ آپ نے جو طلاق کی قسم کھائی ہے اس کا کیا ہو گا؟ سعید نے کہا میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی ابھی دو طلاق کا مجھے اختیار ہے۔ اس کے بدلہ میں مہر میں دس دراہم زائد دے دوں گا اور اس کے عوض میں دس ہزار دراہم تین ہزار اشرفیاں اور دس قسم قسم کے کپڑوں کے تخت اور تین سواریاں حاصل ہی کر چکا ہوں یہ سن کر نوکر حیران ہو کر رہ گیا۔

سعید نے کہا خدا کی قسم میں نے تم سے یہ بات بالکل سچ سچ بتادی ہے اور تم نے میری ضمانت لی ہے اس کے بدلہ میں میں نے بالکل سچ بات کہہ دی ہے اب تم اس کو راز میں رکھنا۔ چنانچہ اس غلام نے ایسے ہی کیا۔ ہشیم کہتے ہیں جب ہی سے خلیفہ مہدی نے انہیں ہم نشینی کے لیے طلب کر لیا تھا اور سعید، مہدی کے ہم نشین ہو گئے اور بادشاہت سے فائدہ اٹھا کر اسی دوران مہدی نے اپنے لشکر کا قاضی بنا دیا۔ چنانچہ مہدی کے انتقال تک قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ ابو الفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ حکایت اسی طرح سنی ہے لیکن مجھے اس واقعہ کے صحت میں شک معلوم ہوتا ہے اور قاضیوں سے اس قسم کی باتوں کا صدور نہ ہونا چاہیے۔ (کتاب الاذکباء)

سعید بن عبد الرحمن کے بارے میں ائمہ کی رائے | امام دمیری کہتے ہیں سعید بن عبد الرحمن کے اس واقعہ کے بارے میں امام احمدؒ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ سعید بن عبد الرحمن ثقہ آدمی تھے۔ اس واقعہ کی سمت ہشیم بن عدی کے ذمہ ہے۔ اس کے بعد یحییٰ نے فرمایا کہ ہشیم صحیح آدمی نہ تھے جھوٹ بولا کرتے تھے۔

علی بن عدی کہتے ہیں کہ میں اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔

عدی کہتے ہیں کہ میں اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔

ابوداؤد علی کہتے ہیں کہ ہشیم جھوٹے آدمی تھے۔

ابراہیم بن یعقوب جرجانی کہتے ہیں کہ ہشیم مکینہ آدمی تھا جس کا انکشاف ہو گیا تھا۔

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ہشیم کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

ایک راہزن نماپادری | بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک فوجی شام کے علاقے میں ایک بستی کی طرف جا رہا تھا۔ جب اس نے چند فرسخ کا راستہ طے کر لیا تو وہ تھک گیا۔ اس کے پاس ایک خجریا تھی جس کے اوپر سفر کا ضروری

سلمان لدا ہوا تھا۔ شام کا وقت بھی قریب آ رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا گر جاگھر ہے اور اس میں ایک راہب ہے۔ راہب نے اسے دیکھ کر اس کا استقبال کیا اور اس نے اپنے پاس رات گزارنے کے متعلق پوچھا تاکہ وہ کسی سے ممان نوازی کا انتظام کر سکے۔ چنانچہ اس فوجی نے رات میں قیام کے بارے میں حامی بھر لی۔

فوجی کہتا ہے کہ جس وقت میں گر جاگھر میں داخل ہوا تو مجھے پادری کے سوا کوئی دوسرا نظر نہ آیا۔ اتنے میں پادری نے میری خجریا کو ایک طرف لے جا کر باندھ دیا اور اس کا گھاس چارہ کیا اور میرا اسباب ایک کمرے میں لے جا کر رکھا۔ گرم پانی لایا، سردی کڑا کے کی پڑ رہی تھی۔ برف گرنے کا زمانہ تھا۔ آگ جلائی اور بہت عمدہ کھانا میرے لیے لایا۔ چنانچہ میں کھانا کھایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سونے کی تیاری کر گرنے سے پہلے میں نے اس سے یہ معلوم کیا کہ بیت الخلاء کدھر ہے؟ اس نے بتایا کہ بیت الخلاء اوپر ہے اور اس کا راستہ مجھے دکھلایا۔ جب میں رفع حاجت کے لیے اوپر پہنچا اور بیت الخلاء کے دروازے پر قدم رکھا تو ایک بڑی سی چٹان پر نظر پڑی اور میں نے اس پر جیسے ہی قدم رکھا دھم سے میدان میں گر جاگھر سے باہر آگرا۔ گویا اس بد بخت نے وہ چٹائی چھت سے باہر اس طرح لٹکائی تھی کہ اس پر ذرا سا بوجھ پڑے تو فوراً آدمی جا گرے۔ میں نے گرنے کے ساتھ شور مچانا شروع کیا مگر پادری نے کوئی جواب نہ دیا۔ خیر مجھے چوتھو ضرور آنی مگر کوئی ہڈی وغیرہ نہیں ٹوٹی تھی۔ اس برف باری کے عالم میں جاڑے سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ آخر کار برف سے بچنے کے لیے گر جاگھر کے دروازے کی محراب میں کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں اوپر سے ایک ذنی پتھر آکر گرا۔ اگر مجھ پر گرنا تو پس کر رکھ دیتا۔ میں وہاں سے نکل کر بھاگا۔ وہ پادری مجھے گلیاں دیتا رہا جس سے میں سمجھ گیا کہ ہونہ ہو اسی پادری بد بخت کی شرارت ہے جو مجھے لوٹنے اور جان سے مارنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

جب میں محراب سے باہر آیا تو برف باری کے عالم میں کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ میرا سارا بدن اور کپڑے بھیگ گئے۔ تب میں نے سوچا جان بچانے کی کوئی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ ورنہ میں صبح تک اکڑ کر مرجاؤں گا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ ایک دو تین دھڑی کا پتھر ڈھونڈ کر اسے اپنے کندھے پر رکھ کر ادھر سے ادھر میدان میں بھاگوں۔ چنانچہ میں نے یہی تدبیر

اختیار کی جس کی وجہ سے جسم میں گرمی آگئی۔ پھر پتھر اتار کر کچھ دیر کے لیے آرام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سردی نے پریشان کیا تو پھر پتھر اٹھا کر یہی ورزش کی۔ غرض کہ میں صبح تک یہ کرتا رہا۔ سورج نکلنے سے پہلے میں نے گر جا گھر کے دروازے کھلنے کی اواز سنی۔ میں نے جو آگے بڑھ کر غور سے دیکھا تو پادری باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے وہاں مجھے تلاش کیا جہاں میں رات کو بلائی منزل سے نیچے گرا تھا۔ جب اس نے وہاں نہ پایا تو پادری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ارے آخر وہ مسافر کہاں گیا۔ میں نے پادری کی بات سن لی۔ اتنے میں پادری آگے چلا اور میں اس کے پیچھے سے آہستہ سے گر جا کے دروازے میں داخل ہو گیا اور کواڑ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پادری مجھے تلاش کر کے تھوڑی دیر کے بعد لوٹ آیا اور آکر دروازہ بند کرنے لگا۔ میں ایک طرف چھپا کھڑا ہی تھا۔ جوں ہی وہ پلٹا اور میری طرف اس کی نگاہ اٹھنے ہی والی تھی کہ میں نے خنجر نکال کر اس کو نیچے گرا کر اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا اور اسے ختم کر کے میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر گر جا کا دروازہ بند کر کے میں اوپر گیا۔ آگ جو پہلے سے سلگ رہی تھی اسے اور مزید لکڑیاں ڈال کر روشن کیا اور خوب سینک کر اپنے بدن میں گرمی پیدا کی۔ اس کے بعد گیلے کپڑے اتار کر اپنے سلمان میں سے دوسرے کپڑے نکال کر پہنے اور پادری کی چادر اوڑھ کر سو گیا۔ رات کا جاگا ہوا تھا۔ چنانچہ مجھے خوب نیند آئی۔ عصر کے وقت تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو بھوک لگ رہی تھی۔ اٹھ کر گر جا میں گھوما پھرا۔ باورچی خانہ میں گیا تو کھانے پینے کا اچھا خاصہ ذخیرہ ملا۔ سیر ہو کر کھانا کھایا تو جان میں جان آئی اور طبیعت میں نشاط پیدا ہوا۔

وہیں مجھے گر جا کے دیگر کمروں کی چابیاں مل گئیں اب میں نے سکون کے ساتھ ایک ایک کمرہ کھول کر دیکھا تو وہاں ہر طرح کے سلمان کے انبار لگے ہوئے تھے۔ قیمتی چیزیں، سونا اور چاندی سواریوں کے کجاوے قسم قسم کے آلات طرح طرح کے اسباب سے بھرے پڑے تھے جس سے میں نے خوب سمجھ لیا کہ پادری ایک قسم کا دابہزن تھا جو کسی مسافر کو تنہا دھر سے گزرتے دیکھتا تو جس طرح اس نے میرے ساتھ معاملہ کیا ایسا ہی معاملہ دوسروں کے ساتھ بھی کرتا ہو گا اور اسے دھوکہ سے مار کر اس کے سلمان پر قبضہ کر لیتا ہو گا۔ اب میں نے سوچا اتنے بڑے ذخیرے کو کس طرح یہاں سے منتقل کروں اور اپنے بارے میں اس دھر سے گزرنے والوں کو شبہ نہ پیدا ہونے دوں۔ تو اچانک یہ تدبیر ذہن میں آئی کہ صبح کو پادری کا لباس پہن لیا اور اسے پن کر گر جا کے اوپر جاتا اور چھت پر ٹپلنے لگتا۔ نیچے سے گزرنے والے دور سے یہ سمجھتے کہ وہی پادری ہے اور جانے والے قریب آئے تو میں پشت کر کے دوسری طرف چلا جاتا۔

اسی طرح چند روز گزارے کسی کو میری حالت کا پتہ نہ چل سکا۔ اس کے بعد میں نے تلاش کر کے دو خرجیاں نکالیں ان پر بہت قیمتی اور اچھا اچھا سلمان بھر لیا۔ پھر پادری کا لباس اتار کر اپنے کپڑے پہن کر اور یہ خرجیاں اپنے خنجر پر لا کر پاس کی بستی میں گیا اور ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں ٹھہر گیا اور موقع بہ موقع اس گر جا کے سلمان کو اس مکان میں خنجر یا پر لا کر منتقل کرتا رہا۔ چونکہ سلمان بہت تھا اس لیے خنجر یا پر شروع شروع میں وہی چیزیں منتقل کیں جو اپنے ساز و وزن کے لحاظ سے تو کم مگر قیمتی اور عمدہ تھیں۔ البتہ وزنی اور بڑی چیزیں وہیں چھوڑ دیں۔ آخر ایک دن میں نے اس کا بھی بندوبست کیا۔ بہت سے خنجر اور گدھے کرائے پر حاصل کیے اور کچھ مزدور لیے اور یہ سب سلمان لا کر ایک قافلہ کے ہمراہ وہاں سے چل پڑا اور تمام مال غنیمت لے کر اپنے گھر آ گیا۔ سلمان کافی قیمتی تھا اور کافی تعداد میں تھا چنانچہ اسی ہزار درہم اور کافی اشرفیاں اور بہت ہی نفیس و قیمتی سلمان میرے ہاتھ آیا اور میں نے اس میں سے قیمتی قیمتی سلمان زمین میں دفن کر کے چھوڑ دیا جس کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ (کتاب الاذکیاء)

حافظ ابن شاکر نے اس واقعہ کو ابو محمد بطل کے حوالہ سے قلم بند کیا ہے لیکن اس میں ذرا سی ترمیم ہے۔

طبی فوائد اگر خمر کے دل کو خشک کر کے اس کو تراش کر تراشے کو کسی عورت کو پلا دیا جائے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر اس کے کان کے میل کو کوئی عورت اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی عورت اس کے کان کے میل کو خمر کی چرم میں رکھ کر پہن لے تو جب تک وہ پہنے رہے گی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی گنجا آدمی خمر کے کھروں کی راہ کو باریک کر کے اس کو تیل میں ملا کر لگاتا رہے تو اسے شفاء نصیب ہوگی۔ یہی نسخہ جس جگہ بال نہ آئے ہوں استعمال کرنا فائدہ مند ہے۔

کالی خمریا کے کھریا اس کا خون دروازے کی چوٹھ یا سیڑھی کے زینے میں دفن کر دینے سے کوئی چوہا وغیرہ نہیں آسکتا۔ اسی طرح اگر خمر کے کھروں سے گھر میں دھونی دی جائے تو چوہے اور کیڑے کو ڈرے بھاگ جاتے ہیں۔

خمر کا ذکر مازد کے ساتھ کوٹ کر روغن زیتون میں ملا کر بالوں میں ملیں تو بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے اور بالوں کو بڑھانے کے لئے مفید ہے۔

خمر کا گوشت درد مفاصل کے لئے اور چربی اس کی نقرس اور عرق النساء کے لئے مجرب ہے۔ ابن زہر نے سقراطیس کے حوالہ سے لکھا ہے اگر کوئی کسی آدمی پر عاشق ہو گیا ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ اس کی اس شخص سے محبت یا عشق ختم ہو جائے تو وہ خمر کے لوٹنے کی جگہ پر لوٹا کرے تو اس کا عشق جاتا رہے گا۔ لیکن اگر وہ کسی عورت پر فریفتہ ہو گیا تو وہ خمریا کے لوٹنے کی جگہ پر لوٹا کرے تو اس کا عشق جاتا رہے گا۔

اگر کسی کو زکام ہو گیا ہو تو وہ اس کے گوبر کو سونگھنے کے بعد تھوک کر راستہ میں پھینک دے تو جو بھی اس کے گوبر کے اوپر سے گزرے گا اس کا زکام گزرنے والے کی طرف منتقل ہو جائے گا اور تھوکنے والا تندرست ہو جائے گا۔

ہر مس نے لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورتیں خمر کے کان کے میل کو لے کر چاندی کے بندقہ میں رکھ کر پہن لیں تو جب تک وہ پہنے رہیں گی ولادت نہیں ہوگی۔

اگر کوئی اس کے کان کے میل کو نبیذ میں ملا کر نوش کرے تو اسی وقت نشہ میں آجائے گا۔

اگر کوئی عورت خمر کے پیشاب کو تیس دراہم کی مقدار میں نوش کر لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

اس طرح اگر کوئی حاملہ عورت خمر کے تھوڑے سے دماغ کو بھی پی لے تو اس کا بچہ مجنون اور پاگل پیدا ہوگا۔

ابن بختیشوع نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت خمریا کے کے سینے کو روٹی میں جذب کر کے شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہ ہو سکتی۔

تعبیر خواب میں خمر پر سواری کرنا سفر پر دلالت کرتا ہے اور درازی عمر کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کبھی خواب دیکھنے والے کو ولد الزنا (حرامی) ہونے کی تعبیر دی جاتی ہے۔

اگر کسی ایسے آدمی نے خواب میں خمر کو دیکھا جس کا ارادہ سفر وغیرہ بالکل نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی سخت قسم کے آدمی سے مغلوب ہوگا۔ خمریا کو خواب میں دیکھنا مرتبہ اور عزت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

بعض معجزانہ علاج ہیں جن کو خمر کے ذریعہ دیا جاتا ہے اور یہ بھی کتاب میں مذکور ہیں جن کی علامت آپ ص ۳۸۰ مکتبہ

کالے رنگ کی فخریا مال و دولت اور سفید رنگ کی فخریا شرافت اور عزت کی پیش گوئی کرتی ہے۔
 بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فخریا بھی خواب میں سفر و پیش ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنی فخریا سے اتر کر بالکل جدا ہو گیا ہے تو گویا وہ اپنے مرتبہ سے نچا ہو جائے گا۔ یا وہ اپنی بیویوں سے جدائی اختیار کرے گا۔ اس لئے کہ اہلیہ بھی آدمی کی ایک طرح کی سواری ہوتی ہے یا یہ کہ خواب دیکھنے والوں کا سفر طویل ہو جائے گا۔
 فخریوں کا گوشت اور ان کی کھال کی تعبیر مال سے کی جاتی ہے اور کبھی فخری کی تعبیر ایسے مرد سے کی جاتی ہے جس میں کوئی شرافت نہ ہو جیسے غلام اور چرواہا اور حرامی بچہ۔ لیکن یہ مرد قوی اور سخت ہو گا اور اگر خواب میں فخریا کو دیکھا تو اس کی تعبیر ناخجہ عورت سے دی جاتی ہے۔

البغیخ

ہرن۔ عربی میں البغیخ موٹے زہرن کو کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل باب غلامیں غلی کے عنوان میں آجائے گی۔

البقر الاہلی

گھریلو گائے۔ بیل۔ بقرة اسم جنس کا، جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے (اس پر باء وحدت ہے) اس میں باء وحدت کی ہے جمع کی نہیں ہے۔ جمع بقرات آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سبع بقرات سمان: ترجمہ:- سات موٹی گائیں (یوسف)

مرد نحوی کہتے ہیں کہ تمیز کے طور پر یوں استعمال کریں گے ہذا بقرة (یہ ایک بیل ہے) نر کے لیے اور ہذہ بقرة (یہ ایک گائے ہے) مادہ کے لیے۔ جیسے کہ نر کے لیے ہذا بطة (یہ ایک بٹخ ہے) اور مادہ کے لیے ہذہ بطة (یہ ایک بٹخ ہے) بولتے ہیں۔
 بقیر۔ بقران۔ باقران ریوڑوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جن کی دیکھ بھال چرواہے کر رہے ہوں اور لفظ ببقور صرف ریوڑ کے لیے بولتے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہیں:-

اجاعل أنت ببقور مسلعة ذریعة لك بین الله والمطر

ترجمہ:- تم گایوں کے ریوڑوں کو رہنما بنا رہے ہو۔ کیا یہ فعل بارش اور خدا کے درمیان واسطہ بن سکتا ہے۔“ (الکامل للمبرد)

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اہل یمن گائے بیل کو بقرة کے بجائے باقورة کہتے ہیں جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس کتاب صدقہ میں تحریر فرمایا تھا۔ فی کل ثلاثین باقورة بقرة (ہر تیس گائے پر ایک گائے یا بیل واجب ہوگی)۔
 بقرة کا لفظ بقیر۔ بقرا باب فتح سے ماخوذ ہے جس کے معانی پھاڑنے اور کھولنے کے آتے ہیں۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اہل یمن گائے بیل کو بقرة کے بجائے باقورة کہتے ہیں جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس کتاب صدقہ میں تحریر فرمایا تھا۔ فی کل ثلاثین باقورة بقرة (ہر تیس گائے پر ایک گائے یا بیل واجب ہوگی)۔
 بقرة کا لفظ بقیر۔ بقرا باب فتح سے ماخوذ ہے جس کے معانی پھاڑنے اور کھولنے کے آتے ہیں۔ کھیتی کاشت کاری میں چونکہ بیل زمین کو جوتے اور پھاڑتے ہیں اس لیے اسے بقرة کا نام دیا گیا اور اسی وجہ سے محمد بن علی بن زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہما کو الباقور

کہتے اس لیے کہ وہ علم کو کھول کر اس کی گہرائی میں پہنچ گئے۔ اس کے بارے میں حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قنہ کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ قنہ ”وجوہ البقر“ یعنی گائے نیل کے چروں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے جس طرح کہ قرآن پاک میں ہے:-

ان البقر تشابه علینا (بقرہ)

”کیونکہ ہم کو اس نیل میں (خدا سے) اشتباہ باقی ہے۔“

حدیث شریف بھی یہ بھی الفاظ وارد ہیں۔

رجال بایدیہم سیاط کا اذناں البقر یضربون بہا الناس۔

”کچھ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گایوں کے دم جیسا کوڑا ہو گا اور وہ اس سے لوگوں کو مارا پیٹا کریں گے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان طالت بک حیاة یوشک ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ ویروحون فی لعنتہ فی ایدیہم مثل اذناں البقر۔ (رواہ الحاکم)

”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا ابو ہریرہ اگر تمہاری عمر طویل ہوگی تو تم عن قریب ایسے لوگوں کے دیدار کرو گے کہ وہ خدا کی ناراضگی میں صبح کرتے ہوں گے اور اس کی لعنت میں شام کر رہے ہوں گے۔ ان کے ہاتھوں میں گایوں کے دم کی طرح کوئی چیز ہوگی۔“

دوسری حدیث میں اسی قسم کے الفاظ ہیں:-

بینما رجل یسوق بقرۃ اذ تکلمت فقالوا سبحان اللہ بقرۃ تتکلم قال امت بذالک انا و ابو بکر و عمر۔

”اسی دوران کہ ایک شخص گائے ہنکار ہاتھاکہ اچانک وہ گائے گویا ہو گئی تو لوگوں نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ (اللہ کی ذات پاک ہے) گائے بھی بولا کرتی ہے تو حضور نے فرمایا ایمان لایا اس پر یعنی اللہ کی قدرت پر جس پر میں اور ابو بکر اور عمر ایمان لائے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما تخلل البقرۃ۔

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر بہت ناراض و غضب ناک ہوتا ہے جو گایوں کی طرح زبان کو توڑ موڑ کر کلام کرتا ہے۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تبايعتم بالعینۃ و اخذتم اذناں البقرۃ و ورضیتم بالزور و ترکتمہم الجہاد سلط اللہ علیکم ذللا لا ینزعہ عنکم حتی ترجعوا الی دینکم۔ (رواہ ابوداؤد)

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اہل عینہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لو گے تو گایوں کے دموں کو قہام لو گے اور کھیتی کو مٹا دیا لے گے اور جہاد کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالموں اور ذلیل کر دے والوں کو مسلط کر دیں گے جو محکمہ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تمہیں ایمان سے بالکل ہٹے کر دیں گے، یہاں تک کہ تم اپنے دین میں لوٹ آؤ۔“
نہایت الغریب میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:-

مادخلت السکة دار قوم الاذلو (باب السین)

”جب ہل لوگوں کے گھروں میں آجائے گا تو وہ منقاد اور تابع ہوں گے۔“

اس لیے کہ سکتے ہل کے پھاڑ کو کہتے ہیں جس سے زمین کو جوتے ہیں۔ گویا حدیث کا مفہوم یہ نکلا کہ جب مسلمان کاشت کاری میں مصروف ہو جائیں گے اور جہاد کرنا چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ حاکم ان کی کاشت کاری کی وجہ سے ان سے ٹکس وغیرہ وصول کرے گا۔ اسی مفہوم کے قریب یہ حدیث بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:-

العزلة فی نواصی الخیل والذل فی اذنان البقر-

”گھوڑوں کی پیشانیوں میں عزت اور گالیوں کے دموں میں ذلت ہے۔“

گائے بیل کی خصوصیات | گائے بیل طاقت ور اور نفع بخش جانور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کے تابع اور فرماں بردار بنا کر پیدا کیا ہے۔ درندوں کی طرح انہیں (اپنی مدافعت وغیرہ کے لیے) ہتھیار نہیں دیئے گئے۔

اس لیے کہ یہ جانور انسان کے زیر اطاعت رہتا ہے۔ چنانچہ انسان ہی گائے بیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دلاتا ہے۔ ان میں ہونے والے مضرت و نقصانات کو دور کرتا ہے۔ اگر ان جانوروں میں ہتھیار کے قبیل کی کوئی چیز پیدا کر دی جاتی تو پھر یہ انسان کے تابع نہ رہتے اور ان کو انسان کے لیے قابو میں کرنا دشوار ہو جاتا۔

بے سینگ کے بیل کا ہتھیار اس کے سر میں رہتا ہے چنانچہ وہ سر کو سینگ کی جگہ استعمال کرتا ہے جس طرح کہ چمچڑے سینگ نکلنے سے پہلے سروں سے طبعی طور پر مارتے ہیں۔

گائے کی چند قسمیں ہوتی ہیں اسی کی ایک قسم جاموس (بھینس) کہلاتی ہے۔ یہ سب سے زیادہ دودھ دیتی ہے اس کا جسم سب سے بڑا ہوتا ہے۔

امام جاحظ کہتے ہیں کہ بھینس گائے کی قسموں کی گویا بھینس ہوتی ہے۔ اس لیے اس قسم کی بھینس کا گوشت عربی نسل کی گالیوں سے زیادہ اچھا اور لذیذ ہوتا ہے۔ غالباً اسی لیے قربانی میں بھینس کو مقدم رکھتے ہیں جس طرح کہ بھیڑا دنبہ کو بکری پر مقدم رکھتے ہیں۔ زرخشری کہتے ہیں کہ درندوں میں فوقیت رکھنے والے تین ہیں۔ شیر، چیتا اور شیربہر اور دیگر جانوروں میں تین فوقیت رکھتے ہیں

ہاتھی، گینڈا اور بھینس۔ (ربیع الاربار)

گائے بیل کی دوسری قسم عربی النسل گائے بیل ہوتے ہیں۔ یہ نرم چکنے اور بے بالوں کے ہوتے ہیں۔ عربی نسل کی دوسری قسم

لہ چونکہ گھوڑا جہاد کا سب سے بڑا آلہ ہے اور جہاد عام طور سے اسی سے لڑا جاتا ہے اس لیے اس میں عزت ہے اور جو شخص گائے بیل کی دم پکڑے رہے گا یعنی صرف ہل ہی جو تاکرے گا تو چونکہ وہ جہاد اور جوان مردی سے دور رہے گا اس لیے اس میں ذلت ہے۔ غرض اسی وجہ سے گھوڑے کی پیشانی میں عزت اور بیلوں کے دم میں آپؐ نے ذلت بتائی ورنہ درحقیقت ہل جوتے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں آپؐ نے کھیتی کرنے پر زور دیا اور اس کی بڑی فضیلت بتائی ہے۔“

کانام دربانہ ہے۔ یہ مال و متاع بار برداری کے لیے مخصوص ہوتی ہے اور کبھی کبھی اس کے کوہان اٹھ جاتے ہیں۔

گائے کی خصوصیت یہ ہے کہ جب یہ ایک سال کی ہو جاتی ہے تو کبھی کبھی بیل پر چڑتی ہے اور یہ بہ نسبت بیل کے زیادہ منی والی ہوتی ہے۔ اور تمام جانوروں میں یہ خاص بات ہے کہ مادہ کی آواز بہ نسبت نر کے زیادہ باریک اور پتلی ہوتی ہے لیکن یہ بات گائے میں نہیں ہوتی بلکہ گائے کی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے۔ جب بیل گائے پر چڑھتا ہے تو یہ بے چین ہو کر بیل کے نیچے ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر جب کہ بیل کا عضو مخصوص سخت ہو اور وہ جھپتی کرتے وقت مقام سے خطا کر جائے۔

گائے کو جب جھپتی کی خواہش ہوتی ہے تو وہ بہت بدکتی ہے اور چرواہوں کو تھکا دیتی ہے۔
مصر کے علاقہ میں ایک گائے ہوتی ہے جسے بقرا الجیس کہتے ہیں۔ اس کی گردن لمبی اور سینک گھریلو گائیوں کی طرح ہوتی ہے لیکن وہ دودھ بہت زیادہ دیتی ہے۔

مسعودی کہتے ہیں کہ میں نے رے میں ایک گائے دیکھی ہے جو اونٹ کی طرح بیٹھتی تھی اور وہ اپنے بوجھ کے ساتھ ہی اونٹ کی طرح حملہ کر دیتی تھی لیکن اس کے اوپر کے دونوں دانت گائیوں کی طری نہیں تھے اور یہ گھاس وغیرہ نیچے کے دانتوں سے کھاتی تھی۔

ولادت میں آسانی کے لیے عمل
عکرمہ سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک گائے کے قریب سے گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گائے کے پیٹ میں اس کا ہونے والا بچہ اسے بے پھن کر رہا ہے۔ گائے نے فریاد کی اور یہ کہا کہ اے روح اللہ! آپ میری اس پریشانی سے نجات کے لیے خداوند قدوس سے دعا فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے یہ دعا کی:-

يَا خَالِقَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ وَيَا مُخْرِجَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ خَلِّصْهَا۔

”اے ایک ذات (جان) کو دوسری (جان) سے پیدا کرنے والے اور ایک ذات کو دوسری ذات سے نکلنے والے اے تکلیف سے نجات دے دے۔“

بس عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دعا کرتا تھا کہ گائے نے بچہ جن دیا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا دشواری پیش آئے تو وہ کلمات بالا کو لکھ کر باندھ لے۔ (کتاب المجالسہ لاحمد بن مروان المالکی المدیوری)
اسی طرح سعید بن جبیر سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا دشواری پیش آئے تو وہ مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر باندھ لے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمين كانهم يوم يرونه مايو عدون لم يلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون۔

کامیابی کے لیے ایک عمل | امام دمیری کہتے ہیں کہ غالباً اسی قسم کا مضمون حدیث میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ انسؓ کہتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ظَلَمْتَ حَاجَةً وَاُحْبَبْتَ اَنْ تَنْجَحَ فَقُلْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اَنْعَلِي الْعَظِيمُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْعَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ- الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ
الْفَاسِقُونَ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ
مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ الْقُوْزِ بِالْجَنَّةِ وَ النَّجَاةَ عَنِ النَّارِ- اَللّٰهُمَّ لَا تَدْعُ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا
عَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ- (رواه الطبرانی)

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی ضرورت کامیابی کے ساتھ پوری کرنا چاہتے ہو تو ان الفاظ کا ورد کرو۔ نہیں
ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، اس کی ذات واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بلند والا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے
اس اللہ کے جس کی ذات تنہا ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ حلیم و کریم ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اس کی
ذات واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ عرش عظیم اور تمام آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ تمام تعریفیں خاص ہیں اللہ ہی
کے لیے اور سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے گویا کہ وہ لوگ جس روز دیکھیں گے ان چیزوں کو جن کا ان سے وعدہ کیا
ہے (تو کہیں گے) دن کے کچھ گھنٹوں سے زیادہ نہ ٹھہرے اعلان ہے نہیں ہلاک کیا جاتا مگر گناہ گار قوموں ہی کو گویا کہ وہ
لوگ جس دن دیکھیں گے اسے (تو کہیں گے) وہ نہیں ٹھہرے مگر شام کے وقت کچھ دیر یا صبح کے وقت کچھ دیر، اے اللہ
ہم طلب کرتے ہیں آپ سے ان چیزوں کو جو آپ کی رحمتوں کا موجب اور مغفرت کا ضامن ہو اور ہم مانگتے ہیں آپ سے
ہر گناہوں سے حفاظت و سلامتی اور ہر بھلائی کی دولت اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات۔ اے اللہ تو ہمارے ہر
گناہ کو معاف فرمادے اور تکلیف و پریشانی کو دور فرمادے اور ہر وہ ضرورت و حاجت جس میں آپ کی رضا ہو تو اپنی
رحمت سے اسے پورا فرمادے۔ اے ارحم الراحمین۔“

ولادت میں آسانی کے لیے دوسرا عمل | اور ولادت کا مجرب اور آزمودہ عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر بتلائے ورد
زہ کو پلا دے۔

بسم الله الرحمن الرحيم سورہ فاتحہ بسم الله الرحمن الرحيم سورہ صمد

بسم الله الرحمن الرحيم سورہ فلق بسم الله الرحمن الرحيم سورہ ناس

بسم الله الرحمن الرحيم- اذا السماء انشقت واذنت لربها وحقت و اذا الارض مدت و اقلت ما فيها و تخلت
اللهم يا مخلص النفس يا مخرج النفس من النفس يا علیم يا قدیر خلص فلانة مما فی بطنها من
ولدھا خلاصا فی عافیہ انک ارحم الراحمین۔

گائے کا ایک عجیب واقعہ | سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ محل سے نکل کر سلطنت کی دیکھ بھال کے
لیے نکلا۔ لیکن وہ رعایا سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس مقیم ہوا جس
کے پاس ایک گائے تھی۔ جب گائے شام کو واپس آئی تو اس آدمی نے گائے سے اتنا دودھ دوبا جتنا کہ تیس گائیوں سے نکلتا ہے۔
بادشاہ اتنا دودھ دینے والی گائے کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس نے یہ سوچا کہ یہ گائے تو اس سے ہتھیالینی چاہیے۔ جب دوسرا دن ہوا
تو گائے چراگاہ کی طرف چرنے چلی گئی۔ پھر جب شام کو واپس آئی تو اس دن پہلے کے مقابلے میں نصف دودھ نکلا۔ یہ معاملہ دیکھ کر
بادشاہ نے گائے والے کو بلایا اور یہ کہا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کل تو گائے نے کافی دودھ دیا تھا تو آج کیوں کم ہو گیا کیا گائے آج اسی

چراگاہ پر نہیں گئی جس پر کل گئی تھی آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کیوں نہیں؟ اسی چراگاہ میں گئی تھی۔ لیکن آج ایسا ہوا کہ کل کی حالت دیکھ کر بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کا دودھ آج کم نکلا اس لیے کہ جب بادشاہ ظالم ہو یا رعایا کے ساتھ ظلم کر رہا ہو تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔

یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر بادشاہ نے اس گائے والے سے یہ عہد کیا کہ وہ اب گائے اس سے ظلم کے طور پر نہیں لے گا۔ چنانچہ پھر دوسرے دن یہ ہوا کہ گائے چرنے کے لیے چلی گئی۔ شام کو جب واپس آئی تو دوہنے والے نے اتنا ہی دودھ دوہا جتنا کہ پہلے دن گائے سے دودھ نکلا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو عبرت ہوئی اور انصاف برتنا شروع کر دیا اور یہ کہا کہ واقعی جب بادشاہ ظلم کر رہا ہو یا رعایا ظالم ہو تو برکت جاتی رہتی ہے۔ اب میں ضرور انصاف کیا کروں گا اور اب سے اچھے حالات ہی پر غور و خوض کیا کروں گا۔ (رواہ حافظ السقی فی الشعب)

دوسرا واقعہ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ کسریٰ کا ایک بادشاہ شکار کرنے کے لیے گیا تو تھوڑی دیر کے بعد اپنے ہمراہیوں سے پھڑکیا اور گھٹا ٹوپ بالوں سے آسمان ڈھک گیا اور زبردست بارش ہوئی جس کا نتیجہ میں وہ اپنے فوجیوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے راستے پر چل پڑا جس کا اس کو خود بھی علم نہیں تھا کہ وہ کہاں چل رہا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بڑھیا کی جھونپڑی پر پہنچا اور اس کے یہاں مقیم ہو گیا۔ بڑھیا نے اس کا گھوڑا اندر باندھ دیا۔ اس کی لڑکی گائے دوہنے لگی۔ کسریٰ نے دیکھا کہ گائے نے کافی تعداد میں دودھ دیا ہے تو اس نے سوچا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اب گائے پر بھی ٹیکس لگا دیں کیونکہ اس گائے نے کافی مقدار میں دودھ دیا ہے۔

دوسری رات جب بڑھیا کی لڑکی دودھ دوہنے کے لیے چلی تو کیا دیکھتی ہے کہ گائے کے تھنوں میں دودھ کا بالکل نام و نشان نہیں ہے۔ چنانچہ لڑکی نے بلند آواز سے ماں کو پکار کر کہا کہ اے میری ماں! بادشاہ رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم کر چکا ہے۔ ماں نے کہا تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا؟ اس نے جواب دیا آج گائے نے ذرہ برابر دودھ نہیں دیا۔ تو ماں نے کہا خاموش رہ رات کا معاملہ ہے۔ اب کسریٰ نے بد سلوکی کے بجائے انصاف اور حسن سلوک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ جب دوسری رات ہوئی تو ماں نے کہا کہ بیٹی دودھ نکالو۔ تو لڑکی نے دودھ دوہنے کا ارادہ کیا تو گائے کے تھن بھر رہے تھے۔ تو لڑکی نے کہا اے ماں! خدا کی قسم! واقعی جو برا ارادہ بادشاہ نے کیا تھا اس سے پھر گیا ہے۔

جب دوسرے روز گئی تو کسریٰ کے ہمراہی آگئے۔ کسریٰ سوار ہوا اور ہمراہیوں کو یہ حکم دیا کہ بڑھیا اور اس کی لڑکی کو بھی لیتے آنا۔ چنانچہ دونوں گئیں تو کسریٰ نے خوب انعام و اکرام سے نوازا اور یہ کہا کہ تم دونوں نے کیسے جان لیا تھا تو بڑھیا نے کہا کہ ہم دونوں اسی مکان میں مدتوں سے رہ رہے ہیں۔ جب کوئی ہمارے ساتھ عدل و انصاف کرتا ہے تو ہماری زمین سرسبز ہو جاتی ہے اور ہماری زندگی میں تازگی آ جاتی ہے۔ اور جب کوئی ظلم کرتا ہے تو ہماری زندگی تنگ ہو جاتی ہے اور منافع ختم ہو جاتے ہیں۔ (مواعظ المملوک السلاطین)

طرطوسی کہتے ہیں مصر کے بلالی علاقے میں کھجور کا ایک درخت تھا جس پر تقریباً چوبیس صاع کھجوریں آتی تھیں۔ حالانکہ ان دنوں دیگر علاقوں میں ایک درخت میں اس سے آدھی بھی نہیں آتی تھیں۔ بادشاہ مصر کسی بات پر ناراض ہوا تو پھر اس سال ایک کھجور بھی نہیں آئی۔ (سراج المملوک)

طرطوسی کہتے کہ مجھ سے مصر کے بالائی دو علاقے کے ایک بوڑھے آدمی نے بتایا کہ میں اس کجھور کو جانتا ہوں کہ مقام غریہ میں کہ جس میں ۲۴۰ صاع ۱۰ اور ۲۴ مد ۱۰ کجھوریں نکلتی تھیں۔ اس کجھور کا مالک گرائی کے دنوں میں ۲۴ مد ایک اشرفی کے عوض میں فروخت کرتا تھا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک واعظ جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں آیا۔ اس نے وعظ کے دوران یہ واقعہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ شاہ کسریٰ اپنے لشکر سے چھڑ کر ایک باغ کے دروازے پر پہنچا اور اندر گھس کر اس نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ چنانچہ ایک بچی برتن میں گئے کاٹھنڈا اشربت لے کر آئی۔ بادشاہ نے پیا تو اسے بہت لذیذ معلوم ہوا۔ بادشاہ نے کہا یہ شربت کیسے بناتی ہو؟ اس بچی نے کہا کہ ہم اپنے ہاتھوں سے گئے کو نچوڑ کر رس نکالتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اچھا جاؤ ایک ایک گلاس اور پلاؤ۔ بچی بادشاہ کو جانتی نہیں تھی۔ جب بچی چلی گئی تو بادشاہ نے سوچا اس مکان کو میں لے لوں اور اس کے بدلے ان کو دوسری جگہ دے دی جائے۔ بس وہ بچی اندر گئی اور فوراً روتے ہوئے باہر آئی اور اس نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کی نیت خراب ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے کہا تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا کہ بادشاہ کی نیت میں فتور آ گیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ ہم گئے کا رس بغیر کسی پریشانی کے جتنا چاہتے تھے نکال لیتے تھے۔ اس مرتبہ جب میں گئی تو بار بار کوشش کے باوجود نہ نکال سکی۔ یہ معاملہ دیکھ کر بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل دیا اور کہا اچھا جاؤ اب تم ضرور حسب معمول نکال لو گی۔

اس دوران بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ چنانچہ جب وہ لڑکی گئی اور اس نے رس نکالا تو اتنا ہی نکلا اور مسکراتے ہوئے واپس آئی۔ (ترجمہ جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی فی وفیات الاعیان)

کچھ جلال الدولہ کے بارے میں اس کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ جلال الدولہ تمام بادشاہوں میں نیک طبیعت کے مالک تھے۔ یہاں تک کہ ”ملک عادل“ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ انہوں نے تمام ٹیکس ختم کر دیئے اور حفاظتی پولیس پوری مملکت میں پھیلا دی جس کی وجہ سے سارے شہروں میں امن و امان پھیل گیا۔ پھر یہ اتنی زبردست سلطنت کے مالک بن گئے کہ ان جیسا اسلامی بادشاہ کوئی بھی نہیں گزرا۔

انہیں شکار کا شوق تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے جتنے شکار کیے تھے انہیں شمار کیا گیا تو دس ہزار نکلے۔ پھر انہیں دس ہزار اشرفیوں میں فروخت کر دیا اور جلال الدولہ یہ فرماتے کہ مجھے خداوند قدوس سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ میں ان ذی روح چیزوں کو بغیر کھانے کے ارادے کے قیدی رکھوں۔

تاریخ میں موجود ہے کہ یہ کوئی شکار کرتے تو اس کی جانب سے ایک دینار صدقہ کرتے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال الدولہ نے کوفہ کے راستے میں اتنے زیادہ نیل گائیوں کا شکار کیا کہ ان سے سرخ رنگ کی گائیوں کے کھروں اور ہرنوں کے سینگوں کا اس راستے میں ایک مینار بنوایا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ وہ مینار آج تک موجود ہے اور اس کا نام منارة القرون (سینگوں والا منارہ) ہے۔ جلال الدولہ کی وفات

۱۰ صاع پیمانہ برابر ساڑھے تین ہیر۔

۱۰ مد: ایک پیمانہ جس کی مقدار اہل حجاز کے نزدیک ۳۵ تولے اور اہل عراق کے نزدیک ۶۷ تولے ہے۔

بغداد میں ۱۶ شوال ۴۸۵ھ میں ہوئی۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ عجب اتفاق کی بات ہے کہ مقتدی باللہ نے اپنا ولی عہد صاحبزادہ مستنصر باللہ کو بنادیا لیکن جب ملک شاہ بغداد تیسری بار حملہ آور ہوا تو اس نے مقتدی باللہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے صاحبزادے مستنصر باللہ کو معزول کر کے نواسے جعفر کو ولی عہد بنائے۔ ان ہی ایام میں مقتدی بصرہ چلا گیا اور مستنصر کی معزولی کا کام مقتدی کو دشوار معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ مقتدی باللہ نے ملک شاہ سے مستنصر کو معزول نہ کرنے کے بارے میں بار بار کہا۔ ملک شاہ نے انکار کر دیا تو مقتدی نے دس یوم کی مہلت لی تاکہ وہ دے دی۔ اسی دن سے مقتدی نے روزہ رکھنا شروع کر دیا اور افطار کے وقت ریت پر بیٹھ کر افطار کرتا اور ملک شاہ کے لیے بدعائیں کرتا۔ چنانچہ اس عمل سے شاہ انتقال کر گیا۔ بظاہر نہ کوئی ملک شاہ کے جنازے میں شریک ہوا اور نہ ہی کسی نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ خود مقتدی نے بھی شرکت نہیں کی اور ملک شاہ کی نعش کو ایک تابوت میں اٹھا کر اصفہان لے جا کر دفن کر دیا۔

بنی اسرائیل کو جس گائے کے بارے میں ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس کا قصہ مشہور و معروف ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل ان شاء اللہ باب العین مجل کے عنوان میں آجائے گی۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے درمیان کتنا تفاوت پیدا کر دیا ہے۔ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام سے کہا گیا کہ اپنے اپنے پیارے بیٹے اسماعیل کو خدا کی راہ میں قربان کر دیجئے تو آپ فوراً قبیل حکم کے لیے پیشانی پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ چنانچہ انہوں نے گائے ذبح کرنے میں رد و قدرح اور ٹال مٹول کی۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں سارا مال خرچ کر دیا اور ثعلبہ بن حاطب نے زکوٰۃ میں بھی بخل سے کام لیا اور حاتم نے سفرو حضر دونوں میں وسعت قلبی اور سخاوت سے کام لیا اور حاجب نے اپنی آنکھ کی روشنی میں بھی بخل کیا۔ ان تمام باتوں میں کتنا تفاوت ہے کہ سبحان بن واسل سب سے بڑا خطیب اور باقل گوئگے سے بھی زیادہ عاجز۔ اسی طرح خداوند قدوس نے جگہوں میں کتنا تفاوت برقرار رکھا ہے جیسے بنی ہوئی ذر ہیں جس کے غلقہ ایک دوسرے میں داخل ہوں۔ پیاس کی متلاشی رہتی ہے اور چھوٹے چھوٹے نالے غرق کے شاکی، یعنی بعض علاقوں میں سیلاب اور بعض میں قحط اور سوکھا۔

اہل عرب کی ایک رسم | اہل عرب قحط سالی اور پر شوب حالات میں جب باران رحمت کے خواہش مند ہوتے تو گائے کی دم میں آگ باندھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ اس سے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس عمل سے خدا کو رحم آجاتا ہے اور باران رحمت سے نوازاتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے اسی سے متعلق یہ شعر کہا ہے۔

اجاعل انت بیقورا مسعلة ذریعة لك بين الله و المطر

ترجمہ:- تم گایوں کے ریوڑ کو رہنما بنارہے ہو کیا یہ فعل بارش اور خدا کے درمیان واسطہ بن سکتا ہے۔

امیہ بن ابی الصلب الشقی نے بھی قحط سالی کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا ہے۔

سنة ازمة تخيل للنسا ستري للعضاة فيها صريرا

ترجمہ:- خشک سالی لوگوں کے سامنے ہے اس میں آپ لیکر کے درختوں میں بھی آواز پائیں گے۔

اعلیٰ کوکب ینود و لاریح جنوب ولاتری طخرورا
ترجمہ:- نہ تو وہ ستارہ ہی نظر آ رہا ہے جو بارش برسنے کا سبب ہے نہ جنوبی ہوائیں چل رہی ہیں جو بادلوں کو کھینچ کر لائیں۔
ویسقون باقرا لسهل للطو دمہا ذیل خشية ان تبورا
ترجمہ:- اور پھر برسیں وہ ٹیلوں اور چٹانوں پر اور دہلے پتے جانوروں پر یہ سب کچھ اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں بارشوں کا سیلاب انہیں ہلاک ہی نہ کر دے۔

عاقدين النیران فی هلب الاذ ناب منها لکی تهيج البحورا
ترجمہ:- آگ کے باندھنے والے ان جانوروں کی دموں میں اس لیے باندھ رہے ہیں تاکہ دریاؤں میں سیلاب آجائے۔
سلع لہ ماو مثله عشر لہ ما عائل ماو عالت البیقورا
ترجمہ:- قائد اور انہی جیسے دس مفلس و قلاش اور بھوک سے تڑپتی ہوئی گائیں کی موجودگی میں کیا یہ کافی ہوں گے۔
امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک گائے تھی وہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد ایک سیلاب آیا جس میں گائے ڈوب گئی۔ لڑکے نے ابا جان سے کہا کہ ہم جو دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتے تھے وہ پانی روز بروز اکٹھا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن سیلاب بن کر اس نے گائے کو غرق کر دیا۔ (احیاء العلوم)
امام ظہالؒ جابر بن عبد اللہؓ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

”جابر بن عبد اللہؓ نے فرمایا کہ ایک گائے شراب میں چھوٹ کر چلی گئی۔ چنانچہ اس نے شراب پی لی۔ اس کے بعد لوگوں نے اسے ذبح کر دیا۔ پھر وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس صورت حال سے آگاہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اسے تم کھا جاؤ یا فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔“ (المجلس التاسع)
گائے کا شرعی حکم | گائے کا دودھ اور اس کا گوشت متفق علیہ طور پر کھانا جائز ہے۔ چنانچہ ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گائے کی چربی اور دودھ شفاء بخش ہے اور گوشت بیمار کن ہے۔ (مسلم)
”نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔“ (بخاری)

امام طبرانی زہیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک عورت ملیکہ بنت عمرو زیدہ کے خاندان کی مجھ سے بیان کرتی ہے کہ (یہ خاندان زید بن عبد اللہ بن سعد سے ملتا ہے) کہ ایک مرتبہ میرے حلق میں درد پیدا ہوا تو میں ملیکہ کے پاس آئی تو انہوں نے میرے لیے بطور علاج گائے کی چربی تجویز کی اور مزید یہ بھی فرمایا:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گائے کا دودھ شفاء بخش ہے۔ اس کا کھی علاج ہے اور گوشت بیماری ہے۔“ (رواہ الطبرانی)
واقعہ نگار تابعیہ تھی نام معلوم نہیں ہو سکا۔ حدیث کے بقیہ راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث اس طرح بھی کتابوں میں روایت کی جاتی ہے:-

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم گائے کا دودھ اور گھی کھایا کرو اور گوشت سے بچا کرو اس لیے کہ اس کا گھی اور دودھ علاج ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔“ (رواہ فی المستدرک وقال صحیح الاسناد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت منقول ہے۔

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو بھی بیماری اتاری ہے اس میں سے ہر ایک کا علاج بھی نازل فرمایا ہے تو جو اس سے ناواقف ہو وہ ناواقف رہے اور جو جانتا ہو وہ جانتا رہے۔ گائے کا دودھ ہر بیمار کے لیے شفاء بخش ہے۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو اس لیے کہ وہ ہر درخت پر منہ مار لیتی۔“ (ایک روایت میں ترم کی بجائے ترم کا لفظ آیا ہے۔) (رواہ

الحاکم وابن حبان وفی روایۃ تو تم وہی بمعناھا)

امام ابن ماجہ نے ابو موسیٰ سے حدیث روایت کی ہے لیکن گائے کے دودھ کا تذکرہ نہیں کیا ہے مگر معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ ان کے علاوہ براء نے مکمل دو حدیث نقل کی ہے لیکن ان کی روایت پر محمد بن جابر بن سیار ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک صدوق اور سچے ہیں۔ البتہ بعض محدثین نے ضعیف اور کمزور لکھا ہے اور ان کے علاوہ بقیہ راوی ثقہ اور مستند ہیں۔

حاکم نے عبداللہ بن مبارک، امام اعظم ابو حنیفہ، قیس بن مسلم، طارق بن شہاب اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے بھی روایت نقل کی ہے۔ (تاریخ غنیثا پورا)

سیدنا علیؑ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو گھی سے زیادہ کسی اور چیز میں شفاء نہیں ہے۔ (کتب بن النبی)

فقہی مسائل | اگر کسی نے گائے کی وصیت کی تو اس وصیت میں بیل داخل نہیں ہوگا۔ یہی صحیح قول ہے۔ اس لیے کہ گائے کا لفظ مادہ ہی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس وصیت کی تو گائے شامل ہو جائے گی اور بقرة (گائے)

میں باء وحدت کے لیے ہے۔

امام رافعی کہتے ہیں زکوٰۃ میں گائے کا نصف بھینس سے پورا ہو جائے گا۔ لیکن ”عمہ“ اور ”کفایہ“ وغیرہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ عکس کی صورت میں شامل نہیں ہوگا۔ یعنی اگر کسی نے گائے کی وصیت کی تو اس میں بھینس شامل نہیں ہوگی ہاں اس وقت شامل سمجھی جائے گی جب کہ وصیت کرنے والا یہ کہہ دے کہ من بقوی (میری گائیوں میں سے) پھر جب جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے کہ وصیت کرنے والے نے تو ترکہ میں صرف بھینس ہی چھوڑی ہیں۔

لیکن وصیت کرنے کے بعد اگر یہ معلوم ہو کہ اس کے ترکہ میں تو صرف بیل گائے ہیں تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں جن کی وضاحت ہم نے ہرنوں اور اونٹوں کے باب میں کر دی ہے۔

رہا گائے کی زکوٰۃ کا مسئلہ تو ہر تیس چرنے والی گائیوں میں ایک تیج واجب ہو گا جو ایک سال کا ہو اور ہر چالیس میں ایک مسنتہ واجب ہو گا جو دو سال کا ہو اس لیے کہ امام مالکؒ نے طاؤس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبلؓ اسی طرح زکوٰۃ لیا کرتے تھے۔ اور اگر اس سے کم ہوتی تو آپ زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔

ایک سال کے بچے کو تیج اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بچہ چراگاہ میں ماں کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ بعض فقہاء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس بچے کے سینک کان کے برابر ہوتے ہیں۔

اگر کسی نے زکوٰۃ میں تیغ نر کے بجائے تیسرے مادہ دے دی تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ بلکہ مادہ کی زکوٰۃ مادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ اولیٰ ہوگی۔ دو سال کے بچے کو مسنہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا ایک سال مکمل ہو گیا ہے اور دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہے۔

اگر کسی نے چالیس گائیوں میں سے ایک ایک سال کے دو بچے زکوٰۃ میں دیئے تب بھی صحیح قول کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن امام بغوی کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ایک ایک سال کے دو بچے کامل ایک سال کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

بنی اسرائیل کے تین قاضیوں کا واقعہ | عکرمہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں تین قاضی تھے ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا۔ پھر اس جگہ کو پر کر لیا گیا۔ انہوں نے خوب فیصلے کیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتے نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے گائے کو پانی پلا رہا ہے۔ گائے کے پیچھے اس کا ہچھڑا کھڑا ہوا ہے۔ فرشتے نے گھوڑے پر سوار ہو کر ہچھڑے کو اپنے پیچھے لگایا۔ چنانچہ وہ ہچھڑا گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ گائے والا اور یہ فرشتہ دونوں پہلے قاضی کے پاس مقدمہ لے کر آئے۔ فرشتے کے پاس جو قیمتی موتی تھے اس نے قاضی کو دے دیئے اور یہ کہا کہ آپ فیصلہ میرے حق میں صادر کر دیئے کہ یہ ہچھڑا میرا ہے۔ قاضی نے کہا میں کیسے فیصلہ کر دوں کہ ہچھڑا تمہارا ہے۔ فرشتے نے کہا وہ اس طرح کہ گھوڑا، گائے، ہچھڑا تینوں کو چھوڑ دیجئے اگر ہچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ ہچھڑا میرا ہے۔ چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا تو وہ ہچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگا۔ تو قاضی نے فرشتے کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ ہچھڑا تم لے جاؤ۔

پھر یہ دونوں فریق دوسرے قاضی کے پاس گئے تو اس دوسرے قاضی نے بھی یہی فیصلہ کیا اور موتی لے لیے۔ جب تیسرے قاضی کے پاس گئے تو فرشتے نے اس کو ایک موتی عنایت کیا اور کہا کہ میرے اور اس آدمی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا مجھے تو حیض آرہا ہے۔ تو فرشتے نے کہا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہیں مرد کو بھی حیض آتا ہے۔ قاضی نے جواب دیا کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ گھوڑا ہچھڑا جھٹتا ہو۔ چنانچہ قاضی نے گائے والے کے حق میں ہچھڑے کا حکم صادر کر دیا۔ (رواہ فی الحلیہ فی ترجمہ عکرمہ)

امام میری کہتے ہیں انہی جیسے قاضیوں کے بارے میں اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا:

”دو قاضی جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں۔“

ضرب الامثال | اہل عرب کہتے ہیں توکت زید ابملاحس البقر اولادھا (میں نے زید کو ایسی جگہ چھوڑا ہے جہاں گائے اپنے ہچھڑے کو چاٹ رہی تھی) اہل عرب اس سے چٹیل میدان مراد لیتے تھے۔

(۲) الکلاب علی البقر (اس کی تفصیل مع معانی و مطالب ان شاء اللہ باب کاف میں آجائے گی۔)

طبی فوائد | گائے، بیل کی چربی کو سرخ زرنخ (ہڑتال) میں ملا کر گھر میں دھونی دی جائے تو اس سے سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

گائے، بیل کی چربی اگر کسی برتن میں مل دی جائے تو اس میں مچھر جمع ہو جاتے ہیں۔

گائے، بیل کے سینک کو باریک پیش کر پینے سے شہوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

گائے، بیل کا خون بستے ہوئے خون کو بند کر دیتا ہے۔

گائے، بیل کے پتے کو ماء کراث میں ملا کر بوا سیر میں لگانے سے بوا سیر سے شفاء اور درد میں راحت ملتی ہے۔ اسی طرح ان کے

پت کو جھائیوں اور سیاہ داغوں میں لگانا مفید ہے۔ اگر ان کے پت کو شد میں ملا کر بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھوں کی بینائی میں افادہ ہو جاتا ہے۔ گائے تیل کے پت کو نوروں، شد اور شمم حنظل کو ملا کر مقعد میں لگانا نفع بخش ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ سیاہ رنگ کی گائے کا پت آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنا بینائی میں اضافہ کرتا ہے۔ حکیم کیماس نے لکھا ہے کہ اگر گائے کی آنکھ پھوٹ جائے یا باہر نکل آئے تو اس کی آنکھ کے پانی سے کسی کاغذ پر لکھیں تو وہ دن میں تو نہ پڑھا جائے گا لیکن رات میں پڑھا جاسکتا ہے۔

گائے کے بالوں کو جلا کر پی لیا جائے تو دانتوں کے درد کے لیے نفع بخش ہے۔ اسی طرح اس کے بالوں کو جلا کر سنگجبین میں ملا کر پینے سے تلی زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جلائے ہوئے بالوں کو شد میں ملا کر نوش کر لیں پیٹ سے حب القرع نکل جاتا ہے۔ یونس نے لکھا ہے اگر ڈاکیل کو گائے تیل کے گوبر کے ساتھ لگائیں تو وہ بکھر جائیں گی اور کھانے والا اسی وقت درست ہو جائے گا۔

اور اگر اسے کسی درم شدہ عضو پر ملا جائے تو اسے نرم کر دے گا۔ اگر کسی جگہ چیونٹیوں کے نکلنے کا اندیشہ ہو تو وہاں اس کی دھونی دینے سے چیونٹیاں نہیں نکلتی ہیں۔ اگر پیر کے جوڑوں کے آس پاس لگایا جائے تو اس سے جلد شفا حاصل ہوگی۔ اگر کسی حاملہ عورت کو بوقت درد زہ اس کی دھونی دی جائے تو ولادت میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور خواہ مردہ ہو یا زندہ بچہ بہسولت پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی جھلی بھی باسانی باہر نکل جاتی ہے۔ اگر کسی گھر میں اس کی دھونی دی جائے تو گھر کے زہریلے کیڑے بھاگ جاتے ہیں۔ اگر کسی جملے ہوئے شخص کو یہ لگایا جائے اور اس کے ناک میں پھونک دیا جائے تو نکسیر کا خون بند ہو جائے گا۔ جسم میں اگر کانٹا یا نیزہ چبھا ہوا ہو تو اسے جسم پر بار بار مل کر اتنی دیر چھوڑ دیں کہ وہ خشک ہو جائے تو وہ باسانی نکل جاتا ہے۔

ہر مس کہتے ہیں کہ عرق گلاب کو اگر بد کے ہوئے تیل کے ناک پر مل دیں تو وہ ٹھنڈا اور مدہوش ہو جاتا ہے۔ اگر تیل کے گوشت کو پکا کر کسی بڑی شیشی یا شیشے کے برتن میں سختی سے بند کر کے چالیس دن تک رکھیں۔ پس اس میں کیڑے پڑ جائیں۔ اب ان کیڑوں کو کسی دوسری شیشی میں رکھیں یہاں تک کہ وہ کیڑے ایک دوسرے کو کھالیں اور صرف ایک کیڑا باقی رہ جائے۔ یہ بچا ہوا ایک کیڑا زہر قاتل ہو گا۔

اگر کسی تالاب میں یا حوض میں چھپکلیاں ہوں اور وہ چلاتی ہوں تو تیل کی انتریاں دھو کر ان کے سرے باندھ کر پھلانے کے بعد اس تالاب میں لٹکا دیں تو تمام چھپکلیاں ڈر سے خاموش اور بھاگ جائیں گی۔

تعبیر | اگر کسی نے گائے یا تیل کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر سالوں اور برسوں سے دی جائے گی جس طرح کہ یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر کی دی تھی۔ اگر موٹے دیکھے ہوں تو شاداب سال ہوں گے اگر دبلے پتے دیکھے ہوں گے تو قحط سالی سے تعبیر دی جائے گی۔ بشرطیکہ گائے یا تیل سفید یا سیاہ رنگ کے خواب میں آئے ہوں۔ ورنہ اگر کسی نے زرد یا سرخ رنگ کی گائیں دیکھیں تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ درخت کو اپنے سینگوں سے مار کر اکھاڑ دیں گی یا کسی عمارت کو منہدم کر دیں گی اس لئے کہ یہ گائیں فتنوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں جن مکالوں میں داخل ہو جائیں گی اس کو منہدم کر دیں گی اس لئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”آخری دور میں فتنے تیل کے سینگوں کی طرح رونما ہوں گے۔“

اگر کسی نے خواب میں زرد رنگ کی گائے دیکھی تو یہ تعبیر ہوگی کہ اس سال سرسبزی و شادابی ہوگی اور اگر سیاہ و سفید رنگ کی گائے دیکھی تو تعبیر یہ ہوگی کہ شروع سال میں شدت اور سختی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر کسی نے گائے کا پچھلا حصہ چنگبراد دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ آخر سال میں پریشانی جھیلنی پڑے گی۔ اگر کسی نے خواب میں نصف گائے دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والی کی بہن یا لڑکی کسی مصیبت میں مبتلا ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے گائے کا ہر وہ حصہ دیکھا جو حصے وراثت میں متعین ہیں۔ مثلاً رُبع، ثمن وغیرہ تو اس کی بھی یہی تعبیر دی جائے گی۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ کسی غیر کی گائے کو دودھ رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا کسی دوسرے کی عورت کے ساتھ خیانت کرے گا اور جب بھی کوئی انسان خواب میں اپنی گائے کو دیکھے گا تو اس کی تعبیر یہی یا لڑکی میں دائر رہے گی۔ خواب میں گائے کا دودھ جائز مال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خواب میں گائے کی آواز سننا ایسے لوگوں کی نشاندہی ہوتی ہے جو ادب و احترام میں مشہور ہوں گے۔ خواب میں گائے سے لگی چوٹ بیماری کی شکل میں آتی ہے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے اوپر گائے یا بیل نے حملہ کر دیا ہے اور دیکھنے والا اس کی طرف متوجہ نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا اسی سال مرجائے گا۔

کسانوں اور کاشتکاروں کے خواب میں گائے کا آنا خیر و برکت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خواب میں گائے کا وہ رنگ اچھا سمجھا جاتا ہے جو گھوڑے کے لئے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

نصرانی کہتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ گائے یا بیل کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا حاکم کے دربار میں پیش کیا جائے گا اور جو شخص مال جمع کرنے کی فکر میں ہو اس کے خواب میں چربی کا آنا اعلیٰ مقام ہے اس بات کی کہ اسے مال بلا کسی کد و کاوش کے حاصل ہو گا اور وہ اسے خرچ کئے بغیر اپنے پاس جمع رکھے گا۔

خواب میں گائے کا بھنا ہوا گوشت خطرہ یا خوف محسوس کرنے والے کے لئے امن کا باعث ہو گا یا گوشت کا بھوننے والا مامون رہے گا۔ اگر بھوننے والے کی عورت حاملہ ہوگی تو گویا خواب میں بشارت دی گئی ہے کہ لڑکا پیدا ہو گا۔ گوشت کا خواب میں بھونا معیشت میں کشادگی کا باعث ہو گا۔ اگر گوشت پکا ہوا نہ ہو تو گویا دیکھنے والے کو عورت کی طرف سے رنج پہنچے گا۔

بعض معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے گائے یا بیل کا پکا ہوا یا بھنا ہوا کھایا تو گویا اسے رزق میں ترقی نصیب ہوگی۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ بیل نے اس کو سینگ مار دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کام سے ہٹا دیا جائے گا اور جس قدر اس سینگ کی مار پڑی ہے اسی کے مطابق اسے نقصان ہو گا اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے بیل کو ذبح کر دیا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ ایسا دیکھنے والا مرجائے گا۔ اگر کسی عورت نے دیکھا کہ وہ بیل پر سوار ہو گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس کا شوہر نہیں ہے تو وہ جلد ہی شوہر والی ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا شوہر ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرمان بردار ہو جائے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں کسی ٹیلے پر کھڑی ہوں اور میرے ارد گرد گائے بیل ذبح کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس خواب کی تعبیر مسروق سے دریافت کی تو آپ نے جواب دیا کہ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے سامنے ایک زبردست جنگ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے سامنے جنگ جمل

ہوتی۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ گائے اپنے بچھڑے کادودھ چوس رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی دوسروں کو اپنی بیٹی کے ساتھ خیانت کرنے کی دعوت دے رہی ہے اور اگر کسی غلام نے یہ خواب دیکھا کہ اپنے آقا کی گائے کادودھ نکال رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ غلام اپنے آقا کی لڑکی سے رشتہ زوجیت جوڑے گا۔

بقرو حشی

نیل گائے۔ سلہ نیل گائے چار قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) المہا سلہ (۲) ایل (۳) یحمور سلہ (۴) تیتل۔

ان میں کی ہر قسم گرمی میں پانی مل جانے پر خوب ہنپتی ہے اور جب پانی نہیں ملتا تو صبر کرتی ہے اور ہوا کھانے پر قناعت کر لیتی ہے۔ پانی میں صبر و تحمل کی صفت بھینڑا، گیدڑ، سرخ جنگلی گدھے، ہرن اور خرگوش وغیرہ سب میں پائی جاتی ہے۔ اہل کا بیان تو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ یحمور کا بیان ان شاء اللہ باب الیاء میں آجائے گا۔

یہاں بحث پہلی قسم المہاء سے ہے۔ مہا طبعی طور پر جوشیلی اور شہوت انگیز ہوتی ہے۔ اس لئے مادہ جب حاملہ ہو جاتی ہے۔ بچے کے ضائع ہونے کی وجہ سے ز سے بھاگ جاتی ہے۔ مہا میں اس قدر شہوت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی ز پر چڑھ جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی جب ایک دوسرے کے ساتھ جفتی کرتے ہیں تو دوسرے مادہ منویہ کی بدبو سونگھ کر اچھلتے کودتے ہیں۔

نیل گائے کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس کی سیٹگیں ٹھوس ہوتی ہیں ورنہ تمام جانوروں کی سیٹگیں کھوکھلی ہوتی ہیں جیسے کہ گزر چکا ہے۔ نیل گائے گھریلو بکریوں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ اس کی سیٹگیں اس قدر سخت ہوتی ہیں کہ نیل گائے اپنی سیٹگیوں کی مدد سے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو شکاری کتوں اور رات میں آنے والے درندوں سے حفاظت کرتی ہے۔

نیل گائے کا حدیث میں تذکرہ جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کو دومتہ الجندل کے فرماں روا اکیدر کے پاس بھیجا (اکیدر کندہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ابن عبد الملک کا بیٹا تھا اور نصرانی المذہب تھا)

تو آپ نے فرمایا اے خالد تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ چنانچہ خالد چاندنی رات میں اس کے پاس پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے نیل گائیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ہر طرف سے آکر اپنی اپنی سیٹگوں کو اکیدر کے محل میں گھسنے لگیں تو اکیدر نے اوپر ہی سے جھانک کر دیکھا اور یہ سوچا کہ آج رات کی طرح اتنی نیل گائیں کبھی نہیں آئیں ورنہ اس سے پہلے میں دو یا تین دن تک نیل گائیوں کی گھات میں رہا۔ لیکن نظر نہیں آرہی تھیں کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے بعد اکیدر نے گھوڑے پر زین کسے کا حکم دیا۔ اکیدر اور اس کا بھائی حسان دونوں سوار ہو گئے۔ اکیدر دیباچ کی قباہ جو سونے سے مزین تھی پہنے ہوئے تھا۔ جیسے ہی اکیدر میدان

۱۔ البقر الحشی: عمان میں اسے "بو منلع" کہا جاتا ہے (CRYX BEATRIN) مغربی فلسطین اور مصر میں (ANTILOPE BUBALIS) کہا جاتا ہے۔

(ج)

۲۔ المہا: ANTILOPE ADOAX (ج)

۳۔ الیحمور: CERVUS COPREOLUS (ج)

میں اترا ویسے ہی رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے سے خالد بن ولید آچپٹے اور قید کر کے قباء کے ساتھ دربار رسالت میں بھیج دیا۔ اکیدر کی قباء بعض اصحاب رسول کو بہت بھلی معلوم ہوئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد کی رومالیں جنت میں اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوں گی۔

پھر آپ نے اکیدر کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے انکار کر دیا۔ پھر اس سے جزیہ لے کر۔ آپ نے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ غالباً یہ واقعہ ماہ رجب ۹ھ کا ہے۔

انہیں نیل گائیوں کی منظر کشی کرتے ہوئے بحیر بن بحر طائی کہتا ہے۔

تبارک سائق البقرات انی رائیت اللہ یھدی کل ہادی
ترجمہ:- گائیوں کا ہنگانے والا بابرکت ہے، واقعی میں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر راہنما کو راستہ بتاتا ہے۔

فمن یک حائدا عن ذی تبوک فانما قد امرنا بالجھاد
ترجمہ:- کون ہے جو ذی تبوک سے الگ ہٹ جاتا ہمیں توجیح مجھ جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ان شاء اللہ مہا کی تفصیل باب میم میں آجائے گی۔

شرعی حکم نیل گائے اور اس کی تمام قسموں کا گوشت بالاتفاق تمام ائمہ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ یہ پاکیزہ اور طیب چیزوں میں سے ہے۔

ضرب الامثال اہل عرب کہتے ہیں تنابعی بقر تم گائے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

یہ مثل اس وقت بولتے ہیں جب کسی معاملے کی تلاش و جستجو میں کوئی شخص پریشان ہو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بشر بن حارث اسدی جس سال اس کی قوم پریشان تھی۔ یہ اس سال اپنی قوم کے ساتھ گیا۔ جب قوم گائے کے پاس سے گزری تو گائے بدک گئی اور وہ گائے پہاڑ کی چوٹی پر جاکر کھڑی ہو گئی۔ چنانچہ بشر بن حارث نے اس کو اپنی تیر کمان سے مار دیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد بشر نے یہ کہا کہ تم گائے کی تلاش میں پڑے ہوئے ہو یہاں تک کہ میں نے اسے گرا دیا۔

پھر بشر بن حارث نے قوم میں واپس آکر ان کو گائے کا گوشت کھانے کے لئے مدعو کیا۔

نیل گائے کے طبی فوائد جس کو فالج ہو گیا ہو ان کے لئے نیل گائے کا مغز کھانا مفید تر ہے۔ اگر کوئی اپنے ساتھ نیل گائے کی سینگ رکھے تو اس سے درندے دور بھاگیں گے۔ اسی طرح کسی گھر میں نیل گائے کے سینگوں یا اس کی چرم یا کھروں کی دھونی دی جائے تو اس گھر میں سے سانپ بھاگ جائیں گے۔ اگر کھروں کی راکھ درد آمیز مڑی ہوئی زبان میں چمڑک دی جائے تو زبان کا درد جاتا رہے گا۔

نیل گائے کے بالوں سے گھر کو دھونی دینے سے چوہے، کیڑے، کوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

اگر کسی کے چوتھیا بخار آ رہا ہو تو نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر کھانے میں ملا دیا جائے تو کھانے کے بعد بخار جاتا رہے گا۔ اس کے سینگوں کو جلا کر مشروبات میں ملا کر پینا باہ میں قوت اعصاب میں مضبوطی اور شہوت میں اضافہ کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر سینگوں کو جلا کر نکسیر زدہ کی ناک میں پھونک دیں تو خون بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیل گائے کے سینگوں کی راکھ سرکہ میں ملا کر

سورج کی طرف منہ کر کے برص میں لگنا بے حد مفید ہے۔ اگر اس کو ایک مثقال کی تعداد میں پھانک لیا جائے تو جس سے بھی پھونکنے والا مقابلہ کرے گا غالب آجائے گا۔

اس کے سینک کو گوند کترے کے ساتھ جلا کر راکھ کو خونی سیلان الرحم میں استعمال کریں۔ مجرب ہے۔
تعبیر نیل گائے کی خواب میں تعبیر خوب صورت عورت سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ خواب میں دیکھا کہ اس نے نیل گائے کو قتل کیا۔ لیکن شکار کا ارادہ نہ تھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی عورت سے بہت ساماں پائے گا۔

بقر الماء

سمندری گائے۔ امام قزوینی کہتے ہیں کہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ پانی سے ایک گائے نکلتی ہے جو باہر آکر چرتی ہے۔ اس کا گوشت بر غیر ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت حال خدا ہی بہتر جانتا ہے اس لئے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ غبر دریا کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ اگر اس کی یہ بات صحیح ہے تو اس سمندری گائے کا گوشت دماغ کو اس اور قلب کے لئے مفید ہے۔

۱۔ بقر الماء: دریائی گھوڑا۔ (ج)

۲۔ غبر بھورے رنگ کی نمائندگی خوشبو دار شے ہے اس کا استعمال خوشبو جات اور داؤں میں ہوتا ہے بہت منگی اور قیمتی چیز ہے اس کی کئی قسمیں ہیں (اور غالباً یہ اقسام درجوں کے اعتبار سے ہے۔ جیسے ہم کسی چیز کے بارے میں کہیں کہ یہ اصلی ہے خالص ہے اور اس میں کچھ ملاوٹ ہے) غبر کی سب سے اچھی قسم غبرا شہب کہلاتی ہے۔ اس کے بعد غبر بلخی، غبر خشاشی وغیرہ ہیں۔ اطباء کا خیال ہے کہ غبرا ایک قسم کی مکھی کا موم ہے اور جس مکھی کا یہ موم کہلاتا ہے وہ مکھی دریا کے درمیان واقع جزیروں میں جب باوا بران زیادہ ہوتی ہے تو اس گھر بہہ کر دریا میں آجاتا ہے اور پھر وہ موم یعنی غبرا آفتاب کی گرمی اور دریا کے تھیزوں سے دریا کے کنارے آجاتا ہے تو جو لوگ اس کو پہچانتے ہیں دریا کے کنارے سے اٹھالیتے ہیں۔

بعض قدیم ماہرین کا خیال ہے کہ غبرا ایک رطوبت ہے جو دریا کے درمیان واقع کانوں اور جزیروں میں پیدا ہوتی ہے۔ دریائی جانور اس کو بہت پسند کرتے ہیں اور نظر پڑتے ہی اس کو کھا لیتے ہیں مگر یہ ان کے ہضم نہیں ہوتا جس سے ان کے پیٹ پھول جاتے ہیں اور وہ مرکز دریا کی سطح پر اور پھر تھیزوں سے دریا کے کنارے پر آجاتے ہیں، جو لوگ اس سے واقف ہیں وہ ان جانور کے پیٹ کو چیر کر غبرا نکال لیتے ہیں۔ (مخزن الادویہ)

جدید تحقیق: اوپر ہم نے غبر سے متعلق قدیم نظریات کو بیان کیا ہے لیکن جدید تحقیق کی رو سے اب یہ بات سامنے آئی ہے کہ غبرا وہیل مچھلی کی آنتوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہیل مچھلی عام طور پر آکٹوپس اور اسکونڈز (ہشت پایا آکٹوپس) ایک سمندری جانور ہے اور کم سے کم بیس یا پچاس فٹ تک اس کی لمبائی ہوتی ہے اس کو وہیل مچھلی بطور غذا کھاتی ہے اس سے آپ وہیل مچھلی کی لمبائی اور چوڑائی اور جثہ کا اندازہ کر سکتے ہیں) کھاتی ہے۔ ان جانوروں کی چوڑی جو طوطے کی مشابہ ہوتی ہے لیکن طوطے کی چوڑی سے ہزاروں گنا بڑی ہوتی ہے۔ جب وہیل مچھلی آکٹوپس یعنی ہشت پا کو کھالتی ہے تو اس کی چوڑی کبھی کبھی وہیل مچھلی کی آنتوں میں انک جاتی ہے اور اس کو تکلیف پہنچاتی ہے تو قدرتی طور پر وہیل کی آنتوں میں ایک رطوبت پیدا ہوتی ہے جو انکی ہوشی ہوئی ہشت پا کی چوڑی پر ایک طبع کی شکل میں جمتی رہتی ہے اور کچھ وقت کے بعد وہ چوڑی اس جمتی ہوئی بھوری رطوبت کی وجہ سے آنتوں میں سے سرکتی ہوئی پاخانہ کے راستہ سے خارج ہو جاتی ہے اور سمندر کے پانی پر تیرنے لگتی ہے۔ جب بھی کسی شخص کے ہاتھ لگتی ہے تو قسمت پلٹنے دیر نہیں لگتی اور وہ آدمی اس غبر کو فروخت کر کے لکھ پتی ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی کئی سو پونڈ وزنی کلڑے سمندر سے لوگوں کو ملے ہیں اور کبھی یہ قیمتی غبرا وہیل کے شکاریوں کو اس کی آنتوں سے بھی دستیاب ہوا ہے۔ غبرا خاص طور پر سے دل و دماغ اور باہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ غصہ مخصوص پر اس کا لپ باہ کو زیادہ کرتا ہے۔ عمر رسیدہ لوگوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ دماغی بیماروں کے لئے بھی مفید ہے۔ :

بقرة بنی اسرائیل

بنی اسرائیل کی گائے۔ بنی اسرائیل کی گائے کو ام قیس، ام عویف لے بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک دو سیٹوں کا چھوٹا سا جانور ہے جو ریت میں رہتا ہے۔ اگر تم کبھی اسے دیکھنا چاہو تو جہاں رہتا ہے ایک جوں یا چھوٹی چوٹی پھینک دو۔ چنانچہ یہ جانور فوراً نکل کر اسے پکڑ لے گا۔ پھر جب یہ تمہارے ہاتھ آجائے تو اس کی پشت کو پھاڑ کر سلائی لگا دو۔ پھر اسے وہ شخص تین مرتبہ بطور سرمہ استعمال کرے جس کی آنکھ میں سفیدی ہو تو وہ سفیدی ختم ہو جائے گی اور جس جگہ بال نہ آگ رہے ہوں تو اس جانور کو رگڑنے سے بال آگ آتے ہیں۔

بق

پسو لے جو ہری کہتے ہیں کہ بقۃ پسو کو کہتے ہیں اس کی جمع بقی آتی ہے (بفتح باء اور سکون قاف) باب العین باء اور لام میں زفر بن حارث کلانی نے کہا ہے۔

الا انما قیس بن عیلان بقۃ اذا وجدت ریح العصیر تغت
ترجمہ: یاد رہے قیس بن عیلان واقعی پسو ہیں۔ جس وقت محسوس کرتا ہے شیرۃ انگور کی خوشبو تو گائے لگتا ہے۔ پسو کو بقی کے ساتھ فساد بھی کہتے ہیں جس کا تذکرہ ان شاء اللہ باب فاء میں آجائے گا۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ پسو نفس حار سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انسان کے خون کا اتنا شوقین ہوتا ہے کہ جیسے ہی اسے انسان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے فوراً آگرتا ہے۔ پسو مصر اور شام جیسے شہروں میں خوب ہوتے ہیں۔

پسو کا شرعی حکم | پسو گندہ ہونے کی وجہ سے کھانا حرام ہے جیسے کہ مچھر حرام ہے اس لئے کہ پسو میں دم سائل نہیں ہوتا۔ امام رافعی رحمہ اللہ نے یہی لکھا ہے اور پسو میں جو خون ہوتا ہے وہ انسان کا چوسا ہوا ہوتا ہے جیسے کہ جوں، کھٹل اور مچھر

لے غالباً یہ (چھ ٹانگوں والے حشرات الارض) کی کوئی قسم ہوگی۔ (ج)

لے جدید تحقیق: پسو ایک چھوٹا سا جانور ہے اس کی جسامت چوٹی سے بھی کم ہوتی ہے۔ زیادہ تر گندی اور کھنڈر جگہوں پر پلتے ہیں اور تکلیف پہنچانے کے لئے انسان کے بستر تک پہنچ جاتے ہیں۔ مادہ پسو ایک مرتبہ میں آٹھ سے بارہ تک انڈے دیتی ہے جس میں سے ایک مینہ کے اندر اندر بچے نکل آتے ہیں اور پوسن جاتے ہیں۔ پسو انسانوں کو کاٹنے ہی نہیں بلکہ سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ پسو طاعون (پلیگ) جیسی بیماری پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔ طاعون یا پلیگ اصل میں چوہوں کا مرض ہے جو چوہوں میں ہوتا ہے اور پسو چوہوں کا خون چوسنے کا شوقین ہوتا ہے۔ اس طرح پسو جب چوہوں کو کاٹنے میں تو طاعون کے جراثیم چوہوں سے پسوؤں میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد یہ پسو کسی انسان کے بدن پر کاٹنے میں چوہوں سے پسو منہ سے کاٹتا ہے اور دوسرے راستے سے فضلہ نکالتا ہے اس لئے جب کوئی آدمی پسو کے کاٹنے کے بعد بدن کھاتا ہے تو یہ جراثیم کھانے کی وجہ سے پیدا شدہ خراش کے ذریعہ اس کے بدن میں پہنچ جاتے ہیں اور رگوں میں بستے ہوئے خون کے ساتھ کان کے پیچھے نسل اور جگہوں کی گھٹیوں تک پہنچتے ہیں تو یہ گھٹیاں ان جراثیم کو روک لیتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں یہ گھٹیاں درم کر جاتی ہیں (سوج جاتی ہیں) اور ساتھ ہی بخار بھی ہوتا ہے۔ یہی طاعون (پلیگ) کہلاتا ہے۔

انسانوں کا خون چوستے ہیں۔ نیز امام رافعی و امام نووی وغیرہ نے جن جانوروں کے خون نہیں ہوتا۔ ان کی مثال میں پسو اور مچھر وغیرہ کو شمار کیا ہے۔

امام رافعی کہتے ہیں کہ جو پسو ہمارے علاقوں میں مشہور و معروف ہیں ان کو ان جانوروں میں شمار کرنا جن کے خون نہیں ہوتا محل اشکال ہے اور میں نے بہت سے شہروں میں یہ دیکھا ہے کہ وہ خون نہ ہونے والوں میں مچھروں کا نام لیتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ اس کا مطلق ذکر کرتے ہیں اس سے مراد مچھر ہی ہوتا ہے۔

پسو کے طبی فوائد | امام قزوینی لکھتے ہیں کہ اگر گھر میں کلقتند ر اور شونیز سے دھونی دے دی جائے تو اس گھر میں پسو نہیں آسکتے۔ اسی طرح اگر کسی گھر میں صنوبر کے برادہ سے دھونی دے دی جائے تو بھی پسو اور مچھر چلے جاتے ہیں۔

حنین بن اسحاق کہتے ہیں کہ اگر کسی گھر میں حب غلب لے سے دھونی دے دی جائے تو سارے پسو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی گھر میں علق یا عاج یا بھینس کی کھال یا سرور رخت کی شاخوں سے دھونی دے دی جائے تو بھی پسو بھاگ جاتے ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حرم کے پتوں کو سرکہ میں بھگو کر اس کا پانی گھر میں چھڑک دیا جائے تو پسو چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی حرم اپنے سرہانے رکھ لے یا پاؤں کے پاس رکھ لے تو پسو اس کے پاس نہیں آسکتے۔ اسی طرح اگر سداب کو سرکہ میں بھگو کر اس کا پانی گھر میں چھڑک جاتے ہیں۔ اگر کندر، کبریت کو باریک کر کے پانی میں گھلا کر قنب (بھنگ) کی لکڑی میں لگا دیا جائے۔ پھر جہاں سوائے اس کو سرکہ پاس رکھ لے تو پسو اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

پسوؤں سے حفاظت کے لئے | ابن جمیع لکھتے ہیں کہ کمون خشک آس اور تر مس کا دھواں مچھروں اور پسوؤں کو بھگا دیتے ہیں۔

اگر چار کاغذ میں مندرجہ ذیل نقشہ لکھ کر چاروں دیواروں میں چپکادیں تو پسو چلے جاتے ہیں۔

نقشہ ۱۱۱۳ یہ نسخہ مجرب ہے۔

پسو کا حدیث میں تذکرہ | ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو پکڑے

ہوئے ہیں اور ان کے دونوں قدم آپ کے دونوں قدموں پہ ہیں اور آپ (بطور محبت و تلفت) ان سے کہہ رہے ہیں اور چھوٹے چھوٹے قدم اوپر چڑھو، پسو کی آنکھیں۔ تو وہ بچہ آپ کے اوپر چڑھتا اور اپنا قدم آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیتا۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو۔ پھر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا اے اللہ! کون نہ ان سے محبت کرے۔ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔“ (رواہ الطبرانی بہ سند جید)

بزار نے بھی انہی بعض الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔

امام دمیری کہتے ہیں کہ حذقہ چھوٹے چھوٹے قدم چلنے کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بطور محبت اور مذاق کے فرمایا تھا۔ تروق کے معانی تم چڑھا کرو۔ عین بقہ چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے کنایہ ہے۔ یہ مرفوع ہے اس لئے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

محمد بن علی بن حسین بن محمد کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ اصمغ بن نباتہ خطلی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی بن ابی طالبؑ سے خطبہ دیتے وقت سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے:-

”آدم کی اولاد اور کیا ہے اولاد آدم! پسو اسے ایذا پہنچاتا ہے، اس کا پسینہ اسے بدبو دار کرتا ہے اور اچھو کا لگ جانا اسے ہلاک کرتا ہے۔“ (الکامل ابن عدی و تاریخ ابن نجار)

اصمغ بن نباتہ خطلی یہ سیدنا علیؑ سے ایسی ایسی باتیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں کسی نے بھی نہیں لکھی ہیں اس لئے ان کی نقل کردہ چیزیں ناقابل شنید و نامعتبر ہیں۔ اصمغ بن نباتہ خطلی سے صرف ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ یہ ہے:-

نزل جبرئیل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحجامة الاخذعین والکامل۔ (رواہ ابن ماجہ)

ضرب الامثال | اہل عرب کہتے ہیں: فلان اضعف من بقعة ”کہ فلاں پسو سے بھی زیادہ کمزور ہے۔“

تعبیر | پسو خواب میں نیزہ زن کمزور دشمنوں کے روپ میں آتے ہیں اور یہ ایسا جھنڈ ہے جن سے وفا کی امید نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی یہ مضبوط و توانا ہوتے ہیں۔

اور کبھی کبھی حزن و ملال اور رنج سے بھی تعبیر دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ پسو نیند نہیں آنے دیتے اور حزن و رنج کا بھی یہی حال ہے کہ رنجیدگی کے وقت نیند نہیں آتی۔

پسو اور چھوڑ کو خواب میں دیکھنا ایسے دیکھنا کہ وہ اس کے گھر سے نکل رہے ہیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے گھر کے مکین موت کی وجہ سے گھر چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جائیں گے۔

اور اگر کسی نے چھوڑ یا پسو کو اپنے مکان، جگہ، مقام پر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس مقام، جگہ، مکان میں رہنے والے کو نسل اور خاندان و شاخیں زیادہ ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب

بکر

جوان اونٹ۔ بکر، جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ جوان اونٹنی کو بکرۃ اور جمع کے لئے بکار بولتے ہیں جیسے فرخ (پرندے کا بچہ) کی جمع فراخ آتی ہے اور کبھی کبھی جمع قلت اکبر آتی ہے۔

ابو عبیدہؓ کہتے ہیں جوان اونٹ کے لئے بکر، جوان آدمی کے لئے فقی، جوان اونٹنی کو بکرۃ اور جوان عورت کو فقاء کہتے ہیں۔ لفظ قلوں اونٹ کے لئے بھی بولتے ہیں۔ لیکن اونٹ کے ان تمام ناموں میں فرق ہے۔ مثلاً لفظ قلوں اونٹ کے لئے باندی کی جگہ پر بعیر اونٹ کے لئے انسان کی جگہ جمل اونٹ کے لئے مرد کی جگہ پر نائتہ اونٹ کے لئے عورت کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ ابورافعؓ کہتے ہیں کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے جوان اونٹ (بکر) قرض لیا۔ جب صدقہ کا اونٹ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے جوان اونٹ ہی ادا کرنے کا حکم مجھے دیا تو میں نے عرض کیا کہ اس میں تو صرف وہ عمدہ اونٹ ہیں جن کے کینچل کے دانت

ٹوٹ چکے ہیں۔ تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اسی کو دے دو کیونکہ جمل (عمدہ اونٹ) کی ادائیگی بہترین ادائیگی ہے۔“ (راہ الامام مسلم)

بعض روایتوں میں رباعینا کے بجائے باز لا آیا ہے مگر ترجمہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ جو ان اونٹ فروخت کیا۔ اس کے بعد تقاضہ کرنے کی غرض سے آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس جو ان کی قیمت ادا کر دیجئے۔ آپؐ نے اس پر ہاں کہا اور ادائیگی فرمادی اور بہت اچھی طرح ادائیگی فرمائی۔ اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول میرے بکر (عمدہ اونٹ) کی ادائیگی کر دیجئے تو آپؐ نے اسے بڑی عمر والا اونٹ ادا کیا۔ اس پر وہ شخص آیا کہ یہ تو میرے اس جو ان اونٹ سے بھی عمدہ و بہتر ہے تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارا رہا (پھر فرمایا کہ) قوم کا افضل و بہتر شخص وہ ہے جو ادائیگی اچھی طرح کرتا ہے۔“ (رواہ الحاکم و قال صحیح الاسناد)

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

”آنحضور اکرم ﷺ حج کے ارادے سے نکلے جب وادی عسفان پر پہنچے تو حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمر جانتے ہو کہ یہ وادی عسفان ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہاں یہ وادی عسفان ہے؟ تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وادی سے حضرت نوحؑ و ہودؑ و ابراہیمؑ اپنے جو ان اونٹوں پر سوار ہو کر گزرے ہیں۔ ان کے گدھے تھے جن کے اوپر پڑے ہوئے گدے صرف چٹائیاں تھیں اور ان کی لنگیاں خود ان کی عبائیں تھیں اور چادروں کی جگہ وہ کھال استعمال کر رہے تھے۔“ (رواہ ابو ہریرہؓ علی ہذا)

سیرین بن معبد جہنی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

”میں غزوہ فتح مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا آنحضور ﷺ نے ہمیں متعہ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں اور میرے ساتھ ایک دو سرا شخص قبیلہ بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے۔ عورت ”بکرۃ عیطاء“ یعنی معتدل لمبی گردن والی ایک نو جوان لڑکی تھی۔ ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے سوال کیا تم ہمیں کیا دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ چادر۔ دوسرے شخص نے بھی چادر ہی دینے کو کہا اور میرے دوسرے ساتھی کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی اور میں اس شخص سے عمر میں کم اور نو جوان تھا۔ غرض وہ عورت جب اس کی چادر کی طرف دیکھتی تو اسے وہ بہتر معلوم ہوتا اور جب وہ میری طرف دیکھتی تو میں اس کی نگاہوں میں بہتر معلوم ہوتا تھا۔ الغرض اس نے مجھ سے کہا کہ تم اور تمہاری چادر ہی میرے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد تین دن میں اس کے ساتھ رہا کہ آنحضور ﷺ نے یہ اعلان کر دیا کہ جن کے پاس متعہ کی عورتیں ہیں اسے چاہیے کہ ان کو الگ کر دیں۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ابھی ہمارے متعہ کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ آنحضور ﷺ نے اسے حرام کر دیا۔“ (رواہ الامام مسلم)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ:

”ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹنی ہدیہ میں دی تو آنحضور ﷺ نے اسے چھ جو ان اونٹ اس کے بدلے میں

عطا کیے، تو وہ دیرماتی اس پر ناراض ہو گیا۔ جب آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک اونٹنی ہدیہ میں دی جس کے عوض میں نے اسے چھ جوان اونٹ دیئے تو وہ ناراض و غصہ ہو گیا۔ اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قرشی، انصاری، ثقفی اور دوسری کے علاوہ کسی اور کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔“ (رواہ الترمذی و ابوداؤد و التیاسی، والحاکم)

سیدنا علیؓ کی حدیث میں ہے صدقنی سن بکرہ (اس نے مجھ سے اپنے جوان اونٹ کی عمر صحیح صحیح بتائی) یہ جملہ اہل عرب سچ خبر دینے والے کے لیے بطور ضرب المثل بولتے ہیں۔ اسے انسان اپنے خلاف بھی بولتا ہے گو مضرت رساں کیوں نہ ہو۔ اہل علم لکھتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے جوان اونٹ خریدنے کے بارے میں بھاؤ تاؤ کر رہا تھا تو خریدنے والے نے فروخت کرنے والے سے اونٹ کی عمر دریافت کی تو اس نے بالکل سچ سچ بتادی تو خریدنے والے نے کہا صدقنی سن بکرہ۔ (اس نے مجھ سے اپنے جوان اونٹ کی عمر بالکل صحیح بتادی)

سیدنا عثمان غنیؓ کے غلام کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں موسم گرما میں آقا عثمانؓ کے ساتھ تھا کہ اچانک آپؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے دو جوان اونٹ ہانکے لیے جا رہا ہے اور وہ گرمی میں زمین پر بستر کی طرح ریگتے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپؓ نے فرمایا اس شخص کو کیا ہو گیا ہے۔ اگر یہ مدینہ میں آرام کر کے پھر چلتا تو کیا ہو جاتا۔ اتنے میں وہ آدمی قریب آیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ چنانچہ میں نے دیکھا تو سیدنا امیر المومنین عمر بن خطابؓ تھے۔ میں نے آقا عثمانؓ سے کہا کہ جناب والا یہ تو امیر المومنین عمر فاروقؓ ہیں۔

یہ سن کر عثمانؓ کھڑے ہو گئے اور سر کو دروازہ سے باہر نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عمر فاروقؓ گرم لو سے جھلس رہے ہیں۔ پھر آپؓ نے دوبارہ سر نکالا تو آمناسا منا ہوا۔ عثمانؓ نے فرمایا آپؓ کو اس وقت کیا جلدی پڑی تھی؟ یہ سن کر عمر فاروقؓ نے فرمایا یہ دو جوان اونٹ صدقہ کے تھے جو پیچھے رہ گئے تھے اور صدقہ کے اونٹوں کی قطار جا چکی ہے میں نے اسی وقت مناسب سمجھا کہ انہیں قطار تک پہنچا دوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جوان اونٹ ضائع ہو جائیں۔ پھر مجھ سے قیامت کے دن خدائے پاک سوال کر بیٹھے۔ عثمانؓ نے فرمایا اچھا آپ پانی پینے اور کچھ دیر سنانے کے لیے یہاں آجائیے۔ عمر فاروقؓ نے فرمایا آپؓ اپنے سایہ کا انتظام کریں۔ عثمانؓ بولے ہمارے پاس آپ کے لیے بھی کافی انتظام ہے۔ عمرؓ نے جواب دیا کہ نہیں بس آپ ہی کو ٹھنڈی جگہ مبارک ہو۔ یہ کہتے ہوئے عمرؓ چل دیئے۔

یہ معاملہ دیکھ کر آقا عثمانؓ نے فرمایا اگر کوئی دیانت دارانہ صابر شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ انہیں دیکھ لے۔ (مسند شافعی الامام)

ضرب الامثال | حدیث میں ہے:-

(۱) جائت ہوازن علی بکرۃ ابیہا (قبیلہ ہوازن کے لوگ سب کے سب آگئے) پیچھے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ (بکرۃ لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں) معافی یہ ہیں کہ وہ سب کے سب باپ و خاندان سمیت آگئے۔ گویا اس میں ان کی قلت اور کمزوری کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اہل عرب یوں بھی کہتے ہیں جاءوا علی بکرۃ ابیہم یعنی وہ سب کے سب آگئے۔ کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ ساری کی ساری قوم کو قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ جملہ انہی لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا پھر یہ مثل ہر ان لوگوں کے لیے بولنے لگے جو اکٹھا ہو کر آرہے ہوں۔

ابو عبیدہؓ بھی یہی کہتے ہیں کہ اس مثل کے معانی یہ ہیں کہ وہ سب آگئے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ حالانکہ یہاں جوان اونٹ حقیقت میں نہیں رہا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بکرة کے معانی جس کے پاس طلب کرنے کے لیے آئیں۔ تو مطلب یہ ہو گا وہ سب بعض کے بعد آتے رہے جیسے کہ اونٹ ایک ہی بیج پر آتے ہیں۔

بعض اہل علم یہ لکھتے ہیں کہ یہاں بکرة سے مراد راستہ ہے یعنی وہ سب اپنے آباء اجداد کے نقش پر آئے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ بطور مذمت، قلت اور رسوائی کے موقع پر بولا جاتا ہے تو اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ ان لوگوں کی سواری کے لیے بس ایک ہی جوان اونٹ کافی ہے اور مثل میں باپ کا ذکر خاص طور پر ذلت اور رسوائی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

نوٹ:- جوان اونٹ کے طبی فوائد اور خواب کی تعبیریں وہی ہیں جو اونٹ کی ہیں۔

بُلْبُل

نغمہ دوپائے موحده و سکون دولام کے۔

بُلْبُلؓ، عصفور، گوریا اور چڑا کے قبیل سے ہے اسے بطور تصغیر کحیت اور جمیل بھی کہتے ہیں۔ بُلْبُل کا دوسرا نام نغر بھی ہے جس کی تفصیل آگے آجائے گی۔ بعض شعراء نے دلچسپ اشعار کہے ہیں۔

ما طائر نصفه كله له في ذرى الروح سیر و لبث

ترجمہ:- کیا ہی بھلا ہے وہ پرندہ جس کا نصفؓ ہی کل ہے اور جس کا چلنا اور کنا صحن اور اس کے اطراف ہی میں ہے۔

رأينا ثلاثة ارباعه اذا صحفوها عذت و هي ثالث

ترجمہ:- میں نے اس کا تین چوتھائی دیکھا اور جب وہ ان سب کو ملا لیتا ہے تو وہ ایک تہائی رہ جاتا ہے۔

علی بن مظفر ابو الفضل آمدی جو شعر واسط کے قاضی تھے بہت اچھے اشعار کہے ہیں۔

واھالہ ذکر الحمی فتاواھا ودعا بہ داعی الصبا فتو لها

ترجمہ:- افسوس ہے اس پر کہ جب اس کے سامنے بخار آتا ہے تو کراہنے لگتا ہے اور جب داعی شوق و محبت اسے حاضری کی دعوت دیتی ہے تو اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔

هاجت بلانته البلبال فغشت اشجانه تشنی عن الحلم النھی

ترجمہ:- ان کی بلبلوں نے جب دوسری بلبلوں کی مذمت کی اور اس کے غم و اندوہ صبر و تحمل سے ہٹ کر اسے منع کرنے میں لگ گئے۔

لہ البلبُل: عمان، مصر اور مغربی فلسطین میں (PYCNONOTUS XANTHOPYGUS) کا نام دیا جاتا ہے عمان میں اسے ”پاپو“ بھی کہتے ہیں۔ (ج)

لہ یعنی بُل (ج)

فشکاجوی و بکا اسی و تنہ
ترجمہ:- جتلائے سوز عشق نے شکایت کی اور غم و افسوس کے آنسو بہائے پرانی محبت کا واسطہ دیا اور اس بات پر متنبہ کرتی رہی۔
لا تکرہوہ علی السلو فطالما
ترجمہ:- کہ تم اسے بھلا دینے پر مجبور نہ کرو کیونکہ کبھی وہ جتلائے مرض عشق رہ چکا ہے تو پھر اس کے شدائد کو کس طرح بھلا سکتا ہے۔

لا عتب یا سعدی علیک فسامحی
ترجمہ:- اے سعدی! تم سے کوئی دشمنی یا ناراضگی نہیں ہے۔ تم غفور و درگزر اور چشم پوشی کرو اور وصل اختیار کرو کیونکہ مرض انتہا کو پہنچ چکا ہے۔
یوسف بن لؤلؤ نے کتنے اچھے اشعار کہے ہیں۔

باکر الی الروضة تستجلها
ترجمہ:- وہ صبح سویرے باغ کی طرف اسے آراستہ کرنے نکلی تو صبح ہی صبح اس کا چہرہ (کھلا ہوا) مسکراتا ہوا تھا۔
والنرجس الغض اعتراه الحیا
ترجمہ:- گویا کہ وہ شاداب تر و تازہ نرگس ہے جسے حیا کے پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے اس نے اپنی نگاہوں کو نیچے کر لیا مگر اس کی نگاہ میں کھوٹ تھا۔

ولبلبل الروح فصیح علی
ترجمہ:- گھنے درخت کی بلبل گنجان درخت پر گارہی ہے اور شردر پرندہ بھی گارہا ہے۔

ونسمة الصبح علی ضعفها
ترجمہ:- نسیم صبح اگرچہ ہلکی ہے مگر میرے پاس سے اس کا گزر رہے اور میری طرف اس کی توجہ بھی ہے۔

فعاطنی الصہباء مشمولہ
ترجمہ:- ٹھنڈی شرابوں نے اس کنواری کے لیے میری گردن لمبی کر دی کیونکہ دوسرے رقیب سو رہے ہیں۔

واکتتم احادیث الهوی بیننا
ترجمہ:- اور اپنے درمیان ہو رہی محبت کی باتوں کو چھپا رہا ہوں۔ کیونکہ اس باغ میں بات پھیلانے والے چغل خور بھی ہیں۔

یہ بھی انہی کے دلچسپ اشعار ہیں۔

سقی اللہ ارضانور وجھک شمسها
ترجمہ:- اللہ نے زمین کو سیراب کیا۔ تیرے چہرے کا نور اس کا سورج ہے اور زمین کو زندہ کیا تو تم اس کے افق پر بدر کا مل ہو۔

وروی بقاعا جود کفک غیثها
ترجمہ:- اور اس نے اس خطے کو سیراب کیا تو تمہارے ہاتھوں کی سخاوت اس کی بارش ہے۔ غرض تمہارے شبنم کا ہر قطرہ اس کا عظیم قطرہ ہے۔

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں۔

تسلسل دمعی و ہی لاشک مطلقا
وصح حقیقا حین قالوا تکسرا
ترجمہ:- میرے آنسو بہہ پڑے اور بلاشبہ وہ جاری ہیں (ان پر گرفت نہیں) اور بلاشبہ لوگوں کا یہ تبصرہ کہ ایک بند تھا جو ٹوٹ گیا۔
وفی قلب مائی للقلوب سرۃ
وقالو اسیحزی بالہنا و کذا جری
ترجمہ:- اور میرا رقت آمیز قلب دوسروں کے لیے باعث مسرت ہے۔ لوگوں نے یہ کہا کہ غنقریب انجام خوشگوار ہو گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں۔

بعینی رائیت الماء القی بنفسہ
علی رأسہ من شاحق فتکسرا
ترجمہ:- میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پانی نے اپنے آپ کو اونچائی سے اس کے سروں پر ڈال دیا تو وہ ٹوٹ گیا۔
وقام علی اثر التکسر جاریا
الافاعجبوا ممن تکسر قد جری
ترجمہ:- اور ٹوٹنے کے بعد ہی وہ پھر جاری ہو گیا تو لوگ اس سے بہت متعجب ہوئے کہ جس سے ٹوٹا تھا اس سے پھر جاری ہو گیا۔
یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں۔

انفقت کنز مدائحی فی ثغرہ
وجمعت فیہ کل معنی شارد
ترجمہ:- میں نے مدح کے اپنے پورے خزانے کو اس کے چہرے کی مدح میں صرف کر دیا اور اس کے اندر تمام نوادرات کو جمع کر دیا۔

وطلبت منہ جزاء ذلک قبلۃ
فابی و راح تغزلی فی البارد
ترجمہ:- اور جب میں نے اس سے اس کا بدلہ ”ایک بوسہ“ مانگا تو اس نے انکار کر دیا اور ٹھنڈے ماحول میں غزل سرائی کرنے لگیں۔

اہل عرب کہتے ہیں البلبلی یعددل یعنی بلبل بول رہی ہے۔
مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا گدرا ایک بلبل کے پاس سے ہوا جو درخت پر بیٹھ کر چچہمارہی تھی۔
یہ دیکھ کر آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بلبل کیا کہہ رہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا وہ یہ کہہ رہی کہ میں نے نصف کھجور کھایا ہے۔ پس دنیا ایک دن نیست و نابود ہو جائے گی۔ (رواہ ابو نعیم و صاحب الترغیب والترہیب)

اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ باب العین عقیق میں آجائے گی۔
امام زمر شری آیت و کاین من دآبۃ لا تحمل رزقہا کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بلبل اپنی روزی جمع کر لیتی ہے۔

امام مالک سے ایک استفتاء | امام بو یطی امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں بچپن میں سیدنا مالک بن انسؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی امام مالکؒ کی خدمت میں ایک سوال کرنے کے لیے

آیا۔ اس نے یہ سوال کیا کہ میں نے تین طلاق کی قسم کھائی ہے اگر یہ بلبل چھمانے سے نہ رکے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ تم حادث ہو گئے۔ اتنے میں سوال کرنے والا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے بعض تلامذہ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہا کہ اس نوجوان نے غلطی کی ہے۔ چنانچہ اس بات کی اطلاع امام مالکؒ کو دی گئی کہ امام شافعیؒ یہ کہتے ہیں۔ امام مالکؒ بارعب آدمی تھے یہاں تک کہ کسی آدمی کو ان سے مجلس میں گفتگو کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کبھی کبھی کو تو ان آتا اگر امام زینت مجلس ہوتے تو سرہانے کھڑا ہو جاتا کلام کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

چنانچہ تلامذہ نے کہا عالی جناب یہ بچہ کہتا ہے کہ اس جوان نے غلطی کی ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا تم یہ کیسے کہتے ہو؟ امام شافعیؒ نے کہا کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث جو فاطمہ بنت قیس کے واقعہ میں ہے ہم سے روایت نہیں بیان کی کہ فاطمہ نے آپ ﷺ سے یہ کہا کہ ابو جہم و معاویہ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو جہم کی لاشی کندھے سے نہیں اترتی اور رہے معاویہ تو وہ فقیر ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے۔ تو کیا ابو جہم کی لاشی ہمیشہ ان کے کندھے پر رہتی تھی بلکہ حضور ﷺ کی مراد اکثر اوقات کی طرف تھی۔ یہ سن کر امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کی قدر و منزلت کو پہچان لیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے مدینہ منورہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو میں امام مالکؒ کے پاس آیا۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو امام مالکؒ نے فرمایا اے بچے خدا سے ڈرتے رہنا اور جو علم کی روشنی خدا نے تمہیں دی ہے اسے معاصی کے ذریعہ مت بھٹا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:-

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَالَهُ مِنْ نُورٍ (النور: ۳۰)

”اور جس کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کی روشنی سے محروم رکھا پھر اسے نور ہدایت کہیں نہیں ملے گا۔“

اس واقعہ میں بلبل کا تذکرہ ہے لیکن دوسرے طرق سے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں قمری کا تذکرہ ہے۔ (ان شاء اللہ مزید

تفصیل آجائے گی)

بلبل کے طبی فوائد | ہندوستان میں دو قسم کی بلبل پائی جاتی ہے ایک پہاڑی اور دوسری میدانی۔ پہاڑی بلبل کی بہ نسبت میدانی بلبل زیادہ خوب صورت اور خوش شکل ہوتی ہے۔ بلبل کے انڈے اور مغزیابہ کے اضافے کے لیے مفید

ہیں۔ اس کی بیٹ جلد کے نشانوں کو جلی اور ظاہر کر دیتی ہے اور چہرے کی جھائوں کو دور کر دیتی ہے۔

اس کی بیٹ پڑبال کے لیے بھی مفید ہے۔ اس کا مول اسقاط جنین کے لیے موثر ہے۔

بلبل کے پر کی راکھ زخموں کے بخرنے کے لیے مجرب ہے۔ بلبل کا گرم گرم خون سانس کے لیے اور پیچھڑوں کی نالیوں کی صفائی

کے لیے مفید ہے۔

تعبیر | خواب میں بلبل مالدار مرد کی شکل میں آتی ہے۔ بعض کے قول کے مطابق بلبل مالدار عورت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔

بعض معبرین کہتے ہیں کہ خواب میں بلبل قرآن کریم کے قاری بچے کی شکل میں آتی ہے جس کے بعد کوئی بچہ نہ ہو۔ کبھی

بلبل کی تعبیر نیک بخت لڑکے سے بھی کی جاتی ہے۔

بُلَح

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ بُلَح سیاہ سفید رنگ کا گدھ سے بڑا پرندہ ہوتا ہے جس کے بال جھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر اس پرندہ کا کوئی بال کسی دوسرے پرندہ کے بالوں کے وسط میں گر جاتا ہے تو دہشت زدہ کر دیتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بُلَح بوڑھے اور پرانے گدھ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ملجھان آتی ہے۔

بَلْشُون

بلشون (البشون) بگلا کو کہتے ہیں۔ ان شاء اللہ تفصیل باب میم میں آجائے گی۔

بُلْصُوص

ایک پرندہ کو کہتے ہیں اس کی جمع خلاف قیاس بلنسی آتی ہے۔ امام سیبویہ کہتے ہیں کہ جمع میں نون زائد ہے۔ اس لیے کہ واحد کے لیے بلصوص اور عام لوگ الو لعیص کہتے ہیں۔ بطلیوسی کہتے ہیں کہ ان دونوں اسموں کے بارے میں لغویین کا اختلاف ہے کہ واحد کون ہے اور جمع کسے کہیں گے۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ بلصوص ہی واحد ہے اور بلنسی جمع ہے اور کچھ حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے کہ کہ واحد بلنسی ہے اور جمع بلصوص ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نر کو بلنسی مادہ کو کہتے ہیں۔ اس کا تذکرہ ابن ولاد نے کیا ہے اور یہ مصرع بھی لکھا ہے۔

والبلوص يتبع البلنسی

”بلصوص نر اپنی مادہ کا پیچھا کیے رہتا ہے۔“

ابن ولاد نے یہ بھی کہا ہے کہ قیاس تقاضا کرتا ہے کہ بلصوص کی جمع بلاعیص ہونی چاہیے۔

امام دیمیری کہتے ہیں کہ میں اس پرندہ کا شرعی حکم معلوم نہیں کر سکا۔

بنات الماء

ابن ابی الاشعث کہتے ہیں کہ بنات الماء نام کی بحر ورم میں ایک قسم کی مچھلیاں ہوتی ہیں جو عورتوں سے مشابہ ہوتی ہیں جن کے سیدھے بال ہوتے ہیں رنگ گندی ہوتا ہے۔ شرمگاہ اور پستان بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ باتیں تو کرتی ہیں لیکن سمجھ سے بالا تر کرتی ہیں۔ ہنستی ہیں، ققمہ مارتی ہیں۔ کبھی کبھی کشتی بان ان کو پکڑ کر لے آتے ہیں اور ان سے وطنی کر کے پھر دریا میں چھوڑ دیتے ہیں۔ روایاتی کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی شکاری عورتوں کی شکل کی مچھلی پکڑ کر لاتا تھا تو یہ ان سے وطنی اور جماع نہ کرنے کا حلف لیتے تھے۔

امام قزوینی کہتے ہیں کہ ایک آدمی ایک بادشاہ کے پاس اس قسم کی مچھلی شکار کر۔

یہاں ان کی گفتگو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ چنانچہ اس آدمی نے اس سے شادی کر لی۔ ان سے ایک بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ اپنے ماں اور باپ دونوں کی گفتگو سمجھتا تھا۔ (اس کا تھوڑا سا تذکرہ باب الف انسان الماء کے عنوان میں کر دیا گیا ہے۔)

بنات وردان

گبریا۔ ان شاء اللہ گبریلے کا تذکرہ باب داؤ کے آخر میں آجائے گا۔

بُہار

بہار سفید قسم کی بہترین سمندری مچھلی ہوتی ہے۔

جوہری کہتے ہیں کہ بہار تین سورطل کا ایک باٹ ہوتا ہے۔

سیدنا عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ جن کو ابن الصعبہ بھی کہتے ہیں انہوں نے مرنے کے بعد سو عدد بہار چھوڑے تھے اور ہر بہار میں تین فنطار (ایک فنطار سورطل کا ہوتا ہے) سونا تھا۔ چنانچہ اس کا ایک پیالہ بنالیا گیا تھا۔ ابو عبید بن قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ کلام عرب میں بہار تین سورطل کا ہوتا ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ یہ عرب میں نہیں ہوتا بلکہ قطیفہ خاندان میں ہوتا تھا۔

بہتہ

بہتہ نیل گائے کو کہتے ہیں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

بہرمان

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ بہرمان عصفور (گوریا۔ چڑا) کی قسم ہے۔

بہمة

بہمتہ۔ گائے، بھیڑ، بکری کے بچوں کو کہتے ہیں۔ لیکن اس میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں۔ جمع بہمتہ، بُہمتہ اور بہامات آتی ہے۔ امام ازہری کہتے ہیں کہ بکری یا بھیڑ کا بچہ نر ہو یا مادہ پیدا ہوتے ہی سنوٹھ (ج سنخال) کہلاتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بہمتہ کہلاتا ہے۔ اگر بکری کا بچہ چار ماہ کا ہو گیا ہو اور ماں سے جدا ہو گیا ہو تو وہ (ج جغار) کہلاتا ہے پھر چر کر ذرا توانا ہو گیا ہو تو وہ عریض اور عتود کہلاتا ہے (اس کی جمع عرضان وعتدان آتی ہے) نیز بعض کے قول کے مطابق جدی بھی کہتے ہیں لیکن اگر ایک سال کا نہ ہوا ہو تو مادہ بچہ کو عناق (ج عناق) کہتے ہیں، اگر بچہ نر ہو، ایک سال کا ہو گیا ہو تو اسے تیس کہتے ہیں اور مادہ بچہ کو عنز کہتے ہیں۔ پھر دوسرے سال میں داخل ہونے کی وجہ سے نر بچے کو جذع اور مادہ بچے کو جذعہ کہتے ہیں۔

امام ازہری کہتے ہیں کہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جو بات عناق کے بارے میں امام نووی نے تحریر کی ہے اس میں کچھ لغزش ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم (شرح الفاظ مختصر)

لقیط بن صبرہ کہتے ہیں:-

”میں وفد بنی النقیق کے آنے والوں میں سے یا وفد بنی النقیق کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ رہا تھا جب ہم لوگ آپ کے یہاں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ گھر میں موجود نہ تھے۔ ہم لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملے، انہوں نے ہم لوگوں کے لئے حریر سے یا دلیہ سے بنائے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور ہم لوگوں کے سامنے قناع (بڑی پلیٹ) لائی گئی۔ قناع ایک سینی تھی جس میں کھجور تھے (ہم لوگوں نے اسے کھالیا) پھر آنحضور ﷺ تشریف لائے اور ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں نے کچھ کھلایا۔ یا یہ کہ تم لوگوں کے لئے (کچھ تیار کرنے کا) حکم دیا ہے؟ تو ہم لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! ابھی ہم لوگ آنحضور ﷺ کے ساتھ ہی تھے کہ ایک چرواہے نے اپنی بکری کو بیت الخلاء کی طرف ہٹا دیا اور اس کے ساتھ بکری کا ایک بچہ تھا جو میٹھی کر رہا تھا۔ آنحضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اے لڑکے! اس نے کیا جتنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ”بہتہ“ تو آپ نے فرمایا کہ اس کی جگہ تم کوئی ایک بکری ذبح کر دو، پھر فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں نے اسے تمہاری وجہ سے ذبح کیا ہے (بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ) میرے پاس سو بکریاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ اس میں کچھ اضافہ ہو اس لئے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی جگہ میں کوئی بکری ذبح کر دیتا ہوں۔ پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے جس کی زبان میں کچھ یعنی فحش گوئی یا جھگڑالوپن ہے تو آپ نے فرمایا کہ پھر تو تو اسے طلاق دیدے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ میرے ساتھ رہ چکی اور میرا اس سے ایک لڑکا بھی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو تو اسے نصیحت کر۔ اگر اس میں ذرا بھی خیر ہوگی تو وہ اس پر عمل کرے گا اور جس کے ساتھ تو ہمبستری کرتا ہے اسے لونڈیوں اور باندیوں کی طرح پیامت کر۔ اس کے بعد پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں وضو کے متعلق کچھ بتائیے تو آپ نے فرمایا کہ وضو پوری طرح کر۔ انگلیوں کا خلال کرو اور اگر روزے سے نہ ہو تو اشتقاق میں مبالغہ کرو۔“ رواہ الشافعی وابن خزيمة وابن حبان وحاکم واصحاب السنن (الاربعة)۔

عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہتے ہیں کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے ایک دیوار کی طرف رخ کر کے اس طرح نماز پڑھی کہ اسے قبلہ بنا لیا اور ہم لوگ آپ کے پیچھے تھے کہ بکری کا ایک بچہ آیا اور سامنے سے گزرنے لگا تو آنحضور ﷺ اسے دفع کرتے رہے یہاں تک کہ اس کا پیٹ دیوار سے لگ گیا (آخر مجبور ہو کر وہ پیچھے سے گزرا۔)“ (ابو داؤد)

اسی قسم کی ایک حدیث جدی کے بیان میں آئے گی۔

یزید بن اصم بحوالہ میمون نقل کرتے ہیں کہ:-

”آنحضور ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے سامنے سے پیٹ کو زمین سے الگ کر لیتے حتیٰ کہ اگر کوئی بکری کا بچہ درمیان سے

۱۔ ایک قسم کی نرم غذا جسے دودھ، روغن اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔ (ج)

۲۔ عسیدہ: گاڑھا دلیا جسے گندم کے آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے۔ (ج)

گزرنا چاہتا تو گزر چاہتا۔“ (رواہ مسلم و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ)

بہیمہ

چوپائے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ خشکی یا سمندر میں رہنے والے چوپاؤں کو بہیمہ کہتے ہیں اس کی جمع بہائم آتی ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”وحشی جانوروں کے بدکنے کی طرح ان چوپالوں میں بدک پن ہے۔“
ان کو بہیمہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ گفتگو نہیں کر پاتے۔ نہ باتیں سمجھتے ہیں اور نہ ان کو عقل ہوتی ہے اسی سے ہے بَابُ مِنْهُمْ
ای بَابُ مُغْلَقٌ یعنی پیچیدہ باب ہے۔ لَيْلُ مِنْهُمْ تاریک رات۔
قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

أُحِلَّتْ لَكُمْ بِهِيمَةُ الْإِنْعَامِ۔ (انعام)

”مویشیوں کے چوپائے تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے ہیں۔“

انعام (مویشیوں) کی نسبت بہیمہ کی طرف خاص صفت کی وجہ سے کر دی گئی ہے۔

(انعام) آٹھ جانور کہلاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو انعام کہا جاتا ہے جس طرح ان سب کے مجموعے کو بھی انعام کہا جاتا ہے۔ پھاڑ کھانے والے درندے مثلاً شیر اور ہر کو چلی والے جانور انعام (مویشیوں) میں داخل نہیں ہیں اس لیے بہیمہ الانعام چرنے والے چوپاؤں اور مویشیوں کو کہتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ بہیمہ الانعام ان کو کہتے ہیں جو ذبح کرتے وقت ماں کے پیٹ سے نکلتے ہیں۔ انہیں بغیر ذبح کیے ہوئے کھایا جاسکتا ہے۔ یہی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس لیے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:-

إِلَّا مَا يَنْفُلِي عَلَيْكُمْ۔ (الانعام)

”مگر جس کا حکم تم پر نازل ہو چکا۔“

اور ان جنے ہوئے بچوں میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جن کی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ اھ خدائی فرمان کے مطابق مویشیوں کا گوشت کھانا جائز ہے اس لیے کہ رات سے دن کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر امراض نہ ہوتے تو صحت و تندرستی کا نفع کا لطف جاتا رہتا۔ اسی طرح اگر دوزخ نہ ہوتی تو جنت کی قدر و قیمت نہ معلوم ہوتی۔

نیز انسانوں کا مویشیوں کی قربانی کرنا اور ان کو ذبح کرنا ظلم نہیں ہے بلکہ یہ تو ناقص پر کامل کو مقدم کرنا ہے جو عین عدل ہے۔ اسی طرح دوزخیوں پر جنتیوں کا فخر کرنا یا ایمان والوں کو کافروں پر ترجیح دینا ہے۔ جو کہ عین انصاف ہے۔ اسی طرح اگر ناقص اشیاء نہ پیدا کی جاتیں تو کامل اشیاء کی قدر و قیمت نہ معلوم ہوتی۔ اسی طرح اگر خداوند قدوس ان چوپاؤں کو نہ پیدا کرتا تو انسانوں کی شرافت اور بزرگی کا احساس نہ ہوتا۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ:-

”وہ حکم بن ایوب کے گھر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ ایک قوم مرغی کو گاڑ کر اس پر نشانہ کرتی ہے تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ چوپائے (ذی روح) کو روک کر اس پر نشانہ لگایا جائے۔“ (رواہ

البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ

یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ذی روح جانور کو روک کر پھر اسے پھینک کر ہلاک کر دیا جائے۔

”نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ (رواہ البخاری)

نیز اس میں ایک جانور کو عذاب میں مبتلا کرنا، بیکار کرنا، اس کی مالیت کو برباد کرنا اور اگر اسے ذبح کیا جاسکتا ہو تو اسے ضائع کرنا ہے۔

”نبی کریم ﷺ نے جانوروں کو روک کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

کسی جانور کو کھڑا کر کے قتل کر دینا مجسمہ کہلاتا ہے۔ اس قسم کا فعل پرندوں اور خرگوش کے ساتھ زیادہ تر کیا جاتا ہے۔

مجاہد سیدنا عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے چوپایوں کو ایک دوسرے پر برا بھلا کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

اور حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”ہاں“ چوپائے حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) جو نہیں، مڈی مگھوڑے، فخر، چوپائے،

گائے اور اس کے علاوہ سبھی تسبیح بیان کرنے والوں میں تھے، جب ان کی تسبیح ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو

قبض کر لیا۔ (انہیں موت دے دی) (رواہ ابن سبیع فی شفاء الصدور)

چوپائے اور مویشی میدان حشر میں ابن دحیہ کہتے ہیں کہ میدان حشر میں آیا چوپایوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ مویشیوں اور چوپایوں میں قصاص جاری نہیں ہو گا اس لیے کہ چوپائے احکام شریعت کے مکلف نہیں ہیں۔ اور جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:-

”جانوروں میں) ہر ایک کا قصاص اس کے مثل سے لیا جائے گا اور ان میں سے بوڑھے سے پوچھا جائے گا کہ تم نے

دوسرے بوڑھے کو کیوں تکلیف پہنچائی؟“

تو یہ محض اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایک ایک چیز اور ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا گویا حساب میں سختی کو بیان کیا گیا

ہے کہ مظلوم کو ظالم سے ضرور بدلہ دلایا جائے گا۔“ (کتاب الآیات والایمانات)

استاذ ابوالفتح اسفرائینی لکھتے ہیں کہ چوپایوں میں قصاص جاری ہو گا لیکن احتمال یہ ہے کہ مویشیوں سے دیت صرف دنیائی میں

لی جائے۔ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ چوپایوں میں قصاص کا جاری ہونا عقلاً و نقلاً ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ چوپائے نفع اور ضرر سے بخوبی

واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لاشی سے بھاگتے ہیں اور چارہ کی طرف لپکتے ہیں اور جب کتا ان پر بھونکتا ہے تو وہ رک جاتے ہیں اور

جب انہیں شکار پر اکسایا جاتا ہے تو وہ آمادہ اور مشتعل ہو جاتے ہیں۔ یہی حال پرندوں اور جنگلی جانوروں کا ہے کہ وہ گزند پہنچانے

والے پرندوں اور جانوروں سے بچ کر بھاگتے ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قصاص لینا ایک طرح کا انتقام لینا ہے اور چوپائے مکلف نہیں ہوتے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ چوپائے مکلف نہیں ہوتے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ جل شانہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ وہی تمام چیزوں کا مالک کل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ان مویشیوں کو قابو کر دیا ہے اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کے ذبح کرنے اور قربانی کرنے کو مباح قرار دیا ہے اس لیے اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

نیز ان میں سے بعض چوپایوں سے قصاص لیا جائے گا جنہوں نے دوسرے چوپاؤں کو اذیت پہنچائی ہوگی۔ لیکن ان سے منہیات کے ارتکاب اور ادا امر الہی پر عمل نہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ مطالبہ صرف ذوی العقول اور ہوش مند مخلوق سے ہو گا۔

جب آپس میں اختلاف اور تنازعہ بڑھ جائے گا تو ہم اس چیز پر عمل کریں گے جس کا ہمارے پروردگار نے حکم دیا ہے۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ - (النساء: ۵۹)

چنانچہ قرآن کریم اختلاف کے وقت اپنے بڑوں سے فیصلہ کرانے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:-

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَائِرٍ يَبْتَاطِرٍ بِجَنَاحَيْهِ الْأُفْأَمُ أَمْثَالُكُمْ - (الانعام: ۲۸)

”اور نہیں ہے زمین پر کوئی چوپایہ اور نہ پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں مگر تمہارے ہی طرح کی امتیں (مخلوق)۔“

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:-

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ - (التکویر: ۵)

”اور جب جانوروں کی جمع کیا جائے گا۔“

حشر کے معانی جمع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:-

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو تین طریقے پر جمع کیا جائے گا کچھ تو رغبت کرنے والے

ہوں گے، کچھ خوفزدہ ہوں گے اور ایک اونٹ پہ دو دو کر کے یا تین تین کر کے یا دس دس کر کے اور بقیہ لوگوں کو جہنم میں

جمع کیا جائے گا جہاں وہ لیٹیں گے وہیں وہ آگ لیٹیں گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی رات گزاریں گی اور جہاں

وہ صبح کریں گے وہیں وہ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی شام کرے گی۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹوں کا حشر لوگوں کے ساتھ ہو گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق میں بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ کے جانوروں کا اس

کے مثل سینگ والے سے اور ذروں و چوٹیوں کا اسی طرح ذروں و چوٹیوں سے اور جب چوپائے اور چوٹیوں

(بالمقابل) ہوں گے تو ان سے بھی قصاص لیا جائے گا۔“ (رواہ الامام احمد بسند صحیح)

جب اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بدلہ لیا جائے گا تو جو مخلوق احکام شرع کی مکلف ہوگی اسے کیسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور وہ

مخلوق کیسے غافل ہو جائے گی (خدائے پاک سے ہم اپنے اعمال کی برائی اور اپنے نفسوں کے شرور سے سلامتی چاہتے ہیں)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی منقول ہے۔

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بالیقین تمہیں صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا ہو گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا تادان سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔“

اسی حدیث میں نیز دوسری احادیث میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں کہ:-

”جس اونٹ والے نے اونٹوں پر واجب زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کی تو قیامت کے روز اس کے سامنے اس طرح کا منظر پیش کیا جائے گا کہ ایک چٹیل میدان ہو گا جو اونٹوں کے بلبلانے سے لبرز ہو گا پھر اونٹوں کا یہ گلہ پہلے سے بھی زیادہ بھرپور کر دیا جائے گا تا آنکہ کوئی اونٹ کا بچہ بھی نہ چھوٹے پائے گا جو اس زکوٰۃ نہ دینے والے مالک کو اپنے پاؤں سے روند رہے ہوں گے اور اپنے دانتوں سے چبا رہے ہوں گے۔“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

”ایسا نہ ہو کہ تم میں سے روز قیامت میں کوئی شخص چرائی ہوئی بکری اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے آئے جو میاں رہی ہوگی اور پھر مجھ سے طالب شفاعت ہوتے ہوئے مجھے پکارے۔ میرا جواب اس وقت یہ ہو گا کہ ان جرائم کی پاداش کی اطلاع میں تمہیں پہلے ہی دے چکا ہوں اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔“ (رواہ البخاری)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

”کہ قیامت کے دن انسان و جنات کے علاوہ سبھی چوپائے و جانور چیخ و پکار کر رہے ہوں گے قیامت کی گھبراہٹ کی وجہ سے اور ان جانوروں کی چیخ و پکار اس دن اللہ تعالیٰ کے الہام کی وجہ سے ہوگی۔“ (صحیح حدیث)

چنانچہ اس قسم کی حدیثیں محمول کی جائیں گی ان قوتوں پر جو اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں مضرت رسائی سے بچنے کے لیے اور ان منافع کو پہنچانے کے لیے تالیع ہونا وغیرہ پیدا فرمائی ہیں۔

خدا کی پیدا کردہ یہ جبلت نہ عقلی ہے اور نہ حسی ہے اور نہ ادراکی طور پر ہے (بلکہ اللہ پاک نے ہر چیز میں اس کی طبیعت کے مطابق ایک عادت اور جبلت پیدا فرمادی ہے جس کی منفعت و مضرت کا حقیقت سے وہی واقف ہے۔

مثلاً جب خدائے پاک نے چیونٹی کے اندر اپنی روزی جمع کرنے کی قوت رکھ دی ہے کہ وہ سردیوں کے لیے اپنا انتظام کر لیتی ہے تو چوپاؤں اور مویشیوں کی یہ جبلت ہونا کہ وہ قیامت کے دن اپنے حقوق کے ضائع کرنے پر چیخ و پکار کر سگے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جو بھی جانوروں کے حالات کی تلاش و جستجو میں رہے گا تو وہ خدا کی اس حکمت کا ضرور مظاہرہ کرے گا کہ خدائے پاک نے ان کی عقل تو نہیں دی اس کے بجائے وہ حسی قوت رکھ دی ہے جس سے جانور فوائد اور نقصانات میں امتیاز کر سکتے ہیں اور ان پر اشیاء کی حقیقت کا اس طور پر الہام کر دیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات انسانوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ الایہ کہ انسان باقاعدہ اشیاء کے حقائق کا سراغ لگائے یا باقاعدہ علم حاصل کرے یا وہ دور نظری سے کام لے۔

مثلاً شد کی مکھی اپنی روہڑی کے لیے چھ پھل کا خزانہ مضبوط قسم کا بناتی ہے یہاں تک کہ اس کو دیکھ کر انجینئر بھی حیران ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مکڑی اپنے گھر کا جالا مضبوط قسم کا بنتی ہے اور اسی طرح دیوک اپنے گھر کو چوکور لکڑی ہی میں بناتی ہے۔ چنانچہ

چوپاؤں اور دیگر جانوروں سے عجیب عجیب قسم کے افعال اور صنعتیں صادر ہوتی ہیں جن کو انسان دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ حالانکہ پروردگار عالم نے ان کو بیان و اظہار سے محروم کر رکھا ہے۔ اگر مشیت ایزدی یہ بھی چاہتی تو ان کے اندر یہ دونوں جو ہر بھی ودیعت فرمادیتا جیسے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایک چوہنی نے نطق کیا تھا۔

بہم ایک ہی قسم کا گھوڑا ہوتا ہے اس میں نر اور مادہ دونوں برابر ہوتے ہیں اور بہم کالے رنگ کی ایک بھیڑ ہوتی ہے جس میں سپیدی کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔

رہی جناب رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث جس میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ”قیامت کے دن لوگوں کو صاف ستھرا اٹھایا جائے گا۔“

اس کے معانی یہ ہیں کہ جو بیماریاں دنیا میں ہوتی ہیں مثلاً سفید داغ، لنگڑاپن، اندھا پن، کانپن وغیرہ یہ ساری چیزیں حشر کے دن لوگوں میں نہیں ہوں گی بلکہ جو لوگ جنت یا جہنم میں داخل کیے جائیں گے وہ بالکل تندرست و توانا ہوں گے، اس لیے کہ انہیں ان دونوں مقامات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل کیا جائے گا۔

اور بعض احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن لوگ ننگے اٹھائے جائیں گے تو یہ حدیث مندرجہ اس حدیث کے معانی کے اعتبار سے مخالف نظر آرہی ہے۔

اور بڑے لوگوں میں مسخرین کد ام کا منظوم کلام یہ ہے۔

نہارک یا مغرور سہو و غفلة ولیلک نوم والردی لک لازم

ترجمہ:- اے مغرور تیرے یہ دن سہو و غفلت ہیں اور تیری یہ رات نیند ہے اور تمہارا فنا ہونا حتمی و لا بدی ہے۔“

و تتعب فيما سوف تكره غبه كذا لك في الدنيا تعيش البهائم

ترجمہ:- تو ان چیزوں میں سرگردان و پریشان ہے جسے تو کبھی ناپسند کرے گا۔ دنیا میں اس طرح تو چوپائے و جانور زندگی گزارتے ہیں۔“

ایک فقہی مسئلہ امام دمیری کہتے ہیں کہ اصحاب شافعیہ کا چوپاؤں کی شرمگاہ کو چھونے کے بارے میں کہ آیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گی یا نہیں اختلاف ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جائے گا اس لیے کہ مس فرج کے بارے میں جو آیت ہے وہاں عام ذکر کیا گیا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس لیے کہ صراحتاً کوئی حرمت وارد نہیں ہوئی ہے اور نہ کوئی حکم آیا ہے اور چوپاؤں کے پچھلا حصہ چھونے سے بھی حتمی طور پر وضو نہیں ٹوٹے گا۔

امام داری کہتے ہیں کہ چوپاؤں اور پرندوں کی فرج میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ضرب الامثال اہل عرب کہتے ہیں:-

ما الانسان لولا الانسان الا صورة ممثلة۔ کیا ہے انسان؟ تو صرف ایک مثل صورت ہے۔

ما الانسان لولا الانسان الا بهيمة مہملہ۔ کیا ہے انسان؟ تو صرف ایک بیکار ساجھوان ہے۔

یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو گفتگو کرنے پر قادر ہو۔

ہی ہے جسے صدی کہتے ہیں۔ چنانچہ توبہ حمیری جو عرب کا مشہور عاشق مزاج ہے کہتا ہے۔

ولو ان لیلی الا حلیتہ سلمت علی ودونی جندل و صفائح
ترجمہ:- اور جب کہ لیلی نے مجھے سلام کیا حالانکہ میرے اور اس کے درمیان بڑی چٹان اور عظیم پتھر حائل تھا۔

لسملت تسلیم البشاشۃ اوزقا الیہا صدی من جانب القبر صائح
ترجمہ:- تو اس کی طرف قریب ہوتے ہوئے میں نے بھی بخوشی سلام کیا حالانکہ الو قبر کی طرف سے چنچ رہا تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ توبہ حمیری کسی قبر کے قریب سے اونٹنی پر سوار ہو کر گزر رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ قبر سے الو جیسی کوئی شے اڑ کر نکلی۔ چنانچہ اس کی اونٹنی بد گئی تو یہ اونٹنی سے گر کر مرا اور وہیں پر کسی جگہ اسے دفن کر دیا گیا۔
الو کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ہر الو تنہائی پسند ہوتا ہے۔ یہ فطرۃ کوؤں کا دشمن ہوتا ہے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ کسرئی نے اپنے کسی عامل کو یہ حکم دیا کہ تم مجھے سب سے بد صورت اور برا پرندہ شکار کر کے دو۔ پھر اسے سب سے خراب ایندھن میں بھونو۔ اس کے بعد اسے سب سے زیادہ شری آدمی کو کھلا دو۔ چنانچہ اس نے الو کا شکار کر کے دفنی کی لکڑی میں بھونوا۔ اس کے بعد ٹیکس و صدقات وصول کرنے والے کو کھلا دیا۔ (تاریخ ابن نجار)

ابو بکر طروشی کہتے ہیں کہ ایک رات عبدالملک بن مروان کو نیند نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ عبدالملک نے ایک قصہ گو کو بلایا۔ اس کے بیان کردہ قصوں میں ایک قصہ یہ تھا۔ عالی جناب امیر المومنین مقام موصل کا ایک الو تھا اور ایک دوسرا الو بصرہ میں رہتا تھا۔ موصل کے الو نے اپنے لڑکے کی شادی کا پیغام بصرہ کے الو کی لڑکی کے لیے بھیجا۔ بصرہ کے الو نے کہا میں ایک شرط کے ساتھ اپنی لڑکی سے شادی کر سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ تم میری لڑکی کے مہر میں مجھے سو بیگہ ویران جگہ دو۔ موصل کے الو نے کہا کہ فی الحال تو میں اس پر قادر نہیں ہوں۔ لیکن اگر موجودہ امیر اپنی تباہ کاریوں کے ساتھ ایک سال مزید امیر رہے تو یہ شرط پوری کی جاسکے گی۔ بس یہ واقعہ سننے ہی عبدالملک کی آنکھیں کھل گئیں اور چونکا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد (یعنی اس قصہ کو سننے کے بعد) روزانہ دیوان میں بیٹھ کر لوگوں کی زیادتیوں پر غور کرتا اور ان کو ددر کرنے کی کوشش کرتا اور گورنروں پر نظر رکھتا۔ (سراج الملوک)

امام دمیری کہتے ہیں کہ میں نے بعض اکابر کے مجموعوں میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید نے اپنے محل سے جھانکا کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کوئلہ ہے اور وہ محل کی دیوار پر لکھ رہا ہے یہ دیکھ کر مامون الرشید نے ایک نوکر سے کہا دیکھو اس آدمی کے پاس جاؤ وہ کیا لکھ رہا ہے اور اسے پکڑ کر لے آؤ۔ یہ سنتے ہی نوکر اس آدمی کے پاس گیا اور جو اس نے لکھا تھا غور سے اسے پڑھا اور پھر اس کو پکڑ لیا۔ وہ یہ اشعار لکھا رہا تھا۔

یا قصر جمع فیہ الشوم واللوم متی یعمش فی اركانك البوم
ترجمہ:- اے محل جب الو اس کے گوشوں میں گھونسلہ بنانے لگے تو اس میں ہر طرح کی قبیح و قابل ملامت اشیاء جمع ہو گئیں۔

یوم یعمش البوم فیک من فرحی اکون اول ماینیک مرغوم
ترجمہ:- جب الو تمہارے اندر خوشی خوشی اپنا گھونسلہ بنائیں گے تو میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جو ناپسندیدگی کے ساتھ تمہارے اوپر ماتم کرے گا۔

نوکر نے اس کے پاس جاتے ہی یہ کہا کہ چلئے جناب آپ کو امیر المومنین! یاد فرما رہے ہیں۔ اس آدمی نے کہا میں تمہیں خدا کا

واسطہ دیتا ہوں مجھے ان کے پاس نہ لے چلو۔ نوکر نے کہا تمہیں تو ضرور چلنا پڑے گا۔ چنانچہ جب وہ امیر المومنین کے دربار میں حاضر کیا گیا اور خادم نے جو پڑھا تھا اس سے بھی امیر المومنین کو آگاہ کیا۔ یہ سن کر مامون الرشید نے فرمایا تمہارا برا ہو تم یہ کیوں لکھ رہے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین جو آپ کے محل میں مال و دولت، قیمتی جوڑے، کھانے پینے کا سامان، فرنیچر، برتن، ساز و سامان، باندیاں اور نوکر وغیرہ جمع ہیں وہ سب آپ کو معلوم ہے جن کی میں تعریف نہیں کر سکتا وہ میری حیثیت سے بالاتر ہیں۔ آج امیر المومنین میں محل کے قریب سے گزر رہا تھا۔ مجھے شدید قسم کی بھوک لگی ہوئی تھی بس میں کھڑے ہو کر سوچنے لگا۔ میرے دل نے یہ کہا کہ میرے سامنے اتنا بلند و بالا محل ہے اور آباد ہے اور مجھے اس محل سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے بجائے اگر یہ جگہ ویران ہوتی اور میں یہاں سے گزرتا تو یہاں لکڑی وغیرہ ضرور ہوتیں جن کو میں فروخت کر کے کچھ کھا بھی سکتا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ امیر المومنین کیا آپ نے یہ چند اشعار نہیں سنے؟

امیر المومنین نے کہا وہ اشعار کون سے ہیں ساؤ۔ چنانچہ اس نے سنایا۔

اذا لم یکن للمراء فی دولة امرئی نصیب ولا حظ تمنی زوالها
ترجمہ:- جب کسی شخص کے لیے کسی ملک میں کوئی حصہ نہ ہو اور نہ کچھ دولت کہ جس کے ختم ہونے کی تمنا کی جائے۔
وما ذالک من بغض لها غیر انه یرجى سواها فهو یهوی انتقالها
ترجمہ:- اور جب کہ وہ یہ تمنا اس کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید کی توقع رکھنے کی وجہ سے کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے منتقل کر دے۔

یہ سن کر مامون رشید نے فرمایا نوکر! تم انہیں ایک ہزار اشرفیاں دے دو۔ اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ سنو اتنی رقم تمہیں ہر سال ملا کرے گی بشرطیکہ ہمارا محل اسی طرح آباد رہا۔

اسی مضمون کے چند اشعار یہ ہیں۔

اذا كنت فی امر فکن فیہ محسنا فعمما قليل انت ماض و تارکہ
ترجمہ:- جب تو کوئی معاملہ کرتا ہے تو تو اس میں محسن و مخلص رہ، کیونکہ بہت سی چھوٹی چیزیں تم چھوڑتے ہوئے گزر جاتے ہو۔
فکم دحت الایام ارباب دولة وقد ملکوا اضعاف ما انت مالکہ
ترجمہ:- بہت سے اصحاب اقتدار کے زمانے بدل گئے حالانکہ تم جتنے کے مالک ہو اس سے کہیں زیادہ پہ ان کی حکومت تھی۔
الوکا شرعی حکم | الو اور اس کی تمام قسموں کا گوشت حرام ہے۔

امام رافعی کہتے ہیں کہ ابو العاصم عبادی لکھتے ہیں کہ الو گدھ کی طرح حرام ہے اور ضوع (زراویازات میں اڑنے والا پرندہ) کا بھی یہی حکم ہے۔

امام شافعی کے نزدیک ایک قول کے مطابق الو کا گوشت جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضوع نامی پرندہ الو کے علاوہ کوئی پرندہ ہے۔ لیکن صحاح وغیرہ میں موجود ہے کہ ضوع رات میں اڑنے والا پرندہ ہام کے قبیل سے ہے (اور ہام چھوٹی قسم کا الو ہوتا ہے)۔

مفضل کہتے ہیں کہ ضوع نرا لو کہتے ہیں۔ چنانچہ جو حکم ضوع کا ہو گا وہی بوم (الو) کا بھی ہو گا۔ اس لیے کہ نرا اور مادہ کا حکم الگ نہیں ہوتا۔ اھ

اور روضہ میں مذکور ہے کہ ضوع پر بندہ ہام کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ اسے حرام قرار دیا جائے گا۔
فائدہ:- حسن بن علی بن ابی طالب کہتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی کے کوئی بچہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس نے بچے کے دائیں کان میں اذان کی اور بائیں

کان میں تکبیر اقامت پڑھی تو اس بچے کو ام الصبیان ملے نقصان نہیں دے سکتا۔“ (رواہ ابی ہنی)

اس حدیث پر سیدنا عمر بن عبدالعزیز پابندی سے عمل کرتے تھے۔ ام الصبیان کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے۔

بعض لوگ الو کو کہتے ہیں اور بعض اس مرض کو جن کے اثرات کہتے ہیں۔

الو کے طبی فوائد | الو کو اگر ذبح کر دیا جائے تو اس کی ایک آنکھ کھلی رہتی ہے اور ایک آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کھلی ہوئی آنکھ کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اسے انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے تو اس کا پسینہ والا جب تک نہ اتار دے برابر جاگتا رہے گا اور دوسری آنکھ کی خصوصیت اس کے برعکس ہے۔

طبری کہتے ہیں کہ اگر دونوں آنکھیں مل جائیں اور دونوں میں یہ معلوم کرنا ہو کہ کھلی ہوئی آنکھ کون سی تھی اور بند کون سی تھی تو ان دونوں آنکھوں کو پانی میں ڈال دو جو آنکھ پانی کے اوپر آجائے وہ تو کھلی ہوئی ہوگی اور جو نیچے ڈوب جائے وہ بند آنکھ ہوگی۔

ہر مس لکھتے ہیں کہ اگر کسی الو کا دل سونے کی حالت میں کسی عورت کے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو اس عورت نے دن میں جو کام کئے ہوں گے وہ بتا دے گی۔

الو کے پت کو بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھ کی بینائی کے لیے مفید ہے۔ کسی بڑے قسم کے الو کے دل کو بھیڑیے کی کھال میں لپیٹ کر کلائی میں باندھ لیا جائے تو باندھنے والا کیرے کوڑوں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رہے گا اور کسی آدمی سے بھی اس کو خوف محسوس نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی الو کی چربی پگھلا کر بطور سرمہ آنکھ میں لگائے تو رات میں جہاں کہیں بھی وہ جائے گا تمام چیزیں روشن نظر آئیں گی۔

الو کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دوا انڈے دیتا ہے۔ ایک انڈے سے تولید ہوتی ہے اور دوسرے سے نہیں ہوتی اگر دونوں میں یہ معلوم کرنا ہو کہ تولید کس انڈے سے ہوگی تو کسی انڈے میں تنکا ڈال کر آزمائے جس انڈے سے تولید ہوگی اس میں پر نظر آنے لگیں گے۔

الو کے گوشت کو کھانے سے آدمی بیوقوف اور احمق ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو سلس البول (گھڑی گھڑی پیشاب آنا) کی بیماری ہو تو وہ الو کے پت کو جھاؤ کی لکڑی کی راکھ اور شہد کے ساتھ ملا کر پئے ان شاء اللہ فائدہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ رات میں بستر پر پیشاب کرے تو اس کو بھی یہ دوا کھلائیں اس کے لیے بھی نافع ہو گا۔ اگر کسی کو لقوہ ہو گیا ہو تو الو کو ذبح کر کے فوراً اس کا دل لقوہ شدہ جگہ پر لگانا بچہ فائدہ مند ہے۔ اور الو کے خون کو کسی تیل میں ملا کر اگر سر میں لگائیں تو تمام جوئیں مر جائیں گی۔

تعبیر خواب میں الو فریب کار ڈاکو کی شکل میں آتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ الو خواب میں ایک ایسے بارعب بادشاہ کی شکل میں آتا ہے جو اپنے رعب اور بیبت سے رعایا کے زخروں کو شق کر دے گا۔

نیز کبھی کبھی الو خواب میں بہادر اور نڈر ہونے کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے کہ الورات میں اڑنے والے پرندوں میں سے ہے۔

بُوہ

بوہ: یہ ایک الو کے مانند پرندہ ہوتا ہے لیکن الو سے چھوٹا ہوتا ہے۔ مادہ کے لیے بوہ استعمال کرتے ہیں اور کبھی کبھی لفظ بوہ بے وقوف اور احمق آدمی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ امراء القیس کہتا ہے؎

ایا ہندہ لا تنکحی بوہ علیہ عقیقہ احسبا

ترجمہ: اے ہندہ تو بے وقوفوں سے نکاح مت کر کیونکہ اس پر احسب انسان کا عقیقہ باقی ہے۔

احسب اس آدمی کو کہتے ہیں جس کے بال گہرے سرخ زرد ہوں۔ گویا امراء القیس نے احسب آدمی کو ملامت اور لالچی گردانا ہے اور یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس آدمی کا بچپن سے اب تک عقیقہ نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کے بال سرخ زرد معلوم ہوتے ہیں۔

بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ احسب بے وقوف اور کمزور آدمی کو کہتے ہیں اور بوہ اس کو کہتے ہیں جس کو ہوانے اڑا دیا ہو۔ اور بوہ نر الو کو کہتے ہیں۔ بعض لغویین کہتے ہیں کہ بڑے قسم کا بوہ الو ہی کی قسم سے ہوتا ہے۔ چنانچہ رویہ بڑھاپے کو یاد کرتے ہوئے کہتا ہے؎

کالبوہ تحت الظلمۃ المرسوش

”گھٹا نوپ تاریکی کے اندر بوہ (الو) کی طرح۔“

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ احسب اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا جسم بیماری کی وجہ سے سپید ہو گیا ہو اور اس کے بال بھی بیماری سے متاثر ہو کر سرخ اور سپید ہو گئے ہوں۔ خاص طور پر یہ بات اونٹوں اور انسانوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بعض حضرات نے احسب کے معانی ”ابرص“ لکھے ہیں یعنی جس کو برص کی بیماری ہو۔

بوہ پرندہ کا شرعی حکم اور خواب میں تعبیر وہی ہیں جو الو کی بیان کی گئی ہیں۔

بو قیر

امام قزوینی لکھتے ہیں کہ بو قیر ایک سفید قسم کا پرندہ ہوتا ہے جو ہر سال مقررہ ایام میں جھنڈ کے جھنڈ کو طیر پر آتے ہیں۔ کوہ طیر مصر کے بالائی علاقہ میں امنشاہر کے قریب واقع ہے۔ یہ شہر ماریہ قبلیہ (جناب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیمؓ کی ماں کی جانب منسوب ہے) چنانچہ پرندے اس پہاڑ پر آکر لٹک جاتے ہیں۔ اس پہاڑ میں ایک روشن دان ہے جس میں تمام پرندے سر کو داخل کر

کے نکالتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دریائے نیل میں گر جاتے ہیں اور پھر دریائے نیل سے نکل کر جہاں سے آتے ہیں وہیں واپس چلے جاتے ہیں۔

اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ روشندان میں گھس جاتے ہیں تو انہیں کوئی پیز پکڑ لیتی ہے۔ آخر کار وہ پھڑپھڑا کر مر جاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد نیچے گر جاتے ہیں۔ جب ان میں کوئی پرندہ لٹک جاتا ہے تو باقی پرندے ٹھہرے رہتے ہیں۔ قزوینی کہتے ہیں کہ اس پہاڑ پر جتنے اس سال ان پرندوں کے جھنڈ آئے تھے اتنے کبھی نہیں آئے۔ امام صولی کہتے ہیں کہ میں نے اس علاقہ کے معتبر لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ جس سال شادابی ہوتی ہے اس سال یہ روشندان صرف دو پرندوں کو پکڑتا ہے اور اگر کسی سال متوسط شادابی رہتی ہے تو صرف ایک پرندہ کو پکڑتا ہے اور اگر کوئی سال قحط زدہ ہوتا ہے تو وہ روشندان کسی بھی پرندہ کو نہیں پکڑتا۔

بینیب

بینیب لہ فیعل کے وزن پر ہے۔ یہ ایک قسم کی سمندری مچھلی ہوتی ہے۔ ماہرین سمندر اسے خوب جانتے ہیں۔

بیاح

بیاح لہ ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ امام جوہری کہتے ہیں کبھی کبھی باء میں زیر اور تشدید بھی پڑھتے ہیں۔

ابو براقش

ابو براقش، عصفور اور گوریا کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے جو مختلف رنگوں میں دکھائی دیتا ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔

کابی براقش کل یوم لونہ
ترجمہ:- ”ابو براقش کی طرح اس کا رنگ ہر روز بدلتا رہتا ہے۔“

اس پرندے کو رنگ برنگی اور متلون مزاجی میں بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔ قزوینی کہتے ہیں کہ اس پرندہ کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ گردن اور پاؤں لمبے چونچ سرخ بالکل سارس کے مانند ہوتی ہے۔ ہر وقت وہ اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی سرخ بھی نیلے کبھی ہرے اور کبھی زرد رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ قزوینی لہ کہتے ہیں کہ مجھے اس پرندہ کی خصوصیت اور طبی فوائد معلوم نہیں ہو سکے۔

لہ البینیب: غالباً البینیت (AL - BAINITH BONI O) ہے (GEN THYNNUS) (ج)

لہ بیاح: GENMDGIL (THE GREY - MULLET) مسقط میں MSCELI اور M- CEYLONEUSIS

لہ بعض نویسین لکھتے ہیں کہ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جس کے پر کالائی حصہ خاکی اور نیچے کا سیاہ ہوتا ہے۔ اور جب وہ پر نکالتا ہے تو مختلف رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ غالباً قزوینی کی مراد یہی ہے۔

ابوبرا

ابوبرا ایک قسم کا پرندہ ہوتا ہے جسے سونل بھی کہتے ہیں۔ تفصیل باب سین میں ان شاء اللہ آجائے گی۔

ابوبریص

ابوبریص سہ چھکلی کو کہتے ہیں اس کا دوسرا نام سام ابرص بھی ہے۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل باب سین اور باب وسام ابرص اور وزع کے عنوان میں آجائے گی۔

باب التاء

تالب

پھاڑی بکرا۔ ابن سیدہ لکھتے ہیں کہ تالب پھاڑی بکرے اور تالبہ پھاڑی بکری کو کہتے ہیں۔ ان شاء اللہ تفصیل باب داؤ و عل کے عنوان میں آجائے گی۔

تبیع

چھڑیا۔ تبیع گائے کے پہلے سال کے بچے کو کہتے ہیں۔ نیز کبھی کبھی اس گائے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ ساتھ اس کا بچہ بھی چلتا ہو۔ مادہ بچہ کے لیے تبیعہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی جمع تباع و تبائع جیسے اقل (اونٹ کا بچہ) کی جمع افائل وغیرہ آتی ہے۔ معاذ بن جبل کہتے ہیں۔

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یمن روانہ فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ہر چالیس گائے میں ایک گائے اور ہر تیس مستہ میں ایک

گائے (دو سال کا بچہ خواہ نہ ہو یا مادہ) زکوٰۃ میں لیں۔“ (الموطا و الترمذی و ابوداؤد و التسلکی و آخرون)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے لیکن اس کی روایت مرسل ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

مسئدہ:۔ وہ بچہ کہلاتا ہے جو ماں کے ساتھ ساتھ چلتا ہو اگرچہ وہ ایک سال میں داخل ہو گیا ہو۔

تبیع:۔ وہ بچہ جو ماں کے ساتھ ساتھ چلتا ہو اگرچہ وہ ایک سال سے کم تر کیوں نہ ہو۔

امام رافعی کہتے ہیں کہ بعض حضرات نے چھ سال کے بچے کے لیے تبیعہ اور جو ایک سال کا ہو گیا ہو مسئدہ کا اطلاق کیا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے۔

تبشر

زرد پرندوں کا پرندہ۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ تبشر میں پہلے تاء پھر یاء اور شین ہیں۔
اور بعض نے تاء کی جگہ فائے مضموم ہائے مفتوح اور شین مشدود پڑھا ہے۔ (ادب الکاتب)
تبشر صغاریہ پرندے کو کہتے ہیں اس میں تاء زائد ہے۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل باب صا میں آجائے گی۔

تشفل

تشفل بھیڑیے کے بچے کو کہتے ہیں۔ تاء پر پیش اور ثاء میں سکون ہے۔ تنفذ کے وزن پر ہے۔ بعض نے تاء کو زائد قرار دیا ہے۔

تدرج

تیتر کے مانند ایک پرندہ ہے۔ بفتح تاء ثناء فوقانیہ و دال و سکون رائے مہمتین و جیم۔ ہندی میں لوا کہتے ہیں۔ تدرج جبرج کے وزن پر ہے۔ یہ تیتر کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے۔ جو باغات میں مختلف دل کش آواز کے ساتھ چھماتا ہے۔ یہ پرندہ بادشاهی چلنے اور آب و ہوا کی صفائی اور ستھرائی کی وجہ سے فریہ ہو جاتا ہے۔ بادخوبی اور آب و ہوا کے گدلا ہونے کی وجہ سے دہلا ہو جاتا ہے۔ یہ نم مٹی کی جگہوں میں گھونسلہ بنا کر وہیں انڈے دیتا ہے تاکہ اسے پریشانیوں اور بیماریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
ابن زہر لکھتے ہیں کہ خراسان (فارس) کے علاقہ کا پرکشش پرندہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم صاف ستھرا ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت حلال ہے۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق اگر یہ پرندہ تیتر کے اقسام میں سے ہے تو اس کی تفصیل باب دال دراج کے عنوان میں آجائے گی۔

طبی فوائد اس پرندے کا گوشت تمام پرندوں سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ دماغ اور باہ کے لیے مفید ہے اگر کسی کو خبل یا وسواس کی شکایت ہو تو اس پرندہ کا پتہ لے کر ناک سے سڑکنا مفید ہے۔ اسی طرح اس کے گوشت کو پکا کر تین دن تک کھانا اس کے لیے مفید ہے اس لیے کہ اس کا گوشت گرم ہوتا ہے۔ اس کے پر کی راکھ بالوں کو سیاہ کرتی ہے۔ اس کے سرگین کا طلاء جھانسیوں برص کے لیے مفید ہے۔ اس کے گوشت کے کباب بنا کر مسلسل کھانا کمزور حافظہ والوں کے لیے مجرب ہے۔

تخش

اس کا تفصیلی تذکرہ باب دال میں آجائے گا۔

تفلق

آبی پرندہ۔ تفلق ذہرج کے وزن پر ہے یہ آبی پرندوں میں سے ہے۔ عباب میں بھی لکھا ہے۔

تفہ

تفہ لہ بلی کی شکل کا ایک شکاری جانور ہوتا ہے۔ بعض لوگ اسے عناق الارض لہ اور غنبل (سیاہ خرگوش) بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہ جانور درندوں میں سے ہوتا ہے اور چھوٹے کتے کے برابر چھتے کے مانند ہوتا ہے۔ بہت مشکل سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ یہ جانور کبھی کبھی انسان پر حملہ کر کے زخمی کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ گوشت کھا کر چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی کبھی یہ سارس یا اس کے مانند پرندوں کا شکار کر کے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ ناشی نے اس کے متعلق چند اشعار کہے ہیں۔

حلوالشمال فی اجفانہ و طف صافی الادیم ہضیم الکشح ممسود
ترجمہ:- اس کے اچھے اخلاق مشہور ہیں۔ اس کے پیٹ۔ کہ نیچے بڑے بڑے بال ہیں۔ صاف جلد اور وہ تلی کمر اور گھٹے ہوئے بدن کا ہے۔

فیہ من البدر اشباہ توافقہ منہالہ سفح فی وجہہ سود
ترجمہ:- چودھویں کے چاند سے اسے مشابہت ہے جو اس سے ملتے جلتے ہیں، اس کے سر کے بال صاف اور چہرے پہ سیاہی ہے۔
کوحہ ذاجہ ہذافی تدورہ کانہ منہ فی الاجفان معدود
ترجمہ:- اس کا چہرہ چاند کے مانند گولائی لئے ہوئے ہے گویا کہ وہ پلکوں ہی میں آیا ہوا ہے۔

لہ من اللیث ناباہ و مغلبہ و من غریو الطباء النحر والجید
ترجمہ:- اس کے شیر جیسی کینچلیاں ہیں اور نیچے ہیں اور ہرن کی طرح صراحی دار گردن ہے۔

اذا رای الصید اخفی شخصہ ادبا و قلبہ باقتناص الطیر مزود
ترجمہ:- شکار اسے جب دیکھتا ہے تو ادب سے دم دبالتا ہے۔ اس کا دل پرندوں کو شکار کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔
شرعی حکم | اس کا گوشت کھانا حرام ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں ہے کہ ہر کو بھلی کے دانت و جنگل رکھنے والے درندوں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

بعض اصحاب شوافع کا کہنا ہے کہ تفہ خشکی میں رہنے والی بلی کو کہتے ہیں جو لومڑی کے برابر گھریلو بلی کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن اس جانور کے شرعی حکم کے بارے میں دونوں صورتیں جائز اور ناجائز کی ہو سکتی ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا گوشت حرام ہے اس لئے کہ یہ چوہوں کو کھاتی ہے۔

ضرب الامثال | اہل عرب کہتے ہیں ہو اغنی من التفہ عن الرفہ۔ وہ اتنا بے نیاز ہے جیسا کہ سیاہ گوش بھوسہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ رفہ خشک گھاس کو کہتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کی اصل رفتہ و متفتہ ہے۔

لہ التفہ: (TIFFAH) FELIS CHAUS کو کہتے ہیں جو کہ مغربی فلسطین میں کت باری (KITTBARI) کہلاتا ہے۔ (ج)

لہ عناق الارض: (THE BEDGER) URSUS MELES DANUS مغربی فلسطین (MELES TANUS) (ج)

لہ الغبجل: بسن کی ڈکٹری میں اس کا الغبل تلفظ کیا گیا ہے۔ جاسن کی ڈکٹری اور محیط المحیط میں دونوں الفاظ دیئے گئے ہیں۔ (ج)

حزہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں کی جمع قنات و رفات آتی ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

غینا عن حدیثکم قدیما کما غنی التفات عن الرفات

ترجمہ:- ہم تمہاری پرانی باتوں سے اسی طرح بے نیاز و بے پرواہ ہیں جس طرح سیاہ گوش بھوسے سے۔

اہل عرب یہ جملہ بھی کہتے ہیں استغنت الفہ عن الوفہ (سیاہ گوش بھوسے سے بے نیاز ہے) اس لئے کہ تھ (سیاہ گوش) کی غذا بھوسہ نہیں ہے بلکہ یہ گوشت کھاتا ہے۔ اسی لئے گھاس پھوس سے بے نیاز رہتا ہے۔ البتہ ان دونوں الفاظ تھ اور وفہ میں فائے مخفف پڑھی جائے گی۔ لیکن استاذ ابو بکر کہتے ہیں کہ ان دونوں میں فائے مشدود پڑھیں گے۔ چنانچہ امام جوہری نے ان دونوں لفظوں کا ذکر باب ہاء میں کیا ہے۔ جامع وغیرہ میں یہی مذکور ہے لیکن مزید یہ بھی تحریر ہے کہ ان دونوں کو آہستہ سے پڑھا جائے گا۔ لیکن امام زہری نے رفتہ کو باب رفت کسر اور شکست کی معانی میں لیا ہے۔

تغلب، ابن الاعرابی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رفتہ بھوسہ کے معانی میں ہے۔ چنانچہ ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں ہوا غنی من التفہ عن الرفہ (وہ اتنا بے نیاز ہے جیسا کہ سیاہ گوش بھوسے سے بے نیاز ہوتا ہے) ازہری کہتے ہیں کہ تھ ہا کے ساتھ اور رفتہ تاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ میدانی کے قول کے مطابق یہ صحیح ہے اس لئے کہ بھوسہ ریزہ ریزہ ہوتا ہے۔

تم

تم۔ یہ مرغابی کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے جس کی چونچ لمبی اور گردن مرغابی سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ اس کا گوشت حلال ہے اس لئے کہ یہ پاک و صاف پرندہ ہوتا ہے۔

تمساح

مگرچھ۔ تمساح مشہور جانور ہے اور کبھی کبھی جھوٹے آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ بکسر اول و سکون میم و فتح سین مہملہ والف و سکون حاء مہملہ۔ فارسی میں ٹنگ اور ہندی میں مگرچھ کہتے ہیں۔

قزوینی کہتے ہیں کہ یہ جانور گولہ لٹ کے مانند اور آہلی جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب و غریب ہوتا ہے۔ منہ بڑا اوپر والے جڑے میں ساٹھ کچلی کے دانت اور نیچے والے جڑے میں چالیس کچلی کے دانت اور دو کچلی کے دانت کے وسط میں ایک چوکور چھوٹا سادانت ہوتا ہے جسے وہ منہ بند کرتے وقت ایک دوسرے سے ملا لیتا ہے۔

مگرچھ کی زبان لمبی اور کچھوے جیسی پشت ہوتی ہے جس میں لوہا بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس جانور کے چار پاؤں اور لمبی دم ہوتی ہے۔ یہ جانور خاص طور پر مصر کے دریائے نیل میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بحر سندھ میں بھی پایا جاتا ہے۔ پانی میں اس کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ اسے صرف بغل میں مار کر ہلاک کیا جاسکتا ہے۔

لہ ص ۱۰۵ (VROMASTIX SPINIPES) گولہ

یہ پانی میں بڑا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ دس گز لمبا اور دو گز یا دو سے زیادہ چوڑا ہو جاتا ہے۔ یہ جانور گھوڑے کو بھی شکار بنالیتا ہے۔

مگر کچھ جب جفتی کرنا چاہتا ہے تو زور اور مادہ دونوں خشکی کی طرف چلے جاتے ہیں مادہ چت ہو کر لیٹ جاتی ہے۔ پھر دونوں مل جاتے ہیں۔ زرب فارغ ہو جاتا ہے تو مادہ کو الٹ دیتا ہے اس لئے کہ مادہ چت لیٹنے کے بعد ہاتھ پاؤں کے چھوٹے اور بدن کے خشک اور چکنا ہونے کی وجہ سے سیدھی ہونے پر قادر نہیں ہوتی۔ زرب مادہ کو اگر اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے تو مادہ اسی حالت میں رہتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد سیدھی ہو کر خشکی میں اندھے دیتی ہے۔ چنانچہ اس کے جو اندھے پانی میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ مگر کچھ بن جاتے ہیں اور جو خشکی میں رہ جاتے ہیں وہ استقور^۱ (ماہی ریگ) بن جاتا ہے۔

مگر کچھ کی خصوصیات مگر کچھ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پاخانہ کا مقام نہیں ہوتا۔ جب شکم سیر ہو جاتا ہے تو خشکی میں آکر منہ کھول دیتا ہے۔ مگر کچھ کی یہ حالت دیکھ کر قطعاً پرندہ اس کے قریب آ جاتا ہے۔ چنانچہ مگر کچھ منہ سے نکال کر قطقاط کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔

قطقاط^۲ سیاہ رنگ پر سفید نقطے یا سفید پر سیاہ واغوں والا ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جو رزق کی تلاش میں اڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ پرندہ مگر کچھ کے پاس آکر اپنی غذا حاصل کر لیتا ہے اور مگر کچھ کے لئے باعث سکون ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس پرندے کے سر میں کانٹا ہوتا ہے جس وقت مگر کچھ منہ بند کر لیتا ہے تو وہ کانٹے سے ٹھونکیں مارتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مگر کچھ منہ کھول دیتا ہے۔ عنقریب اس پرندہ کا تفصیلی ذکر بھی آجائے گا۔

ماہرین حیوانات نے لکھا ہے کہ مگر کچھ کے ساتھ کچلی کے دانت اور ۶۰ رگیں ہوتی ہیں۔ ۶۰ ہی مرتبہ جفتی کرتا ہے۔ ۶۰ ہی اندھے دیتا ہے اور ۶۰ ہی سال تک زندہ رہتا ہے۔

ابو حامد اندلسی لکھتے ہیں کہ مگر کچھ کے ۸۰ کچلی کے دانت ہوتے ہیں ۴۰ کچلی کے دانت تو اوپر کے جڑے میں ہوتے ہیں اور ۴۰ نیچے کے جڑے میں ہوتے ہیں اور یہ ہمیشہ جبروں کو گھماتا رہتا ہے۔ اس کی ہڈی سینے تک رہتی ہے۔ مگر کچھ کے پاخانہ کا مقام نہیں ہوتا ہاں البتہ شرمگاہ ہوتی ہے جس سے وہ گندگی نکال دیتا ہے۔ مگر کچھ آبی درندوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

یہ جانور سردیوں میں چار ماہ تک پانی کے اندر زمین میں چھپا رہتا ہے۔ سمندری کتا^۳ مگر کچھ کا چونکہ دشمن ہوتا ہے اس لئے جب مگر کچھ سوتا ہے تو وہ منہ کھول کر سوتا ہے۔ چنانچہ سمندری کتا مٹی کے اندر گھس کر غائب ہو جاتا ہے۔ پھر موقع پا کر مگر کچھ کے منہ میں گھس جاتا ہے اور انتڑیوں کو کھا جاتا ہے۔ جب تک سمندری کتا مگر کچھ کو مار نہیں دیتا اس وقت تک باہر نہیں نکلتا۔ مگر کچھ کی

^۱ یہ ایک قسم کا دریائی جانور ہے جو گرم ممالک میں ہوتا ہے اور گرگٹ سے بڑا اور موٹا ہوتا ہے اور دم چھوٹی ہوتی ہے۔ ۱۴ مصباح اللغات۔

^۲ قطقاط: (PLAVIANUS OEGYPTIA CUS (CROCODILE WATCHER)

^۳ الکلب البحرى: الکلب البحرى میں شارک مچھلی کی ایک قسم (NDONLA SPIZAMERI CANUS) کو کہتے ہیں۔ لیکن کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ نام اب شارک کے لئے مستعمل ہے۔ مگر مغربی فلسطین میں کلب الماء عام لدر (LUTRA VULGARIS) کو کہا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مصنف کی

یہاں مراد بھی اسی جانور سے ہے۔ جانس کی ڈکٹری میں اسے اود بلاؤ (BEAVER) کہا گیا ہے۔ (ج)

یہی درگت نیولائے بھی کرتا ہے۔

مگر مچھی کا شرعی حکم | مگر مچھ چونکہ کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتا ہے۔ اس علت کی وجہ سے بعض جماعت کے لوگوں نے اس کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔

شیخ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ قرش سٹے نامی مچھلی سٹے حلال ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں اگر تم یہ کہو کہ قرش مچھلی بھی اپنے کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتی ہے تو پھر اس کا حکم وہی ہو گا جو مگر مچھ کا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ مگر مچھ کا گوشت حرام ہے تو بندہ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ دریائی جانوروں میں جو بھی اپنے دانتوں سے توانائی حاصل کرتے ہیں وہ حرام ہیں۔ البتہ مگر مچھ نقصان دہ انگندہ اور خبث ہونے کی وجہ سے یقیناً حرام ہے۔

اور شرح تنبیہ کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مگر مچھ کے گوشت کے حرام ہونے کی علت کچلی کے دانتوں سے طاقت و توانائی حاصل کرنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن حرمت کی یہ علت بیان کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ دریا میں بہت سے ایسے جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے ہی شکار کرتے ہیں جیسے قرش مچھلی وغیرہ۔ حالانکہ قرش مچھلی حلال ہے اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ دریائی احکام اور ہوتے ہیں اور خشکی کے احکام اور ہوتے ہیں۔ اھ دیمیری کہتے ہیں کہ یہ تفصیل مجھے زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے۔

ضرب الامثال | هو اظلم من تمساح۔ وہ مگر مچھ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔

و كفاة مكافاة التمساح۔ اس نے مگر مچھ کے بدلہ دینے کی طرح بدلہ دیا۔

مگر مچھ کے طبی فوائد | جس کی آنکھ دکھ رہی ہو اس کے لئے مگر مچھ کی آنکھ باندھنا درد کے لئے مفید ہے۔ اگر بائیں آنکھ دکھ رہی ہو تو بائیں آنکھ باندھ کر لٹکائے اور اگر دائیں آنکھ دکھ رہی ہو تو دائیں آنکھ باندھ لے۔ مگر مچھ کی چربی پکھلا کر شمع دان میں کر کے کسی نہریا دریا میں بقی بنا کر سلگادے تو اس نسر کے مینڈک ٹرٹریں کریں گے۔ جس کے کان میں درد ہو رہا ہو اس کی چربی کان میں ڈالنا مفید ہے۔ اگر کوئی بہرہ ہو گیا ہو تو اس کی چربی برابر کان میں ڈالنا مفید ہے۔

جس کی آنکھ میں سفید ہو گئی ہو مگر مچھ کا پتہ بطور سرمہ استعمال کرنا سفیدی کو دور کر دیتا ہے۔ مگر مچھ کے دائیں جانب کے کچھ دانت بازو میں باندھنے سے جماع کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور چربی اس کی روغن گل کے ہمراہ درد سر اور آدھاسیسی کے لئے مفید ہے اور اس کے کلیجہ کا بخور رفع جنون کے لئے مجرب ہے۔

لہ بن عرس: نیولا (MUSTLA SEMIPALMATA) (ج)

سٹے قرش و قریش ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے جسے کلب البحر بھی کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانت سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔ ۱۲ مصباح اللغات۔

سٹے القرش: شارک کی ایک قسم (CHARIAS LAMIQ) فارسل نے اسے (SEUALUS CARCHARIAS) کا نام دیا ہے۔ سقط میں اسے لمبی کہتے

ہیں۔ (ج)

امام قزوینی کہتے ہیں کہ اگر کسی کو کپکپی کی شکایت ہو تو مگرچھ کے بائیں جانب کا پسلا دانت باندھ کر لٹکالے تو کپکپی جاتی رہتی ہے اور اگر کسی کو مرگی کی شکایت ہو تو اس کو مگرچھ کے جگر کی دھونی دینے سے یہ شکایت جاتی رہتی ہے۔

مگرچھ کی چرم کا ایک ٹکڑا مینڈھے کی پیشانی میں باندھ دینے سے مینڈھا تمام مینڈھوں پر غالب آجاتا ہے۔ جو پاخانہ مگرچھ کے پیٹ میں ہوتا ہے اگر اسے بطور سرمہ آنکھ میں لگالیا جائے تو جو سفیدی آنکھ میں نئی پیدا ہو گئی ہو یا پرانی سے پرانی ہو وہ دور ہو جائے گی۔ مگرچھ کا پاخانہ مشک کی طرح خوشبودار ہوتا ہے۔ چنانچہ قبیضوں کے نزدیک مشک لے یہی چیز ہوتی ہے البتہ اس مشک میں تھوڑی سی بو آتی ہے۔

لہ۔ مشک ایک بہت ہی قیمتی اور کیاب شے ہے۔ مگرچھ کے تذکرے میں مشک سے متعلق علامہ دمیری نے قبیضوں کے نظریہ کو بیان کیا ہے۔ مگر قبیضوں کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ ”مشک“ اصل میں فارسی لفظ ہے۔ عربی میں اس کو ”مسک“ اور ترکی میں ”بیار“ ہندی میں ”کستوری“ رومن میں ”موردن“ سریانی میں ”مسک“ کہتے ہیں۔ مشک فی الحقیقت ہرن کی (ایک مخصوص قسم) ناف میں پیدا ہوتا ہے (ناف یا نافہ) ہرن کے بدن کا وہ حصہ جس میں مشک ہوتا ہے) یہ ہرن بمقابلہ دوسرے ہرنوں کے دبلا پتلا ہوتا ہے۔ اس ہرن کی ناف میں جگمگ خدا خون نغمہ ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد اس میں ہلاکی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اور یہ نغمہ خون ہی مشک ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مشک ہرن کی ناف میں ہوتا ہے مگر وہ اس کی مسک سے اتنا مدہوش ہوتا ہے کہ اسے اپنے ارد گرد کی بالکل خبر نہیں رہتی اور وہ اس کی تلاش میں جنگل جنگل سرگردان پھرتا ہے۔ چنانچہ اسی کو لے کر مشہور ہندی شاعر کبیر داس نے کہا ہے۔

کستوری کندنی بے مرگ دھونڈے بن مانی ایسے گھنی گھنی رام ہیں دنیا دیکھے ناہیں

ترجمہ۔۔۔ مشک ہرن کی ناف میں موجود ہے لیکن وہ اس کی تلاش میں جنگل کو چھان رہا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے مگر انسان اس کو (یعنی اس کی قدرت کی) پہچان نہیں پاتا۔“

مشک بعض اطباء کے نزدیک چار قسم کی ہوتی ہے (۱) یہ قسم سب سے اعلیٰ ہوتی ہے اور یہ ہرن کی ناف سے بطریق حیض یا بواسیر کے نکل کر پتھر بن جاتا ہوتا ہے۔ نہایت خوشبودار اور نادر الوجود ہوتی ہے۔

(۲) دوسری قسم مشک کی وہ ہوتی ہے جو یہ جانور اپنی ناف کو پتھروں اور درختوں کے تنوں سے رگڑ کر نکالتا ہے۔ کیونکہ مشک کو جب ہرن کی ناف میں کافی دن ہو جاتے ہیں تو اس کی ناف میں خارش اور گرمی ہونے لگتی ہے جس سے پریشان ہو کر ہرن اپنی ناف کو پتھروں اور درختوں کے تنوں سے رگڑتا ہے جس کے نتیجے میں مشک باہر نکل جاتا ہے۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جو شکاری لوگ شکار کرنے کے بعد ناف کو چیر کر نکالتے ہیں۔ یہ نغمہ خون نہیں ہوتا بلکہ چیر کر نکالنے کے بعد اسے خشک کرتے ہیں۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے جو شکاری لوگ شکار کرنے کے بعد اس کی ناف کاٹ کر نکالتے ہیں اور پھر اس خون کو اس کی کبھی اور شکاری کے ساتھ گوندھتے ہیں اور اس طرح خشک کر کے ٹکڑے ٹکڑے بنا لیتے ہیں۔ لیکن یہ قسم بہت ہی گھٹیا اور معمولی خوشبودار ہوتی ہے۔

بعض حکماء نے صرف دو قسم کی مشک بیان کی ہے۔ ایک وہ جو پتھروں پر حیض یا بواسیر کی شکل میں نکل کر نغمہ ہوتی ہے اور دوسری وہ جو ہرن خارش اور گرمی کی وجہ سے اس جگہ کو پتھروں اور درختوں کے تنوں سے رگڑتا ہے جس سے اس کا مشک والا حصہ زخمی ہو جاتا ہے اور مشک بھل خون نکل کر پتھروں وغیرہ پر جم جاتی ہے اور کبھی اس کے پیچھے والے تھوڑی اصلی مشک سے کافی تعداد میں نقلی مشک بنا کر دھوکہ سے فروخت کرتے ہیں۔ نقلی مشک یہ لوگ اس طرح بناتے ہیں کہ کچھ اصلی مشک لے کر اس میں ریونڈ بکری کی کبھی بونگ اور کبوتر کے خون کے ساتھ ملا کر گوندھنے کے بعد ہرن کے نافہ میں (جو وہ کاٹ کر)۔

تعبیر خواب میں مگرچھ بدترین دشمن کی شکل میں آتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مگرچھ خواب میں جھگڑالو، فریبی، دھوکے باز، ڈاکو کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ مگرچھ کا گوشت اور کھال اور ہڈی اور اس کے تمام اجزاء سب کے سب دشمن کا مال ہے۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی کو بھی خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دشمن سے اسی قدر مال پائے گا۔

تمیلة

حجاز میں ملی کے برابر ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔ اس کی جمع تملان آتی ہے جیسے کہ ابن سیدہ نے تصریح کی ہے۔

تنوط

تنوط۔ ایک پرندہ۔ ابن رنحہ لکھتے ہیں کہ تنوط میں تا پر پیش واؤ پر زیر ہے لیکن تائے مشدو مفتوح نون مفتوح اور واؤ مشدو مضموم بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ (الکفایہ)

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ تنوط ایک پرندہ ہے۔ واؤ پر پیش اور زبردونوں پڑھ سکتے ہیں۔ امام اصمعی کہتے ہیں کہ تنوط وہ پرندہ ہے جو درختوں سے دھاگہ بنا کر اس میں انڈے بیٹا ہے۔ اس کا واحد تنوطہ آتا ہے۔ اس پرندے کی خصوصیت یہ ہے کہ رات میں گھونسلے کے مختلف خانوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ خوف کی وجہ سے صبح تک اطمینان سے نہیں بیٹھتا۔ اسی پرندہ کو صفاء بھی کہتے ہیں (تفصیلی بیان ان شاء اللہ باب صا میں آجائے گا)

شرعی حکم اس پرندے کا گوشت حلال ہے۔ اس لئے کہ یہ گوریا یا عصفور کی ایک قسم ہے۔

لمبی فوائد امام قزوینی لکھتے ہیں کہ تنوط پرندے کو چھری سے ذبح کر کے اس کا خون اس غصص کے لئے مفید ہے جو نشہ میں بد خلق یا سرکش ہو گیا ہو۔ اس کا پتہ سکر (سکر) میں پکا کر بچے کو نوش کرانے سے بچہ حسن خلق سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اگر

احتیاط سے رکھتے ہیں) بھرنے کے بعد اس کا منہ اس صفائی سے بند کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو اندازہ نہیں کر پاتے اور اصلی منہ بند (بیل بند) قدرتی ناذہ بھگتے ہیں ان سے منک خرید لینے ہیں اس میں خوشبو برائے نام ہوتی ہے۔

منک کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سوئی میں دھاگہ پرو کر ناذہ میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس سوت کو نکال کر لسن کے پانی میں جس میں کافی تعداد میں لسن ہوتا ہے ڈالتے ہیں۔ اگر خوشبو لسن کی دھاگے سے آتی ہے تو وہ منک قلعی ہے۔ بصورت دیگر اصلی ہے۔

دوسری پہچاننے کی ترکیب یہ ہے کہ اگر منک ناذہ کے باہر ہے تو اس میں سے تھوڑی لے کر ہتھیلی پر رکھ کر تھوڑا سا پانی ڈال کر لٹیں اگر وہ کھل جائے تو اصلی ہے اور اگر نہ کھلے اور حق بن جائے تو قلعی ہے۔

تیسری پہچاننے کی ترکیب یہ ہے کہ تھوڑی منک لیں پھر ایک برتن آگ پر رکھیں اور پھر وہ منک اس برتن پر ڈالیں۔ اگر اس سے تیز اور اچھی خوشبو آئے تو اصلی ہے ورنہ قلعی، منک زیادہ وقت گزرنے پر بے اثر ہو جاتی ہے۔ نافع میں تین سال تک ٹھیک رہتی ہے اور تین سال بعد بے اثر ہو جاتی ہے۔ ناذہ سے باہر ایک سال تک رہتی ہے۔ منک مقوی باد و قلب و دماغ ہے۔ حواس بالشی و ظاہری کو پاک و صاف کرتی ہے اور سرعت انزال کے لئے مجرب ہے۔

کسی بچے سے لوگ نفرت کرتے ہوں تو جس وقت چاند بڑھ رہا ہو اس وقت تنوط پرندہ کی ہڈی بچے کے باندھ دیں تو اس بچے سے لوگ پیار کرنے لگتے ہیں۔ (عجائب المخلوقات)

تنین

تنین اژدہا سے سانپ کو کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو مرداس آتی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک مچھلی کی ایک قسم کو بھی تنین کہتے ہیں۔

تنین بکسرہ تاء و نون مشددہ و سکون یائے تحتانیہ اور نون کے ہے۔

قزوینی کہتے ہیں کہ یہ سانپ کوچ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس کے منہ میں نیزے کے پھل کی طرح کچلی کے دانت ہوتے ہیں۔ کھجور کی طرح لمبا ہوتا ہے۔ خون کی طرح آنکھیں سرخ، چوڑا منہ، بڑا پیٹ اور چکا چوند آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ بہت سے جانوروں کو نگل جاتا ہے۔ خشکی اور سمندر کے تمام جانور اس سے ڈرتے ہیں۔ جب یہ چلتا ہے تو قوت کی وجہ سے دریا موجزن ہو جاتا ہے۔ ابتداءً یہ سانپ سرکش ہوتا ہے۔ خشکی کے جانوروں کو نگل جاتا ہے۔ لیکن جب اس کی سرکشی بڑھ جاتی ہے تو ایک فرشتہ اسے دریا میں ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ جو حرکتیں وہ خشکی کے جانوروں سے کرتا تھا وہی حرکتیں سمندری جانوروں کے ساتھ بھی کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے خوب موٹا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مسلط کر دیتا ہے تو وہ اسے یا جوج ماجوج کے سامنے ڈال دیتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے دو فرخ کے برابر لمبا سانپ دیکھا ہے جس کا رنگ چیتا جیسا اور کھال پر مچھلی کے سفنے جیسے سفنے تھے۔ مچھلیوں کے طرح دو بڑے بازو انسانوں جیسا سر اور دیکھنے سے ایک ٹیلہ معلوم ہوتا تھا کان لمبے، آنکھیں گول اور لمبی۔

حدیث میں تذکرہ | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کافروں پر ان کی قبروں میں ۹۹ اژدھے مسلط کر دیں گے جو انہیں قیامت تک ڈستے رہیں گے اور نوچتے رہیں گے (اور ان کی صفت یہ ہوگی کہ) ان میں سے ایک اژدہا بھی اگر زمین پر پھونک مار دے تو زمین ہریالی اگانے کے قائل نہ رہے گی۔“ (رواہ ابن ابی شیبہ)

دوسری حدیث میں ہے:-

”نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ گفتگو میں لگے ہوئے ہیں اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کاش! جس چیز میں تم لوگ مشغول ہو اس کے بجائے اگر تم لذات (خواہشات و مرغوبات) کی مذمت میں لگے رہتے تو (وہ زیادہ بہتر تھا) لذات کی مذمت کثرت سے کیا کرو۔ کیونکہ قبر کے اندر کوئی ایسا دن نہیں گزرے گا جس میں وہ تم سے لگے

لے اژدہا قاری لفظ ہے بعض ماہرین حیوانات کا کہنا ہے کہ یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک بری اور دوسرا بحری۔ بری منہ سے کاٹا ہے۔ سانپ کی طرح بحری اژدہا اپنی دم سے پھوکی طرح کاٹا ہے۔

گی کہ میں بیت الغربیت (مسافرت کا گھر) بیت الوحدة (تنہائیوں کا گھر) بیت التراب (مٹی کا گھر) بیت الدود و السواء (کیرنوں کوڑوں کا گھر) ہوں۔ چنانچہ جب کسی مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے مرحبا و اہلا (تیرا آنا باعث مسرت و مبارک ہو) کہہ کر یہ کہتی ہے کہ یقیناً تو میرے محبوب بندوں میں سے ہے جو میری پیٹھ پر میری طرف چلتے ہیں، تو آج جب کہ میں تیری مالک بن گئی ہوں اور تو میرا ہو گیا ہے، دیکھے گا کہ میرا تیرے ساتھ کیا رویہ و سلوک رہتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بعد اس کی قبر تاحد نظر وسیع کر دی جائے گی اور اس کا ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جائے گا۔

اور جب کوئی کافر یا فاسق و فاجر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے لا مرحبا و لا اہلا کہہ کر دھکارتی ہے اور کہتی ہے کہ یقیناً تو میری پیٹھ پر چلنے والے ان بندوں میں سے ہے جسے میں مبغوض رکھتی ہوں اور پسند نہیں کرتی ہوں، تو آج جب کہ میں تیری مالک بن گئی ہوں اور اب تو میرا ہو گیا ہے تو تو دیکھے گا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ پھر قبر اس پر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی ایک دیوار دوسری سے مل جائے گی اور اس کی پسلیوں کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ پھر آنحضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ بتلایا کہ اس طرح (گھس جائے گی) اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا (پھر فرمایا کہ) اس پر ۹۹۹۰ اڑھے مسلط کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اگر اس زمین دنیا پر پھونک مار دے تو تائب و دنیا و زمین کچھ نہ اگا سکے گی (نہ اگانے کے قابل رہے گی) اور حساب و کتاب کے لیے اٹھائے جانے کے دن تک وہ اسے اسی طرح ڈستار ہے گا نو چار ہے گا۔ اور چروں کو بگاڑتا رہے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ قبریا تو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔“ (رواہ الترمذی مطولا)

موسیٰ ﷺ کے عصاؑ کی خصوصیت | ائمہ کرام لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا موسیٰ ﷺ نے شعیبؑ سے عرض کیا ایما الاجلین الایۃ۔ تو اسی وقت شعیبؑ نے موسیٰ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ فلاں گھر میں

عصاؑ موسیٰ کے بارے میں بہت سے لوگوں نے لب کشائی کی ہے اور اس کے متعلق عجیب عجیب باتیں بیان کی ہیں۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ لکڑی رات کے وقت ایک روشن چراغ کی مانند جپکنے لگتی تھی اور جب آپؐ سو جاتے تو یہی لکڑی آپؐ کی ریوڑ وغیرہ کی دیکھ بال کرتی تھی اور کبھی کبھی سایہ نہ ملنے پر آپؐ اس کو گاڑ دیتے تو وہ ایک خیمہ کی طرح آپؐ کے لئے سایہ کرتی اور کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ لکڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تھی جو وہ اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور پھر یہ لکڑی بطور وراثت حضرت شعیبؑ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مل گئی اور کچھ لوگوں نے اس لکڑی کا نام ”ماشنا“ بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قیامت کے نزدیک یہ لکڑی ہی دایۃ الارض کی شکل میں نمودار ہو گئی۔

بہر حال بہت سی باتیں عصاؑ موسیٰ سے وابستہ ہیں لیکن یہ سب باتیں بنی اسرائیل کی من گھڑت معلوم ہوتی ہیں کیونکہ کلام پاک میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ موسیٰؑ تمہارے واسطے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میرے ہاتھ میں میری لکڑی ہے جس سے میں سارے کا اور اپنی بکریوں کے لئے چارہ وغیرہ جھاڑنے کا کام لیتا ہوں (یہاں پر اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰؑ سے یہ پوچھنا کہ اے موسیٰؑ تمہارے واسطے ہاتھ میں کیا ہے؟ دراصل لکڑی کا لکڑی ہونا بتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہشیار کرنا ہے) پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ اسے زمین پر ڈال دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لکڑی زمین پر ڈال دی۔ زمین پر پڑنے ہی لکڑی ایک خوفناک اڑھے کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ اس خوفناک اڑھے کو

ہست سی لاشیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک لے لینا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور وہ لاشی اٹھائی جس کو حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے۔ پھر یہ عصاء تمام انبیاء کرام میں بطور وراثت کے چلا آ رہا ہے یہاں تک کہ شعیب علیہ السلام کے حصے میں آیا۔ شعیب علیہ السلام نے موسیٰ سے کہا کہ اس لاشی کو گھر میں رکھ آؤ اس کے بجائے دوسری لاشی لے لینا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام گھر کے اندر داخل ہو کر وہی لاشی نکال لائے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سات مرتبہ کیا۔ شعیب سمجھ گئے کہ موسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نہ کوئی حیثیت ہے۔ جب صبح ہوئی تو شعیب نے موسیٰ سے کہا کہ بکریوں کو چوراہے پر چراؤ لیکن تم دائیں جانب جانا اگرچہ اس جانب میں گھاس وغیرہ نہیں ہے برخلاف بائیں جانب کے اس جانب ایک بہت بڑا اژدہا رہتا ہے جو بکریوں کو مار ڈالے گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بکریوں کو چوراہے کی طرف لے گئے تو بکریاں بائیں جانب خود بخود جانے لگیں آپ ان کو روک نہیں سکے اور آزاد چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد موسیٰ کو نیند آگئی اتنے میں اژدہا نکل کھڑا ہوا۔ لاشی نے اژدہا کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اژدہا مر گیا۔ موسیٰ جس وقت بیدار ہوئے دیکھا کہ عصا خون آلود ہے اور اژدہا مرا پڑا ہے۔ آپ نے شعیب کو بتایا چنانچہ شعیب بہت خوش ہوئے فرمایا جو بھی بکریاں اس سال دو رنگ کی پیدا ہوں گی وہ موسیٰ تمہارے لیے ہیں۔ چنانچہ تمام بکریاں دو رنگی پیدا ہوئیں۔ ان تمام باتوں سے شعیب کو خوب معلوم ہو گیا کہ موسیٰ کی خدا کے یہاں ایک شان اور ایک حیثیت ہے۔ اس کے بعد موسیٰ شعیب کی خدمت میں ۲۳ سال رہے یہاں تک کہ ۴۰ سال پورے کر دیئے۔ اس کے بعد اپنی اہلیہ کو لے کر چل دیئے۔

۱۱۱ دیکھ کر حضرت موسیٰ سہم ہو گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ موسیٰ ڈرو نہیں پکڑ لو ہم ابھی اس کو اس کی اصلی حالت میں کر دیں گے۔ مگر حضرت موسیٰ اس قدر خوفزدہ تھے کہ پتھہ موڑ کر زور سے بھاگے مگر پھر اللہ تعالیٰ کا ہکلائی یاد آگئی تو شرکاء ٹھہر گئے۔ وہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ موسیٰ واپس وہیں آ جاؤ جہاں تھے موسیٰ واپس آئے لیکن بہت خوف زدہ تھے تو حکم ہوا کہ اپنے دابے ہاتھ سے اسے پکڑ لو ہم اسے اس کی اصلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صوف کا کبیلہ اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکار رکھا تھا۔ آپ نے اس کبیلہ کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس خطرناک اوڑھے کو پکڑنا چاہا تو فرشتہ نے کہا۔ موسیٰ اگر اللہ تعالیٰ اسے کانٹے کا حکم دے تو کیا تمہارا کبیلہ بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواباً کہا ہرگز نہیں۔ یہ حرکت مجھ سے بسبب ضعف ہو گئی ہے۔ کیونکہ میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے ساتھ کبیلہ ہٹا کر اس کے سر کو تھام لیا تو اسی وقت اژدہا لکڑی بن گیا۔ یہاں پر (یعنی کلام پاک میں) اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ خذھا ولا تخف (پکڑ لو اور ڈرو نہیں) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یعنی یہ واقعہ اس لکڑی کا یہ پہلا معجزہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ”موسیٰ ڈرو نہیں“ اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے اس لکڑی سے کوئی بات وابستہ نہ تھی۔ اور اگر کوئی بات اس لکڑی سے وابستہ ہوتی تو حضرت موسیٰ کو یقیناً معلوم ہوتی اور وہ آج اس لکڑی کے سانپ بن جانے پر اتنے خوفزدہ نہ ہوتے کیونکہ انہیں معلوم ہوتا کہ یہ لکڑی تو پہلے بھی کئی بار اپنے کرشمے دکھا چکی ہے۔ (جیسا کہ بنی اسرائیل کے افسانے میں) مگر حضرت موسیٰ کا ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ڈرو نہیں ان سب افسانوں کی قلعی کھول دیتا ہے جو اس لکڑی سے ان لوگوں نے وابستہ کئے ہیں۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں سُبْحٰنَہٗ مَا سَبَّحُوْا۟ بِہِ الْاَوَّلٰی کہہ کر بھی ان تمام افسانوں کی قلعی کھول دی ہے (یعنی ہم ابھی اس کو اس کی پہلی سیرت پر لوٹا دیں گے) حالانکہ یہاں پر ”سیرت“ کی جگہ ”صورت“ بھی اللہ تعالیٰ فرما سکتے تھے مگر ”سیرت“ کہہ کر حضرت موسیٰ کو اطمینان دلانا مقصود تھا اور ایسا ہوا بھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے سُبْحٰنَہٗ کہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف ختم ہو گیا اور وہ مطمئن ہو گئے کہ اب یہ ذس نہیں سکے گا۔ یہ بات بھی ان تمام افسانوں کے پر غچے اڑاتی ہے جو بنی اسرائیل نے کئے ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ نے اس لکڑی کا کوئی کرشمہ نہیں دیکھا تھا اس لئے اگر اللہ تعالیٰ لفظ سیرت تھا کی جگہ صورت تھا کہتے تو شاید موسیٰ کا خوف نہ جاتا مگر سیرت تھا کے بعد آپ کا خوف دور ہو گیا اور آپ نے اس کو پکڑ لیا۔

اثر ہے کا شرعی حکم | امام قزوینی کہتے ہیں کہ چونکہ اثر ہاسناپ کی ایک قسم ہے اس لئے اس کا گوشت بھی حرام ہے اور اگر تین نام کی مچھلی بھی مان لیں تو کچلی کے دانت ہونے کی وجہ سے مچھلی کا گوشت حرام سمجھا جائے گا جیسے کہ مگر مجھ حرام ہے۔

اثر ہے کے طبی فوائد | اثر ہے کا گوشت کھانا شجاعت بہادری پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کے خون کی مالش عضو تناسل پر کر کے اپنی عورت سے جماع کرے تو بہت زیادہ لذت محسوس ہوگی۔ اثر ہے کی جلی ہوئی راکھ کو شمد کے ساتھ ملا کر ضلاد کرنا بواسیر، بہق اور برص کے لئے مفید ہے۔ اگر کسی جگہ اثر ہے نے کاٹ لیا ہو تو اس جگہ اثر ہے کا تازہ گوشت باندھنا مجرب ہے۔

تعبیر | اثر ہا خواب میں بادشاہ کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ اگر اثر ہے کے دو سریا تین سرد دکھائی دیتے ہوں تو بہت ہی خطرناک ہونے کی علامت ہے۔ اگر کوئی مریض اثر ہا کو خواب میں دیکھتا ہے تو موت کی علامت ہوگی۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک اثر ہا جنا ہے۔ کچھ دن کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی اس کے لہجہ بچہ ہوا پیدا ہوا اس لئے کہ اثر ہا اپنے آپ کو چلتے ہوئے کھینچتا ہے اسی طرح لہجہ آدمی بھی اپنے آپ کو کھینچتا ہے۔ *

تورم

تورم لہ قنطاری نامی پرندہ کو کہتے ہیں۔ ابن بختیشوع لکھتے ہیں کہ تورم پرندہ کبوتری کی شکل کا ہوتا ہے جسے طیر التماسح بھی کہتے ہیں۔ اس کے بازو میں دو ستم کاٹے ہوتے ہیں جو ہتھیار کا کام دیتے ہیں۔ جب یہ مگر مجھ کے منہ میں گھس جاتا ہے تو کبھی کبھی مگر مجھ منہ بند کر لیتا ہے تو یہ پرندہ ٹھونگیں مارتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مگر مجھ منہ کھول دیتا ہے۔ پھر یہ اڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ ابن بختیشوع لکھتے ہیں کہ اس پرندہ کے کانٹوں کی یہ خصوصیت ہے کہ دونوں کانٹوں یا ایک کانٹے کو لے کر کسی ایسی جگہ گاڑ دیا جائے جہاں کسی آدمی نے پیشاب کیا ہو تو وہ آدمی جس نے پیشاب کیا ہو گا اس وقت تک بیمار رہے گا جب تک کہ اس جگہ سے یہ کاٹنا نہ نکال لیا جائے۔ اگر کسی کے معدہ میں درد ہو رہا ہو تو اس پرندہ کا قلب باندھ کر لٹکا لے تو انشاء اللہ شفا یاب ہو گا۔

تولب

تولب گدھے کے بچے کو کہتے ہیں فلان اطوع من تولب فلاں آدمی گدھے کے بچے سے زیادہ مطیع ہے۔ سیویہ کے نزدیک فوعل کے وزن پر ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔ گدھی کو ام تولب کہتے ہیں۔ انشاء اللہ اصل کا حکم باب حاء میں آجائے گا۔

لہ التورم: PWVIANVS OEGYPTUS

لہ یہ طبع کاٹنے دار پر والے پرندے (SPUR WINGED PLOVER) کا ہے۔ (HOPLOPTERUS SPINOSOS) (ج)

تیس

تیس۔ بکرا۔ جنگلی بکرا کو کہتے ہیں اس کی جمع تیوس دایتاس آتی ہے۔ چنانچہ ہڈل کہتا ہے۔

من فوقہ انسود و اغربة و تحته اعتر کلف و ابتاس

ترجمہ:- اس کے اوپر سیاہ گدھ اور کوئے ہیں اور نیچے سیاہ زردی مائل بکریاں اور بکرے ہیں۔

تیس زبکرے کو کہتے ہیں اس کی جمع تیوس اور ایتاس مستعمل ہے۔ ہڈلی شاعر نے اپنے شعر میں یہی جمع استعمال کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیوسہ جمع ہے لیکن جوہری کہتے ہیں کہ اس کی صحت کا مجھے علم نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زہرن کو بھی تیس کہتے ہیں۔ نیز نب التیس ینب نبیسا کے معانی ہیں۔ بکرے کا جوش کے وقت بلبلانا ”جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی لفظ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جابر بن سمرہ کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پستہ قامت شخص کو لایا گیا جس کے بال بکھرے ہوئے اور پٹھے گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ اس نے ایک تہند باندھ رکھا تھا۔ اس نے فعل زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دوبار لوٹا دیا۔ پھر اس کے لئے (رجم) کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے رجم کر دیا گیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی ہم جہاد کے لئے نکلے تو تم میں سے کوئی نہ کوئی پیچھے رہ گیا۔ جو بکرے کی طرح شہوت کی وجہ سے برابر جاتا ہے اور ان عورتوں میں سے کسی کو تھوڑا پانی دیتا ہے (یعنی زنا کر لیتا ہے) جب بھی اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کسی پر قدرت دے گا تو میں ایسی کڑی سزا دوں گا کہ دنیا کے لئے باعث عبرت ہوگی۔“ رواہ مسلم

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص کے پاس ان کے اصحاب میں تقسیم کرنے کے لئے بکریوں کا ریوڑ بھیجا، تقسیم کرنے کے بعد ایک بکرا (تیس) بیچ گیا۔ چنانچہ سعد نے اسے ذبح کر دیا۔ (رواہ کامل بن عدی) لیث بن سعد کے کاتب ابو صالح جن کا نام عبد اللہ بن صالح ہے ان کی سوانح حیات میں کامل بن عدی لکھتے ہیں کہ عقبہ بن عامر کہتے ہیں:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا خبرکم بالتیس المستعار و هو المحلل ثم قال لعن اللہ المحلل و المحلل لہ۔

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتا دوں ایک عاریت پہ لئے ہوئے بوک (بکرا) کے بارے میں وہ حلالہ کرنے والا شخص ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو محلل و محللہ پر (جو حلالہ کرتا ہے یا کرتا ہے)“

اس حدیثؓ کو دار قطنی اور ابن ماجہ نے اسناد حسن کے ساتھ کاتب اللیث بن سعد، شرح بن اعلان مصری، عقبہ بن عامر

ؓ اس میں راوی کو شک ہے کہ آنحضور ﷺ نے جعلنہ نکالا کہا تھا یا نکلاہ کہا تھا۔

ؓ یہ حدیث اس وقت پر ناقد ہوگی جبکہ تحلیل اس شرط پر ہوئی ہو کہ بعد حلالہ حلالہ کرنے والا طلاق دیدے ورنہ ظاہر ہے کہ مجبوری کے اوقات میں حلالہ

کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اگر حدیث کو مطلق رکھا گیا تو پھر حلالہ کی صورت ہی ممکن نہ ہوگی۔ ۱۳

وغیرہ سے لیا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے محض حلالہ کی غرض سے حاصل کرنے کے لئے لعنت فرمائی ہے۔ اس لئے اس غرض سے عورت کو طلب کرنے میں مروت کو پاش پاش کرنا ہے اور جس کے لئے یہ کام کیا جائے وہ محلل لہ کہلاتا ہے اور بکرے کو کسی غیر کی وجہ سے جفتی کرنے کے لئے بھی لینا و ذلیل کام ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے والے کو مانگے ہوئے بکرے سے تشبیہ دی ہے۔ اہل عرب بکڑے کو مانگ بکر لینے کو عار سمجھتے تھے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

وشر منیحة تیس معار

”حاصل کردہ سب سے بڑا عطیہ عاریت پر لیا ہوا بکرا ہے۔“

ابن سبع بستی لکھتے ہیں کہ علی بن عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جس وقت میرے والد محترم کی آنکھ کی بیٹائی جاتی رہی تو آپ مکہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ایک مرتبہ میں ان کا ساتھ تھا کہ راستہ میں زمزم کے کنوئیں کے پاس شامیوں کے پاس سے گزر ہوا تو وہ لوگ سیدنا علی بن ابی طالب کو برا بھلا کہنے لگے تو والد محترم نے سعید بن جبیر رہنما سے کہا کہ تم مجھے ان لوگوں کے قریب کر دو۔ چنانچہ سعید نے کھڑا کر دیا۔ والد محترم نے ان سے کہا تم میں سے کون اللہ اور رسول کو گلی دے رہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا سبحان اللہ ہم میں سے کسی نے اللہ اور اس کے رسول کو گلی نہیں دی۔

پھر والد محترم نے فرمایا: اچھا تم میں سے سیدنا علی کو کس نے برا بھلا کہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں علی ایسے تو تھے ہی۔ یہ سن کر والد محترم نے فرمایا۔

”میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے علی کو گلی دی

(برا بھلا کہا) اس نے مجھے گلی دی اور جس نے مجھے گلی دی اس نے گویا اللہ کو گلی دی اور جس نے اللہ کو گلی دی اللہ تعالیٰ

اسے جہنم میں ناک کے بل اوندھا کرے گا اور پچھاڑ دیں گے۔“

اس کے بعد آپ ان کے پاس سے چلے آئے۔ اباجان نے کہا اے بیٹے! دیکھا تم نے ان کو کہ وہ کیا بک رہے تھے۔ میں نے

جواب دیا اباجان۔

نظروا الیک باعین محمرة

نظر التیوس الی شفاء الجادر

ترجمہ:- لوگ آپ کی طرف سرخ نگاہوں سے اس طرح دیکھ رہے تھے جس طرح کہ بکرا ذبح کرنے والے کی چھری کی طرف دیکھتا ہے۔“

یہ سن کر اباجان نے فرمایا اور پڑھو۔ اس کے بعد میں نے پڑھا۔

شذر العیون منکسی اذ قانہم

نظر الذلیل الی العزیز القاهر

ترجمہ:- شرمندہ نگاہیں ٹھوڑیوں پر جھکی ہوئیں کسی غالب مضبوط و طاقت ور کی طرف کسی ذلیل کے دیکھنے کی طرح (شفاء الصدور) عبد العزیز غنیب قریشی کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ ان کی ڈاڑھی لمبی ہونے کی وجہ سے علی بن حجر سہری نے دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

القضا

تستوجہون

اللحی

بطول

لیس

ترجمہ:- ڈاڑھی کی لمبائی کے سبب تم قضا کو اپنے حق میں واجب نہیں کر سکتے ہو۔“

ان کان هذا كذا فالتيسر عدل رضا

ترجمہ:- کیونکہ بات اگر ایسی ہی ہوتی تو بکرا تو بڑا عادل و پسندیدہ ہے۔“

علی بن حجر نے مزید کہا کہ توریت میں لکھا ہے کہ تمہیں لمبی ڈاڑھی سے وھو کہ نہ کھانا چاہیے اس لیے کہ لمبی ڈاڑھی بکرے کے بھی ہوتی ہے۔ (تہذیب الکمال) (ان شاء اللہ معزز کے عنوان میں شرعی حکم کی تفصیل آجائے گی۔)

امام ذہبی ۲۹۹ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقتدر باللہ کے پاس مصر سے تحفے آئے جس میں پانچ لاکھ اشرفیاں تھیں اور ایک بکرا تھا جس کے تھن سے دودھ لگتا تھا اور انسان جیسی پبلی تھی جس کی ایک بالشت چوڑائی اور چودہ بالشت لمبائی تھی۔ (تاریخ ذہبی)

سیدنا عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہماری امت میں ایک ایسا وقت آئے گا جب کہ فقہاء ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھیں گے اور ان میں کے بعض، بعض پر حملہ آور ہوں گے اور خون بہائیں گے جس طرح کہ بکرے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں اور خون بہاتے ہیں۔“ (الترغیب والترہیب فی باب ذم الحسد)

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ شہادت ہر چیز میں معتبر اور جائز ہے۔ لیکن ان کی شہادت آپس میں ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ قراء باڑہ میں بکرے سے زیادہ آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ حسد رکھتے ہیں۔ (الحلیہ) (جوہری لکھتے ہیں کہ زرب و زر۔ بٹہ لکڑی کے باڑے کو کہتے ہیں۔)

مسعودی اور حافظ قطب الدین لکھتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کی ماں فارعہ بنت ہمام، یہ حکیم عرب حارث بن کلدہ ثقفی کے نکاح میں تھیں۔ یہ ایک مرتبہ صبح صادق میں فارعہ کے پاس آیا دیکھا کہ وہ دانتوں میں خلال کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اسے طلاق دے دی۔ فارعہ نے طلاق دینے کے بارے سبب دریافت کیا۔ اس نے یہ جواب دیا کہ میں جب صبح تمہارے پاس آیا تو تم دانتوں میں خلال کر رہی تھیں، اگر تم نے صبح کا کھانا جلدی کھایا ہے تو تم گویا پیٹ کی بندی ہو اور اگر تم نے رات اس حالت میں گزاری ہے کہ کھانا دانتوں میں لگا ہوا تھا تو تم گویا گندی ہو۔ یہ سن کر فارعہ نے جواب دیا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ میں نے سخت مسواک کی ہے یعنی دانتوں کی صفائی کی ہے۔

کچھ دنوں کے بعد فارعہ سے یوسف بن حکیم بن ابی عقیل ثقفی نے نکاح کر لیا تو ان سے حجاج پیدا ہوا۔ حجاج بد شکل تھا اس کے پاخانہ کا مقام نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے چھید کر کے براز نکالے لیے مقام بنایا گیا۔ نیز اس نے اپنی ماں اور دیگر عورتوں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس معاملہ میں لوگ پریشان ہو گئے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ شیطان حارث بن کلدہ کی شکل میں نمودار ہو کر آیا اور کہا کہ کیوں آپ لوگ پریشان ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لڑکا یوسف کا ہے فارعہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور یہ ماں کا دودھ نہیں پی رہا ہے۔ شیطان نے یہ مشورہ دیا کہ تم لوگ کالا بکرا ذبح کر کے اس کا خون اسے چٹاؤ۔ پھر دوسرا کالا بکرا ذبح کر کے اس کے خون میں ڈال دو۔ پھر اس کے چہرہ کو خون سے تین دن تک مالش کرتے رہو تو جو تھے دن یہ ماں کا دودھ پینے لگے گا۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اس نے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

حجاج خون ریزی کے لیے بے چین رہا کرتا تھا۔ حجاج خود کہا کرتا تھا کہ مجھے خون ریزی اور وہ کام کرنے میں جس کو دیگر نہ کر سکتے ہوں خوب مزہ آتا ہے۔ (مروج الذهب و شرح البیرونی)

حجاج بن یوسف کے واقعات | ابن خلکان لکھتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے پاس دھمکی کا خط لکھا اور آخر مضمون میں یہ اشعار بھی لکھے۔

اذا انت لم تترك امورا كرهتها وتطلب رضایا باللذی انا طالبه ترجمہ:- اگر تو اپنے ان امور کو نہیں چھوڑتا جسے تو ناپسند کرتا ہے اور اس چیز کے ذریعے میری رضا چاہتا ہے جس کا میں خود طالب ہوں۔

وتخش الذی یخشاه مثلک هاربا الی فها قدضیع الدر جالبه ترجمہ:- اور تم ڈرتے رہو اس سے جو تمہارے ہی طرح ڈرتا ہے حالانکہ وہ میری طرف بھاگا ہوا آتا ہے تو تو یاد رکھ کہ گویا موتیوں کو پانے والے نے اسے ضائع کر دیا۔

فان ترمنى غفلة قرشیه فیار بما قدغص بالماء شاربه وان ترمنى وثبه امویه فهدا و هذا كله انا صاحبه ترجمہ:- اور اگر تو مجھے قرشی غفلت کا الزام لگاتا ہے (کہ میں بالکل مغفل ہوں) تو بخدا اپنے والے کو پانی سے اچھو لگ گیا ہے۔

ترجمہ:- اور اگر تم مجھ پر اموی بہادی (اور ہر معاملے میں کوڈ پڑنے) کا الزام لگاتے ہو تو یہ ہو یا وہ سب میرے رفیق ہیں (یعنی دونوں ہی میری صفت ہیں)

غرض تو مجھ سے مامون مت ہو جانا کیونکہ حادثات کثیر ہیں اور تم اسی کے ذریعہ بدلہ دو گے جسے تم حاصل کر رہے ہو۔

خط پڑھ کر حجاج نے جواب دیا اور آخر مضمون میں یہ لکھا کہ دو حکم میرے پاس آئے ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے زیادہ واضح ہے اور دوسرا سخت ہے ان میں سے جو واضح ہے اس کی تعمیل کے لیے مستعد ہوں اور جو دشوار ہے (یعنی سخت ہے) اس پر صبر کروں گا۔

جس وقت خلیفہ عبدالملک نے جواب پڑھا تو کہا کہ ابو محمد میری دھمکی سے ڈر گیا اب میں اس کو تکلیف دہ بات دوبارہ نہیں لکھوں گا۔

حجاج بن یوسف کی عادت تھی کہ جب کوئی قاری اس کے پاس آتا تو خوب سوالات کرتا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حجاج کے پاس آیا تو حجاج نے اس سے سوال کیا کہ قرآن کریم کی اَمَّنْ هُوَ قَائِمٌ۔ الایہ سے پہلے کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ آیت ہے:-

قُلْ نَمَنَعُ بِكَفْرِكَ قَلِيلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔ (الزمر: ۸)

”آپ کہہ دیں کہ تو اپنے کفر سے کچھ نفع اٹھالے“ تو تابعیین جنہیوں میں سے ہے۔

یہ سن کر حجاج اتالا جواب ہوا کہ اس کی پوچھنے کی عادت ختم ہو گئی اور اس کے بعد پھر کبھی کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔

ایک مرتبہ حجاج نے عبدالرحمن بن اشعث کے شاگردوں میں سے کسی سے کہا کہ خدا کی قسم! میں تم سے شدید بغض رکھتا ہوں تو اس شاگرد نے جواب دیا کہ جو ہم میں سے سب سے زیادہ مبغوض ہو گا اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے۔

حجاج بن یوسف کے حالات میں یہ واقعہ بھی ہے کہ اولاً حجاج سپہ سالار روح بن زلفاع کے ماتحت تھا جو عبد الملک بن مروان کا وزیر تھا اور عبد الملک کا لشکر ان کا حکم نہیں مانتا تھا نہ اس کے کہنے سے لشکر تیار ہوتا تھا اور نہ پڑاؤ ڈالتا تھا۔ چنانچہ عبد الملک نے روح بن زلفاع سے لشکر کی شکایت کی۔ ایک دن روح بن زلفاع نے عبد الملک سے یہ عرض کیا۔ علی جہ میری فوج میں ایک شخص حجاج بن یوسف ہے اگر آپ اسے سپہ سالار بنادیں تو لشکر آپ کا کتنا مانیں گے۔ آپ کے حکم سے وہ پابہ رکاب ہو جائیں گے اور پڑاؤ بھی ڈالیں گے۔

یہ سن کر عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو لشکر کا قائد بنادیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک مرتبہ عبد الملک پابہ رکاب ہوا تو لشکر والے بھی تیار ہو گئے لیکن روح بن زلفاع کے لشکر نے تیاری میں تاخیر کی۔ اچانک ان کے پاس سے حجاج بن یوسف کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ لشکر کھانے میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر حجاج نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے تم لوگ لشکر کے ساتھ کوچ کیوں نہیں کر رہے ہو؟ لشکریوں نے کہا آپ بھی ٹھہریئے ہمارے ساتھ کھانا کھائیے اور ابن الحناء گفتگو بند کرو (ابن الحناء کسی کی توہین کرنے کے وقت بولتے ہیں) حجاج نے کہا جو بات پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔ اس کے بعد حجاج نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور روح بن زلفاع کے گھوڑوں کی کونچیں کنوا دیں۔ خیمے جلوا دیئے۔ جس وقت روح بن زلفاع کو معلوم ہوا تو فوراً عبد الملک کے پاس گیا اور عرض کیا حضور والا حجاج نے آج جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے اس کا انصاف کیجئے۔ عبد الملک نے دریافت کیا کہ کیا ہوا تھا؟ روح بن زلفاع نے کہا کہ اس نے میرے غلاموں کو قتل کر دیا۔ گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں، خیموں کو جلادیا۔ یہ سن کر عبد الملک نے حجاج کو طلب کیا۔ جس وقت حجاج حاضر ہوا۔ عبد الملک نے کہا تمہارا برا ہو، آج تم نے اپنے بڑے روح بن زلفاع کے ساتھ کیا کیا؟ یہ سن کر حجاج نے جواب دیا۔

اے امیر المومنین میری قوت آپ ہی کی قوت ہے۔ میرا کوڑا آپ ہی کا کوڑا ہے۔ امیر المومنین کے لیے کیا ہے، آپ تو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے روح بن زلفاع کو دے سکتے ہیں۔ آپ میری لشکر کے سامنے دل شکنی نہ کیجئے۔ عبد الملک نے کہا ٹھیک ہے ایسا ہی کرتا ہوں۔ چنانچہ حجاج کا منشاء پورا ہو گیا۔ اسی دن سے حجاج مضبوط ہو گیا اور اس کا شر بڑھ گیا۔ وکان هذا اول ماعرف من كفائته اور یہ اس کی پہلی شرارت تھی جو کھل کر سامنے آئی۔

اس کے علاوہ حجاج بن یوسف کے اور بھی واقعات اور حیرت انگیز تقریریں مشہور ہیں۔

مہر دیکھتے ہیں کہ سفیان ثوری بحوالہ عبد الملک بن عمر قریشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوفہ کی جامعہ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور کوفہ والے ان دنوں بہترین زندگی گزار رہے تھے۔ ایک آدمی دس دس یا بیس بیس غلاموں کے ساتھ نکل رہے تھے۔ اچانک کسی نے یہ کہا کہ حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا گیا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حجاج عمامہ باندھے ہوئے اکثر منہ ڈھانکے ہوئے تلوار اور تیر و کمان لٹکائے ہوئے مسجد میں آیا اور منبر کی طرف بڑھنے لگا۔ لوگ اس کے قریب ہو گئے۔ حجاج منبر پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ یہ دیکھ کر لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے اللہ تعالیٰ بنی امیہ کا برا کرے اس جیسے شخص کو عراق کا گورنر بنادیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد عمیر بن خیال برقی نے کہا۔ کو تو میں لشکر کی ماموں۔ کسی نے کہا تھوڑی دیر ٹھہرو ذرا جائزہ لے لیں۔ جب حجاج نے لوگوں کے چہرے چڑھے ہوئے دیکھے تو اپنے چہرے کو کھول کر کھڑا ہو گیا اور حمد و ثناء کے بعد کہا۔

انا ابن جلا طلوع لہ الشایا ۛ
متی اضع العمامۃ تعرفونی
ترجمہ:- میں معاملوں کو کھول دینے والا اور پہاڑ اور ریتیلی زمینوں کی راہ و موڑ ہوں (یعنی میں ایک ایسا راستہ ہوں جس کے چڑھنے و اترنے کا راستہ واضح ہے) جب میں علامہ رکھ دوں گا تو تم پہچان لو گے۔
اس کے بعد کہا اے کوفیو! میں لوگوں کے سروں کو بالکل تیار دیکھ رہا ہوں۔ اب کھیتی کاٹنے کا وقت آ گیا ہے اور میں اس کا مالک ہوں اور میں عماموں اور ڈاڑھیوں میں خون دیکھ رہا ہوں۔

هذا اوان الشرفاشندی زیم
قد لفها اللیل بسواق حظیم
ترجمہ:- یہ شرفا زمانہ ہے بکریاں جمع ہو گئی ہیں جسے نہایت بے رحم چرواہوں کے ذریعہ رات نے یکجا کر دیا ہے۔
لیس براعی ابل و لاغیم
ولا بهजार علی ظھر وضم
ترجمہ:- وہ نہ اونٹ و بکری کا چرواہا ہے اور نہ گوشت کوٹنے والی لکڑی پر بیٹھا ہوا قصاب۔
اس کے بعد کہا

وقد لفها اللیل بعنصلی
اروع خراج من الدوی
ترجمہ:- بلاشبہ رات نے اسے بڑے ذیل و ڈول والے نہایت خوف ناک شخص کے ذریعہ جمع کیا ہے جو رنج و الم سے پاک ہے۔
مهاجر لیس
باعرابی
معلود للطعز ۛ بالعطی ۛ
ترجمہ:- مہاجر ہے کوئی دہقانی نہیں ہے۔ جو اپنے نیزے سے بار بار حملہ کرنے والا ہے۔
اس کے بعد پھر کہا

قد شمرت عن ساقها فشدوا
وجدت الحرب بکم فجدوا
ترجمہ:- جنگ نے اپنی پنڈلی کھول دی ہے (تیاری کھل ہو گئی ہے اور چھڑ گئی ہے) لہذا تم بھی تیار ہو جاؤ اور جنگ تمہارے اوپر سخت ہو گئی ہے لہذا تم کوشش کرو اور تیار کر لو۔
والقوس فیها وقرعود
مثل ذراع البکر او اشد
ترجمہ:- اور (اس) کمان میں جو اونٹ کے دستوں کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مضبوط و نہایت سخت تانت لگا ہوا ہے۔

اے اہل عراق! واللہ میں نہایت بیباک و نڈر ہوں، حوادثِ زمانہ سے ڈرتا نہیں اور نہ میں سانپ کی طرح پھلو بدلتا ہوں۔ میں نے بھانپ لیا ہے اور تجربات کی روشنی میں پرکھ لیا ہے۔ امیر المومنین ترکش سے تیر لگا چکے ہیں اور انہوں نے ترکش کی لکڑی کو خوب جانچ لیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے تلخ ترین پایا اور توڑنے کے لیے سخت ترین پایا۔ اور تیر پھینکنے کی جگہ دور پائی۔ چنانچہ انہوں

ۛ اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ میں مشکل امور میں غالب آئے والا ہوں اور امور میں تجزیہ کار اور اچھا تدبیر کرنے والا ہوں۔ ۛ
ۛ یہ اشعار سیم بن وائل الریاحی کے ہیں۔ لین () نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے مگر ڈی سلین نے پہلے مصرعہ کا ترجمہ یہ کیا ہے ”میں جلد کا بیٹا ہوں پہاڑیوں پر چڑھنے والا۔“ (ج)
ۛ العطی: الخط (المامہ) کانزہ (ج)

نے مجھے تمہارا حکمران بنا دیا۔ اس لیے کہ تم نے فتنہ انگیزی کافی کر لی ہے اور راہِ راست سے الگ ہو چکے ہو۔ خدا کی قسم! میں تمہیں نازک عورت کی طرح باندھ دوں گا اور تمہارے اونٹوں کی طرح تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ تمہارا حال تو بالکل ان بستی والوں کی طرح ہو چکا ہے جو آرام و چین کی زندگی گزار رہے ہوں اور انہیں ہر چیز کی فراوانی ہو۔ اس کے باوجود وہ خدا کی نعمتوں کی قدر دانی نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کرتوتوں کی وجہ سے پھینچ کر پھٹکڑی بنا دیتا ہے۔

عراقیو! یاد رکھو جو میں کہہ دیتا ہوں پورا کرتا ہوں جو ارادہ کر لیتا ہوں کر گزرتا ہوں۔ قسم کھا لیتا ہوں تو پوری کرتا ہوں۔ امیر المومنین نے مجھے تم لوگوں کو عطیات دینے پر مامور فرمایا ہے اور میں تمہیں تمہارے دشمن مہلب بن ابی صفرة کو جنگ کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اس کے بعد خدا کی قسم عطیہ لینے کے بعد اگر کوئی شخص میری خلاف ورزی کرے گا تو میں تین دن کے بعد اس کی گردن اڑا دوں گا۔“

حجاج بن یوسف نے لیچر دینے کے بعد غلام کو حکم دیا کہ اب امیر المومنین کا خط پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ اس نے پڑھا۔ ”یہ خط امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی طرف سے کوفہ کے رہنے والوں کے نام ہے۔“ السلام علیکم! یہ سننے کے بعد کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد حجاج نے کہا غلام ذرا ٹھہر جاؤ۔ اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ امیر المومنین کا سلام تم لوگوں کو پہنچایا گیا لیکن تم لوگوں میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ یہ تو ابنِ سمیہ سلمہ کا رواج اور طریقہ ہے۔ خدا کی قسم میں تمہیں ادب سکھا دوں گا۔ یا تو پھر تم لوگ سیدھے ہو جاؤ گے۔“

اس کے بعد حجاج نے غلام سے خط آگے پڑھنے کو کہا۔ جب غلام نے پھر دوبارہ خط شروع سے پڑھا۔ تو ابھی اسلام علیکم تک نہیں پہنچا تھا کہ مسجد کے ہر شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے علی امیر المومنین السلام (امیر المومنین پر سلامتی ہو) اس کے بعد حجاج نے منبر سے اتر کر لوگوں میں عطیات تقسیم کرنا شروع کر دیے اور لوگ لینے لگے۔ آخر میں ایک بوڑھا کپکپاتا ہوا آیا اور اس نے عرض کیا حضور علی جاہ! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں کتنا ضعیف و ناتواں ہوں اور میرا ایک طاقتور لڑکا ہے جو سفرو اسفار کے قاتل ہے آپ اسے میری جگہ پر لے جائیں۔

یہ سن کر حجاج نے کہا اے شیخ تمہاری منشاء کے مطابق ایسا ہی کریں گے۔ جب وہ حجاج کے پاس سے چلا گیا تو کسی نے حجاج سے کہا۔ حضور علی جاہ! آپ جانتے ہیں کہ یہ کون تھا؟ حجاج نے کہا نہیں، تو اس نے بتایا کہ یہ عمیر بن صابی برجمی ہے جس کے والد نے یہ شعر کہا ہے۔

هممت ولم افعل و کدت وليتي ترکت علی عثمان نیکی حلالہ

ترجمہ:- میں نے چاہا مگر نہیں کر سکا اور قریب تھا کہ میں کر لوں، بلاشبہ میں عثمان پر اس کی بیویوں کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔“ جس دن سیدنا حضرت عثمانؓ گھر میں شہید کر دیئے گئے تھے اس دن اسی بوڑھے نے ان کے شکم مبارک کو روندنا اور دوپٹیلوں

۱۔ مافقع لی بالشنان: ”پرانے اور بکاہہ مشکیزوں کو کھڑکا کر اور آوازیں پیدا کر کے مجھے ڈرایا نہیں جاسکتا۔“ ایک عربی عمارہ ہے۔ (ج)

۲۔ فرائد عن ذکاء: مجھے اس عمر تک اچھی طرح آزمایا گیا ہے۔

۳۔ ابن سمیہ: زیاد بن ابی جو کہ ناجائز اولاد تصور ہوتا تھا۔ سمیہ اس کی ماں کا نام تھا۔ (ج)

کو توڑ ڈالا تھا۔ یہ سن کر حجاج نے کہا کہ اس بوڑھے کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ بوڑھا آیا تو حجاج نے اس سے کہا اے بوڑھے سیدنا عثمانؓ کے قتل کے دن تو نے اپنے بدلے کسی اور کو کیوں نہ بھیج دیا۔ یقیناً تیرے قتل کرنے میں مسلمانوں میں اصلاح اور درستگی پیدا ہوگی۔ اس کے بعد حجاج نے محافظوں کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دیں۔

تشریح: ابن جلا سے مراد معاملہ کو کھول دینے والا ہے۔ لفظ جلا غیر منصرف ہے۔ فعل کی نیت کر کے حکایت کر دی گئی ہے اور جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو اس وقت فعل صرف حکایتی ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ تم کو کہ میں نے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ بڑھی تو یہ سابقہ واقعہ کی حکایت ہے بلکہ مبتداء خبر بھی حکایتی ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر آپ کہیں کہ قرأت الحمد للہ رب العالمین چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

وَاللّٰهُ مَا زِلْدُ بِنَامِ صَاحِبُهُ۔

”واللہ زید کا ساتھی سویا ہوا نہیں ہے۔“

انا ابن جلا: یہ شعر سحیم بن وشیل ریاحی کا ہے۔ حجاج نے محض اپنے کو تشبیہ دینے کے لیے پڑھا۔ طلاع الثنایا: اس کا واحد تشبیہ ہے۔ یہ پھاڑیا ریتلے میدان کے راستہ کو کہتے ہیں۔ عربی میں اسے بہادر کہتے ہیں۔ یعنی میں ایک ایسا راستہ ہوں جو پھاڑوں کی بلندیوں اور سنگلاخ وادیوں سے گزر چکا ہوں۔ جیسے کہ ورید بن صمہ نے اپنے بھائی عبداللہ کا مرثیہ کہتے ہوئے لب کشائی کی ہے۔

کمیش الازار خارج نصف ساقہ
بعید من السوات طلاع انجد
ترجمہ:- تہ بند سمیٹنے والا (یعنی پھرتیلا ہے) اس کی آدمی پنڈلی کھلی ہوئی ہے۔ فواحش و عادات بد سے دور اور مشکل امور پر غالب آنے والا ہے۔ نجد بلند زمین اور ٹیلے کو کہتے ہیں۔

حجاج نے انی لاری و نو ساقدا انیعت سے مراد یہ لیا ہے کہ لوگوں کے سرپک گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انیعت الثمرة انیاعا۔ پھل پک گئے، پھل پک جانے کے وقت بھی یہ کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:
اَنْظُرُوا اِلَى ثَمَرِهِ اِذَا اَنْثَمَرَوْا وَيَنْعَبُ۔ پھل پکنے کے لیے ثمر اور بیج دونوں استعمال ہو سکتے ہیں۔
ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو احوص کی جانب منسوب کرتے ہیں اور بعض لوگ یزید بن معاویہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ولہا	بالما	طرون	اذا	اکل	النمل	الذی	جمعا
حرقة	حتى	اذا	ارتفعت	سكنت	من	خلق	نبعا
فی	قباب	عندد	سكرة	حولها	الزيتون	قدینعا	

ترجمہ:- اور بارش جس وقت چیونٹیوں کو ختم کر دے اور اس ذخیرہ کو بھی جو انہوں نے جمع کیا تھا اور ایک لپٹ جب کہ وہ لپکے اور پھر اسے پانی سے بجھادیا جائے، بلند منارہ جو کہ ایک محل کے قریب ہے اور اس کے ارد گرد زیتون کے پھل ہیں جو گدرا گئے۔“
شاعر کا قول فاشدئی زیم گھوڑا یا اونٹنی ہے (بطور مفعول استعمال کیا گیا ہے) غالباً یہ شعر حطیم قیس کا ہے اور قد لفھا اللیل بسواق حطیم میں حطم سے وہ شخص مراد ہے جو پیٹھ اور سب کچھ چٹ کر جانے والا ہو۔ اسی طرح حطم تیز آگ کو کہتے ہیں۔ علی ظہر و ضم الوضم ہر اس لکڑی یا چٹائی کو کہتے ہیں جس پر گوشت کو مٹی سے بچانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

ولفتیان صدق حسان الوجو ہ لایجدون لشی ءالم
ترجمہ: خوب صورت چہرے والا سچا لڑکا ہے اسے کسی چیز کا غم نہیں ہے۔

من ال المغيرة لایشهدو ن عند المجازر لحم الوصنم
ترجمہ: مغیرہ کی آل و اولاد میں سے ہے جو بوچڑ خانے میں لکڑی پر رکھے ہوئے گوشت کو نہیں دیکھتے۔
اور شاعر کا یہ قول قد لفہا اللیل بعصلبی سے مراد شدید غضب ناک یا بڑے ذیل ڈول والے مضبوط مرد کو کہتے ہیں اور
خراج من الدوی رنج و آلم سے محفوظ آدمی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح صحراء دویۃ سے مراد جنگل و چٹیل میدان ہے۔ چنانچہ طہیۃ
شاعر نے کہا ہے۔

وانی احدثت والد و بینی و بینہا وما خلعت ساری الدو باللیل یہتدی
ترجمہ: میں چلا اور آہٹ ہمارے اور اس کے درمیان تھی اور اس آہٹ کے ساتھ چلنے والا برابر رات میں صحیح راستہ ڈھونڈتا رہا۔
داوید اس بڑے جنگل و بیابان کو کہتے ہیں جہاں رات میں آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور جھٹل میدان میں اونٹوں کی ٹاپ
اور اس کی آہٹ پھیل جاتی ہے۔ جاہلین عرب کے عقیدہ کے مطابق اس قسم کی آواز جنوں کی بھنبھناہٹ سے پیدا ہوتی ہے۔
والتوس فیہا و نرعد۔ شدید کے معانی میں ہے۔ بعض نے عرد کی جگہ عرند بھی پڑھا ہے۔
حجاج بن یوسف کا یہ جملہ انی واللہ ما یقع لی بالشنان۔ شن کی جمع ہے، خشک کھال کو کہتے ہیں۔ خشک کھال کی حرکت سے
جو آواز پیدا ہوتی ہے اس سے اونٹ بدک جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی سے حجاج نے اپنے لیے بطور ضرب المثل کے استعمال کیا ہے۔ تاہم
ذبیانی کہتا ہے۔

کانک من جمال بنی افیش یقعع بین رجلہ بشن
ترجمہ: گویا کہ تم ہوا قیس کے شترانوں میں سے ہو کر جس کے دونوں پاؤں کے درمیان واقع کھال کی آواز سے اونٹ بدک جاتے
ہیں۔

ولقد فدرت عن ذکاء۔ (میں بڑھاپے سے بھاگا) ذکاء تیزی کو کہتے ہیں۔ تیزی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بڑھاپے میں پیدا
ہوتی ہے۔ دوسری حدت قلب سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں قیس بن زہیر عیسیٰ کا قول ہے جذی المزکیات غلاب
(ذکواتیں شب سے اچھل کر باہر آگئیں۔)
اور زہیر کا شعر ہے۔

یفضله اذا اجتهدا علیہ تمام السن منه والذکاء

ترجمہ: اس کی تیزی اور بڑھاپا اسے دوسروں پر ترجیح دیتی ہے بشرطیکہ وہ کوشش کریں۔

فعجم عیدانہا عودا عودا۔ کسی چیز کی سختی اور نرمی معلوم کرنے کے لیے جب اس چیز کو چباتے ہیں تو اس کو عجم کہا جاتا ہے۔
عجمت العود لکڑی کی سختی معلوم کرنے کے لیے دانت سے چبانا اور کاٹنا۔ اسی طرح ہر شے کو عجم کہتے ہیں۔ عجم، عجم پر زہر پر
سکون پڑھنا غلط ہے۔ چنانچہ اعمش کہتا ہے۔

وجذعانہا کل قیظ العجم

”اس کا بچہ اٹھائی ہوئی گھٹلی ہے۔“

حجاج کا یہ جملہ طالما اوضعتم فی الفتنة الابيضاع (ایضاح ایک قسم کی رفتار کو کہتے ہیں)

حجاج بن یوسف کے اور بھی واقعات ہیں طوالت کی وجہ سے ہم گریز کر رہے ہیں۔

حجاج کے انتقال کا واقعہ | ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب حجاج قریب المرگ ہوا تو اس نے ایک نجوی کو بلا کر یہ کہا کہ آپ کے علم میں کسی بادشاہ کے مرنے کا ذکر ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں ہے لیکن آپ کا نہیں ہے۔ حجاج نے کہا وہ کیسے؟ نجوی نے جواب دیا۔ میرے علم میں جو بادشاہ مرے گا اس کا نام کلیب ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا ہاں میں ہی ہوں۔ خدا کی قسم میری ماں نے میرا نام کلیب ہی رکھا تھا۔ چنانچہ حجاج نے وصیت کی اور مریض ہونے کی حالت ہی میں یہ اشعار پڑھے۔

یا رب قد حلف الاعداء و اجتهدوا ایمانہم اننی من ساکن النار

ترجمہ:- اے پروردگار دشمنوں نے قسم کھا رکھی ہے اور کوشش میں ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ میں جہنمی ہوں۔“

ایحلفون علی عمیاء ویحہم ماظنہم بعظیم العفو غفار

ترجمہ:- کیا وہ جمالت کی وجہ سے قسم کھا رہے ہیں ان کا برا ہو وہ کیا گمان کرتے ہیں اس عظیم ذات سے جو عفو و درگزر اور مغفرت کرنے والی ہے۔“

حجاج بن یوسف کا انتقال ۵۰ھ میں ولید کے عہد خلافت میں شرواط میں ہوا اور اسی شہر میں دفن بھی کیا گیا۔ اس کی قبر کا نشان مٹا کر پانی بہا دیا گیا۔ جس وقت اس کا انتقال ہوا تو کسی کو اس کا علم نہیں ہو سکا تو ایک باندی شعر پڑھتے ہوئے آئی اس وقت لوگوں کو حجاج کے انتقال کا پتہ چلا۔

الیوم یرحمنا من کان یغبطنا و الیوم یتبع من کانوا لنا تبعاً

ترجمہ:- جو ہم پر رشک کرتے تھے آج وہ ہم پر رحم کریں گے اور جو ہمارے متبع تھے آج ہم ان کی اتباع کریں گے۔“

ذہبی اور ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جنگ کے علاوہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو قتل کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی اتنی ہی مقدار کی تشریح کی ہے۔ اور حجاج کے قید خانہ میں ۵۰ ہزار مرد اور ۳۰ ہزار عورتیں جان بحق ہو گئے تھے جن میں سولہ ہزار لڑکیاں کنواری تھیں۔ حجاج عورتوں اور مردوں کو ایک جگہ قید کرتا تھا۔ حجاج کے انتقال کے بعد قید خانہ کا جائزہ کیا گیا تو ۳۳ ہزار آدمی بے گناہ قید تھے جن کے اوپر نہ قطعید تھا اور نہ سولی دیئے جانے کے مستحق تھے۔

ابن عساکر لکھتے ہیں کہ سلیمان عبدالملک نے حجاج کے قید خانے سے اس کے مرنے کے بعد تمام مظلومین کو رہا کر دیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک دن میں ۸۰ ہزار آدمی رہا کیے گئے اور بعض نے رہا ہونے والوں کی تعداد ۳ لاکھ لکھی ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ حجاج کا قید خانہ بلا چھت کے تھا۔ گرمیوں میں سورج کی تپش سے بچنے اور سردیوں میں بارش سے حفاظت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ سنگ مرمر کی صرف کوٹھڑیاں تھیں۔ حجاج قیدیوں کو طرح طرح کی سزائیں دیتا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حجاج نے اپنے فشی سے ایک دن دریافت کیا کہ ہم نے الزام لگا کر کتنے لوگوں کو قتل کیا ہے فشی نے جواب دیا ۸۰ ہزار۔ حجاج بن یوسف ۲۰ سال تک عراق کا گورنر رہا۔ کل ۵۳ سال کی عمر پائی۔

حجاج بن یوسف جمعہ کے دن سوار ہو کر جمعہ کی نماز کے لیے جا رہا تھا تو اس نے قیدیوں کی چیخ و پکار سنی۔ اس نے لوگوں سے

پوچھا یہ کس چیز کی آواز ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ قیدیوں کی چیخ و پکار ہے انہیں تکالیف و بھوک کی شکایت ہے۔ یہ سن کر حجاج قید خانہ کے ایک گوشہ میں گیا اور قرآن کریم کا یہ جملہ کما اخسوا فیہا ولا تکلمون (مومنون ۱۰۸) اس کے بعد پھر حجاج کو اگلا جمعہ پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی (یعنی مرض الوفات میں مبتلا ہو گیا)

دمیری کہتے ہیں کہ میں نے ابن خلکان کی وفیات الاعیان کے حاشیہ میں بعض مشائخ کے حوالہ سے یہ پڑھا ہے کہ اس جملہ کے استعمال کرنے یا بہت سی باتوں کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے بعض علماء نے کفر کا فتویٰ لگادیا۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ حجاج پر کفر کا فتویٰ اس لیے بھی لگایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو جناب رسول اللہ ﷺ کے حجرہ مبارک کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ تم لوگ بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو۔ (الکامل المبرور)

دمیری کہتے ہیں کہ کفریہ سلسلہ قول یہ ہے کہ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ پر کذب کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس لیے کہ صحیح روایت میں ہے:-

سلسلہ حجاج پر کفر کا فتویٰ اس وقت کے علماء نے اس وجہ سے لگایا تھا کیونکہ وہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور عقیدہ حیات بعد الموت کا منکر تھا۔ اوپر جو اس کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں ان سے توہین رسول اللہ ﷺ ہوتی ہے اور دوسرے اس کا عقیدہ حیات بعد الموت سے منکر ہونا قرآن کریم کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ خود رسول اللہ ﷺ کے قول کے بھی منافی ہے کیونکہ قرآن کریم سے اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارک موت کے بعد بھی سلامت رہتے ہیں کیونکہ ان میں حیات ہوتی ہے۔ خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کے سلسلے میں منقول ہے کہ وہ صرف لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں ورنہ حقیقت میں تمام انبیاء حیات ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کریم سے اور احادیث سے ہم کچھ خاص خاص آیتیں اور احادیث لکھ رہے ہیں جن سے حجاج کے اس قول کی تردید ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ لگا اور یہ تمام آیات اور احادیث عقیدہ حیات بعد الموت کے منکرین کے لیے دلیل ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ اتَّخَذْنَا مَوْسَى الْكَذِبَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنَ الْقَوْلِ (الم سجدہ: ۲۳)

”اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی پس آپ ان کی ملاقات میں شک نہ کریں۔“

یعنی آپ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ضرور ہوگی۔ چنانچہ شب معراج میں تو آپ کی ملاقات بیت المقدس میں ہوئی اور پھر سلوی سفر میں آپ کے ساتھ نماز اور روزہ کی تعداد کے بارہ میں کئی دفعہ ملاقات ہوئی۔

قرآن عزیز نے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا:

بَلْ أَحْيَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُؤْذَنُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ (ال عمران: ۱۶۹)

”بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے“ وہ خوش ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔“

یعنی تم شہداء کو مردہ نہ کہو جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۳ میں ارشاد فرمایا ”اور نہ شہداء کو مردہ سمجھو“ جیسا کہ اس آیت میں ہے بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اوپر کلام پاک آیت سے شہداء کا مرتبہ اور ان کا زندہ ہونا ثابت ہے اور یہ بھی بات طے ہے کہ شہداء کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے بہت ہی کم ہے بلکہ ان کو یہ درجہ اور فضیلت بھی انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعلیمات پر یقین کی وجہ سے حاصل ہوئی کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ارشادات پر یقین رکھتے ہوئے ان کے تحفظ میں اپنی جان تو دے دی مگر ان کی تعلیمات کو نہ چھوڑا تو جب شہداء کو مردہ سمجھنے اور مردہ کہنے سے قرآن کریم

نے روکا اور یہ بھی واضح فرمایا ”بل احياء“ کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے:-

”اور جب قرآنی ارشادات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ شہید لوگ زندہ ہیں اور یہی بات عقل سے بھی بادل ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بلند و بالا ہے تو ان کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہو گئی۔“

(۳) قرآن حکیم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ جب ان کی ناسوتی موت کا وقت آیا تو ان پر موت طاری کر دی گئی۔ مگر ان کا جسم اسی طرح لاشی کے سارے پر ایک سال تک کھڑا رہا اور وہ مٹی کی دست برد سے محفوظ رہا۔

ارشاد قرآنی ہے:-

فَلَمَّا قُضِيَ تَعَالِيهِ الْمَوْتُ مَا دَلَّ لَهُمْ عَلَىٰ مَوْجِبِهِ إِلَّا ذَاتُهُ الْأَرْضُ فَأَنكَلُ مِنْهَا رُجُوعَهُ (النبأ: ۱۳)

”پھر جب ہم نے ان پر موت کا فیصلہ کر دیا تو ان کی موت کی خبر جناب کو نہ دی گئی مگر گھن کے کیڑے نے جو کھاتا رہا ان کے عصاء کو۔“

غور کی بات یہ ہے کہ گھن کے کیڑے اور دوسرے کیڑوں کوڑوں کے سامنے دو چیزیں تھیں ایک تو گوشت و پوست کا بدن اور ایک خشک لکڑی کی لاشی، ظاہر ہے کہ گوشت کو تو جلدی کیڑا لگ جاتا ہے۔ چونکہ چھٹ جاتی ہے۔ بدن کی رنگت بدل جاتی ہے مگر خشک لکڑی کو تو کیڑے نے کھالیا لیکن نبی علیہ السلام کے بدن کو چھو بھی نہ سکا۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے جو حیات بعد الموت کے لیے دلیل ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:-

فَأَمَّا اللَّهُ فَمَا بَعْدَ غَايِهِ إِنَّهُ يَحْشُرُ الْوُجُوهَ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْأَمْرَ الْغَايِبَ وَمَنْ يَتَّبِعْ الْأَمْرَ الْغَايِبَ دُورًا فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيهِمْ يَوْمَئِذٍ يَكُونُ لَكُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (البقرہ: ۲۶۹)

”سو اللہ تعالیٰ نے اس (عزیر علیہ السلام) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا پھر پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب دیا ایک دن رہا ہوں گایا ایک دن سے بھی کم“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے“ تو اپنے کھانے کی اور پینے کی چیز کو دیکھ لے کہ نہیں گلی سزی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لیے بنادیں اور اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کر ہم ان کو کس طرح ترتیب دیے رہے ہیں۔ پھر ان گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ پھر جب یہ کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہہ اٹھا کہ بے شک میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

(۱) اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ موت فناء کا نام نہیں ہے ورنہ سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد دوبار زندگی عطا کرنا کیا مطلب رکھ سکتا ہے۔

(۲) نبی علیہ السلام کا بدن بلا کسی محافظہ اور نگران کے اس مٹی پر پڑا رہا جس میں آپ کے گدھے کی ہڈیاں اور گوشت پوست گل سڑ گیا ہے۔

(۳) اسی طرح وہ کھانا جو آپ کے بدن کا جزو تھا وہ بھی سو سال تک صحیح رہا۔ اس میں نہ تو تبدیلی پیدا ہوئی اور نہ اس کی مقدار کم ہوئی اور نہ کسی چیز نے اس کو چھوا۔ اس واقعہ میں کتنی صاف دلیل ہے حیات الانبیاء اور عظمت انبیاء کی۔

اور اسی طرح قرآن عزیز میں اصحاب کف کا واقعہ موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:-

وَلْيَسْأَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ فَلَا تَمَانِيَةَ فِيهِمْ وَإِذَا دُاعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِمْ لَمْ يَأْتُوا إِلَّا بِغُلُوبٍ (الکہف: ۲۵)

”اور وہ اپنے غار میں تین سو سال تک ٹھہرے“ تو بڑھاکر (۳۰۹)۔“

اصحاب کف غار میں تین سو نو سال تک رہے مگر جب ان کو جگایا گیا تو انہوں نے کیا کہا کہ ابھی آئے تھے ”لبشنا یوما و بعد یوم“ ”ایک دن یا دن کا کچھ حصہ“ یہ گویا ان کی برزخی زندگی تھی مگر دنیاوی زندگی کے لحاظ سے تو وہ ۳۰۹ سال تک اس غار میں رہے۔ اگر ذرا بھی انصاف سے کام لیا جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر ان کے ناخن بڑھ گئے ہوتے یا کپڑے پھٹ گئے ہوتے یا بال بڑھ گئے ہوتے یا ان کے بدنوں میں اس قدر لمبا وقت گزرنے سے کوئی تبدیلی آتی ہوتی تو کیا وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ”ایک دن یا دن کا کچھ حصہ میں ٹھہرے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بدن پر کوئی تبدیلی ظاہر نہیں ہوئی۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حیات بعد الموت پر یقین نہ رکھنے والے غلطی پر ہیں اور گناہ کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ حیات بعد الموت کو سمجھانے کے لیے اب ہم چند ایسے واقعات بیان کرتے ہیں جو مستند ہیں۔

مشہور محقق امام ابو عبیدہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳ھ نے اپنی مستند کتاب ”کتاب الاموال“ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں سوس حج ہوا۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ وہاں کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت دانیالؑ کا جسد مبارک ایک عبادت گاہ میں پڑا ہوا ہے اور اس کے پاس کافی مال و دولت موجود ہے اور اس کے پاس ایک تحریر بھی موجود ہے کہ جس کسی کو مال کی ضرورت ہو میں سے لے جائے اور پھر ضرورت پوری ہونے پر مال میں لاکر جمع کر دے ورنہ وہ کوڑھی ہو جائے گا۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے یہ حالت حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نبیؑ کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں اور سارا مال بیت المال میں جمع کر دیں (ص ۲۳۳)

دلیل۔ حضرت دانیالؑ حضرت مسیحؑ سے تقریباً ۷۰۰ سال پہلے گزرے ہیں اور حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت حضرت دانیالؑ سے ۱۳۰۰ برس بعد کا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت دانیالؑ کے بدن مبارک کو خداوند قدوس نے چودہ سو (۱۴۰۰) سال تک سلامت رکھا تاکہ لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں کہ نبی کی موت فناء کامل نہیں ہوتی بلکہ اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ چشمہ خلافت کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے کہ نجران کے ایک آدمی نے ایک کنڈر کھودا تو دیوار کے نیچے ایک مردہ نوجوان بیٹھا ہوا پایا جس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا تھا اور ایک انگلی میں انجمنی بھی تھی جس پر ”اللہ رمی“ لکھا ہوا تھا۔ نجران کے لوگوں نے اس واقعہ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا تو آپ نے فرمایا اس کو اسی حالت میں رکھا جائے۔ اس نوجوان کا نام عبداللہ التامر تھا اور یہ ان نوجوانوں میں تھا جو اصحاب الاخذہ کا شکار ہوئے تھے اور جن کا ذکر قرآن حکیم میں سورۃ البروج میں ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں جب میدان احد میں زیر زمین نمر کھودی گئی تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عمروؓ بن جوع کی فحش بالکل سلامت اس طرح نکلی کہ زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور جب ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہہ نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ وہیں جا کر چپک گیا۔

جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ جب امیر معاویہؓ نے نمر کھودنے کا ارادہ کیا تو لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے اپنے شہداء کو ہٹالیں تو جن لوگوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کی قبروں کو کھود کر وہاں سے نکلا تو وہ سارے کے سارے ایسے تھے جیسا کہ ابھی حقل دیا گیا ہو۔ ان کے بدن سے پانی نکل رہا تھا۔ ایک شہید کے پاؤں پر غلطی سے کدال لگ گئی تو تازہ خون بہہ نکلا۔ (مصنف جزم ص ۷۵۳ وفات الخواریج ج ۲ ص ۱۸) مشہور محدث و منظر علامہ ابن الجوزی نے اپنی مقبول کتب ”المنتظم“ میں کئی نادر واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں سے دو واقعات یہ ہیں۔

(۱) محمد بن یحییٰ ایک شخص فوت ہو گیا اس کو دفن کر دیا گیا۔ رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا اور دوڑا ہوا گر آ پھل۔ کافی زمانہ تک زندہ رہا اسے اسی وجہ سے بعد میں ”مسحامل کفنه“ کہا جاتا تھا (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اٹھا کر لے آیا۔

﴿۳﴾ اسی طرح ایک آدمی کے دفن کے بعد جب کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا۔ پھر کافی دن زندہ رہا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا جس کا نام مالک تھا۔ (ج ۶ ص ۱۸۳)

گمراہ کے ایک ولی اللہ صلح خانہ صدیقی کو گمراہ کے ظالم حاکم نے چھانی کا حکم دیا۔ جو خنی آپ کے گلے میں چھانی کا پھندا ڈالا گیا تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ آپ کا بدن زمین سے اٹھایا گیا اور روح پرواز کر گئی۔ مگر جب پھندا نرم ہونے کے بعد زمین پر بدن آگیا تو آپ کے بدن میں روح کا اعادہ ہوا اور آپ نے کلمہ شہادت کا باقی حصہ بھی پڑھ لیا۔ (زہد الخواطر ص ۱۰۲)

اسود عسی (جموئے نبی) نے ابو مسلم خولانی سے کہا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابو مسلم نے کہا کہ میں تیری بات نہیں سن رہا۔ پھر اسود عسی (جموئے نبی) نے کہا کہ گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ) تو ابو مسلم خولانی نے کہا بے شک میں سید دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہوں۔ اس پر اسود عسی نے حکم دے کر آگ جلائی۔ پھر اس آگ میں ابو مسلم خولانی کو ڈال دیا گیا۔ مگر لوگوں نے دیکھا کہ ابو مسلم زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں اور آگ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف کے جانے کے بعد جب ابو مسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو اپنے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بٹھا کر یوں فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے جس نے مجھے اپنی زندگی میں حضور ﷺ کا ایسا امتی دکھایا جس پر اللہ تعالیٰ نے وہی فضل فرمایا جو ابراہیم علیہ السلام پر فرمایا تھا۔“ (کتب التیوت از ابن تیمیہ مطبوعہ مصر ۱۳۳۶ھ ص ۲۶۵)

حدیث کبیر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام میں لکھتے ہیں:-

”فاعلم ان النبوة بداها الله تعالى بآدم عليه السلام ثم جعلها في ذريته ادم الثاني وهو نوح عليه السلام ثم جعلها في ذريته ابراهيم عليه السلام وحصرها بعده في نسله فقال تعالى وجعلنا في ذريته النبوة والكتاب ثم جعلها شعبتين شعبة بنی اسرائيل فبعث منهم رسلا وانبيا تترى الى ان ختمها بعيسى عليه السلام ورفعها حيا وشعبة بنی اسفعليل وبعث منه على دعوة ابراهيم خاتم الانبياء نبينا صلى الله عليه وسلم وقضى له سيادة بنی آدم كلهم ولا فخر ولا عزة لواء الحمد ولا فخر وامان نبی يومئذ ادم فمن سواه الاتعت لوائه وقد اخذ الله الميثاق للنبيين الى منهم بنصرتهم ان اذا كوا زمانه وقد ادر كوه في المسجد الاقضى - الخ (عقيدة الاسلام طبع اول ص ۱۵) والواجب ان المراد انه اخذ الميثاق من سائر الانبياء في حق نبينا صلى الله عليه وسلم واللام النبيين للاستطراق (ص ۱۷)

عبارت بالا کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کا مقدس سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان میں رکھا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اس سلسلہ نبوت کو مخصوص فرمایا۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی رسول اور نبی تشریف لائے وہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی ہوئے ہیں۔ ایک شاخ سے بنی اسرائیل ہوئے یعنی بنی حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے جن کے آخری نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اسی جسم کے ساتھ اٹھالیا ہے اور دوسری شاخ (اولاد اسماعیل علیہ السلام) سے سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا قبور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہ السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ آخری نبی پر ایمان لائیں گے اور ان کے دین کی مدد کریں گے۔

﴿الف﴾ وہ آخری نبی ان سب انبیاء علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ وہ ان سب نبیوں کی رسالت اور نبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور تصدیق کرنے والا اعلیٰ اور افضل ہوتا ہے۔

(ب) سب انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ شاید بیت المقدس کو اس قیادت کے عملی ظہور کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہو کہ بیت المقدس انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ رہا ہے تو عملاً یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ اب سیادت اور قیادت امام الانبیاء کو حاصل ہو چکی ہے۔

(ج) ایمان کا علم اور عملی اطاعت کی تصدیق یہ سب امور حیات الانبیاء کے لیے دلیل ہیں۔ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق احادیث اس قدر زیادہ روایت کی گئی ہیں کہ ان کو توڑ کا درجہ حاصل ہے۔ بہر حال چند معتبر اور مشہور کتب سے چند احادیث ترجمہ کے ساتھ درج ہیں۔ سب طوالت تشریح سے گریز کرتے ہیں۔

(۱) الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون

”انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔“

حدیث کبیر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تشریح کی ہے کہ یہ روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے اور صحیح ہے۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۱۷۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتيت على موسى ليلة اسرى بهي عند الكشيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔

”سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں (جو کہ لال رنگ کی نیلے

کے پاس ہے) کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔“

اس حدیث میں پوری تفصیل کے ساتھ آپؐ نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں تو ثابت ہے کہ کھڑا ہونا تو بدن کا خاصہ ہے اور روح کے لیے کھڑا ہونا یا بیٹھنا نہیں ہو سکتا۔

”جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر

نماز پڑھ رہے ہیں اور اچانک میں نے دیکھا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام بھی نماز پڑھ رہے ہیں آپ شکل و شبابت میں عروہ بن مسعود ثقفی صحابی کے

مشابہ ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی کھڑے ہیں اور میرے مشابہ ہیں۔“

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ موت فناء کا نام نہیں ہے بلکہ دوسرے جہان کے لیے تیاری کا زمانہ و مکان ہوتا ہے اسی لیے موت کی ولادت ثانیہ

(دوسری پیدائش) کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب عام میں موت پر ”انتقال“ کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ موت کے بعد انسان معدوم محض لاشی نہیں ہو جاتا

بلکہ ایک دوسرے جہان کو منتقل ہو جاتا ہے اور وہاں کے مطابق اسے حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض کم فہم لوگ موت کو اس فناء کا نام دیتے ہیں جس پر ایک

انسان موت کے آنے پر جس طرح صلفہ زمین سے اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ مٹی میں مل کر یا آگ میں جل کر لاشی اور معدوم محض بن جاتا ہے حالانکہ یہ عقیدہ

قرآن و حدیث اور اسلامی عقائد کی رو سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ موت اسی طرح خداوند تعالیٰ کا ایک امر ہے جیسا کہ ”حیات“ اللہ کا امر ہے۔ حیات اور موت

دو مستقل حقیقتیں ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

خلق الموت والحياة (المک ۲)

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پہ یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم اطہر کو کھائے۔“ (رواہ

ابوداؤد)

ابو جعفر داؤدی نے انبیاء کے ساتھ مزید شہداء علماء اور مؤذنوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن یہ اصطلاح حدیث میں زیادتی غریب ہے۔ امام سیبلی کہتے ہیں کہ داؤدی فقہاء اور علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے حجاج کے مرنے کے بعد حجاج کو خواب میں دیکھا کہ وہ سڑا ہوا مردوں کی طرح پڑا ہوا ہے۔ امیر المومنین نے حجاج سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے جتنے بھی لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ہر مقتول کے بدلے میں مجھے ہر مرتبہ قتل کیا گیا ہے۔ ہاں البتہ مجھے سعید بن جبیر تنہا شخص کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔ پھر سوال کیا کہ اب تم کس کا انتظار کر رہے ہو۔ اس نے جواب دیا موحدین جس چیز کا انتظار کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کفر کا فتویٰ بے جا لگایا گیا ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج توحید پر مرا ہے۔ (خدا ہی اس کے حالات سے زیادہ واقف ہیں۔)

اشکال اور اس کا جواب | اگر کسی کے دل میں یہ غلبان پیدا ہو کہ اللہ جل شانہ نے حجاج بن یوسف کو ہر مقتول کے بدلہ میں ایک ایک دفعہ قتل کیا ہے سوائے سعید بن جبیر کے کہ ان کے قتل کی پاداش میں حجاج کو ستر مرتبہ قتل کیا ہے اس کی کیا حکمت ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن زبیرؓ صحابی رسولؐ تھے، ان کو بھی حجاج نے تہ تیغ کر دیا تھا اور سعید بن جبیرؓ تابعی تھے اور یہ اہل سنت کا طبعی عقیدہ ہے کہ صحابیؓ تابعیؓ سے افضل ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حجاج نے جس وقت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کیا تھا اس وقت بہت سے جلیل القدر صحابہ موجود تھے جو اپنی مثال آپ تھے۔ جیسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، انس بن مالکؓ وغیرہ۔ لیکن جس وقت سعید بن جبیرؓ کو قتل کیا گیا اس وقت اس دور میں ان جیسے بے نظیر عالم موجود نہیں تھے۔ اور دیگر علماء مصنفین نے تصریح کی ہے کہ جس وقت سیدنا حسن بصری کو سعید بن جبیرؓ کے قتل کی خبر ملی اس وقت حسن بصری نے فرمایا کہ سعید بن جبیر کے قتل کا حادثہ ایسے نازک وقت میں پیش آیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک مخلوق خدا ان کے علم و دانش کی محتاج تھی۔ بس اسی لیے حجاج بن یوسف سعید کے قتل کرنے کی وجہ سے مزید قتل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سعید بن جبیرؓ کے قتل کا واقعہ لبوة (شرنی) کے عنوان میں آجائے گا اور عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کا واقعہ باب الف او زنة (بڑی بلخ) کے عنوان میں گزر چکا ہے۔

﴿اللہ نے موت و حیات کو پیدا فرمایا۔﴾

یعنی موت بھی ایک وجودی حقیقت ہے جیسا کہ پیدائش اور حیات ایک وجودی صفت ہے۔ اس لیے حیات بعد الموت کے عقیدہ اور حیات انبیاء علیہم السلام کے عقیدہ کے منکرین واقعی کافر ہیں۔ کیونکہ حیات بعد الموت کا عقیدہ اور حیات انبیاء (یعنی تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں بحسب عصری زندہ ہیں) اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

ضرب الامثال | اہل عرب کہتے ہیں:

فلان اعلم من تیس بنی حمان۔ (حارِ زہر ہے) فلاں آدمی بنو حمان کے بکرے سے زیادہ قابل ہے۔
 واقعہ یوں پیش آیا ہے کہ بنو حمان کا بکرا ستر بکریوں پر جفتی کے لیے چڑھا تھا۔ حالانکہ بکرے کی رگ پھٹ گئی تھی، اسی دن سے بنو حمان فخر کرتے تھے اور تیس (بکرے) ہی کے لیے 'سند' (جفتی کرتا) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔
 ابن جوزی لکھتے ہیں کہ قبیلہ مزنیہ کے لوگوں نے ابو حسان انصاری کو قید کر لیا تو یہ لوگ فدیہ میں صرف جنگلی کھیرے ہی کو مانگ رہے تھے یہ سن کر ابو حسان انصاری کی قوم غضب ناک ہو گئی اور انہوں نے کہا کہ ہم ایسا بالکل نہیں کریں گے۔ آخر کار جو فدیہ مانگ رہے تھے دینا پڑا۔ تو جس وقت وہ لوگ جنگلی بکرے لے کر آئے تو انہوں نے یہ کہا کہ انہیں ان کے بھائی کو دے کر اپنے بھائی کو چھڑا لو۔ اسی دن سے مزنیہ کا نام تیس پڑ گیا۔ چنانچہ مزنیہ کا یہ لقب پڑ گیا جو ان کے لیے معیوب سمجھا جانے لگا۔ (کتاب الاذکیاء)
 جنگلی بکرا خچر کی طرح بدبودار ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کھانسی آتی ہو یا چوتھیا بخار میں مبتلا ہو تو اس کی ڈاڑھی باندھنے سے دونوں شکایت دور ہو جاتی ہیں۔

- جس آدمی کی تلی بڑھ گئی ہو، وہ اپنے ہاتھ سے اس بکرے کی تلی کاٹ کر جس گھر میں وہ رہتا ہو اس میں باندھ کر لٹکا دے۔ جس وقت تلی خشک ہو جائے گی تو تلی کا جھٹلا آدمی درست ہو جائے گا اور درد جاتا رہے گا۔
 - جس کے کان میں درد ہو رہا ہو تو بکرے کا جگر کاٹنے وقت جو رطوبت نکلتی ہے اگر اسے کان میں نکال لیا جائے تو درد جاتا رہے گا۔
 - اس کے نٹھے باریک کر کے پینے سے قوتِ پاہ میں تیزی اور اشتعال پیدا ہوتا ہے۔
 - اس کے پیشاب کو جوش دے کر گاڑھا ہو جانے کے بعد برابر چینی ملا کر جب فی الحمام میں لگانے سے شکایت دور ہو جاتی ہے۔
 - اگر کوئی بچہ زیادہ روتا ہو تو اس کی بیٹنی سر کے نیچے رکھنے سے رونے کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔
- اور بھی بہت سے فوائد ہیں جس کا تذکرہ معزز (بکری) کے عنوان میں آجائے گا۔

باب الثاء

ثاغیة

بھیڑ۔ اہل عرب کہتے ہیں مالہ ثاغیة ولا راغیة۔ نہ اس کے پاس کوئی بھیڑ ہے نہ اونٹنی ہے۔ یعنی اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں مالہ دقیقة ولا جلیلة۔ اس کا بھی مفہوم یہی ہے۔ دقیقہ بکری کو اور جلیلہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔

ثرملة

ثرملتہ۔ مادہ لومڑی کو کہتے ہیں۔ تفصیل ثعلب (لومڑی) کے بیان میں آجائے گی۔

ثعبان

ثعبان۔ لہ ہر بڑے سانپ کو کہتے ہیں چاہے نہ ہو یا مادہ ہو جمع ثعابین آتی ہے۔ ثعبہ ایک قسم کے گرگٹ کو کہتے ہیں جس کی تفصیل باب داؤ وزغ (گرگٹ کے عنوان میں آجائے گی)۔

جاہظ کہتے ہیں کہ اژدہ زیادہ تر مصر کے علاقے میں ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کسی علاقے میں نہیں ہوتے۔ اس لیے اللہ جل شانہ نے عصائے موسیٰؑ کو اژدہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:-

فَالْقُلُوبُ غَصَاهُ فَأَذَاهُمُ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ (القرآن)

”تو انہوں نے ڈال دی اپنی لامٹھی تو اچانک وہ واضح اژدہ بن گیا“

یعنی عصاء کو اللہ جل شانہ نے اژدہ بنا دیا تھا۔ (کتاب الامصار و تقاضل البلدان)

عبداللہ بن جدعان کا واقعہ

عبداللہ بن جدعان ابتداء مفلس اور غریب آدمی تھے۔ اس کے باوجود نہایت شریر اور مفسد تھے قسم قسم کے جرائم برابر کرتے رہتے ان کے والد اور گھر والے ان کے نقصان کی تلافی کر دیتے۔ ان کی طرف سے دیت ادا کر دیتے۔ ایک مرتبہ مجبور ہو کر ان کے والد نے ان کو شہید کر دیا اور یہ قسم کھالی کہ اب کبھی بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے۔ چنانچہ ان حالات کے پیش نظر عبداللہ بن جدعان مکہ کی گھائیوں کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ میں دراڑ ہے۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے اندر کوئی سانپ ہو گا۔ چنانچہ یہ دراڑ کا جائز لینے لگے۔ سوچا کہ اس میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز ضرور ہوگی جو ان کو موت کے گھاٹ اتار دے گی اور وہ عث کے لیے سو جائیں گے۔ جب انہیں کوئی خطرناک چیز نظر نہ آئی تو ہمت کر کے اس کے اندر داخل ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا اژدہ ہے جس کی دونوں آنکھیں چراغوں کی طرح روشن ہیں۔ یہ کھڑے ہو کر اس کا جائزہ لینے لگے۔ دل میں یہ بات آئی کہ شاید یہ اژدہ مصنوعی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا تو واقعی وہ سونے کا مصنوعی اژدہ تھا۔ آنکھیں یا قوت کی تھیں توڑ کر انہوں نے آنکھیں نکال لیں۔ پھر آگے دراڑ میں اندر داخل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت پر ایسے ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں کہ اتنے لمبے اور موٹے ڈھانچے انہوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور ان کے سر ہانے چاندی کی ایک تختی تھی جس میں ان کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ جرہم کے بادشاہ تھے ان کا سب سے آخری تاجدار حرث بن مضاض گزرا ہے جس کے عمامہ کا شملہ لمبا تھا۔ ان کے جسموں پر منقش کپڑے تھے۔ کافی دنوں سے ایسا رہا کہ کوئی چیز بھی اگر ان کے بدن پر گرتی تو ذرات کی طرح اڑ جاتی تھی۔ تختی پر کچھ نصیحتیں کندہ تھیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ وہ تختی سنگ مرمر کی تھی اور اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

”میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبدیلیل بن جرہم بن قحطان بن ہود علیہ السلام ہوں (جو اللہ کے نبی گزرے ہیں) میں پانچ سو سال تک زندہ رہا مال و دولت جاہ و سلطنت کی تلاش و جستجو میں روئے زمین کے اندرون و بیرون کا سفر کیا لیکن ان

لہ ثعبان۔ مصر میں ہر سانپ کے لیے بولا جاتا ہے۔ فارسل نے اسے COLUBER GUTTAUS کا نام دیا ہے۔

میں سے کوئی بھی چیز مجھے موت سے نہ بچا سکی۔
پھر اس تحریر کے نیچے یہ اشعار کندہ تھے۔

قد قطعت البلاد فی طلب الثر
ترجمہ:- فنا ہونے والی اشیاء دولت و عزت کی جستجو میں نے اکثر ملکوں کا سفر کیا۔

وسريت البلاد و قفر القفر
ترجمہ:- عزم و حوصلہ اور قوت آزمائی کے ساتھ بے آب و گیاہ راستوں سے رات کو بھی سفر کیا۔

فاصاب الردى بنات فوادى
ترجمہ:- پھر موت کے تیر کے صحیح نشانے سے میرا دل ہلاک ہو گیا۔

فانقضت مدتی و العصر جهلی
ترجمہ:- چنانچہ میری عمر ختم ہو گئی اور میری جمالت دور ہو گئی اور میرے عتاب سے ملامت گر محفوظ ہو گئے۔

ورفعت السفاه بالحلم لما
ترجمہ:- بردباری نے برے اخلاق کا خاتمہ کر دیا جب کہ بڑھاپے نے جوانی کو بچھاڑ دیا۔

ما ح هل رائیت اوسمعت براع
ترجمہ:- اس نے پکار کر کہا تم نے کسی چرواہے سے سنایا بکشم خود دیکھا ہے کہ جو برتن میں دودھ جمع کیا گیا تھا وہ تھن میں لوٹا دیا گیا۔

اور درمیان دراڑ میں یا قوت، موتیوں، زبرجد، سونے چاندی کا انبار تھا۔ اس سے بھی تھوڑے لے کر رکھ لیے پھر اس نے دراڑ پر ایک نشان لگا دیا اور اس کا دروازہ پتھر سے بند کر دیا اور اس نے جو مال یہاں سے نکالا تھا وہ اپنے والد کے پاس بھیج دیا تاکہ والد ان سے شفقت و رافت کا مظاہرہ کرنے لگیں۔ پھر آخر کار یہ گھر واپس آ گیا۔ اور خاندان کا سردار بن گیا۔ عبداللہ بن جدعان وہیں کے خزانے کی دولت لوگوں پر خرچ کرتا۔ کھانا کھلاتا، اچھے کام پر پیشہ صرف کرتا۔ اس کا پیالہ اتنا بڑا تھا کہ اونٹ کا سوار سواری کے ساتھ شکم سیر ہو جاتا۔ ایک مرتبہ اس پیالہ میں ایک بچہ گر گیا۔ چنانچہ وہ ڈوب کر مر گیا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوپہر کے وقت عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے سے سایہ حاصل کیا کرتا تھا۔“ (غریب الحدیث)

یعنی ہاجرہ میں، ہاجرہ کو مکہ عمی ایک واقعہ کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ایک اندھا آدمی تھا۔ غالباً یہ قبیلہ عدوان یا ایاد کا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں فقیہ عرب کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک مرتبہ اپنی قوم میں حج یا عمرہ کر کے واپس آیا تو جب مکہ دو منزل دور رہ گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا جب کہ وہ وسطہ ظمیرہ میں تھے جو شخص اس جیسے وقت پر مکہ میں کل کے دن آئے گا اس کو دو عمرہ کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اونٹوں کو تیزی سے ہانکا یہاں تک کہ غذاۃ میں مکہ آ گئے۔ (نحوی قواعد کی رو سے لفظ عمی ترخیم کے طور پر اعمیٰ کی تغیر ہے اسی لیے ظمیرہ کا نام مکہ عمی پڑ گیا۔) (الانوار)

عبداللہ بن جدعان

عبداللہ بن جدعان تمیمی کی کنیت ابو زہیر ہے۔ یہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے اس لیے عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ان کے حالات کا تذکرہ کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ابن جدعان مہمان نواز خیر خواہ اور بھلائی کرنے والے آدمی تھے کیا ان کو قیامت کے دن ان کے کام نفع بخش ہو سکتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا بالکل نہیں۔ عائشہ! ابن جدعان کو کسی دن روز محشر کے لیے گناہوں سے مغفرت چاہنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

امام سیبلی اور احمد بن عمار کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جدعان ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے شراب سے دل چسپی رکھنے کے باوجود اپنے لیے شراب حرام کر لی تھی۔ یعنی واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک مرتبہ یہ شراب نوش کرنے کے بعد مدہوش ہو گئے تو اپنے ہاتھوں کو بدھا کر چاند کی روشنی کو مٹھی میں لینے کی کوشش کرنے لگے۔ ہم نشین دیکھ کر ہنس پڑے۔ جس وقت انہیں افادہ ہوا لوگوں نے انہیں بتایا کہ تم مدہوشی کے عالم میں یہ کر رہے تھے۔ بہت شرمندہ ہوئے اور شراب نہ پینے کی ہمیشہ کے لیے قسم کھائی۔ جب یہ بوڑھے ہو گئے تو بنو تمیم نے انہیں اسراف کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ اور جو دو بخشش سے انہیں روکا۔ ابن جدعان کا یہ حال تھا کہ یہ لوگوں کو بلا کر ہلکا سا طمانچہ لگاتے۔ پھر اس سے یہ کہتے کہ اٹھو اور قسم کھاؤ کہ میں نے تمہارے طمانچہ لگایا ہے اور اس کے بدلہ میں دیت کا مطالبہ کرو۔ چنانچہ سب لوگ ایسا کرتے تو بنو تمیم ابن جدعان کے مال سے ان کو دیت دیتے۔ (الروض الانف)

ابو الفتح علی ابن محمد بسنی نے اس موضوع پر بہت ہی اچھا اور طویل قصیدہ کہا ہے جو پند و نصائح کا مجموعہ ہے ابو الفتح کو نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت تھی۔ بعض شعراء نے قصیدہ میں تضمین بھی کی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ تضمین کے اشعار خلیفہ راضی باللہ کے ہیں۔

زیادۃ المرافی دنیاہ نقصان وریحہ غیر محض الخیر خسران

ترجمہ:- انسان کے لیے زیادہ دنیا داری نقصان دہ ہوتی ہے اور اس کا نفع بھی علاوہ خالص خیر کے نقصان کا سامان ہی ہوتا ہے۔

وکل وجدان حط لاثبات له فان معناه فی التحقیق فقدان

ترجمہ:- اور ہر شخص کے لیے ایک ناپائیدار حصہ ہوتا ہے۔ درحقیقت اس کے یہ معانی ہوئی کہ وہ بھی ایک دن منقطع ہو جائے گا۔

یا عامر الخراب الدھر مجتہدا باللہ هل الخراب العمر عمران

ترجمہ:- اے دنیا کو آباد کرنے کی کوشش کرنے والے خدا کی قسم! کیا دنیا زندگی بھر کے لیے ہے۔

ویا حریصا علی الاموال یجمعہا نسیب ان سرور المال احزان

ترجمہ:- اے مال و دولت جمع کرنے کے حریص! بچ بچ دولت کی شادمانی غم و اندوہ کا سبب بن جاتی ہے۔ کیا تم اسے بھول گئے۔

دع الفواد عن الدنیا وزخرفہا فصفوہا کدرو الوصل ہجران

ترجمہ:- دنیا اور اس کی رنگ ریلوں پر فریفتہ مت ہو جاؤ اس لیے کہ دنیا کی خوش نمائی گدلاپن اور دستیابی جدائی ہے۔

وادع سمعک امثالا افصلہا کما یفصل یاقوت و مرجان

ترجمہ:- اور تم کان کھول کر سن لو میں مثالیں دے کر اس طرح الگ الگ بیان کروں گا جیسے کہ یاقوت اور موتی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

فطاطا استعبد الانسان احسان

احسن الی الناس تستعبد قلوبہم

ترجمہ:- لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو وہ تمہارے تابع ہو جائیں گے کیونکہ بسا اوقات انسان احسان کا غلام بن جاتا ہے۔
 وکن علی الدھر معوان الذی امل یرجوندک فان الحر معوان
 ترجمہ:- جو تمہارے جو و کرم کا امیدوار ہو تو تم اس کی پریشانی میں زیادہ سے زیادہ کام آؤ اس لیے کہ شریف آدمی موقع پر دوسروں کا ساتھ دیتا ہے۔

من جاد بالمال مال الناس قاطبة الیہ والمال للانسان فنان
 ترجمہ:- جو بخشش کرتا ہے اس کا سارا نفع بعد میں اسی کو ہوتا ہے اور مال تو انسانوں کو فتنہ میں ڈال دیتا ہے۔
 من کان للخیر مناعا فلیس له عند الحقیقة اخوان و اخدان
 ترجمہ:- بھلائی کرنے سے جو روکنے والا ہوتا ہے مصیبت کے وقت اس کے نہ کوئی بھائی ہوتے ہیں اور نہ ساتھی۔
 لانخدشن بمطل وجه عارفہ فالبر یخدشہ مطل ولیان
 ترجمہ:- تمہیں کوئی آشنا ٹال مٹول کے ذریعے دھوکہ نہ دے دے اس لیے کہ نیک کار کو ٹال مٹول اور آسودگی دھوکہ دے دیتی ہے۔

یا خادام الجسم کم تسعى لخدمته أطلب الريح مما فيه خسران
 ترجمہ:- اور بدن کے خادم، تو کب تک خدمت میں مصروف رہے گا کیا نقصان دہ چیزوں میں تم نفع کا سراغ لگا رہے ہو۔
 اقبل علی النفس فاستكمل فضاثلها فانت بالنفس لبالجسم انسان
 ترجمہ:- نفس پر توجہ دے کر آراستہ کرنے کی تکمیل میں لگ جاؤ کیونکہ (سلامت) نفس کا نام انسان ہے ڈھانچہ کا نہیں۔
 من یتق الله یحمد فی عواقبه ویکفه شر من عزوا و من هانوا
 ترجمہ:- جو خدا سے ڈرتا ہے اس کا انجام بہتر ہوتا ہے اور بڑے و چھوٹے ہر ایک کی اذیت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔
 حسب الفتی خلا یعاشرہ اذا تعاماه اخوان و خلان
 ترجمہ:- جو ان کے لیے یہ کافی ہے کہ دوستوں میں اطمینان بخش زندگی گزار رہا ہو جب وہ بچنے لگتا ہے تو بھائی اور دوست خوب ہو جاتے ہیں۔

لا تستشر اغیر ندب حازم فطن قد استوت منه اسرار و اعلان
 ترجمہ:- تم ہوش مند، دانا اور ذہین آدمی کے علاوہ کسی اور سے مشورہ نہ لینا اس لیے کہ ایسے کا ظاہر و باطن دونوں یکساں ہوتا ہے۔
 فلندابیر فرسان اذا رکضوا فیها ابروا کما للحرب نرسان
 ترجمہ:- میدان جنگ کی طرح تدبیروں میں بھی شہسوار (مدبر و آزمودہ) ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ ایڑ لگاتے ہیں تو فتح یاب ہو جاتے ہیں۔

وللامور مواقیت مقدرة وکل امرله حد و میزان
 ترجمہ:- ہر معاملہ کے لیے اوقات، ایک حد، اتنا اور اتنا پانے کے لیے ایک پیمانہ ہوتا ہے۔
 من رافق الرفق فی کل الامور فلم یندم علیہ و لم یدممه انسان

ترجمہ:- جو ہر معاملہ میں نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے اسے شرمندگی اور کسی بھی برائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

ولا تکن عجلا فی الامر تطلبہ
فلیس یحمد قبل النصیح بحران
ترجمہ:- ہنگامی معاملہ کی نفیث میں جلدی نہ کرنا کیونکہ مقدمہ تحقیق سے قبل نامکمل ہونے کی وجہ سے بہتر نہیں ہوتا۔

وذو القناعة راض فی معیشتہ
وصاحب الحرص ان اثری فغضبان
ترجمہ:- قناعت گزریں اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن رہتا ہے اور حریص مالدار بھی ہو تو وہ ناخوش اور پریشان رہتا ہے۔

کفی من العیش ماقد سدمن رفق
ففیہ للحران حقیقت غنیان
ترجمہ:- زندگی گزارنے کے لیے معمولی خورد و نوش کافی ہے بس اتنی مقدار شریف آدمی کے لیے میا ہو جائے تو کام چل جاتا ہے۔

ہما رضیعا لبان حکمہ و تقی
و ساکنا وطن مال و طغیان
ترجمہ:- وہ دونوں حکمت و تقویٰ کے طفل شیر خوار ہیں اور سرکشی اور ایک وطن کے دونوں باہی ہیں۔

من مد طرفا بفرط الجہل نحوہوی
اغفی عن الحق یوما وهو خزیان
ترجمہ:- جو خواہشات کی طرف انتہائی جہالت کی وجہ سے ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ ایک دن ذلیل ہو کر حق سے پھر جاتا ہے۔

من استشار صروف الدھر قام له
علی حقیقۃ طبع الدھر برہان
ترجمہ:- حوادث کا سلسلہ جن پر کھل جاتا ہے تو اس کے لیے زمانہ کی طبیعت بطور دلیل منکشف ہو جاتی ہے۔

من عاشر الناس لاقی منهم نصبا
لانہم طبعہم بغی وعدوان
ترجمہ:- جو لوگوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو ان سے تکلیف بھی پہنچتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت میں بغاوت و دشمنی ہوتی ہے۔

ومن یفتش علی الاخوان مجتہدا
فعل اخوان هذا الدھر خوان
ترجمہ:- جو بھائیوں کے بارے میں تفتیش میں لگا رہتا ہے (اسے تجربہ کے بعد پتہ چل جاتا ہے کہ) اس زمانہ کے سارے بھائی خائن ہیں۔

من یزرع الشر یحصد فی عواقبہ
ندامۃ والحصد الزرع ابان
ترجمہ:- جو بدی کی کاشت کرتا ہے نتیجہ ندامت کاٹتا ہے اس لیے کہ کٹائی کا ایک وقت مقرر ہے۔

من استنام الی الاشرار نام وفی
قمیصہ منهم صل و تعبان
ترجمہ:- جو بوروں سے مانوس ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے گویا وہ آستین میں اثر دہالے کر سو جاتا ہے۔

من سالم الناس یسلم من غوائلہم
وعاش و هو قدیر العین جدلان
ترجمہ:- جو لوگوں کے ساتھ سلامت روی کا ثبوت دیتا ہے تو وہ ان کے شرور سے محفوظ ہو کر سکون اور چین کی زندگی گزارتا ہے۔

من کان للعقل سلطان علیہ غذا
وما علی نفسہ للحرص سلطان
ترجمہ:- جو لوگ عقل کے محافظ بن جاتے ہیں انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے خرمین کے محافظ نہیں بنتے۔

وان اساء مسی فلیکن لک فی
عروج ذلتہ صفح و غفران
ترجمہ:- اگر کوئی شام کے وقت برائی سے پیش آئے تو اس کی آبروریزی پر چشم پوشی اور درگزر سے کام لو۔

اذانبنا بکریم موطن فله رواءه فی بسیط الارض اوطان
ترجمہ:- اگر وطن کسی شریف آدمی کے بارے میں اطلاع دے تو یاد رکھو اس کے لیے زمین میں اس کے علاوہ بھی بہت سے وطن ہوں گے۔

لاتحسین سروراً دائماً ابداً من سرۃ زمن ساءتہ ازمان
ترجمہ:- تم اپنے آپ کو دائماً سرور مت سمجھا کرو اس لیے کہ زمانہ کسی وقت کسی کو خوش کر دیتا ہے تو دوسرے وقت اس کے ساتھ ناروا سلوک کرتا ہے۔

یاظالما فرحا بالغو ساعده أبشر فانت بغير الماء دیان
ترجمہ:- اور بازوؤں سے زیادہ زیادتی کرنے والے عزت و جاہ کی وجہ سے فرحان و شاداں ہے اگر تو اونگھ رہا ہے تو زمانہ تو چوکتا ہے۔

یاایہا العالم المرضی سیرتہ أبشر فانت بغير الماء دیان
ترجمہ:- اور دانش مند انسان پاکیزہ اخلاق والے تمہیں میں خوش خبری دیتا ہوں کہ بغیر پانی ہی کے سیراب ہو۔

ویناخا الجہل لو اصبح فی لجج فانت ماینہما لاشک ظمان
ترجمہ:- اور برادر جاہل اگرچہ تو سمندر ہی میں کیوں نہ ہو اس کے باوجود تو یقیناً پیاسا ہی ہو گا۔

دع التکاسل فی الخیرات تطلبہا فلیس یسعد بالخیرات کسلان
ترجمہ:- تو خیر و بھلائی کے سراغ لگانے میں کاہلی نہ کر کیونکہ کامل آدمی نیک کاموں میں سعادت مند نہیں ہوتا۔

من حروجک لاتہتک غلالۃ فکل حرلحر الوجه صوان
ترجمہ:- تم اپنی عزت کی حفاظت کرو اس کی آبروریزی مت کرو۔ اس لیے کہ ہر شریف آدمی شریف آدمی کے لیے محافظ ہوتا ہے۔

لاتحسین الناس طبعاً واحداً فلهم غرائزلست تحصیہا والوان
ترجمہ:- تم ہر ایک کو ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے مت سمجھا کرو اس لیے کہ لوگوں کی طبیعتیں بے حد رنگین اور مختلف ہوتی ہیں۔

ماکل ماء کصداء الوردۃ نعم ولاکل نبت فہو سعدان
ترجمہ:- ہر پانی اپنے گھاٹ میں آنے والے کے لیے شفاء بخش و خوش گوار نہیں ہوتا صحیح ہے اور نہ ہر گھر میں سعدان ملے ہوتی ہے۔

من استعان بغير الله فی طلب فان ناصرہ عجز و خذلان
ترجمہ:- جو بوقت ضرورت غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے تو جیجی اس کا مدد کرنے والا عاجز اور کمزور ہوتا ہے۔

واشدد یدک بحبل الله معتصما فانه الرکن ان خانک اركان
ترجمہ:- اگر قوم نے تمہارے ساتھ یوفائی کی ہو تو تم اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اس لیے کہ یہ مضبوط اور توانا ہے۔

ولا ظل للمرء یعنی عن تقی و رضا
ترجمہ:- کسی کے پاس خوف و رضا سے بے نیاز کرنے والا سایہ نہیں ہے اگرچہ اسے چوں اور ٹہنیوں نے سایہ میں لے لیا ہو۔“

سحبان من عزیز مال باقل حصر
ترجمہ:- سحبان جیسا خلیفہ اعظم مال کے بغیر باقل ہے کہ بولنے پر قادر نہ تھا اور باقل دولت کے وقت سحبان بن جاتا ہے۔“

والناس اخوان من والته دولته
ترجمہ:- والی سلطنت کے لیے لوگ بھائی بھائی ہوتے ہیں جب حاکم پر کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو وہ مددگار بن جاتے ہیں۔“

یارافلا فی الشباب الوحب منتشیا
ترجمہ:- اور عقوان شباب میں اپنے جام سے مست ہونے والے کیانٹھے اور مستی میں راہ یاب ہو جائے گا۔“

لا تغتور بشباب ناعم خضل
ترجمہ:- تم شاداب اور مست جوانی کے دھوکہ میں نہ پڑو کیونکہ برت سے جوان بڑھاپے سے قبل ہی رخصت ہو گئے ہیں۔“

ویا احبا الشیب لوناصحت نفسک لم
ترجمہ:- اور بڑھاپے میں قدم رکھنے والے تیرا نفس صحت مند رہے تمہارے جیسا فضول خرچ کوئی نہیں ہے۔“

هب الشیبة تبدی عذر صاحبها
ترجمہ:- فرض کرو جوانی اپنے حجرات کا عذر کر رہی ہو سوچا کہ شیطان کے مدہوش کیے ہوئے بڑھاپے کا کیا حال ہو گا۔“

کل الذنوب فان الله یغفرها
ترجمہ:- اگر آدمی میں ایمان و اخلاص ہوتا ہے تو خدا نے پاک ہر گناہ کو بخش دیتے ہیں۔“

و کل کسرفان الله یجبره
ترجمہ:- اللہ جل شانہ جسم کی ہر ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیتا ہے لیکن دین کی ٹوٹی ہوئی لکڑی کو نہیں جوڑتا۔“

احسن اذا کان امکان و مقدره
ترجمہ:- اگر ہمت و استطاعت ہو تو حسن سلوک کرو اس لیے کہ انسان کی استطاعت ہمیشہ نہیں رہتی۔“

فالروض یزدان بالانوار فاغمة
ترجمہ:- چمن کھلی ہوئی کلیوں سے دلن بنا رہتا ہے اور آزاد و شریف آدمی عدل و احسان یزدان

خذها سرائر امثال مہذبہ
ترجمہ:- ان پاکیزہ اور مہذب لوگوں کی حکمتوں کو یاد کرو جو لوگ روشنی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس میں روشنی کا سامان ہے۔“

ماضر حسانها والطبع صائفها
ترجمہ:- کلمات حکمت کی جاودہ گری کو درانحالیکہ حکیم طبیعتوں نے انہیں ڈھالا ہے کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں اگر بہترین اشعار کی تیاری میں قادر الکلام شاعروں نے حصہ نہ لیا ہو۔“

بعض شعراء نے تضمین کرتے ہوئے کہا ہے کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ خلیفہ راضی باللہ نے تضمین کی ہے۔

وکن لسنۃ خیر الخلق تبعاً فانہا لنجاة العبد عنوان
ترجمہ:- تم سب سے بہتر خلق (جناب رسول اللہ ﷺ) کے طریقہ کے پیروکار بن جاؤ اس لئے کہ سنت کا طریقہ بندہ کی نجات کا عنوان ہے۔

فہو الذی شملت للخلق انعمہ وعمہم منہ فی الدارین احسان
ترجمہ:- تمام مخلوق پر جس کی عنایات چھائی ہوئی ہیں یہ وہی ذات گرامی ہے اور دنیا و آخرت کی ساری مخلوق پر ان ہی کا احسان ہے۔
جبینہ قمر قد ذانہ خفر وثغر دررغر و مرجان
ترجمہ:- وہ مہ جبین جس کی حیائے چار چاند لگا دیئے ہیں، دانت کیا ہیں بڑے بڑے موتیوں کی طرح تابناک ہیں۔
والبدر یخجل من انوار طلعتہ والشمس من حسنہ الوضاح تزدان
ترجمہ:- اور چاند ان کے چہرہ انور کی ضیا پاشیوں سے شرمندہ ہے اور سورج اس کے چہرہ کی چمک دمک سے حقیر ہوتا ہے۔
بہ توسلنا فی محوذتنا لربنا انہ ذو الجود منان
ترجمہ:- ہم پائے پائے سے اپنی لغزشوں سے درگزر کے لئے ان کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ فیاض اور بہت احسان کرنے والے ہیں۔

و مذاقی البصرت عمل القلوب بہ سبل الہدی و دعت للحق اذان
ترجمہ:- اور جب سے وہ آئے اندھے قلوب نے بھی ہدایت کا راستہ دیکھ لیا ہے اور کانوں نے بھی حق بات سن لی ہے۔
یا رب صل علیہ ما ہمی مطر فأنیعت منہ اوراق و اغصان
ترجمہ:- خدایا جب تک بارش ہوتی رہے اس ذات گرامی پر رحمت نازل فرما جس کی وجہ سے اس سے پتے اور شبنمیں پھوٹ پڑیں۔

وابعث الیہ سلاماً راکباً عطراً والال والصحب لا تفتیہ ازمان
ترجمہ:- ان پر ان کی آل و اولاد پر اور ان کے اصحاب پر قیامت تک پاکیزہ اور معطر درود سلام بھیجتے رہیے۔
اب ابو القاسم بستی کی نظر ملاحظہ فرمائیے۔ جو اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اس کے حامدین خاک آلود ہو جاتے ہیں جو غصہ اور اشتعال کے تابع ہوتا ہے اس کا ادب ضائع ہو جاتا ہے۔ بڑے لوگوں کے اخلاق اخلاق فاضلانہ ہوتے ہیں۔ نیک بخت غصہ کے وقت ختم جاتا ہے۔ رشوت ضرورتوں کی رسی ہے۔ جاہل ترین وہ شخص ہے جو بھائیوں کو ذلیل کرنے والا ہو اور بادشاہوں پر بھروسہ کرنے والا ہو۔ سمجھ عقل کی کرن ہے۔ آرزوئیں تمناؤں کا مذاق اڑاتی ہیں۔ پاکدامنی گزارہ اور قناعت پر رضامندی کا نام ہے۔
ابو القاسم بستی کا انتقال ۴۰۰ھ میں ہوا۔

ثعالۃ

لومڑی۔ ثعالۃ، نخالۃ کے وزن پر ہے۔ نخالۃ، زبالت اور فضالت۔ یہ تینوں ہم شکل بھائی بھائی تھے۔ ثعالۃ مشہور لومڑی کا نام ہے۔

ارض مشعلہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں زیادہ تر لومڑیاں رہتی ہوں۔ ارض معقرہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں زیادہ تر بچھو رہتے ہوں۔
ضرب الامثال اہل عرب کہتے ہیں فلان ادرغ من ثعالیہ فلاں لومڑی سے زیادہ دھوکے باز اور مکار ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔^۷

فاحتلت حین صرمتنی والمرء یعجز لا محالة
 ترجمہ:- جس وقت تو نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا اس وقت میں نے تدبیر کی اور یقیناً انسان عاجز ہوتا ہے۔
 والمرء یکسب ماله والشیخ یورثہ الفسالة
 ترجمہ:- اور انسان اپنی کمائی کرتا ہے اور حرص بے سود ذرات کا وارث بنا دیتی ہے۔
 والعبد یقرع بالعصا والحر تکفیه المقالة
 ترجمہ:- غلام ڈنڈے سے کھٹکھٹایا جاتا ہے (یعنی غلام سے قابل تنبیہ غلطیاں ہوتی ہیں) اور آزاد شریف کے لئے کہہ دینا کافی ہوتا ہے۔^۸

اہل عرب کہتے ہیں فلاں اعطش من ثعالیہ لومڑی سے زیادہ پیاسا ہے۔
 ثعالیہ کے معانی میں علماء کا اختلاف ہے۔ محمد بن حبیب کا خیال ہے کہ لومڑی کو کہتے ہیں۔ لیکن ابن الاعرابی اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ ثعالیہ بنو محاش کا ایک آدمی تھا۔ اس نے جنگل میں اپنے ساتھی کا پیشاب نوش کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ پیاسا مر گیا۔

ثعبہ

امام جوہری لکھتے ہیں کہ ثعبہ ایک قسم کے گرگٹ کا نام ہے۔

ثعلب

(بفتح ثاء و سکون عین مہملہ و بفتح لام و سکون ہائے موحده)

ثعلب لہ (لومڑی مشہور جانور ہے اس کی جمع ثعالب اور ثعلل آتی ہے۔ مادہ کے لئے ثعلبۃ استعمال کرتے ہیں۔ فارسی میں ”روباہ“ ہندی میں لومڑی و لوکھری بھی کہتے ہیں۔
 والہصہ بن مہد کہتے ہیں کہ:-

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ یہ لومڑی درندوں میں سب سے زیادہ شریر ہوتی ہے۔“ (رواہ ابن قانع فی معجمہ)
 لومڑی کی کنیت ابو الحسین، ابو النعم، ابو نوفل، ابو الوثاب، ابو الجہص وغیرہ ہے اور مادہ کی کنیت کے لئے ام عویل کہتے ہیں۔ ز لومڑی کو ثعلبان بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کسائی نے کہا ہے۔^۹

لہ ثعلب: (GEN- VULPES) عمان میں (VULPES LEUCOPUS) مصر اور مغربی فلسطین میں (V-NILOITICA) کہتے ہیں۔

ارث یبول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب
ترجمہ:- کیا ایسا بت معبود بنانے کے لائق ہے جس کے اوپر لومڑی موت جاتی ہو یا جس کے اوپر لومڑی موت گئی ہو۔ وہ یقیناً ذلیل و خوار ہے۔

اسی طرح دیگر شعراء نے بھی اشعار کہے ہیں لیکن وہ سب خیالات ہی ہیں۔
ابو حاتم رازی نے ثعلبان کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ ثعلب کا تشبیہ گردانتے ہیں۔
بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ بنو ثعلب کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک دن یہ لوگ اس کی پوجا کر رہے تھے کہ اچانک دو لومڑیاں دوڑتی ہوئی آئیں اور ٹانگیں اٹھا کر بت پر پیشاب کرنے لگیں۔ اس بت کا ایک مجاور تھا جس کا نام غادی بن ظالم تھا۔ اس نے مذکورہ بالا شعر پڑھا۔ اس کے بعد بت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کے خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے نام پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام غادی بن ظالم ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا نام راشد بن عبد ربہ ہے۔
بعض حضرات لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کا بت تھا یہ اس پر روٹی اور مکھن چڑھا کر بت کے سرہانے رکھ دیتا تھا اور اس سے یہ کہتا تھا کہ اسے کھالے۔ تھوڑی دیر کے بعد لومڑی آئی اور یہ دونوں چیزیں کھا کر بت پر پیشاب کر دیا۔ یہاں ثعلبان سے مراد نر لومڑی ہے۔ (نمایۃ الغریب)

بعض لکھتے ہیں کہ دو لومڑی آکر روٹی اور مکھن کھا جاتیں۔ یہاں ثعلبان کا لفظ ثعلب کا تشبیہ ہے۔ (کتاب الہروی)
حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ہروی سے ثعلبان کے معانی بیان کرنے میں سو ہو گیا ہے اور روایت بیان کرنے میں تعیف ہو گئی ہے۔ بلکہ واقعہ یوں ہے کہ لومڑی آئی۔ یہاں ثعلبان سے مراد نر لومڑی ہے اور ثعلاب نر لومڑی کو کہتے ہیں جو مشہور جانور نہیں۔ تشبیہ مراد نہیں ہے۔ پھر اس نے بت پر پیشاب کر دیا۔ اتنے میں وہ آدمی کھڑا ہوا اور بت کو پتھر مار کر توڑ ڈالا۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور تفصیل بتائی اور اس نے یہ اشعار پڑھے۔

لقد خاب قوم املوک لشدة ارادو انزالا ان تکون تجارب
ترجمہ:- واقعی وہ قوم ناکام ہے جن کے بادشاہ سخت مقابلہ کے لئے میدان میں اتر آئے ہوں۔

فلا انت تغنی عن امور تواقرت ولا انت دفاع اذا حل نائب
ترجمہ:- جو واقعات پے در پے ہو رہے ہیں تم ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور ناگمانی طور پر پیش آجانے پر تم دور نہیں کر سکتے۔

ارب یبول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب
ترجمہ:- کیا ایسا بت پالنا ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑی پیشاب کر گئی ہو، واقعی جس کے سر پر لومڑی پیشاب کر جاتی ہے وہ رسوا ہو جاتا ہے۔

یہ واقعہ بغوی نے ہم میں اور ابن شاہین وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اس آدمی کا نام راشد بن عبد ربہ تھا۔
یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوة میں لکھا ہے۔ لغویین اس شعر کو جانوروں کے ناموں پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ثعلب میں نر اور مادہ میں فرق یہ ہے جیسے افاعی (سانپ) مادہ ہے۔ افعوان ناگ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور عقارب (بچھو) مادہ ہے عقربان نر بچھو کو کہتے ہیں۔

لومڑی کمزور، بزدل اور دھوکے باز درندوں میں سے ہے۔ لیکن یہ خباثت اور مکرو فریب کی وجہ سے بڑے بڑے درندوں کے ساتھ دوڑ لیتی ہے۔ یہ رزق کی تلاش اس تدبیر سے کرتی ہے کہ شکلف مردہ بن کر پیٹ پھلا لیتی ہے۔ اپنے پاؤں کھڑے کر دیتی ہے تاکہ جانور سمجھنے لگیں کہ یہ واقعی مر گئی ہے۔ اس کے پاس اگر کوئی جانور آتا ہے تو چھپنا مار کر شکار کر لیتی ہے لیکن اس کا یہ حیلہ کتے پر نہیں چلتا۔ ایک مرتبہ کسی نے لومڑی سے سوال کیا کہ تم کتے پر زیادہ کیوں حملہ کرتی ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں کتے پر اس لئے زیادہ حملے کرتی ہوں کہ کتا دوسروں کے لئے شکار کرتا ہے اور میں اپنے لئے شکار کرتی ہوں۔

جا حظ لکھتے ہیں کہ لومڑی کا اصل ہتھیار دھوکہ، فریب اور شکلف مردہ بن جانے کی صلاحیت ہے اور اس کا ہتھیار واقعی کارگر ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس کا ہتھیار جباری کے ہتھیار سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اہل عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں فلان ادھی و امتن سلاخ الشعلبه فلان لومڑی سے زیادہ مکار اور چالاک ہے۔

امام جاحظ | جاحظ کا نام عمرو بن بحر کنانی لیشی ہے۔ بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ جاحظ کو جاحظ اس لئے کہتے ہیں کہ جاحظ کی دونوں آنکھیں ابھری ہوئی تھیں اس طرح انہیں حدیث بھی کہا جاتا تھا اس لئے کہ بدھاپے میں ان پر فالج گر گیا تھا چنانچہ یہ حرارت اور گرمی کی وجہ سے نصف حصہ میں صندل اور کافور کی مالش کرتے اور جسم کا دوسرا نصف حصہ نہایت ٹھنڈا اور سن ہونے کی وجہ سے اگر قینچی سے بھی کاٹ دیا جاتا تو انہیں احساس تک نہ ہوتا تھا چنانچہ خود یہ کہا کرتے تھے کہ میں دائیں بازو سے مفلوج ہو چکا ہوں۔ اگر میرا یہ حصہ قینچی سے بھی کاٹ دیا جاتے تو مجھے پتہ نہیں چل سکتا اور میرا بازو جوڑوں کے آماس سے بھر چکا ہے۔ اگر اس پر سے مکھی بھی گزرتی ہے تو تکلیف ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میرے جسم میں دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں۔ اگر میں ٹھنڈی اشیاء کھاتا ہوں تو میرے پاؤں کو پکڑ لیتی ہے اور اگر گرم اشیاء کھاتا ہوں تو میرا سر پکڑ لیتی ہے اور جاحظ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

انرجوا ان نکون و انت شیخ

ترجمہ:- کیا تم بدھاپے میں یہ امید رکھتے ہو کہ تم ایسے جاؤ گے جیسے عقوان شباب میں تھے۔

لقد کذبتک نفسک و لیس ثوب

ترجمہ:- یقیناً تمہیں نفس نے دھوکہ دیا ہے۔ پرانا اور بوسیدہ جوڑا نئے جوڑے کے مانند نہیں ہوتا۔

جاحظ نے ہر فن میں کتابیں تصنیف کی ہیں ان کا شمار اکابر معتزلہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ معتزلہ کا ایک طبقہ جاحظ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی سب سے بہترین تصنیف ”کتاب المیوان“ ہے۔

جاحظ لکھتے ہیں کہ روزی کی عجیب و غریب تقسیم ملاحظہ فرمائیے کہ بھیڑیا لومڑی کا شکار کر کے کھا جاتا ہے اور لومڑی تنقذ کا شکار کر کے غذا بنا لیتی ہے اور سانپ عصفور (گوریا) کا شکار کر کے ہضم کر جاتا ہے۔ گوریا مڈی کا شکار کر کے کھا لیتا ہے اور مڈی زنبور (بھڑوں) کا شکار کر کے کھا جاتی ہے۔ اور بھڑوں کی مکھیوں کا شکار کر کے چبا جاتی ہے۔ شد کی مکھی عام مکھیوں کا شکار کر کے نگل جاتی ہیں اور بھیاں چھوٹوں کو جھپٹ لیتی ہیں۔ (کتاب المیوان)

امام شعبی اور جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں آیا کہ عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں لومڑیوں کے ساتھ خوب اچھی طرح سے دوڑ رہا ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ایسے جانور کے

ساتھ دوڑا ہے کہ جس کے ساتھ نہ دوڑنا چاہیے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو جھوٹ زیادہ بولتا ہے۔ اللہ سے ڈرا کرو۔

لومڑی کی عادت یہ ہے کہ یہ شکم سیر ہونے کے باوجود اگر کبوتروں کے برج میں گھس جاتی ہے تو کبوتر کو مار کر پھینک دیتی ہے، محض اس لئے کہ جب اسے بھوک لگے گی وہیں آکر کھا جائے گی۔

پسو دور کرنے کا عمل | بعض طریقوں نے پسوؤں کے دور کرنے کا ایک دلچسپ طریقہ لکھا ہے، کہ جب کسی کے اوئی کپڑوں میں پسو زیادہ ہو جائیں تو اس کپڑے کے ایک کونے کا اپنے منہ میں دبا کر دھیرے دھیرے پانی میں داخل ہو جائے۔ پسو چونکہ پانی سے گھبراتے بہت ہیں تو وہ سب کے سب کپڑے کے اس حصہ پر آ بیٹھیں گے جو اس کے منہ میں ہے۔ اس کے بعد اس کپڑے کو پانی میں پھینک دے اور وہاں سے تیزی سے نکل آئے۔ اس طرح وہ پسو سب کے سب پانی میں رہ جائیں گے۔ عجیب بات ہے کہ بھیڑیا لومڑی کے بچوں کا دشمن ہوتا ہے۔ لومڑی کے بچوں کی تلاش و جستجو میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ جس وقت لومڑی کے بچے ہوتے ہیں تو لومڑی اپنے بھٹ پر دروازے پر جنگلی پیاز کے پتے رکھ دیتی ہے تاکہ بھیڑیا اس کی بو سے بھاگ جائے۔ لومڑی کی کھال کی پوستیں سب سے بہتر شمار کی جاتی ہے۔ لومڑی سفید مکالی اور خلنجی بھی ہوتی ہے۔

قرظوبنی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ نوح بن منصور سلمان کی خدمت میں ایسی لومڑی بطور ہدیہ پیش کی گئی جس کے بال کے دو پر تھے۔ جب کوئی آدمی اس کے قریب جاتا تو وہ پھیلا دیتی اور جب اس سے دور ہو جاتا تو اپنے پروں کو سمیٹ لیتی تھی۔ اس کے بعد قرظوبنی لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لومڑی اڑا کرتی تھی۔ (کتاب الخلوقات)

حکایت | حکایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ شیر لومڑی اور بھیڑیا تینوں ایک ساتھ شکار کرنے کے لئے نکلے۔ چنانچہ انہوں نے تین جانوروں کا شکار کیا۔ گویا، ہرن اور خرگوش۔ شیر نے بھیڑیا سے کہا کہ سب کے لئے تم شکار تقسیم کرو۔ بھیڑیا نے کہا کہ معاملہ تو بالکل صاف گویا آپ کے لئے ہے، خرگوش لومڑی کے لئے اور ہرن میرے لئے۔ یہ سن کر شیر نے زور سے پنجہ مار کر بھیڑیا کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد شیر نے لومڑی سے کہا۔ خدا بھیڑیا کا برا کرے یہ تو تقسیم کے معاملہ میں بالکل جاہل ہے۔ ابو معاویہ (لومڑی کی کنیت ہے) تم آؤ اور تقسیم کرو لومڑی نے کہا ابو حرث (شیر کی کنیت ہے) معاملہ تو بالکل صاف گویا تو آپ کے صبح کے کھانے کے لئے ہے۔ ہرن شام کے کھانے کے لئے ہے اور خرگوش اپ اسی وقت تناول فرما لیجئے۔

یہ سن کر شیر نے کہا تم نے بہت عمدہ فیصلہ کیا ہے کہاں سے تمہارے ذہن میں آ گیا۔ لومڑی نے جواب دیا۔ بھیڑیے کے سر کے تن سے جدا ہونے سے۔ (کتاب الاذکیاء)

شعبی کہتے ہیں کہ شیر نے لومڑی سے یہ کہا کہ تم نے فیصلہ کرنے میں دور اندیشی سے کالیا۔ تم نے یہ تقسیم کہاں سے سکھی؟ لومڑی نے جواب دیا۔ بھیڑیا کے معاملے سے جو میرے سامنے پیش آیا۔

لومڑی کی چالاکی اور تدبیر | امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:-

ایک مرتبہ ہم یمن کا سفر کر رہے تھے تو ہم نے توشہ دان کھانا کھانے کے لئے رکھا۔ اتنے میں مغرب کا وقت قریب آ گیا تو ہم نے سوچا کہ نماز سے فراغت کے بعد کھانا کھائیں گے۔ تو ہم نے دسترخوان اسی حالت میں چھوڑ دیا اور نماز ادا کرنے لگے۔ دسترخوان پر رکھی ہوئی دو مرغیاں تھیں۔ اتنے میں ایک لومڑی آئی اور ایک مرغی لے کر چلی گئی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو افسوس کرتے

ہوئے ہم نے سوچا کہ بس کھا چکے مرغیاں، اس حالت میں تھے کہ اچانک لومڑی مرغی جیسی کوئی چیز منہ میں دبائے ہوئے آئی اور رکھ دیا۔ چنانچہ ہم مرغی سمجھ کر لینے کے لئے دوڑے کہ شاید لومڑی واپس کر رہی ہو۔ جیسے ہی لینے کے لئے گئے تو وہ لومڑی دسترخوان کے پاس جا کر دوسری مرغی بھی لے گئی اور ہم جس کو مرغی سمجھ کر لینے کے لئے گئے تھے تو معلوم ہوا کہ وہ مرغی جیسی کھجور کی پھال بنا کر لائی تھی۔

جانوروں کی ذہانت کا دوسرا واقعہ | جانوروں اور پرندوں کی چالاکی کے واقعات میں ذیل کے یہ واقعات بھی ہیں جن کو قاسم بن ابی طالب توفی انبالوی نے ذکر کئے ہیں۔ قاسم کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چند رفقاء کے ساتھ انبار جارہا تھا۔ ہمارے ساتھ بادشاہ کا شکاری پرندہ رکھنے والا بھی تھا۔ سب لوگ باز کو سدھا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد باز کو تیز پر چھوڑ دیا گیا۔ موقع پاکر تیز جھاڑی میں گھس گیا اور کانٹے کے درخت میں گھس کر کانٹے کے درخت کی جڑوں کو اپنے پاؤں سے پکڑ لیا اور پاؤں اٹھا کر چٹ سو گیا۔ چنانچہ وہ اس طرح باز سے چھپ گیا اور جب باز والا اس جھاڑی کے پاس آیا تو وہ تیز اڑ گیا۔ اس طرح وہ اس بار باز والے سے بچ گیا۔ لیکن آخر کار باز والے نے تیز کا شکار کر لیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا۔ اس تیز سے زیادہ چالاک ہم نے نہیں دیکھا۔ اس واقعہ کو قاضی ابوالحسن علی بن توفی نے دوسرے انداز سے یوں بیان کیا ہے کہ:

مجھ سے ابوالقاسم توفی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں بادشاہ کے بازدار کی معیت میں چند ساتھیوں کے ساتھ انبار جارہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد تیز دکھائی دیا تو باز کو اس پر چھوڑ دیا گیا۔ اتنے میں تیز اڑ گیا لیکن باز تیز کے پیچھے لگا رہا۔ تمام ساتھی خوش ہو کر تکبیر و تہلیل کہنے لگے۔ اتنے میں میں بھی ساتھیوں کے قریب آ گیا۔ معلوم ہوا کہ تیز باز سے چھپنے کے لئے جھاڑی میں گھس گیا ہے اور کانٹے کے درخت کی دو جڑوں کو پکڑ کر دونوں پاؤں اٹھا کر چٹ ہو گیا ہے۔ باز دیر تک تلاش کرتا رہا لیکن اسے مل نہ سکا اور نہ باز یہ سمجھ سکا کہ تیز اس طرح سے چالاک دکھا کر کانٹے کے درخت میں لپٹ کر سو گیا ہے یہاں تک کہ باز دار آیا تو تیز اڑ گیا۔ پھر باز نے اسے پکڑ لیا اور شکار مل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام ساتھی کہنے لگے کہ ہم نے اس جیسا چالاک تیز اپنے جان کی حفاظت کی تدبیر کرنے والا کبھی نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ یہ حیلہ دیکھ کر رفقاء انگشت بدنداں ہو گئے۔ (اخبار المذاکرہ و نشوان المحاضرہ)

اس قسم کے واقعات بھی پرندوں کی چالاکیوں سے زیادہ قریب ہیں۔

قاضی ابوالعلی توفی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالفتح بھری نے بیان کیا ہے کہ مجھے اہل موصل نے سنایا ہے۔ (اہل موصل شکار اور شکاری پرندہ کے دلدادہ تھے) کہ ارمنیہ کے علاقے کے ایک شکاری نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ شکار کے لئے جنگل میں گیا اور اپنے جال میں ایک مانوس پرندہ ڈال کر جال بچھا دیا اور میں زمین کے نیچے جھوپڑی میں چھپ گیا اور وہیں سے جال کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جال میں ایک باز پھنس گیا۔ چنانچہ میں نے اسے پکڑ لیا۔

پھر جب دوپہر کا وقت قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوب صورت زنج شکاری پرندہ جال پر اڑ رہا ہے۔ جب اس نے باز کو دیکھا تو وہ علیحدہ قریب ہی میں بیٹھ گیا۔ پھر میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عقاب اڑتا ہوا آیا۔ جب اس نے زنج کو دیکھا تو وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ ایک پرندہ فضا میں اڑ رہا ہے۔ چنانچہ اس کو دیکھ کر زنج عقاب سے پہلے اڑ کر اس پرندے کے پیچھے لگ گیا۔ یہاں تک کہ اس کا شکار کر کے لے آیا اور زنج نے اسے چونچ سے نوچ کر صاف کیا یہاں تک کہ صاف ستھرا

گوشت ہو گیا۔ بس یہ اسے کھانے ہی والا تھا کہ عقاب بھی اس کے ساتھ کھانے لگا۔ جب گوشت ختم ہو گیا تو عقاب نے جفتی کے لئے اپنا پر زنج پر پھیلا دیا۔ اس پر زنج نے اپنے بازو سے اس کے منہ پر زور سے مارا۔ مگر اس نے اس کی کچھ پرواہ کئے بغیر پھر دوبارہ پر پھیلا دیا تو اس نے برا فروختہ ہو کر اور زور سے اس کے منہ پر مارا۔ اس نے پھر تیسری بار پر پھیلا دیا تو اس نے اپنی چونچ سے اسے اس قدر مارا کہ وہ مر گیا اور زنج رفو چکر ہو گئی۔

جال سے دور رہنے اور اس میں نہ پھنسنے پر میں حیرت میں تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ ہونہ ہو یہ سدھائی ہوئی ہے یا جال سے سابقہ پڑنے کی وجہ سے وہ اسے جانتی ہو اور یہ بھی کہ عقاب سے قبل اس کی جنگ ایک پرندے سے ہو چکی ہے جسے اس نے بالآخر اپنا لقمہ اجل بنالیا تھا اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نے عقاب کو اولاً جفتی سے رد کیا۔ پھر اسے اپنا شکار کھلایا اور اس کے بعد بھی اس سے راضی نہ ہوئی اور محض اس وجہ سے مار ڈالا کہ وہ اس سے جفتی کرنا چاہتا تھا (یہ ماجرا دیکھ کر میں نے چاہا کہ اس کا شکار کر لوں تاکہ اس کے ذریعہ سے جس کی کوئی قیمت نہیں ہے دوسرے پرندوں کا شکار کیا کروں۔ اس لئے یہ رات بھی میں نے اسی جھونپڑی میں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو زنج اسی سابقہ وقت پر جال کے پاس آئی۔ اتنے میں ہی ایک عقاب وہاں آ گیا اور اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ پھر انہیں اوپر ایک شکار نظر آیا اور اس (دوسرے عقاب) کے ساتھ بھی بعینہ وہی واقعہ پیش آیا جو گذشتہ دن پہلے عقاب کے ساتھ پیش آیا تھا اور ٹھیک اسی طرح زنج پھر اڑ گئی تو اسے دیکھ کر میری حیرت و استعجاب کی حد نہ رہی اور اس کے شکار کر لینے کی خواہش و رغبت اور تیز ہو گئی۔ تیسری رات بھی میں نے اسی جھونپڑی میں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہی زنج پھر پھیلے دونوں کی طرح جال کے قریب آکر بیٹھ گئی اور چند لمحوں کے بعد ہی ایک ہلکے ہلکے جسم والا عقاب آیا جس کے بال و حشیانہ طور پر نکھرے ہوئے تھے اور آکر زنج کے قریب بیٹھ گیا۔

پھر انہیں اوپر ایک شکار نظر آیا چنانچہ زنج نے اوپر اڑنے کی کوشش کی مگر عقاب اسے اس زور زور سے مارنے لگا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے اب ختم ہی کر دے گا۔ پھر وہ خود ہی تیزی سے اوپر اڑا اور اس پرندے کا شکار کر کے سامنے رکھا اور خود تو اس میں سے کچھ نہیں کھایا لیکن زنج کو کھانے کی اجازت دے دی۔ جب زنج نے خوب سیر ہو کر کھالیا تو اس نے بقیہ گوشت کھایا۔ جب گوشت ختم ہو گیا اور دونوں آسودہ ہو گئے تو عقاب نے جفتی کے لئے اپنا پر اس کے اوپر پھیلایا۔ پہلے تو وہ اس سے راضی نہ ہوئی۔ مگر جب اس نے پر دوبارہ پھیلا دیا تو وہ راضی ہو گئی اور اسے اس سے نہیں روکا اور اپنے اوپر اسے قدرت دے دی۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ گیا اور آسودہ ہو کر جفتی کی اور فارغ ہو کر دونوں ساتھ اڑ گئے۔

ایک دوسرا واقعہ | قاضی ابو علی تنوخی ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قدیم مولد سپاہیوں میں سے ایک سپاہی جو بعد میں ابو محمد یحییٰ بن محمد سلیمان کا دربان ہو گیا تھا مجھ سے بیان کیا کہ میں بادشاہ کے کمانڈروں میں سے ایک کمانڈر جو ابو اسحاق ابن ابو مسعود رازی کے نام سے جانے جاتے ہیں کے ساتھ رہا کرتا تھا، اسپین کا شہر المداائن اور مدینہ حنینہ انہیں کے زیر حکومت تھی۔ یہ شہر اس وقت آباد تھا اور سلاطین و بادشاہ وہاں آیا کرتے تھے وہ شکار کے بے حد شوقین تھے۔ ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ وہیں مقیم تھا کہ ایک دن وہ شہر رومیہ جو مدینہ حنینہ کے بالمقابل سامنے اور اس وقت دیران و غیر آباد تھا کی طرف شکار کے لئے

میرے ساتھ نکلے۔ انہوں نے اپنا شکاری پرندہ شکرہ اور شکار کھیلنے کے لئے تھیلا و سامان اور کچھ سپاہی اپنے ہمراہ لے لئے۔ طویل سفر کے بعد واپسی میں چلتے ہوئے ان کا وہ شکرہ جو شکار کھا کر سیراب ہو چکا تھا اچانک اس نے اپنا پنجہ سینے پر پھیرا اور بڑے زور سے متحرک اور مضطرب ہوا۔

ابن مسعود نے اس سے کہا کہ شاید اس نے کوئی شکار دیکھ لیا ہے اور اسی وجہ سے یہ حرکت کر رہا ہے۔ لہذا تم اسے شکار پکڑنے کے لئے چھوڑو۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت والا یہ بڑا شریر اور چالاک شکرہ ہے۔ اس کی یہ حرکت واضطراب اس وجہ سے نہیں ہے کیونکہ وہ سیراب ہو چکا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے اسے شکار پکڑنے کے لئے چھوڑ دیا تو یہ ادھر ادھر بھٹک کر بھاگ جائے گا۔ اتنے میں ہی اس کی حرکت اور تیز ہو گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کچھ نہیں ہو گا اور اگر کچھ ہوا تو اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔

چنانچہ جب اس نے چھوڑ دیا تو وہ اڑتا ہوا اس شکار کے قریب پہنچا اور ہم لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک چھوٹی سی جھاڑی کے اندر پہنچ کر اپنے آپ کو چھپانے لگا مگر ہم لوگ اسے دیکھ رہے تھے شکرہ پر مارتا ہوا جھاڑی پر جا کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ تیر کی طرح اندر سے کوئی چیز یا ہر کی طرف تیر کے پھل کے بقدر چڑھی تو شکرہ وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کے ہٹ جانے کے بعد وہ چیز پھر جھاڑی کے اندر اتر گئی۔ ہم لوگ بھی پیچھے سے اس جھاڑی میں داخل ہو گئے تو دیکھا کہ وہ ایک سرخاب کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور پھر اسے شکار کر لیا اور چونکہ سرخاب کی یہ عادت ہے کہ جو شکاری جانور اسے شکار کر تا یا شکار کرنے آتا ہے تو وہ اس کے پروں کو زخمی کرنے، جسم میں سوراخ کرنے اور کھال کو کاٹنے کے لئے اس پر بیٹ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی بیٹ نہایت گرم اور شعلہ کے مانند ہوتی ہے۔

غرض شکرہ چونکہ اس سے بخوبی واقف ہوتا ہے اس لئے وہ اس کو شکار کرنے کے لئے محتاط انداز میں اس پر حملہ آور ہوا تو سرخاب نے بلند ہو کر شکرے پر بیٹ کرنے کی کوشش کی مگر جب اس کا نشانہ خطا کر گیا اور بیٹ شکرے پر نہیں پڑی تو شکرہ اسی وقت اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے شکار کر لیا۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ تیر کے پھل کے بقدر جو چیز اوپر اٹھی تھی وہ سرخاب کی بیٹ تھی جو اس نے شکرہ پر کی تھی۔

اس واقعہ سے تمام شکرے باز شکاری سپاہی اور جملہ حاضرین بہت متعجب ہوئے اور شکاری جانوروں کے جن عجیب و غریب کارناموں کا انہوں نے مشاہدہ کیا تھا ان میں سے اس مشاہدے کو اور بھی حیرت انگیز انوکھا اور قابلِ استعجاب سمجھا۔

قاضی تنوخی نے اس واقعے کو فارس کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے کہ فارس نے بتایا کہ ہارون بن غریب الحبالب اور اس کا تمام لاؤ لشکر اور فوجی مقام حلوان کے سامنے مقیم تھے میں اور کچھ فوجی اس وقت سفر میں تھے اور راستے میں شکار بھی کرتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اچانک ان کے سامنے ہرن کا ایک بچہ ظاہر ہوا تو لوگوں نے اسے شکار کرنے کے لئے اپنا شکار چھوڑا۔ کتاباز چونکہ اس وقت ان کے پاس یا قریب نہیں تھے اس لئے کسی کتے کو اس کے ساتھ نہ چھوڑ سکے۔ ورنہ عموماً تما شکرہ ہرن یا اس کے بچہ کا شکار نہیں کر پاتا۔ الایہ کہ اس کے ساتھ کوئی شکاری کتابھی ہو۔ اگر کتابھوتا ہے تو شکرہ اڑ کر اس کے سر پر حملہ کرتا اور اسے زخمی کرتا ہے اور پروں کو اس کی آنکھوں پر پھیلا دیتا ہے تاکہ وہ تیز نہ دوڑ سکے اور کتابھیچے سے دوڑ کر پکڑ لیتا ہے۔

الغرض اس وقت چونکہ قریب میں کوئی کتابھی کتاباز نہیں تھا اس لئے ابن الحبالب نے صرف شکرے کو اس کے شکار کے لئے

چھوڑ دیا تاکہ وہ کہیں چھوٹ کر ضائع نہ ہو جائے اور کتے کے انتظار میں اس شکار سے محروم ہو جائیں اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ فی الحال تو صرف شکرے کو اس پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اسے جا کر مشغول کر دے اور تیز دوڑنے سے باز رکھے رہے تاکہ ہم لوگ اسے اپنے تیروں اور گھوڑوں سے پالیں اور اس کا شکار کر لیں۔

غرض شکار اس کی طرف تیزی سے اڑا اور ہم لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑے (فارس کہتے ہیں کہ) میں خود ان دوڑنے والوں میں شامل تھا۔ ہرن صحرا کے نشیبی علاقے میں بڑی تیزی سے دوڑتا رہا اور جب زمین کا ڈھلان ختم ہو گیا تو شکرہ اس کے گردن اور چہرے پر جھنمار کر گرا اور اپنی جنگل اس میں گاڑ دی۔ مگر ہرن اسے برداشت کر کے اسے اٹھائے ہوئے بھاگتا رہا۔ ادھر شکرے نے اپنا ایک پاؤں زمین پر اتارنا کادیا کہ زمین پر اس کا نشان پڑتا جا رہا تھا اس نے ایسا اس لئے کیا کہ اپنے پاؤں کی گرفت زمین پر اچھی طرح کر کے اسے تیز دوڑنے نہ دے۔

آخر کار وہ میدان کے ایک مقام پر جہاں کچھ خاردار بھڑی تھی رک گیا اور ایک بڑے کانٹے دار درخت کی جڑ میں لگ کر کھڑا ہو گیا۔ شکرے نے اسے دوسرے پنچے سے جسے وہ اس کی گردن اور چہرے کے درمیان گاڑے ہوئے تھا زور سے کھینچا اور بالآخر اس کی گردن کو توڑ کر اسے بچھاڑ دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں پہنچے اور اسے ذبح کیا اور جو بشارت دی گئی وہ صحیح ثابت ہوئی۔

اس کے بعد ابن حبال اور اس کے ہمراہی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ واللہ اس سے زیادہ چالاک شکرہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور اس کے ساتھ بہتر سلوک کا برتاؤ کرتے ہوئے عزت و احترام کے ساتھ اسے آزاد کر دیا۔

قاضی ابو علی تنوخی ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو القاسم بصری نے اور انہیں کمداریہ کے ایک سپاہی نے بتایا کہ وہ اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کے ساتھ شکار میں تھا۔ اس سپہ سالار کے پاس ایک عقاب تھا جس سے وہ شکار کیا کرتا تھا۔ اس نے اس سفر میں کافی شکار کیا۔ ایک مرتبہ وہ شکرہ اپنے مالک کے ہاتھوں میں بے حد متحرک و مضطرب ہو گیا تو مالک کو عقاب سے اپنے لئے خطرہ محسوس ہونے لگا (کہ کہیں وہ اسی پر حملہ نہ کرے دے) کیونکہ اس پر ندے کو اگر کبھی اس کے ارادوں اور خواہشات سے روک دیا جاتا ہے تو بسا اوقات وہ اپنے مالک ہی کے لئے خطرہ و ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لئے شکرہ بازنے اسے (اس کی خواہش کی تکمیل کے لئے) چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ سب کو پیچھے چھوڑ کر اڑتا ہوا دور نکل گیا اور ایک نہایت بوڑھے اور کمزور شخص پہ جاگرا جو اس وقت خاردار لکڑی کو اپنے گھٹنوں کے بل کھینچتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ اس نے جھنمار کر اپنی چونچوں سے اسے خوب نوچا اور اس کی گردن توڑ کر اسے ہلاک کر دیا اور اس کے خون میں اپنے آپ کو لت پت کر لیا اور اس کا کچھ گوشت بھی کھا لیا۔

اس کا مالک یہ خبر لے کر کمانڈر و سپہ سالار کے پاس پہنچا۔ کمانڈر نے اس کے آتے ہی سوال کیا کہ کیا کوئی خاص خبر لائے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت والا عقاب نے تو ایک پراگندہ جنگلی بوڑھے کو اپنا شکار بنا لیا ہے حالانکہ اس کو چھوڑنے سے پہلے ہم لوگ کہہ رہے تھے کہ جنگلی ہرن یا جنگلی بیلے کو شکار کیا جائے تو وہ ہماری باتیں سن رہا تھا۔ کمانڈر نے یہ سمجھا کہ وہ پراگندہ جنگلی بوڑھا بھی جنگلی ہرن یا جنگلی بیلے ہی کی طرح کوئی جانور سہ ہو گا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ واقعی عقاب نے تو ایک مسلمان شخص کی جان لے لی ہے۔ پھر اس نے انہیں یقین دلایا تو کمانڈر نے کہا کہ تمہارا براہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور پھر اس جگہ یہ ماجرا دیکھنے کے لیے چل دیا۔ ہم لوگ بھی ان کے پیچھے ہو لیے۔ وہاں پہنچے تو واقعی ہم لوگوں نے ایک بوڑھے کو اسی طرح مردہ پایا۔ انہیں اور ہم سبھی

کو اس سے شدید دھچکا پونچا اور بے حد غم و افسوس کے ساتھ ساتھ عقاب کی اس کر توت سے بہت حیرت ہوئی۔ قاضی تنوخی نے اپنی کتاب میں محمد بن سلیمان کے حوالے سے ایک اور واقعہ ذکر کیا ہے۔ محمد کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض شکاریوں نے بیان کیا اور میں نے خود بھی شکار میں ہونے والے واقعات و عجائبات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے اور میں نے بعض انوکھے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن اس میں سب سے عمدہ واقعہ یہ ہے کہ فلاں شخص (ناقل کا نام یاد نہ رکھ سکا) کے پاس ایک باز تھا۔ ایک مرتبہ اسے شکار کے لیے چھوڑا تو اس نے ایک تیز کا شکار کر لیا اور ایک پاؤں سے اسے مضبوطی سے تھام کر اپنی عادت کے مطابق پیروں سے چلنے لگا اور اسے پکڑے ہوئے اپنے مالک کا انتظار کرنے لگا تاکہ وہ آکر اسے ذبح کرے اور عادت کے مطابق اسے اس کا گوشت کھلائے۔ اس کا مالک ابھی دوسرے کنارے پر تھا کہ اسی دوران اسے ایک اور تیز آڑتا ہوا نظر آیا تو وہ اس پہلے تیز کو پاؤں میں پکڑے ہوئے دوسرے کو شکار کرنے کے لیے اڑا اور اسے بھی پکڑ کر اپنا شکار بنا لیا اور زمین پر اتر کر دونوں کو لئے ہوئے چلنے لگا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے اور اس کا اس حال میں مشاہدہ کیا اور پھر ہم لوگوں نے اسے اس سے لے کر ذبح کیا۔

شیر کی عیادت اور لومڑی کی ذکاوت علامہ ابن قیم جوزی اور حافظ ابو نعیم امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی شیر بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لیے لومڑی کے علاوہ سارے ہی جانور پہنچے۔ لومڑی کو غائب دیکھ کر ایک بھیڑیے نے شیر کے سامنے اس کی چغلی کی تو شیر نے کہا کہ جب وہ آئے تو تو ہمیں بتانا۔ جب لومڑی حاضر خدمت ہوئی تو بھیڑیے نے بتا دیا کہ یہی ہیں حضرت لومڑی صاحبہ جو اب تک غائب تھیں) اس پر شیر نے ڈانٹ ڈپٹ کی اور تنبیہ کے ساتھ ساتھ جواب بھی طلب کیا تو لومڑی نے جواب میں عرض کیا کہ حضرت والا میں آپ کے واسطے دوادھونڈھ رہی تھی۔ شیر نے کہا تو تمہیں کیا ملا؟ اس نے بتایا کہ بھیڑیے کی پنڈلی میں ایک دانہ کے بقدر چیز ہوتی ہے وہ آپ کے لیے فائدہ مند ہوگی اور بہتر ہے کہ اسے آپ خود نکالیں۔ شیر نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا اونچہ بھیڑیے کی پنڈلی پر گاڑ دیا اور اسے لہو لہان کر دیا۔ اتنے میں لومڑی چپکے سے وہاں سے کھسک گئی۔ اس کے بعد بھیڑیہ اس لومڑی کے پاس سے گزرا۔ خون اب بھی اس کی ٹانگ سے بہہ رہا تھا تو لومڑی نے اس سے طنزیہ انداز میں کہا۔ اے سرخ موزے والے! بادشاہوں کے پاس جب بیضا کرو تو غور کیا کرو کہ تمہارے سر اور دماغ سے کیا چیز نکل رہی ہے؟ ابو نعیم کہتے ہیں امام شعبی کا مقصد اس واقعہ کو بیان کرنے سے صرف مثال دینا ہے اور لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے نیز زبان پر کنٹرول رکھنے، اخلاق کو درست اور آراستہ اور ہر ممکن اس کی تادیب پر تاکید کرنا اور زور دینا ہے۔ (کتاب الاذکیار۔ دخیلۃ الاولیاء)

اسی مفہوم میں شاعر نے کہا ہے۔

احفظ لسانک لاتقول فتبتلی ان البلاء موکل بالمنطق

ترجمہ: اپنی زبان کی حفاظت کرو اگر بولو گے تو مصائب میں پھنسو گے۔ کیونکہ مصائب عموماً بولنے ہی کی وجہ سے آتے ہیں۔

۱۔ کیونکہ یہ واقعی اس کے لیے قابل حیرت بات تھی کہ کہیں ایک پرندہ کسی انسان کو قتل کر سکتا ہے اس لیے جب اس نے جنگلی بوڑھا کو اس نے جنگلی بوڑھا کسی جنگلی جانور کو سمجھا۔

۲۔ بھلا عقاب کسی انسان کی جان لے سکتا ہے۔ ۱۳

حدیث میں لومڑی کی تاک جھانک کا تذکرہ | امام احمد حنبل "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز میں مرغوں کی طرح تین ٹھونگ لگانے، کتوں کی طرح بیٹھنے اور لومڑیوں کی طرح تاک جھانک کرنے سے منع فرمایا۔“

امام شعبی سے کسی نے پوچھا کہ قاضی شریح کو جو ”ادھی من الثعلب و احویل (لومڑی سے زیادہ چالاک و حیلہ گر) کہا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ شریح طاعون کے زمانے میں مقام نجف چلے گئے تھے۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی سامنے آکر کھڑی ہو جاتی اور ان کی نقل و حرکت کی نقالی کیا کرتی اور سامنے سے گزرا کرتی اور نماز سے ادھر ادھر توجہ کرا دیا کرتی تھی۔ جب بہت دنوں یہ ہوتا رہا تو انہوں نے اپنا کارنامہ کر ایک موٹی لکڑی کو پھندا دیا اور آستین باہر نکال دی اور اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی۔ لومڑی حسب معمول آکر سامنے کھڑی ہو گئی اور اپنا کام کرنے لگی تو شریح چپکے سے اس کے پیچھے آئے اور اچانک اس کو پکڑ لیا۔ اسی واقعہ کی وجہ سے انہیں کہا جاتا ہے۔

لومڑی دہلی کے چیخنے کی آواز کے لیے ضغایضغو ضغوا و ضغاء آتا ہے۔ کہا جاتا ہے ضغایضغو او السنور یضغو ضغوا و ضغاء یعنی لومڑی یا بلی چیخنی۔ اس کے علاوہ ہر مظلوم و مظلوم کی آواز اور اس کی چیخ کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔

امام ثعالی | راس المولین و المصنفین، اونچے ادیب اور عظیم تصانیف کے مالک علامہ ابو منصور عبد الملک بن محمد نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا لقب ثعالی تھا۔ ان کی مشہور اور معرکتہ الآراء تصانیف میں سے ثمار القلوب، فقہ اللغة اور یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل العصر وغیرہ ہیں۔ ثعالی، لومڑی کے چمڑے کی سلائی کرنے کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ چونکہ آپ لومڑی کے چمڑے کی سلائی کیا کرتے تھے اور اسی سے اپنی حاجات پوری کیا کرتے تھے اس لیے اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا لقب ثعالی پڑا۔ ان کی کتاب یتیمۃ الدھر بقیہ تصانیف میں سب سے عمدہ اور عظیم ہے۔ اسی کتاب کے متعلق ابوالفتح اسکندری نے ذیل کے چند اشعار کہے ہیں۔

ابیات اشعار الیتیمۃ ابکار افکار قدیمۃ
ترجمہ:- (کتاب) یتیمۃ الدھر کے شعری ابیات قدیم افکار و جدید نظریات کے حامل ہیں۔

ماتوا وعاشت بعد ہم فلذلک سمیت الیتیمۃ
ترجمہ:- لوگ تو اٹھ گئے مگر یہ ان کے بعد بھی باقی رہی اور اسی وجہ سے اس کا نام یتیمہ رکھا گیا ہے۔

خود امام العلام ابو منصور ثعالی کے یہ چند شعری ابیات ہیں:-

لے کیونکہ یتیم کہتے ہی اسے ہیں جو خود تو باقی رہے البتہ اس کا اصل جس نے اسے بنایا اور معرض وجود میں لایا ہے نہ رہے۔ مثلاً اولاد کے لیے والد اور کتابوں کے لیے مصنف۔ وہ ختم ہو جائے ورنہ جب تک وہ باقی رہے گا اسے یتیم نہیں کہا جاسکتا۔ مقصود اس کا یہ ہے کہ اس کتاب کا نام بھی یتیمہ اسی لیے رکھا گیا ہے اس کو لکھنے والا تو ختم ہو جائے مگر یہ اس کے اندر جن افکار و نظریات کو پرو دیا گیا ہے وہ تاقیامت باقی رہیں گی جیسا کہ مشاہدہ بھی ہے۔

وانتعل العیوق لہ والفرقد ۛ

یاسید اباالمکرمات ارتدی

ترجمہ:- جناب عالی! فیاض و سخاوت اور کرم و احسان کی چادر اوڑھے اور ستارہ عیوق و فرقد کا جو تاپہن لیجئے۔

مودۃ طال علیہا المدی

مالک لاتجری علی مقتضی

ترجمہ:- تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اس محبت کی ضروریات و مقتضی کے مطابق کیوں نہیں چلتے۔ جس محبت کی تمناؤں کی مدت طویل ہو چکی

ہے۔

ن بن داوود نبی الہدی

ان غبت لم اطلب و هذا سلیم

ترجمہ:- اگر تم ہم سے غائب ہو جائے گا تو ہم تمہیں تلاش نہیں کریں گے اور یہ ہیں سلیمان بن داؤد جو نبی برحق ہیں یعنی ہدایت کے

پیغامبر ہیں۔

فقال مالی لاری الہدیدی ۛ

تفقد الطیر علی شغلہ

ترجمہ:- جنہوں نے اپنی مشغولیت کے باوجود پرندے کو تلاش کیا اور کہا کہ کیا بات ہے کہ میں ہمد کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔

ۛ عیوق: ایک ستارے کا نام ہے جو نہایت لمبی پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ستارہ ثریا کے پیچھے ہوتا ہے۔

ۛ فرقد: قطب شمالی کے قریب ایک روشن ستارے کا نام ہے اور اسی کے پہلو میں ایک دوسرا ستارہ بھی ہے جو اس سے کم روشن ہوتا ہے اور یہ دونوں

فرقدان کہلاتے ہیں۔

ان کی اونچائی ضرب الثل ہے۔ چنانچہ نہایت اونچے و اہم امور کو انجام دینے پر کہا جاتا ہے: فلان نال الفرقدین۔ یعنی اس نے اتنے اہم معاملے کو سر کر

لیا۔ یا اگر کوئی نہایت دشوار اہم اور اونچا کام کرنے کی کوشش میں لگتا ہے تو کہا جاتا ہے ہو یرید ان نال الفرقدین اور اسی سے ہی ہے بسط الیدین لنیل

الفرقدین۔ اب ان امثال سے جو تاہنا کر پینے کی تلقین جو شاعر نے کی ہے وہ واضح ہو گئی۔ ۛ

ۛ ہمد پرندہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج میں مہندس (انجینئر) کا کام کرتا تھا اور ضرورت پڑنے پر پانی کی تلاش اور جستجو کرتا اور بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے۔ کتنی

گہرائی میں ہے یا کتنی دوری پر ہے۔ اس ہمد کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف دیا تھا کہ وہ پانی کو زمین کے نیچے کتنی ہی گہرائی پر یا کتنی ہی دوری پر ہوتا۔ اس کے بتلانے

کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو حکم دے دیتے اور کنواں وغیرہ کھود کر پانی حاصل کر لیا جاتا۔ ایک بار اسی طرح کسی جنگل میں تھے پانی کی تلاش کے لیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہمد کو طلب کیا۔ مگر اس دن اتفاق سے ہمد موجود نہ تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان نے فرمایا کیا آج واقعی ہمد موجود نہیں ہے یا کہیں

پرندوں میں چھپ گیا ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا ہے۔

ایک بار کلام پاک کی اس تفسیر کو حضرت ابن عباسؓ سے نافع بن ارزق غارتی نے سنا اور پھر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آج تو آپ شکست قبول کر لیں

(یعنی ہار مان لیں) حضرت عبداللہؓ نے کہا وہ کیسے! کہنے لگا کہ ہمد کس طرح زمین کے نیچے کا پانی دیکھ لیتا ہے جب کہ ایک چھوٹا سا بچہ جال بچھا کر اور دانہ ڈال کر

اس کو پکڑ لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اسے اوپر کی چیز (جال وغیرہ) نظر نہیں آتی۔ تو پھر وہ زمین کے اندر کا حال کیسے جان سکتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے

فرمایا کہ تو اگر یہ سمجھتا ہے کہ میں تیرے اس اعتراض سے لاجواب ہو گیا تو یہ تیری بھول ہے۔ اب جواب سن جس وقت کسی کی قضا آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو

جاتی ہیں۔ اور عقل بھی جاتی رہتی ہے۔

اس جواب پر نافع لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا واللہ اب آپ پر اعتراض نہ کروں گا۔ بہر حال یہ تو تفسیر کلام پاک تھی آج کے دور میں انسان (انجینئر) ۛ

اور انہی کے چند اشعار کسی مسافر بچے کے بارے میں ہیں:-

فدیت مسافر اربک الفیانی فائرنی مماسنہ السفار
ترجمہ:- میری جان قربان ہو ایک ایسے مسافر پر جو روانہ ہو رہا ہے دشت و صحرا میں تو اب اس کے بالوں پر سفر کے گرد و غبار کے آثار
موجود ہیں۔

فمسک و رد حذیہ السوافی و عنبر مسک صدغیہ الغبار
”پس مشک اس کے صاف ستھرے رخساروں پر موجود ہے اور مشک کا غبار اس کی دونوں کنپٹیوں کا غبار ہے۔“
ان کی وفات ۴۲۹ھ اور یقول بعض ۴۳۰ھ میں ہوئی۔

حضرات) تیل وغیرہ کے لیے زمین کے اوپر سے ہی اندازہ کر لیتے ہیں اور بعض دفعہ ان کا اندازہ بالکل صحیح ہوتا ہے کہ میاں پر تیل ہے، میاں پر نہیں ہے اور کتنی گہرائی میں ہے تو یہ کون سی ایسی بات ہے جس پر اعتراض ہو کہ ایک اتنا چھوٹا سا جانور زمین کے اوپر سے ہی زمین کے اندر کی چیزیں دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر مطلق ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے حد کو یہ صفت اسی قادر مطلق نے دیا اور وہی اس پر قادر ہے کہ اس حد کو ایک چھوٹا سا بچہ اور وہ قید کر لے۔ نیز جانوروں کو اپنے گھر بنانے کی صلاحیت اور رزق حاصل کرنے کا شعور دیا۔ بچوں کی حفاظت کا سلیقہ دیا تو اس میں کیا حرج ہے کہ وہ ایک ہمد کو پانی دریافت کرنے کا شعور دے دے۔

یہ سب باتیں اسی ذات کا کرشمہ ہیں جو وحدہ لا شریک ہے۔ اب اگر کوئی اس کے کرشموں پر اعتراض کرے تو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ بد بخت اور جنمی ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر وقت ایسی مثالیں دی ہیں جس سے لوگ ہدایت کا راستہ اپنا سکیں اور اس ذات کو اپنا سکیں۔ حضرت عبداللہ برزی ایک ولی اللہ شخص تھے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ پیر اور جمعرات کا روزہ پابندی سے رکھتے۔ آپ کی عمر اسی سال کی تھی۔ ایک آنکھ سے کانے تھے۔ سلیمان بن زید نے ایک دن ان سے ان کی آنکھ کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کی آنکھ کس طرح چلی گئی؟ حضرت عبداللہ برزی نے جواب سے انکار کیا لیکن سلیمان بن زید پیچھے پڑ گئے اور بار بار پوچھتے رہے۔ آخر تنگ آکر حضرت عبداللہ برزی نے فرمایا کہ ایک بار دو خراسانی میرے پاس (برزہ میں جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے) آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں۔ میں انہیں اس وادی میں لے گیا وہاں انہوں نے انگلیٹھیاں نکالیں اور نکالے۔ پھر ان کو جلانا شروع کیا میاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے معطر ہو گئی اور چاروں طرف سے سانپ نکل کر آنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سانپ آیا جو ایک ہاتھ لہا تھا اور اس کی آنکھیں کسی ہیرے یا سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس سانپ کو دیکھ کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے خدا کا شکر ہے ہماری سال بھر کی محنت کام آگئی۔

پھر انہوں نے اس سانپ کو پکڑ کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر پھر وہ سلائی اپنی آنکھوں میں پھیر لی (برزی کہتے ہیں) میں نے ان دونوں سے کہا کہ میری آنکھ میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ ان دونوں نے انکار کر دیا۔ آخر کار میں نے بڑی منت اور سماجت کے بعد ان کو راضی کیا اور انہوں نے وہ سلائی میری داہنی آنکھ میں پھیر دی۔ اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک شیشے کی مانند معلوم ہونے لگی اور جیسے اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں ایسے ہی زمین کے اندر کی چیزیں نظر آنے لگیں۔ میں اس تعجب میں تھا کہ یہ کیا کرشمہ ہے تو ان دونوں نے مجھ سے کہا اچھا اب آپ ہمارے ساتھ تھوڑی دیر چلئے۔ میں نے ان کے ساتھ کچھ دور تک چلنا منظور کر لیا وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے مجھے ساتھ ساتھ لیے چل دیے۔ جب ہم بسنی سے کافی دور نکل گئے تو ان دونوں نے مجھے پکڑ لیا اور باندھ کر بے بس کر دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنی ایک انگلی ڈال کر میری داہنی آنکھ نکال کر پھینک دی اور مجھے یونہی بندھا ہوا بھجوا کر دونوں فرار ہو گئے۔ اس کے بعد اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ کا گزر ہوا۔ ان قافلے والوں نے مجھ پر رحم کھایا اور مجھے قید و بند کی معیبت سے آزاد کیا۔ تب سے میری ایک آنکھ جاتی رہی۔ ۱۳

شرعی حکم | امام شافعی نے اسے حلال کہا ہے۔ علامہ ابن صلاح کہتے ہیں کہ اس کی حلت کے متعلق ایک حدیث بھی نہیں ملتی۔ البتہ حرمت سے متعلق دو احادیث ہیں مگر ان دونوں کی سندیں ضعیف ہیں۔ امام شافعیؒ نے اہل عرب کی عادت اور عام طور سے اس کے کھانے کے رواج پر اعتماد کرتے ہوئے اسے حلال قرار دے کر فرمایا کہ یہ آیت قرآنی اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ۔ (حلال کر دی گئی ہیں تمہارے لیے عمدہ چیزیں) کے عموم میں داخل رہے گا۔ اسی طرح امام طاووسؒ، عطاء، قتادہ وغیرہ نے بھی اس کے حلال ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بویطی کے ایک مایہ ناز شاگرد امام الحدیث والفقہ علامہ ابوسعید عثمانی داری نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی اکثر روایات اس کی حرمت کی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی اسے سباع (درندوں) ہی میں سے شمار کیا ہے۔

ضرب الامثال | فریبی وحیلہ گر کے لیے اہل عرب بولتے ہیں۔

ہو اروع من ثعلب۔ وہ لومڑی سے بھی زیادہ مکار، چالاک اور حیلہ گر ہے۔ شاعر نے بھی اسی معنی میں استعمال کرتے ہوئے کہا ہے۔

کل خلیل كنت خاللتہ لا ترک اللہ لہ واضحہ ترجمہ:- ہر دوست جس سے میں نے دوستی کی اللہ اس کو تھانا چھوڑے۔

کلہم اروع من ثعلب وما اشبه اللیلۃ بالبارحہ ترجمہ:- سبھی لومڑی سے زیادہ مکار نکلتے اور آج کی رات کل گزشتہ رات سے کس قدر مشابہ ہے۔

دینوری کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ نے اس وقت فرمایا جب کہ وہ منبر پر کھڑے تھے کہ جو شخص (دینا) اے ہمارے پروردگار کے اور پھر اس پر ڈٹ جائے اور (لم یروغوا وغان الثعالبہ) لومڑیوں کی طرح مکروہ فریب کی کوئی راہ تلاش نہ کرے تو وہ..... الخ

بعض روایات میں ثعالب کے بجائے ثعلب واحد استعمال ہوا ہے۔ (الحجۃ الدینوری)

حضرت حسن بن سمرہ سے مروی ہے کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص موت سے بھاگتا ہے اس کی مثال اس لومڑی جیسی ہے جس سے زمین پر ہر وقت اپنے دین و قرض کا مطالبہ کرتی رہتی ہے اور وہ بھاگنے لگتی اور دوڑتی رہتی ہے حتیٰ کہ جب وہ تھک کر اور پریشان ہو کر ہانپنے لگتی ہے تو وہ اپنے بل میں داخل ہو جاتی ہے مگر پھر جب زمین وہاں اس سے مطالبہ کرتی رہتی ہے کہ میرا قرض، میرا قرض تو وہ نکل کر اسی طرح بھاگنے لگتی ہے اور دوڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی گردن ٹوٹ جاتی ہے اور وہ مر جاتی ہے۔“ (رواہ ابیہیثمی فی شعب الایمان)

اہل عرب کہتے ہیں:-

”فلان اذل ممن یالت علیہ الثعالب“ فلاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس پر لومڑیاں موت گئیں۔“

(۲) ادھی من ثعلب۔ لومڑی سے زیادہ چالاک و حیلہ گر۔

(۳) اعطش من ثعالہ۔ لومڑی سے زیادہ پیاسا۔

حمید بن ثور کہتے ہیں:-

الم تر مابینی و بین بن عامر من الرد قد بالت علیہ الثعالب

ترجمہ:- کیا تم نے میری اس محبت کو نہیں دیکھا جو ابن عامر سے تھی بلاشبہ لومڑیاں اس پر پیشاب کر گئی۔

و اصبح صافی الود بینی و بینہ کان لم یکن والدھر فیہ عجائب

ترجمہ:- اور میری اور اس کی محبت اس طرح صاف ہو کر ختم ہو گئی کہ گویا پہلے تھی ہی نہیں اور زمانے میں عجائبات ہوتے ہی ہیں۔

طبی فوائد اس کا سر اگر کبوتر کے برج یا اس کے ڈربے میں ڈال دیا جائے تو سارے کبوتر بھاگ جائیں گے۔ اس کا دانت اگر ریح الصبیان کے مرض میں مبتلا بچہ پر باندھ دیا جائے تو یہ مرض دور ہو جاتا ہے اور نیند میں ڈرنے کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔

اس کا پتا اگر مجنون یا مرگی زدہ شخص کی ناک میں ڈال دیا جائے تو اس کا جنون اور مرگی ختم ہو جائے گی اور وہ کبھی اس کا شکار نہیں ہو گا۔

اس کا گوشت کوڑھ اور مایٹولیا کے مرض میں مفید ہے۔ اس کی چربی پکھا کر اگر گنٹھیا کے مریض کے جوڑوں پر ملی جائے تو اس کا درد فوراً ختم ہو جاتا ہے۔

اس کا فوتہ اگر بچہ کے جسم پر باندھ دیا جائے تو دانت باسانی نکل آتے ہیں۔ اس کے سر کے بال و چڑے ٹھنڈے مزاج والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس کا استعمال اسے پن کر بھی کر سکتے ہیں اور دھونی دے کر بھی۔ اس کا خون اگر بچوں کے سر پر ملا جائے تو گنج ہونے کے باوجود بال اگ جاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص اس کا خون اپنے ساتھ رکھے تو وہ کسی کے فریب و حیلہ میں نہیں پھنس سکے گا۔ اس کے پیچھے پھرنے کو پس کر اگر پیا جائے تو ریح الصبیان کا مرض دور ہو جاتا ہے۔ اس کے دانت کو اگر مرگی زدہ یا مجنون اپنے اوپر باندھ لے تو اس کا مرض دور ہو جائے گا۔ تلی کے درد کا مریض اگر اس کی تلی کو اپنے بدن پر باندھ لے تو درد سے اسے فوری آرام ملے گا۔

ہر مس کہتے ہیں کہ کوئی اس کی کلبی اپنے ہاتھ میں رکھے رہے تو وہ نہ کتے سے ڈرے گا اور نہ ہی کتا اس پر بھونکے گا۔ اس کے

۱۔ لقد ضل من بالث علیہ الثعالب یعنی وہ ذلیل ہو گیا جس پر لومڑیاں موت گھنیں۔ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بدوی کسی بت کو پوجتا تھا ایک دن اس نے کسی لومڑی کو اس پر پیشاب کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے کہا ارب بیول الثعلبان براہ لعد ضل من بالث علیہ الثعالب کیا وہ رب ہے جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کریں اور جس پر لومڑیاں پیشاب کریں تو وہ ذلیل ہو گیا۔ غرض یہ مثل ایسے کمزور و ذلیل شخص کے لیے ہوتے ہیں جس کی کوئی امداد نہ کرے جیسا کہ اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ ”اس پر کتے موت گئے۔“ ۱۳۱

۲۔ ثعالیہ کے معنی لومڑی کے ہیں۔ ثنائی نامی ایک شخص تھا جو پیاسا مر گیا تھا اسی یہ مثل بنی ہے۔ ۱۴

۳۔ عام گنجوں کے لیے بھی بہت مفید ہے خواہ عمر زیادہ ہی کیوں نہ ہو بالکل نکل آتے ہیں۔

کان کو اگر گردن کی کنٹھ ملا پر لگالے تو اسے فائدہ محسوس ہو گا اور فوری راحت ہوگی۔ اس کا آلہ تقاسل اگر سرد رو میں سر پر باندھ لیا جائے تو درد ختم ہو جائے گا۔ اس کا پتا اگر سونا میں ملا دیا جائے تو اس کا رنگ پیتل جیسا ہو جائے گا۔ کان کے قریب ہونے والے درم پر اگر اس کے خضیہ کو ملایا جائے تو رفتہ رفتہ درم ختم ہو جائے گا۔ تلی کے درد میں مبتلا شخص اگر اس کے کلیجے کو پانی میں ملا کر ایک مٹقال کے بقدر بے تو بلا توقف اس کا درد فوراً ختم ہو گیا اور اسے آرام ملے گا۔ اس کی چربی اگر دونوں ہتھیلی اور تلوؤں پر مل لی جائے تو ٹھنڈک کے خطرہ سے وہ مامون ہو جائے گا۔ اس کے دماغ کو اگر درس سلف گھاس میں ملا کر سر پر ملا جائے تو سر کی بھوسی (ری) و پھنسی اور گنجاپن ختم ہو جاتا اور بال جھڑنے کی شکایت بھی دور ہو جاتی ہے۔ جو بچہ رات میں ڈرتا اور روتا ہو۔ اس کے جسم پر اگر اس کی دم باندھ دی جائے تو وہ اسی طرح ٹھیک ہو جائے گا جس طرح اس کا وائٹ باندھنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اس کی چربی اگر کسی چیز پر مل دی جائے تو اس جگہ جہاں کہیں بھی پسو ہوں گے وہاں سے اس پر آکر جمع ہو جائیں گے۔ اس کے فوتہ کو خشک کر کے پیسنے کے بعد پانی میں ملا کر ایک درہم کے وزن کے بقدر پیسنے سے قوت جماع اور بھوک و شہوت میں گونا گوں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی دم کو باریک پیسنے کے بعد زعفران کے تیل میں ملا کر اگر آلہ تقاسل پر پیشاب کے سوراخ پر لگا کر مل لیا جائے تو قوت جماع میں بے پناہ اضافہ و فائدہ ہو گا اور جتنی دیر تک وہ چاہے جماع کر سکتا ہے۔

کتاب الابدان میں مذکور ہے کہ اگر تم لومڑی کی چربی تلاش کرو اور وہ نہ مل پائے تو بھیڑیے کی چربی اس کا بدل اور قائم مقام ہے۔

خواب کی تعبیر | اگر کسی نے خواب میں لومڑی دیکھی تو اس کی تعبیر عورت سے دیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ لومڑی سے بھیڑ خوانی کر رہا ہے اور اس سے کھیل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی شادی ایسی عورت سے ہوگی جس سے وہ بہت محبت کرے گا اور بیوی بھی اس سے اسی طرح محبت کرے گی۔ بعض حضرات نے لومڑی کو خواب میں دیکھنے کی یہ تعبیر دی ہے کہ اسے دیکھنے والے کو دھوکے باز مکار و فریبی شخص سے واسطہ پڑے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ لومڑی سے جھگڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ گویا وہ اپنے قرض خواہ سے جھگڑنے والا ہے۔

اسی طرح خواب میں اس کا گوشت کھانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کھانے والے کو نفع کا مال کھانے کی وجہ سے کچھ نقصان ہو گا مگر وہ پھر ٹھیک ہو جائے گا۔ بعض حضرات نے اسے خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ دی ہے کہ بادشاہ کی جانب سے اس کے پاس کوئی دشمن پہنچے گا۔

یہودیوں نے خواب میں اسے دیکھنے کی تعبیر یہ دی ہے کہ وہ کسی نجومی یا طبیب کے پاس پہنچے گا اور اس کی زیارت کرے گا۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں لومڑی کا بوسہ لیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے ایک شریف اور محبوب و خوب صورت بیوی حاصل ہونے والی ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے لومڑی کو قتل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ کسی شریف انسان کے لڑکے کو قتل کرنے والا ہے اور خواب میں اگر کوئی اس کا دودھ پیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ بیماری سے

۱۔ درس ایک مخصوص قسم کی گھاس ہے جو قتل کے مانند ہوتا ہے اور اس سے رنگائی وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض علاقہ میں اسے کسم کہتے ہیں۔

اب شغلیاب ہونے والا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ خواب میں لومڑی سے جھگڑنا اپنے اہل و عیال میں قریبی دوستوں میں سے کسی دوست سے جھگڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ثفا

جنگلی۔ ث، ف اور اخیر میں الف کے ساتھ۔ یہ جنگلی بلی ہے جو لومڑی سے ملتی جلتی ہے اور گھریلو بلی کے ہم شکل ہوتی ہے۔ اس کا بیان ان شاء اللہ باب السین میں آجائے گا۔

ثقلان

جن وانس۔ ثقل کے معنی بوجھ اور کثافت کے آتے ہیں چنانچہ جنات و انسان کو ثقلان (تثنیہ) کہا جاتا ہے۔
 وجہ تسمیہ کیونکہ یہی دونوں دراصل روئے زمین پر ثقل و بوجھ ہیں۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ ان دونوں کی شرافت بتائی ہے کہ ان کی شرافت و عظمت کی بنا پر انہیں ثقلان کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر شریف کو (اہل عرب) ثقل سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ یہ گناہوں سے گراں بار ہوتے ہیں اس لیے انہیں ثقلان کہا جاتا ہے۔

ثلج

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ عقاب کا چوزا ہے (لہذا اس کی تفصیل وہی ہوگی جو عقاب کی ہے)

ثنی

دو سالہ جانور۔ ثنی ہر اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے کے کینچلیوں والے دانت ٹوٹ گئے ہوں۔ اور ایسا پٹھے ہوئے کھروں والے جانور میں اس کے تیسرے سال اور ناب والے جانوروں میں اس کے چھٹے سال میں ہوتا ہے۔ ثنی واحد۔ اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔ مونث کے لیے ثنیہ جمع ثنایا آتی ہے۔

ثور

ثور لہ کے معنی بیل ہیں اور اس کی کنیت ابو عجل (پھڑپھڑوں کا باپ) ہے۔ مونث یعنی گائے کے لئے ثورہ مؤنث لاتے۔ اس کی جمع ثورۃ و ثیوان و ثیوۃ آتی ہے۔ امام نحو علامہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ ثیرۃ جو ثور کی جمع ہے اس میں (ث کے بعد) واؤ کو یاء سے اس لئے بدل دیا ہے کہ وہ کسرو (زیر) کے بعد واقع تھا (اور یاء ہی کسرو کے موافق حرف ہے واؤ تو ضمہ (پیش) کو چاہتا ہے) پھر علامہ فرماتے

لہ ثور: BOS TOURUS اور دیگر اقسام۔ عمان میں ثور البحر محل (OSTRACION CORNUTUS) کے لئے اور ثور البحر جھینگری ایک خاص قسم لہ ثور: CLEONUS HIEROGLYPHILUS کے لئے مستعمل ہے۔ (ج)

ہیں کہ اس طرح واؤ کو یاء سے بدلنا کوئی نادر نہیں بلکہ عام اور شائع و ضائع ہے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس کی تبدیلی کی وجہ یہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ اس کے درمیان اور ثورۃ الاطلاق کی جمع (جس کے معنی پتیر کا کٹڑا ہے اور جمع ثورۃ آتی ہے کہ درمیان فرق کرنا ہے اسی وجہ سے پہلے اسے فعلتہ کے وزن پر لائے پھر اس میں حرکت دی۔

چونکہ ثور کے معنی پھاڑنے اور زمین جوتنے کے ہیں اسی وجہ سے اسے ثور کہتے ہیں کہ یہ زمین کو پھاڑتا اور اسے جوتتا ہے۔ جیسا کہ بقرۃ (گائے بیل) کو بقرۃ اس لئے کہتے ہیں کہ بقر کے معنی بھی پھاڑنے کے ہیں اور وہ بھی زمین کو پھاڑتا اور جوتتا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ دو بیل ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں اور ان سے کھیت جوتا جا رہا ہے۔ جب ان میں سے ایک رک کر اپنا جسم کھلانے لگا تو دوسرا

جانوروں کی باہم ہمدردی و اخلاص

بھی رک گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابودرداءؓ رو پڑے اور فرمایا کہ یہ ہیں درحقیقت وہ دو بھائی جن کی اخوت محض اللہ کے لئے ہے ان میں کا ایک جب رک جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کی موافقت کرتا ہے اور اخلاص اسی اتحاد و اتفاق سے اپنے درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔ لہذا جو شخص اپنے بھائیوں کے حق میں مخلص نہ ہو گا وہ بلاشبہ منافق ہو گا (پھر اخلاص کی تعریف فرماتے ہوئے کہا) اخلاص نام ہے موجودگی و عدم موجودگی میں زبان و دل کے ایک ہو جانے کا۔

ایک روایت | وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کشتی کے مانند ڈمگاتی اور ادھر ادھر ہوتی تھی۔ اللہ نے اس کے جماؤ و ٹھہراؤ کے لئے ایک نہایت عظیم و طاقت ور فرشتہ پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کے نیچے جا کر اسے اپنے کندھوں پر اٹھالے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے اٹھا کر اپنا ایک ہاتھ مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی جانب نکال کر دونوں کناروں سے پکڑ کر جکڑ لیا۔ مگر (اس بوجھ کی وجہ سے) اس کے پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا اور وہ کانپنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جماؤ کے لئے سرخ یاقوت کی ایک بہت بڑی چٹان پیدا کی جس کے وسط میں سات ہزار سوراخ تھے اور ہر سوراخ سے ایک عظیم سمندر نکل رہا تھا جس کی لمبائی اور طول و عرض کا صحیح علم و اندازہ صرف اللہ کو ہے۔ پھر اسے فرشتے کے دونوں پاؤں کے درمیان داخل ہو جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ حکم کے مطابق داخل ہو گیا۔ مگر پھر اس پتھر کے اندر لرزہ و کچکی پیدا ہو گئی اور اس میں قرار بقی نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک نہایت ضخیم و عظیم بیل پیدا فرمایا جس کے چار ہزار آنکھیں اور اتنے ہی کان، ناک، منہ زبان اور پاؤں تھے اور ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں کی مسافت پانچ سو سال تک چلنے کی تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا (کہ وہ پتھر کو اپنی پیٹھ پر اٹھالے) چنانچہ اس نے پتھر کے نیچے داخل ہو کر اسے اپنی پیٹھ اور سینک پر اٹھالیا۔ اس بیل کا نام ”کھوٹا“ بتایا جاتا ہے مگر پھر اس بیل کے اندر لرزہ پیدا ہو گیا اور اس کا قرار جاتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے

لے اس قسم کی روایات اور واقعات دراصل اسلامی کتب میں بنی اسرائیل کے علماء اور ان کی کتب سے ہی اسلامی ذخیرہ میں منتقل ہوئی ہیں اور کسی بھی درجہ میں قابل قبول نہیں ہیں۔ کیونکہ جو روایات اور واقعات اسرائیلی علماء اور ان کی کتابوں سے اسلامی ذخیرہ میں منتقل ہوئی ہیں ان کا کوئی مدلل اور جامع حوالہ اسلامی ذخیرہ کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا۔ اس لئے ہمیشہ کے لئے یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ ان معاملات میں وہ روایات قبول کی جاسکتی ہیں جو اسلام کی ٹھوس بنیاد پر حقائق کے قریب ہوں اس لئے یہ کہنا کہ یہ کراہت بیل کے سینک پر ہے اسرائیلی افسانے ہیں اور حقائق سے دور واقعات ہیں۔

لئے ایک بست بڑی مچھلی پیدا کی۔ اس کی ضخامت اور اس کی آنکھوں کی چمک و وسعت کی بنا پر انسان اس کی طرف نگاہ کرنے پر بالکل قادر نہیں ہوتا نہ ہی اس کی تاب لاسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر دنیا کے سارے سمندروں کو اس کی ایک ناک کے سوراخ میں ڈال دیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی طویل و عریض اور لقی و دق میدان میں رائی کا ایک دانہ ہو۔

غرض اللہ نے اس بیل کا قرار اس مچھلی کو بنایا۔ اس مچھلی کا نام ”ہموت“ بتایا جاتا ہے اور اس مچھلی کا ٹھکانا پانی کو بنایا۔ پانی کے نیچے ہوا اور ہوا کے نیچے پانی، پھر پانی کے نیچے ظلمات و تاریکیاں ہیں اور ان تاریکیوں کے بعد کیا ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ بندوں کے علم کی رسائی اس سے آگے نہیں ہو سکی اور نہ ہی اس کا علم اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔ (ممالک الابصار فی ممالک الامصار جزء ۲۳)

جنت کی غذا ”حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے ان کے لئے جنت کا ایک ایسا بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اہل جنت مچھلی کے جگر کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا بھی کھایا کریں گے جو جگر کے پاس ہی اس کے ایک جانب ہوتا ہے۔“ (مسلم کتاب الطہارۃ، نسائی عشرۃ لساء)

”ابن اسحاق سے بسند صحیح روایت ہے کہ شداء جس وقت جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کی مچھلی اور بیل ان کے دوپہر کے کھانے کے واسطے نکل کر آئیں گی اور ایک دوسرے سے کھیلنے لگیں گے جب جنتیوں کو یہ جانور خوب پسند آجائے گا تو بیل اپنے سینگوں سے مچھلی کو مار دے گا اور اسے چیر پھاڑ کر اسی طرح تیار کر دے گا جس طرح جنتی اسے ذبح کر سکتے تھے۔ شام کے کھانے کے لئے وہ دونوں پھر واپس شام کو جنتیوں کے سامنے آئیں گے اور اسی طرح سے کھیلنے لگیں گے اور کھیلتے کھیلتے مچھلی اپنی دم سے بیل کو مار کر اسی طرح چیر پھاڑ دے گی جس طرح کہ وہ ذبح کر سکتے تھے۔“

علامہ سیبلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے جو قابل التفات اور لائق توجہ ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ جب اس زمین کی بقا اور اس کا جماد اور ٹھہراؤ ایک مچھلی پر ہے جو تیرنے والا حیوان ہے تو گویا اس سے لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلانا اور احساس پیدا کرنا ہے کہ یہ مقام اور یہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور یہ مسکن ایک عارضی مسکن ہے جس کے قلعے تباہ ہونے والے اور فنا ہونے والے ہیں اور یہ ہمیشہ باقی رہنے والا مقام نہیں ہے اور جب جنت میں داخل ہوتے ہی اسے ذبح کر دیا گیا اور انہوں نے اس کی کبھی کھالی تو گویا وہ دار الفناء سے نکل کر ایسے مسکن کو پہنچ گئے جس میں بقاء و پائیداری اور ہمیشگی و دوام ہے اور اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے پل صراط پر ان کے لئے نیلگوں رنگ کا مینڈھا ذبح کیا جائے گا تاکہ وہ جان لیں اور سمجھ لیں کہ اب اس کے بعد نہ موت ہے اور نہ فنا۔

ربی بات بیل کی تو چونکہ بیل کھیتی کرنے کا آلہ و ذریعہ ہے اور اہل دنیا کے سامنے دو طرح کی کھیتیاں ہیں، یا تو دنیا کی یا آخرت کی تو اس کے ذبح کر دینے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اب ان کھیتی کی مشقت سے (خواہ دنیا کی کھیتی ہو یا آخرت کی جو کرنا تھا کر چکے) بچ گئے اور اب انہیں آرام ہی آرام ہے۔

سورج اور چاند بیل کی شکل میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند کو قیامت کے دن بے نور کر دیا جائے گا۔“ (رواہ البخاری و انفراد)

اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ابو بکر بزار کے حوالے سے مفصل ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن دنانج نے فرمایا کہ خالد بن عبد اللہ قشیری کے زمانہ خلافت میں میں نے ابو سلمہ بن عبد اللہ سے اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں اس طرح سنا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے یہ حدیث اس طرح سنائی کہ:

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سورج و چاند جہنم میں بیلوں کی شکل میں ہوں گے۔ اس پر حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ (یعنی جہنم میں یہ کس گناہ کی وجہ سے جائیں گے؟) تو ابو سلمیٰ نے فرمایا کہ میں تو حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم وما ذنبہا ان کا کیا گناہ ہے، کہہ رہے ہو۔“

امام بزار فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے صرف اسی طرح مروی ہے اور عبد اللہ دنانج نے ابو سلمہ سے اس کے علاوہ اور کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند جہنم میں دہشت زدہ تیل (کی طرح) ہوں گے۔“ ”کعب احبار سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو دہشت و خوف زدہ تیل کی طرح لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا تاکہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ انہیں دیکھ لیں جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے تم اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو (سب) جہنم کے آیندہن ہیں۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند دو خوف زدہ تیل ہوں گے جہنم میں۔“ (ابوداؤد و طحاوی)

نہایت الغریب میں ذکر کیا گیا ہے کہ باری تعالیٰ نے جب سورج و چاند کو سبابتِ سلۃ کی تعبیر کے ذریعہ اپنے کلام میں ذکر کیا کہ کل فی فلک بسبحون (ان میں سے ہر ایک آسمان پر تیر رہا ہے۔ پھر جب خبر دی کہ وہ اور ان کے پجاری جہنم میں جائیں گے اور ان پجاریوں کو عذاب اس طرح ہو گا کہ وہ ان پر ہمیشہ مسلط رہے گا اور وہ دہشت کے مارے اس خوفزدہ تیل کی طرح ہوں گے جن کی دہشت دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہو۔ اس واقعہ کو ابو موسیٰ نے بھی کچھ اس طرح ذکر کیا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ انہیں جہنم میں اس لئے جمع کیا جائے گا کہ دنیا میں خدا کے سوا ان کی پرستش کی گئی تھی اور یہ عذاب ان کے واسطے نہیں ہو گا کیونکہ یہ جادات میں سے ہیں بلکہ یہ تو صرف کافروں کو مزید رسوا کرنے اور ان کی بکاء و گڑگڑاہٹ میں اضافہ کرنے کے لئے کیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کعب احبار کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”اللہ کی ذات کریم اور بلند و بالا ہے اس سے کہ وہ سورج و چاند کو عذاب دے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ان دونوں کو قیامت کے دن سیاہ اور بے نور کر دیں گے۔ جب یہ عرش سے قریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے معبود آپ جانتے ہیں کہ ہماری اس اطاعت و فرمانبرداری کو جو آپ کے لئے تھی اور ہماری رفتار کی تیزی کو جو دنیا

میں آپ ہی کے حکم سے تھی لہذا کافروں کی عبادت کی وجہ سے آپ ہمیں عذاب مست دیجئے۔ اس پر باری تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ہاں تم نے سچ کہا میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ میں پیدا کروں گا اور (ہر چیز کو) اس کے سابق کی طرف (جس چیز سے پیدا کیا جائے گا اسی کی طرف لوٹا دوں گا) اور تم دونوں کو بھی اس چیز کی طرف لوٹاؤں گا جس سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہیں اپنے عرش کے نور سے پیدا کیا ہے تو تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ۔ غرض وہ لوٹ جائیں گے اور عرش کے نور میں مدغم ہو جائیں گے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے ارشاد ”وہی ذات ہے جو پیدا کرتی ہے اور پھر دوبارہ اسے لوٹاتی ہے۔“

سیرت سعید بن جبیر میں ابو نعیم لکھتے ہیں کہ حضرت سعید نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے آدمؑ کے پاس ایک سرخ رنگ کا بیل اتارا جس سے وہ کھیتی کرتے تھے اور اس مشقت سے اس کی پیشانی پر جو پینہ آتا تھا پونچھتے جاتے تھے اور یہی وہ مشقت ہے جسے باری تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:

فَلَا يَنْخُورُ جَنْكُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ فَنَشْفِي۔

”حضرت آدمؑ اکثر حوا سے کہا کرتے تھے کہ تو نے ہی میرے ساتھ یہ معاملہ کیا۔“

اس کے بعد آدمؑ کی جو بھی اولاد اس بیل سے کام لیتی وہ یہ ضرور کہتے کہ حوا دخلت علیہ من قبل آدم۔ آدمؑ سے پہلے ہی حوا وہاں پہنچ گئی۔

اہل عرب جب کسی گائے کو گھٹا پر پانی پلانے کے لئے اتارتے اور وہ پانی کے گدلا پن یا پیاس نہ لگنے کی وجہ سے پانی نہ پیتی تو وہ بیل کو مارتے تھے جس سے وہ پانی میں گھس جاتا اور اسے دیکھ کر پھر گائے بھی گھس جاتی (اور وہ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ) گائے عموماً بیل کی اتباع کرتی اور اس کے پیچھے ہو لیا کرتی۔

سلیک بن سلک کو قتل کرنے کے بعد انس بن مدر کہ نے اسی مفہوم میں یہ شعر کہے ہیں۔

انی و قتلی و سلیکا ثم اعقله کالثور يضرب لما عافت البقر

ترجمہ:- میں اور سلیک کا مقتول اور ان کے ذی ہوش و عقل مند لوگ اس بیل کی طرح ہیں جسے اس وقت مارا جائے جب گائے پانی پینے سے رک جائے۔“

ضرب الامثال | اہل عرب کہتے ہیں:

الثور یحمی انفہ بروقہ۔ بیل اپنے سینگ سے ناک کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ مثل حرمؑ کی حفاظت اور اس کے تحفظ پر ابھارنے کے لئے بولی جاتی ہے۔

۱۲ یعنی تمہارے ہی کر توت کی وجہ سے ہمیں یہ مشقت اٹھانی پڑ رہی ہے اور وہ فعل ان کا گیوں کھانا تھا۔

۱۳ اپنی عزت آپ کرو۔

۱۴ حرم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف سے مدافعت اور اس کی حفاظت کی جائے اسی وجہ سے اپنی بیوی کو بھی حرم کہتے ہیں۔ محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آنحضور ﷺ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو انہیں اور عامر بن فہیرہ و بلال بن رباح رضوان اللہ علیہم کو بخار آگیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں ان کے پاس حاضر ہوئی تو وہ سب کے سب ایک ہی مکان میں تھے میں والد صاحب سے دریافت کیا کہ رات کیسی گزری؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

کل امری مصبح فی اہلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

ترجمہ:- ہر کوئی اپنے اہل و عیال میں صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے۔“

انا لله وانا الیہ راجعون ان ابی لیہدی (اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ابا جان بیماری کی وجہ سے بڑے بڑانے لگے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پھر عامر بن فہیرہ سے دریافت کیا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

لقد وجدت الموت قبل ذوقہ والمریاتی حتفہ من فوقہ

ترجمہ:- موت کا مزہ چکھنے سے پہلے ہی میں نے اسے پالیا اور انسان کی موت و ہلاکت اوپر سے آتی ہے۔“

کل امری مجاہد بطوقہ کالثور یحمی انفہ بروقہ

ترجمہ:- ہر شخص اپنی طاقت کے بقدر سعی و کوشش کرتا ہے جس طرح کہ بیل اپنے سینگوں سے اپنے ناک کی حفاظت کرتا ہے (یعنی اپنی حفاظت آپ کرتا ہے۔“

اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا واللہ هذا ما یدری ما یقول کہ بخدا یہ کیا کہہ رہے ہیں خود بھی نہیں سمجھ پارہے ہیں۔ پھر حضرت بلالؓ سے معلوم کیا کہ آپ کی رات کیسی گزری؟ تو انہوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

الالیة شعری هل ابیتن لیلة بفتح لہ و حولی اذخر لہ و جلیل

ترجمہ:- اے کاش کہ مقامِ نعیم ایک رات گزاری ہوتی کہ میرے آس پاس ازخرا و دوسری ہری بھری گھاس ہوتی۔“

و هل اردن یوما میاہ مجنة و هل یبدون لی شامة و طفیل

ترجمہ:- اور ان عورتوں نے بازارِ مجنہ کا پانی کیا کبھی میرے لئے چاہا؟ اور کیا وہ میرے لئے شامہ و طفیل پہاڑی بن کر ظاہر ہوئیں۔“

لہ فتح مکہ سے قریب ایک وادی کا نام ہے یہیں عباسیوں نے حضرت حسن بن علی بن حسنؓ بن علیؓ اور ان کے ساتھ بہت سے علویوں کو ۸ ذی الحجہ ۱۶۹ھ مطابق ۱۱ جون ۷۸۶ء کو جامِ شہادت پلایا تھا۔ یہاں کے باشندے جس طرح واقعہ کربلا کی یادگار مناتے ہیں اسی طرح ”یوم النعیم“ کے نام سے بھی اس واقعہ کی یادگار منایا کرتے ہیں۔ ثار احمد

لہ ایک قسم کی خوشبودار سبز گھاس ہے۔ اس کی جمع اذخوة و اذخر آتی ہے۔

لہ اذخر: (LUNCUS ODOVATUS) بحوالہ ڈکشنری لین مقالہ وخر۔

جلیل: وہ پودا جس سے گھر کے اندر کے شگافوں اور دروازوں کو بند کیا جاتا تھا۔

مجنة: مکہ المکرمة کے نچلے حصہ کے ایک بازار کا نام۔

شامہ و طفیل: مجنہ کے اوپر دو پہاڑوں کے نام۔ (ج)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں آنحضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس ماجرے کو سنایا۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ:-

”اے اللہ! تو ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت اس طرح ڈال دے جس طرح کہ تو نے مکہ کی محبت ڈال دی ہے اور اے اللہ تو ہمارے ناپ و تول کے برتن (صاع و مد) میں برکت دے دے اور مدینہ کے بخار کو مہیجہ سے یعنی جحفہ منقل فرما دے۔“

عامر کے قول میں لفظ طوق آیا ہے جس کے معنی طاقت کے ہیں اور بلال کے قول میں فتح کا تذکرہ ہے، تو یہ مکہ مکرمہ کی ایک وادی کا نام ہے اور مجنہ مکہ مکرمہ کی اترائی میں واقع ایک بازار کا نام ہے اور شامہ و طفیل سوق مجنہ کے کنارے اونچائی پر واقع دو پہاڑیوں کے نام ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے قول میں مذکورہ مہیجہ یہ جحفہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں:-

(۱) هو ارمی من ثور۔ وہ نیل سے زیادہ چرنے والا ہے۔

(۲) انما اُکلت یوم اکل الثور الابيض۔ میں تو اسی دن کھالیا گیا جس دن جس دن سفید نیل کو لقمہ تر بنایا گیا۔

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میری اور حضرت عثمانؓ کی مثال ان تین بیلوں جیسی ہے جو ایک ہی جھاڑی میں رہتے تھے اور ان میں سے ایک سفید، ایک سرخ اور ایک سیاہ تھا اور ان کے ساتھ اس جھاڑی میں ایک شیر بھی رہتا تھا جو ان کے اتفاق و اتحاد اور اکٹھے رہنے کی وجہ سے انہیں کچھ نقصان دینے پر قادر نہیں تھا۔ ایک دن شیر نے سیاہ اور سرخ نیل سے کہا کہ سفید نیل کا رنگ چونکہ مشہور (اور دور سے نظر آنے والا ہے) اس لئے (شکاریوں کو) یہ ہمارے اس جھاڑی میں ہونے کا پتہ دیتا ہے اور میرا رنگ تو بس تم دونوں ہی کے رنگ جیسا ہے، لہذا تم اگر ہمیں اس کو کھانے کے لئے چھوڑ دو اور اس کی اجازت دو تو یہ جھاڑی تم ہی دونوں کے لئے ہو جائے گی۔ ان دونوں نے بسر و چشم کہہ دیا کہ جی کھا لیجئے ہم آپ کے درمیان حائل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اس نے اسے اپنا لقمہ تر بنالیا۔ ابھی

www.KitaboSunnat.com

لے لکئی تاپنے کے دو خشک پیانے۔

صاع: ۳۰ کاہوتا ہے اور ایک مد ایک پاؤنڈ اور ۱/۳ کے برابر ہوتا ہے۔ (ج)

۱۵ ایک صاع دو سو تھتر (۲۷۳) تولہ یعنی اسی تولہ انگریزی حساب سے ۷۰۰ گرام ہے۔ چنانچہ تین تولہ کاہوتا ہے۔ اور مد چونکہ ایک صاع کا چوتھائی یعنی چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے تو ایک مد سوا سیر ڈیڑھ چھانک پون تولہ کاہوگا مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مد پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا وزن نکالا ہے اس میں ایک صاع ۲۸۰ تولہ ۶ ماشہ کاہوتا ہے یعنی مذکورہ وزن سے سات تولہ زیادہ۔ لہذا مد کے اندر بھی اسی کے بقدر زیادتی ہو جائے گی۔ (جواب الفتا)

۱۶ علامہ کرمائی فرماتے ہیں کہ جحفہ اس وقت یہودیوں کی آبادی تھی اور وہاں صرف یہودی ہی رہتے تھے۔ چنانچہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ یہ مقام اس کے بعد ہی سے بخار زدہ ہو گیا اور جو بھی وہاں کا پانی پیتا۔ بخار میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ علامہ طبیبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اس بات کا بھی ظہر ہوا کہ کافروں اور یہودیوں کے لئے بخار اور دوسری بیماریوں کی بددعا کر سکتے ہیں اور ایسا کرنا خلاف شرع نہیں ہوگا۔ ۱۲ مجمع البحار۔ ثار احمد

کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ اس نے سرخ بیل سے کہا کہ میرا رنگ تو تیرے ہی رنگ جیسا ہے لہذا تم ہمیں سیاہ بیل کو کھانے دو تو اس نے کہا آپ کی جیسی مرضی۔ چنانچہ اس نے اسے کھالیا۔ چند ہی دنوں بعد اس نے پھر سرخ بیل سے کہا کہ اب تو میں تمہیں بالیقین کھاؤں گا۔ تو اس نے مہلت مانگتے ہوئے عرض کیا کہ آپ ہمیں تین بار آواز لگانے کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ شیر نے مہلت دیتے ہوئے کہا اچھا کر لو تو اس نے تین مرتبہ یہ آواز لگائی کہ ”میں تو اسی دن کھالیا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھالیا گیا۔“ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی آواز بلند کر کے کہا کہ ہم تو اسی روز کمزور و ذلیل ہو گئے جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) کیا گیا۔“

بیل (بجار) کے طبی فوائد | اگر اس مٹی کو جس پر بیل نے گائے کے ساتھ جفتی کرنے کے بعد فوراً پیشاب کر دیا ہو اٹھا کر عضو مخصوص کے سوراخ پر ملا جائے تو یہ مٹی قوت باہ میں مزید تقویت پہنچائے گی۔ اسی طرح سے جس شخص کو سوتے میں پیشاب نکل جانے کا عارضہ لاحق ہو، اس کو بیل کا مٹانہ خشک کر کے پیس کر سرکہ کے ساتھ ملا کر پلانے سے ان شاء اللہ بہت جلد یہ بیماری ختم ہو جائے گی اور بستر پر پیشاب نکلنا بند ہو جائے گا۔ نیز ایسے شخص کے لئے ٹھنڈے پانی کا استعمال بھی مفید ترین ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بیل کی ایک عجیب و غریب خصلت یہ ہے کہ اگر وہ تھک کر کھڑا ہو جائے تو اس کے خصلتیں پکڑ کر بھیجنے سے اس میں ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت تیز چلنے لگتا ہے۔ نیز اگر اس کے کان میں پارہ ڈال دیا جائے تو وہ وہیں دم توڑ دے گا اور اگر اس کی ناک میں عرق گلاب دیا جائے تو وہ فوراً زمین پر گر پڑے گا۔ اگر بیل کے پیشاب سے لوہے پر لکھا جائے تو لکھا ہوا صاف دکھائی دے گا۔

علاوہ ازیں اس کی بہت سی خصلتیں ہیں جن کو آپ نے باب الباء میں ملاحظہ فرمایا ہے۔

تعبیر | بیل کو خواب میں دیکھنا انتہائی سود مند اور معیشت میں معین و مددگار ہوتا ہے اور کبھی نہایت طاقت ور باعزت شخص کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اس کی تعبیر خوبصورت نوجوان سے بھی دی جاتی ہے۔ کیونکہ بیل کو عربی میں ”ثور“ کہتے ہیں اور ثور کے معنی جوش مارنے کے ہیں۔ چونکہ نوجوان کی جوانی بھی اپنے پورے جوش اور شباب پر ہوتی ہے اس لئے اس کی تعبیر جوان سے دی جاتی ہے اور کبھی کبھی شریندی و فتنہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے اور کسی کاشتکار یا کسان وغیرہ نے اگر بیل کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کے تمام مشکل کام آسان ہو جائیں گے۔ بسا اوقات سستی و کابلی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ چت کبرے بیل کو دیکھنا باعث راحت و مسرت ہے اور کالے بیل کو دیکھنا انتہائی بزرگی و شرافت کی علامت ہے یا مریض کے تندرست ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

الثَّوْلُ

نرشد کی مکھی۔ الثَّوْلُ (ثاء پر زبر اور واؤ پر ساکن) عام طور پر یہ لفظ شمد کی مکھیوں کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ چاہے ایک مکھی ہو یا پورا چھتہ کا چھتہ۔ حضرت امام اسمعیؒ فرماتے ہیں کہ شمد کی مکھی کے لئے کوئی علیحدہ سے واحد لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ یہ معنی تو اس صورت میں ہوں گے اگر اس کو ثاء فتح کے ساتھ پڑھا جائے اور واؤ ساکن کر کے اور اگر بالتحریک (واؤ پر زبر) پڑھا جائے تو اس

صورت میں اس کے معنی دیوانی بکری کے ہوں گے جو اپنے پاگل پن کی وجہ سے ریوڑ سے علیحدہ رہے۔ دیوانے پہاڑی بکرے کے لئے بھی یہ لفظ آتا ہے۔

نرشد کی مکھی کی خواب میں تعبیر | نرشد کی مکھی کے لئے خواب کی تعبیر ایک چالاک اور مبارک لڑکے سے کی جاتی ہے۔

الشَّيْلُ

الطیثل۔ اس کے معنی پہاڑی بکرے کے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: فِی الطِیْثِلِ بَقْرَةٌ یعنی اگر کسی شخص نے حالت احرام میں یا حرم میں پہاڑی بکرے کا شکار کر لیا تو اس پر ایک گائے کا شرعی تاوان واجب ہو گا۔

باب الحکم

الجانب (شیر اور موٹا گور خر) الجانب شیر اور موٹے گور خر کو کہتے ہیں اس کی جمع جودب آتی ہے۔
الجارف (سانپ کا بچہ) الجارف۔ سانپ کے بچے کو کہتے ہیں۔

الجراحة

شکاری درندہ یا پرندہ۔ الجارحتہ۔ اس درندہ یا پرندہ کو کہتے ہیں جو اپنے مالک کے واسطے شکار کر کے لائے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ

”اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو شکار پر چھوڑ بھی دو اور ان کو اس طریقہ پر تعلیم دو جس طریقہ سے تمہیں اللہ نے تعلیم دی۔“

جوارح- جارحہ کی جمع ہے اور جارحہ کے معنی آتے ہیں کمانے والا۔ چونکہ یہ اپنے مالک کے لئے شکار مکرلاتا ہے اس واسطے اس کو جارحہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ کلام پاک میں دوسری جگہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔
وَيَعْلَمُ مَا جَزَحْنُهُم بِالْأَنهَارِ ”اور جو کچھ تم دن بھر میں کرتے ہو اللہ کے علم میں ہے۔“

الجاموس^۱

بھینس۔ الجاموس فارسی زبان کا لفظ ہے لیکن عربی میں کثرت سے استعمال ہونے لگا۔ اس کی جمع جوامیس آتی ہے۔ بھینس انتہائی طاقت ور اور قوی الجشہ جانور ہے۔ شیر بھی اس کو دیکھ کر خوف کھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ ڈرپوک اور

بزدل جانور ہے۔ چمھر سے کچھ زیادہ ہی ذرتی ہے۔ اگر چمھر کاٹ لے تو وہاں سے بھاگ کر پانی میں گھسنے کی کوشش کرتی ہے۔
بھینس اپنے مالک کے اشارہ کو خوب اچھی طرح سمجھتی ہے۔ اگر وہ بلانے کا اشارہ کرے تو فوراً اس کے پاس آ جاتی ہے۔ یہ اس کے شرف النسل اور ذی الحس ہونے کی دلیل ہے۔ اپنی جگہ سے بہت زیادہ مانوس ہو جاتی ہے۔ اپنی اور اپنے بچوں کی خاطر پوری پوری رات نہیں سوتی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا منظر بڑا عجیب ہوتا ہے جب بہت ساری بھینسیں جنگل میں گول دائرہ کی شکل بنا لیتی ہیں اور ان سب کی پشت ایک دوسرے کی پشت کی جانب رہتی ہے۔ بیچ میں بچے اور چرواہے کھڑے رہتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چمار دیواری سے گھرا ہوا محفوظ شہر ہے۔

اگر ان میں کانر (بھینسا) آپس میں سینگوں کے ذریعے زور آزمائی کرتے ہوئے شکست کھا جاتا ہے تو شکست خوردہ شرم کی وجہ سے درختوں کے جھنڈ میں جا کر بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے اپنی احساس کمتری کو دور کر کے نئی طاقت اور قوت کے ساتھ میدان میں آتا ہے اور اپنے حریف پر حملہ کر دیتا ہے اور اس پر غالب آنے تک اس کو نہیں چھوڑتا۔

بھینس کا شرعی حکم | بھینس کا گوشت گائے کی طرح حلال طیب ہے۔

بھینس کے طبی فوائد | بھینس کی کھال کی دھونی دینے سے گھر کے تمام پوسو ختم ہو جاتے ہیں۔ نیز اس کا گوشت کھانے سے جو کس پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر بھینس کی چربی کو اندرانی نمک کے ساتھ ملا کر خارش زدہ کے بدن پر یا داند ارچہ پر

لے جانور کا دودھ بڑھانے کے لئے: (۱) بھینس یا کسی بھی دودھ دینے والے جانور کا دودھ بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل آیت کو کسی کورے تاجے کے برتن پر لکھ کر پانی سے دھو کر جانور کو پلائیں ان شاء اللہ دودھ میں زیادتی ہوگی۔ آیت یہ ہے:-

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشْفَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهَا الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءً يَنْهَضُ مِنَ خَشْيَةِ اللَّهِ. وَمَا لِلَّهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔

اس آیت کے علاوہ اگر کسی کنوئیں کا پانی کم ہو جائے یا سوکھنے لگے تو مندرجہ بالا آیت کو پڑھ کر کسی ٹھیکری پر دم کر کے کنوئیں میں ڈال دیں۔

(۲) بھینس کانر (بھینسا) اگر شریر اور شوخ ہو اور پریشان کرنا ہو تو مندرجہ ذیل آیت کان میں تین مرتبہ پڑھ کر پھونک دیں ان شاء اللہ راہ راست پر آ جائے گا۔ آیت یہ ہے:

أَفْتَرِ دِينَ اللَّهِ يَتَقُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ طَرَعُوا وَكَذَّاهُوا وَالْبَهِيمُ جَعَلُونَ۔

(۳) کسی بھی جانور کی حفاظت کے لئے: سورۃ انعام لکھ کر جانور کے گلہ میں باندھیں۔ ان شاء اللہ تمام آفات اور مصیبت سے محفوظ و مامون رہے گا۔ اگر مسک نہ پڑتا ہو نظر لگ گئی ہو تو اس تعویذ کو لکھ کر بانڈی میں باندھ دے ان شاء اللہ مسک بڑے گا۔

۹۱	ع	ع	۲	لا
۲۱	ع	۳	۲	۲۱
ع	۳	ع	۲	۱۱

مل دیا جائے تو خارش اور داغ بالکل صاف ہو جائیں گے اور اگر برص زدہ مریض کو مل دیا جائے تو برص سے بھی بہت جلد نجات حاصل ہو جائے گی۔

ابن زہری ارسطاطالیس کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کیڑے کو جو بھینس کے دماغ میں ہوتا ہے اپنے پاس رکھ لے تو اس کو بالکل نیند نہیں آسکتی۔

بھینس کی خواب میں تعبیر | اگر کسی شخص نے بھینس کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر ایسے طاقت ور مرد سے دی جائے گی جو اپنی بساط اور وسعت سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اگر کسی عورت نے یہ دیکھا کہ اس کے بھینس کے سینگ لگے ہوئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عورت کسی بادشاہ سے شادی کرے گی۔

الجان

پتلا سانپ۔ الجان، سانپ کی ایک قسم کا نام ہے جو چھوٹا اور ہلکا ہوتا ہے۔

کلام پاک میں تذکرہ | قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا۔

”سو انہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ تیز ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔“
وَقَالَ تَعَالَى فِي آيَةِ أُخْرَى وَمَا تِلْكَ بِيْمِينِكَ يَا مُوسَى قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاهْتَشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِي فِيهَا مَنَازِلُ أُخْرَى قَالَ أَلْقِهَا يَمُوسَى فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى۔

”اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! انہوں نے کہا یہ میری لاشی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اپنے بکریوں کے لئے درخت کے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔“

ارشاد ربانی ہوا کہ اس عصا کو زمین پر ڈال دو اے موسیٰ! سو انہوں نے اس کو زمین پر ڈال دیا تو یکایک خدا کی قدرت سے دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔

فائدہ: حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں جو عصا تھا۔ بحکم خدا اس کو ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کا عصا زرد رنگ کا سانپ بن گیا تھا اس سانپ کے بارے میں قرآن شریف میں ایک جگہ تو یہ ارشاد ہے:-

كَأَنَّهَا جَانٌّ۔ جان عربی لغت میں چھوٹے اور پتلے سانپ کو کہتے ہیں۔ اور دوسری جگہ آیا ہے:

فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ۔ اس کے معنی بڑے موٹے سانپ اور اژدھے کے ہیں اور مندرجہ بالا آیت میں جو حَيَّةٌ کا لفظ آیا ہے یہ عام ہے اور ہر چھوٹے اور ہر چھوٹے بڑے اور پتلے موٹے سانپ کو کہتے ہیں۔

تطبیق: ان آیات کی اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ سانپ شروع میں پتلا اور چھوٹا ہو اور پھر موٹا اور بڑا ہو گیا ہو۔ یا یہ کہ سانپ تو بڑا اڑدہا ہی تھا لیکن اس کو جان (ہلکا) اس لئے کہہ دیا ہو کہ یہ عظیم الشان اڑدہا سرعت سیر کے اعتبار سے چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ یعنی عام عادت کے خلاف کہ بڑے اڑدے تیز نہیں چل سکتے اور یہ بڑی تیزی سے چلتا تھا۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے عصائے موسیٰ کو تین وصف عطا کئے تھے (۱) حیات (۲) جان (۳) ثعبان کہ وہ عصاء دشمنوں کے لئے حیۃ (سانپ) تھا اور موٹا ہونے کے اعتبار سے ثعبان (اڑدہا) تھا اور حرکت و رفتار کے اعتبار سے جان (ہلکا پھلکا سانپ) تھا۔

فرقد السخی کہتے ہیں کہ اس سانپ کے دونوں جڑوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ تھا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاشی زمین پر ڈالی تو وہ زرد اور سرخ رنگ کا سانپ بن گیا۔ جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے دونوں جڑوں کے درمیان کا فاصلہ اسی گز تھا اور یہ تقریباً زمین سے ایک میل دور اپنی دم کے سارے کھڑا تھا جس کا نیچے والا ہونٹ زمین پر پڑا تھا اور اوپر والا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا۔ ”حیۃ الحیوان“ کے مصنف فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا اور وہ فوراً اڑدہا بن گیا تو اس نے لوگوں پر حملہ شروع کر دیا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اس نے فرعون پر بھی حملہ کر دیا جس کی بنا پر وہ تخت شاہی سے اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

بہر حال جب اس نے لوگوں پر حملہ شروع کر دیا تو لوگ بری طرح گھبرا گئے۔ چیخنے اور چلانے لگے جن میں سے تقریباً پندرہ ہزار تو اس کی دہشت کی وجہ سے وہیں مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے عصاء کے بارے میں حق تعالیٰ کو یہ جواب دیا تھا کہ میں اس پر سارا لگاتا ہوں اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور تیسری بات آپ نے یہ فرمائی تھی وَلَیْ فِیْہَا مَآءٌ اٰخَرٰی کہ اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔ مثلاً کندھے پر رکھ کر اپنے اسباب و سامان (کھانے پینے کو لٹکالینا یا موزی جانوروں کو دفع کرنا وغیرہ) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اپنے اس عصاء سے بہت سے کام لیا کرتے تھے۔ مثلاً موزی جانوروں سے حفاظت کا کام اس سے ہی لیتے تھے اور اگر کوئی دشمن سامنے آجاتا تھا تو اس کے واسطے بھی یہی آتا تھا اور اگر کہیں کنوئیں سے پانی کھینچنے کی ضرورت پڑتی تو وہاں بھی اسی کو استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کی طبیعت پھل کو چاہتی تو آپ اس عصاء کو زمین پر گاڑ دیتے تو اس پر فوراً شائیں نکلتیں پھر اس کے بعد وہ عصاء پھل دینے لگتا۔ نیز آپ رات کو روشنی کا کام بھی اسی سے لیتے تھے۔ (عصائے موسیٰؑ پر تفصیلی روشنی قسط پنجم میں ڈال چکے ہیں)

الْجَبْهَةُ

گھوڑا۔ مشہور و معروف جانور ہے۔

حدیث نبویؐ میں گھوڑے کا تذکرہ
لَیْسَ فِی الْجَبْهَةِ وَلَا فِی النُّخَّةِ وَلَا فِی الْکَنْعَةِ صَدَقَةٌ۔

”گھوڑوں میں اور گدھوں میں اور کھیتی کے بیلوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔“

گھوڑے کو وَالْجَبْهَةُ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جَبْهَةُ کے معنی عمدہ اور بہترین چیز کے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام چوپاؤں میں بہترین اور

عمرہ جانور ہے اس لئے اس کو الجبہ کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قوم کے سردار یا بڑے آدمی کے لئے جبہ القوم استعمال ہوتا ہے چونکہ وہ قوم میں سب سے زیادہ باعزت اور اعلیٰ خاندان کا ہوتا ہے۔

الْثَّخَّةُ مأخوذہ الثَّغ سے جس کے معنی تیز ہنکانے کے آتے ہیں اور الکسعة کسغ سے مشتق ہے جس کے معنی کام کرنے والے بیل یا گدھے کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الْجَثْلَةُ

الجثلة۔ سلم کالی چوٹی سے لے کر کہتے ہیں۔ باب النون کے عنوان کے تحت اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل آئے گا۔

الْجَحْلُ

(پہلے جیم اور پھر حاء حل) اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے اس کو گرگٹ بتایا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمر رسیدہ بوڑھی گدھے کا نام ہے۔ نیز بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ جانور شہد کی مکھی کا بادشاہ ہوتا ہے جو ٹڈی کے برابر ہوتا ہے اور جب یہ جانور گرتا ہے تو اس کے دونوں پر آپس میں نہیں ملتے۔ اس کی جمع جحول اور جحلان آتی ہے۔

الْجَحْمَرُش

دودھ پلانے والی خرگوشنی یا بانجھ عورت۔ الجحمرش اس کے کئی معنی آتے ہیں۔ دودھ پلانے والی خرگوشنی کو کہا جاتا ہے اور بہت بوڑھی بانجھ عورت کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع جحامر اور تصغیر جحمیر آتی ہے۔

الْجَحْشُ

گھریلو جنگلی گدھے کا بچہ۔ الجحش چھوٹے چھوٹے گدھے کے بچے کو کہتے ہیں، چاہے جنگلی گدھے کا بچہ ہو یا گھریلو۔ اس کی

لہ الجثلة: لمی چوٹی (COMPONDUS COMPRESSUS) عمان میں الجارف کہلاتی ہے۔ جس کی جمع معارف ہے۔ (ج)

لہ (۱) اگر کسی گھریلو بھی جگہ پر چوٹیوں کی زیادتی ہو تو کانڈ کے تین ٹکڑوں پر یا بیٹھا التمل اذ خلوا امتساجنکم لا یخطئکم سلیمان و جندوہ و ہم لا یتشغرون لکھ کر چوٹیوں کے نکلنے کی جگہ (سور اخوں) پر رکھ دے۔

(۲) حَتَّىٰ اِذَا اتَّوَعَلٰی وَاِذ التَّمْلِیٰ آخر تک پڑھ کر پانی پر دم کرنے کے بعد پانی کو چوٹیوں کے نکلنے کی جگہ (سور اخوں) میں ڈال دے۔

(۳) چوٹیوں، چھراور پوسوں سے حفاظت کے لئے کانڈ کے چار ٹکڑوں پر یہ اسماء لکھ کر مکان کے چاروں گوشوں میں دفن کر دیں۔ یسین و القرآن۔

ص۔ و القرآن۔ ق و القرآن لو انزلنا هذا القرآن لئن لم تتهونر جمنکم و لیمسنکم منا عذاب الیم اذ هب ایها البق والبرغوث النمل باذن الملک الحق بالف لاحول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔ لکھنے کے بعد چاروں توہیدوں کو دھونی دی جائے۔

دیکھ سے حفاظت کے لئے۔

سورۃ التفتیت پارہ ۳۰ کسی ذخیرہ کی ہوئی چیز پر پڑھ دے تو وہ چیز دیک سے محفوظ رہے گی۔

جمع جاش آتی ہے اور اس کا مؤنث جشہ ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے الجحش نچھڑے کو بھی کہتے ہیں اور قبیلہ بنی ہذیل کی لغت میں ہرن کے بچے کو کہا جاتا ہے۔

امثال | جحیش وحدۃ اہل عرب ایسے شخص کے بارے میں بولتے ہیں جو اپنی رائے پر سختی سے عمل کرتا ہو۔ صاحب الرائے اور سمجھ دار ہو۔ اہل عرب بے وقوفوں کے بارے میں کہتے ہیں۔ اعیبوا وحدۃ (بے وقوف) کہ فلاں شخص گدھا یعنی بے وقوف ہے۔ حدیث شریف میں تذکرہ:

”زمین بنت جش کے والد محترم کا نام برۃ تھا“ آپ ﷺ نے ام المومنین زینب بنت جش سے فرمایا اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے تو میں ان کا کوئی اچھا نام رکھتا۔ لیکن ان کا نام پہلے جش تھا۔“

الجخدب

مڈی کی ایک قسم۔ الجخدب (جیم پر ضمہ خاء ساکن وال پر فتح) یہ ایک پرندہ کا نام ہے جو مڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع مخادب آتی ہے۔ یہ پرندہ سبز رنگ کا اور لمبی ٹانگوں والا ہوتا ہے۔ بعض ماہرین حیوانات کی رائے ہے کہ یہ پرندہ چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کو ابو مخادب بھی کہا جاتا ہے۔

الجداجد

جھینگڑ۔ امام جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا پرندہ ہے جو مڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع جداجد آتی ہے اور میدانی فرماتے ہیں کہ جد جد شیر کی ایک قسم ہے جو پوری رات آواز کرتا رہتا ہے اور تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔
جد جد کا شرعی حکم | جد جد اگر وضو کے پانی میں گر کر مرجائے تو وہ پانی پاک رہتا ہے اور اس سے وضو کرنا درست ہے۔

فائدہ: وضو (واؤ کے فتح کے ساتھ) اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے اور ضمہ کے ساتھ فعل وضو کو کہا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ جد جد کے متعلق مزید تفصیل صاد کے بیان میں سرور کے عنوان کے تحت آئے گی۔

الجدایۃ

ہرن کا بچہ۔ الجدایۃ (جیم کے فتح اور کسرو کے ساتھ) ہرن کے چھ یا سات ماہ کے بچہ کو کہا جاتا ہے۔ چاہے نر ہو یا مادہ اور بعض حضرات نے کہا ہے الجدایۃ ہرن کے نر بچہ کو کہتے ہیں۔

۱۰ الجخدب (CRYLLUS CRISTATUS=FORSKAL)

۱۱ الجدجد: عمان میں (GRYLLOTALPA UULGARIS)

کوالمحرموز۔ میدانی جھینگڑ (CHROTOZONUS SP) کو ”کلی“ عام گھریلو جھینگڑ (BIAMULATA ACHETA) کو ”میسر و اسود (SWAD)

(MUSALHARU) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اور کیڑے (GOYLLUS DOMESTICIS) کو میسر و امفر کہتے ہیں۔ (ج)

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جدایہ (ہرن کا بچہ، عنلق) کی طرح ہوتا ہے۔ عنلق بکری کے ایک سال سے کم عمر والے بچہ کو کہتے ہیں۔ حدیث میں جدایہ کا تذکرہ:

”حضرت کلدہ ابن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے آقائے نامدار سرور کائنات کی خدمت اقدس میں صفوان ابن امیہ نے دودھ اور ہرن کا بچہ اور کھیرا ککڑی لے کر بھیجا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ لیکن میں سلام کرنا بھول گیا تو آپ ﷺ نے اس پر مجھے تنبیہ فرمائی کہ تم واپس جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر اندر آؤ۔ یہ واقعہ حضرت صفوان کے اسلام لانے کے بعد کا ہے۔“

ضخا بیس کھیرے اور ککڑی کو کہتے ہیں اور جدایہ ہرن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں، چاہے نہ ہوں یا مادہ۔

الجدی

بکری کا نر بچہ۔ الجدی: بکری کے نر بچہ کو کہتے ہیں۔ نحوی نقطہ نظر سے تین بکری کے بچوں کے لئے ثلاثہ الجدی اور زیادہ کے لئے الجداء استعمال ہو گا۔ حدیث میں تذکرہ۔

(۱) ”ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے سامنے سے ایک بکری کا بچہ گزرا تو آنحضور ﷺ اسے ہٹانے لگے۔“

(۲) ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بکری کے بچہ کا واقعہ سنایا، فرمایا کہ بکریوں کے ریوڑ میں ایک بچہ تھا جس کو اس کی ماں دودھ پلا کر اس کا پیٹ بھرتی اور پرورش کرتی تھی۔ ایک دن وہ بچہ اپنی ماں سے علیحدہ ہو گیا (بھوکا پریشان پھرتا رہا) تو اس کے بعد اس کو تمام بکریوں نے دودھ پلایا لیکن وہ پھر بھی شکم سیر نہیں ہوا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جو بعد میں آئیں گے کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو گا کہ وہ پورے ایک قبیلہ اور ایک جماعت کو کافی ہو سکتا ہو گا۔ لیکن اس کے باوجود وہ یہی کہے گا کہ میرا اس میں بھلا نہیں ہوتا۔“

(۳) صفوة الصفوة وغیرہ میں حضرت مجاہد نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ یہ فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ بکری کا چھوٹا بچہ بھی مرجاتا ہے تو مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں (قیامت کے دن) حق تعالیٰ اس کا مطالبہ نہ کر دیں) کہ میں نے تیری نگرانی میں دیا تھا تو نے اچھی طرح نمکبانی کیوں نہیں کی۔

الظلف:- یہ کونہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ نہر فرات کے قریب ہونے کی بناء پر اس کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

کماوتیں | اہل عرب اگر کسی کو انتہائی محتاط رہنے کی تلقین کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

تغدی بالجدی قبل ان يتعشی بک۔

”بکری کے بچہ کو وقت شب استعمال کرنے سے پہلے ناشتہ میں استعمال کر کے دیکھ لو۔“

بکری کے بچہ کے طبی فوائد | بکری کے بچے کا گوشت ٹھنڈا، خشک اور زود ہضم ہوتا ہے۔ سرخ رنگ کے بکری کے بچہ کا

گوشت زود ہضم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین غذا کا کام دیتا ہے۔ اگرچہ یہ قوتِ دلچ والے مریض کے لئے نقصان دہ ہے مگر شدہ استعمال اس سے پیدا شدہ امراض کو فوراً ختم کر دیتا ہے۔ نیز زیادہ موٹے بچے کا گوشت دیر ہضم اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے بکری کا گوشت پھوڑے پھنسی والے مریض کے لئے فائدہ مند ہے۔

بکری کے بچے کا گوشت سردیوں میں نقصان دہ اور گرمیوں میں فائدہ مند ہوتا ہے اور باقی دیگر موسموں میں متوسط رہتا ہے۔

خواب میں تعبیر | جدی کی تعبیر ولد (بچے) سے دی جاتی ہے۔ ذبح شدہ بکری کے بچے کو خواب میں دیکھنا بچے کی موت کی طرف اشارہ ہے (چاہے لڑکا ہو یا لڑکی) اور اگر بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ لڑکے کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے بکری کے بچے کے پائے کھائے ہیں تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کی مصیبت سے بہت جلد چھٹکارہ نصیب ہو گا۔ اور اگر بائیں پبلی کھاتے ہوئے دیکھا تو رنج و غم لاحق ہونے کا امکان ہے۔ بکری کے بچے کا اگلا حصہ کھاتے ہوئے دیکھنا عورتوں اور لڑکیوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور پچھلا آدھا حصہ کھاتے دیکھنا مردوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ وہ بکری کے بچے کی بھنی ہوئی ٹانگ کھا رہا ہے اور وہ نرم ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ شخص اس عورت کو دھوکہ دے رہا ہے جو اس کے ساتھ احسان کر رہی ہے اور اگر وہ سخت ہے تو یہ غیبت اور چغلی کی طرف اشارہ ہے۔ ان شاء اللہ اس کے بارے میں مزید تفصیل باب الخاء میں الحروف کے بیان میں آئے گی۔

أَجْدَلُ

(شکرا) اجدل لے شکرے کو کہتے ہیں جو باز کی ایک قسم ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی شدت (تختی) کے آتے ہیں۔ اس کو اجْدَل اور اجْدَلی بروزن اَعْجَم اور اَعْجَمی بھی بولا جاتا ہے۔ اکثر علماء نحو نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے۔

ضرب الامثال و کہاوتیں | بَيْضُ الْقَطَا يَحْضُنُهُ الْاَجْدَلُ ”چیل کے انڈے کو شکر اسیٹا ہے۔“

اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی شریف باعزت شخص اپنا ماویٰ و مرجع کسی ذلیل و کمینے شخص کو بنالے۔

الْجَذَعُ

بھیڑ کا ایک سالہ بچہ۔ الجذع (جیم) اور ذال پر فتح) اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ بھیر کے چھ مہینے کے بچہ کو جَذَع کہا جاتا ہے۔ بعض سات مہینے کے بچے کو کہتے ہیں حتیٰ کہ بعض نے آٹھ یا دس ماہ کی بھی قید لگائی ہے۔ لیکن رائج اور بہتر قول یہ ہے کہ بھیر کے ایک سالہ بچے کو جَذَع کہتے ہیں۔ اسی کو علماء محققین اور اہل لغت نے تسلیم کیا ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بچے کے والدین (نر بھیر اور مادہ بھیر) کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ دونوں جوان اور طاقت ور ہیں تو چھ مہینے کے بچے پر جَذَع کا اطلاق ہو گا (کیونکہ اس صورت میں بچہ بھی تندرست ہو گا) اور اگر اس کے ماں باپ نحیف و کمزور ہوں تو آٹھ

مینے کے بچے کو جَذَع کہیں گے۔

بعض ماہرین حیوانات کی رائے یہ ہے کہ اگر بچے کی کمر پر بال (اون) جم جائیں تو اس صورت میں اس کو جَذَع کہا جائے گا۔ بکریوں میں دو سال والے بچے کو جَذَع کہتے ہیں۔ صحیح قول کے مطابق ایک سال والے کو بھی کہتے ہیں۔ امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ دو سال سے کم والے بچے کو جَذَع کہتے ہیں۔ اس کی جمع جَذَعَانٌ و جَذَاءٌ آتی ہے اور مؤنث جَذَعَةٌ اور اس کی جمع جَذَعَاتٌ آتی ہے۔

بہر حال بکری کے اس بچہ کو جو دوسرے سال میں ہو اور بھیڑ یا دنبے کے اس بچے کو جو تیرے سال میں اور اونٹ کے اس بچے کو جو پانچویں سال میں ہو جَذَع کہا جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اونٹ بکری، بھیڑ وغیرہ کے بچوں کی ایک خاص عمر ہونے پر یہ نام (جَذَع) ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں تذکرہ:-

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نوجوانی میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا (ایک دن) ابو بکر صدیقؓ اور حضور ﷺ تشریف لائے در انحالیکہ آپ کفار مکہ (کے فریب سے) بچ کر آرہے تھے۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اے لڑکے! تیرے پاس ہمیں پلانے کے لئے دودھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں مالک نہیں ہوں۔ میں تو صرف نگہبان ہوں اس لئے میں آپ حضرات کو دودھ پلانے سے معذور ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ جفتی نہ کی گئی ہو۔ میں نے فوراً آپ کی خدمت میں ایسی بکری پیش کر دی تو آپ ﷺ نے دودھ دہنے کے ارادہ سے اس کی ٹانگیں باندھیں اور تھن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی۔ (آپ کی دعاؤں کی برکت سے تھنوں میں دودھ جمع ہونے لگا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بڑا سا پیالہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جس میں آپ نے دودھ نکالا (سب سے پہلے) نبی کریم ﷺ نے نوش فرمایا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پھر (سب سے بعد) میں نے بچا ہوا دودھ پیا۔ پھر آپ نے تھنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی پہلی حالت پر ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ پر اکٹھے ہو گئے۔“ (جیسے پہلے تھے ویسی ہی حالت ہو گئی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے اس معجزہ کو دیکھ کر آپ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا حضور مجھے بھی اس طریقہ کی کوئی چیز سکھلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو سیکھ سکھلائے ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نبی کریم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں جن میں کوئی میرا شریک نہیں۔

اور مبعث کی حدیث میں ورقہ ابن نوفلؓ کا جملہ منقول ہے قال یالیتنی فیہا جَذَعًا یعنی کاش حضور اکرم ﷺ کے ظہور نبوت کے وقت میں جوان ہوتا اور آپ کی مدد کرتا۔

۱۔ اصل نسخے میں لفظ المنقرہ ہی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور اصل لفظ منقعه ہے اور اسی سے یہاں مفہوم درست بنتا ہے۔

(ج)

۲۔ ورقہ ابن نوفلؓ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ اپنے زمانے میں توریت و انجیل کے بت بڑے عالم تھے۔

(ترکیب) جذعاً مندرجہ بالا جملہ میں حال کی بنا پر منصوب ہے۔ فیہا کے اندر جو ضمیر ہے وہ ذوالحال ہے۔ ترکیبی عبارت اس طریقہ پر ہو گئی یا لیتنی مستَقَرٌّ فِیْہَا جَذْعًا۔

بعض حضرات نے فیہا کے پہلے کَانَ فعل محذوف بھی مانا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کَانَ فعل ناقصہ ہے جو محذوف نہیں مانا جاتا۔ ہاں اگر کوئی لفظی قرینہ موجود ہو تو اس صورت میں محذوف ماننا جائز ہے۔ جیسے اِنْ خَیْرًا وَ مَخَیْرًا۔ اس جملہ میں لفظ ان شرطیہ قرینہ بن رہا ہے کہ یہاں کوئی فعل محذوف ہے۔ کیونکہ ”ان“ شرطیہ فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر نہیں اور یہاں اسم پر داخل ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں فعل محذوف ہے۔

”علی بن صالح فرماتے ہیں کہ عبد المطلب کے دس بیٹے تھے اور ہر ایک میں سے جَذْع کھانا پسند کرتا تھا۔ (بکری کا بچہ وغیرہ)

حدیث:-

”ابو عمر ابن عبد البر تمہید میں بطریق صحیح روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ سے شجرہ طوبیٰ کے

سرایانی زبان سے عربی زبان سے انجیل کا ترجمہ کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانی بن گئے تھے اور ظہور نبوت کے وقت یہ بت بوڑھے اور ناپیا ہو گئے تھے۔ محمد عرفان سرحدی۔

یہ جملہ ورقہ ابن نوفل نے اس وقت کما تھا جب آپ ﷺ پر غار حرا میں سب سے پہلے وحی کا نزول ہوا تھا۔ وفد ”وحی کا نزول اور فرشتہ کے انوار و تجلیات کا حضور اکرم ﷺ کی بشریت پر اچانک نزول اور بار نبوت کی بنا پر آپ ﷺ گھبرا کر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور غار حرا میں جو واقعہ پیش آیا تھا وہ آپ نے بیان کر کے فرمایا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری جان نہ نکل جائے (وحی کی عظمت اور جلال سے آپ کو یہ خیال ہوا کہ اگر وحی کی یہی شدت رہی تو عجب نہیں کہ میری بشریت وحی کے اس ثقل کو برداشت نہ کر سکے یا بار نبوت سے مغلوب ہو کر فنا ہو جائے)

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمام واقعہ سن کر آپ کو تسلی دی اور آپ کو اپنے ہمراہ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور کہا کہ اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کا حال خود ان کی زبان سے سنئے۔ ورقہ نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے بھتیجے بتاؤ کیا دیکھا آپ نے تمام واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ بن نوفل نے آپ کے تمام حالات سن کر کہا یہ وہی ناموس فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترتا تھا۔ کاش میں تمہارے زمانہ پیغمبری میں قوی اور توانا ہوتا جبکہ تمہاری قوم تم کو وطن سے نکال دے گی یا کم از کم زندہ ہی ہوتا۔ آپ ﷺ نے بت تعجب سے فرمایا۔ کیا وہ مجھ کو نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا کہ ایک آپ ہی پر موقوف نہیں۔ جو شخص بھی پیغمبر ہو کر اللہ کا کلام اور اس کا پیام لے کر آیا۔ لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں نہایت زور سے آپ کی مدد کروں گا۔ مگر کچھ زیادہ دن گزرنے نہ پائے کہ ورقہ ابن نوفل کا انتقال ہو گیا۔ ورقہ بن نوفل کو کہ اسلام کی دولت سے محروم رہے اور اعلان دعوت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ مگر فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ اعراف، مسند بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ سیدہ دوا عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم ورقہ کو برامت کہو۔ میں نے ان کے لئے جنت میں ایک باغ یا دو باغ دیکھے ہیں۔ ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار آپ سے عرض کیا کہ ورقہ نے آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی۔ لیکن اعلان دعوت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ آپ نے فرمایا جہنم نے ورقہ کو خوب میں دیکھا کہ سفید لباس میں ہیں۔ اگر وہ اہل نار میں سے ہوتے تو کسی اور لباس میں ہوتے۔

۱۰۰ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان بالا پر درخت موجود ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت میں اس کی تفصیل دی ہے۔ اب ہر مبارک سلسلہ انسانی کو یا کسی ممتاز شخصیت کے مقدس خاندان کو بھی شجر طوبیٰ نے تعبیر کرتے ہیں۔ طوبیٰ طیب کا اسم تفضیل مؤنث کا مینہ ہے جس کے معنی بے حد پاکیزہ کے ہیں۔

بارے میں دریافت کیا (کیا ہوتا ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ملک شام میں ایک درخت ہوتا ہے جس کو جَوَزَاء (آخروٹ کا درخت) کہتے ہیں (وہ اس کے مشابہ ہوتا ہے) پھر آپ ﷺ نے درخت کی تمام حالت اس اعرابی کے سامنے بیان فرما دیں۔ پھر اعرابی نے شجرہ طوبیٰ کی جڑ کے بارے میں سوال کیا (کہ وہ کتنی موٹی ہوتی ہے؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نوجوان اونٹ پر سوار ہو کر اس درخت کے چاروں طرف چکر لگانا چاہو تو لگا نہیں سکتے وہ نوجوان اونٹ بھی تھک کر اپنا دم توڑ دے گا۔“

سہلی نے ”التعریف والاعلام“ نامی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ شجرہ طوبیٰ کی جڑ جنت میں حضور اکرم ﷺ کے محل مبارک میں ہو گی اور اس کی شاخیں تمام اہل جنت کے مکانوں میں ہوں گی۔ جس طریقہ سے آپؐ کی ذات پاک سے علم و ایمان پوری دنیا میں پھیلا۔ نیز سہلی نے اپنی مذکورہ کتاب میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شجرہ طوبیٰ، شجرہ جوزاء (آخروٹ کا درخت) کے مشابہ ہے۔

الْجَرَادُ

(مڈیاں) الجراد سہ مشہور و معروف پرندہ ہے۔ واحد کے لئے جَوَادَةٌ استعمال ہوتا ہے۔ جَوَادَةُ کا اطلاق نریا مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں تائید کے لئے نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے۔ جس طریقہ سے نَمْلَةٌ (چیونٹی) اور حَمَامَةٌ (کبوتر) نر اور مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ جَوَادَةُ اسم جنس ہے اور یہ جَوْدُ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چمک دار و بہترین اور بیکار و بوسیدہ دونوں کے آتے ہیں جیسے ثوبُ جَوْدُ (چمک دار کپڑا) یا (بوسیدہ بیکار کپڑا) اہل لغت کہتے ہیں کہ اسماء اجناس میں اشتقاق بہت کم ہوتا ہے۔ الْجَوَادُ (مڈیوں) کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) بری (۲) بحری یہاں بیان بری (خشکی) مڈی کا ہو گا۔ قیامت کے دن جب مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور نفسی نفسی کا عالم ہو گا اور انسان پریشانی و مصیبت کے عالم میں چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ اس وقت کی حالت کو حق تعالیٰ نے جراد سے تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں۔ يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَمَا نَهَمُ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ۔

جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے مڈیوں کا لشکر جراد جو چاروں طرف پھیلا ہوا ہو۔ یعنی اس دن انسانوں کا سمندر ہو گا جو پورے خطہ ارض پر پھیلا ہوا ہو گا۔ اسی حالت کو حق تعالیٰ نے دوسرے انداز میں یوں بیان فرمایا:-

الجراد: PACHYTILUS MIGRATORIVS

مندرجہ بالا کیڑے عمان میں ”جراد“ کے جڑک نام سے معروف ہیں:

جراد و ادایا جراد السیف: LOCUSTA (ACREDIUM) PERIGRINA

جراد المکبرہ: SPHINGONOTUS COERULANS

جراد المحرر یا جراد مغرغر: EDIPODA - FLAVA

جراد کفن: LOCUSTA TORJARICA

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ”اس دن تمام انسان بچھے ہوئے بستر کی طرح ہوں گے۔“
 تطبیق ان دونوں آیتوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ قبروں سے فوراً اٹھنے کے بعد تو کافراش المبثوث ہوں گے۔ پھر اس کے بعد جب وہ میدان حشر میں جائیں گے تو کانہم جراد منتشر کی حالت میں ہوں گے۔
 نہ جرادۃ کو ابو عوف کہتے ہیں اور مادہ جراد کو ام عوف کہتے ہیں۔ ابو عطاء السندی نے مندرجہ ذیل شعر جرادۃ (مڈی) کے واسطے ہی لفظ استعمال کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

ما صفوا تكنى أم عوف كان رجلتينها منجلان

مڈی کی مادہ کی کنیت ام عوف ہے گویا کہ اس کے دونوں پیر منہمے ہوتے ہیں۔“
 مڈیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض بڑی ہوتی ہیں اور بعض چھوٹی اور بعض سرخ رنگ کی ہوتی ہیں اور بعض زرد رنگ کی اور بعض سفید رنگ کی۔

مسلمہ ابن عبد الملك ابن مروان ”صاحب الرائے“ بہادر اور جری آدمی تھے۔ ان کا لقب (جرار الصفراء) زرد رنگ کی مڈی تھا کئی مرتبہ مقام ارمینہ اور آذربائیجان کے گورنر بنائے گئے۔
 انہوں نے اپنے بھائی سلیمان کے دور خلافت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ ان کی وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔

وظائف و عملیات | سینہ کے درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے:

مسلمہ بن عبد الملك ابن مروان مع اپنی فوج و لشکر کے جب مقام عموریہ میں داخل ہوئے تو ان کے سینہ میں درد ہو گیا جس کی بناء پر وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ تمہارے کمانڈر میدان کارزار میں کیوں تشریف نہیں لائے۔ مسلمانوں نے جواب دیا۔ ان کے سینے میں بہت سخت درد ہے وہ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں کو ایک لباس دیا کہ یہ اپنے امیر کو پسندینا بہت جلد سینے کے درد سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ لباس کے پہنتے ہی مسلمہ بن عبد الملك کے سینہ کا درد فوراً ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کو بہت تعجب ہوا کہ اس میں ایسی کون سی چیز ہے جس کی بناء پر درد فوراً جاتا رہا۔ مسلمانوں نے اس لباس کو ادھیرنا شروع کیا تو اس میں سے ایک پرچہ ملا جس پر مندرجہ ذیل آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ذلک تخفیف من ربکم ورحمة بسم اللہ الرحمن الرحیم الان خفف اللہ عنکم وعلّم ان فیکم ضعفا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا بسم اللہ الرحمن الرحیم واذاسألت عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان بسم اللہ الرحمن الرحیم الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا بسم اللہ الرحمن الرحیم وله ما سکن فی اللیل والنهار و هو السميع العليم۔

مسلمانوں نے ان عیسائیوں سے پوچھا کہ یہ آیتیں تمہیں کہاں سے ملی ہیں۔ یہ تو ہمارے آقا سرکار دو جہاں ﷺ پر نازل ہوئی

ہیں۔ اہل عور یہ نے جواب دیا کہ یہ آیتیں آپ کے نبی ﷺ کی بعثت سے سات سو سال قبل گرجے میں ایک پتھر پر لکھی ہوئی ملی تھیں۔

(۲) حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ سینے کے درد کے لئے مندرجہ ذیل آیتیں لکھ کر باندھنا بہت ہی مفید و مجرب ہے:-
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کَہِیْطَیْصَ ذِکْرُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ عَبْدُہُ ذِکْرُ یَا اِذْ نَادٰی رَبِّہٖ یَدَاۃً خَفِیْثًا قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَہَنْ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اَسْتَغْلِ الرَّاسُ شِیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِذَعَائِکَ رَبِّ شَقِیْثًا اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الْقُلَّ وَّلَوْ شَاءَ لَجَعَلْہُ سَاکِنًا کَہِیْصَ حَمَّ عَسَقٍ کَمَ لَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ فِیْ کُلِّ عَبْدٍ شَاکِرٍ وَ غَیْرِ شَاکِرٍ وَ کَمَ لَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ فِیْ کُلِّ عَزَقٍ سَاکِنٍ وَ غَیْرِ سَاکِنٍ اِذْ هَبْ اَنْہَا الضُّدَاعُ بِعَزَّ عَزَّ اللّٰہُ وَ یَنْزُورُ وَ جَہَ اللّٰہُ وَ لَہٗ مَا سَکَنَ فِی الْلَّیْلِ وَ النَّہَارِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

(۳) اگر کسی شخص کے سر میں درد ہو تو مندرجہ ذیل حروف لکڑی کی تختی پر لکھ کر یکے بعد دیگرے لوہے کی تیخ (کیل) سے ان حروف کو دباتا رہے اور یہ آیت پڑھتا رہے وَ لَوْ شَاءَ لَجَعَلْہُ سَاکِنًا وَّلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الْلَّیْلِ وَ النَّہَارِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ وہ حروف یہ ہیں:- اح اک ک ح ع ح ام ح ان شاء اللہ جلد درد ختم ہو جائے گا۔

الجراڈ (ٹڈی) کے مختلف نام ہوتے ہیں۔ مثلاً جب یہ پیدا ہوتی ہے تو اس کا نام الذبی ہوتا ہے اور جب کچھ بڑی ہو جاتی ہے اور اس کے پر نکل آتے ہیں تو اس کو غوغاء کہا جاتا ہے اور جب ٹڈی زرد رنگ کی ہو جائے اور مادہ ٹڈی کالے رنگ کی ہو جائے تو اس وقت اس پر جرادۃ کا اطلاق ہو گا۔

اس جانور کا انڈے دینے کا عجیب طریق ہوتا ہے۔ جب یہ انڈے دینے کا ارادہ کرتی ہے تو ایسی سخت اور بجز زمین کا انتخاب کرتی ہے جہاں کسی انسان کا گزرنہ ہوا ہو۔ پھر اس زمین پر دم سے اپنے انڈے کو بقدر سوراخ کرتی ہے جس میں وہ انڈا دیتی ہے۔ نیز وہیں رکھے رکھے زمین کی گرمی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔

جَرَادَۃٌ (ٹڈی) کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں دو سینے میں دو پیچ میں دو آخر میں۔

ٹڈی ان جانوروں میں سے ہے جو لشکر کی طرح ایک ساتھ پرواز کرتی ہے اور اپنے سردار کے تابع اور مطیع ہوتی ہیں۔ اگر ٹڈیوں کا سردار پرواز کرتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ پرواز کرتی ہیں اور اگر وہ کسی جگہ اترتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ اتر جاتی ہیں۔ امام دیمیریؒ فرماتے ہیں کہ ٹڈی کا لعاب نباتات کے لئے زہر قاتل ہے۔ اگر کسی نباتات پر پڑ جاتا ہے تو اسے ہلاک کر کے چھوڑتا ہے (یہی وجہ ہے کہ جس کھیت یا جنگل میں پہنچ جاتی ہے اس کو برباد کر دیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی ہلاکت کی دعا مانگی ہے۔ الجراد (ٹڈی) کا حدیث شریف میں ذکر:-

”حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ایوبؑ علیہ السلام برہنہ

سے حضرت ایوبؑ مشہور پیغمبر ہیں کسی بنا پر بطور آزمائش شدید بیماری میں مبتلا ہوئے جس پر بے مثال مبرا کا مظاہرہ کیا تا آنکہ عوام میں شہرت ہی حضرت ایوبؑ کے مبرا کی ہو گئی۔ قرآن مجید نے ان کا ایک واقعہ مختصر بیان کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ کی اہلیہ جو پورے

شغف سے حضرت ایوبؑ غسل فرما رہے تھے تو آپ پر حق تعالیٰ نے سونے کی مٹیوں کی بارش فرمائی جس کو آپ اپنے دامن میں سیٹھنے لگے تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ایوبؑ! کیا ہم نے تم کو ان سے بے نیاز نہیں کر دیا؟ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ جی ہاں! لیکن آپ کی برکت سے تو بے نیاز نہیں ہوں۔“ (بخاری شریف)

طبرانی و بیہقی نے ابو زہیر سے بواسطہ شعبہ یہ روایت نقل کی ہے کہ:

”آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مٹیوں کو ہلاک مت کیا کرو (کیونکہ) یہ تو حق تعالیٰ کا لشکر (فوج) ہے۔“

”حیوة الحیوان“ کے مصنف علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو مندرجہ بالا حدیث میں جو عدم قتل کا حکم فرمایا ہے۔ یہ اس صورت میں صحیح ہے جب تک کہ مٹی کھیتی وغیرہ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ اور اگر یہ نقصان کا سبب بنے تو ان کو مارنا جائز ہے۔ جند کے معنی لشکر کے ہیں اس کی جمع اجناد اور جنود آتی ہے اور ارواح کی حدیث میں جنود مجندہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی لشکر کے ہیں جیسے الوف مؤلفۃ اور قناطیر مقنطرة

”ابن عمران کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کے سامنے آکر مٹی بیٹھی جس کے پروں پر لکھا ہوا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں اور ہمارے نانوے انڈے ہوتے ہیں اور اگر پورے سو ہو جائیں تو ہم پوری دنیا کو چٹ کر جائیں۔ (اس کو پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی) اَللّٰهُمَّ اَهْلِكَ الْجَوَادَ وَ اَقْتُلْ كِبَارَهَا وَ اَمِتْ صِغَارَهَا وَ اَفْسِدْ بَيْنَظَهَا وَ سَدِّ اَفْوَاهَهَا عَنْ مَزَارِعِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

جب آپ ﷺ دعا سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس میں سے بعض آپؐ کی دعا قبول کر لی گئی ہے (یعنی آپؐ کی اس دعا کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا ہے) یا اس میں سے کچھ دعا قبول کر لی ہے۔“

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

”کہ میں اور میرا بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچا کے لڑکے عبد اللہ اور قثم اور فضل کھانا کھا رہے تھے کہ (اچانک) دسترخوان پر ایک مٹی آکر بیٹھ گئی جس کو عبد اللہ بن عباس نے پکڑ لیا اور مجھ سے پوچھا کہ اس کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟ میں نے اس سلسلہ میں اپنے والد محترم علی کرم اللہ وجہہ سے رجوع کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں معلومات کی تھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے پروں پر ”اَنَا لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا رَبِّ“

”کی تیار داری میں معروف تھیں کہ ایک بار انہوں نے حضرت مکی طویل بیماری کی شکایت کی جس پر حضرت ایوبؑ نے ناراض ہو کر انہیں تنبیہ مارنے کی قسم کھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جانب حضرت ایوبؑ کی قسم کا اظہار دوسری طرف ان کی بیوی کی غلصانہ تیار داری کا خیال کرتے ہوئے یہ صورت نکالی کہ تم سو نکلوں کا مجموعہ لے لو اور انہیں اپنی بیوی کے مار دو تاکہ قسم بھی پوری ہو جائے اور بیوی کی دل شکنی بھی نہ ہو۔

حضرت ایوبؑ نے لمبی بیماری کے بعد ایک مرتبہ صرف اتنی دعا کی کہ اللہ میں تیار ہوں اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔ اس پر ایک چشمہ نمودار ہوا جس سے غسل کرنے اور پینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ غسل کرنے اور پینے سے تمام ظاہری اور باطنی بیماریاں ختم ہو گئیں۔ قرآن مجید نے حضرت ایوبؑ کے صبر کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے شفا یاب ہونے کے بعد بحکم خداوندی اپنی قسم کو پورا کیا۔ (قصص الانبیاء)

حَبَّتْهَا أَقَاعِي الْأَرْضُ بَطْنًا وَ انْعَمَتْ
عَلَيْهَا جِيَادُ الْخَيْلِ بِالرَّاسِ وَالْقَمَمِ
ترجمہ:- مڈی کی رانیں بکری کی طرح ہیں اور اس کی پنڈلیاں شتر مرغ کے انداز میں اور اس کے دونوں پیر گدھ کی طرح ہیں اور گلا شیر ملتا جلتا حشرات الارض اس کا رزق ہیں اور بہترین گھوڑوں کے سر اور منہ جیسا بنا کر اس کی خوب صورتی میں اضافہ کر دیا۔
قاضی محی الدین شہر زوری کا مندرجہ ذیل شعر بھی بہت عمدہ اور پسندیدہ ہے جس پر انہوں نے بارش میں اگلے پڑنے کی حالت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

وَلَمَّا شَابَ رَأْسُ الدَّهْرِ غَيْظًا
لَمَّا قَامَاهُ مِنْ فَقْدِ الْكِرَامِ
أَقَامَ يَمِيزُ عِنْدَ الشَّيْبِ غَيْظًا
وَيَنْثُرُ مَا أَصَابَ عَلَى الْأَنَامِ
ترجمہ:- جب زمانے میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور دنیا شریفوں سے خالی ہو گئی تو بڑھاپے کو ازراہ غضب دور کرنے کے لیے تل گئے اور لوگوں کے اوپر وہ چیز برسائی گئی جو سفید سفید ہے۔

۵۸۶ھ میں قاضی محی الدین شہر زوری کی وفات ہوئی۔ دمیریؒ فرماتے ہیں مڈی ماکول اللحم جانوروں میں سب سے زیادہ بیماری کی جڑ ہے۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دیہات میں پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ کسان سمیوں کی کاشت کر رہا ہے اور سمیوں کی بالیں ہوا میں لہرا رہی ہیں۔ اچانک مڈی دل آیا تو یہ شخص مڈی کے آنے کی وجہ سے کافی پریشان ہو گیا اور جب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے تو اس نے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔

مَرَّ الْجَوَادُ عَلَى زُرْعِي ثَقُلْتُ لَهُ
لَا تَأْكُلْنَ وَلَا تَشْتَعِلْنَ يَا فَسَادِ
فَقَامَ مِنْهُمْ خَطِيبٌ فَوْقَ سُنْبُلَةٍ
أَنَا عَلَى سَفَرٍ لِأَجَدَّ مِنْ زَادِ
ترجمہ:- مڈیاں میرے کھیتوں میں پڑیں تو میں نے ان سے کہا کہ مت چاہیو اور میرے لیے کوئی خرابی مت پیدا کیجیو، تو ایک خدشہ پر بیٹھے ہوئے مڈی کے ترجمان نے جواباً کہا کہ ہم سفر میں ہیں اور سفر میں توشہ ضروری ہے۔

مڈی سے حفاظت کے لیے:- مندرجہ ذیل کلمات کو لکھ کر بانس کی ٹکلی میں بند کر کے کھیت یا انگور کے عملیات و وظائف | باغ میں دفن کرنے سے کھیتی وغیرہ مڈی کے ضرر سے محفوظ رہے گی۔ بہت مجرب ہے۔ کلمات ۱۰۰ یہ ہیں:-

۱۔ جانوروں سے کھیت کی حفاظت:- (۱) کانڈ کے چاروں ٹکڑوں پر یہ آیت لکھو:

صُمُّ بَكْمِ عُمِّي فَهَمْ لَا يَوْرَجُونُ۔ لکھنے کے بعد ہر ٹکڑے کو مٹی کی ایک کلبیا میں رکھ کر کھیت کے چاروں کونوں پر بند کر کے رکھ دے اور پھر ایک ٹکڑا لے کر اس پر نقصان کرنے والے جانور کا نام لکھنے کے بعد ایک آنخوڑے میں بند کر کے درمیان کھیت میں گاڑ دے۔ ان شاء اللہ نقصان کرنے والا جانور کھیت میں نہ آئے گا۔

(۲) اگر کھیت میں چوہے آکر کھیتی کو خراب کرتے ہوں تو اس تعویذ کو لکھ کر بانس کی چھڑی میں باندھ دے۔ اس کے بعد کھیت کے گرد اگر دھڑا پھرا کر بانس کو کھیت کے ایک کونہ میں گاڑ دے۔

بسم الله الرحمن الرحيم بحرمة بسم الله الرحمن الرحيم بحرمة بسم الله الرحمن الرحيم بحرمة حضرت بايزيد عثماني از شانه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ اَهْلِكَ صِغَارَهُمْ وَ
اَقْتُلْ كِبَارَهُمْ وَ اُفْسِدْ بِنَصْهِهُمْ وَ خُذْ بِاَقْوَاهِمُ عَنْ مَعَايِشِنَا وَ اَزْزِقْنَا اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ
وَرَبِّیْ وَ رَزَقْکُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ
عَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاسْتَجِبْ مِنَّا بِاَزْحَمِ الرَّاجِیْنِ۔

ٹڈی سے حفاظت اور بھگانے کے لئے یہ بھی بہت مجرب عمل ہے جس کو یحییٰ بن عبد اللہ قرشی نے بارہا آزمایا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بلند پایہ عالم نے بھی اس کے افادہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت عالم کا نام میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ نیز ان کے علاوہ اور دیگر حضرات نے بھی اس عمل کو کیا اور مجرب پایا۔ وہ عمل یہ ہے:-

اگر کسی شہر قریہ یا گاؤں میں ٹڈیوں کی کثرت ہو۔ شہر والے ان سے تنگ آ گئے ہوں تو چاہیے کہ چار ٹڈی پکڑیں اور چاروں کے پروں پر مندرجہ ذیل قرآنی آیت لکھ کر جس سمت یا جس شہر کا نام لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے گا تمام کی تمام اسی سمت کی طرف چلی جائیں گی۔

پہلی ٹڈی پر یہ آیت لکھتے:-

﴿موشائے گمدار۔﴾

(اگر چہ ہوں نے کھیت میں سکونت اختیار کر لی ہو تو سانسے دیا گیا نقشہ بنا کر لکھنا چاہئے۔)

کھیت اور باغ کی پیداوار میں عموماً کے لئے:- اِنَّ اللّٰهَ تَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى عَرَجَ الْحَبَّ مِنْ الْمَيْتِ وَ عَرَجَ الْمَيْتَ مِنْ الْحَيِّ ذَا لِكُمْ اللّٰهُ فَاَنَّى تُكْفَرُوْنَ۔ (پ ۷ ع ۱۸)

کسی پاک برتن میں زعفران اور کافور سے لکھ کر اور آب چاہ بلا جگت سے دھو کر جو تخم یا غلہ بوتا ہو اس کو بھگو کر بودیں یا وہ پانی درخت کی جڑ میں ڈالا کریں۔

مال، کھیت اور مویشی میں برکت کے لئے:- اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ لَظُلُوْمَ کُفَّارٍ (پ ۱۳ ع ۱۷)

صبح و شام کے وقت پڑھا کرے۔ ان شاء اللہ تمام آفات، بحری و بری سے حفاظت اور مال مویشی میں برکت ہوگی۔

۱۲۵	۱۲۸	۱۳۲	۱۱۸
۱۳۱	۱۱۹	۱۲۳	۱۲۹
۱۲۰	۱۳۳	۱۲۶	۱۲۳
۱۲۷	۱۲۳	۱۳۱	۱۳۳

برائے بارش:- کسی بلند مقام پر قبلہ رو اس نقش کو لٹکا دیں۔

فَسَكْفِيكَهُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ-

دوسری ٹڈی پر یہ آیت لکھتے:-

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ-

تیسری پر یہ لکھتے:-

ثُمَّ اتَّصَدَقُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ-

چوتھی پر یہ لکھتے:-

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَوْ إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ-

ٹڈی کا شرعی حکم | ٹڈی کا گوشت مباح ہے۔ اس پر تمام علماء کرام کا اجماع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:-

”حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی جس

میں ہم ٹڈی کا گوشت استعمال کرتے تھے۔“

مندرجہ بالا حدیث شریف کو ابو داؤد و بخاری اور حافظ ابو نعیم نے نقل کیا۔ لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ ٹڈی کا گوشت تناول فرماتے تھے۔

”ابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ ازواج نبی ﷺ آپ کی خدمت میں ٹڈی کا گوشت پیش کرتی تھیں۔“

”موطا میں ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے ٹڈی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا گوشت پسند ہے۔“

”مریم بنت عمران نے دعا کی کہ مجھے کوئی ایسا گوشت کھلائیے جس میں خون نہ ہو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے ٹڈی ان کے لئے بھیجی۔ مریم نے پھر دعا کی کہ اے خدا اس مخلوق کو زندہ رکھ بغیر دودھ کے اور ان کا سفر ہو بغیر کسی شور و غل کے۔ میں نے

پوچھا ابو الفضل شجاعؒ کے معنی کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا آواز کرنا، شور و غل کرنا۔“

ما قبل میں یہ بات آچکی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ٹڈی کا گوشت پاک ہے اور ان کا کھانا جائز ہے چاہے وہ ٹڈی اپنی موت مری ہے یا اس کو ذبح کیا گیا۔ حتیٰ کہ چاہے کسی غیر مسلم نے ہی کیوں نہ شکار کیا ہو۔ ہر صورت ماکول اللحم ہے۔

نیز امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ٹھنڈک کی شدت سے وہ حلال ہوئی ہے تو اس صورت میں اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا اور مالک علیہ الرحمہ کا مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ٹڈی کے سر کو جدا کر دیا گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

نیز ٹڈی کے حلت اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-

”ہمارے لئے دو میہ (مچھلی اور ٹڈی) اور دو خون (جگر اور تلی) حلال کر دیئے گئے۔“

اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اس پر بری شکار کے احکام مرتب ہوں گے یا بحری کے۔ یعنی یہ خشکی کا شکار ہے یا

دریائی۔ بعض نے مڈی کو خشکی کا شکار مانا ہے اور بعض نے دریائی۔ جو لوگ دریائی شکار میں اس کا شمار کرتے ہیں تو وہ دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:-

”ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے مڈیوں کے لئے بد دعا کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے اللہ! بڑی مڈیوں کو ہلاک و برباد کر دے کہ چھوٹی مڈیوں کو ختم کر دے اور ان کی بھیڑ مٹا دے اور ان کا منہ بند کر دے تاکہ یہ ہمارے ذریعہ معاش (کھیتی باڑی وغیرہ) کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ آپ دعاؤں کے سننے والے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے لشکر کے بارے میں ان کی نسل ختم ہونے کی کیوں بد دعا فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مڈیاں سمندری پھلیوں کی چھینک سے پیدا ہوتی ہیں۔“

مطلب اس ارشاد کا یہ ہوا کہ مڈیاں بحری شکار ہیں جنہیں بحالت احرام شکار کیا جاسکتا ہے۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کے لئے نکلے تو (راستہ میں) ہمیں مڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ملا۔ ہم ان کو اپنے جوتوں اور کوڑوں سے مارنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ان کو پکڑ کر کھاؤ) یہ تو دریائی شکار ہے۔“

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مڈی بری شکار میں سے ہے۔

اس لئے حالت احرام میں اگر کسی نے اس کو ہلاک کر دیا تو اس پر شرعی تاوان واجب ہو گا (معلوم ہوا کہ یہ بری شکار میں سے ہے۔ اگر بحری (دریائی) شکار میں سے ہوتا تو اس پر تاوان شرعی واجب نہ ہوتا چاہیے تھا۔

مڈی کے بارے میں مذکورہ بالا مسلک بڑے بڑے فقہاء کا ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے شامل ہیں۔

عبد ری فرماتے ہیں کہ اسی قول کو بڑے بڑے اہل علم کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں مڈی کے شکار کرنے سے ضمان واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ دریائی شکار ہے اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:-

”اور جو لوگ مڈی کو دریائی شکار مانتے ہیں وہ ابوالمہزم کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ملا ہم میں سے ایک شخص جو حالت احرام میں تھا مڈیوں کو کوڑوں سے مارنے لگا تو اس شخص کو تنبیہ کی گئی کہ حالت احرام میں شکار کرنا درست نہیں ہے۔“ (رواہ ابو داؤد ترمذی وغیرہما)

نیز نبی کریم ﷺ کے سامنے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ دریائی شکار ہے۔

جمہور علماء مندرجہ بالا حدیث شریف کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں ایک راوی ابوالمہزم غیر ثقہ ہیں جن کی روایت ناقابل اعتماد ہے۔

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث شریف ہے جس کو حضرت امام شافعیؒ نے بطریق صحیح یا حسن عبداللہ بن ابوعمار سے نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

”میں اور معاذ ابن جبل اور کعب ایک جماعت کے ساتھ جو حالت احرام میں تھی بیت المقدس سے عمرہ کرنے کی غرض

سے آرہے تھے۔ ابھی ہم نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ ٹڈیوں کا ایک عظیم الشان لشکر آتا ہوا دکھائی دیا تو حضرت کعب نے جو بہت بہادر قسم کے انسان تھے اس میں سے دو ٹڈی کو پکڑ کر ہلاک کر دیا اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ حالت احرام میں ہیں جب ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے فوراً وہ ٹڈی پھینک دی۔ ابو عمار فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کعب نے اپنا ٹڈی والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام واقعہ سن کر فرمایا کہ اس جرم کی تلافی میں آپ نے کچھ صدقہ وغیرہ کر دیا یا نہیں؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ جی ہاں امیر المومنین! دو درہم خرچ کئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا۔ واہ واہ دو درہم تو سو ٹڈیوں کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہے تم تو صرف اتنا ہی صدقہ دیتے جتنا کہ تم نے جرم کیا ہے۔“

اور امام شافعی نے فرمایا:

”حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے (ایک مسئلہ پوچھا) کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں ٹڈی کو ہلاک کر دے تو اس پر کیا واجب ہو گا؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ غلہ کی ایک مٹھی بھر کر خیرات کر دو۔“

اور ایک مٹھی میں تو آپ بہت ساری ٹڈیاں حاصل کر سکتے ہیں (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے فرماتے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک مٹھی غلہ سے آپ ٹڈی خریدنا چاہیں تو بہت ساری ٹڈیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا ٹڈی کی بھی قیمت لگائی جاسکتی ہے۔ یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک مندرجہ بالا حدیث کی وجہ سے ٹڈی مال مستقیم ہے۔

مسئلہ :- اگر کسی شخص نے حالت احرام میں ٹڈی کو ہلاک کر دیا چاہے جان بوجھ کر یا بھول سے، تو ہر صورت میں ضامن واجب ہو گا اور اگر ٹڈیوں کا لشکر سد راہ بنا ہوا ہو اور روندے ہوئے چارہ کار نہ ہو تو ہلاک کرنے کی صورت میں کوئی تاوان واجب نہیں ہو گا۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ ٹڈیوں کی کثرت ہو تو اس میں خرید و فروخت بیع سلم جائز ہے۔

امام رافعی نے باب الریاء میں ٹڈی کے بارے میں تین باتیں ذکر کی ہیں۔

(۱) یہ گوشت والے جانوروں میں سے نہیں (۲) گوشت والے خشکی کے جانوروں میں سے ہے۔ (۳) لحم والے دریائی جانوروں

میں سے ہے۔

موفق ابن طاہر کا ایک قول ٹڈیوں کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا دریائی جانوروں میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ مچھلی کے فضلہ سے

پیدا ہوتی ہے۔

(۱) اہل عرب کہتے ہیں تمرۃ خیر من جرادة واطیب من جرادة۔ (ایک کھجور ٹڈی سے بہتر ہے اور ٹڈی سے زیادہ لطیف ہے) مطلب یہ کہ دونوں اگرچہ حقیر ہیں لیکن کھجور پھر بھی بہتر ہے۔

ضرب الامثال

(۲) عرب کہتے ہیں۔ و جاء القوم کالجراد المنتشرای متفرقین (آنے والے ٹڈی دل کی صورت میں آئے جبکہ وہ منتشر

انداز میں آئے ہوں)

(۳) و انجر دمن الجراد و اغوی من غوغاء الجراد (یعنی کہ فلاں مڈی سے زیادہ برہنہ یا مڈی سے زیادہ شور انگیز ہے۔
(۴) کالجراد لا یبقی ولا یذر۔ وہ مڈی کے طریقہ پر سب چاٹ گیا۔ یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب معاملہ سنگین ہو جائے اور کسی نے کسی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہو۔

(۵) احمی من مجر الجراد۔ مڈیوں کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ کار آمد۔

یہ مثال مدح ابن سوید الطائی سے چلی ہے۔ کلبی نے لکھا ہے کہ مدح ایک روز تھا اپنے خیمہ میں پہنچا تو وہاں قبیلہ طے کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ہاتھوں میں برتن تھے۔ مدح بولا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا مڈیاں تمہارے کھیتوں میں پڑ گئی ہیں اور ہم یہ برتن لے کر آئے ہیں تاکہ انہیں پکڑ لیں اور ان برتنوں میں لے جائیں۔ مدح یہ سنتے ہی نیزہ بدست گھوڑے پر سوار ہوا اور بولا کہ اگر تم نے مڈیوں پر ہاتھ ڈالا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی میری پناہ میں آئے اور تم لوگ اسے پکڑو۔ اس کے بعد مدح برابر رکھیت کی حفاظت کرتا رہا تا آنکہ دھوپ تیز ہو گئی۔ اور مڈیاں اڑ گئیں تو مدح نے اپنی قوم والوں سے کہا اب جو چاہے کرو مڈیاں اب میری پناہ سے نکل چکی ہیں۔

رحمنی من مجیر الجراد۔ سے مثال دینے کا مطلب یہ ہے کہ مڈیوں کو جو مدح جیسا محافظ اس سے بھی زیادہ کار آمد محافظ مل گیا ہے۔

مڈی کے طبی فوائد | رک رک کر پیشاب آنے والے مریض کو مڈی کی دھونی دینا بہت مفید ہے۔

استقاء (بار بار پیاس لگنا) والے مریض کے لئے مجرب نسخہ:-

- اگر کوئی شخص استقاء کا مریض ہو تو اس کو چاہیے کہ بارہ مڈیوں کے سر اور ہاتھ پیر لے کر اس میں درخت ریحان کی خشک چھال ملا کر پئے۔ ان شاء اللہ بہت جلد اس مرض سے نجات حاصل ہوگی۔
- چوتھیا بخاری کے لئے لمبی گردن والی مڈی کا تعویذ بنا کر پسینے سے چوتھے دن آنے والا بخار فوراً ختم ہو جائے گا۔
- اگر کسی شخص کے چہرہ پر چھائیاں ہوں تو وہ مڈی کا انڈا اپنے چہرہ پر ملے، بہت جلد چھائیاں ختم ہو کر چہرہ صاف شفاف ہو جائے گا۔

مڈی کی خواب میں تعبیر | مڈی کی خواب میں تعبیر اللہ تعالیٰ کے لشکر اور اس کے عذاب سے دی جاتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں سے ہے۔

اور چھوٹی مڈی کو خواب میں دیکھنا بد اخلاق و بد کردار لوگوں سے سابقہ پڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس نے مڈیوں کو کسی برتن یا مٹکے میں بھر لیا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس کو درہم و دنانیر حاصل ہوں گے۔ ایک شخص ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں نے رات کو یہ خواب دیکھا ہے کہ میں مڈیوں کو پکڑ کر مٹکے میں جمع کر رہا ہوں، تو ابن سیرین نے اس کی تعبیر یہ دی کہ تم کو مال و دولت حاصل ہو گا جس کی بدولت تم شادی کرو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس پر سونے کی مڈیوں کی بارش ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ اس کے نقصان کی

تلائی کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی اس کی تعبیر سپاہیوں سے بھی دیتے ہیں جو اس جگہ آئیں گے اور ان کا نقصان مڈیوں کی تعداد کے لحاظ سے ہو گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ فوجی یا لشکری کسی جانی پہچانی زمین یا کسی جانے پہچانے گاؤں میں پھر رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ مڈیوں کا لشکر آئے گا۔

الجراد البحرى

دریائی مڈی۔ الجراد البحرى۔ شریف لکھتے ہیں کہ ایک جانور ہوتا ہے جس کا سر چوکور ہوتا ہے اور اس کے دونوں جانب مٹری کی طرح لمبے لمبے دس ہاتھ ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر مغربی علاقوں میں سمندر کے قریب پائی جاتی ہیں۔ لوگ عام طور پر ان کو بھون کر یا پکا کر کھاتے ہیں۔ یہ جانور ایک روٹی کے بقدر بڑا ہوتا ہے اور اس کے باریک باریک دو سرخ سینک ہوتے ہیں اور اس کے قریب دو چمکتی ہوئی آنکھیں ہوتی ہیں۔ اگر اس کو تندور میں بھون کر کھائیں تو بہت لذیذ لگتی ہیں۔

دریائی مڈی کے طبی فوائد | دریائی مڈی گرم اور خشک ہوتی ہے۔ اس کا گوشت جذام والے مریض کے لیے بہت مفید ہے۔

الجراره

بچھو کی ایک قسم۔ الجراره: بچھو کی ایک قسم ہوتی ہے۔ زمین پر اپنی دم کو گھسیٹ کر چلتا ہے۔ مفصل بیان باب العین میں آئے گا۔

یہ انجذان درخت کے پتے کے بقدر بڑا زرد رنگ کا چھوٹا ہوتا ہے اور کھائی (گڑھا) میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر کمارات الکر میں پایا جاتا ہے۔

موسیٰ بن عبداللہ اسرائیلی کہتے ہیں کہ الجراره بچھو کی ایک قسم ہے جو ہلکے پھلکے جش کا ہوتا ہے اور اپنی دم کی جسم پر نہیں رکھ سکتا۔ جس طریقہ سے دو سرا بچھو کر سکتا ہے۔ بلکہ اپنی دم کو زمین پر گھسیٹ کر چلتا ہے۔ عام طور پر مشرقی ممالک میں پایا جاتا ہے۔

جاہظ کہتے ہیں کہ یہ اگر کسی کو ڈس لے تو اس کو ہلاک کر دے۔ نیز اس کے ڈسنے کی بنا پر اس کا گوشت سڑ جاتا ہے اور بدبو اٹھنے لگتی ہے۔ کوئی اس کے پاس جانا بھی گوارا نہیں کرتا۔

بچھو کی یہ قسم گھاس اور اگنے والی جگہ کو پسند کرتی ہے اور اس کا زہر گرم اور جلا دینے والا ہوتا ہے۔ ابن جمیع اپنی کتاب ”الارشاد“ میں لکھتے ہیں کہ الجراره بچھو کی ایک قسم ہے اور اس کا زہر گرم اور خشک ہے۔

لہ الجراد البحرى: عرب کے بعض علاقوں کی زبان میں ”الجراد البحرى“ جیسے کی طرح کی ایک مچھلی (غور) کو کہا جاتا ہے۔ لیکن مسقط میں یہ نام اڑنے والی مچھلی (FLYING FISH) اور (E-EVOLANS) کے لیے مستعمل ہے۔ (ج)

لہ شریف: شرف شاہ بن ملک داد عباسی، ذی سلیمین نے ابن خلکان کی وفیات الاعیان جلد دوم ص ۶۳۳ پر ایک مختصر نوٹ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (ج)

لہ مغربی علاقے: شمالی افریقہ، سین و غیرہ۔ (ج)

الْجُرُذُ

نر چوہا۔ اَلْجُرُذُ لہ (جیم پر ضمہ را پر فتح) ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ خاکستری رنگ کا چوہا ہوتا ہے جو ربورع چوہے (جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی ہوتی ہیں) سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی دم کالی ہوتی ہے۔
جاہظ کہتے ہیں کہ اس کے اور عام چوہوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ جتنا بھینس اور گائے۔ بختی اونٹ اور عربی اونٹ کے باہین ہوتا ہے۔ مقام انطاکیہ اور شہر خراسان کے چوہے نہایت ہی طاقت ور ہوتے ہیں۔ بلی بھی مجتمع ہو کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

جاہظ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن جزر (چوہے) کو بلی سے لڑتے ہوئے دیکھا جو ہمداری سے اس پر حملہ کر رہا تھا۔ اچانک اس نے بلی کی آنکھوں پر حملہ کر کے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ پھر وہاں سے بہت جلد غائب ہو گیا۔
علامہ زنجشیری کہتے ہیں کہ اگر اس کو خسی کر دیا جائے تو یہ تمام چوہوں کو اپنا لقمہ بنالے یعنی سب کو ہڑپ کر جائے۔ خسی ہونے کی حالت میں اس کے اندر غیرت و شجاعت بہت بڑھ جاتی ہے۔ بخلاف دیگر حیوانات کے کہ ان کے اندر خستی ہونے کے بعد کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

دہمیریؒ فرماتے ہیں کہ الْجُرُذُ کی جمع جُرُذَان آتی ہے جیسے صُرُذُ کی جمع صُرُذَان آتی ہے۔
ارض جردۃ ائذ ذات جردان ارض (بست چوہوں والی زمین) اس زمین کو کہا جاتا ہے جہاں پہ کثرت سے چوہے موجود ہوں۔
نیز الْجُرُذُ کی کنیت ابو جوال، ابو العدرج ہے۔ مفصل بیان ان شاء اللہ باب الفاء میں آئے گا۔
حدیث شریف میں جرد کا ذکر:-

”ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ضاعتر بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ضرورت کے پیش نظر مقام بقیع خیمہ (دونوں خا پر فتح ہے) اور پہلی باساکن (ہے) جو مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے تشریف لے جا رہے تھے کہ جب ان کا گزر ایک ویرانہ سے ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جُرُذ (چوہا) سوارخ سے ایک ایک دینار نکال رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکالے۔ پھر اس چوہے نے سوارخ میں سے ایک سبز رنگ کے کپڑے کا کنارہ نکالا۔

حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت مقداد ان دنائیر کو لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان فرما کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ان کو آپ کی خدمت بابرکت میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت مقداد سے سوال کیا کہ تم نے سوارخ سے اپنے ہاتھ سے تو نہیں نکالے۔ حضرت مقداد نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالے۔ اس کے بعد آقائے نامدار سرور کائنات جناب حضور اکرم ﷺ نے حضرت مقداد سے فرمایا کہ ان کو آپ ہی استعمال کرو حق تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے گا۔

ایک روایت میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے حضرت مقداد سے یہ فرمایا کہ یہ رزق ہے جس کو حق تعالیٰ نے

تمہارے لئے بھیجا ہے۔“

صحیح مسلم میں سعید ابن عروبہ نے حضرت سعید خدریؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعید خدریؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی عبد قیس کے کچھ لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے (اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا) عرض کیا یا رسول اللہ! ہم قبیلہ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ (سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی گفتگو نقل کی) یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کس برتن میں پانی پیا کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ چڑے کے پیالوں میں، تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری بستی میں چوہوں کی بہت کثرت ہے جس کی بنا پر چڑے کے پیالے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ان ہی کو استعمال کرو چاہے وہ ان کو کھائی کیوں نہ لیں۔ اگرچہ چوہے ان کو کھالیں، یہ ارشاد مبارک آپ نے مکرر فرمایا۔“

لطیفہ | ایک عورت قیس ابن سعد بن عبادہ بن ولیم کے پاس آئی جو بردباری اور سخاوت میں مشہور تھا۔ اس نے اپنا حال اس سے ذکر کیا کہ میرے گھر میں چوہے لکڑی کے سہارے چلتے ہیں۔ (اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے گھر میں کھانے کے لئے اتنا بھی نہیں ہے کہ جس سے چوہے پیٹ بھر لیں۔ لاغر کی وجہ سے وہ بھی عصا کے سہارے چلتے ہیں) قیس ابن سعد ابن عبادہ بن ولیم نے اس عورت کو جواب دیا کہ میں ان کو ایسا کر دوں گا کہ وہ اسود سانپ کی طرح کودنے لگیں گے (مطلب یہ تھا کہ میں اس قدر دوں گا جس سے تیرے گھر میں کشادگی آجائے گی اور چوہے بھی پیٹ بھر کر کھیلنے کودنے لگیں گے) اس کے بعد قیس نے اس کا گھر سامان خور و نوش (کھانا چربی سالن وغیرہ) سے بھر دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ بن ولیم کا لوگوں پر بہت ساقرضہ تھا۔ اچانک یہ بیمار ہوا اور اس بیماری سے اچھا ہونے میں اس کو کچھ تاخیر ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ لوگ صرف تمہارا قرضہ ادا کرنے کے لئے زندگی گزار رہے ہیں (اس جملہ سے مراد مقروضوں کی پریشان حالی کا ذکر کرنا مقصود تھا) تو یہ سن کر اس نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ آواز لگائے کہ قیس بن سعد کا جس پر قرضہ ہو وہ اس سے بری ہے۔ یہ سن کر لوگ خوشی میں اتنی تعداد میں آئے کہ جس سیڑھی یا زینے پر لوگ اس کے پاس جانے کے لئے چڑھتے تھے اس کو بھی گرا دیا۔

عروہ کہتے ہیں کہ قیس ابن سعد دعا اس طریقہ سے مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھ کو مال عطا فرما کیونکہ نیک اور اچھے کام بغیر مال کی مدد کے نہیں ہوتے۔

عروہ کہتے ہیں کہ قیس کے والد سعد بن عبادہ اس طریقہ سے دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھے محبوبیت اور عزت عطا فرما۔ کیونکہ بزرگی اچھے و نیک کام بغیر مال کے نہیں ہوتے۔ اے اللہ! تھوڑی چیز مجھ کو اچھا نہیں کر سکتی اور نہ میں اس کو اچھا کر سکتا ہوں۔ یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ قیس ابن سعد جب فرض نمازوں سے فراغت حاصل کرتے تو کہتے اے اللہ! مجھے ایسا مال عطا فرما جس سے میں نیکیوں پر مدد حاصل کر سکوں۔ کیونکہ نیکیاں بغیر مال کے اچھی نہیں ہوتیں۔

فائدہ:- جو ہری کہتے ہیں کہ فَعَلَ فَعْلٌ کے ساتھ فَعْلٌ یَفْعَلُ کا مصدر ہے اور کسرہ کے ساتھ اسم ہے۔ جیسے وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فَعَلِ الْغَيْرَاتِ اور اس کی جمع فعال آتی ہے جسے قَدَحٌ اور بَثْرٌ کی جمع بَشَارٌ آتی ہے اور فَعْلٌ فَعْلٌ کے ساتھ کرم کے معنی میں ہے۔

صدہ کہتے ہیں۔

إِذَا الْقَوْمُ هَشَوْ اللَّفْعَالُ تَفَعَّلَا

صُرُوبًا بِلَحْنَيْنِهِ عَلَى عَظَمِ زَوْدِهِ

ترجمہ:- وہ اپنے دونوں جبروں سے مضبوط پڑیاں توڑتا ہے جب کہ قوم اس کے کرم و سخاوت سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

اور ابن سیدہ نے کہا فعل فتح کے ساتھ اچھے کام کو کہتے ہیں۔ قیس بن سعد کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا کہ ۵۹ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

جرد کا شرعی حکم | اس کا شرعی حکم و طبی فوائد فار (چوہے) کی طرح ہیں۔ اس کا مفصل بیان ان شاء اللہ باب الفاء میں آئے گا۔

الجرذ کی خواب میں تعبیر | جرذ کو خواب میں دیکھنے سے فسق و فجور اور آلام و مصائب کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اس سے ذلت و رسوائی، بغض و حسد کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ بد اخلاق

عورت سے بھی تعبیر دیتے ہیں اور اگر کسی شخص نے خواب میں اس کا گوشت کھاتے دیکھا تو اس کی تعبیر حرام مال سے دی جائے گی۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اس کو خواب میں پکڑے ہوئے دیکھا یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اس سے صاحب خواب کے منتقل ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا قول ہم نے اس قوم پر سیل عرم بھیجا اور سیل عرم کا سبب جو ذی ہی تھے (ان چوہوں نے پل اور ٹالیوں میں بڑے بڑے سوراخ کر دیئے تھے جس کی وجہ سے یہ پل کمزور ہو گئے تھے اور سیلاب کو نہ روک سکے) تو اس زمین سے تمام لوگ چلے گئے تھے۔

اور خواب میں اس کا گوشت کھانا غیبت اور فسق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے چوہے یا چوہیا کا شکار کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ایسی عورت کو پائے گا جو فساد کرنے والی ہو اور اس کے زروادہ کی تعبیر میں کوئی فرق نہیں۔

الجر جس

مچھروں کے بچے۔ الجر جس: چھوٹے چھوٹے مچھروں کو کہتے ہیں۔ باب القاف میں ان شاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

الجوارس

شمد کی مکھی۔ الجوارس: شمد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ جب شمد کی مکھی بول کے درخت کو کھا لیتی ہیں اس وقت بولا جاتا ہے

۱۔ سیل عرم: ایک قوم تھی جسے حق تعالیٰ نے دنیا کی تمام دولت و وسائل سے بہرہ ور فرمایا تھا اور اس قوم نے سینکڑوں سال پہلے اپنے کھیتوں کی آبپاشی کے لئے ایک ایسا عظیم بند بنایا تھا جیسا کہ عصر حاضر میں مختلف حکومتیں بناری ہیں۔ پھر یہ قوم خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں جلا ہو گئی اور اپنے پانی کے اس عظیم ترین ذخیرے پر بلا وجہ کا تکبر و غرور کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ایک جانور بھیجا جو بند کی بنیادوں کو کھودتا رہا اور نتیجتاً بند ٹوٹ گیا جس سے یہ قوم اور اس کا پورا علاقہ زیر و زبر ہو گیا۔ قرآن مجید نے اسی کو سیل عرم کہا ہے۔

جَزَسَتْ النَّحْلُ الْعَرْفَظَ کہ شہد کی مکھی درخت بول پر گنگلاتی ہے۔ جَزَسَ اصل میں باریک آواز کرنا یا گنگلنانے کو کہتے ہیں اور عَرْفَظَ ضمہ کے ساتھ درخت بول کا نام ہے۔ جس پر بدبودار گوند ہوتی ہے۔ اگر مکھی اس کو کھا لیتی ہے تو اس کے شہد میں بھی اس کا اثر آ جاتا ہے۔

الجرو

کتے کا چھوٹا بچہ۔ الجرو (جیم پر تینوں اعراب، ضمہ، فتح، کسرہ) کتے کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں۔ نیز تمام درندوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

و لو ولدت فقيرة جرو كلب

ترجمہ:- اور اگر کوئی حقیر عورت کتے کا پلہ بنے تو البتہ اس کی وجہ سے تمام کتے کے پلہ بدنام ہوں۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ الجرو ہر چیز کے چھوٹے حصہ کو کہا جاتا ہے چاہے حیوانات میں سے ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ حَنْظَلُ (اندراسن) بطخ (خربوزہ اور قثاء (کلزی) رمان (انار) کے چھوٹے حصے کو بھی جَزْدُ کہا جائے گا۔

حدیث شریف میں الجرو کا ذکر:-

”حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مغموم تھے تو میمونہ نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رنجیدہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا لیکن وہ مجھ سے ملے نہیں۔ دیکھو! خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے کبھی خلاف وعدہ نہیں کیا۔ میمونہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اس دن اسی حالت پر رہے۔ پھر آپ کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے خیمہ کے نیچے جرو و کلب (کتے کا بچہ) ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا تو اس کو نکال دیا گیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک میں پانی لیا اور اس کی جگہ کو دھویا۔ پھر جب شام ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے تو گزشتہ رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن آپ نے ملاقات کیوں نہیں کی؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتاب یا تصویر ہو بس رسول اللہ ﷺ نے اسی دن صبح کو کتوں کو مار دینے کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ نے چھوٹے لٹے باغ (دیوار) کے کتوں کو مارنے کا حکم دیا اور بڑے باغ (دیوار) کے کتوں کے چھوڑنے کا حکم دیا۔“ (رواہ مسلم فی صحیح)

طبرانی نے مزید اضافہ کے ساتھ خولہ، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خادمہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ:-

”ایک کتے کا بچہ گھر میں داخل ہوا اور وہ چار پائی کے نیچے ٹکس گیا اور وہیں مر گیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر وحی کا آنا بند ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے خولہ! رسول اللہ کے گھر میں کیا بات ہو گئی کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف

لے یعنی حضور اکرم ﷺ نے چھوٹے چھوٹے بانگات کی گھرائی کرنے والے کتوں کو مروا ڈالا کہ ان بانگات کی گھرائی بغیر کتوں کے بھی ہو سکتی ہے اور بڑے بڑے بانگات میں گھرائی کرنے والے کتوں کو چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ اس دور میں بڑے بانگات کی گھرائی کتوں کے بغیر مشکل تھی۔

نہیں لائے۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کوئی نئی بات پیش آگئی جس کی بناء پر وہ تشریف نہیں لائے۔ پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ خولہ فرماتی ہیں کہ میں کھڑی ہوئی اور میں نے گھر میں جھاڑو دینی شروع کی۔ چنانچہ جھاڑو دینے کے لیے چارپائی کے نیچے ارادہ کیا تو مجھے جھاڑو کے نیچے بھاری سی چیز محسوس ہوئی۔ میں نے اس کو نکالا تو کیا دیکھتی ہوں کہ کتے کا مردہ بچہ ہے۔ بس میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی ڈاڑھی کپکپا رہی تھی۔ کیونکہ جب آپ پر وحی آتی تھی تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے خولہ! مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ پھر حق تعالیٰ نے سورۃ والضحیٰ والیل اذا مسحی نازل فرمائی۔“

ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث شریف کی اسناد سے دلیل نہیں دی جاسکتی (یعنی اس حدیث کی اسناد میں بعض ایسے راوی ہیں جو ناقابل اعتماد ہیں۔)

صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ سورۃ تو قرآن شریف کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی تھی۔ جب سلسلہ وحی کے منقطع ہونے کی بناء پر مشرکین نے کما شروع کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو تو اس کے رب نے چھوڑ دیا ہے تو اس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی تھی۔

بیہقی نے اپنی کتاب میں ۷۳۰ باب کے آخر میں معاذ ابن جبل سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:-

”نبی اسرائیل میں ایک لاولد شخص تھا جو آوارہ ادھر ادھر پھرتا رہتا تھا۔ ایک دن اس آدمی نے بنی اسرائیل کے ایک ایسے لڑکے کو دیکھا جس نے زیور پہن رکھا تھا تو یہ شخص اس کو دھوکہ دے کر اپنے گھر لے آیا اور مار کر اپنی کتھن میں ڈال دیا اس کا صرف یہی مشغلہ تھا اور وہ ایسے ہی کرتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ اسی طرح دو بھائیوں کو اپنے گھر میں لے آیا۔ جنہوں نے زیور پہن رکھا تھا مار کر ان کو بھی اسی کتھن میں ڈال دیا۔ اس کی بیوی جو انتہائی شریف تھی اس کو ہر چند سمجھاتی اور اس فعل بد سے باز رکھنے کی کوشش کرتی اور حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتی تو جب بھی وہ اس کو سمجھاتی اور کہتی کہ میں تجھ کو حق تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈراتی ہوں تو وہ شخص اس کے جواب میں یہ کہتا کہ حق تعالیٰ اگر مجھے پکڑے تو مجھ پر عذاب بھیجتے اور اس وقت بھیجتے جب میں نے ایسا ایسا کیا تھا (یعنی جس دن میں نے پہلا قتل کیا تھا) اس کی بیوی کہتی کہ حق تعالیٰ تجھ کو ڈھیل دے رہے ہیں اور ابھی تیرا پیمانہ ظلم لبریز نہیں ہوا۔ جس دن بھی تیرا ظلم انتہا کو پہنچ گیا، اسی دن اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔ جس سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔“

اس کے بعد ان دو لڑکوں کی تفتیش شروع ہو گئی جن کو اس نے ختم کر دیا تھا۔ ان کا باپ بیٹوں کی تلاش میں پھرتا رہا۔ کوئی سراغ نہ ملا تو یہ بنی اسرائیل کے موجودہ نبی کے پاس آیا اور ان کو اپنے لڑکوں کے مفقود ہونے کی اطلاع دی۔ ان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے والد سے سوال کیا کہ کیا وہ دونوں صرف تنہا تھے یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا تو بتلایا کہ ایک کتے کا بچہ تھا جو واپس آگیا ہے تو ان پیغمبر نے اسی کتے کے بچہ کو بلوایا اور اس کی آنکھوں کے سامنے انگوٹھی رکھ دی اور پھر اس کو چھوڑ کر فرمایا کہ سب سے پہلے جس گھر میں یہ داخل ہو گا وہیں آپ اپنے بیٹوں کو تلاش کریں۔

چنانچہ یہ کتے کا بچہ اسی گھر میں داخل ہوا جن میں ان کو قتل کیا گیا تھا۔ لوگوں نے اس کی تلاشی لینی شروع کر دی تو اس کتھن میں ان دو لڑکوں کے علاوہ بہت سے نوجوان لڑکوں کی نعشیں ملیں۔ لوگ اس شخص کو پکڑ کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے اس کو سولی دینے کا حکم فرمادیا۔ جس وقت اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا عین اسی وقت اس کی بیوی آگئی اور اس سے مخاطب

ہو کر کہا کہ میں اس دن کے لیے تجھ کو ڈراتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ حق تعالیٰ کی پکڑ سے بچ لیکن تو نے ایک نہیں سنی آج میں تجھ کو بتاتی ہوں کہ تیرے ظلم کا پتہ نہ لہرز ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ نے تجھ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

امام دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پلے کے بارے میں مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ باب الکمان میں آئے گی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:-

”جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب قیامت قریب ہو تو لوگ طیارہ سوار کے لباس کو کثرت سے استعمال کریں گے۔ تجارت کی زیادتی ہوگی۔ مال کی فراوانی ہوگی۔ مال والا اپنے مال کی وجہ سے بڑا ہوگا (خواہ فی نفسہ بڑا ہو یا نہ ہو) برائیوں کی زیادتی اور عورتوں کی بہتات ہوگی۔ بچوں کی امارت ہوگی۔ بادشاہ ظلم کرے گا۔ ناپ تول میں کمی کی جائے گی۔ اپنی اولاد سے زیادہ کتے کے بچہ کو پالنا اور پرورش کرنا بہتر سمجھیں گے نہ بڑوں کی عزت کی جائے گی نہ چھوٹوں پر رحم ہوگا۔ زنا کی اس قدر کثرت ہوگی کہ لوگ سر راہ عورت سے حرام کاری کریں گے۔ ان کے برگزیدہ لوگ اس زمانہ میں کہیں گے کہ کاش کہ تم راستے سے الگ ہٹ کر یہ کام کرتے اور وہ بھینڑوں کے لباس میں بھینڑیے ہوں گے۔ اس زمانہ میں سب سے افضل وہ سمجھا جائے گا جو مدابنت سارے کرے گا۔

مندرجہ بالا روایت کی طبرانی نے بھی المعجم الاوسط میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں سیف بن مسکین جو راوی آ رہے ہیں وہ ضعیف ہیں۔

الجریث

مارماہی۔ الجریث۔ (جیم پر کسرہ) یہ سانپ کے مشابہ ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ غالباً اس کو بام بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع جرائی اور الجروی آتی ہے۔ فارسی میں اس کو مارماہی کہتے ہیں۔ باب المہزہ میں یہ بات آچکی ہے کہ اس کا دوسرا نام انگلیس ہے۔

جاظ کہتے ہیں کہ یہ پانی کا سانپ ہوتا ہے جو ٹڈی کھاتا ہے۔

شرعی حکم | بنویٰ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی آیت اُجَلِّ لَکُم صَبْدُ الْبُخْرِ کے تحت یہ حلال ہے۔ یہی قول ابو بکر، عمر ابن عباس، زید بن ثابت، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اسی قول کو قاضی شریح، حسن عطاء نے اختیار کیا ہے نیز امام مالک و امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سانپوں سے مراد وہ سانپ ہے جو صرف دریا میں رہتے ہیں۔ مگر وہ سانپ جو خشکی اور دریا دونوں میں رہتے ہیں ان کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ وہ زہریلے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ مارماہی حلال ہے یا حرام؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ یہود تو اس کو حرام کہتے ہیں لیکن ہم حرام نہیں کہتے۔

طبی فوائد | مارماہی کا زہر اگر مجنون یا پاگل گھوڑے کی ناک میں بطور دوا چڑھایا جائے تو اس کا دیوانہ پن ختم ہو جائے گا اور اس کا گوشت کھانے سے آواز عمدہ ہوتی ہے۔

طیلسان کی جمع ہے اس ٹوٹی کو کہتے ہیں جو نصاریٰ استعمال کرتے تھے اور جسے موجودہ دور میں ہیٹ کہتے ہیں۔

مدابنت یعنی ناجائز امور کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا۔

جریث کے متعلق امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جو باتیں بیان فرمائی ہیں وہ ان شاء اللہ تعالیٰ باب الصيد میں ہم بیان کریں گے۔

الجزور

(اونٹ) الجزور۔ جو ہری کہتے ہیں کہ نر اور مادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کی جمع جزور آتی ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں جزور اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو ذبح کی جائے۔ اس کی جمع جزور اور جزائر آتی ہے۔ الجمع جزرات ہے۔ جیسے طرق کی جمع الجمع طرقات ہے۔ خرق بنت حقان کہتے ہیں۔

لا یبعدن قومی الذین ہم سم العداة وآفة الجزر
ترجمہ:- ہرگز ہرگز میری قوم دور نہ ہو جو دشمنوں کے لیے زہر اور اونٹوں کے لیے آفت ہیں (یا کثرت سے اونٹوں پر سواری کرتے ہیں یا پھر انہیں ذبح کر کے مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اس طرح گویا اونٹوں کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں)
الناذلون بكل معترک والطیبون معاقد الاذر
ترجمہ:- ہر میدان جنگ میں اترنے والے اور فطرت و خصائل میں نہایت پاکیزہ ہیں۔“

اور اسی سے ہے ”مجزرة“ وہ جگہ جس میں ذبح کیا جاتا ہے (کمید) دیمیریؒ فرماتے ہیں۔ الجزور جس کے معنی اونٹ کے ہیں تو یہ الجزور من الابل سے ماخوذ ہے اور اگر الجزور من الضأن ہو گا تو یہ صرف الجذر سے ماخوذ مانا جائے گا جس کے معنی (قطع) کاٹنے کے ہیں اور صحیح مسلم میں عبدالرحمن بن شامہ کی حدیث ہے کہ عمر بن العاصؓ نے اپنے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ جب تم مجھ کو دفن کر دو تو تم میری قبر پر پانی چھڑکنا اور میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور غور کروں کہ اپنے رب کے فرستادہ (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔

اونٹنی کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کی تقسیم کی مثال اس وجہ سے دی جاتی ہے کہ عمرو بن العاصؓ ابتداء میں مکہ میں قصاب تھے تو آپ کو اونٹوں کو ذبح کرنے سے محبت ہو گئی اور آپ نے اس کی مثال دی اور آپ کا قصاب ہونا ابن قتیبہؒ نے معارف میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن وریدؒ نے کتاب الوشاح میں اس کا نقل کیا ہے اور ابن جوزیؒ نے تلقیح میں ایسا ہی لکھا ہے اور مزید کہا ہے کہ زبیر بن عوامؓ اور عامر بن کریرہؓ لوگ جزار (قصاب) تھے۔

توحید نے کتاب ”بصائر القداماء و سرائر الحكماء“ میں ہر اس شخص کی صنعت و حرفت کو ذکر کیا ہے جو قریش سے حاصل ہوئی ہیں۔ چنانچہ کہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزاز (کپڑا فروش) تھے۔ نیز عثمانؓ طلحہؓ و عبدالرحمن بن عوفؓ بھی بزاز تھے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ دلال (ایجنٹ) تھے۔ فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان کوشش کرتے اور سعد بن ابی وقاصؓ تیر تراش تھے (تیر ساز تھے) ولید بن مغیرہؓ ابو العاصؓ اور ابو جہلؓ کا بھائی لوہار تھے اور عقبہ بن معیطؓ شراب فروش تھے اور ابو سفیان بن حربؓ زیتون و چمڑا بیچتے تھے۔ عبد اللہ بن جدعانؓ غلاموں کی اور جانوروں کی تجارت کرتے تھے۔ نصر بن حارثؓ سارنگی بجانے والے تھے۔ حکم ابن ابی العاصؓ بکروں کو خسی کرتے تھے۔ ابن عمرؓ ضحاک بن قیسؓ اور ابن سیرینؓ بھی خسی کرنے والے تھے اور عاص بن وائلؓ جانوروں کا علاج کرتے تھے۔ خاص طور سے گھوڑے کے ڈاکٹر تھے اور آپ کے بیٹے عمر بن العاصؓ جزار تھے۔ ایسے ہی امام ابو حنیفہؒ اور زبیر بن

عوام درزی (خیاط) تھے اور عثمان بن طلحہؓ جن کو آنحضور ﷺ نے کعبہ کی چابی دی تھی۔ وہ اور قیس بن مخزوم بھی درزی تھے۔ مالک بن دینار کاغذ بنانے والے یا کاغذ بیچنے والے تھے یا کاتب تھے۔ ملب ابن ابی صفراء مالی تھے۔ قتیبہ بن مسلم جنہوں نے عجمی شہروں کو فتح کیا محال تھے (یعنی ساریبان اونٹ کو چلانے والے تھے) اور یوسف ابن عیینہ معلم تھے۔ ایسے ہی ضحاک بن مزاحم، عطاء بن ابی رباح، کیت شاعر، حجاج بن یوسف ثقفی عبدالحمید بن یحییٰ، ابو عبد اللہ القاسم بن سلام اور کسائی یہ سب کے سب اشراف پیشہ لوگ تھے۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مذاہب
قبیلہ غسان اور ربیعہ، قضاء کے لوگ نصرانی تھے اور قبیلہ حمیر کنانہ، کندہ اور بنی الحارث بن کعب یہودی تھے اور بنو تمیم اور حاجب ابن زرارہ جنہوں نے اپنی کمان کسرہ کے پاس رہن رکھی تھی یہ مجوسی تھے، کسریٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا۔ تا آنکہ مشہور مثال ہے کہ اوفی من قوس حاجب، وہ حاجب کی کمان سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والا ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس کو چھڑایا گیا اور وہ کمان آپ کو پیش کی گئی اور قریش میں زندہ (بے دینی) پھیلی ہوئی تھی۔

امام دیمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا کتاب میں زیر بن عوام کے بارے میں جو خیاط ہونا ذکر کیا گیا اس میں اشکال ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ جزائر (قصاب) تھے۔ ابن جوزی وغیرہ نے اسی کو ذکر کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کیونکہ جس وقت عمر بن العاص مصر کے گورنر تھے اور اونچے لوگوں میں شمار ہوتے تھے تو انہوں نے بہ نسبت اور چوپاؤں کے جزدور سے تشبیہ دی تھی۔ اونٹنی کے ذبح کو اپنی موت کے ساتھ اور اس کے گوشت کی تقسیم کو اپنے احوال کی تقسیم کے ساتھ تشبیہ دی تھی اور آپ کا جملہ ترکہ جو آپ نے وفات کے وقت چھوڑا تھا وہ نواردب سونا تھا (ایک اذنب چوبیس صاع کا ہوتا ہے)

جزدور کا شرعی حکم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد دوبارہ وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس کے بارے میں مفصل بیان باب الہمزہ میں اہل کے بیان میں گزر چکا۔

ما قبل میں یہ بات آچکی ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہی قسم کی حدیث شریف مروی ہیں۔ اسی بناء پر ائمہ میں اختلاف ہو گیا۔ ایک گروہ تو اس بات کا قائل ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہ کرنا چاہیے۔ ان کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ:-

”حضرت جابر بن سمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ بکری کا گوشت کھانے کے بعد ہم وضو کریں یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مختار ہو چاہو تو وضو کر لو یا نہ کرو۔ ایسے ہی آنحضور ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے اور وضو سے متعلق مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔“

احمد بن ابوداؤد وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

”نبی کریم ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو سے متعلق مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ نیز ایسے ہی بکریوں کے گوشت کھانے کے بعد وضو سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وضو مت کیا کرو۔“

دیمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثیں امام نووی نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں نقل کی ہیں اور دلیل کے اعتبار سے

اتنی قائم و مکمل ہیں کہ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا اور یہی مسلک ایک محقق علماء کی جماعت نے اختیار کیا ہے۔
بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:-

”نبی کریم ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے تو اچانک عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی (گندگی) کا بوجھ رکھ دیا جس کی بناء پر آپ سر سجدہ سے نہ اٹھا سکے۔ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ کی کمر مبارک سے تمام گندگی کو اتار کر پھینکا اور ان لوگوں کے لئے بد دعا کی اور حضور ﷺ نے بھی ان لوگوں کے واسطے بد دعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی ایک جماعت کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ اے اللہ ابو جہل بن ہشام اور عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کو اپنی پکڑ میں لے لے۔“

راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سب کو جن کا نام لے کر آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی تھی جنگ بدر کے دن مقتول پایا اور ان سب کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کے کہ اس کے قتل ہونے کے بعد جب کنوئیں میں ڈالنے کے لئے اس کو کھینچا گیا تو بھاری ہونے کی وجہ سے اس کے جوڑ علیحدہ ہو گئے۔

الجساسة

الجساسة (جیم کے فتح کے ساتھ اور سین اول کی تشدید کے ساتھ) ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ ایک دابہ (جانور) ہے جو جزیروں میں رہتا ہے۔ جزیروں کی تلاش و تفتیش کرتا رہتا ہے اور دجال اس کو لائے گا۔ ابوداؤد سجستانی نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ جساسہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ دجال کے لئے خبر پہنچانے کا کام کرے گا اور عبد اللہ بن عمر بن العاص سے منقول ہے کہ وہ دابة الارض ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اور وہ بحر قلزم کے جزیرہ میں رہتا ہے۔

لہ الجساسة کے بارے میں مختلف قول ہیں لیکن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے قول کے مطابق جسار اصل میں دابة الارض (قیامت کے قریب ظاہر ہونے والا جانور ہے) اور اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کی اس آیت میں اس کی خبر دی ہے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ۔ (پ ۲۰ سورہ نمل ع ۵)

”اور جب وعدہ ان پر پورا ہونے کو ہو گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ وہ ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری باتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔“

یعنی جب ان کے لئے عذاب نازل ہو جائے گا اور قیامت قریب ہوگی تو اس وقت اس جانور کا ظہور ہو گا۔ (تفسیر خازن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چھ چیزوں کے پیش آنے سے پہلے یک عمل کر لو۔ (۱) سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے سے پہلے (۲) دھوئیں سے پہلے (۳) دجال کے ظہور سے پہلے (۴-۵-۶) اس جانور کے ظاہر ہونے سے پہلے اور تم میں سے کسی کے خاص اور عام معاملے سے پہلے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کی سب سے پہلے جو نشانیاں ظاہر ہوں گی ان میں سے ایک تو سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا ہے اور دوسری نشانی دن کے وقت لوگوں پر اس جانور کا مسلط ہونا ہے اور ان میں سے جو بھی نشانی پہلے ظاہر ہوگی۔

ہوگی دوسری اس کے بعد جلد ہی ظاہر ہو جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب یہ جانور نکلے گا تو اس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہو گا اور یہ جانور اس عصا سے مومنوں کے چروں کو روشن اور پر نور بنا دے گا اور انگوٹھی سے کافروں کی ناک پر سر لگا دے گا جس سے مومن اور کافر میں ایسی صاف شناخت ہو جائے گی کہ جب مومن کہیں جمع ہوں گے تو وہ ایک شخص کو مومن کہہ کر پکاریں گے اور کافر کو ”اے کافر“ کہہ کر آواز دیں گے (یعنی صاف ظاہر ہو جائے گا کہ کون مومن ہے اور کون کافر؟ کیونکہ مومنوں کے چرے پر نور اور روشن ہوں گے جبکہ کافروں کی ناک پر انگوٹھی کی سر ہوگی۔

علامہ نقشبلی کی سند سے حذیفہ ابن یمان کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اس جانور کا تذکرہ فرما رہے تھے تو میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانور کس جگہ سے نکلے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس مسجد میں سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و محترم ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام (دوبارہ زمین پر اتارے جائے گا) کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ مسلمان ہوں گے کہ اچانک زمین ہلنے لگے گی اور صفا پہاڑی اس جگہ سے پھٹ جائے گی جہاں (حج کے دوران) سعی کی جاتی ہے۔ اسی وقت صفا پہاڑی میں سے وہ جانور نکلے گا اور سب سے پہلے اس کا چک دار سر نکلے گا جو بالوں اور ڈاڑھی سے ڈھکا ہوا ہو گا اور نہ تو تلاش کرنے والا اس کو پاس سے گھونکے گا اور نہ بھاگنے والا اس کو شکست دے سکے گا۔ یعنی اس کی رفتار اس قدر تیز ہوگی کہ نہ تو کوئی اس کو ایک جگہ رکے ہوئے دیکھ سکے گا اور نہ کوئی بھاگ کر اس سے آگے نکل سکے گا) اور وہ لوگوں کو کافر اور مومن کے نام سے پکارے گا اور مومنوں کے چروں کو ایسا منور اور روشن کر دے گا جیسے چمکنے والا ستارہ جبکہ کافروں کے چروں پر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سیاہ نشان بنا دے گا اور ان کی پیشانی پر کافر لکھ دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا ”اجیاد کی گھائی بہت بری گھائی ہے۔“ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس گھائی میں سے وہ جانور نکلے گا اور تین مرتبہ اتنے زور سے چیخے گا کہ اس کی آواز مشرق سے مغرب تک سنی جائے گی۔

بعض روایتوں اور علماء کے قول کے مطابق دابۃ الارض اصل میں وہ جانور ہے جو کہ آنحضور کے زمانے میں (نبوت عطا ہونے سے پہلے) کعبہ کے خزانے کی نگرانی اور حفاظت کی حیثیت سے اس پر مسلط تھا۔ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کا ارادہ کیا تو ہر بار یہ سانپ اپنا منہ کھول کر ان کے سامنے آ جاتا اور ہر بار قریشی اس سانپ کے ڈر سے کعبہ کی عمارت کو گرانے سے ہچکچاتے رہے۔ لیکن ایک دن جب کہ یہ سانپ اپنی عادت کے مطابق کعبہ کی دیوار پر بیٹھا ہوا تھا تو اچانک اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیجا جو کہ عقاب سے کچھ بڑا تھا اس نے اس سانپ کو چھپٹ کر پکڑ لیا اور اسے لے جا کر حجون کے مقام پر ڈال دیا جہاں زمین نے اس کو اپنے اندر سمولیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ یہ سانپ وہی جانور ہے جو قیامت کے دن لوگوں سے بات کرے گا۔

حضرت ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس جانور کی شکل و صورت بتاتے ہوئے کہا اس کا سر نیل جیسا ہو گا آنکھیں خنزیر جیسی، کان ہاتھی جیسے، سینک بارہ انگلیں جیسے اور سینہ شیر کے سینہ جیسا ہو گا۔ اس کی کھال چیتے جیسی اور کمر ٹیلی جیسی ہوگی دم بچو جیسی اور ٹانگیں اونٹ جیسی ہوں گی۔ اور اس کے بدن کے ہر جوڑے سے دوسرے جوڑے تک بارہ گز کا فاصلہ ہو گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ یہ جانور اجیاد کی گھائی سے نکلے گا۔ اس کا سر بادلوں کو چھو رہا ہو گا جبکہ اس کی ٹانگیں زمین پر ہوں گی۔ وہ ب کہتے ہیں کہ اس کا چہرہ تو انسان جیسا ہو گا مگر باقی تمام بدن پرندہ جیسا ہو گا۔

حدیث شریف میں جسامہ کا ذکر:-

”مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے فاطمہ بنت قیس سے روایت نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ: ”نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو کسی ترغیب یا ترہیب کے لئے جمع نہیں کیا۔ لیکن ایک بات جس کو تمہیں داری نے مجھ سے کہا تھا اس کو بتانے کے لئے جمع کیا ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ ہم تمہیں اشخاص ایک کشتی میں سوار ہوئے کچھ تندرست اور کچھ کوڑھی تھے۔ بس سخت ہوانے ان کو ایک جزیرے کی طرف چلنے پر مجبور کر دیا تو اچانک ان کے سامنے ایک جانور آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جسامہ ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں کوئی بات بتلاؤ تو جسامہ نے کہا کہ اگر تمہارا ارادہ کوئی خبر سننے کا ہے تو اس عبادت خانہ (دیر) میں جاؤ۔ کیونکہ وہاں ایسا آدمی ملے گا جو تمہاری ملاقات کا مشتاق ہے۔ اس نے کہا ہم لوگ اس کے پاس گئے۔ پس اس نے ہم سے حدیث ذکر کی (بات بیان کی)

تیمم داری | یہ تیمم بن اوس بن خارجہ بن سوید ابو رقیہ ہیں وہ میں اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی اٹھارہ احادیث مروی ہیں (اٹھارہ احادیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں ان سے الدین النصیحة (دین خیر خواہی بھلائی ہے) والی حدیث بھی نقل کی ہے اور ان کے عظیم مناقب جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے جسامہ کا قصہ روایت کیا ہے اور آپ سے صحابہ کی ایک جماعت مثل ابن عباسؓ، انسؓ، ابو ہریرہؓ وغیرہ نے اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کیا اور یہ مدینہ میں رہتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد بیت المقدس میں چلے گئے تھے۔

تیمم بن اوس تہجد گزار تھے۔ حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کے سامنے قصہ گوئی کی اور مسجد میں چراغ جلایا۔ ایسے ہی ابو داؤد طیالسی نے سعید خدریؒ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے مسجد میں چراغ جلانے والے یہ پہلے

علامہ طبریؒ نے اسی روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کعبہ کے خزانے کا سانپ ہی بعض علماء کے کہنے کے مطابق وہ جانور ہو گا جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر لوگوں سے گفتگو کرے گا اور جو اس کو دیکھے گا اس سے یہ کہے گا ”کے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن پر یقین نہیں کرتے تھے۔“

ایک قول کے مطابق یہ کہے گا کہ ”یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔“ اور ایک قول کے مطابق یہ کہے گا جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”لوگ ہماری نشانیں پر یقین نہیں کرتے تھے۔“

ایک تفسیری نکتہ!

ایک قول کے مطابق یہ جانور لوگوں کو زخمی کرے گا یعنی آیت پاک وَ اِذَا وَقَعَ نَالًا يُّوقِظُوْنَ (پ ۲۰ سورہ نمل ع ۵) میں جو تُكَلِّمُهُمْ ہے اگر اس کو تُكَلِّمُهُمْ پڑھا جائے جیسا کہ ایک قرأت یہ بھی ہے تو معنی ہوں گے کہ وہ لوگوں کو زخمی کرے گا۔

تُكَلِّمُهُمْ اور تُكَلِّمُهُمْ کے متعلق جب حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس کی قرأت کس طرح ہے (یعنی وہ جانور لوگوں سے کلام کرے گا یا انہیں زخمی کرے گا) تو انہوں نے جواب دیا یہ دونوں کام کرے گا۔ مومن سے کلام کرے گا اور کافر کو زخمی کرے گا۔ (تفسیر خازن ص ۶۷/۳۶۶)

فخص ہیں اور انکی دقات و سہ میں ہوئی۔ ابن قبان وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ تمیم جن کا ذکر صحیح بخاری میں قصہ جام میں ہوا تو وہ نصرانی تھے۔

الجعار

بجو۔ الجَعَار (بروزن نظام) بجو کو کہتے ہیں۔ فارسی میں کفتار کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عربی میں الضعیج اور عرجانام سے بھی جانا جاتا ہے۔ بجو لومڑی کے مشابہ ہوتا ہے اور چلتے ہوئے کچھ ٹنگڑا کر چلتا ہے۔ مشہور ہے کہ بجو زیادہ تر قبرستانوں میں رہتا ہے اور وہاں مردوں کے گوشت وغیرہ سے غذا حاصل کرتا ہے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ یہ زمین کھود کر سخت سے سخت مٹی میں بھی مل بتا کر مردوں کے اعضاء نکال لاتا ہے۔ لوگ مثال میں بولتے ہیں کہ اعیث من جَعَار۔ فلاں فخص بجو سے بھی زیادہ فساد پھیلانے والا ہے۔ العیث کے معنی فساد کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

فلقت لها عیشی جماعجوری بلحم امری لم يشهد النوم ناظرہ
ترجمہ:- میں نے محبوبہ سے کہا کہ میری پریشانیاں جعار سے بھی بڑھ گئی اور میرے گوشت کو اس طرح نوچ لیا جیسا کہ بجو نوچ لیتا ہے اور سونے والی کی آنکھوں نے دیکھا تک نہیں۔

بجو کے طبی فوائد | بجو بھورے رنگ کا ہوتا ہے مگر اس کا گوشت سیاہی مائل اور بد مزہ و بدبودار ہوتا ہے۔ بجو کا گوشت کا آب زن ہمراہ نمک اور روغن کے گنشیا کے لئے مجرب ہے اور استرخا اور عرق النساء اور ریح غلیظ کو بھی مایع ہے۔ بجو کا گوشت معدہ کی سردی اور بلغمی و سوداوی بخاری اور سردی میں ہونے والے دردوں کے لئے بھی مفید ہے۔ اس کا خون جنون کو دفع کرتا ہے اور پتہ تینوں خلطوں کو براہ دست باہر نکال دیتا ہے۔

شرعی حکم | بجو کو اکثر علماء نے حرام قرار دیا ہے کچھ حضرات نے اس کو حلال بھی کہا ہے۔

بجو کی خواب میں تعبیر | اگر کسی نے بجو کو خواب میں دکھا تو اس کی تعبیر بری اور قبیح عورت سے کی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں بجو کا دودھ پیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی اس سے غداری کرے گی اور خیانت کرے گی اور اگر کسی نے زبجو کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ذلیل و ملعون دشمن ہے۔

الجَعْدَةُ

بکری۔ الجعدۃ: بکری کو کہتے ہیں۔ مفصل بیان باب الذال میں بھیڑیے کی کنیت کے بیان میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الجُعَل

گہریلا۔ الجُعَل (صرد و رطب کے وزن پر) اس کی جمع جعلان (جیم کے کسرہ اور عین ساکن) آتی ہے۔ لوگ اس کو

لہ الجعل: GEN ATEUCHUS SCARABOEUS فارسل نے اسے کا نام دیا ہے۔ مصر میں ATEUCHUS SACER عمان میں SCARABOBUS ISIDIS جسے تکلیلی طور پر ”بو جعل“ کہتے ہیں۔ مگر اسی نام سے دو حشرات الارض HELIOPRIS GIGAS اور ELEGANS GYMNOPLURUS بھی معروف ہیں۔ (ج)

ابو جحر ان کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ خشک پاخانہ اکٹھا کر کے اس کو جمع کرتا ہے (جَعَرَ کے معنی پاخانہ کے آتے ہیں) دیمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مشہور و معروف چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔ چوپاؤں کی شرمگاہ میں کاٹ کر اڑ جاتا ہے۔ یہ کالے رنگ کے گبریل سے جس کے پیٹ میں سرخ رنگ کی ڈوری ہوتی ہے اس سے بڑا ہوتا ہے۔ زگبریل کے دو سینگ ہوتے ہیں اور یہ اکثر گائے بھینس کی باڑھ میں یا گوبر و لید کی جگہ پایا جاتا ہے۔ غالباً اسی سے ہی یہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی خاصیت نجاست کو اکٹھا کر کے جمع کرنا ہے۔ گلاب کی خوشبو سے یہ مر جاتا ہے۔ اگر اس کو پھر لید یا گوبر میں ڈال دیا جائے تو زندہ ہو جاتا ہے۔ ابو الطیب اس کی حالت بیان کرتے ہوئے ایک شعر میں کہتے ہیں۔

کما تضر رباح الورد بالجعل

ترجمہ:- ”جیسا کہ گبریل کو گلاب کی خوشبو نقصان دیتی ہے۔“

اس کے دؤر ہوتے ہیں جو صرف اڑنے کے وقت ہی ظاہر ہوتے ہیں اور چھ ہاتھ پیر ہوتے ہیں۔ اور یہ الٹے پاؤں چلتا ہے۔ الٹے پاؤں چلنے کے باوجود بھی ٹھیک اپنے سوراخ میں پہنچ جاتا ہے اور جب یہ اپنے پر جھڑاتا ہے تو اسی وقت ہی اس کے پر ظاہر ہوتے ہیں اور یہ اڑ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جاتا ہے تو یہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتا ہے کیونکہ یہ پاخانہ کو پسند کرتا ہے اور یہی اس کی غذا ہے۔

حدیث شریف میں گبریل کا ذکر:-

”طبرانی اور ابن ابی الدیانی نے ”کتاب العقوبات“ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا بنی آدم کے گناہ گبریل کے اس کے سوراخ میں مار ڈالتے ہیں۔“

”حاکم نے ابوالاحض سے انہوں نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کی آیت ولویؤاخذ اللہ الناس بما کسبو ما ترک علی ظہرہا من دآبۃ و لکن یوخرہم الی اجل مسفی۔ پڑھ کر فرمایا کہ ہو سکتا ہے

گبریل کو بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے اس کے سوراخ میں عذاب دیا جاتا ہو۔“

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے لیکن انہوں نے تخریج نہیں کی۔ مجاہد نے حق تعالیٰ کے قول وَیَلْعَنُہُمُ اللّٰعُنُون کی تفسیر کے تحت کہا ہے کہ لاعنوں سے مراد زمین کا جانور گبریل اور پانچانہ کھانے والا ہے۔ بارش کو گناہوں کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ لعنت ملامت کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:-

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب اور آباء پر فخر کرنے کو دور کر دیا خواہ مومن پر بیزگار ہو یا بد بخت فاسق، تم آدم کی اولاد ہو اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔ لوگوں کو اس قوم پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے جو کہ صرف جہنم کے کونلہ میں سے ایک کونلہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جُغَل گبریل سے زیادہ ذلیل ہو گا جو اپنی ناک سے

بدبو ہٹاتا ہے۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ زیادہ ذلیل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جُغَل (گبریل) سے جو پانچانہ کو اپنی ناک سے ہٹاتا ہے۔ ابوداؤد طیالسی کی مسند شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آباؤ اجداد

پر فخر مت کرو جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب جُعَلُ (گمبھلا) اپنی ناک سے لڑھکاتا ہے تو تمہارے ان آباء سے بہتر ہے جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔“
اور یزار نے اپنی مسند میں حدیفہؓ سے نقل کیا ہے۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تمام آدم کی اولاد ہو اور حضرت آدم مٹی سے پیدا ہوئے قوم کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے بچنا چاہیے۔“
یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جعلان سے بھی زیادہ ذلیل ہو گا۔“

عابر بن مسعودؓ صحابی جُعَلُ کے لڑھکانے کو اس کے چھوٹے ہونے کی بناء پر لقب دیتے تھے اور یہ حدیث الصوم الشتاء العنیمۃ الباردة کے راوی ہیں۔

اور ریاشی نے اصمعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس سے ایک اعرابی اپنے لڑکے کے بارے میں آواز لگاتا ہوا گزرا تو ہم نے اس سے کہا کہ اس کے کچھ اوصاف بیان کرو تو اس نے کہا کہ وہ گویا چھوٹا ساد بنا ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ پس مجھ کو دیر نہ گزری تھی کہ وہ ایک کالا بچہ اٹھا کر لایا۔ گویا کہ وہ جعل (گمبھلا) ہے جس کو اس کی گردن پر لادا گیا ہو۔ ہم نے اس سے کہا کہ اگر تو ہم سے اس کے بارے میں کتنا تو یقیناً ہم کچھ بتلا دیتے کیونکہ وہ پورے دن سے ہمارے قبضہ میں ہے۔

پھر اصمعی نے یہ شعر پڑھا۔

زینہا اللہ فی الفواد کما
زین فی عین والد ولدہ
ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تمام دلوں میں اس کی محبت ایسی پیدا کر دے کہ جیسا باپ کی نظر میں بیٹے کی محبت جی ہوئی ہے۔“
جعل (گمبھلا) کا شرعی حکم | گندگی میں رہنے اور چاہنے کی وجہ سے اس (گمبھلا) کا کھانا حرام۔

کماوتیں | اہل عرب کہتے ہیں کہ الصق من جُعَلٍ۔ فلاں شخص جعل سے زیادہ چکنے والا ہے (یا قریب ہے) کیونکہ وہ انسان کے پانخانہ کے پیچھے لگا رہتا ہے۔
شاعر کہتا ہے۔

اذا أتیت سلیمی شب لی جعل
ان الشقی الذی یغری بہ الجعل
ترجمہ:- جب تو سلیمی کے پاس پہنچے تو اس کو بتانا کہ بد نصیب وہ شخص ہے جسے جعل دیکھ کر بھڑکے۔“
یہ مثال یا کماوت ایسے شخص کے بارے میں بولی جاتی ہے جو کسی ایسے شخص سے چپکا رہتا ہو جو اس کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بھاگتا ہے۔

جعل (گمبھلا) کے طبی فوائد | گمبھلا کو بغیر پکائے اور بغیر نمک ملائے سکھایا جائے اور بغیر کسی دوسری چیز کا اضافہ کئے ہوئے اس کو بچھو کے ڈسے ہوئے شخص کو پلایا جائے تو بہت فائدہ دے گا۔

گبریلؑ کی خواب میں تعبیر | گبریلؑ کی خواب میں تعبیر غصہ والے دشمن سے دی جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ مسافر آدمی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو اپنے حرام مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کر رہا ہو۔ واللہ اعلم

الجعول

(شتر مرغ کا بچہ) الجعول: یعنی لغت میں شتر مرغ کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کا بیان باب النون میں لفظ نعمامہ کے بیان میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

الْجَفْرَةُ

(بکری کا بچہ) الْجَفْرَةُ: بکری کے اس چار ماہ کے بچے کو کہتے ہیں جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ نیز نر کے لئے جفر آتا ہے۔ الجفرة نام اس واسطے رکھا گیا ہے کہ جَفَر کے معنی بڑا ہونا یا کشادہ ہونے کے ہیں۔ چونکہ اس بچے کے پہلو کشادہ اور بڑے ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے اس کو الجفرة کہتے ہیں۔ اس کی جمع اجفار اور جفار آتی ہے۔
فائدہ:- ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کتاب الجفر سلفہ میں امام جعفر بن محمد صادق نے اس علم کی تمام ضروری چیزیں آل بیت کے لئے لکھ دی اور تمام وہ چیزیں جو قیامت تک ہوں گی اور اسی علم جفر کی طرف ابو العطاء معری نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لَقَدْ عَجَبُوا لِأَهْلِ الْبَيْتِ لَمَّا
ترجمہ:- گھر والوں کے لئے بڑا تعجب کیا گیا جبکہ ان کے پاس یہ علم پہنچا کہ مشک جفر کیا چیز ہے۔

وَمَرَأَةَ الْمُنَجِّمِ وَهِيَ صَغُورَى
ترجمہ:- منجم کا آئینہ دار آنحالیکہ بہت چھوٹا سا ہے مگر اس کے باوجود وہ منجم کو ہر آباد و غیر آباد علاقوں کی خبریں بتا دیتا ہے۔

اس شعر میں مشک کے معنی عکڑے کے ہیں۔ ابن تو مرت سلفہ جو ممدی کے نام سے جانا جاتا ہے علم جفری کے مطالعہ سے بام عروج پر پہنچا ہے۔ اس نے اس کتاب کے ذریعہ عبدالمومن سلفہ نامی شخص کے بارے میں کچھ علامات و آثار دیکھ کر ایک مدت تک اس کی تلاش میں رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس سے ملاقات کی اور اس کو اپنی صحبت میں رکھا۔ ابن تو مرت، عبدالمومن کا بہت اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ جب اس کو دیکھتا یہ شعر پڑھتا۔

سلفہ علم جفر اس علم کو کہتے ہیں جس میں اسرار حروف سے بحث کی جائے۔ مصباح اللغات۔ محمد عرفان مردنوی۔

سلفہ ابن تو مرت: ۱۰ صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبد اللہ ہے ابن تو مرت کے نام سے مشہور ہے۔ تنک مراکشی کے علاوہ سوس کے ایک گلاں میں پیدا ہوا تھا۔ بربروں کے قبیلہ مسودہ سے تعلق تھا مگر اس نے بعد میں دعویٰ کیا کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب کی اولاد سے ہوں اور اپنا سلسلہ نسب حسن ابن علی ابن ابی طالب تک پہنچایا۔

۵۵۱ھ میں ابن تو مرت اپنے وطن علاقہ سوس سے روانہ ہو کر ممالک مشرق کی طرف گیا (حصول علم میں ۱۳ سال تک وطن سے باہر رہا۔ ابو بکر شاشی) ❖

تکاملت فیک اوصاف خصصت بها فکلنا بک مسرور معتبط

ترجمہ:- تجھ میں خوبیاں بھر پور ہیں اور وہ تجھ ہی میں پائی جاتی ہیں تو ہم تجھ سے خوش بھی ہیں اور تجھ پر رشک بھی کرتے ہیں۔“

سے بغداد میں اصول فقہ و دیگر علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ مبارک ابن عبد الجبار اور دوسرے بزرگوں سے حدیث پڑھی۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ایک روز جب کہ امام غزالیؒ کی خدمت میں ابن تومرت بھی موجود تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ کی کتابوں کو امیر المسلمین علی بن یوسف بن تاشقین فرمانروائے مراکش و اندلس نے جلا ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت امام ممدوح نے فرمایا کہ اس کا ملک برباد ہو جائے گا، لوگوں کو چند وعظ کرنے لگا۔ اسی عرصہ میں اس کے پاس ایک شخص عبدالمومن نامی جو ایک بربری قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا آیا اور خاص الخاص خلافت اور مریدین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ عبدالمومن اپنی فطری جذبات و خواہشات میں کی حافی، روشن خیالی کی دشمن ہے۔ چنانچہ ابن تومرت اپنے وطن کی طرف متوجہ ہوا۔ راستے میں اسکندریہ میں چند روز قیام کیا اور وہاں امیر المعروف نبی عن الکنکر سے باز نہ رہا۔ والی اسکندریہ نے اپنے شہر سے نکلوا دیا۔

غرض ابن تومرت کی یہ صفت خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور برائیوں سے روکنے میں مطلق پاک نہ کرتا تھا۔ عابد و زاہد نہایت باخدا شخص تھا۔ ابن تومرت کے مذہبی عقیدے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اشاعرہ، متکلمین اور امامیہ کا مجموعہ تھا۔ ابن تومرت کے بارے میں ابن خلکان لکھتا ہے کہ وہ ایک کامل متقی و پرہیزگار شخص تھا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا، اس کی پوشاک و غذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ خوش رہتا اور ریاضت و نفس کشی کی جانب مائل رہتا تھا۔ ابن تومرت نہایت فصاحت کے ساتھ عربی بولتا تھا۔ مراکش زبان تو اس کی مادری زبان تھی۔ ۵۱۵ھ میں وہ اپنے وطن واپس آیا اور لوگوں کو چند وعظ کرنے لگا۔ اسی عرصہ میں اس کے پاس ایک شخص عبدالمومن نامی جو ایک بربری قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا آیا اور خاص الخاص خلافت اور مریدین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ عبدالمومن اپنی فطرت جذبات و خواہشات میں ابن تومرت سے پوری مشابہت رکھتا تھا، ابن تومرت کی جانب لوگ بڑی کثرت سے متوجہ ہونے لگے۔ امیر المسلمین کو دربار کے فقہاء نے مشورہ دیا کہ ابن تومرت کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن علی بن یوسف نے کہا کہ مجھ کو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس کو قتل کروں۔ آخر فقہاء کے اصرار پر اس کو شہر مراکش سے نکلوا دیا گیا۔ ابن تومرت نے اپنے رفیقوں کے ساتھ سلسلہ کوہ اطلس کے ایک گاؤں میں قیام کیا اور وہاں بربری قبائل جو در جو آکر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ چند روز بعد ابن تومرت نے مدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے مریدین کے طبقات مقرر کئے۔ طبقہ اول کے لوگوں کو مہاجرین اور طبقہ دوم کے لوگوں کو مومنین کا خطاب دیا۔ اسی طرح سات یا آٹھ طبقات قائم کئے۔ جب جمعیت بڑھ گئی تو عبدالمومن کو سپہ سالار بنا کر سلطنت مراطین کے خلاف جنگی کارروائیاں شروع کیں۔ پہلے مقابلہ میں مومنین کی جماعت کو شکست ہوئی۔ مگر بعد میں انہوں نے مخالفت اور زور آزمائی کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ملک مراکش کا ایک معقول حصہ ابن تومرت کے قبضہ میں آ گیا۔ ابن تومرت نے ۵۱۵ھ سے جنگی کارروائیاں شروع کر دی تھیں۔ سات سال کی لڑائی کے بعد ۵۲۲ھ میں ابن تومرت نے وفات پائی اور مرنے سے پہلے عبدالمومن کو امیر المومنین کا خطاب دے کر اور اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابن تومرت کی حکومت مراطین کی بد مقابل اور طاقتور بن چکی تھی۔

۵۲۵ھ عبدالمومن کے باپ کا نام علی تھا جو قبائل مسودہ کے قبیلہ تومیہ کا ایک فرد تھا۔ عبدالمومن ۵۲۸ھ میں پیدا ہوا تھا اور ۵۳۳ھ میں جب کہ علی بن یوسف بن تاشقین کا انتقال ہوا۔ عبدالمومن کی حکومت پورے طور پر تمام ملک مراکش میں مسلم ہو گئی۔ ابن تومرت کی تعلیم کا خلاصہ اور لب لباب چونکہ خدائے تعالیٰ کی کامل توحید کو آشکارا کرتا تھا اور خدا کی کسی صفت کو اس کی ذات سے جدا یقین نہیں کرتا تھا۔ اس لئے تمام مریدین عام طور پر موحدین کے نام سے پکارے گئے۔

عبدالمومن کا انتقال جمادی الثانی ۵۵۸ھ کے آخری جمعہ کو ہوا۔ (از تاریخ الاسلام معصفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

والنفس واسعة والوجه منبسط

السن ضاحكة والكف مالحة

ترجمہ:- تیرے دانت مسکرانے والے ہیں ہتھیلیاں سخاوت کرنے والی ہیں۔ دل دریا ہے اور تو ہنس کھ ہے۔

ومیری کہتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابن تو مرت نے عبدالمومن کو اپنا خلیفہ بنایا تھا یہ صحیح نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ ابن تو مرت کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے اس کے ساتھی اس کو ابن تو مرت ہی کی جگہ سمجھتے تھے اور اس کو ابن تو مرت کا درجہ دیتے تھے۔ عبدالمومن انتہائی چالاک دہشت پسند حکمران تھا۔ چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر مروا ڈالتا تھا۔ اس کا انتقال ماہ جمادی الثانی ۵۵ھ میں ہوا اور اس کی کل مدت حکومت ۳۳ سال چند ماہ ہیں۔

الْجَفَرَة

شرعی حکم | بکری کا بچہ حلال ہے۔ اگر کسی شخص نے حالت احرام میں چوہے کو ہلاک کر دیا تو اس کا ندیہ دیا جاسکتا ہے۔ اس کے طبی فوائد الخبیرات بکری کی طرح ہیں۔

(جُلکمی) جیم پر ضمہ ل پر ضمہ) ایک قسم کی مچھلی جو مار ماری کے مشابہ ہوتی ہے خون قطعاً نہیں ہوتا۔ ہڈی بہت نرم ہوتی ہیں۔ عورت اگر اس کو کھائے تو بہت جلد موٹی و طاقت ور ہو جائے گی۔ بہت بہترین غذا ہے۔

الجلالة

(نجاست کھانے والی گائے) الجلالة اس جانور کو کہتے ہیں جو نجاست و غلاظت میں رہتا ہو اور اسی کو کھاتا ہو۔ جَلَّ (ن ض) جَلَا و جَلَّةً میٹھی چٹا۔ بولا جاتا ہے۔ جَلَّت الدایةُ الجَلَّةُ (جانور نے میٹھی چٹی اسی سے الجلالة ہے۔ پلیدی کھانے والی گائے۔ حدیث شریف میں الجلالة کا ذکر:-

ابوداؤد وغیرہ نے نافع کی حدیث جو انہوں نے حضرت ابن عمر اور ابن عباس سے نقل کی ہے کہ

”نبی کریم ﷺ نے جلالة پلیدی کھانے والی گائے کی سواری سے منع فرمایا۔“

حاکم نے عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے:-

”آنحضور ﷺ نے جلالة کے گوشت اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے منع فرمایا کہ اس پر نہ بوجھ

لاوا جائے اور نہ لوگ سوار ہوں یہاں تک کہ اس کو گھر پر رکھ کر ۴۰ دن تک چارہ نہ کھلائیں۔“

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:-

”نبی اکرم ﷺ نے سقودہ میں منہ لگا کر پینے سے اور پلیدی کھانے والے جانور کی سواری سے منع فرمایا ہے اور بھٹمہ

سے بھی آپ نے منع فرمایا۔“

۱۰ بھٹمہ وہ پرندہ ہے جس کو باندھ کر نشانہ لگایا جائے اور اس کی موت واقع ہو جائے۔

الْجَلْمُ

(شکاری پرندہ) الجلم: یہ ایک قسم کا شکار پرندہ باز کے مشابہ مگر اس سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا بیان باب الباء میں آئے گا۔

الْجَمَلُ

الجمال: ایک مشہور و معروف جانور ہے۔ قرآن کہتے ہیں کہ یہ باقہ (اونٹنی) کا شوہر ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے جب جمال کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے اس شخص کو جاہل سمجھا جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا تھا جس کا تمام جانتے ہیں۔ جمال کی جمع جمال، اجمال، جمائل اور جمالات آتی ہے۔
حق تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کانہم جمالات صفر۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جمال کی جمع صحیح ہے جیسے رجال کی جمع رجالات آتی ہے۔
فائدہ:-

معمر کے جل کے دن جس اونٹ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں۔ اس کو علی بن امیہ نے چار سو درہم کا اور ایک قول کے مطابق دو سو درہم کا خرید لیا تھا۔ ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ مالک ابن حرث جو اشتر نخعی کے نام سے مشہور ہیں۔ جنگ جل میں حضرت علیؓ کے زبردست سپہ سالار تھے۔ عبد اللہ ابن زبیر کے مقابلہ میں نکلے۔ یہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے اور نہایت بہادر شجاع انسان تھے۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ کبھی یہ ان کو شکست دے کر ان کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے، کبھی ان کو شکست دے کر بری طرح بچھاڑ دیتے تھے۔ متعدد بار ایسا ہوتا رہا۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ نے زوردار آواز میں پکارا۔

أَقْتُلُونِي وَمَا لِكَا وَاقْتُلُوا مَا لِكَا مَعِيَ ترجمہ:- مجھے اور مالک کو قتل کر دو بلکہ ایک ہی ساتھ قتل کر دو۔

مالک سے مراد اشتر نخعی ہیں۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے معمر کے جل کے دن اس حال میں شام کی کہ نیزوں اور تلواروں سے زخمی ہو کر ۱۳ افراد ختم ہو چکے تھے اور فریقین میں سے کوئی بھی شکست قبول کرنے کو تیار نہ تھا تاہم مالک کے بعد دیگرے لوگ پکڑتے جاتے تھے اور شہید ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سینکڑوں آدمی باقہ کی مہار پر شہید ہو گئے۔ میں نے باقہ کی مہار سنبھالی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا عبد اللہ ابن زبیرؓ۔ اتنے میں اشتر نخعی کا گزر ہوا۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس نے بھی جوابی طور پر مجھ پر بہت سخت دار کیا تو میں پکارنے لگا۔

أَقْتُلُونِي وَمَا لِكَا وَاقْتُلُوا مَا لِكَا مَعِيَ ترجمہ:- مجھے اور مالک کو قتل کر دو بلکہ ایک ساتھ ہی قتل کر دو۔

اور میرے ہاتھ سے باقہ کی مہار چھوٹ گئی۔ اشتر نے مجھ کو اٹھا کر ایک گڑھے میں پھینک دیا اور کہا کہ اگر تیرا رشتہ داری کا تعلق جناب نبی کریم ﷺ سے نہ ہوتا تو تیرے بدن کا ایک ایک حصہ جدا کر دیتا۔
ایک روایت میں ہے کہ جب دونوں طرف کے لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں جنگ و جدال شروع ہو گیا اور مجھ سے باقہ کی مہار

گر پڑی اور میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے سنا کہ باقہ کی کوئیں کاٹ دو۔ اگر اس کو مار دیا تو لوگ منتشر ہو جائیں گے اور جنگ میں تخفیف ہو سکتی ہے۔ اتنے میں ایک تلوار سے باقہ پر حملہ کیا جس کی وجہ سے باقہ زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اس حملہ کی بناء پر باقہ اتنی زور سے چلایا کہ اتنی بھیاں آواز میں نے زندگی میں کبھی نہیں سنی۔ پھر حضرت علیؑ نے عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکرؓ کو شہیدوں کے درمیان سے کجاوہ اٹھانے کا حکم دیا۔ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ محمد بن ابی بکرؓ نے ہودج میں اپنا ہاتھ داخل کیا۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ جو بھی اس حرم رسول اللہ سے تعرض کرے حق تعالیٰ اس کو آگ میں جلائے تو محمد ابن ابی بکرؓ نے کہا کہ ہمیشہ محترمہ اس طرح کہنے کہ دنیا کی آگ سے جلادے۔ پس حضرت عائشہؓ نے دنیا کی آگ سے کہہ دیا۔ اور حضرت طلحہؓ جو حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شریک تھے اسی معرکہ میں شہید ہو گئے اور حضرت زبیرؓ لڑائی شروع ہونے سے قبل ہی لوٹ گئے تھے۔ لیکن عمر بن جرموز نے ان کو وادی سباع میں حالت نوم میں شہید کر دیا اور ان کی تلوار لے کر حضرت علیؑ کو خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت علیؑ نے اس تلوار کو دیکھ کر فرمایا کہ اے ظالم یہ وہ تلوار ہے جس نے بارہا نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی حفاظت کی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ بصرہ میں تشریف لائے اور اہل بصرہ سے بیعت لی اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے سلمان سفرتیار کیا گیا اور ان کے برادر محترم محمد ابن ابی بکرؓ کے ساتھ ان کو مکہ مکرمہ کی جانب روانہ کر دیا اور حضرت علیؑ بنفس نفیس کئی میل تک ان کے ساتھ چلے اور حضرت حسنؓ کو اور ایک منزل آگے تک بھیجا۔ اس لڑائی میں اصحاب جمل آٹھ ہزار کی تعداد میں شہید کئے گئے اور ایک قول کے مطابق سترہ ہزار اور حضرت علیؑ کے لشکر میں سے تقریباً ایک ہزار افراد شہید ہوئے اور اس روز اونٹنی کی مہار پر تقریباً اسی ہاتھ کاٹے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ معظم بنی ضبہ تھے۔ جب بھی کسی کا ہاتھ کٹ جاتا یا کایک دو سرا شخص باقہ کی مہار تھاں لیتا۔ اسی سلسلہ میں ضبی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں۔

نحن بنی ضبۃ اصحاب الجمل نناول الموت او للموت نزل

ترجمہ: ہم قبیلہ بنو ضبہ کے افراد ہیں اور اونٹ والے ہیں۔ ہم بھی موت کا مقابلہ کرتے ہیں جب کہ موت سامنے آتی ہے۔

والموت احلی عندنا من العسل وکانوا قد السبوا الدرع الی ان عقر

ترجمہ: اور موت ہمارے لیے شہد سے زیادہ عزیز ہے اور ہم وہ ہیں جنہوں نے ذرہ پہن لی یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے۔

لفظ بنی مدح و تخصیص کی بنا پر منصوب ہے۔ جنگ جمل بروز پنجشنبہ دس جمادی الاول یا جمادی الثانی ۳۶ھ میں واقع ہوئی۔ بعض نے دس کی بجائے پندرہ تاریخ بیان کی ہے۔ یہ لڑائی صبح سے شروع ہو کر عصر تک جاری رہی۔ کہتے ہیں کہ اشتہر سے مقابلہ کے بعد حضرت ابن زبیرؓ کی سلامتی کی خوش خبری سنانے والے کو حضرت عائشہؓ نے دس ہزار درہم کا انعام دیا تھا۔

ابن علقان وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ جمل میں میرے بھانجے کو قتل کرنے کا اراد کیا تھا؟ تو اشتہر نے یہ اشعار پڑھے۔

اعانش لولا اننی کنت طاویا ثلاثا لالفت ابن اختک ہالکا

ترجمہ: اے عائشہ! اگر میں پلٹ جانے والا نہ ہوتا تو ابلتہ تم اپنے بھانجے کو لاش کی شکل میں پاتیں۔

غدا ینادی والرماح تنوشہ باخروصوت اقلونى و مالگا
ترجمہ:- صبح ہی صبح آواز لگتی اور نیزے گوشت میں پیوست ہوتے اور آوازیہ ہوتے کہ مجھے اور مالک کو قتل کر دو۔
ننجاه منی الکله و شبابه و خلوة جوف لم یکن هتماسکا
ترجمہ:- پس اس کو مجھ سے نجات مل گئی اس کی لاش کے کھانے سے بھی اور اس کی جوانی سے بھی اور جب کہ پیٹ خالی ہو تو کوئی چیز بھی نہیں تھامی جاسکتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کے سر میں اشتر کے مقابلہ میں اتنا شدید زخم لگا تھا کہ جب تک اس میں ایک شیشی بھر تیل نہ ڈالا جاتا تھا وہ بند نہیں ہوتا تھا اور حاکم نے قیس ابن ابی حازم کی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے بال والے اونٹ دالی کون ہے؟ جو اس پر سوار ہو کر نکلے گی اور چشمہ حواب کے کتے اس کو بھونکیں گے۔“
حواب ایک چشمہ کا نام ہے جو بصرہ کے قریب واقع ہے اور ادیب الادب سے ماخوذ ہے۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پر بال زیادہ ہوں۔ ابن وحیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابن العربیؒ پر تعجب ہے اور میں حیران ہوں کہ اس نے اپنی کتاب ”الغوامص والعوامص“ میں کس طرح اس حدیث شریف کا انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حالانکہ یہ حدیث مبارک طلوع شمس سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جب بصرہ کی جانب خروج کیا اور حواب نامی چشمہ پر سے گزر ہوا تو کتے بھونکنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ مجھے لوٹاؤ مجھے واپس لے چلو کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے کون سی عورت ہوگی جس کو دیکھ کر چشمہ حواب کے کتے بھونکیں گے۔ قیس ابن ابی حازم نے بھی اس حدیث کا انکار کیا ہے اور شاعر کا یہ قول ہے:-

شکاالى الجممل طول السرى يا جملى ليس الى المشتكى

صبرا جميلا فكلانا مبتلى

ترجمہ:- میرے اونٹ سے بہت دیر تک چلنے کی شکایت کی گئی۔ لیکن اے اونٹ شکایت کا کوئی موقعہ نہیں ہے چونکہ ہم سب ہی مبتلا ہیں تو شکایت سے کیا فائدہ مبرری کرنا چاہیے۔“

اور جیسے عمر ابن کلثوم کا یہ شعر:-

الا لا ليجهلن احدٌ علينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا

ترجمہ:- ہم سے کوئی جاہلانہ معاملہ نہ کرے اور اگر کرے گا تو ہم بھی اجڈ (جاہل) بن کر دکھائیں گے۔“

اور اسی طرح یہ دوسرا شعر ہے:-

ولى فرس للحلم لا للحلم ملجم ولى فرس للجهل بالجهل مسرج

ترجمہ:- میرے پاس ایک حلم کا گھوڑا ہے جسے حلم کی باگ ٹھانی ہے اور ایک میرے پاس جہالت کا گھوڑا ہے جس پر جہالت کی زین کسی گئی ہے۔“

(یعنی بردباروں کے ساتھ بردباری اختیار کرتا ہوں اور جاہلوں کے ساتھ جاہلوں کا سا برتاؤ کرتا ہوں۔“

فمن رام تقویٰ فانی مقوم ومن رام تعویجی فانی معوج
ترجمہ:- جو مجھے سیدھا رکھنا چاہے تو میں سیدھا رہتا ہوں اور اگر کوئی مجھے ٹیڑھا بنانا چاہے تو میں ٹیڑھا بن کر دکھاتا ہوں۔“

لقد عظم البحر بغیر لب فلم یستغن بالعظم البعیر
ترجمہ:- جب اونٹ بڑھ گیا بغیر عقل کے تو اب اونٹ کی بڑائی سے بے نیازی نہیں برقی جاسکتی۔“

سعت ذات سم فی قمیصی فغادرت به اثرا واللہ یشفی من السم
ترجمہ:- زہریلے جانور نے مجھے ڈسا اور اپنا برا اثر چھوڑ گیا خدا تعالیٰ ہی زہر سے اب شفا دے گا۔“

کست قیصرا ثوب الجمال وتبعہ وکسری وعارت وہی عاریۃ الجسم
ترجمہ:- قیصر اور تبہ اور کسری ان سب کو شاہی لباس دیا گیا مگر انجام کار سب سے شاہی لباس اتار دیا گیا پھر یہ برہنہ ہی رہ گئے۔“
جمل (اونٹ) کی کنیت ابو ایوب اور ابو صفوان ہے۔

حدیث میں جمل (اونٹ) کا ذکر:-

ام ذرع کی حدیث ہے۔

”میرا شوہر اونٹ کے گوشت کی طرح ہے جیسے کہ کسی خنجر پہاڑ کے اوپر خس و خاشاک کا انبار ہو۔“

سنن ابی داؤد میں مجاہد کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث منقول ہے:-

”آنحضور ﷺ نے حدیبیہ والے سال بطور ہدی اونٹ دیا۔ یہ اصل میں ابو جہل کا اونٹ تھا اس کے ناک میں چاندی کی نتھ پڑی ہوئی تھی۔ آپ اپنے اس عمل سے مشرکین کو جلاء رنج و غم کرنا چاہتے تھے۔“

خطابی نے لکھا ہے کہ اس سے ایک مسئلہ ققیہ یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ ہدی میں نرا اونٹ دینا جائز ہے۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ وہ نرا اونٹ کو بطور ہدی دینا مکروہ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ صرف مادہ ہی دینا چاہیے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوڑی بہت چاندی کا استعمال سوار یوں میں جائز ہے اور یہ جو ہے کہ آپؐ مشرکین کو غم و اندوہ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے تو یہ اس طرح کہ عام لوگوں کو معلوم تھا کہ اونٹ ابو جہل کا ہے مگر آنحضور ﷺ نے اس کو خرید لیا تھا۔ اب ابو جہل اور مشرکین کے لیے اس میں یہ تکلیف تھی کہ ابو جہل کا اونٹ آنحضور ﷺ کے فداکاروں کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا اور اس کا مال و متاع مجاہدین کے حصہ میں لگ چکا تھا۔

ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عریاض ابن ساریہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:-

”عریاض ابن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے سامنے ایک ایسی تقریر فرمائی جس سے ہماری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دلوں میں خوف خدا طاری ہو گیا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تقریر کافی ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ کی ہمارے لیے کیا وصیت ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو دن کی طرح روشن رات پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جو شخص اس سے انحراف کرے گا وہ ہلاکت میں مبتلا ہو گا اور جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ میرے بعد بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر اس وقت اس چیز کی اتباع لازم ہے جو تم میری سنت میں دیکھو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت میں

دیکھو۔ اس پر سختی سے عمل پیرا رہنا اور محدثات سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور اطاعت کو لازم کر لو اگرچہ حبشی غلام ہو۔ اس لیے کہ مومن تکلیف والے اونٹ کی مانند ہے۔ اگر اس کی تکلیف کھینچی جائے تو اتباع کرتا ہے۔“

جمل انف سے وہ اونٹ مراد ہے جس کے ہاتھ ڈال دی گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے ہانکے والے کی روگردانی نہیں کرتا۔ نیز انف اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جو آسانی سے تابع ہو جائے۔ بعض روایتوں میں کالجمل الانف یعنی حمزہ کے مد کے ساتھ آیا ہے۔ یہ بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔ نیز ایک روایت میں ان قیداً نقاد کے بعد ان الفاظ کی زیادتی ہے اوان الیح علی صخرة اساخ (اگر اس کو پتھر ملی زمین پر بیٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے) نواجذ ان دانتوں کو کہتے ہیں جو ڈاڑھوں کے قریب ہوتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سنت پر اس سختی سے عمل پیرا ہو جاؤ جس سختی سے پکڑنے کی غرض سے کسی چیز کو اپنے دانتوں سے دبایا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:-

”کہ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔“

اس حدیث میں نواجذ سے مراد ضوا حک ہے۔ ضوا حک بوقت ہنسی ظاہر ہونے والے دانتوں کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ ہی تھی۔

امام احمد ابو داؤد اور نسائی نے ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل ہے:-

”جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی نشست اختیار نہ کرے بلکہ پہلے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیکے اور پھر اپنے دونوں گھٹنے۔“

خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے وائل بن حجر کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جس کو چارائے نے ان سے نقل کیا ہے۔ ”راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپ سجدہ فرماتے تھے تو دست مبارک سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے تھے اور جب اٹھتے تھے تو دست مبارک گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔“

حضرت امام بخاری، امام ترمذی اور نسائی وغیرہ نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”حضرت جابرؓ حضور اکرم ﷺ کی معیت میں ایک اونٹ پر سوار تھے، وہ اونٹ تھک گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی پشت پر لکڑی چبھائی اور اس کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر آپ نے اس پر سوار ہونے کا حکم دیا تو حضرت جابرؓ اس پر سوار ہو گئے اور سب سے آگے نکل گئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ جابرؓ تو نے اپنے اونٹ کو کیسے پایا؟ تو میں نے جواب دیا کہ حضورؐ آپ کی برکت نے اس کو ٹھیک کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو میرے ہاتھ فروخت کرو گے؟ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں شرمایا اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ لہذا میں نے عرض کیا کہ جی حضورؐ! تو آپ اس کی قیمت میں اضافہ کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو ایک اوقیہ سونے کے بدلے میں آپ ﷺ کے ہاتھ فروخت کر دیا، اس شرط پر کہ میں مدینہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ لہذا میرے مدینہ پہنچنے پر آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کو قیمت دو اور کچھ میزید بھی دے دو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اونٹ بھی مجھ کو واپس کر دیا۔“

اور ابن حبان کی کتاب میں حماد ابن سلمہ کی یہ حدیث مذکور ہے:-

”حضرت ابو زبیرؒ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جابر نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے لیلۃ البعیر میں میرے لیے ۲۵ مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔“

بیچ میں شرط کے جواز کے بارے میں فقہاء نے اسی پہلی حدیث شریف کو متدل بنایا ہے۔ نیز اس سلسلہ میں ائمہ فقہ کا جو اختلاف ہے کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے۔

سہیلیؒ کہتے ہیں کہ اس خریدنے اور قیمت متعینہ سے زیادہ دینے اور اونٹ کو واپس کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ آنجناب ﷺ یہ بتانا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرما دیا ہے اور ان کی روح ان کو واپس عطا کر دی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے حضرت جابرؓ سے اونٹ خرید فرمایا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کی جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اور انسان کی جان پھر ان کو مزید ثواب عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:-

الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ

”نیکی کرنے والوں کو اللہ نیکی کے علاوہ مزید اپنی رحمت سے اور بھی عطا کرتا ہے۔“

پھر اللہ رب العزت شہداء کی ارواح کو ان کو واپس کر دیتا ہے جو ان سے جنت کے بدلہ میں خریدے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

”اور اے لوگو! اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت تصور کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق پہنچایا جاتا ہے۔“

تو نبی کریم ﷺ نے اونٹ کو خرید کر اور قیمت میں اضافہ فرما کر اور پھر اونٹ کو واپس کر کے اس خبر کی اپنے عمل سے مثال دی۔

”نبی کریم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو دیکھتے ہیں باغ میں ایک اونٹ ہے اور وہ اونٹ آپ کو دیکھ کر رونے لگا تو آپ ﷺ نے اس کے کوہان پر دست شفقت پھیرا اور وہ چپ ہو گیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے تو ایک انصاری جو ان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے خدا کا خوف نہیں کرتے۔ کیونکہ اس نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس سے مسلسل کام لیتے ہو۔“

طبرانی نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب ہم بحرہ واقم میں پہنچے تو اچانک ایک اونٹ دوڑتا ہوا آنحضور ﷺ کی جانب بڑھا حتیٰ کہ آپ کے قریب آکر بلبلانے لگا تو رسول اکرم ﷺ نے ہم سے کہا کہ یہ اونٹ اپنے مالک کے خلاف مجھ سے شکایت کر رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اس کا مالک اس سے بہت دنوں تک کھیتی کا کام لیتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا بنا دیا اور اس کو لاغر کر دیا اور اس کی عمر کبر سن کو پہنچ گئی تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اے جابر! تم اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اس کو بلا کر لاؤ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں تو اس

سے واقف نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اونٹ تمہیں اس کا راستہ بتائے گا، تو اونٹ میرے آگے آگے تیزی سے چلنے لگا اور مجھے بنی خضمہ میں پہنچا دیا۔ میں نے مجلس میں موجود لوگوں سے معلوم کیا کہ اس اونٹ کا ملک کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ فلاں ابن فلاں کا ہے۔ تو میں اس کے پاس آیا اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو جواب دو، تو وہ میرے ساتھ ہو لیا اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اونٹ یہ کہتا ہے کہ تم نے ایک مدت تک اس سے کھیتی کا کام لیا یہاں تک کہ اس کو بوڑھا کر دیا اور کمزور و نحیف بنا دیا اور یہ کبر سنی کو پہنچ گیا تو تم اس کو ذبح کرنا چاہتے ہو؟ اس پر اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے یہ اسی لیے ہے۔ تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا یہی صلح مملوک کی جزاء ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اس سے اس اونٹ کو خرید لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو درختوں میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ طاقت ور ہو گیا اور طاقت کے باعث اس کا کوہان موٹا ہو گیا۔ جب ماجرین اور انصار میں سے اپنے عطیات آنحضور ﷺ کو دیتے تو آپ اس میں سے کچھ حصہ اس اونٹ کے چارہ و پانی کے لیے محفوظ فرماتے۔ ایک زمانہ تک آپ کا یہی دستور رہا۔“

قتیریؒ نے اپنے رسالہ میں اور ابن جوزیؒ نے مشیر القوام الساکن میں احمد ابن عطاء درباری کا یہ قصہ بیان کیا ہے۔

حکایت

”ابن عطاء کہتے ہیں ایک دن میں اونٹ پر سوار تھا کہ اچانک اونٹ کے پاؤں ریت میں دھسنے لگے تو میں نے جل اللہ کہا۔ پھر اونٹ نے بھی جل اللہ کہا۔“

نیز انہی کا دوسرا واقعہ قتیریؒ نے کرامات اولیاء کے باب میں ذکر کیا ہے کہ مکہ کے راستے میں ایک شخص نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں نے اونٹوں کی قطار دیکھی جن پر بوجہ لدا ہوا تھا اور گردنیں دراز تھیں۔ میں نے کہا پاک ہے اللہ کی ذات جس نے ان کو طاقت بخشی۔ پھر میں اونٹوں کی جانب متوجہ ہوا تو ایک اونٹ نے کہا جل اللہ کو۔ میں نے جل اللہ کہہ دیا۔“

دمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض ماہر علماء حنفیہ کی تحریروں میں پڑھا ہے کہ شہر خراسان میں ایک عائشہ (نظرد والا) رہتا تھا۔ وہ ایک روز مجلس میں بیٹھا تھا تو اس کے سامنے سے اونٹوں کی ایک قطار گزری۔ عائشہ نے حاضرین مجلس سے دریافت کیا۔ بتاؤ کون سے اونٹ کا گوشت کھاؤ گے؟ انہوں نے ایک بہترین اونٹ کی جانب اشارہ کر دیا۔ عائشہ نے اس پر نظر ڈالی تو وہ اونٹ فوراً گر گیا۔ اونٹ کا مالک ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کس نے میرے اونٹ کو نظر لگائی ہے؟

اس کو یہ دعا پڑھ کر نظرد زائل کر دینی چاہیے۔

دعاء بِسْمِ اللّٰهِ عَظِیْمِ الشَّانِ شَدِیْدِ الْبُزْهِانِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ حَبَسَ حَابِسٍ مِنْ حَجَرٍ یَّابِسٍ وَشَهَابٍ قَابِسٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَیْهِ وَفِیْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیْهِ وَفِیْ كَبِدِهِ وَكَلْبَتِیْهِ لَہُمْ رَفِیْقٌ وَ عَظْمٌ دَقِیْقٌ فِیْمَا لَہُ یَلِیْقُ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبُ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِیْرٌ۔

اس دعا کے پڑھنے کے چند ہی ساعت گزری تھیں کہ وہ اونٹ صحیح و سالم کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

مسئلہ عائشہ کی نظرد سے اگر کوئی مر جائے اور وہ اس کا اقرار بھی کر لے تو بھی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور ریت نہ کفارہ واجب ہو گا کیونکہ عادتاً نظرد موت کا سبب نہیں بنتی۔ عائشہ کو نظرد سے متاثر ہونے والے کے لیے ان الفاظ سے برکت

کی دعا کرنی چاہیے۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِ لَا تُضِرْهُ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

قاضی حسین نے بیان کیا ہے کہ ایک نبی ﷺ نے اپنی امت کو بہت سمجھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں ایک ہزار افراد کو موت دے دی۔ صبح کو نبی نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم نے ان کی تعداد کو کثیر سمجھا تو کیوں حفاظت نہیں کی؟ انہوں نے کہا میں کس طرح حفاظت کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یہ کہتے۔

حَصِّنْتُكُمْ بِالْحَيِّ الْقَيُّومِ الَّذِي لَا يَمُوتُ أَبَدًا وَدَفَعْتُ عَنْكُمْ الشُّوعَ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۝

قاضی صاحب فرماتے ہیں ہر اس شخص کو جس کی جان محفوظ اور حالات پر سکون ہوں اپنے بارے میں یہی کہنا چاہیے۔ قاضی صاحب خود بھی جب اپنے شاگردوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھتے تو یہی عمل کرتے تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ نظریہ انسان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ کیونکہ یہ بات قاضی حسین کے مسلک کے خلاف ہے۔

قشیری نے سعید ابن محمد بصری کا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ میں نے بصرہ کے راستے میں ایک اعرابی کو اونٹ ہانکتے ہوئے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اونٹ کو مردہ دیکھا اور سامان اور پالان کو زمین پر گر اہوا۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں پھر اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ اعرابی یہ کہہ رہا تھا اے مسبب الاسباب اور ہر شخص کی مراد پوری کرنے والے میری سواری مجھے لوٹا دے۔ اونٹ کچھ دیر بعد زندہ ہو گیا اور اس پر کجاوہ اور پالان وغیرہ رکھ دیا۔ مردہ کو زندہ کرنا کرامت ہے اگرچہ یہ امر عظیم ہے مگر ثابت ہے۔ قابل اعتماد اور محققین ائمہ اصول کا پسندیدہ مسلک یہی ہے۔ اس لیے کہ ہر وہ بات جو نبی سے بطور معجزہ ثابت ہو ولی کامل سے بطور کرامت ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ نبی کی طرح چیلنج نہ کرے۔ مردوں کو زندہ کرنے کی کرامت اولیاء کرام سے بے شمار ثابت ہے۔ ان شاء اللہ اسی کتاب میں بعض جگہ اس قسم کے چند واقعات آئیں گے۔

شیخ یافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی ولی سے کرامت کا صدور، یہ انضلیت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ کرامت کا صدور اس وجہ سے بھی ہو جاتا ہے کہ یقین کامل پیدا ہو جائے اور ذات الہ کی معرفت کلی طور سے آشکارا ہو جائے۔ قطب العلوم و تاج العارفین ابو القاسم الجبید فرماتے ہیں، یقین نام ہے مشہد غیب کے متعلق ارتقاء شک کا اور اس علم کا جس کے بارے میں تغیر و تبدل کا امکان نہ ہو۔

یافعی کہتے ہیں کہ کرامت کا صدور اکثر و بیشتر محبین اور زاہدین سے ہوتا ہے اور عارفین سے بہت کمی کے ساتھ کیونکہ معرفت محبت سے افضل ہے۔ و هذا هو المختار عند المحققين۔ واللہ اعلم

علامہ محمد ابن ظفر اپنی کتاب ”خیر البشر بخیر البشر“ میں لکھتے ہیں کہ اسکندریہ کے دروازے پر تانبے کے اونٹ کا مجسمہ بنا ہوا تھا جس پر عربی شکل کا ایک زرہ پوش سوار تھا۔ سر پر عمامہ اور پیروں میں جوتے بھی تانبے کے تھے۔ اسکندریہ میں اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو وہ باہمی تصفیہ کے لیے اس مجسمہ کے سامنے آتے اور مظلوم ظالم سے کہتا کہ اس گھوڑ سوار کے غائب ہونے سے قبل میرا حق دے دو۔ کیونکہ جس وقت یہ غائب ہو گا تجھ سے میرا حق پورا وصول کرے گا تو چاہے یا نہ چاہے۔ یہ مجسمہ حضرت عمر بن العاص کے مصر فتح کرنے تک ہلکی رہا پھر غائب ہو گیا۔

ذمیری کہتے ہیں کہ اس میں محمد عربی کی بشارت کی جانب اشارہ ہے۔

جمل کا شرعی حکم اور طبی فوائد اہل کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | اہل عرب کہتے ہیں الجمل من جوفہ یجتو (اونٹ اپنے پیٹ سے نکال کر جنگلی کرتا ہے)۔
یہ مثال اس شخص کے بارے میں دی جاتی ہے جو اپنے جمع شدہ مال سے تمتع حاصل کر لے۔

(۲) اخلف من بول الجمل۔ اخلف، خلف۔ سے مانوڑ ہے جس کے معنی پیچھے کے آتے ہیں۔ کیونکہ اونٹ پیچھے کی جانب پیشاب کرتا ہے۔

نیز اس شخص کے بارے میں جو کسی امر مشکل میں پھنس گیا ہو، اس کے بارے میں مثال دیتے ہیں وفتح القوم فی سلا جمل (قوم جمل کی جھلی میں پھنس گئی) سلا وہ جھلی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اگر وہ پیٹ میں پھٹ جاتی ہے تو بچہ اور ماں دونوں مر جاتے ہیں) جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں اعز من الابلق العفرق کہ فلاں کام غیر ممکن چیز سے بھی زیادہ سخت ہے محال ہے الثمر فی البئر وعلی ظہر الجمل۔

اس کی یہ اصل ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی نتیجہ پر پہنچ جاتا تھا یا اس کو کسی کام میں کامیابی حاصل ہو جاتی تھی تو مدینہ کے پہاڑوں پر چڑھ کر مندرجہ بالا جملہ پکارتا تھا۔ یعنی جو شخص بذریعہ اونٹنی کنویں کے پانی سے سیراب کرے تو وہ اپنے سیراب ہونے کا پھل بہت جلد حاصل کر لے گا۔ اور اسی ہم معنی شاعر کا قول ہے۔

إذا انت لم تزرع و ابصرت حاصدا ندمت علی التطریط فی زمن الزرع
ترجمہ:- تم کھیتی پر تو محنت کرتے نہیں اور کاٹنے کی تمنائیں بلند رکھتے ہو۔ تو یقیناً تم کو اپنی ان کوتاہیوں پر نادم ہونا پڑے گا جو کھیتی کے لیے مناسب دنوں میں تم کرتے رہے۔

تسألنی ام الولید جملاً یمشی رویداً اویکون اولاً
ترجمہ:- ام ولید مجھ سے اونٹ مانگتی ہے۔ یہ ہلکی رفتار چلنے کے باوجود سب سے آگے رہتا ہے۔
جمل کی خواب میں تعبیر | جمل کی خواب میں تعبیر عام طور پر حج سے دی جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ عربی اونٹ کی خواب میں تعبیر حج ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ آلَايَةٍ

”جنتی اونٹ سے عجمی شخص مراد ہوتا ہے۔“

اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس پر اونٹ حملہ آور ہوا۔ اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ صاحب خواب کی بے وقوف سے لڑائی ہوگی۔ اگر اونٹ کی مہار پکڑ کر مانگتا ہو دیکھے تو کسی گمراہ شخص کو ملہ راست پر لانے کی جانب اشارہ ہے۔ خواب میں اونٹ کے سر کو کھانے سے مراد کسی سردار کی غیبت ہے۔ کثیر تعداد میں عربی اونٹ دیکھنے کا مطلب ہے کہ صاحب خواب عرب قوم کا سردار ہو گا اور دو اونٹوں کو لڑتے ہوئے دیکھنا اس سے مراد دو بادشاہوں میں جنگ و جدال واقع ہو گا۔

اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹ کی ٹکیل پکڑ کر اس کو کھینچنے لیے جا رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کر لے گا۔ اونٹ کی تعبیر حامل قوم سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر اپنے آپ کو اونٹ پر سے گزرتے ہوئے دیکھے تو فقر و فاقہ میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر خواب میں اونٹ کسی کے لات مار دے تو یہ بیمار ہونے کی علامت ہے۔ اونٹوں کی قطار

دیکھنے سے بارش مراد ہے کیونکہ بارش کے قطرات یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ اور اونٹ جس طریقے سے بوجھ ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل کرتے ہیں اسی طرح بادل بھی پانی کو لے کر چلتے ہیں۔ اگر یہ دیکھا کہ وہ اونٹ بن گیا تو یہ شخص دوسرے کے بوجھ کو برداشت کر لے گا۔

بختی اونٹ پر سفر کی تعبیر طویل سفر سے دی جائے گی۔ اگر کسی شخص نے دیکھا کہ وہ بختی اونٹ پر سفر کر رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ بلا مقصد طویل سفر کرے گا۔ کبھی اونٹ سے مراد گھر اور کشتی ہوتی ہے کیونکہ اونٹ خشکی کی کشتی ہے۔

جمل کی تعبیر موت سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ یہ دوست احباب کو لے کر دور و راز کا سفر کرتا ہے۔ اور زوجہ سے بھی اس کی تعبیر دی جاتی ہے اور حسد و کینہ اور انتقام بھی مراد ہوتا ہے۔ کبھی صابر شخص کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور کبھی ان کاموں میں تاخیر کی جانب اشارہ ہوتا ہے جس کو انسان جلدی کرنے کا متمنی ہوتا ہے۔ جمل کو خواب میں دیکھنے سے خوب صورتی بھی مراد ہوتی ہے کہ جمل کے معنی خوب صورت کے ہیں اور کبھی سانپ بھی مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اونٹ سانپ کی کھال سے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر اونٹ کا مالک اپنے اونٹ کو خواب میں دیکھے تو یہ اس کے لیے انتہائی نفع بخش اور سودمند ہونے کی علامت ہے۔

ابن المقریؒ فرماتے ہیں کہ اونٹ کی تعبیر غریب الوطن مسافر یا بحری و بری علاقوں میں تجارت کرنے والے فرد سے بھی دی جاتی ہے۔ کبھی عجی و غریب لوگ بھی مراد ہوتے ہیں۔ نیز کبھی کبھی ہلاکت مال اور قید سے بھی اس کی تعبیر دے دی جاتی ہے۔

جَمَلُ الْبَحْرِ

(مچھلی) یہ اونٹ کے مشابہ مچھلی ہوتی ہے۔ جس کی لمبائی تین ہاتھ کے بقدر ہے۔ ابو عبیدہؓ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

جَمَلُ الْمَاءِ

(ایک قسم کا پرندہ) جمل الماء۔ ایک قسم کے پرندے کو کہتے ہیں جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ اس کا نام حوصل بھی ہے۔ مفصل بیان باب الخاء میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جَمَلُ الْيَهُودِ

(گرگٹ) جمل الیہود: گرگٹ کو کہتے ہیں۔ اس کا بیان بھی باب الخاء میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ الجمل البحر: وہیل مچھلی کی ایک قسم۔ فارسی دو مختلف مچھلیوں کو جمل البحر کا نام دیتا ہے:

(۱) جو کہ مقطع میں ”جر جمیہ“ کہلاتی ہے۔

(۲) جو مقطع میں ”بقرة البحر“ کے نام سے معروف ہے۔ ”جمل البحر“ مقطع میں ایک خاص قسم کی مچھلی () کو کہا جاتا ہے۔

ایک اور مچھلی () کو ”جو جمیل“ کہا جاتا ہے۔

۳۔ جمل الماء: مصنف (دمیریؒ) اس کے معنی (بگے کی ایک قسم بتاتے ہیں) یہ مغربی فلسطین میں جمل البحر کہلاتا ہے۔

الْجَمْعَلِيَّةُ

(بجو) الْجَمْعَلِيَّةُ (جیم و میم پر فتح) بجو کو کہتے ہیں۔ باب الصاد میں تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

جمیل و جمیل

(چھوٹا سا پرندہ) جمیل و جمیل: چھوٹے سے پرندے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جملان ہر وزن کعبان آتی ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ بلبل پرندہ ہوتا ہے۔

الجنبر

مقعد کے وزن پر۔ سرخاب کے بچے کو کہتے ہیں۔

الجنذب

(مڈی) الجنذب لہ (وال پر تینوں اعراب) یہ مڈی کی ایک قسم ہوتی ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جنذب نر مڈی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جنذاب آتی ہے۔

سیبویہ کہتے ہیں کہ نون اس کے اندر زاہد ہے۔ جاحظ کہتے ہیں یہ اپنے بازو سے زمین کھودتی ہے اور سخت گرمی کی حالت میں اس میں پناہ لیتی ہے۔

حدیث شریف میں جنذب کا ذکر:

”خدا تعالیٰ نے مجھے دعوت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال ہے جیسا کہ کسی نے آگ روشن کی ہو اور اس میں پتنگے اڑ کر گرتے ہوں۔“

(رواہ مسلم و الترمذی کلاهما عن قتیبہ بن سعید عن المغیرۃ بن عبد الرحمن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

وفی حدیث ابن مسعود کان یصلی الظهر والجنذاب ینقذ من الرمضاء ای تثب من شدة حرارة الارض۔
”ابو مسعود ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو پتھر کی زمین کی تپش کی بناء پر پتنگے اڑا کر ان پر گرتے۔“

الْجَنْدَعُ

(کالی مڈی) الجندع: امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی مڈی ہوتی ہے۔ ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ جندع ہر وزن فنقذ چھوٹی مڈی کو کہتے ہیں۔ جس کے لیے لے سینگ ہوتے ہیں اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

لہ جنذب: عمان میں جنذب (TRYNOLIS NASATA) کو کہتے ہیں۔

الْجِنُّ

(ہوائی مخلوق) لے اَلْجِنُّ۔ یہ انسانوں کے برخلاف ایک ہوائی مخلوق ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو مختلف شکل و ہیئت اختیار کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور مشکل سے مشکل کام کو انجام دینے کی طاقت عطاء کی ہے (اس کا واحد جنی آتا ہے) جن (ن) جنونا اس کے معنی آتے ہیں۔ دیوانہ ہونا یا پاگل ہوتا، پوشیدہ ہوتا۔ جن بھی نظروں سے پوشیدہ اور جھل رہتا ہے۔ اس لیے اس کا نام جن رکھ دیا۔

لے عربی لغت میں ہر اس چیز کو جن کے نام سے پکارا جاتا ہے جو نظر نہ آ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک مقرب مخلوق فرشتہ بھی انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ اس لیے عربی لغت میں فرشتوں کو بھی جن کہتے ہیں اور اسی طرح جنت بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے اس لیے عربی لغت میں بہشت کا نام جنت ہے۔ لیکن اصطلاح کے اعتبار سے جن وہ جاندار ہیں جن کا جسم آگ اور ہوا کا مرکب ہے اور مادہ کی لطافت کی وجہ سے یہ مخلوق اس چیز پر قادر ہے کہ کوئی بھی شکل اختیار کر لے۔ یہ مخلوق وہم اور خیال کی قوت سے لطیف اور عقل جسم ترتیب دے کر مختلف خوفناک سے خوفناک اور خوب صورت سے خوب صورت شکل میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے جو مخلوق انسانوں وغیرہ کو متاثر ہے اور اللہ کی نافرمانی ہے اسے شیطان اور جو نیک اور غیر معز ہیں ان کو جن کہتے ہیں اور چونکہ ان میں برائی بھلائی کو سمجھنا وغیرہ اور کھانا پینا، عورتوں کی طلب اور دوسری حیوانی خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ خلق بھی شرعاً احکام الہی کی مکلف ہے۔

عجائب القصص میں عبدالواحد بن مقفی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک آگ پیدا فرمائی۔ اس آگ میں نور بھی تھا اور ظلمت بھی، تو اللہ تعالیٰ نے نور سے فرشتوں کو پیدا کیا اور آگ سے جنت کو باقی دھوئیں سے۔ شیاطین (ویو) وغیرہ کو پیدا کیا۔ قاضی مجید الدین ضبطی نے تاریخ القدس والتخیل میں آیت والجان خلقناه من نار السموم کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت وہب بن منبہ سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”اللہ تعالیٰ نے نار سموم پیدا کیا اور یہ ایسی آگ تھی جس میں دھواں نہ تھا، اس آگ سے اللہ تعالیٰ نے جن کو پیدا کیا۔ اور اللہ کے قول والجان خلقناه من نار السموم کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس جان سے ایک عظیم مخلوق پیدا فرما کر اس جان کا مارج رکھا اور اس کے لیے ایک یوی مارج نام کی پیدا فرمائی۔ اس طرح اس ایک جوڑے سے جنت کی افزائش نسل اور پھر قبیلے کے قبیلے بن گئے۔

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ جب ان جنات اور شیاطین کی تعداد سینکڑوں ہو گئی اور انہوں نے زمین پر فتنہ و فساد پھیلانا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے ایک نبی کو بھیجا اور یہ سب سے پہلے نبی تھے جن کا نام عامر بن عمیر بن الجان تھا۔ لیکن جنات نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے بعد دوسرے نبی ضائق بن مائق ارد بن الجان کو مبعوث کیا گیا ان کو بھی جنات نے شہید کر دیا۔ اس طرح لگاتار ۸۰۰ نبی جنات میں مبعوث کئے گئے اور تمام کے تمام ان کے ہاتھوں شہید ہوئے یہ ۸۰۰ نبی ۸۰۰ سال میں بھیجے گئے۔ یعنی ہر سال اللہ تعالیٰ نے ایک ایک نبی مبعوث فرمایا لیکن جنوں کی سرکشی اور بدکرداری کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ (الانجی الجلیل)

۸۰۰ سال کی لمبی مدت میں جب جنت سرکشی اور بدکرداری سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان پر رہنے والے جنات کو زمین پر رہنے والے جنات کے قتل عام کے لیے بھیجا اور اس لشکر کا امیر اٹلیس کو بنایا اور حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں:-

”غرض جنات نے جب نبیوں کے احکامات کی خلاف ورزی کی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے آسمان پر رہنے والے جنات کو حکم دیا کہ تم زمین پر جا کر وہاں رہنے والے جنات کو قتل کر دو اور اٹلیس کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا۔ اٹلیس کی اس فوج نے زمین پر آنے کے

﴿ بعد قتل عام شروع کر دیا۔ جنت بھاگ پڑے اور ایک مقام پر پہنچ گزین ہو گئے لیکن وہاں آگ آکر ان کو جلا گئی۔ اس طرح زمین پر ابلیس اور اس کی فوج آباد ہو گئی۔ ابلیس نے اس مرتبہ اللہ تعالیٰ کی اس قدر عبادت کی کہ اس سے پہلے شاید کبھی نہ کی تھی۔ ﴾

اب ابلیس کا مسکن زمین ہو گیا اور یہاں اس نے اللہ تعالیٰ کی اس قدر عبادت کی کہ زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑا جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ اس کی یہ عبادت اور ریاضت دیکھ کر فرشتے حیرت میں پڑ گئے اور پھر فرشتوں کی سفارش پر ابلیس کو آسمان پر بلا کر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں شامل کر لیا۔ پھر رضوان علیہ السلام کی سفارش پر جنت میں بھی ابلیس کا داخلہ ہو گیا۔

ابلیس کے ہاتھوں زمین پر جنت کے قتل عام کے بعد کچھ جنت رو پوشی کی وجہ سے بچ گئے اور دھیرے دھیرے پھر ان کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا یہاں تک کہ پھر سینکڑوں کی تعداد میں ہو گئے اور پھر وہی فتنہ فساد زمین پر ہوا کیا۔ فرشتہ اور ابلیس ان جنت کے حالات سے باخبر تھے۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے ان شریر اجنہ کی ہدایت کے لیے پھر سے زمین پر جانے کی اجازت فرمائیں تو اجازت ربانی سے ابلیس فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ پھر سے زمین پر وارد ہو گیا اور اس بار اس نے اس شدت سے جنت کا قتل عام کیا کہ تمام اجنہ سے زمین پاک ہو گئی اور بہت تھوڑے پہاڑوں وغیرہ میں چھپ کر ابلیس اور اس کے ساتھیوں سے جان بچا سکے۔ عجائب القصص میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ابلیس نے لوح محفوظ پر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم لکھا ہوا دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اے اللہ! یہ شیطان الرجیم کون ہے؟ حکم ربانی ہوا کہ ہمارا ایک بندہ ہے اور عن قریب یہ اپنے غرور اور تکبر کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گا۔ ابلیس نے کہا اے اللہ مجھے اس کی صورت دکھا دے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ حکم ربانی ہوا کہ عن قریب تو اس کو دیکھ لے گا۔

اس کے بعد شیطان کا یہ معمول بن گیا کہ وہ ہر عبادت کے بعد شیطان پر لعنت بھیجتا لیکن دھیرے دھیرے اسے اس بات پر فخر محسوس ہونے لگا کہ اس نے تمام دنیا کو اجنہ سے پاک کر دیا ہے اور پھر فخر بڑھتے بڑھتے غرور و تکبر بن گیا اور ابلیس اپنی ہستی کو مافوق الفطرت سمجھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ ادھر ابلیس کے دل میں یہ خیال آیا ادھر اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو حکم ہوا۔

انی خالق بشر امن طین فاذا سویتہ فنفخت فیہ من روحی فقعوا الہ ساجدین۔

”میں مٹی سے ایک آدمی پیدا کرنے والا ہوں جب اس میں روح پڑ جائے تو اس کو سجدہ کرنا۔“

معراج النبوت میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس حکم کے بعد زمین کو وحی سے مطلع کیا کہ ”میں فرمانبرداروں کو جنت میں اعلیٰ مقام دوں گا اور نافرمانوں کو دوزخ کے حوالے کر دوں گا۔“

حضرت آدم کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ واسجدوا لادم آدم کو سجدہ کرو۔ تمام فرشتوں نے اس حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔ عبدالواحد بن محمد مفتی نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ فرشتہ ۱۰۰ سال یا ۵۰۰ سال (دور روایت) سجدے میں پڑے رہے۔ اتنے عرصہ کے بعد جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو ابلیس کو کھڑا پایا۔ سجدے سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے دریافت کیا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ شیطان نے جواب دیا خلقتی من نار و خلقتہ من طین..... الخ (مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے) بجلا افضل بھی کبھی کم تر کو سجدہ کرتا ہے۔ اب شیطان دنیا میں پہلا شخص تھا جس نے حکم ربانی کی خلاف ورزی کی اس لیے تمام فرشتوں نے اس پر لعنت کی اور پاداش جرم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو راندہ درگاہ کر دیا۔ ابلیس کا اصل نام عزراہیل تھا مگر ابدی لعنت کا سزاوار قرار دے کر اس کا نام عزراہیل سے ابلیس کر دیا گیا۔ اب شیطان (ابلیس) نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری عمر دراز کر دی جائے۔ حکم ربانی ہوا کہ جاقیات تک تجھ کو موت نہ آئے گی۔

پھر شیطان نے درخواست کی اے اللہ! میں آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہوں مگر میری عطا کے بغیر میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ حکم ربانی ہوا ﴿

جاہم نے تجھے آدم پر مسلط کیا اور آدم کے ہر پچہ کے ساتھ تیرا بھی ایک پچہ پیدا ہو گا اور بنی آدم کے دل کے لیے ہم نے تیرے مسکن بنادینے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت میں داخلہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور حکم دیا کہ شجر ممنوعہ کے قریب نہ جانا اور نہ شیطان کے دھوکے میں آنا۔ جنت میں آدم کے داخلہ سے شیطان پر مایوسی چھا گئی اور حضرت آدم سے انتقام لینے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

آدم جنت میں تنہا تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کی تنہائی دور کرنے کے لیے ان کی بائیں پہلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا تو حضرت آدم کی تنہائی ختم ہو گئی اور انسانوں کا یہ پہلا جوڑا جنت میں عیش و آرام سے رہنے لگا۔ شیطان مردود مستقل اس فکر میں تھا کہ کسی طرح آدم و حوا کو ورغلا یا جائے۔ چنانچہ ایک دن وہ موقع پا کر جنت کے دروازے پر بیٹھ گیا اور اس انتظار میں رہا کہ کوئی پرانا دوست نظر آئے تو اس سے کچھ کام نکالوں۔ اتنے میں حضرت مور گھومتے ہوئے دروازے کی جانب آئے۔ شیطان نے فوراً اپنی دوستی کا حوالہ دے کر کہا کہ کسی طرح مجھے جنت میں لے جاؤ۔ مور نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ کام میرے بس میں نہیں۔ ہاں البتہ سانپ یہ کام کر سکتا ہے۔ میں اس کو بھیجتا ہوں

غرض کسی طرح شیطان جنت میں داخل ہو گیا اور حضرت آدم اور حضرت حوا کو ورغلانے لگا کہ عن قریب تم ان تمام نعمتوں اور عیش و آرام سے دور کر دیئے جاؤ گے اور یہ تمام چیزیں تمہارے لیے عارضی ہیں کیونکہ تم کو موت آگھرے گی اور تمہارے وجود کو ختم کر دے گی۔ اس لیے اس سے پہلے کہ تم اس نچ کو پہنچو۔ اس درخت (شجر ممنوعہ) کا ایک پھل تو ذکر آدھا آدھا کھاؤ۔ حضرت آدم تو شیطان کی یہ بات سن کر اٹھ کر چلے گئے مگر حضرت حوا بیٹھی رہیں اور آخر کار وہ شیطان کے دھوکے میں آگئیں۔ شیطان نے شجر ممنوعہ کا ایک پھل تو ذکر دو حصوں میں تقسیم کیا اور حضرت حوا سے کہا کہ یہ آدھا تم کھاؤ اور آدھا حضرت آدم کو کھاؤ۔ حضرت حوا وہ پھل لے کر آدم کے پاس گئیں اور پہلے آدھا خود کھایا اور آدھا حضرت آدم کو کھلادیا۔ حضرت آدم کچھ پھل کھانا تھا کہ ان کے جسم سے جنت کی پوشاک اتر گئی اور وہ برہنہ ہو گئے۔ مجبوراً بخیر کے چوں سے ستر چھپانا پڑا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم حوا، مور، سانپ کو زمین پر اتار دیا اور ان سب کو مختلف عتوتوں میں جلا کر دیا۔ کیونکہ ان سب نے حکم خداوندی کی نافرمانی کی تھی۔ اس طرح قیامت تک آدم اور آدم کی اولاد شیطان لعین کے قبضہ میں آگئی۔ لیکن اللہ کے بعض مخصوص اور نیک بندے گذشتہ زمانے میں بھی اور آج بھی اس کے شر و فساد سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ حکم ربانی ہے:

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من العاویں۔

”میرے اطاعت شعار اور معصوم بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہ چل سکے گا۔ تیرے دام و فریب میں تیرے تبع اور گمراہ لوگ پھنسیں گے۔“

شیطان اور اس کا لشکر چونکہ مستقل اس فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح انسان کو گمراہ کرے اس لیے شیاطین سے ایک منٹ کی غفلت بھی انسان کو شدید ترین نقصان سے دو چار کر سکتی ہے۔ شیطان کن کن چور دروازوں سے انسان کے دل میں داخل ہوتا ہے۔ ان سے واقف ہونا شدید ضروری ہے۔ ویسے تو اس کے حملہ کرنے کے لیے بہت سے دروازے ہیں۔ لیکن چند بڑے اور خالص دروازے یہ ہیں۔

حسد و حرص۔ حسد اور حسد ایک ایسی خطرناک چیز ہے جس سے انسان بالکل اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے اور اس کو آگے پیچھے کی کچھ خبر نہیں رہتی اور جس دل میں حرص و حسد پایا جاتا ہے۔ شیطان اس دل کو مضبوطی سے اپنے دام میں کر کے انسان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

زواہت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی تیار کر چکے اور طوفان سے بچنے کے لیے کشتی میں سوار ہو گئے تو شیطان بھی موجود تھا۔ حضرت نوح نے فرمایا تو کیوں آیا ہے۔ شیطان نے جواب دیا اس لیے کہ لوگ اصل میں تو میرے ہمراہ ہیں لیکن ظاہر میں یہ آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ حضرت نوح نے فرمایا مردود میری کشتی سے دور ہو جا۔ شیطان نے کہا کہ اس جہاں میں لوگ پانچ باتوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوتے ہیں۔ حضرت نوح پر فوراً وحی الہی آئی کہ شیطان سے دو باتیں معلوم کر لو۔ باقی تین باتوں سے تمہارا تعلق نہیں۔ شیطان نے کہا کہ ان میں سے ایک حرص ہے جس کی وجہ سے آدم جنت سے نکالے گئے نہ وہ

جنت میں ہمیشہ رہنے کی حرم کرتے (یعنی شجر ممنوعہ کا پھل نہ کھاتے) اور نہ جنت سے نکلتے۔ لیکن آدمؑ نے جنت کی حرم کی شجر ممنوعہ کا پھل کھایا اور جنت سے نکالے گئے۔ دوسرے حد ہے جس کی وجہ سے میں اللہ کے یہاں سے مروود و ملعون ہوا کیونکہ نہ میں آدمؑ سے حسد کرتا اور نہ راندہ درگاہ ہوتا۔

غضب اور شہوت:- غضب اور شہوت یہ دونوں چیزیں بھی انسان کو برباد و ہلاک کر دیتی ہیں۔ کیونکہ غصہ میں آدمی پاگل ہو جاتا ہے اور جوش غصہ کی وجہ سے اس کی عقل سلب ہو جاتی ہے اس لیے غصے کے وقت شیطان پورے زور شور سے انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ زیادہ کھانا:- زیادہ کھانا کھانے سے بھی شیطان کو اپنے مقصد میں کامیابی کا طاقت ور دروازہ مل جاتا ہے کیونکہ زیادہ کھانے سے شہوت پیدا ہوتی ہے اور جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو شیطان اس وقت پوری قوت سے حملہ کرتا ہے اور ایسے امور پر مجبور کر دیتا ہے جس سے گناہ عظیم سرزد ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ انسان بالکل برباد ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ بسیار خوری سے بچیں۔ علماء اور سلف صالحین نے بسیار خوری کے بہت سے نقصانات بیان کیے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) خدا کا خوف دل سے نکل جاتا ہے۔

(۲) مخلوق خدا پر رحم نہیں کھاتا کیونکہ وہ اپنی طرح دو سرور کو بھی حکم میر سمجھتا ہے۔

(۳) حکم میر ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی سستی اور کبھی گرانی ہوتی ہے جس سے عبادت اور ریاضت میں خلل آتا ہے۔

(۴) طرح طرح کے جسمانی امراض پیدا ہوتے ہیں۔

سامان عیش و عشرت:- جب کبھی شیطان کسی کے دل سے ذرا بھی سامان عیش و عشرت کی خواہش دیکھتا ہے تو فوراً حملہ آور ہوتا ہے۔ اس ذرا سی خواہش کو مزید بڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی یہ خواہش بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ صبح سے شام تک اسی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اس عیش و عشرت کے سامان کو حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ جب اس کا دل و دماغ مستقل اس جانب مرکوز رہے گا تو وہ آخرت و دین کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ سکے گا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمام عمر اسی پکڑ میں ضائع ہو جائے گی کہ آج فلاں عیش کا سامان میا ہونے کے ذرائع ہو جائیں اور کل فلاں عیش کا سامان آجائے۔ غرض شیطان ہر وہ حربہ استعمال کرتا ہے جس سے بنی آدم کو گمراہ کر سکے اور اسے عبادت و ریاضت سے دور رکھ سکے۔

خواہش منصب:- خواہش منصب یہ ایک ایسا چور دروازہ ہے جس کے ذریعہ شیطان انسان پر حاوی ہو جاتا ہے کہ جہاں کسی کے دل میں اس خواہش نے سر اٹھارا فوراً شیطان اس کے دروازے سے دل پر قابض ہوا اور پھر اس خواہش پر انسان کو اکسا اکسا کر شدید ترین فتنہ برپا کرتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی خواہش ہے کہ جہاں پر بڑے بڑے تعلق اور پرہیزگار ڈمکا جاتے ہیں۔ بھلا کون نہ چاہے گا کہ وہ فلاں ملک کا بادشاہ، صدر یا وزیر اعظم نہ بن جائے۔ اور جب یہ خواہش زور پکڑے گی اور شیطان اکسائے گا تو ساتھ ساتھ دل میں طرح طرح کے جھگڑے بھی سمجھائے گا کہ فلاں شخص کو اس طرح زیر کر د فلاں کو ایسے اس راہ سے ہٹاؤ اور فلاں کو فلاں سے لڑا کر فائدہ حاصل کرو۔ یعنی انسان کو تمام سیاسی جھگڑوں پر اکسائے گا اور کبھی کبھی یہ خواہش اتنی زبردست ہوتی ہے کہ منصبی افراد ہوس کا چور دروازہ کھول دیتے جس سے فائدہ اٹھا کر شیطان فوراً ایک ملک کو دوسرے ملک سے یا ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے جنگ و جدال پر آمادہ کر دیتا ہے جس کا بیانیہ انجام ہزاروں افراد کی موت پر ہوتا ہے اور تمام انسانی خون اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی جب تمام عمر خواہش منصب کی نذر ہو جائے گی تو ایک دن اس کو بھی موت آگھرے گی اور وہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہو گا کہ وہ اس کے پاس نہ کوئی صالح عمل ہو گا اور نہ نہ عبادت ہو گی۔

طلبِ زہ:- اور اگر کبھی شیطان کسی انسان کے دل میں مال و دولت کی خواہش دیکھتا ہے تو فوراً اپنی پوری قوت سے اس دروازہ سے گھس کر اس

فحص کے دل پر قبضہ کر لیتا ہے اور دن رات اس فحص کو مال و دولت حاصل کرنے پر اکساتا ہے۔ دولت ایک ایسا جال ہے جس میں پھنس کر انسان دنیا و مافیاسے بے خبر ہو جاتا ہے اور سوائے دولت اکٹھا کرنے کے اسے اور کچھ نہیں سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب جائز طریقوں سے انسانوں کو دولت نہیں حاصل ہوتی تو شیطان اس کو حرام طریقوں سے دولت حاصل کرنے کی ترکیبیں سمجھاتا ہے اور انسان حرام حلال کو بھول کر دولت کے لالچ میں پڑ جاتا ہے اور آخر کار بغیر کسی عمل صالح اور عبادت کے وہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور شیطان کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہوگی کہ وہ ایک فحص کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس کی تمام زندگی اس نے برباد کر دی۔ قارون جو کہ حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا، اس قدر دولت مند تھا کہ اس کے خزانے کی چابیاں چالیس اونٹوں پر سوار ہو کر جالیا کرتی تھیں۔ جس وقت حضرت موسیٰ نے اس کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو قارون نے بنی اسرائیل کے جلاء کو جمع کر کے کہا کہ لو اب تو موسیٰ تمہارے مال پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے اور تمہیں فقیر اور تنگ دست بنانا چاہتا ہے۔ بنی اسرائیل نے جواب دیا کہ تو ہمارا آقا ہے جیسا حکم ہو قبیل کے لئے حاضر ہیں، تو قارون نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت کو جو اہرات کا ایک طباق دے کر اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت موسیٰ پر زنا کا الزام لگائے۔ اگلے دن جب حضرت موسیٰ وعظ کے لئے تشریف لائے تو قارون نے حضرت موسیٰ کی کافی ہجو کی۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے دل میں پشیمانی ڈال دی اور وہ اپنے منصوبہ پر دل ہی دل میں نام ہو گئی تو اس نے وعظ کے درمیان ہی بلند آواز سے اس منصوبہ کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کہا کہ مجھے اس کام کے لئے قارون نے تیار کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ غصہ کی وجہ سے منبر سے اتر آئے اور آکر پہلے سجدہ شکر ادا کیا اور پھر قارون کے لئے بد و عافرائی تو قارون حضرت موسیٰ کی بد دعا کے سبب اپنے مال و اسباب کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔

وسوسہ اور الہام کا فرق :- انسان جو بھی نیک ہر عمل کرتا ہے تو اس کے واقع ہونے کی یہ صورت ہے کہ سب سے پہلے انسان کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد اس عمل کے لئے رغبت پیدا ہوتی ہے اور رغبت عزم اور نیت کو حرکت میں لاتی ہے اور پھر نیت اعضاء انسانی کو حرکت دے کر اس فعل کو وقوع پذیر کر دیتے ہیں۔ اس سے آپ دوسرے اور الہام میں فرق اس طرح کر سکتے ہیں کہ اگر دل میں اٹھنے والا خیال نیک عمل کے لئے ہے تو یہ الہام ہے اور اگر شر یا برائی کی طرف مائل ہے تو یہ دوسرے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شیطانی دوسرے سے کس طرح مداخلت کی جائے تو علماء نے اس کا سہل علاج یہ بتایا ہے کہ جب کوئی برا خیال دل میں پیدا ہو اور آپ سمجھ لیں کہ یہ شیطانی دوسرے ہے تو اپنے دل کو کسی دوسری طرف متوجہ کر لیں۔ لیکن بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے چمٹکارا پانے کے لئے جب کسی دوسری طرف دل کو متوجہ کرتے ہیں تو وہ کام بھی دوسرے سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے دوسرے سے چمٹکارہ حاصل کرنے کا دھار طریقہ دل کو عبادت کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ کیونکہ ذکر الہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ہوتے ہوئے شیطان اس بات پر قادر نہیں کہ وہ آپ کے دل کو ڈمگاسکے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی دفعیہ دوسرے کی یہی تدبیر بیان کی ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ۔

”خدا سے ڈرنے والے لوگوں کو اگر شیطان مس کر لیتا ہے تو وہ خدا کا ذکر کرتے ہیں صاحب بصیرت بن جاتے ہیں۔“

حضرت مجاہد علیہ الرحمۃ نے ”من شر الوسوس الخناس“ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ شیطان انسان کے دل کو چاروں طرف سے گھیرے رکھتا ہے لیکن جب انسان ذکر الہی میں لگ جاتا ہے تو وہ سکر کر دب جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ شیطان نماں اور قرأت قرآن میں دوسرے ڈالتا ہے اور مجھ میں اور میری نماز میں حائل ہو جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شیطان کو خرب کتے ہیں اور جب تم کو معلوم ہو تو اعود باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر اپنی بائیں طرف تین دفعہ تھوک دیا کرو۔ حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں نے

﴿آپ کی اس ہدایت پر عمل کیا تو واقعی فائدہ ہوا۔﴾

قیس بن حجاج بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے میرا شیطان کہنے لگا کہ آپ نے مجھ سے زیادہ لاغر بنا دیا حالانکہ میں جب آپ کے پاس آیا تو ایک توانا اونٹ کی طرح تھا۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ کہنے لگا جیسے جیسے آپ ذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں ویسے ویسے میں لاغر ہوتا جاتا ہوں۔“

بہر حال انسان کا دل خیالات کا مسکن ہے۔ اب اگر کوئی اچھا خیال جو نیکی کی طرف مائل کرے وہ یقیناً من جانب اللہ ہوتا ہے اور اگر برائی کی طرف مائل کرے تو شیطانی وسوسہ ہوتا ہے۔ لیکن ایک تیسری قسم خیالات کی بہت ہی خطرناک ہے جس کو عام طور پر اچھے اچھے لوگ بھی سمجھ نہیں پاتے اور شیطان اس کا فائدہ اٹھا کر فوراً گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ مثلاً شیطان کسی عالم اور بزرگ ہستی کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ لوگوں کی جہالت اور غفلت پر وعظ کریں اور پھر اس عالم کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ اگر نفیس کپڑے زیب تن کر کے اور ایک مخصوص انداز میں وعظ کریں تو اس کا لوگوں پر کافی اثر ہو گا۔ چنانچہ وہ عالم ایسا ہی کرتا ہے۔ چنانچہ دھیرے دھیرے یہ ان کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اور ان کو اپنی حکمرانی اور تعظیم کا شوق اور خدام و معتقدین کی کثرت اور اپنے علم و بزرگی پر غرور اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا مرض لگ جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ سوائے اس کے اور کیا ہو گا کہ اس عالم کی تمام محنت تکبر کی نذر ہو جائے گی۔ غرض یہ کہ وسوسہ کی یہ تیسری قسم اتنی خطرناک ہے کہ اس میں شیطان اچھے اچھے عالم اور بزرگ ہستیوں کو برباد کر دیتا ہے۔

شیطان کا وسوسہ کس قدر خطرناک ہوتا ہے اس کا اندازہ حدیث شریف میں مذکور بنی اسرائیل کے اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ شیطان نے بنی اسرائیل کی ایک لڑکی کا گلا دبا دیا۔ لڑکی کے والدین سخت پریشان ہوئے کہ کہاں اور کیسے علاج کرایا جائے؟ تو شیطان نے پھر ان کے دل میں بات ڈالی کہ فلاں راہب اس کا علاج کر سکتا ہے۔ چنانچہ لڑکی کے والدین لڑکی کو اس راہب کے پاس لے گئے اور راہب سے لڑکی کے علاج کے لیے کہا۔ اول تو راہب نے علاج کو منع کیا۔ مگر والدین نے جب کافی اصرار کیا تو اس نے لڑکی کو اپنے پاس رکھ لیا۔ کچھ دن بعد شیطان نے راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ وہ لڑکی سے مباشرت کرے۔ کیونکہ راہت ایک عرصہ سے مجرد تھا اس لیے فوراً راہب یہ بد فعلی کر بیٹھا جس سے وہ لڑکی حاملہ ہو گئی۔ اب تو راہب کو بڑی فکر ہوئی کہ کس طرح اس بدنامی سے بچا جائے تو فوراً شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اس لڑکی کو قتل کر دے اور اگر کوئی پوچھے آئے گا تو کہہ دینا مرغی۔

چنانچہ راہب نے بدنامی اور ہنگامہ سے بچنے کے لیے لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا۔ اب شیطان نے لڑکی کے والدین کو بتلایا کہ اس راہب نے لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا ہے۔ والدین نے راہب سے پوچھنا چاہی کہ تو وہ کوئی اطمینان بخش جواب نہ دے سکا۔ اس لیے والدین نے راہب کو لڑکی کے قصاص کے لیے پکڑ لیا۔ اب راہب بالکل پھنس چکا تھا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو فوراً شیطان نے راہب سے کہا کہ یہ تمام کام میرا کیا ہوا ہے۔ اب اگر تم میری بات مانو میں تجھے اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں۔ راہب نے کہا ٹھیک ہے جیسا کہ تم کو میں کروں گا۔ مجھے اس مصیبت سے جس طرح ممکن ہو سکے بچالے۔ شیطان نے کہا کہ اگر تو مجھے دو سجدے کرے تو تیری جان بچا دوں گا۔ راہب نے فوراً دو سجدے شیطان لعین کو کر دیئے۔ بس پھر کیا تھا فوراً شیطان نے اسے دھتکار دیا اور کہا کہ جا اپنا کام کر میں تیری فکر میں دو سال سے لگا ہوا تھا۔“

سوال اب یہ ہے کہ شیطان سے انسان خود کو کیسے بچائے؟ تو اس کی ترکیب ہم وسوسہ شیطان میں لکھ چکے ہیں کہ انسان ایسے موقعوں پر جب شیطانی خیالات آگھیریں ذکر ذالہٰی میں مشغول ہو جائے اور شیطان کے حملہ کرنے کے تمام دروازے بند کر دیئے جاہیں اور تمام برے خیالات اور مذموم صفات سے دل کو پاک کر دیا جائے۔ کیونکہ جب دل کے تمام دروازے بند ہوں گے اور دل تمام مذموم صفات سے پاک ہو گا تو پھر شیطان دل پر تسلط نہیں جماسکے گا کیونکہ ذکر الہی شیطان کو قریب آنے سے روکتا ہے اس لیے شیطان آپ کے سامنے سوائے ہیرا پھیری کے اور کچھ نہ کر سکے گا۔ دوسرے یہ کہ مذموم صفات کے دفعیہ کے بغیر یعنی اللہ کے ذکر سے شیطان دور تو ضرور ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان مستقل محفوظ نہیں ہو پاتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ذکر الہی دل کی گہرائیوں سے

۱۱۱ کیا جائے اور تقویٰ اور صفائی قلب سے آئینہ قلب کو بالکل صاف کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر ذکر الہی دل کی گہرائیوں اور دنیا کو بھلا کر نہ کیا جائے تو یہ ذکر الہی بھی اذ قبیل خطرہ ہوتا ہے اس لیے کہ دل پر اس کو پورا قابو نہیں ہوتا اس لیے وہ شیطان کو بھی دفع نہیں کر سکتا۔ اس لیے دفعیہ شیطان کے لیے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان قلب کی صفائی کرے اور وہ تمام راستہ بند کرے جس سے دل میں دنیا کی کسی بھی چیز کی خواہش نہ پیدا نہ ہو سکے اور ذکر الہی کو اپنے دل پر ایسے تسلط سے جمائے کہ شیطان کے لیے کوئی گوشہ خالی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف- الایہ میں ذکر الہی کو دفع شیطان صرف اہل تقویٰ کے لیے ہی فرمایا ہے کیونکہ جب انسان کے دل میں کوئی خواہش کوئی شیطانی غذا یا صفات ذمیمہ (حسد، حرص، طلب زر، طلب جاہ وغیرہ وغیرہ) نہ ہوں گی تو ایسی صورت میں شیطان ذکر الہی سے بھاگ جائے گا اور اس طرح ذکر الہی دل کے چاروں طرف پھیل کر اس کو ایسے محصور کر لے گا کہ پھر اس میں سے شیطان کا گزرناممکن ہو جائے گا۔

بہر حال جہاں شیطان کے دفع کے لیے لَا حَظَّ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اور اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ ہے وہاں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دعائیں اس کے دفعیہ کے لیے منقول ہیں۔ حضرت محمد بن واسع ہر دن فجر کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

”اللَّهُمَّ اَنْتَ سَاطِعُ عَلَيْنَا بَصِيرِ الْعَبِيرِ بِنَا بَانَا هُوَ وَ قَبِيلَهُ مِنْ حَيْثُ كَانَا اِهْمَهُ۔ اَللّٰهُمَّ فَالْبِسْهُ مَنَا كَمَا آيْتَهُ مِنْ رَحْمَتِكَ وَقَطِّعْهُ مَنَا كَمَا قَطَّعْتَهُ مِنْ عَفْوِكَ وَ بَاعِدْ بِنِيَادِ بَيْنِيهِ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ رَحْمَتِكَ اَنْتَ عَلَيَّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ایک دن شیطان حضرت محمد بن واسع کو مسجد کے باہر ملتا اور کہنے لگا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ حضرت واسع نے فرمایا نہیں میں نہیں جانتا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں ابلیس ہوں اور تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ یہ دعا جو آپ پڑھتے ہیں کسی اور کو نہ بتانا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی آپ سے مزاحمت نہ کروں گا۔ حضرت واسع نے فرمایا کہ میں کسی کو اس دعا کے پڑھنے سے نہیں روکوں گا جو تجھ سے ہو وہ کر لے۔

حضرت عبدالرحمن بن لیث سے روایت ہے کہ ایک ابلیس آنحضرت ﷺ کے سامنے نماز کی حالت میں آگ کی ایک مشعل لے کر کھڑا ہوا جیسا کہ تھا اور قرأت و استغفار سے بھی دفع نہ ہوا کرتا تھا۔ آپ کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ یہ دعا پڑھیں:

”اعوذ بكلمات الله التامات التي لا يجاوزهن بر ولا فاجر من شر ما يلج في الارض وما يخرج منها وما يسبح بها السموات وما يعرج بهنهم و من فتن الليل والنهار و من طوارق الليل والنهار الا طارق بطرق بخير يا رحمن۔“

حضور اکرم ﷺ نے اس دعا کو پڑھا تو اس ابلیس لعین کی شمع بجھ گئی اور وہ اٹلے منہ زمین پر گر پڑا۔

ملاحظہ:- لفظ سحر کے لغت میں اصل معنی امر مخفی اور پوشیدہ چیز کے ہیں اور عملی اصطلاح میں ایسے حیرت انگیز اور عجیب و غریب امور کا نام ہے جن کے وجود میں آنے کے اسباب پوشیدہ ہوں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لفظ سحر کے متعلق فرمایا ہے کہ:-

”لفظ سحر کے معنی شریعت میں ایسے امور کے لیے مخصوص ہے جن کا سبب پوشیدہ ہو اور وہ اصل حقیقت کے خلاف سمجھ میں آنے لگے۔“

حقیقت سحر:- تمام علماء اہل سنت و الجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سحر ایک حقیقت ہے اور اپنے اندر مضراثرات رکھتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے سحر میں اپنی قدرت کاملہ اور مصلحت سے ایسے مضراثرات رکھ دیئے ہیں۔ جیسے اودیہ زہر وغیرہ میں۔ بہر حال سحر ایک حقیقت ہے اور اس کے اثرات بھی بہت تیزی سے اثر کرتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ سحر ذات خود قدرت الہی سے بے نیاز ہو کر ہو موثر بالذات ہے اور اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے یا سوچتا ہے تو ایسا سمجھنا اور سوچنا کفر ہے۔

سحر کیا ہے؟:- اللہ جل شانہ کا واسطہ ترک کر کے پوشیدہ اسباب کے ذریعے عجیب و غریب امور پر قدرت حاصل کرنے کا نام سحر ہے۔ دنیا میں ۱۱۱

سحر کے بہت سے طریقے ہیں جن کے ذریعہ خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں اور ایسے امور ایک تو روحانیت سے متعلق ہیں۔ مثلاً جنات و شیاطین یا وہ ارواح جو جسم سے علیحدہ ہو چکی ہوں ان کو سحر کر کے مختلف کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے یا تاثیرات جسمانیہ ہیں جو اپنی ایک خاص ترکیب یا مختلف حالتوں کے اجتماع یا صورت نوعیہ کے خواص کی بنا پر ظاہر ہوتی ہیں بہر حال سحر کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن عام طور پر دنیا میں دو طرح کے طریقے ہیں:-

(۱) کلدانی اور (۲) دوسرا بابل

معجزہ اور سحر کے مابین فرق:- سحر اور معجزہ کے درمیان یہ فرق ہے کہ معجزہ براہ راست صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو کہ بغیر کسی اسباب کے ظہور میں آتا ہے اور اس کا کوئی اصول طریقہ یا وقت نہیں ہوتا اور نہ کسی فن کی طرح پڑھایا سکھایا جاتا ہے کہ نبی ہر وقت اس کو دکھانے کی صلاحیت رکھے۔ سوائے اس کے کہ ایک نبی کی صداقت کے لیے وجود پذیر ہوتا ہے اور نبی مخالفین کو بطور صداقت جب کبھی پیش کرنا چاہتا ہے تو پہلے خدا کی طرف رجوع (دعاء وغیرہ) کرتا ہے۔ تب خدا کی طرف سے نبی کو معجزہ دکھانے کی قوت عطا کی جاتی ہے جب کہ سحر اور جادو مستقل ایک فن ہے اور یہ فن باقاعدہ سکھایا اور بتلایا جاتا ہے اور جس کے جاننے والے اس کو مقررہ اصول و قوانین کی پابندی کو کام میں لا کر کسی بھی وقت کہیں بھی کر سکتا ہے اور یہ فن ایک انسان دوسرے انسان کو سکھلا سکتا ہے حالانکہ اس کے اسباب بھی پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن اس فن کے ماہر اس سے واقف ہوتے ہیں۔

سحر شریعت کی نظر میں:- فقہاء اسلام نے سحر کے بارے میں لکھا ہے کہ جن امور میں شیاطین ارواح خبیثہ اور اہل سے مدد لی جائے اور ان کو حاجت روا سمجھ کر معزوں وغیرہ سے ان کو سحر کر کے کام لیا جائے تو وہ شرک کے برابر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے اور اس کے علاوہ جن امور میں دوسرے طریقے استعمال کیے جائیں۔ اور ان سے دوسروں کو تکلیف اور نقصان پہنچے تو ان کا کرنے والا بھی گناہ کبیرہ کا اور امور حرام کا مرتکب ہو گا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:-

”ملک باتوں سے بچو یعنی شرک اور جادو سے۔“

فتح الباری میں علامہ عسقلانی نے لکھا ہے کہ:-

”علامہ نووی فرماتے ہیں کہ سحر حرام ہے اور اتفاق رائے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کو سات ملک چیزوں میں شمار کیا ہے۔“

اور بعض صورتیں سحر کی کفر ہیں اور بعض صورتیں کفر تو نہیں ہیں مگر سخت گناہ ہیں۔ پس اگر سحر کا کوئی منتر یا عمل کفر کا مقتضی ہے تو وہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ پھر حال سحر کا سیکھنا سکھانا قطعاً حرام ہے۔“

بہت سی معتبر تواریخ میں لکھا ہے کہ نمرود کے زمانے میں حکمائے بابل نے چھ ایسے حیرت انگیز اور عجیب طلسم بنائے تھے کہ بعض اور ذہن کی رسائی ان تک دشوار تھی۔ وہ چھ طلسم یہ تھے۔

(۱) کلدانیوں نے تانبہ کی ایک بلخ بنائی تھی جس کی خاصیت یہ تھی کہ جب کوئی چور یا جاسوس شہر میں داخل ہو تا تو وہ خود بخود بولنے لگتی جس سے شہر کے مہمبان سمجھ جاتے کہ شہر میں کوئی چور یا جاسوس کس گیا ہے اور وہ تلاش و جستجو کے بعد اس کو پکڑ لیتے تھے۔

(۲) گمشدہ چیزوں کے لیے ایک نقارہ بنایا تھا جب کبھی کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی تو وہ اس نقارہ پر چوت مارتا تو یہ نقارہ اس کو اس کی گمشدہ چیز کے بارے میں بتا دیتا کہ جاؤ فلاں جگہ ہے یا فلاں کے پاس ہے۔

(۳) ایک ایسا عجیب و غریب حوض بنایا تھا جس میں مختلف قسم کے شہرت ڈالے جاتے تھے لیکن جو شہرت جس کو درکار ہوتا تھا وہ اس حوض سے نکلتی

حاصل کر لیتا تھا حالانکہ تمام مشروبات ایک ساتھ ڈالتے تھے۔ یہ حوض جشن وغیرہ کے موقعوں پر استعمال میں لایا جاتا۔

(۴) ایک آئینہ ایسا بنایا جو کہ غائب کا حال بتاتا تھا کہ وہ کہاں اور کس جگہ یا کس حال میں ہے۔

(۵) نمرود کے محل کے باہر ایک ایسا بیڑ لگایا جس کا سایہ لوگوں کی تعداد کے مطابق گھٹتا بڑھتا رہتا تھا۔ یعنی اگر آدمی زیادہ ہو گئے تو پھیل کر سب پر سایہ کر لیتا تھا اور جب آدمی کم ہو جاتے تھے تو سکڑ کر بقدر ضرورت ہو جاتا تھا۔

(۶) ایک ایسا تالاب بنایا جو کہ ایک چیز کے دو دعویدار ہونے پر ان کے مابین فیصلہ کرتا تھا یعنی اگر کسی ایک چیز کے دو دعوے دار ہوتے تو وہ دونوں اس تالاب پر اتر جائے جو حق دار ہو تاپانی اس کی ناف تک آتا اور جو جھوٹا ہو تا وہ اس میں ڈوب کر مر جاتا۔

سحر اور اس کا علاج:- اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے نفرت کرتا ہے تو مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر عورت کے گلہ میں ڈال دیں۔

کلمات یہ ہے:-

فلما رأینہ اکبر نہ الی قولہ کریم اور فلما انفوا قال موسیٰ ما جنتم بہ السحر الی قولہ تعالیٰ المجرمون۔ لیکن یہ حمل طالع حمل میں ہونا چاہیے۔ لکھنے کے بعد اگر بتی سے دھوئی دے کر اس عورت کے گلے میں ڈال دیں۔

اگر بیوی کی نفرتیں شوہر کرتا یا خنزیر نظر آتا ہو اور وہ اس سے شدید نفرت کرتی ہو تو سات کھجور یا انجیر پر اسماء قمر لکھ کر بیوی کو کھلائیں اور اس کے گلہ میں سورہ یوسف زعفران عرق گلاب سے لکھ کر ڈال دیں۔

اگر عورت شادی کی خواہش مند ہو تو ایک کانڈ پر سورہ الم نشرح سات مرتبہ لکھ کر ذیناک لاناظرین سات مرتبہ لکھیں اور اس کے بعد آیت بطلان سحر قال موسیٰ ما جنتم بہ السحر مبطلون تک لکھ کر یہ عزیمت اس کے نیچے لکھیں۔

اور اس عورت کے سر پر او من کان میتا فاحیننا سات مرتبہ پڑھیں۔

جس کنواری لڑکی کا کہیں سے رشتہ نہ آتا ہو تو اس کے لیے پوری سورہ رومن جمع یا پیر کے دن ایک کانڈ پر لکھیں اور اس کے نیچے لڑکی کا نام سعد والدہ کے نام کے لکھ کر یہ عبارت لکھ دیں۔

یا جماعۃ الرجال سلبت عقلکم کتسلب و القیت علیکم محبة و عطا و حنانا و تخیلا و عشقا و تخلیا و عشقا و تخیلا لا

طاقة لکم بالجلوس و لا للعود حتی یتزو جها احد منکم و اطلت تعطیلها و لان یتزو یجها یا ہلعانیہ حرکو الارواح الروحانیة

الساکنة فی قلوب الاجنین فینظر والی فلانة فیصر نہا فی اعینہم کالشمس المنيرة او کنظر زلیخا یوسف علیہ السلام۔

یہ عبارت سات مرتبہ لکھی جائے اور اس کے بعد آیت بطلان السحر قال موسیٰ ما جنتم بہ الحسر آخر تک لکھ کر ساعت عطار میں لکھ کر غسل کے پانی میں ڈال دیں۔ ان شاء اللہ ایک ہفتے کے اندر اندر شادی ہو جائے گی۔

اگر کوئی مرد اپنے گھر والوں سے نفرت کرتا ہو اور ان سے بھاگتا ہو تو عسی اللہ ان یجعل بینکم رحیم تک اور آیت بطلان السحر (جو اوپر بتلا چکے ہیں) سات مرتبہ کسی برتن پر لکھیں اور اسے بارش پانی سے دھو کر وہ پانی مرد کو پلائیں۔

اگر کسی عورت کا حمل ساقط ہو جاتا ہو تو سورہ واقعہ ایک کانڈ پر لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں اتنے لمبے دھاگے کے ساتھ ڈالیں کہ وہ تعویذ رحم پر پڑا رہے اور اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام اور آیت بطلان سحر کسی برتن پر لکھ کر پانی سے دھو کر عورت کو آفتاب طلوع ہونے کے وقت سات دن تک پلائیں اور اس کے سر پر آیت

بطلان سحر ستر مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

اور جس عورت کے صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تو سورہ نجم کسی برتن پر لکھ کر پانی سے دھو کر اس پانی سے بدھ کے دن غسل کرائیں اور اس کے سر پر

پوری سورہ انبیاء اور آیت بطلان سحر اور اسماء قمر سات مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔



اور اگر دہن دو لہا سے نفرت کرتی ہو تو ایک کانڈ پر سورہ یوسف لکھیں اور آیت فلما راہنہ اکبر نہ کو سات مرتبہ لکھیں اور اس کتابت کو اس کے سر پر ماریں اور اس کے بعد کسی چیز پر من کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تلکون تک لکھ کر کھلائیں۔

اگر کوئی عورت بہتری سے نفرت کرتی ہو تو امراۃ نوح و امراۃ لوط کانتنا تحت عبدین من عبادنا صالحین۔ ستر مرتبہ لکھ کر پانی سے دھو کر اس پانی کو شمد سے میٹھا کر کے سات دن تک پلائیں۔

محرود جادو کے لیے مندرجہ ذیل عمل ایکس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے محروالے مریض کو پلائیں۔

بسم اللہ لرحمن الرحیم۔ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم یمری بجزری کواڑ باندھنوں رسوب روار بجزری آئے بجزری جا نے سب جگہ سما نے، تونہ جادو سب دور ہو جا نے جرتونہ جادو پھر کو آئے الٹ پلٹ وہاں کا وہاں پڑ جا نے۔ جو جو کرے سو سو مرے بحق الا الہ اللہ محمد رسول اللہ و تنزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنین و لا یزید الظالمین الاحسار۔

نقش سورہ ناس اور سورہ قلقل ان دونوں نقش کو زعفران سے لکھ کر اور عطر میں بسا کر محرزہ کے بازو پر باندھیں۔

۲۱۵۸	۲۱۴۱	۲۱۶۳	۲۱۵۰
۲۱۶۳	۲۱۵۱	۲۱۵۷	۲۱۶۲
۲۱۶۰	۲۱۶۶	۲۱۵۹	۲۱۵۶

(نقش سورہ قلقل)

۱۳۲۳	۱۳۲۷	۱۳۳۰	۱۳۱۶
۱۳۲۹	۱۳۱۷	۱۳۲۲	۱۳۲۸
۱۳۱۸	۱۳۳۲	۱۳۲۵	۱۳۲۱
۱۳۲۶	۱۳۲۰	۱۳۱۹	۱۳۳۱

(نقش سورہ ناس)

سورہ قلقل اور سورہ ناس گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر کڑوے تیل پر دم کر کے محروالے مریض کی آنکھ، ناک، کان اور میسوں ناخنوں پر ملیں۔ ہر قسم کے محرکے کے لیے مندرجہ ذیل اسم اعظم مع نقش کے زعفران سے چینی کی ٹھٹھری پر لکھ کر ۴۰ دن تک دھو کر پلائیں۔

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

یا حی حین لاسی لی دیمومۃ ملکہ و بہائو یا حی یا حفیظ یا حقیب یا وکیل۔

بعد نماز فجر دو تاج گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کے چہرے پر چھینے ماریں اور یہی پانی اس کو پلائیں۔

(اوپر بیان کیے گئے تمام عملیات مجرب اور تجربہ شدہ ہیں جو صاحب ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل شرطوں کے پابند ہوں)

(۱) اتباع شریعت۔ (۲) اکل حلال۔ (۳) صدق مقال۔

حدیث شریف میں جن کا ذکر۔

طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ثعلبہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:-

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جن کے پر ہوتے ہیں اور وہ اس کے سارے اڑتے ہیں۔ دوسرے سانپ کی قسم ہے اور تیسرے ادھر ادھر پھرتے ہیں (یعنی کوچ کرتے ہیں)۔

ابن درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ:-

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جن کی تین قسمیں پیدا کی ہیں۔ ایک قسم سانپ، بچھو اور حشرات الارض کی شکل میں دوسری ہوا کی طرح جو فضا میں رہتے ہیں اور تیسری قسم انسانوں کی طرح ہے۔ یہ حساب کتاب کے بھی مکلف ہیں۔“

ان کا مفصل بیان باب الخاء میں خشاش کے بیان میں آئے گا۔

اور انسانوں کو بھی حق تعالیٰ نے تین قسم پر پیدا کیا۔ ایک قسم چوپائے کی طرح ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:- ان ہم الاکالا نعام بل ہم اضل سبیلا۔ وقال تعالیٰ لهم قلوب لا یفقہون بها ولهم اعین لا یبصرون بها ولهم اذان لا یسمعون بها اولئک کالانعام بل هم اضل اولئک هم الغافلون۔ ایک قسم وہ ہے جن کے اجسام انسانوں کی طرح ہیں اور ان کی روح شیطان کی طرح ہیں اور ایک قسم وہ ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سایہ میں ہوں گے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس طرح انسانوں کی جانب مبعوث کیے گئے ہیں۔ اسی طرح جنات کی جانب بھی بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ کلام ربانی اس پر شاہد ہیں:-

خداوند کریم کا ارشاد ہے:-

وَأَوْحِیَ إِلَیْ هَٰذَا الْقُرْآنَ لِأَنْذَرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ أَوْ مَنْ بَلَغَ جَنَاتٍ یَّحِی شَالٍ هِی۔ دوسری آیت شریف میں ارشاد ہوتا ہے:-

وَإِذَا صَرَفْنَا إِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ الْآیة۔

وَقَالَ تَعَالَىٰ تَبَارَكَ الَّذِی نَزَّلَ الْقُرْآنَ عَلٰی عَبْدِهِ لَیَكُونَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ وقال عز وجل۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَقَالَ تَعَالَىٰ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ۝

جو ہری کہتے ہیں کہ جن دانس کے لیے ناس بھی آتا ہے۔ ایک جگہ حق تعالیٰ نے جن دانس کو خطاب کرتے ہوئے ثقلان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ سَنَفَعُ لَكُمْ اَیُّهَا الثَّقَلَانِ فَبَآیَ الْآءِ رَبِّكُمَا تَكْذِبَانِ جن دانس کو ثقلان اس وجہ سے کہتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے بوجھل ہیں۔ وقال تعالیٰ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے۔

جنات میں بھی ایک جماعت مقربین بارگاہ اور نیک لوگوں کی ہوگی جو جنت میں جائے گی۔ جس طریقہ سے انسانوں میں ایسی جماعتیں ہیں (مطلب اس کا یہ ہے) جس طریقہ سے انسانوں میں دو گروہ مومنین و قانتین اور کفار و مشرکین ہیں) اس طریقہ سے جنات میں دو گروہ ہیں ایک مومنین کا دوسرا مشرکین کا۔ انسانوں میں بھی مومن نیکوکار جنت میں جائیں گے اور اپنے اعمال صالحہ کا بدلہ پائیں گے۔ جنات میں مومنین کا طبقہ بھی جنت میں جائے گا۔

گروہ جنات میں مومنین کا طبقہ جنت میں جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مومنین کا طبقہ جنت میں بھی جائے گا اور انسانوں کی طرح ثواب پائے گا لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام لیثؒ یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ ان کی جنت تو صرف یہ ہے کہ نار جنم سے محفوظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:- **وَيُجْزٰىكُمْ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ وَقَالَ تَعَالٰی فَمَنْ يُّؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا**۔ جمہور علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ مومنین کو عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔ رہی یہ بات کہ جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن حکیم میں وضاحت ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے ثواب کو ان پر مخفی رکھا ہو۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں جنات جنت میں داخل ہونے کے بعد انسانوں کے ساتھ نہیں رہیں گے بلکہ ایک گوشہ جنت میں رہیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مخلوق کی چار قسمیں ہیں۔ ایک مخلوق وہ ہے کہ جو تمام جنت میں جائے گی یعنی ملائکہ۔ دوسرے وہ مخلوق ہے جو تمام جنم میں جائے گی یعنی شیاطین۔ اور ایک مخلوق ایسی ہے جس کے بعض افراد جنتی ہیں بعض جنمی، یعنی انسان اور جن، نیز ملائکہ جن و انسان کی طرح جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہو گے۔

حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں:-

”آپ ﷺ سے مومن جنات کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا جنت میں داخل تو ہوں گے مگر انسانوں کی طرح جنت کی نعمتوں سے محفوظ نہیں ہوں گے بلکہ تسبیح و تقدیس ہی میں ان کو لطف اور لذت محسوس ہوگی۔“

آپؐ کی بعثت کے عموماً پر بہت سی احادیث ہیں۔ مثلاً امام مسلم حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:-

”نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے جامع ترین کلام عطا کیا گیا ہے اور تمام لوگوں کی جانب مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ ہے کہ میں ہر کالے اور گورے کی جانب مبعوث کیا گیا ہوں۔

علامہ محمد ابن ظفر کی کتاب ”خیر البشر بخیر البشر“ میں ابن مسعودؓ کی یہ حدیث مذکور ہے:-

”راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا جو شخص تم میں سے لیلۃ الجن میں میرے ہمراہ چلنا چاہے وہ چلے۔ میں آپ ﷺ کے ہمراہ چل دیا کہ ہم مکہ میں ایک بلند مقام پر پہنچے۔ وہاں پر آپ ﷺ نے میرے لیے خط کھینچ کر ایک دائرہ بنا دیا۔ پھر آپؐ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر آپ قرآن کریم کی تلاوت فرمانے لگے اور آپ کے پاس ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ اور آپ ﷺ اور میرے درمیان وہ آڑ بن گئے حتیٰ کہ آپؐ کی آواز بھی بند ہو گئی۔ پھر وہ منتشر ہو کر چلنے لگے۔ جس طرح بادل چلتے وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ سب کے چلے جانے کے بعد صرف ایک جماعت باقی رہ گئی۔ پھر آنجناب ﷺ تشریف لائے اور فرمایا جماعت کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں جگہ ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہڈی اور لید لاؤ۔ آپؐ نے ان کو ہڈی اور لید دے کر ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ہڈی اور لید سے استنجانہ کرے۔

اسی کتاب میں حضرت بلال ابن حث سے یہ روایت منقول ہے کہ:-

”ماوی کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شام کے وقت ایک منزل پر ٹھہرے۔ میں نے آپ ﷺ کے

قریب پہنچ کر ایک شور اور جھگڑے کی آواز سنی ایسی آواز اس سے قبل میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لے آئے اور تبسم فرماتے ہوئے بولے۔ مسلمان جن اور مشرکین جن میرے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے تھے اور اپنے مسکن کے بارے میں فیصلہ چاہتے تھے۔ میں نے مسلم جنات کو جس میں اور مشرکین جنات کو غور میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔"

جلس بلند اور اچھے مقام کو کہتے ہیں اور غور پست اور بیکار زمین کو کہتے ہیں۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذیل کی حدیث بھی مذکور ہے:-

"آنحضور ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ نامی بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شیاطین آسمان پر پہنچ کر خبریں لائیں کہ جماعت میں پہنچے تو ان سے ان کے ساتھیوں نے پوچھا کہ آپ آسمانی خبریں کیوں نہیں لاتے بولے کہ مضبوط رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں اور ہم پر شدید انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عظیم واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ یہ سراغ لگانے کے لیے نکلے تو رسول اکرم ﷺ کی پارٹی سے ان کی ٹڈ بھیز ہو گئی۔ اس وقت آنحضور صبح کی نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے اس عجیب و غریب کلام کو سن کر یقین کر لیا کہ یہی کلام ہمارے اور آسمان کے درمیان حائل ہو گیا ہے اور اپنی قوم کو آکر بتایا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں۔ آنحضور ﷺ کا جنات سے یہ پہلا سابقہ تھا۔ اس سے پہلے آپ نے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بس بطور وحی کچھ چیزیں جنات کے بارے میں آپ تک پہنچائی گئی تھیں۔"

صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے:-

"بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ رات میں ہم نے آپ ﷺ کو غائب پایا تو ہم نے تمام وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کرنے کے باوجود نہ پا کر یوں سوچنے لگے کہ آپ ﷺ غائب ہو گئے یا کہیں رحلت کر گئے۔ ہم تمام رات انتہائی پریشان رہے۔ صبح کے وقت اچانک آپ تشریف لائے حراء کی جانب سے۔ ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم نے رات آپ کو غائب پایا اور تلاش کے باوجود بھی آپ نہیں ملے جس کی وجہ سے ہم رات بھر نہایت پریشان رہے۔ ارشاد ہوا مجھے جن بلانے آیا تھا میں نے اس کے ساتھ جا کر ان کو قرآن کریم سنایا تھا۔ اس کے بعد آپ ہمیں لے کر چلے اور آپ نے ان کے نشان وغیرہ ہم کو دکھائے۔ اسی رات میں جنات نے آپ ﷺ سے اپنی غذا کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ جس ہڈی پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ ہڈی استعمال کرو وہ تمہارے لیے گوشت سے بہتر ہے۔ اور بیٹنگیاں تمہارے چوپاؤں کے واسطے چارہ ہیں۔ پھر آپ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ ان چیزوں سے استنجاست کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی غذا ہے۔"

طبرانی نے بسند حسن حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے:-

"راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک روز ہمیں مسجد نبوی میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ رات کو وفد جن سے ملاقات کے لیے میرے ہمراہ کون چلے گا؟ سب لوگ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے یہی کلمات تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لے کر چل دیئے اور میں

آپ ﷺ کے ہمراہ چلنے لگایاں تک کہ ہم مدینہ کے تمام پہاڑوں سے دور نکل گئے اور ایک چٹیل اور کشادہ میدان میں پہنچ گئے تو اچانک مجھے نیزوں کے مانند لمبے لمبے لوگ نظر آئے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھ پر سخت کچکی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ کپکپاہٹ کے باعث میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ پھر جب ہم ان کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک کے انگوٹھے سے میرے واسطے خط کھینچ کر ایک دائرہ بنا کر مجھے اس میں بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اس میں بیٹھنے کے بعد جتنی چیزیں مجھے نظر آ رہی تھیں سب آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں اور آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے اور ان کے پاس جا کر آپ ﷺ نے باوازی بلند قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی۔ اس کے بعد آپ تشریف لائے اور مجھے لے کر روانہ ہو گئے اور فرمایا کہ مجھ سے قریب ہو کر چلو۔ میں آپ کے ہمراہ چلنے لگا تو تھوڑی دور چلنے کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ذرا غور سے دیکھئے کیا ان میں سے کچھ نظر آ رہا ہے؟ میں متوجہ ہوا اور دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو بہت بڑی جماعت نظر آ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے سر مبارک کا رخ زمین کی جانب فرمایا تو آپ کو ہڈی اور لید نظر آ رہی ہے۔ آپ نے وہ دونوں چیزیں ان کو ان کی جانب پھینک کر مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ یہ جنت کا وفد کھڑا ہوا ہے اور مجھ سے اپنی غذا کے متعلق معلومات کر رہے ہیں۔ لہذا میں نے ہڈی اور لید کو ان کی غذا قرار دے دیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کی روشنی میں ہڈی اور لید سے استنجا کرنا ناجائز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:-

”محمد عربی ﷺ نے ایک رات مجھے اپنے ساتھ چلنے کا حکم فرمایا کہ چند رہ افراد پر مشتمل ایک پارٹی جو جنت ہوں گے۔ آج شب مجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔ مجھے ان پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا یا کلام ربانی پیش کرنا ہے۔ عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ اس مقام کی جانب چل دیا جہاں آپ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے ایک خط کھینچ کر مجھے اس میں بٹھادیا اور فرمایا کہ اس سے باہر نہ نکلنا۔ میں رات بھرا سی میں رہا۔ آپ ﷺ صبح کے وقت دست مبارک میں ہڈی لید وغیرہ لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ جب تم استنجا کیا کرو تو ان چیزوں میں سے کسی بھی چیز سے استنجا مت کیا کرو۔ جب دن نکل گیا تو میں نے سوچا کہ مجھے بھی دیکھنا چاہیے کہ جہاں نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے۔ چنانچہ میں نے وہ مقام جا کر دیکھا تو اتنی بڑی جگہ تھی جس میں ستراونٹ بیٹھ جائیں۔“

شافعی و بیہقی نے یہ روایت بیان کی کہ:-

”ایک انصاری عشاء کی نماز کے لیے گھر سے نکلے تو ان کو جن نے اغواء کر لیا اور کئی سال تک غائب رکھا۔ اسی دوران ان کی بیوی نے شادی کر لی۔ پھر وہ مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے جن پکڑ کر لے گئے تھے اور میں ایک زمانہ تک ان کے پاس رہا۔ اس کے بعد مومن جن نے جہاد کیا اور ان میں بہت سے حضرات کے ساتھ مجھے بھی قید کر لیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مسلمان محض ہے اس کو قید کرنا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اختیار دیا چاہے میں ان کے پاس قیام کروں یا اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جاؤں۔ میں نے گھر آنے کو اختیار کر لیا تو مجھے مدینہ لے آئے۔“

”حضرت عمرؓ نے ان کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو ان انصاری نے کہا کہ وہ لوبیا کھاتے ہیں اور وہ چیزیں جن میں خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے پینے کے بارے میں پوچھا تو بتایا تلچھٹ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ایک گھاس ہے جو کھائی جاتی اور یہ بھی کہا کہ جدف، ہر اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز کھانے پینے کی موجود ہو لیکن اسے ڈھکانہ گیا ہو۔

ما قبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ (جن و انس) کی جانب مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ جنات کی طرف بھیجے گئے ہیں تو شریعت مطہرہ کے جملہ احکام بھی جنات پر لازم ہوتے اور وہ ان احکام کو معلوم کرنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حالانکہ صرف دو مرتبہ مکہ میں آنا منقول ہے۔ جب کہ ان کے آنے کے بعد دین کے بہت سے احکام میں تغیر و تبدل ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کے عدم سے جنات کا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جنات کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ کا کلام سماعت کرنا اس طرح بھی ممکن ہے کہ صحابہ کرام ان کو نہ دیکھ سکیں اور حضور اکرم ﷺ ان کو دیکھتے ہوں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے جن کے سلسلہ میں کلام پاک میں فرمایا ہے کہ جنات تم کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی مخصوص طاقت کے ذریعے دیکھ لیتے ہوں۔ جن سے صحابہ کرام کو نہیں نوازا گیا ہو۔

علاوہ ازیں بعض صحابہ نے بھی جنات کو دیکھا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس جن شیطان کو دیکھا جو زکوٰۃ چرانے آیا تھا۔ یہ روایت بخاری شریف میں منقول ہے۔

بخاری و مسلم و نسائی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ:-

”ایک سرکش جن نے گذشتہ شب میری نماز میں گڑبڑ ڈالنے کی کوشش کی۔ میں نے اسے دبوچ لیا اور چاہتا تھا کہ ستون سے اسے باندھ دوں لیکن مجھے حضرت سلیمان پیغمبر کی دعایاد آگئی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ مجھے ایسی ایک وسیع حکمرانی عطا فرما جو کسی کو میرے بعد میسر نہ ہو۔“

”آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں جن رہتے ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے ہیں:-

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

”جن و انس میں سے اگر کوئی موزن کی آواز سنے گا تو وہ اس کے لیے قیامت میں گواہی دیں گے۔“

امام مسلم نے سالم ابن عبد اللہ ابن جعدہ کی حدیث نقل کی ہے (صحاح ستہ میں اس کے علاوہ ان سے اور کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔)

”عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ شیطان نہ لگا ہوا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی، مگر حق تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے محفوظ رکھا اور وہ مجھے خیر کے علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دے سکتا۔“

حدیث شریف میں جو فَاَسَلَمَ آیا ہے میم پر ضمہ و فتح دونوں پڑھے گئے ہیں۔ خطابی نے رفع کو صحیح قرار دیا ہے اور قاضی

عیاض اور نووی نے فتح کو ترجیح دی ہے۔ قاضی صاحب کا مسلک ہی پسندیدہ ہے۔ محققین علماء کا اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ شیطان کے مکرو فریب سے محفوظ ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث کا مطلب لوگوں کو نفس کے فتنہ اور وسوسہ اور اس کے گمراہی کی طرف لے جانے سے تنبیہ مقصود ہے۔ نیز اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تمام پیغمبر علیہم السلام کبار سے محفوظ ہیں۔ لیکن صفار کے بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ البتہ صحیح مسلک یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام صفار و کبار دونوں سے مبرا ہیں۔

وجود جن اور شیطان کے متعلق بے شمار احادیث موجود ہیں۔ نیز اہل عرب کے اشعار اور واقعات سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ لہذا اس سلسلے میں گفتگو کرنا بدیہی چیز سے روگردانی کے مترادف ہے۔

پھر دوسری بات یہ کہ عقل سلیم کے منافی نہیں ہے اور شعور و احساس کے عین مطابق ہے۔ لہذا یہ شریعت محمدی کے مکلف ہیں۔

حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دست مبارک پر بیعت کر لی تو یہ دل برداشتہ ہو کر شام کی جانب کوچ کر گئے اور حوران میں جا کر مقیم ہو گئے۔ ۵۱ھ میں حوران میں غسل خانہ میں انتقال کر گئے۔ اہل شہر کو ان کے انتقال کی اطلاع جب ملی جب لوگوں نے ایک کنوئیں میں یہ آواز سنی۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ترجمہ: ہم نے خزرج قبیلہ کے سردار سعد ابن عبادہ کو مار ڈالا۔

فرمیناہ بسہمیہ ن ولم نخط فوادہ ترجمہ: اور ان پر دور سے تیر چلائے جو ٹھیک ان کے دل پر لگے اور نشانہ خطانہ گیا۔

اشعار کو سننے کے بعد لوگوں نے تحقیق کی۔ واقعی اس روز ان کا انتقال ہوا تھا۔ لیکن صحیح مسلم شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔

حافظ فتح الدین ابن سید الناس کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ شہداء بدر میں سے نہیں تھے۔ طبرانی نے بھی محمد ابن سیرین اور قتادہؓ سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔

حجاج ابن علاط سلمی سے یہ واقعہ منقول ہے (یہ نصر ابن حجاج کا والد ہے) کہ:-

”چند سواروں کے ہمراہ مکہ کے ارادہ سے نکلے اور راستہ میں ایک غیر مانوس اور ہیبت ناک مقام پر رات ہو گئی۔ اہل قافلہ نے کہا کہ ہمیں پر قیام کر لیجئے اور اپنے اور ساتھیوں کے لیے امان طلب کر لیجئے۔ ساتھیوں کے مشورہ کے مطابق وہ پورے قافلے کے ارد گرد گھومنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔“

أَعِيذُ نَفْسِي وَ أَعِيذُ صَاحِبِي مِنْ كُلِّ جَنِي بِهِذَا لَتَقُبِ حَتَّى أَعُوذَ سَالِمًا وَ رَكْبِي

ترجمہ: میں خود کے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے ان جنات سے پناہ مانگتا ہوں جو اس وادی میں ہیں تاکہ میں اور میرے ساتھی ملامت گزر جائیں۔“

اچانک انہوں نے یہ آیت کریمہ سنی۔ **يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّ اسْتِظْفَعْتُمْ أَنْ تَتَّقُلُوا مِنْ أَفْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**۔

الایۃ۔

مکہ پہنچ کر انہوں نے کفار قریش کو اس کی اطلاع دی۔ کفار کہنے لگے۔ ابو کلاب معلوم ہوتا ہے تو نے مذہب تبدیل کر دیا ہے کیونکہ جو تو تیار رہا ہے اس کے بارے میں محمدؐ یہ کہتا ہے کہ یہ آیت محمدؐ پر نازل کی گئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ واللہ میں نے ان تمام ساتھیوں سے سنا ہے۔ اس کے بعد وہ مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔

ابن سعد اور طبرانی اور حافظ ابو موسیٰ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں عمرو بن جابر نامی ایک جن تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے قول کی دلیل میں صفوان ابن معطل السلی کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ شام کی جانب جا رہے تھے۔ اچانک انہیں ایک ترپا ہوا سانپ نظر آیا جو فوراً ہی مر گیا۔ لہذا ایک شخص نے ایک کپڑا لے کر اس میں اس مردہ سانپ کو لپیٹا اور زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ مکہ پہنچ کر مسجد حرام میں یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک ان کے پاس ایک شخص آیا اور معلوم کیا کہ عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا ہے؟ کہا ہمیں تو معلوم نہیں۔ پھر اس نے سوال کیا کہ سانپ کو کس نے دفن کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ان صاحب نے۔ اس پر اس اجنبی شخص نے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے عرض کیا کہ عمرو بن جابر ان نو جنات میں سے آخری شخص تھے جنہوں نے آنحضورؐ سے قرآن کریم سنا تھا۔ اس واقعہ کو حاکم نے بھی مستدرک میں صفوان کے حالات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

ابن ابی الدنیاء نے بیان کیا ہے کہ ایک سانپ جو شدت پیاس کے باعث ترپ رہا تھا ایک تابعی کے خیمہ میں آیا۔ انہوں نے اس کو پانی پلایا۔ اس کے بعد وہ سانپ مر گیا۔ انہوں نے اس کو دفن کر دیا۔ رات میں کسی نے ان کے پاس آکر سلام کیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا کہ جس سانپ کو آپ نے دفن کیا ہے وہ ذلیلہ نامی ایک نیک اور صالح جن تھا۔

امیر المومنین عمرو بن عبدالعزیزؓ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے۔ انہیں ایک مردہ سانپ ملا۔ آپ نے اس کو کفنا کر دفن کر دیا۔ اچانک ایک آواز آئی کہ سرق تجھے یاد ہے کہ نبی کریم ﷺ تیرے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ایک جنگل میں تیری موت واقع ہوگی اور ایک صالح اور نیک آدمی تجھ کو دفن کرے گا۔ عمرو بن عبدالعزیز یہ سن کر بولے تم کون ہو؟ وہ بولا میں ان جنات میں سے ہوں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم سنا تھا۔ اپنے ساتھیوں میں سے صرف ہم دو زندہ تھے میں اور سرق اور یہ بھی مر گیا۔

کتاب ”خیر البشر لخیر البشر“ میں عبید کلاب نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ایک گروہ حج کے ارادے سے نکلا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہم نے راستہ میں سفید سانپوں کو مل کھاتے ہوئے دیکھا جس سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو چلنے کا حکم دیا اور اپنے بارے میں خیال کیا جب تک یہاں سے نہیں جاؤں گا کہ جب تک مجھ پر یہ راز منکشف نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر میں سانپ مر گیا اور میں نے راستہ سے علیحدہ ہو کر ایک طرف اس کو دفن دیا۔ عشاء کے وقت اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ اچانک چار عورتیں مغرب کی طرف سے آئیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ عمرو کو کس نے دفن کیا؟ میں نے کہا کہ کون عمرو؟ اس نے کہا سانپ کو کس نے دفن کیا؟ میں نے اس عورت سے کہا کہ میں نے دفن کیا ہے۔

عورت بولی خدا کی قسم تم نے صائم و قائم بالایمان کو دفن کیا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان رکھتا تھا اور تمہارے نبی کریم ﷺ پر بھی یقین رکھتا تھا۔ جن کے بارے میں بعثت سے چار سو سال قبل آسمان پر سنا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور حج سے فراغت کے بعد اس واقعہ کو ہم نے حضرت سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا وہ عورت سچ کہتی تھی کہ میں نے یہ بات سرور کائنات ﷺ سے سنی تھی۔

اسی کتاب میں ابن عمرؓ سے یہ روایت منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے بارگاہ خلافت میں عرض کیا یا امیر المومنین! کیا میں آپ کو ایک عجیب و غریب واقعہ نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا ضرور سنائیے۔ اس نے کہا میں جنگل میں جا رہا تھا تو میں نے دو سانپوں کو باہم لڑتے ہوئے دیکھا۔ پہلے ایک دوسرے کی جانب بڑھے پھر علیحدہ ہو گئے۔ جب میں اس جگہ کے قریب پہنچا جہاں وہ آپس میں دست و گریباں تھے، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ سانپ ہیں ایسے جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ پتلا زرد رنگ کا تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ خوشبو میرے لیے بڑی کار آمد ہوگی اس میں سے کچھ اپنے عمامہ میں رکھ لی اور پھر سانپ کو دفن دیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کفن و دفن کے بعد چلنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ یہ دونوں سانپ جنت تھے۔ ان میں سے جو شہید ہوا یہ وہ جن ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے قرآن شریف سنا تھا۔

اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ فاطمہ بنت نعمانی نجاریہ کہتی ہیں ایک جن مجھ پر عاشق تھا۔ جب وہ میرے پاس آتا تو فوراً میرے پاس اندر گھر میں آ جاتا تھا۔ ایک دن وہ آکر دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا آج تم اندر کیوں نہیں آئے؟ اس نے جواب دیا کہ آج ایک پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں جو زنا کو حرام کہتے ہیں۔

روی البیہقی فی دلائلہ عن الحسن:-

”عمار ابن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے آن حضور ﷺ کے ساتھ انسانوں اور جنات دونوں سے جہاد کیا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جنات سے جہاد کب ہوا؟ تو بولے کہ آنحضور ﷺ نے مجھے ایک کنوئیں سے پانی لینے کے لیے بھیجا تھا۔ وہاں مجھے شیطان اپنی اصلی شکل میں نظر آیا وہ مجھ سے الجھ گیا تو میں نے اسے پچھاڑ دیا۔ میرے پاس ایک چھڑا تھا (یا غالباً بھتر کما) میں نے اس کو اس کی ناک ٹھونس دیا۔ میں ابھی واپس بھی نہ پہنچا تھا کہ آنحضور ﷺ نے ساتھیوں کو اس واقعہ کی اطلاع بھی دے دی۔ جب میں لوٹا تو احباب اس بارے میں مجھ سے پوچھنے لگے جس پر میں نے انہیں اس واقعہ کی تفصیل سنائی۔ اس کے بعد ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ عمار ابن یاسر ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جن کو شیطان کے تحفظ کی اطلاع آنحضور ﷺ سے پہنچی ہے۔“

بخاری کی حدیث میں بھی اسی مضمون کی جانب اشارہ ہے جو انہوں نے ابراہیم نخعی سے نقل کی ہے۔ علقمہ جس وقت ملک شام پہنچے تو انہوں نے مسجد میں جا کر اپنے لیے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھ کو بہترین و صالح ہم نشین عطا فرما چنانچہ انہیں ابو الدرداءؓ کی صحبت مل گئی۔ ابو الدرداءؓ نے ان سے پوچھا کہ کہاں رہتے ہو؟ جواب دیا کوفہ میں۔ ابو الدرداءؓ نے کہا کیا کوفہ میں وہ شخص نہیں ہے جس کے پاس ایسے راز ظاہر ہوئے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا یعنی حذیفہؓ! میں نے کہا جی ہاں۔ پھر انہوں نے سوال کیا کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جس کو حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے شیطان سے پناہ دی یعنی عمار بن یاسر۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔

بھر سوال کیا، کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جو سفر میں آپ کی مسواک اور نکیہ لے کر چلتے۔

کتاب رباعیات میں قاضی ابوالعلیٰ اور ابو بکر عبد اللہ بن حنی مصیعی سے نقل کیا۔

”راوی کا بیان ہے کہ میں طرطوس گیا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ یہاں کوئی عورت ہے جس کو نہوس کہا جاتا ہے جس نے ان جنات کو دیکھا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دند لے کر آئے تھے۔ میں یہ سن کر اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک عورت چپٹ لیٹی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا تو نے ان میں سے کسی جن کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں مجھ سے صحیح نے جس کا نام نبی کریم ﷺ نے عبد اللہ رکھا تھا، بیان کیا ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو پیدا فرمانے سے پہلے کس چیز پر مستوی تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نور کی ایک چمکتی و مکتی ہوئی مچھلی پر۔ عورت نے کہا کہ میں نے صحیح سے یہ بھی سنا ہے وہ کہتا تھا کہ آپ ﷺ یوں فرمایا کرتے تھے جس مریض کے پاس سورہ یسین شریف کی قرأت کی جائے اس کی روح بآسانی نکل جائے گی اور اس سے قبر کی سختی ہٹا لی جائے گی اور میدان محشر میں خوش رہے گا۔“

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ یہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے:-

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکہ کے جنگلات میں، اچانک ایک معرخص نمودار ہوئے جو اپنی لائھی کے سہارے چل رہے تھے، اسے دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بڑے میاں چال اور آواز سے جن معلوم ہوتے ہیں وہ فوراً بولاجی ہاں! اس کا جواب سماعت فرما کر آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا تم کون سے جن ہو؟ اس نے کہا میرا نام ہامہ ابن نیم ابن اقیس ابن ابلیس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے اور شیطان کے درمیان تو صرف دو پشتوں کا فاصلہ ہے۔ اس نے جواب دیا جی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تمہاری عمر کتنی ہے؟ جواب دیا دنیا کا اکثر زمانہ میں نے دیکھ لیا۔ جس رات قاتیل نے ہاتیل کو قتل کیا میری عمر چند سال کی تھی میں ٹیلے سے چھلانگ لگا رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا اور لوگوں کو بھڑکا رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو بہت برا عمل تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے پیارے نبی تجھ پر درود و سلام نازل ہو۔ غصہ نہ کیجئے کیونکہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور میں نے بھی ان کے دست مبارک پر اللہ سے توبہ کر لی تھی اور میں نے ان کو دعوت کے کام میں تعاون دیا تھا اور انہیں راضی کر لیا تھا۔ پھر وہ اتار دیا کہ اس کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ واللہ میں بہت شرمندہ ہوں اور اس بات سے کہ میں کافر رہوں۔ اللہ کی امان طلب کرتا ہوں اور میں نے حضرت ہود علیہ السلام سے ملاقات کر کے ان کے ہاتھ پر ایمان لایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی ہے اور جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا میں آپ کے ساتھ تھا اور حضرت یوسف علی بنینا و علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تھا میں آپ کے ساتھ تھا اور ان سے پہلے اس کنوئیں میں پہنچ گیا تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام سے بھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تو حضرت محمد ﷺ سے ملاقات کرے تو آپ کی خدمت بابرکات میں میرا سلام عرض کر دینا۔ لہذا میں ان کا پیغام آپ کو پہنچاتا ہوں اور آپ کے دست مبارک پر اللہ تعالیٰ کا ایمان لاتا ہوں۔

آپؐ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اللہ تجھ پر بھی اور عیسیٰ علیہ السلام پر سلامتی نازل کرے تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت موسیٰؑ نے مجھے تو رات سکھائی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل اور آپؐ مجھے قرآن کریم سکھا دیتے۔ آپؐ نے اس کو قرآن حکیم سکھادیا۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو قرآن کریم کی صرف دس سورتیں سکھائی تھیں اور آپؐ نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت تک بھی ہمیں اس کی اطلاع نہیں دی اور نہ ہم نے ان کو دیکھا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ زندہ ہے یا انتقال کر گیا۔

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے کوئی نئی بات سناؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گویا ہوئے کہ مجھ سے ابو خزیم بن قانک اسدی نے اپنا قصہ بیان کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک روز ان کا اونٹ غائب ہو گیا۔ لہذا وہ اس کی تلاش میں چلتے چلتے ابرق غراف میں پہنچ گئے (ابرق غراف ایک وادی کا نام جس میں جن رہا کرتے تھے)۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سواری کے پاؤں باندھ دیئے اور اس وادی کے ایک ٹیلے پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور یہ الفاظ کہتے لگے:

اعوذ بعظیم هذا المكان (میں اس کی عظیم شخصیت سے پناہ مانگتا ہوں) اچانک ایک آواز دینے والے نے ان کو آواز دے کر کہا

و يُعَذِّدُ عَذِّ بِاللّٰهِ ذِي الْجَلَالِ مُنْزِلُ الْحَرَامِ وَ الْحَلَالِ
ترجمہ:- جو حلال اور حرام کے بارے میں احکام نازل کرنے والا ہے۔“

و وَجَدَ اللّٰهَ وَ لَا تَبَالِ مَا هُوَ ذَا الْجَنِّي مِنَ الْاَهْوَالِ
ترجمہ:- خدائے واحد کی توحید کا اعلان کر اور پھر کسی طرح کا اندیشہ نہ کر جنات کے شرفتن سے بھی بے فکر ہو۔“

يَا أَيُّهَا الدَّاعِي فَمَا تَخَيَّلَ أَزُشِدُ عِنْدَكَ ام تَضَلُّيلَ
ترجمہ:- اے پکارنے والے تیرا کیا خیال ہے۔ کیا تیرے پاس دعوت خیر ہے یا تو شر کی جانب بلاتا ہے۔“

هَذَا رَسُولُ اللّٰهِ ذُو الْخَيْرَاتِ جَاءَ بِيَّاسِينَ وَ حَامِيَمَاتِ
ترجمہ:- یہ آنحضورؐ ہیں بھلائیوں والے جن پر مسین نازل ہوئی اور بہت سی سورتیں جن کے شروع میں حمد ہیں۔“

وَ سُورٌ بَعْدَ مُفْصَلَاتِ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَ النَّجَاةِ
ترجمہ:- اور لمبی اور مختصر دونوں قسم کی سورتیں یہ لوگوں کو جنت اور نجات کی جانب لاتے ہیں۔“

يَا مَرُ بِالصَّلٰوةِ وَ بِالصَّوْمِ وَ يُرْجِزُ النَّاسَ عَنِ الْهَنَاتِ
ترجمہ:- روزے اور نماز کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔“

کہتے ہیں کہ میں نے آواز دینے والے سے دریافت کیا تم کون ہو؟ جواب دیا میں مالک ابن مالک ہوں۔ مجھے نبی کریم ﷺ نے نجد کے جنات کے پاس بھیجا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر کوئی میرے اس اونٹ کا محافظ ہو تا تو میں آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو

کر اسلام سے سرفراز ہوتا۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ اگر آپ حلقہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان شاء اللہ میں تمہارے اونٹ کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی سواری کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا اور جمعہ کے روز وہاں پہنچ کر مسجد نبویؐ حاضر ہوا۔ دیکھا تو آپ ﷺ خطبہ دے رہے ہیں۔ میں نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر بٹھادیا اتنے میں آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو ابوذرؓ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ نبی ﷺ آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کے اسلام کی اطلاع آنحضور ﷺ کو مل چکی ہے۔ آپ مسجد میں آئیے اور لوگوں کے ہمراہ نماز ادا کر لیجئے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے غسل کیا اور مسجد میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ جس بوڑھے کو تم نے ان کا ضامن بنایا تھا کیا اس نے تمہارے گھر پہنچا دیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر فرمائے اور ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔ آپ کا ارشاد ہوا کہ ہاں اللہ اس پر رحم فرمائے۔ اور مسند الداری میں شعبی کہتے ہیں:-

”عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے جن سے ملاقات کی اور آپس میں دونوں کا ٹکراؤ ہو گیا صحابی نے جن کو بچھاڑ دیا۔ بس صحابی نے جن سے کہا تم تو بہت دبلے پتلے ہو۔ کیا سب جنات ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اس جن نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے آپ دوبارہ کشتی کر کے دیکھئے۔ اگر دوسری مرتبہ بھی آپ نے مجھے بچھاڑ دیا تو میں آپ کو نفع بخش بات بتاؤں گا۔ چنانچہ پھر وہ جن زیر ہو گیا تو جن نے کہا کہ شاید تم آیت الکرسی اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم پڑھ رہے تھے۔ اگر تم اس کو گھر میں پڑھو گے تو شیطان اس میں داخل نہیں ہو گا اور نکلے وقت اس کی آواز گدھے کی آواز ہو گی۔ پھر تمام رات وہ گھر میں نہ آ سکے گا۔“

داری کہتے ہیں کہ الضیل (باریک) اور الثغیت (دبلے) کو کہتے ہیں۔ ضلیع عمدہ پسلیوں والا ملاقات در اور حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ حج کے معنی گدھے کا گوز کرنا ہے۔

اس کا مفصل بیان باب الغین میں غول کے بیان میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ:- اگر کسی مقام پر چالیس مرد مجتمع ہو گئے چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے یا دونوں ہوں تو جمعہ کا انعقاد صحیح ہو گا۔

شیخ ابوالحسن محمد ابن حسین اپنی کتاب ”مناب شافعی“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعؓ نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے سنا کہ اگر کسی صاحب عدل و شہادت نے یہ کہا کہ میں نے جنات کو دیکھا ہے تو اس کی شہادت ناقابل اعتبار قرار دے دی جائے گی۔ حق تعالیٰ کے اس قول کی مخالفت کرنے کی بنا پر: اِنَّہٗ یُرَاکُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَہُمْ۔ صرف انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ ان کو اصلی حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔

دمیریؒ کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا قول ”محمول ہو گا۔ جنات کی اصل ہیئت دیکھنے پر یعنی اگر ان کو اصلی حالت میں دیکھنے کا دعویٰ کرے تو اس صورت میں اس کی شہادت ساقط قرار دی جائے گی۔ عام طور پر ان کو اصلی حالت میں نہیں دیکھ سکتے۔

علمی بحث

دمیری کہتے ہیں کہ تمام جنات ابلیس کی اولاد و ذریت ہیں۔ فرشتوں کی نسل و جنس میں سے نہیں ہیں کیونکہ فرشتوں میں رشتہ ازدواج قائم نہیں ہوتا اس لیے کہ ان میں مونث و مذکر نہیں ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جنات ایک جنس ہے اور ابلیس بھی اسی جنس میں سے ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابلیس و شیطان کی اولاد جنات ہیں۔ کیونکہ کلام پاک میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جنات میں سے جس نے بھی بافرمانی و رورگردانی کی اس کو شیطان کہا جائے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے شیطان کی نسل پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس پر نظر غضب ڈالی جس سے آگ کی چنگاریاں اڑنے لگیں تو ان چنگاریوں سے ابلیس کی زوجہ کو پیدا کیا۔

ابن خلکان اپنی کتاب ترجمۃ اشعی میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ شعبی ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مزدور بوجھ اٹھانے والا جس کے پاس ایک بڑا منڈکا تھا میرے پاس آیا اور اس نے منڈکے کو اپنے سامنے رکھ کر پوچھا کہ شعبی تم ہو؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے ابلیس کے متعلق بتاؤ اور اس کی اہلیہ تھی یا نہیں؟ شعبی کہتے ہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں ہے۔ صرف اتنا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اَفْتَحْ خُذُوْنَهٗ وَ ذَرِيَّتَهٗ اُولَآئِہٖ مِنْ دُوْنِهٖ فرمایا اور ذریت بغیر عورت کے نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ سن کر اپنا منڈکا اٹھا کر چلا گیا۔

مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے ابلیس سے کہا تھا کہ جس قدر حضرت آدم علیہ السلام کی آل و اولاد پیدا کروں گا اسی کے بقدر تیری اولاد پیدا کروں گا۔ چنانچہ جب بھی بنی آدم پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک شیطان ضرور پیدا کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شیطان میں مذکر بھی ہیں اور مونث بھی جس سے تو الدو تاسل کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور حق تعالیٰ نے ابلیس کے دائیں ران میں ذکر اور بائیں ران میں فرج پیدا کی۔ جب وہ وطی کرتا ہے تو دس انڈے پیدا ہوتے ہیں اور ہر انڈے میں سے ستر شیطان پیدا ہوتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ابلیس کی آل و اولاد کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم ولہمان ہے ان کے سپرد طہارت و صلوة میں رخنہ ڈالنا ہے اور ایک قسم حفان ہے۔ یہ جنگلوں میں رہتی ہے۔ ایک قسم مرہ ہے اور اسی سے ابلیس کی کنیت بھی ہے اور ایک قسم زہنور ہے۔ یہ بازاروں میں رہتے ہیں جو لغو باتوں اور جھوٹی قسموں پر طمع سازی کرتے رہتے ہیں۔

شیطان میں سے ایک جماعت شبہ کے نام سے موسوم ہے جو آلام و مصائب والی جماعت ہے اور ایک قسم ابیض ہے جو انبیاء علیہم السلام کو برکانے کی کوشش کرتے تھے اور ایک قسم اعور ہے جو زانی جماعت ہے۔ مرد کے عضو مخصوص کے سوراخ میں پھونک مارتے ہیں اور عورت کو عاجز کر دیتے ہیں۔ ایک جماعت واسم ہے۔ یہ وہ جماعت ہے کہ جب مرد گھر میں داخل ہوتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر داخل ہونے والے شخص نے سلام نہیں کیا اور حق تعالیٰ کا نام نہیں لیا تو یہ اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور اہل بیت کے مابین شروفساد پھیلاتا ہے۔

اگر کسی شخص نے کھانے پر بسم اللہ نہیں پڑھی تو یہ اس کے ساتھ کھانے لگتا ہے۔ اگر کوئی شخص گھر میں بغیر سلام کے داخل ہوا اور اس نے گھر میں مکروہ شئی دیکھی تو اسے چاہئے کہ وہ یہ الفاظ کہے داسم داسم اعوذ باللہ منہ۔ ایک قسم مطوس ہے۔ جو جھوٹی افواہ پھیلاتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

ایک جماعت کا نام اقص ہے ان کی ماں طرطہ ہوتی ہے۔ نقاش نے کہا ہے کہ ان کو حیض بھی آتا ہے اور ان کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ تیس اندھے دیتی ہیں دس مشرق میں دس مغرب میں اور دس وسط ارض میں اور ہر اندھے سے ایک شیطانی جنس پیدا ہوتی ہے جو غیلاب، اقارب، جان اور دیگر اسماء مختلفہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دیگر قسمیں جو تمام بنی آدم کے دشمن ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: افنتخذونہ وذریئہ اولیاء من دونی و ہم لکم عدو الخ

امام نووی فرماتے ہیں کہ ابلیس کی کنیت ابو مرہ ہے۔ علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ ابلیس گروہ ملائکہ میں سے ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ اس کا نام عربی ہے یا عجمی ہے۔ ابن عباس، ابن مسعود ابن مسیب قتادہ ابن جریر، زجاج اور ابن الانباری کہتے ہیں کہ یہ ملائکہ کے ایک گروہ جس کو جن کہتے ہیں اس میں سے ہے اور اس کا نام عبرانی زبان میں عزائیل ہے اور عربی میں حرث ہے اور یہ فرشتوں کا سردار، دنیا میں سب سے بڑا زمین کا بادشاہ تھا۔ ملائکہ میں سب سے زیادہ سے زیادہ عبادت گزار، عالم تھا۔ آسمان و زمین کے مابین اس کا کوئی ہمسر نہیں تھا جس کی وجہ سے اس کے اندر عجب پیدا ہو گیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا۔ اسی کبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا اور حق تعالیٰ نے اس کو شیطان رجیم کہہ کر ہمیشہ کے لیے ملعون قرار دے دیا۔ نحو ذبالہ من خذلانہ ومقتہ ونسألہ العافیۃ والسلامۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ معصیت کی راہ ترک کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی کے اندر کبر ہو تو اس سے قطعاً امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ سدھر جائے گا۔ ابلیس کا گروہ ملائکہ میں سے ہونے کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کان من الجن یعنی شیطان ملائکہ کے اس گروہ میں سے ہے جس کو جن کہا جاتا ہے۔

سعید ابن جبیر، حسن بصری کہتے ہیں کہ ابلیس گروہ ملائکہ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اصل جن ہے۔ جس طریقہ سے حضرت آدم اصل انسان تھے۔ عبدالرحمن بن زید، شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہیں ہے۔ اس صورت میں قرآن شریف کی (فسجد الملائکۃ کنہم لا ینبئس) میں اشتناء منقطع ہے۔ شہر ابن حوشب نے مزید کہا کہ ابلیس ان جنات میں سے ہے جنہوں نے ملائکہ میں سب سے زیادہ دھمینی حاصل کی۔

علماء لغت و تفسیر کہتے ہیں کہ ابلیس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس و دور ہو گیا ہے۔ کیونکہ ابلیس کے معنی مایوسی کے آتے ہیں۔ لیکن صحیح وہی ہے جس کو امام نووی اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ وہ ملائکہ کی جنس ہے اور یہ اس کا عجمی نام ہے۔ اس صورت میں قرآن شریف کی آیت میں اشتناء متصل ہو گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے صرف ملائکہ ہی کو سجدہ کا حکم دیا تھا۔ پھر حق تعالیٰ اشتناء فرماتے ہیں کہ سب نے سجدہ کر لیا۔ لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ابلیس ابو الجن ہے۔ جس طریقہ سے حضرت آدم ابو البشر ہیں اور اشتناء غیر جنس میں کلام عرب میں شائع زائع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مالہم بہ من علم الاتباع الظن۔ اس آیت میں اشتناء غیر جنس سے ہے۔

دمیری فرماتے ہیں کہ صحیح مسلک وہی ہے جو ماقبل میں امام نووی کا گزر چکا ہے۔ محمد بن کعب القرظی سے منقول ہے وہ فرماتے

ہیں کہ جنات مومنین ہیں، شیطان کفار ہیں۔

وہب ابن منبہ سے سوال کیا گیا کہ جنات کیا چیز ہیں کیا وہ کھاتے پیتے نکاح وغیرہ کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک جنس ہے۔ ان میں اصل جن تو صرف ہوا ہیں جو نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ان سے والد و تاسل کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ ایک قسم وہ ہے جو کھاتے پیتے اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ ان کا مفصل ذکر عن قریب آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

قرانی کہتے ہیں کہ ابلیس کی تفسیر پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ واقعہ پیش آنے کی بنا پر۔ رہی یہ فائدہ بات کہ کفر کا سبب کیا ہے؟ ظاہر بات ہے سجدہ نہ کرنا کفر کا سبب نہیں ہو سکتا۔ ورنہ تو ہر وہ شخص جس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سجدہ نہ کرنے کی بنا پر کافر ہو جاتا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اور نہ حضرت آدمؑ سے حسد کرنے کی بنا پر کافر ہوا۔ کیونکہ پھر تو ہر حاسد کو کافر ہونا چاہیے۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اور نہ معصیت و فسق، ابلیس کے کافر ہونے کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر عاصی و فاسق کافر نہیں ہوتا۔ فقہاء متاخرین کی ایک جماعت پر ابلیس کے کافر ہونے کی علت مشتبہ ہو گئی۔

دمیری کہتے ہیں ممکن ہے ابلیس کے کفر کا سبب یہ ہو کہ اس نے حق تعالیٰ کی جانب ظلم کی نسبت کی اور یہ بات اس کے کلام سے مستفاد ہوئی کہ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ۔ اس آیت شریفہ کا مطلب وہی ہے جس کو مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ابلیس نے کہا حق تعالیٰ نے مجھے آگ سے پیدا کیا جس کی فطرت علو ہے اور آدم کی مٹی سے پیدا کیا جس کی فطرت پستی ہے، تو بلند چیز پست چیز کے سامنے کیسے جھک سکتی ہے (نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) شاید یہی کفر کی وجہ ہو۔

علماء کا اجماع ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی جانب ظلم کی نسبت کی وہ ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ ابلیس سے قبل کوئی کافر تھا یا نہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی نہیں تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جو کافر ہوا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابلیس سے پہلے بھی ایک کفار کی قوم تھی اور یہ وہی جن کی جماعت تھی جو زمین میں رہتی تھی جس کے بارے میں فرشتوں نے آدمؑ کی پیدائش کے وقت اشارہ کیا ہے: قَالُوا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔

اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے کہ ابلیس لعین و مردود جہل کی بنا پر ہوا ہے یا عناد کی وجہ سے اس بارے میں اہل سنت والجماعت کے دو قول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ عالم باللہ تھا اور جو لوگ جہل کو وجہ قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کافر ہونے کے وقت اس کا علم سلب کر لیا گیا تھا اور جو لوگ عناد کو سبب بناتے ہیں۔ ان کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ علم کے ہوتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ حق تعالیٰ کا حکم واجب التعمیل ہے۔ پھر سجدہ نہ کرنا عناد نہیں تو اور کیا ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ کفر کے ہوتے ہوئے علم کا باقی رہ جانا متباعد ہے۔

ہیثمی نے اسماء حسنی کی شرح کے بیان میں (باب قوله تعالیٰ وما كانوا الیوم منو!) کے آخر میں) یہ روایت نقل کی ہے:-

”عمر بن ذر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتے کہ میری نافرمانی کوئی نہ کرے تو ابلیس کو پیدا نہ فرماتے۔“

اور حق تعالیٰ نے اس کو قرآن شریف کی کافی آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔

ایک آیت یہ ہے:-

ما انتم علیہ بقانتین الامن هو صال الجحیم۔

پھر عمر بن عبدالعزیز نے یہ روایت بیان فرمائی:-

”حضور اکرم ﷺ نے ابو بکرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر اگر حق تعالیٰ چاہتے کہ کوئی دنیا میں نافرمانی نہ کرے تو ابلیس کو پیدا نہ فرماتے۔

ایک صاحب نے حسن سے پوچھا اے ابو سعید ابلیس سوتا بھی ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ اگر ابلیس سو جائے تو ہمیں راحت مل جائے اور مومن کو اس سے چھٹکارا نہیں ہے سوائے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کے۔

دوا صبر کے بیان سے قبل احیاء میں مذکور ہے کہ جو شخص ایک سیکنڈ کے لیے بھی حضرت حق جل مجدہ کے ذکر و یاد سے غافل ہوا تو شیطان اس کا ہم نشین ہو جائے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَغْفُلْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُفَيْضُ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔

حدیث شریف میں بھی اس کی جانب اشارہ ہے:

”حق تعالیٰ بیکار نوجوانوں کو (جو ذکر اللہ سے غافل ہو) پسند نہیں کرتے۔“

کیونکہ نوجوان شخص جب دین و مذہب سے غافل ہو گا تو شیطان اس کے دل میں گھر بنا لے گا اور انڈے بچے دینا شروع کر دے گا جس کی بنا پر شیطان کے والد و تاسل کا سلسلہ بہت تیزی کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ شیطان کی فطرت میں نار ہے اور نار جب سوکھی گھاس دیکھتی ہے تو اور بھی تیزی سے آگ پکڑ لیتی ہے۔ اسی طرح نوجوان کے اندر شہوت شیطان کے لیے خشک گھاس کی طرح ہے۔

حسین حلاج نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تو حق باتوں میں اپنا وقت صرف نہیں کرے گا تو تیرا وقت میری بیکار باتوں میں صرف ہو گا۔

محقق علماء اس آیت شریفہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا میں دو باتوں کا حق تعالیٰ نے حکم دیا جس سے مخلوق خداوندی غافل ہے۔ کسی نے ان سے معلوم کیا کہ وہ دو باتیں کیا ہے؟ جواب دیا گیا (۱) ایک تو وہ تمہارا دشمن ہے۔ (۲) دوسرے تم اس کو اپنا دشمن سمجھو۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم لوگ شیطان کو کیسے دشمن سمجھیں اور کس طریقہ سے اس سے محفوظ رہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کو سات قلعوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ پہلا قلعہ معرفت ہے جو سونے کا ہے۔ اس کے بعد چاندی کا قلعہ ہے، یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اس کے بعد زمرہ کی چار دیواری ہے۔ یہ صدق و اخلاص ہے۔ سب سے آخر میں موتیوں کا حصار ہے یہ ادب نفس ہے۔

مومن ان تمام قلعوں اور حصاروں کے اندر ہے۔ اور ابلیس باہر کتے کی طرح بھونکتا و چیختا ہے جس کی مومن کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ ان محفوظ قلعوں اور چار دیواری کے اندر ہے۔ پس مومن کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ادب نفس کو ترک نہ کرے اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ کیونکہ جس نے ادب نفس کو ترک کر دیا یا اس کو ذلیل و حقیر سمجھا تو وہ شرمندگی سے ضرور دو چار ہو گا۔ ابلیس لعین کی یہ کوشش ہمیشہ رہتی ہے کہ وہ ان مضبوط و محفوظ قلعوں و حصاروں کے اندر داخل ہو کر مومن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے اور اس کو کفر کی طرف لوٹا دے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ما قبل میں جو آیت شریفہ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں دو باتوں کا حکم فرمایا ہے، اس سلسلے میں امام دمیریؒ

فرماتے ہیں کہ دو باتوں کا تعین کرنا امر مشکل ہے۔ بعض حضرات اس آیت شریفہ میں ایک ہی فریضہ کے قائل ہیں کہ حق تعالیٰ نے فاتحہ خذوہ وعدوا فرمایا۔ یعنی بصیغہ امر خطاب کیا اور امر تقاضا کرتا ہے وجوب کا بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام یافعیؒ سے دریافت کیا کہ اس آیت میں دوسرا فریضہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مندرجہ بالا آیت میں حق تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم فرمایا ہے ایک علم سے متعلق ہے اور دوسری عمل سے۔ علم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دشمن سمجھو اور عمل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرو۔

اور ماقبل میں جو قلعوں یا حصاروں کا ذکر ہوا کہ مومن ان کے اندر محفوظ ہو جاتا ہے اور ابلیس کی وہاں تک رسائی نہیں ہو پاتی تو بعض دفعہ ابلیس ان میں سے بعض قلعوں پر قابض ہو جاتا ہے جس کی بناء پر انسان فسق و فجور میں ملوث ہو جاتا ہے اور جنم کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے اور ابلیس بعض مومن کو فسق پر بھی آمادہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ البتہ بعض کے ایمان میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے لیکن ان سب کا دار و مدار ایمان پر ہے۔ جس کا ایمان جس درجہ قوی ہو گا اتنا ہی وہ شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی شخص کے اندر معرفت و ایمان ضعیف ہے تو ابلیس کی رسائی اس قلعہ تک ممکن ہے اور وہ اس پر قابض ہو کر گمراہ کر سکتا ہے۔ لیکن معرفت و ایمان کا قلعہ بقیہ قلعوں یا حصاروں کی طرح نہیں ہے بلکہ ان میں حسب مراتب فرق ہے۔ چنانچہ صدق اخلاص کا قلعہ یہ امر و نہی کی طرح نہیں ہے۔ اسی طرح باقی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایمان کا قلعہ مضبوط و باقی ہے تو شیطان یا ابلیس اس پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ کلام پاک میں ارشاد ہے:-

اِنَّهٗ لَيْتِسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلٰی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهٖمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (پ ۱۳ ع ۱۸)

”یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

کیونکہ یہ حضرات عبودیت کاملہ سے متصف ہیں، ایسے لوگوں کے لیے دوسری جگہ کلام پاک میں ارشاد ہے:-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰی رَبِّهٖمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (پارہ ۹ سورہ انفال)

”بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ (آیتیں) ان کے ایمان کو زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

اور ان قلعوں میں بعض نہایت ہی اہم ہیں۔ اگر ان میں سے ایک پر بھی شیطان مسلط ہو جائے تو وہی کفر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ایمان چونکہ یہ سب سے زیادہ اہم ہے اگر اس میں کمزوری یا ضعف پیدا ہوتا ہے اور ابلیس اپنا تسلط جمالیتا ہے تو پھر اس کا ٹھکانہ جنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ نحو ذباللہ من ذالک۔ نسأل اللہ الکریم الہدی و السلامۃ من الزیغ و الردی۔ (یعنی خداوند تعالیٰ ہم کو گمراہی سے بچائے) اور جان لیجئے کہ سب سے زیادہ ضروری معرفت اللہ ہے۔ استاذ کہتے ہیں النظر باللہ ﷻ ہے

۱۔ معرفت باللہ: یعنی خدا شناسی، مطلب یہ کہ انسان کے لیے سب سے ضروری چیز خدا کو پہچانا ہے۔

۲۔ التفکر باللہ: اول ضرورت غور و فکر کرنا یعنی عالم کی تخلیق میں غور و فکر اور اس غور فکر کے ذریعے خالق کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

اور ابن نورک و امام الحرمین فرماتے ہیں کہ پہلی ضرورت جو عوام الناس پر عائد ہوتی ہے القصد الیٰ لہ النظر ہے۔
 دیمیری کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم نے مفصل بحث اپنی کتاب ”جوہر الفرید فی علم التوحید“ کے ساتویں جز میں بیان کر دی ہے۔

علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ جنات میں بھی انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری تھا یا نہیں؟ یعنی جنات میں بھی کوئی پیغمبر ہوا ہے یا نہیں۔

ضحاک کہتے ہیں کہ جنات میں سے بھی پیغمبر ہوئے ہیں اور استدلال میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:-

يَمْعَشِرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ- (پ ۸ سورہ انعام)

”اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔“

لیکن محقق علماء فرماتے ہیں کہ جنات میں سے کسی جن کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رسول و نبی تو صرف انسانوں میں بھیجے گئے ہیں۔ جنات میں (نذیر) ڈرانے والے آئے ہیں جن کو پیغمبر کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ رہا اس آیت کا مطلب جس کو ضحاک نے اپنے قول کے لیے بطور استدلال پیش کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں منکم سے مراد احد الفرقین ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوُ اللَّوُ وَالْمَرْجَانُ-

منذر ابن سعید بلوطی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جس نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی وہ سب پیغمبر تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنات ام سابقہ میں بھی شریعت کے احکام کے مکلف تھے جس طریقہ سے اس امت میں مکلف ہیں۔ حق تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ- وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ- (پ ۲۶ ع ۲ سورۃ اتقاف)

”یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان پہلے جن اور انسان گزرے ہیں بے شک یہ خسارے میں رہے۔“

اور

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ-

لہ القصد الیٰ النظر یعنی غور و فکر کا ارادہ ہی سب سے پہلی ضرورت ہے۔

لہ احد الفریقین:- یعنی اس آیت یا معشر الجن والانس الم یا تمکم رسل منکم میں جن اور انسان دونوں کا تذکرہ ہے مگر اس سے مراد انسان ہی ہیں کہ یہ پیغمبری صرف انسانوں کو ملی اور اس آیت کی نظیری تعالیٰ کے اس قول جیسی ہے۔ یخرج منهما اللو واللور والمرجان اس آیت میں منہما سے مراد دونوں طرح کے پانی لے لیے گئے ہیں حالانکہ لولو اور مرجان (موتی اور موگے) صرف کھارے پانی سے نکلتے ہیں۔

”اور میں نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔“
بعضوں نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مراد فریقین کے مومنین ہیں کہ حق تعالیٰ نے اہل اطاعت کو نہیں کیا مگر صرف عبادت کے لیے اور بد بختوں کو صرف بد بختی کے لیے اور عام مطلب لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادت کا حکم دیتا ہوں اور اپنی طرف بلاتا ہوں تاکہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں۔ اگر کوئی اس آیت پر یہ اعتراض کر لے کہ اس آیت میں جنات و انسان کو ہی کیوں خاص کیا گیا مخلوق اور بھی ہیں۔ مثلاً ملائکہ کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ وہ بھی حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں گناہ گار نافرمان زیادہ ہوتے ہیں۔ بخلاف ملائکہ کے کہ وہ معصوم من الائم ہوتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا۔

اس آیت میں دوسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ جب انسان اشرف المخلوقات ہے تو اس آیت میں جن کو کیوں مقدم لایا گیا؟ انسان کو لانا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ انسان نون خفیفہ کی وجہ سے اخف ہے اور لفظ جن اثقل ہے۔ تو متکلم کے نشاط و راحت کے لیے اثقل کو اخف پر مقدم کر دیا گیا۔

مسائل شیخ عماد الدین بن یونس رحمۃ اللہ علیہ جنات سے اختلاف جنس ہونے کی بنا پر نکاح کو منع فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی جینیہ سے نکاح کرے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کی بنا پر وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا اور اللہ تعالیٰ کا قول وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً۔ مودۃ سے مراد جماع ہے۔ اور رحمت سے مراد بچہ ہے اور فقہاء حنابلہ کی ایک جماعت بھی جن سے نکاح کی قائل نہیں ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ جنات سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اختلاف جنس کی وجہ سے۔ اور قنیہ میں ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ دو شاہد کی موجودگی میں جائز ہے۔ حسن و قتادہ نے مکروہ کہا ہے اور استدلال میں یہ حدیث پیش کی ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے جن سے نکاح کرنے کو منع فرمایا ہے۔“

زید سے مروی ہے وہ دعاما لگتے تھے یا اللہ مجھے جینیہ مرحمت فرمادے جس سے میں شادی کروں۔

”ابن عدی، نعیم بن سالم بن قنبر مولیٰ ابن ابی طالب کے حالات میں طحاوی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے یونس بن عبد الاعلیٰ نے بیان کیا کہ نعیم بن سالم ہمارے پاس تشریف لائے انہیں میں نے یہ کہتے سنا کہ میں ”جن“ عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلیقیس کے والدین میں سے کوئی ایک جن تھا۔“

شیخ نجم الدین قسطلانی کہتے ہیں کہ انسان کے کسی جن عورت سے نکاح کو حرام کہنا اس میں اشکال ہے۔ کیونکہ حرام جس طریقہ سے انسان کے لیے ہے۔ اسی طریقہ سے جن کے واسطے بھی ہونا چاہیے۔ لیکن مجھے ایک صالح و بیدار شخص نے بتایا کہ ان سے کسی جینیہ نے شادی کی ہے۔

دمیری کہتے ہیں۔ میں نے اہل علم میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے یکے بعد دیگرے جنات میں سے چار عورتوں سے

شادی کی تھی۔

لیکن اس سلسلہ میں طلاق و لعان، ایلاء اور عدت و نفقہ و کسوة اور ان چار عورتوں کے علاوہ دیگر چار عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مسائل پر غور کرنا پڑے گا اور ہر صورت میں اشکال ہو گا جو سمجھ دار پر مخفی نہیں ہے۔

شیخ الاسلام شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ فتح الدین یعمری کی تحریر میں دیکھا، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عثمان مقاتلی نے بیان کیا، میں نے ابو الفتح قشیری کو کہتے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو کہتے سنا کہ ابن عربی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا وہ جھوٹے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم نکاح جن کے بارے میں مذاکرہ کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ جن روح لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے تو لہذا یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ پھر وہ ایک مدت تک ہم سے غائب رہے اور پھر اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کے سر میں زخم تھا تو ان سے اس سلسلہ میں معلوم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک جن عودت سے شادی کی پھر کسی بات پر تنازعہ پیدا ہو گیا جس کی بنا پر اس نے مجھے زخمی کر دیا۔ شیخ ذہبی اس کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے ابن عربی سے یہ توقع نہیں ہے۔ انہوں نے عداً ایسا جھوٹ بولا۔ کیونکہ یہ تو خرافات میں سے ہے۔

مسئلہ:- ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اور بیہقی نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے:

”نبی اکرم ﷺ نے ذبائح جن سے منع فرمایا ہے۔“

ذبائح جن کا مطلب ہے کہ جاہلیت میں اگر کوئی شخص مکان وغیرہ خریدتا تو اس کے لیے ایک پرندہ ذبح کرتے اور اپنے گمان میں یہ خیال کرتے تھے کہ یہ گھر جنات سے محفوظ ہو گیا۔ لہذا حضور اکرم ﷺ نے اس کو منع فرمایا اور اس کو لغو قرار دیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے پاس بغداد کا ایک شخص آیا اور اس نے شیخ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میری ایک نوجوان لڑکی کو مکان کی چھت پر سے کوئی اٹھالے گیا۔ آپ کوئی ترکیب بتائیے کہ میری لڑکی واپس آجائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس شخص سے کہا کہ تم فلاں قبرستان میں جاؤ اور بسم اللہ علی منیۃ عبدالقادر پڑھ کر اپنے گرد حصار کھینچ کر بیٹھ جاؤ۔ عشاء کے بعد جنات کی جماعت مختلف شکلوں و صورتوں میں تمہارے سامنے سے گزرے گی، تم ان کو دیکھ کر گھبرانا مت۔ پھر اس کے بعد جنات کا بادشاہ آئے گا وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا ضرورت پیش آئی، کیوں آئے؟ تو اس سے تمام واقعہ کہہ دینا اور بتا دینا کہ مجھے عبدالقادر نے بھیجا ہے۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جنات کے بعد جنات کی مختلف جماعت مختلف صورتوں میں میرے سامنے آئی شروع ہو گئی اور وہ اس دائرہ سے باہر ہی رہتی تھی جس میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ سب سے آخر میں جنات کا بادشاہ آیا وہ گھوڑے پر سوار تھا اور جنات کی جماعت اس کے ارد گرد کھڑی تھی۔ وہ حصار کے مقابل کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے سے کہا اے انسان کیا بات ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے آپ کے پاس شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھیجا ہے۔

شیخ کا نام سن کر وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر حصار کے باہر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر اس نے پوچھا کیا واقعہ پیش آیا؟ میں نے ان سے اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کر دیا۔ چنانچہ اس نے یہ واقعہ سن کر اپنے ایک ساتھی سے جو اس کے قریب ہی کھڑا تھا حکم دیا کہ اس شخص کو پکڑ کر حاضر کرو۔ جس نے یہ گستاخی کی ہے۔ چنانچہ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ میری لڑکی بھی تھی، بادشاہ نے اس جن سے سوال کیا کہ تو نے قطب عالم شیخ عبدالقادر کے علاقے میں ایسی حرکت کیوں کی؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی اس بنا پر میں اس کو اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے اس کی گردن

مارنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ فوراً اس کی گردن اڑادی گئی اور میری لڑکی مجھے واپس کر دی۔ میں نے شیخ عبدالقادر کے حکم و اطاعت کی ایسی مثال نہیں دیکھی۔ وہ بولا ہاں شیخ عبدالقادر اپنے مکان ہی سے جنوں کو دیکھتے رہتے ہیں خواہ جن کسی بھی خطہ میں ہو اس لیے جنات آپ سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت جب کسی کو مرتبہ قطیبت سے نوازتا ہے تو جن و انسان کو اس کے تابع بنا دیتا ہے۔

ابوالقاسم جنید کا بیان ہے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک گاؤں سے میرا گزر ہوا میں تن تھا ایک پہاڑ کے قریب پناہ گزین ہوا۔ آدھی رات کے قریب کسی نے آواز دی لَا تَذُوْرُ الْقُلُوْبُ فِی الْغُیُوْبِ حَتّٰی تَذُوْبَ النَّفُوْسُ مِنْ مَخَافَةِ الْمَخْنُوْبِ۔ یعنی بن دیکھی باتوں میں دل گردش نہیں کرتے جب تک کہ محبوب کے جاتے رہنے سے خوف سے جانیں نہ پھل جائیں۔ میں یہ سن کر بہت متعجب ہوا اور سوال کیا کہ جن بول رہا ہے یا انسان؟ جواب ملا میں جن ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور میرے ساتھ دیگر احباب بھی ہیں۔ میں نے کہا ان لوگوں کے پاس بھی آپ جیسا مبلغ کلام ہے۔ جواب دیا اس سے بھی بہتر ہے۔ دوسرے نے کہا مستقل غور و فکر اور انہماک سے بدن کی سستی ختم ہو جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کی باتیں کتنی بہترین ہیں اتنے میں تیسرے نے آواز لگائی من انس بہ فی الظلام نشرت له غذاء علام۔ یعنی جو شخص تاریکی سے مانوس ہوا اس کے لیے اگلے دن نشانات کھولے جائیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر بے ہوش ہو گیا اور جب مجھے افاتہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے سینے پر زرگس ہے۔ اس کو سونگھ کر میری دہشت ختم ہوئی اور مجھے سکون ہوا۔ میں نے ان سے نصیحت کی تمنا ظاہر کی، تو انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے منع فرماتا ہے کہ اس کے ذکر کرنے سے کوئی عار محسوس کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر سے متقین کے قلوب کو مانوس رکھتا ہے جو شخص اس کے علاوہ کے متعلق سوچے وہ غیر مقصود چیز کی سعی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی اور ہم کو بھی توفیق خیر عنایت فرمائے (آمین) یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میں ان کے کلام کی ٹھنڈک آج تک اپنے دل میں پاتا ہوں۔

شیخ یافعی کی کتاب ”کفایت المعتقد و فکایہ المتقدمہ میں شیخ سری کا یہ قصہ منقول ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عرصہ سے میں اپنے دوست کی تلاش میں سرگرداں تھا اسی دوران میرا گزر ایک پہاڑ پر ہوا تو میں نے ایک جماعت دیکھی جس میں اندھے، لونجے اور دیگر مریض شامل تھے۔ میں نے ان سے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہاں ایک شخص ہے جو سال میں ایک مرتبہ باہر آتا ہے لوگ ان سے دعا کرتے ہیں اور شفا یاب ہوتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں وہیں ٹھہر گیا جب وہ آیا تو لوگوں نے اس سے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کے لیے دعا کرنی شروع کی اور وہ اچھے ہوتے چلے گئے۔ جب وہ وہاں سے جانے لگا تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا اور ان کو جاچٹا اور کہنے لگا کہ میں ایک باطنی بیماری میں مبتلا ہوں مجھ کو اس کی دوا بتادیتجئے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اے سری میرے پاس سے چلا جا۔ وہ یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ غیرت مند ہے۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ کو اپنے غیر سے ملتا ہوا دیکھ لے اور تو اس کی نظروں سے گر جائے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

امام محمد ابن ابی بکر کی کتاب ”التوحید“ میں جنید کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سنا تھا کہ انسان ہیبت اور انسیت میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے تو بھی اس کو احساس نہیں ہوتا۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہاں تک کہ میرا شک یقین میں بدل گیا۔
 راوی اس کی تشریح بتاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہیبت و انس قبض اور بسط سے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور قبض اور بسط خوف اور رجاء سے بڑھی ہوئی ہے۔ ہیبت کے لیے غیبت ضروری ہے لہذا ہر مائب غائب ہے یہاں تک کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی وہ اپنی غیبت سے آزاد نہیں ہو گا جب تک اس کی ہیبت ختم نہ ہو جائے اور انس کا تقاضہ صحو (بیدار مغزی) اور افاقہ ہے۔ علماء کرام انس اور ہیبت کے مراتب کا فرق بیان کرتے ہیں۔ لہذا انس کا درجہ ادنیٰ یہ ہے کہ اگر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے تو بھی انس مکدر نہ ہو۔ کیونکہ اس کی نظر فقط مقصود پر ہوتی ہے۔ اس کا مطلع نظر صرف اس کا محبوب حقیقی ہوتا ہے۔

شیخ سری کے قول یرفع العبد من الہیۃ و الانس الی حد لو ضرب وجہہ بالسیف لم یسعرہ میں اسی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ انس بمغائب اللہ سرور سے پیدا ہوتا ہے اور جس شخص کو اللہ سے انس پیدا ہو جائے اس کو جمیع اشیاء سے توحش ہونے لگتی ہے۔ لہذا ہر ایک چیز سے منہ موڑ کر خدا کے لیے جیتا ہے۔ نہ وہ خدا کے علاوہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی کے لیے کوئی کام انجام دیتا ہے۔ وہ صرف کونین میں اسی کی اطاعت و موافقت کرتا ہے اور اس کی نظر صرف اس پر پڑتی ہے اور اس کی آنکھیں صرف اس کے کاموں اور خلقی کارناموں کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ کیونکہ عارف صنعت کو صانع سے پہچانتا ہے، صانع کو صنعت سے نہیں پہچانتا۔ اسی لیے وہ اس کے کارناموں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اور یہی توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

واضح رہے کہ انسان جب تک کہ اشغال خلائق سے ترک تعلق کر کے باریکیوں کی حقیقت تک نہ پہنچ جائے اس طریق پر کہ باریکیوں سے مطلع ہوتا چلا جائے۔ اس کو انس باللہ کی حلاوت حاصل نہیں ہوتی۔ نیز اگرچہ انس اور ہیبت کی حالت ظاہر ہے مگر پھر بھی اہل حقیقت نے ان کو بندہ کے تغیر کی وجہ سے ناقص قرار دیا ہے۔ کیونکہ اہل توحید کے احوال کی ہیبت تغیر سے محفوظ ہے اور ان کا کمال محویت فی اللہ میں ہے نہ ان کے لیے ہیبت کوئی چیز نہ انس نہ علم اور نہ احساس اور اس مقام سے بلندی رحمت خداوندی اور فیض اسی کا رہن منت ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دے۔

شیخ سری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابو الدنایا ایک شخص کے ساتھ ایک سال تک رہا۔ لیکن میں نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت نہیں کیا۔ ایک دن میں نے ان سے سوال کیا کہ معرفت کا اعلیٰ ترین و اعظم مرتبہ کون سا ہے؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ معرفت کا اعلیٰ و ارفع مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب سمجھنے لگو اور تمہارے ظاہر و باطن میں سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام اشیاء کی حقیقت معدوم ہو جائے۔ پھر میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ حالت و کیفیت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ جواب دیا کہ تمہارے تقویٰ اور اشتغال باللہ سے تم کو یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ شیخ سری فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کلام ہی اس معاملہ میں میرے انتفاع کا ذریعہ ہے۔ علامہ دمیری بیان فرماتے ہیں شیخ سری علیہ الرحمہ نے ۶ رمضان المبارک ۲۵۳ھ کو وفات پائی۔

جن کی عادتیں | جس گھر میں اترج موجود ہو اس میں جنت داخل نہیں ہوتے۔ امام ابو الحسن علی بن حسن ابن حسن ابن محمد غلحی شافعی سے مروی ہے (یہ قاضی الجن کے کام سے مشہور تھے، فراقہ میں ان کا مزار ہے، لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے مزار پر مانگی ہوئی دعا مقبول ہوتی ہے) انہوں نے بتایا کہ جن میرے پاس آکر پڑھتے ہیں۔ ایک روز انہوں نے آنے میں دیر کی اور بعد میں آئے تو ان سے اس تاخیر کے متعلق سوال کیا۔ جنات نے جواب دیا کہ گھر میں اترج تھا اور ہم اترج والے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

حافظ ابو طاہر سلفی کا بیان ہے کہ جب غلی نے یہ بات سنی تو اس دعا پر مجلس ختم کر دی:

اللّٰهُمَّ مَا مَنَنْتَ بِهِ فَتَحْنَاهُ وَمَا أَنْعَمْتَ بِهِ فَلَا تَسْلُبْهُ وَمَا سَوَّيْتَهُ فَلَا تَهَيِّجْهُ وَمَا عَلِمْتَهُ فَاغْفِرْهُ۔

قاضی ابو طاہر سلفی ۳۳۸ھ ماہ شوال میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ علامہ دمیری کہتے ہیں کہ جن کی اسی خصلت کی وجہ سے آنحضور ﷺ نے قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اترج سے دی ہے۔ کیونکہ شیطان مومن کے قلب سے جو قرآن کریم تلاوت کرتا ہے اور ایسے ہی بھگتا ہے جیسے کہ اس مکان میں سے جن بھگتا ہے جس میں اترج موجود ہو۔ چنانچہ اس کے ذریعہ مثال دینا مناسب ہے بخلاف تمام پھلوں کے:

”وفی المستدرک فی تراجم الصحابة من حدیث احمد بن حنبل عن عبد القدوس بن بکیر یاسنادہ الی مسلم بن صبیح قال دخلت علی عائشة رضی اللہ عنہا و عندہا رجل مکفوف وھو تقطع لہ الاترج و قطعہ ایاہ بالعسل فقالت هذا ابن ام مکتوم الذی عاتب اللہ فیہ نبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مازال هذا لہ من ال محمد۔“

(مستدرک میں صحابہ کے حالات میں امام احمد بن حنبل نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس ایک نابینا بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو اترج کاٹ کاٹ کر شہد سے کھلا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ابن ام مکتوم ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) پر عتاب نازل فرمایا تھا۔“

(ملاحظہ ہو سورہ یس و تولى الایہ) آل محمد (اہل بیت یعنی ازواج مطہرات برابر ان کی (ابن ام مکتوم) اسی طرح خاطر کیا کرتی ہیں۔“

مجم طبرانی میں حبیب بن عبد اللہ نے ابی کبشہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ:-
”رسول اللہ ﷺ کو سرخ کبوتر اور اترج کا دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا۔“

ان شاء اللہ اس کا مفصل ذکر باب الفاء میں حدیث سلیمان بن موسیٰ کے تحت آئے گا۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں آزاد گھوڑے ہوں۔“

جنت کی خواب میں تعبیر | جنت کو خواب میں دیکھنا اس کی تعبیر چالاک شخص سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ چالاک و مکرو فریب کیا تھا۔ جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی جن کے ساتھ کام کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا چالاک و حلیہ باز سے جھگڑا ہو گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں جن کو قرآن شریف پڑھاتے دیکھا تو اس کو جاہ و عزت و دولت وغیرہ دستیاب ہو گی۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: قُلْ اُوحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ۔

کبھی جن کی تعبیر چور و دُکیت سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر میں جن داخل ہوا سو اس کو چاہیے کہ وہ چور سے اپنی حفاظت کے انتظام کرے اور خواب میں پاگل شخص کو دیکھنا اس کی مختلف تعبیریں دی جاتی ہیں۔ اگر یہ دیکھا کہ وہ خود پاگل ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب مالدار و غنی ہو گا۔ جیسا کہ شاعر کے قول:-

جن له الدهر فنال الغنی یاویحہ ان عقل الدهر

ترجمہ:- زمانے نے اس کو مجنون کر دیا جس کے نتیجے میں اسے دولت نصیب ہوئی۔ اگر زمانہ کسی کو عقل دیتا ہے تو یہ برا ہے اچھا نہیں۔“

بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجنون کی خواب میں تعبیر سود خوار سے بھی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ-

”جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خطبی بنا دے لپٹ کر (یعنی حیران و مدہوش)۔“

کبھی جنت کے دخول کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے قول کی بنا پر:

اطلعت على الجنة فرأيت أكثر أهلها البله والمجانين-

اگر کسی عورت نے دیکھا کہ وہ پاگل ہو گئی ہے اور اس نے تعویذات کے ذریعہ اپنا علاج کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ حاملہ ہوگی اور اس کے حمل میں جو بچہ ہو گا وہ چالاک ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جَنَّانُ الْبُيُوتِ

(گھریلو سانپ) جنان البیوت (جیم پر کسرہ نون مشدودہ و مفتوحہ) گھریلو سانپ۔ جنان، جان کی جمع ہے۔ چھوٹے، ہلکے سانپ۔

حدیث شریف میں جان کا ذکر:

بخاری و مسلم و ابوداؤد نے ابولبابہ سے یہ حدیث نقل کی ہے:-

”کہ آنحضرت ﷺ نے گھریلو سانپ کو مارنے سے منع فرمایا ہے، علاوہ ان سانپوں کے جن کی دم کٹی ہوئی ہو اور جس کے اوپری حصہ پر سفید لکیریں ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں قسم کے سانپ قوت بینائی کو ختم کر دیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔“

ابن: چھوٹی دم والا سانپ۔ طفقیان: جس کی پشت پر دو سفید لکیریں ہوں۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ یہ زرد رنگ کا سانپ ہوتا ہے۔ دم کٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر اس کی طرف حاملہ عورت دیکھ لے تو حمل ساقط ہو جاتا ہے۔

کتاب الحشرات میں ابن خالویہ لکھتے ہیں کہ میں نے ابن عرفہ کو یہ کہتے سنا کہ جان اس سانپ کو کہتے ہیں جو چلتے وقت سر اٹھا کر چلے۔“

ترجمہ:- رات کے اوقات میں جب انہیریاں پھیل گئیں تو سانپوں نے اپنی گردنیں بلند کیں۔“

رفعن باللیل اذا اسدفا اعناق جنان و هامار جفا

الجند بادستر

(ایک آبی جانور) یہ کتے کے مشابہ ایک آبی جانور ہے۔ صرف شہر قفقاز میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس کو قدر اور سور بھی کہتے ہیں۔ مزید تفصیل باب القاف میں آئے گی۔ لیکن اجمالی تصور کچھ اس طرح ہے کہ یہ لومڑی کی طرح سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے۔ ہاتھ بالکل نہیں ہوتے البتہ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ دم طویل ہوتی ہے۔ سر انسانوں کے مانند اور چہرہ گول ہوتا ہے۔ ہاتھ نہ ہونے کی بنا پر سینہ کے بل چلتا ہے۔ تاہم یہ محسوس ہوتا ہے کہ عام چوہاؤں کی مانند چاروں پیروں سے چل رہا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے چار خصیہ ہوتے ہیں دو پوشیدہ اور دو ظاہری خصیے طبی اعتبار سے بہت کار آمد اور مفید ہوتے ہیں۔ عام طور پر شکاری صرف انہیں ہی حاصل کرنے کے لیے اس کا شکار کرتے ہیں۔ جب اس کو محسوس ہو جاتا ہے کہ شکاری اسے اپنے جال میں پھنسانے کے لیے کوشاں و سرگرداں ہے تو یہ فرار کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ شکاری نے اس کو گھیر لیا ہے اور اب فرار مشکل ہے اور اب صیاد کے پھندے میں پھنسنے کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے تو یہ اپنے دونوں ظاہری خسیوں کو اپنے منہ میں کاٹ کر ان کی طرف پھینک دیتا ہے اور اپنی جان بچا لیتا ہے۔ کیونکہ شکاری کو صرف اس کے دو ظاہری خسیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر شکاری کی نگاہ اس کے کٹے ہوئے خصیتین پر نہیں پڑتی تو یہ التالیث جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو یقین آ جاتا ہے کاٹ کر پھینک دیئے ہیں تو شکاری اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اپنے دو ظاہری کٹے ہوئے خسیوں کی جگہ پوشیدہ خسیوں کو لے آتا ہے۔ کٹے ہوئے خصیہ کا اندرونی حصہ خون کی طرح یا شہد کی مانند ہوتا ہے۔ اگر اس کو خشک کر لیا جائے تو اس کے اندر سے بہت عمدہ خوشبو آتی ہے۔ یہ آبی جانور پانی میں داخل ہو کر سانس کو روک لیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد نکل آتا ہے۔ اس کے اندر اتنی قوت ہوتی ہے کہ یہ پانی کے اندر بھی زندگی گزار سکتا ہے اور خشکی پر بھی لیکن عموماً پانی میں رہتا ہے۔ مچھلی اور کیڑا اس کی غذا ہے۔

طبی فوائد اس کے خصیتین بہت ہی نفع بخش اور سودمند ہیں۔ شیر کے کاٹنے سے بدن انسانی میں جو جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اس کو ختم کرنے کے لیے ان خصیتین کا استعمال مفید ہے۔ دیگر امراض کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ مثلاً اعضاء بارہ کو حرارت بخشتا ہے۔ رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ غرض تمام بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انسانی اعضاء کے لئے کسی بھی حالت میں نقصان دہ نہیں ہے۔ بچھو کے ڈسنے کی جگہ اگر اس کو ملا جائے تو اس کو بہت فائدہ ہو گا۔ جس شخص کو مرگی کا مرض لاحق ہو اس کو تیل میں ملا کر سر پر مالش کرنا مفید ہے۔

اگر کسی شخص پر فالج کا حملہ ہو یا اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے ہوں تو ان مرضوں میں اس کا استعمال بلاشبہ بہت مفید ہو گا۔ ہر قسم کے زہر کے لئے تریاق ہے۔ افیون سے پیدا شدہ تمام امراض کو ختم کرتا ہے۔ نیز بلغم جیسا بھی ہو اس کو ختم کرتا ہے۔ اس کی کھال موٹے بالوں والی ہوتی ہے جس سے پوستین بنائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کو استعمال کرتے ہیں اس کا گوشت بھی فالج زدہ کے لئے اور اصحاب الرطوبت کے لئے مایف ہے۔

الجنین

(ناکمل بچہ، رحم مادر میں رہنے والے بچے) مذبوہ جانور کے بطن سے جو بچہ نکلے اس کو جنین کہتے ہیں۔

جنین کا شرعی حکم

مذبوہ جانور کے بطن سے نکلنے والا بچہ اگر مردہ ہے تو باجماع صحابہ حلال و طیب ہے۔ اور اس کا کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ امام المادردی نے اس مسئلہ کو حاوی میں نقل کیا ہے اور اسی مسلک کو فقہاء کی ایک جماعت مثلاً مالک، اوزاعی، ثوری، ابو یوسف، محمد، اسحاق اور امام احمد وغیرہ نے اختیار کیا ہے، صرف امام ابو حنیفہ اس مسئلہ پر منفرد ہیں، وہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور کلام پاک کی اس آیت سے استدلال فرماتے ہیں: حرمت علیکم المیتة والدم۔ نیز یہ حدیث شریف بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں: احلت لنا میتان و دمان۔ السمک و الجراد و الکبد و الطحال کہ اس حدیث میں صرف دو میت حلال کئے گئے ہیں مچھلی اور ٹڈی، لہذا یہ تیسرا میتہ اپنی طرف سے کیوں حلال کرتے ہیں۔

جمہور علماء کی دلیل قرآن شریف کی یہ آیت ہے: احلت لکم بهیمة الانعام۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ بهیمة الانعام ان بچوں کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں مردہ پائے جاتے ہیں، ان کی ماؤں کی حلت کے سبب اس کا کھانا حلال ہے۔ مزید تفصیل باب الباء میں گزر چکی ہے۔

جمہور علماء کی دوسری دلیل مندرجہ ذیل حدیث شریف ہے:-

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:-

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جنین کی پاکیزگی کی حلت اس کی ماں کی پاکیزگی و حلت کے سبب ہے۔

یعنی جنین کی حلت اپنی ماں کے تابع ہے اور اس کے قائم مقام ہے۔ اگر کوئی اس پر اعتراض کرے کہ آنحضور ﷺ کا منشاء تشبیہ بیان کرنا ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے، ذکاۃ الجنین ذکاۃ ام کے مشابہ ہے۔ کیونکہ ذکاۃ جنین مقدم ہے، ذکاۃ ام پر، اگر آپ کا منشاء نیابت ذکاۃ بیان کرنا ہو تا تو آپ ذکاۃ ام کو مقدم فرماتے ذکاۃ جنین پر۔

المادردی نے اس اشکال کے تین جواب دیئے ہیں:-

(۱) فرماتے ہیں کہ لفظ جنین کا اطلاق صرف اس وقت تک ہوتا ہے جب تک بچہ رحم مادر میں موجود ہے اس سے جدا ہونے کے بعد یہ نام ختم ہو کر اس کا نام ولد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: واذ انتم اجنة فی بطون امهتکم اور رحم مادر میں ہوتے ہوئے بچہ پر قدرت نہیں ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا حدیث شریف میں آپ کا مقصد نیابت بیان کرنا ہے نہ کہ تشبیہ۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہے تو ام اور غیر ام سب برابر ہیں۔ ام کے ساتھ تشبیہ خاص کرنا اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تیسرا جواب یہ کہ آپ کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہو تا تو آپ لفظ ذکاۃ ام کو نصب دیتے اور کاف تشبیہ کو محذوف کرتے۔ حالانکہ یہ حدیث دو طرح پر نقل کی ہوئی ہے۔ دونوں میں بجائے نصب کے رفع ہے۔ یہ اس کی کھلی علامت ہے کہ آپ کے پیش نظر نیابت ہے تشبیہ نہیں اور اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ ایک روایت میں ذکاۃ ام منصوب بھی استعمال ہوا ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں نصب آیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر ہم اس

روایت کو صحیح بھی مان لیں تو ”باء“ کے حذف کی بناء پر یہ منصوب ہوگی کاف تشبیہ کے بناء پر نہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جنین کا ذبح ماں کے ذبح ہونے سے ہے اور اگر دونوں احتمال موجود ہیں تو پھر دونوں ہی کو ملحوظ رکھا جائے۔ جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہوا ہو تو مرفوع روایت سے کام لے کر نیابت کے پہلو کو ترجیح دی جائے اور اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو تو پھر نصب والی روایت کو قوی قرار دے کر تشبیہ کا مفہوم لیا جائے۔

ابو سعید خدریؓ نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ ہم اونٹ، گائے، بکری ذبح کرتے ہیں اور ان کے پیٹ میں بچے ہوتے ہیں، ان کو پھینک دیں یا کھالیں؟

”آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری طبیعت چاہے تو ان کو کھالو، کیونکہ جنین کی حلت اس کی ماں کی حلت کے تابع ہے۔“

شیخ ابو محمد جنین کی حلت پر عقلی دلیل پیش فرماتے ہیں کہ اگر جنین کو ماں کے تابع ہو کر حلال تسلیم نہیں کرتے تو ظہور حمل کے بعد ماں کو ذبح کرنا حلال نہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ حاملہ عورت کو نہ قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ حد جاری کر سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جنین ماں کے تابع ہو کر حلال ہو گا اور اس کا کھانا جائز ہو گا۔

جنین کی تین صورتیں ہیں ایک تو وہ جو مکمل ہو چکا ہو جیسا کہ ما قبل میں گزر چکا۔ دوسرا صرف خون کا لوتھڑا ہو۔ یہ غیر ماکول ہے کیونکہ خون حرام ہے۔ تیسرے گوشت کا ٹکڑا ہو جس کی ابھی صورت ظاہر نہیں ہوئی۔ تو اس کے حلال میں قول کے مختلف ہونے کی بنا پر دو صورتیں ہیں:

۱۔ اگر اس کے اندر روح ڈال دی گئی ہو تو حلال ہے ورنہ نہیں۔ یہ دیکھنا کہ جنین کے اندر روح پھونک دی گئی ہے یا نہیں؟ اس کا ادارک بہت مشکل ہے۔ اگر جنین زندہ پایا گیا تو وہ بغیر ذبح کے کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر بچے کا ابھی سر ہی نمودار ہوا کہ ماں کو ذبح کر دیا گیا تو قاضی اور بغوی کہتے ہیں کہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہو گا۔ قتال کہتے ہیں بغیر ذبح کے بھی کھانا جائز ہے۔ کیونکہ بچے کے بعض حصے کا ولادت کے وقت نکلنا ایسا ہی ہے کہ وہ ابھی ظاہر ہی نہ ہوا ہو۔ روضہ میں ہے کہ قتال کا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ امام صائن الدین ابو بکر قرطبی اکثر ان شعروں کو پڑھا کرتے تھے۔

جری قلم القضاء بما یكون
فسیان التحوک و السکون

ترجمہ:- تقدیر کا قلم چل پڑا اس مضمون سے متعلق جو بہر حال پیش آکر رہے گا (اور جب کہ ایسا ہے تو پھر حرکت و سکون برابر ہیں) (یعنی ہم جدوجہد کریں یا نہ کریں نتیجہ بالیقین تقدیر ہی کے تابع ہوتا ہے۔)

جنون منك ان سعی لوزق
و یرزق فی غشا فی غشاوتہ الجنین

ترجمہ:- یہ تمہاری حماقت ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ حصول رزق محنت اور کوشش پر موقوف ہے حالانکہ دیکھو تو سعی خدا تعالیٰ رحم مادر میں موجود حمل کو بھی رزق پہنچا رہا تھا دراصل حالیکہ اس جنین کی کوئی کوشش نہ تھی۔“

جہبر

(شیرنی) بروزن جعفر ریچھنی لے کو کہتے ہیں۔ حیرت انگیز وصف یہ ہے کہ جب ریچھنی کے ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو یہ نبات نعش صغریٰ کی جانب رخ کر لیتی ہے جس کی بنا پر ولادت میں آسانی ہو جاتی ہے اور جب یہ بچے جن دیتی ہے تو وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتے ہیں اور وہ چیونٹی سے حفاظت کی غرض سے اپنے بچوں کو ادھر ادھر اٹھائے پھرتی ہے۔ پھر بعض مرتبہ چیونٹی کے خوف کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھی بھول جاتی ہے جن کو بچہ دودھ پلا کر پالتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ یونانی میں ضرب الامثال بن گئی۔

اہل عرب کہتے ہیں کہ احمق من جہبر۔ فلاں ریچھنی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

”نباش نعش الکبریٰ“ سات ستارے جو قطب شمالی کی جہت میں ہے اور انہی کے قریب سات اور ستارے ہیں جن کو نبات نعش الکبریٰ کہتے ہیں۔

الجواد

(تیز رفتار عمدہ گھوڑا) الجواد۔ تیز رفتار عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں۔ جواد کے معنی عمدہ کے آتے ہیں۔ کیونکہ یہ چلنے میں تیز رفتار ہوتا ہے اس لیے اس کو جواد کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔ ع

نمتہ جواد لایباع جنیۃ

”ایک ایسی عمدہ نسل کا گھوڑا کہ جس کی خوبی نسل کی بنا پر اس کا بچہ فروخت نہیں کیا جاسکتا۔“

اس کی جمع جو دو جیاد آتی ہے جیسے ثوب و ثیاب اور اجیاد مکہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے چونکہ وہ گھوڑوں کی جگہ ہے اس بنا پر اس نام سے موسوم ہے اور اس کا دوسرا نام قعقعان ہے۔

حدیث میں جواد کا ذکر:

”جعفر غریانی اپنی کتاب فضل الذکر میں سہل بن سعد ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بعد نماز فجر سے بیٹھ کر طلوع شمس تک ذکر اللہ کرتا ہوں۔ مجھے یہ عمل راہ خدا میں عمدہ ترین گھوڑوں پر سفر کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔“

نسائی، حاکم، ابن سنی، بخاری نے سعد بن ابی بکر و قاص سے یہ حدیث نقل کی ہے:

”ایک شخص نماز پڑھنے آیا تو حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے پہلی صف میں پہنچ کر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ جو تو اپنے نیک بندے کو دیتا ہے اس میں سے بہتر مجھے عطا فرما۔ آپ نے بعد فراغت نماز فرمایا کہ یہ دعا کس نے مانگی؟ اس شخص نے عرض کیا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بہترین عمدہ گھوڑے مار دیئے جائیں اور تم راہ خدا میں شہید ہو جاؤ۔ (مطلب یہ ہے کہ جماد کے بعد ہی تم بہتر درجہ کے حقدار ہو گے۔“

لے جہبر: محیط المیط میں جہبر کے معنی شیرنی کے بیان کیے گئے ہیں۔ (ج)

سنن ابن ماجہ میں عمرو بن عبسہ کی یہ حدیث منقول ہے:

”وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا

جس میں مجاہد کا خون بہا دیا جائے اور اس کی سواری ہلاک کر دی جائے۔“

ابن ظفر کی کتاب النصارح میں عمر بن الخطاب کی باندی سے یہ روایت منقول ہے (جس کو نبی کریم ﷺ اے زائدہ! تو تو خوش قسمت ہے کہہ کر پکارتے تھے۔) وہ فرماتی ہیں کہ:-

”ایک روز میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں گئی اور عرض کیا میں اپنے گھر والوں کی خاطر آٹا گوند کرا بندھن لینے گئی۔ اس دوران میں نے ایک خوب صورت چہرے والا اور عمدہ لباس والا گھوڑا سوار دیکھا۔ اس سے قبل میں نے اتنا خوب صورت شخص نہیں دیکھا تھا اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی خوبشوار میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور مزاج پر سی کی۔ میں نے جواب دیا کہ ٹھیک ٹھاک ہوں۔ پھر اس نے آپ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا بجز اللہ بخیر ہیں اور خدائے تعالیٰ کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ اس سوار نے کہا کہ اے زائدہ جب تو محمد ﷺ کے پاس جائے تو میرا سلام کہنا اور یہ خوش خبری دینا کہ رضوان خازن جنت نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کی بعثت سے جتنی خوشی مجھے ہوئی ہے کسی کو نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ نے آپ کی امت کو تین گروہ میں تقسیم فرمادیا ہے۔ ایک گروہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ معمولی حساب کتاب کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ اور تیسرے گروہ کے بارے میں آپ شفاعت کریں گے جس کے نتیجے میں وہ جنت میں جائے گا۔ پھر وہ رخصت ہونے لگے اور میں اپنا لکڑیوں کا گٹھڑا اٹھانے لگی تو مجھے وہ بہت بھاری محسوس ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کیا بہت زیادہ بوجھ محسوس ہو رہا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کافی بوجھ ہے پھر انہوں نے سرخ شلخ سے جو ان کے ہاتھ میں تھی گٹھڑ کو ٹٹولا اور پھر اس کو اٹھا کر ایک پتھر پر جو پاس ہی پڑا تھا رکھ دیا اور اس پتھر کو حکم دیا کہ اے پتھر! اس بوجھ کو اٹھا کر لے چل۔“

چنانچہ پتھر میرے آگے آگے اس بوجھ کو اٹھا کر لایا۔ یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آگئی۔ یہ واقعہ اور خازن جنت رضوان کی بشارت سن کر آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور حق تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان فرمائی۔

حمد و ثناء سے فراغت کے بعد آپ نے صحابہ سے عرض کیا چلو اس پتھر کا معائنہ کریں اور اس کو دیکھیں۔

اسی مفہوم کی وہ حدیث پاک بھی ہے جس کو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، فرمایا کہ ایک یمنی شخص کعب احبار کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں یہودی عالم نے مجھے آپ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا ہے تو کعب نے اس سے خط لے لیا۔ اس یمنی شخص نے کعب سے کہا کہ یہودی عالم نے یہ بھی سوال کیا کہ کیا ہم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کی تم اطاعت کرتے؟ اور تم نے کیوں اپنا آبائی دین ترک کر کے محمد (ﷺ) کا دین اختیار کر لیا۔ تو کعب نے اس شخص کو جواب دیا کہ کیا مجھے اپنے آبائی دین کی طرف لوٹنا چاہتے ہو تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ کہ جب تم اس کے پاس جاؤ تو کہنا کہ کعب تم سے پوچھتا ہے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے حضرت موسیٰ کے لیے دریا کو خشک کر دیا تھا اور اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے موسیٰ ابن عمران کو تختی دی تھی کیا ان کلمات میں یہ مضمون موجود نہ تھا کہ محمد ﷺ کی امت میں تین گروہ ہوں گے۔ ایک بغیر حساب کے جنت میں جائے گا، دوسرے گروہ سے معمولی حساب لیا جائے گا اور جنت میں بھیج دیا جائے

گا۔ تیسرا گروہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے بعد جنت میں جائے گا۔ جب تم یہ سوال کرو گے تو وہ اثبات میں جواب دے گا۔ اس سے کہنا کہ کعب نے کہا کہ مجھے ان تین گروہ میں سے کسی ایک میں کرا دیجئے۔“
واقعہ:- محمد ابن ظفر اپنی کتاب خیر البشر میں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

بادشاہ مرشد ابن عبد کلال جنگ سے کامیاب ہو کر واپس ہوئے تو اس فتح و ظفر پر عرب کے شرفاء شعراء و علماء ان کو مبارک باد دینے وفد کی شکل میں گئے۔ بادشاہ کو بہت خوشی ہوئی اور اس وفد کو اعزاز و اکرام و انعامات سے نوازا۔ یہاں تک کہ ان سے حجاب بھی دور کر دیا گیا۔ اس خوشی کی حالت میں ایک روز اس کو ڈر اڈا خواب دکھائی دیا جس کی وجہ سے وہ بہت گھبرایا اور خوف زدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو خواب بھول گیا جس کا اس کو بہت افسوس ہوا۔ دل میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور جنگ کی کامیابی کی خوشی غم میں بدل گئی۔ پریشانی کا یہ عالم تھا کہ آنے والے وفد سے بھی کنارہ کشی کر لی۔ جس کا وفد پر اچھا اثر نہیں پڑا اور عرب کے شرفاء اس بے التفاتی پر کبیدہ خاطر ہوئے۔ بادشاہ نے کاہنوں کو جمع کر لیا اور ان سے علیحدہ علیحدہ تمناؤں میں دریافت کیا کہ میں نے جو خواب دیکھا ہے اس کو بیان کرو۔ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کاہنوں کے اظہار لاعلمی کرنے پر اس کو بہت رنج و ملال ہوا۔ اور اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔ بادشاہ کی والدہ جو کاہنہ تھی اس نے بادشاہ سے کہا۔ اے بادشاہ سلامت حق تعالیٰ تم کو ایسے امور کی انجام دہی سے باز رکھے جو مستحق لعنت ہوں، کاہنہ عورتوں کو بلا کر ان سے بھی دریافت کر لیجئے۔ ان کے تابع شیاطین بہت زیادہ زیرک و سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ممکن ہے وہ آپ کے درود کی دوا بتا دیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی والدہ کے کہنے کے مطابق کاہنہ عورتوں کو بھی جمع کیا اور ان سے بھی وہی سوال دریافت کیا جو کاہن مردوں سے کیا تھا۔ انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا تو بادشاہ مایوس ہو گیا۔

اس کے بعد ایک دن بادشاہ شکار کھیلنے نکلا اور شکار میں اتنا مشغول ہوا کہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور تنہا رہ گیا۔ جب جنگل میں اس کو شدت کی گرمی نے جھلسنا شروع کیا اور اس نے گھر واپس آنے کا ارادہ کیا تو اچانک ایک بڑھیا نے بادشاہ کو خوش آمدید کہا اور ہر قسم کی راحت و سہولت کا یقین دلایا۔ بادشاہ اپنے عمدہ گھوڑے سے اتر کر گھر میں پہنچا اور جھلسا دینے والی گرمی سے اس کو قدرے آفاقہ ہوا تو وہ سو گیا۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے اپنے سامنے ایک خوب صورت دو شیرہ کو دیکھا جو حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی۔ دو شیرہ نے آداب شاہانہ بجالانے کے بعد عرض کیا کہ عالی جاہ! دن بھر کی سیر و تفریح کی وجہ سے شاید آپ بھوکے ہوں کچھ ماحضر نوش فرمائیے۔ اجنبی دو شیرہ سے یہ بے تکلفانہ بات سن کر بادشاہ کے دل میں اضطراب بڑھا اور خوف محسوس کرنے لگا۔ لڑکی نے تسلی دیتے ہوئے عرض کیا بادشاہ سلامت آپ پر اور آپ کے جدا امجد پر پوری دنیا قریبان ہو آپ سے ہم کو بہت فیض پہنچا ہے یہ کہہ کر لڑکی نے ماحضر بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا جو ٹرید لے اور سوکھے گوشت لے کے نکلے اور کھجور لے وغیرہ کے ستو

۱۔ ٹرید: روٹی کے ٹکڑوں کو شوربے میں ڈبو کر بنایا جانے والا ایک کھانا۔

۲۔ قدید: گوشت جسے لمبے لمبے ٹکڑوں میں کاٹا گیا ہو۔

۳۔ جیس: کھجوروں کو صاف مکھن اور وہی میں ملا کر بنایا جاتا ہے۔

پر مشتمل تھا اور خود کھیاں اڑانے کھڑی ہو گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ کھانے سے فارغ ہو گیا۔

اس کے بعد بادشاہ کی خدمت میں لڑکی نے بہترین قسم کا دودھ پیش کیا۔ بادشاہ نے حسب خواہش دودھ پیا اور لڑکی کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس دو شیزہ کا حسن اس کے دل میں گھر کر گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام عفیرہ ہے۔ بادشاہ نے کہا اے عفیرا! تو نے جو بادشاہ کہا ہے اس سے مراد کون سا بادشاہ ہے؟ لڑکی نے جواب دیا میری مراد مرشد ابن عبد کلال ہیں جو میرے سامنے رونق افروز ہیں اور جس نے ایک پیچیدہ مسئلہ میں کاہنوں کو مدعو کیا تھا اور کاہن اس کو حل کرنے میں ناکام ثابت ہوئے۔

بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا تم اس پیچیدہ مسئلہ کو جانتی ہو؟ لڑکی نے اثبات میں جواب دیا کہ وہ ایک خواب ہے۔ بادشاہ نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ خواب بتائیے میں نے کیا دیکھا تھا؟ لڑکی نے بادشاہ کا خواب من و عن نقل کر دیا کہ آپ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ تیز آمد ہی چل رہی ہے اور ہوا کے گولے ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور قریب میں نہر جاری ہے وہاں کوئی کھڑا ہوا گھنٹی کی آواز کی شکل میں کہہ رہا ہے کہ نہر کے قریب گھاٹ میں آجاؤ۔ تو جس شخص نے نہر سے پانی پی لیا تو وہ سیراب ہو گیا اور جس نے انکار کر دیا وہ اس میں غرق ہو گیا۔^{۱۰}

بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ یہی میرا خواب ہے اور میں نے ایسا ہی دیکھا تھا اے عفیرا اس کی تعبیر بتاؤ۔ اس لڑکی نے اس خواب کی تعبیر بتائی شروع کی کہ الاعاصیر الزوابع (ہوا کے گولے) سے مراد یمن کے بادشاہ ہیں اور النہر (نہر) سے مراد علم ہے اور الداعی (بلانے والے) سے مراد پیغمبر ﷺ ہیں اور الجارح (نہر سے پانی پینے والے) سے مراد نیک لوگ ہیں اور الکارع (انکار کرنے والے سے مراد) جھگڑالو دشمن ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ نے عفیرا سے دریافت کیا کہ یہ پیغمبر امن و سلامتی پھیلائیں گے یا جنگ و جدال برپا کریں گے؟ عفیرا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم وہ پیغمبر امن و سلامتی کا پیغام لائیں گے اور دنیا سے جنگ و جدال، جھگڑے فساد ختم کریں گے اور باندیوں کو آزاد کریں گے۔

بادشاہ نے پوچھا۔ وہ انسان کو کس چیز کی طرف بلائیں گے؟ عفیرا نے کہا۔ نماز روزہ کی دعوت دیں گے، صلہ رحمی کی تلقین کریں گے، بت شکنی کا حکم دیں گے اور تیروں کے ذریعہ پانسہ پھینکنے کو لغو قرار دیں گے۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ وہ کس قوم سے پیدا ہوں گے؟ عفیرا نے کہا کہ مضربن نزار کی قوم سے پیدا ہوں گے اور اس قبیلہ کی شہرت اسی وجود گرامی سے ہوگی۔ اور خاندانی روایات کو روشن کرنے کا باعث بنیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جب ان کی قوم حملہ آور ہوگی تو کون ان کے مددگار ہوں گے؟ عفیرا نے جواب دیا کہ ان کے مددگار پرندے ہوں گے اور مبارک النہر جہاد کریں گے۔ اور ان کے ذریعہ سے کفر کے حلقوں میں کھلبلی مچ جائے گی اور اس پیغمبر کے حلقہ کی بھرپور مدد کی جائے گی۔

عفیرا کے یہ جوابات سن کر بادشاہ اس سے اپنے نکاح کے بارے میں غور کرنے لگا تو عفیرا نے کہا کہ میں آپ سے نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں اس لیے کہ میرا تابع غیور ہونا چاہیے اور میرے معاملے میں انتہائی صبر کی ضرورت ہے جو کوئی مجھ سے محبت

کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

یہ سن کر بادشاہ کھڑا ہو گیا اور اپنی سواری کی طرف چلا اور سوار ہو کر اپنے محل میں آگیا اور وہاں سے عسیرا کے لیے سواونٹ ہدایا و تحائف سے لدے بھرے بھجوا دیئے۔

بخت نصر کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ خواب دیکھ کر بھول گیا تھا جس میں پیغمبر اعظم سرور کائنات ﷺ کی بعثت مبارکہ کی اطلاع دی گئی تھی۔ بخت نصر نے اس وقت خواب دیکھا تھا جب اس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کے بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا تھا اور ان گرفتار شدگان میں سے اس نے ایک ہزار بچوں کو اپنی نگرانی میں رکھا تھا جن میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ بخت نصر خواب دیکھ کر بھول گیا۔ اس سلسلہ میں اس نے کاہن اور منجم حضرات کی طرف رجوع کیا اور ان کو جمع کر کے ان سے اپنا خواب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم صرف خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں جب کہ آپ ہم سے اپنا خواب بیان کریں۔ بخت نصر نے کہا کہ میں خواب بھول چکا ہوں۔ اگر تم نے مجھ کو میرا خواب یاد نہ دلایا تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری موت تمہارے سروں پر ناچے گی۔ بخت نصر کی اس دھمکی سے تمام کاہن و ساحر خوف زدہ ہو گئے اور اس کے پاس سے گھبرائے ہوئے واپس آئے۔ پھر انہی میں سے ایک نے جا کر بخت نصر کو یہ اطلاع دی کہ ہمارے علم کے مطابق اگر کوئی شخص تمہارا خواب بیان کر سکتا ہے تو وہ صرف اسرائیلی لڑکا دانیال ہے وہی آپ کا خواب بیان کر سکتا ہے۔

بخت نصر نے حضرت دانیال علیہ السلام کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان سے اپنا خواب دریافت کیا۔ حضرت دانیال نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! آپ مجھے صرف تین دن کی مہلت دیجئے کیونکہ میں اپنے مالک حقیقی سے دریافت کر کے بتا سکتا ہوں۔ بخت نصر نے حضرت دانیال علیہ السلام کو مہلت دی اور حضرت دانیال علیہ السلام نماز و دعا میں مشغول ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے بخت نصر کا خواب اور اس کی تعبیر بتادی۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ آپ نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک پتھر کی مورتی ہے اور اس کے ہاتھ پیر مٹی سے بنے ہوئے ہیں اور ران پیتل کی ہے اور اس کا پیٹ چاندی اور سینہ سونے کا ہے اور مورتی کی گردن و سرو پہ کا بنا ہوا ہے۔ اے بادشاہ! آپ نے اس مورتی و تصویر کو دیکھ کر بہت تعجب کیا۔ بخت نصر نے کہا کہ تم نے صحیح کہا۔ پھر حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ اس تصویر آسمان سے پتھر پر سے اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور اس کے بعد وہ پتھر اتنا بڑا ہو گیا کہ پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ اے بادشاہ یہ وہ خواب ہے جس کو آپ بھول گئے تھے۔ بخت نصر نے کہا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟

حضرت دانیال نے عرض کیا کہ وہ پتھر کی مورتی جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے یہ دنیا کے بادشاہ ہیں۔ بعض بادشاہ انتہائی طاقت و قوت والے ہیں اور بعض کمزور۔ بس اس بات کے ہاتھ پیر جو مٹی کے بنے ہوئے تھے یہ کمزور بادشاہ ہیں اور جو پیتل کا حصہ تھا تو اس سے کچھ طاقت و بادشاہ کی جانب اشارہ تھا اور سونا چاندی کا جو حصہ بنا ہوا تھا تو اس سے طاقت و باعزت بادشاہ مراد ہیں۔ پھر اس بات پر جو پتھر اگر گرا اس سے مراد پیغمبر آخر الزمان ﷺ ہیں جو تمام دنیا کو بھلائی کی دعوت دیں گے جس کے نتیجے میں آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے تمام دنیا روشن ہو جائے گی اور دنیا کا اقتدار اعلیٰ آپ ہی کی جانب منتقل ہو جائے گا اور رہتی دنیا تک آپ ہی کی لائی ہوئی شریعت پر لوگ عمل پیرا ہوں گے۔

یہ باتیں سن کر بخت نصر کو بہت تعجب ہوا اور حضرت دانیال علیہ السلام کی قدر و منزلت اس کے دل میں بہت بڑھ گئی اور آپ کو اپنے

خاص الخصاص افراد میں شامل کر لیا۔

مورخ ابن خلکان، ابن قریہ کی سوانح میں تحریر فرماتے ہیں (جن کا اصلی نام ایوب بن زید بن قریہ تھا اور اعرابی ہونے کے باوجود مقرب بارگاہ حجاج تھا) کہ حجاج نے ابن قریہ کو عبدالرحمن بن اشعث بن قدی کے پاس بھیجا۔ جس وقت عبدالرحمن بن اشعث نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے مقابلہ میں خروج کیا تھا اور اس کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ چنانچہ ابن قریہ اس کے پاس پہنچا اور اس نے کہا کہ تم خلیفہ عبدالملک بن مروان کے خلاف تقریر کرو اور اس کی خلافت تسلیم نہ کرو اور حجاج کو قید کر لو۔ ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ چنانچہ ابن قریہ نے عبدالرحمن بن اشعث کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا اور اس کا ہمنوا بن گیا۔ جب عبدالرحمن بن اشعث حجاج سے مقابلہ کرتا ہوا لڑائی میں مارا گیا تو ابن قریہ کو حجاج کے پاس پکڑ کر لایا گیا تو حجاج نے اس سے چند سوالات کیے جن کا ابن قریہ نے مختصر انداز میں یہ جوابات دیئے کہ اہالیان عراق حق و باطل کی خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اہل حجاز فتنہ و فساد میں سبقت کرتے ہیں اور اس میں بہت ماہر ہیں۔ اہل شام اپنے حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں اور اہل مصر طاعت کے غلام ہیں۔ یمن کے لوگ مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں اور سر زمین ہند کے دریا موتی ہیں اور اس کے پہاڑ یاقوت ہیں اور ہندوستان کے شجر عود ہیں اور اس کے پتے عطر ہیں۔ ملک یمن خلاصہ عرب ہے اور اصل النسل ہے اور مکہ معظمہ کے اشخاص جید علماء ہیں اور وہاں کی عورتیں بہترین لباس والی ہیں اور مدینہ علم کا منبج ہے۔ بصرہ کی سردی و گرمی میں شدت ہے اس کا پانی نمکین ہے۔ اس کی لڑائی صلح ہے۔ کوفہ دریا کی گرمی کی بناء پر مشہور ہے اور ٹھنڈک کی بناء پر بدنام ہے اور ملک شام حماۃ اور کتہ کے مابین دروازہ ہے۔

حجاج نے ابن قریہ سے سوال کیا کہ حماۃ اور کتہ سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ بصرہ اور کوفہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے حریف ہیں اور ان کے درمیان دجلہ اور فرات دو دریا بہہ رہے ہیں جو خیر کی علامت ہیں۔ ابن قریہ نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہر اعلیٰ و عمدہ شے کے مقابلہ میں بیکار اور گھٹیا شے ہے۔ شجاعت کے مقابلہ میں بزدلی ہے۔ حلم کے مقابلہ میں ہفوات ہے۔ حجاج نے کہا کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ ہر شے کے لئے آفت و زوال ہے۔ ابن قریہ نے کہا کہ اہل عرب صحیح کہتے ہیں۔ بروباری کی آفت غضب ہے۔ عقل کی آفت عجب ہے۔ شجاعت کی بغاوت ہے اور مال کی آفت سوء تدبیر ہے۔ اور باکمال کی آفت قحط الرجال ہے۔ اور شریف لوگوں کی آفت کمین لوگوں کا پڑوس ہے۔ علم کی آفت بھول جانا ہے۔ سخاوت کی آفت بدل و خرچ کرنا ہے۔ اس کے بعد حجاج نے ابن قریہ سے دریافت کیا کہ حجاج کی مصیبت و آفت کیا ہے؟ ابن قریہ نے جواب دیا۔ اس شخص کے لئے کوئی آفت و مصیبت نہیں ہے جس کا حسب و نسب عمدہ ہو اور جس کی اولاد بھی عمدۃ النسل ہو۔ حجاج نے کہا کہ اب تیرا پیاناہ شقاوت لبریز ہو گیا اور تیرا اتفاق ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ فوراً اس کی گردن اڑا دینے کا حکم کر دیا۔ جب حجاج نے اس کو مقتول دیکھا تو اپنے اس فعل پر سخت تادم و پشیمان ہوا۔

علامہ دمیری کہتے ہیں کہ ابن قریہ ۸۴ھ میں قتل کیا گیا ہے اور اس کا مفصل واقعہ ”غایت الادب فی کلام حکماء العرب“ میں مرقوم ہے۔

اتناء الاخیار بالئسا الاشرار کے مصنف نے ایک عمدہ گھوڑا ابو مسلم خراسانی کی خدمت میں پیش کیا۔ ابو مسلم نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ گھوڑا کس کام میں آتا ہے؟ انہوں نے کہا جہاد فی سبیل اللہ میں۔ ابو مسلم نے کہا نہیں ساتھیوں نے عرض کیا کہ پھر

دشمنوں کی تلاش کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس پر بھی ابو مسلم نے انکار کیا تو ساتھیوں نے عرض کیا کہ پھر آپ ہی بتائیے کہ کس کام میں آتا ہے؟ جواب دیا کہ فاحشہ عورت اور برے پڑوسی سے بھاگنے کے کام آتا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں بہترین وصف کے گھوڑے صاف فالت ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بھی یہی وصف بیان فرمایا۔
قال الله تعالى اذ عرض عليه بالعشى الصافات الجباد۔

مفسرین اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ایک ہزار گھوڑوں کو صرف نماز کے فوت ہو جانے کے سبب سے ذبح کر دیا تھا جس کے عوض حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے بھی بہترین بدلہ عطا فرمایا تھا۔ یعنی ہوا کو آپ کے تابع کر دیا تھا جو صبح دشام میں آپ کو ایک ماہ کا سفر طے کر ادیتی تھی۔

”ابو قتادہؓ اور ابو ہامّہؓ جو کثرت سے بیت اللہ کی زیارت کرتے تھے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بدوی آیا اور اس نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو چند باتوں کی تعلیم دی جس میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر کسی شے کو حق تعالیٰ سے ڈر کر چھوڑ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بہتر شے عطا فرمائے گا۔“

نعمانی نے اس حدیث شریف کی تخریج کی ہے اور ابو الدہما کا اصلی نام قرفہ بن ہمیس ہے۔ بخاری کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی حدیث ان سے روایت کی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کو قربت و ثواب حاصل کرنے کی وجہ سے ذبح کیا تھا۔
تعلیل کہتے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔

حضرت ابو طلحہؓ نے بھی نماز کے فوت ہونے کی تلافی میں اپنا باغ صدقہ کر دیا تھا جبکہ وہ ایک پرندہ کے دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے جس کی بنا پر نماز میں تاخیر ہو گئی تھی۔

الصافات ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں پر کھڑے رہیں اور چوتھے پاؤں کا کھر صرف زمین پر لگا رہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے

الف الصفون فلا يزال كانه مما يقوم على الثلاث كسير

ترجمہ:- بہترین قسم کے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور وہ اپنے تین پاؤں پر مسلسل کھڑے رہتے ہیں جو ان کے بہترین نسل سے ہونے کی علامت ہے۔“

اہل عرب خیل (گھوڑے) کو اس کی شرافت و نجابت کی بنا پر خیر سے بھی پکارتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو جن کو عام طور پر لوگ زید الخیل کے نام سے پکارتے تھے، زید الخیر کہا۔ زید جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے دونوں پیر زمین کی طرف لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ زید بن مہملہل ابن زید طائی ہیں۔ ان کے پاس گھوڑوں کی کثرت تھی۔ ہر قسم کے گھوڑے ان کے پاس تھے۔ مثلاً ہطل، کیت، ورد، مکال، لاحق، دموک وغیرہ۔

زید بن مہملہل قبیلہ طے کے ساتھ بارگاہ رسالت میں ۹ھ میں آکر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ دو خصلتیں تم میں ایسی ہیں کہ جس کی بنا پر اللہ اور اس کا رسول تم سے محبت کرتا ہے۔ ایک حیا اور دوسرے حلم۔ زید نے عرض کیا کہ ہر قسم کی ستائش و خوبی اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو ایسی چیز عطا فرمائی جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول محبت فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اے زید الخیر تم کو بخار ہلاک کرے گا۔ چنانچہ اس

کے بعد وہ گھر واپس آئے تو انہیں بخار چڑھا اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

مسح بالسوق والا عناق کی تفسیر میں ابن عباسؓ اور زہریؓ فرماتے ہیں کہ مسح بالسوق کے معنی یہاں تلوار سے گردن اور ٹخنے کاٹنے کے نہیں ہیں بلکہ محبت و اعزاز کی وجہ سے ہاتھ پھیرنا مراد ہے۔ یعنی حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کے ٹخنوں اور گردنوں پر محبت و تکریم کی وجہ سے ہاتھ پھیرا۔

بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد غسل الماء یعنی نہلانا ہے۔

تعلیٰبی کہتے ہیں کہ مسح بالسوق والا عناق کرنا یہ علامت تھی اس بات کی کہ یہ گھوڑے جماد کے لئے خاص ہیں۔ اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں میں سے صرف سو گھوڑے باقی بچے تھے جن سے آج تک کی نسل چلی آتی ہے۔ مصنف حیات الحيوان اس قول کی تردید فرماتے ہیں کہ یہ محال ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کل بیس گھوڑے تھے جن کو شیطان دریا سے نکال لایا تھا اور ان کے پر بھی تھے۔ واللہ اعلم۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بارے میں دعا مانگی کہ مجھ کو ایسی بادشاہت عطا کر جو کسی کو نہ دی گئی ہو۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان مجھ کو منفرد و ممتاز مقام عطا فرما کہ میرا معجزہ ہو جائے۔ مفصل بیان باب العین میں آئے گا۔

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے روایت کی ہے کہ:-

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں کہ مجھے ایسا حکم جو آپ کے حکم سے ملتا ہو اور ایسی حکومت جو میرے بعد کسی کو نہ ملے اور یہ کہ جو شخص اس مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو اور اس کی غرض سوائے نماز کے اور کوئی نہ ہو تو وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جائے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اول کی دو دعائیں تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں اور تیسری دعا کے بارے میں مجھ کو امید ہے کہ وہ بھی قبول ہو گئی ہوگی۔“

علامہ دیمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر دعا کر رہا ہے اور دوسرا پیغمبر قبول ہونے کی امید کر رہا ہے، پھر کیوں نہ مقبول ہوئی ہوگی۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے چھ سو کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ جن و انس کے عظماء و شرفاء حسب مراتب آپ کے پہلو میں تشریف فرما ہوتے۔ انسانوں کا رتبہ جنات سے بڑھا ہوا ہوتا۔ یعنی سب سے پہلے اشراف انسان کا گروہ ہوتا وہ آپ کے متصل بیٹھ جاتا۔ پھر اشراف جن کی جماعت آتی، وہ اس کے متصل بیٹھ جاتی۔ پرندے آکر ان سب پر سایہ فگن ہو جاتے۔ ہوائیں چلتیں جن کی سرعت رفتار کے بارے میں قرآن شریف ناطق ہے غدوہا شہر و رواحھا شہر (کہ صبح کے وقت وہ ایک مہینہ کی مسافت طے کرتی اور شام کے وقت بھی)

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی فرمائش کے مطابق حق تعالیٰ نے بادشاہت عطا کی تو آپ نے ایسی کرسی بنوانے کا فیصلہ کیا جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر جن و انس و جند و پرند کے خصوصیات کا فیصلہ فرمائیں اور جس کو دیکھ کر باطل پرست اور جھوٹی گواہی دینے والے خوف زندہ اور مبسوت ہو جاتے۔ اور صرف حق بات کی گواہی دیتے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے حکم فرمایا کہ کرسی کو ہاتھی کے دانت سے بنوایا جائے جو موتی یا قوت اور زمر سے مرصع ہو۔ اس کرسی کے چاروں طرف سونے کے چار کھجور

کے درخت لگائے جائیں جن کی شاخ سرخ قیمتی پتھر کی اور سبز مردکی ہو۔ دو درخت پر سونے کے مور کی تصویر بنائی جائے اور دو کھجور کے درخت پر سونے کے دو گدھ بنائے جائیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سونے کے دو شیر آپ کی کرسی کے پہلو میں رکھے گئے جن کے سرور پر سبز مرد کے ستون نصب کئے گئے اور کھجور کے درختوں پر سونے کی انگور کی تیل لٹائی گئی، جس کے خوشہ یا قوت کے تھے اور جس نے کھجور کو اور کرسی کو اپنے سایہ میں لے لیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کرسی پر جلوہ افروز ہونے کا ارادہ فرماتے اور کرسی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے تو کرسی چکی کی طرح بہت گھومنے لگتی اور پرندے اپنے اپنے پروں کو پھیلانے لگتے۔ شیر اپنے ہاتھوں کو دراز کرتے اور اپنی دم کو زمین پر رکھتے۔ جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کرسی پر بیٹھ جاتے تو سونے کے دو گدھ جو کھجور کے درخت پر بنائے گئے تھے وہ تاج اٹھا کر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پر رکھ دیتے۔ پھر کرسی چکر کاٹنے لگتی۔ اس کے ساتھ گدھ، مور اور شیر بھی گھومنے لگتے۔ پھر آپ تورات کی تلاوت فرماتے اور اس کے بعد فیصلہ فرماتے۔ آپ کے دائیں جانب ایک ہزار سونے کی کرسی بچھی ہوتی تھی جس پر بنی اسرائیل کے شرفاء و علماء تشریف فرما ہوتے اور بائیں جانب بھی ایک ہزار چاندی کی کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر جنات کے عظماء و شرفاء بیٹھتے۔ ان سب پر پرندے اپنے پروں سے سایہ فگن ہوتے۔ پھر لوگ اپنا اپنا مقدمہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کرتے۔ آپ گواہ طلب فرماتے۔ جس وقت گواہ حضرت کی خدمت میں گواہی دینے کی غرض سے آتے تو چکی کی طرح کرسی گھومتی اور شیر اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے اور دم کو زمین پر مارتے اور مور و گدھ اپنے پروں کو پھیلاتے ان سب حرکات و سکنات کی وجہ سے شاہد کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی جس کی بناء پر وہ سچ ہی کہتا اور جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہوتی۔

جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوئی اور بخت نصر نے بیت المقدس کو فتح کیا تو وہ کرسی کو اٹھا کر شہر انطاکیہ لے آیا اور اس نے اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن اس پر قادر نہ ہوا۔ بخت نصر کے بعد یہ کرسی بیت المقدس میں لائی گئی۔ کوئی بھی بادشاہ اس پر بیٹھنے پر قادر نہ ہو سکا۔ اور پھر اس کرسی کا پتہ نہیں چلا کہاں چلی گئی۔

بخت نصر کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ ان چار بادشاہوں میں سے تھا جنہوں نے اپنا پرچم پوری دنیا میں لہرایا۔ غبی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ مؤرخین اور اصحاب سیر نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے عہد میں ایک اسحاق نامی شخص تھا۔ اس کی چچا زاد بہن حسن اور خوب صورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔ یہ اپنی چچا زاد بہن پر عاشق ہو گیا اور اس سے شادی کر لی۔ چند روز کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہو گیا اس پر جدائی بہت شاق گزری۔ یہ اس کی قبر سے جا کر چمٹ گیا اور رونے لگا۔ ایک مدت تک ایسا ہی کرتا رہا۔ ایک دن حضرت عیسیٰؑ کا دھڑ سے گزر ہوا تو آپ نے کہا کہ اے اسحاق کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا یا روح اللہ یہ میری بیوی کی قبر ہے مجھے اس سے بہت محبت تھی اس کے فراق نے مجھے ہلاک کر رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تمہارا یہ ارادہ ہے کہ میں اس کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دوں۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت عیسیٰؑ قبر کے پاس آئے اور کہا قُم یا صاحب هذا القبر باذن اللہ (اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا) چنانچہ قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک حبشی غلام جس کی آنکھ، ناک اور منہ سے آگ نکل رہی تھی لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ و کلمتہ و عبدہ و رسولہ کہتا ہوا نکلا۔ اسحاق نے کہا یا نبی اللہ میری بیوی کی قبر یہ نہیں ہے بلکہ فلاں جگہ ہے، اس نے دوسری قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس حبشی سے کہا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

پھر آپ دوسری قبر پر آئے اور کہا کہ اے صاحب قبر اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ چنانچہ ایک عورت اپنے بدن سے مٹی جھاڑتی ہوئی نکلی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہی تمہاری زوجہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت عیسیٰ نے اس سے کہا کہ اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ وہ اس کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے فراق میں مستقل جاگتا رہا اب میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ وہ اس لڑکی کی ران پر سر رکھ کر سو گیا۔ سونے کے دوران اس لڑکی کے پاس ابن الملک گزرنا جو حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھا۔ لڑکی اس کو دیکھتے ہی عاشق ہو گئی۔ جب اس شخص نے لڑکی کو دیکھا تو وہ بھی اس پر فریفتہ ہو گیا۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ مجھ کو پانے ساتھ لے چلے۔ اس نے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ادھر جب اسحاق بیدار ہوا تو اپنی بیوی کو نہ پا کر بہت پریشان ہوا اور اس کی طلب و تلاش میں نکل پڑا اور گھوڑے کے آثار قدم دیکھ کر ان کے پیچھے چلتا رہا۔ ایک مقام پر پہنچ کر ان کو پکڑ لیا اور ابن الملک سے کہا میری بیوی میرے حوالے کر دو۔ کیونکہ زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ میری چچا زاد بہن بھی ہے۔ لڑکی نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ میں ابن ملک کی باندی ہوں۔ اسحاق نے نہایت تاکید کے ساتھ کہا کہ تو میری بیوی اور میرے چچا کی لڑکی ہے۔ لڑکی نے جواب دیا میں تجھ کو نہیں پہچانتی۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ میں ابن الملک کی جاریہ ہوں۔ ابن الملک نے اسحاق سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو میری باندی سے کیوں جھگڑتا ہے؟

اس پر اسحاق نے جواب دیا کہ یہ تیری باندی نہیں ہے میری بیوی ہے جس کو روح اللہ نے اسحاق کے حکم سے زندہ کیا ہے۔ ان کی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے اسحاق! یہ تیری بیوی وہی ہے جس کو میں نے زندہ کیا تھا۔ اسحاق نے جواب دیا کہ ہاں اے اللہ کے نبی یہ وہی ہے۔ اس کی بیوی نے کہا یا روح اللہ یہ جھوٹ بول رہا ہے میں اس کی بیوی ہرگز ہرگز نہیں ہوں بلکہ ابن الملک کی جاریہ ہوں۔ اور ابن الملک نے بھی اس کی تائید کی کہ میری باندی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے لڑکی سے کہا کہ کیا میں نے تجھ کو زندہ نہیں کیا تھا؟ اس نے اس بات سے بھی انکار کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جو میں نے تجھے دیا اس کو واپس کر دے۔ یہ سنتے ہی وہ لڑکی مردہ ہو کر گر پڑی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ارادہ کرے کہ میں اس شخص کو دیکھوں جو کفر کی حالت میں مرا ہو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے ایمان کی حالت میں اٹھایا ہو تو وہ اس حبشی کو دیکھ لے اور جو اس کو دیکھنا چاہے جو بحالت ایمان مرا ہو پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ہو۔ پھر اس کو کفر کی حالت میں اٹھایا ہو تو وہ اس لڑکی کو دیکھ لے۔ اس کے بعد اسحاق نے حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر کر کے عہد کیا کہ وہ کبھی بھی شاوی نہ کرے گا۔

وهذه الحکایة اعظم عبرة لاولی الالباب۔ نسأل الله تعالى السلامة وحسن الخاتمة بجاه محمد وآله۔

دمیری کہتے ہیں کہ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک واقعہ اور ذکر کر دیا جائے۔

ایک روز عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے وہاں آپ نے گرجا (چرچ) دیکھا جس میں ایک راہب عبادت کر رہا تھا۔ کثرت عبادت و مجاہدہ سے اس کا بدن لاغر و نحیف ہو گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے اس کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تم اس چرچ میں کتنے دنوں سے ہو؟ اس راہب نے جواب دیا کہ مجھے یہاں پر ستر سال ہو گئے ہیں۔ اور میرے دل میں ایک چیز کی تمنا ہے لیکن وہ پوری نہیں ہوتی۔ اگر آپ میرے لیے دعا فرمائیں تو ممکن ہے کہ میری دیرینہ خواہش پایہ تک پہنچ جائے۔ حضرت عیسیٰ نے اس راہب سے دریافت کیا کہ کس چیز کی خواہش ہے؟ اس راہب نے جواب دیا کہ میری عرصہ سے تمنا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو ایک ذرہ اپنی خالص محبت عطا فرمادے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دعا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے رات کو دعا فرمائی۔ فوراً وحی نازل ہوئی کہ اے عیسیٰ ہم نے

تیری دعا قبول کر لی۔

چند روز کے بعد آپ کا گزر اسی جگہ پر ہوا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ چرچ کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے اور وہ زمین جس پر عبادت خانہ تھا وہ شق ہو گئی ہے۔ آپ اس زمین میں اترے دیکھا تو وہی عابد کھڑا ہے اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔ آپ نے سلام کیا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے عیسیٰ اس نے ہم سے ایک ذرہ کے بقدر خالص محبت کا مطالبہ کیا تھا ہم کو معلوم تھا کہ یہ اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ کی شفاعت و دعا کی وجہ سے ہم نے اس کو خالص محبت کے ذرے کا ستر ہزار دان حصہ دیا۔ جب یہ اس حالت میں ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اگر ہم اس سے زیادہ دیتے تو کیا حال ہوتا۔

دمیری کہتے ہیں کہ خواص کی محبت کا ظہور ان ہی واقعات سے ہوتا ہے۔ فلانی اللہ کے واسطے محبت سب سے پہلی میڑھی ہے اور یہی وہ گھاٹی ہے جس کے ذریعہ انسان محویت کی منزل تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ محققین کے اقوال اس سلسلے میں مختلف ہیں کہ ہر شخص نے اپنے ذوق کے مطابق بیان کیا ہے۔ اس مقام پر مختلف اقوال و عبادات نقل کر کے اس پر تنقید و تبصرہ کرنا مناسب ہے اور اس کی گنجائش ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے اپنی کتاب ”جوہر الفرید“ کے آٹھویں جز میں مفصل بحث کی ہے تاہم مختصر انداز میں اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین اس سے محفوظ ہو سکیں۔

محبت کی تعریف ہر حال میں محبوب کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، اس کو محبت کہتے ہیں۔ راحت و سرور ہو یا رنج و غم، نفع ہو یا نقصان ہر صورت میں اپنی خواہش کو ختم کر کے محبوب کی خواہش کا غلام ہو جانا، اسی کا نام محبت ہے۔

اسی مفہوم کو شاعر اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وقف الہوی بی حیث انت فلیس لی متأخر عنه و لا متقدم

ترجمہ:- محبت نے مجھے جما کر کھڑا کر دیا جہاں پر کہ تو ہے۔ اب میں اس جگہ سے نہ آگے بڑھ سکتا ہوں اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔

اجد الملامۃ فی ہواک لذیذۃ حبال الذکرک فلیلمنی اللوم

ترجمہ:- مجھے تیرے عشق میں ملامت بھی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ یہ تیرے تذکرے کو محبوب رکھنے کی بنا پر۔ لہذا ملامت کرنے والے اب چاہے جتنی ملامت کریں۔

اشبہت اعدائی فصرۃ أحبہم اذا کان حظی منک حظی منہم

ترجمہ:- رقیب میرے دشمن بن گئے تو میں جواباً ان کا دوست ہو گیا جب کہ مجھے کوئی فائدہ تجھ سے پہنچ رہا ہو اور وہ بھی تجھ سے نفع اندوز ہو رہے ہوں۔

فاہنتی فاہنت نفسی صاغراً مامن یہون علیک ممن یکرّم

ترجمہ:- تو نے مجھے حقیر جانا، میں نے بھی پھر خود کو حقیر گردان لیا۔ اس لیے کہ جب تو کسی کو حقیر سمجھے تو وہ معزز کیسے ہو سکتا ہے۔

دمیری کہتے ہیں کہ غیرت اوصاف محبت سے ہے۔ غیرت کے ہوتے ہوئے عشق کو راز میں رکھنا ممکن نہیں۔ لہذا جس کی زبان اس مضمون کو بیان کرنے میں دراز ہو اور سربستہ رازوں کو کھولنے پر مصر ہو تو اسے محبت کا ذائقہ نصیب نہیں وہ صرف اپنے دل کی آسودگی کی خاطر چرچے کر رہا ہے۔ اگر اسے حقیقی محبت کا ذائقہ نصیب ہو تا تو تفصیل اور تشریح کا محتاج نہ ہوتا۔ اس لیے کہ عشق صادق لفظوں سے نمایاں نہیں کیا جاسکتا وہ اداؤں سے پکڑا جاسکتا ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں سمجھ پاتا۔ بغیر محبوب کے، چونکہ۔

تشیر فادری ما تقول بطرفها و اطرق طرفی عند ذاک فَتَفْهَمُ
ترجمہ:- محبوبہ مجھے اشارہ دیتی ہے تو میں اس کے گوشہ چشم کے اشاروں کو فوراً سمجھ لیتا ہوں اور جو ابائیں اپنی آنکھ بند کرتا ہوں تو میرا
یہ جواب محبوبہ کے لیے قابل فہم ہوتا ہے۔“

تکلم منافی الوجوه عیوننا فنحن سکوت و الهوی یتکلم
ترجمہ:- ہم دونوں جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہماری زبان خاموش اور آنکھیں مصروف گفتگو ہوتی ہیں گویا کہ ہم چپ اور
محبت مصروف گفتار۔“

رہی محبت عوام کی تو وہ احسانات کی پیداوار ہے اور دوست کی راہ پر چلنے سے محفوظ ہوتی ہے اور دوست کی متعین کردہ منزل کی
جانب بڑھنے سے نشوونما پاتی ہے۔ یہ محبت و ساوس کی جڑیں کاٹ دیتی ہے۔ اس میں محبوب کی خدمت خوش گوار ہوتی ہے اور
انسان کو مصائب پر صبر کا سلیقہ نصیب ہوتا ہے۔ عوام اسے ہی ایمان کی معراج قرار دیتے ہیں۔ پس صوفیاء کے نزدیک بندے سے جو
کچھ بھی سرزد ہوتا ہے وہ اس کی بندگی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں لگا رہے۔ اس کا
منظور نظر فقط خدا ہو۔ اس سلسلہ میں وہ نہ نشان منزل کا طلب گار ہو اور نہ اسے معبود حقیقی کی معرفت کے لیے دلائل کی ضرورت
ہو۔ گویا کہ اپنے حواس کو معصل کر کے مظاہرہ عبدیت کرتا ہو بارگاہ الہی میں دائماً حاضریاں ہو۔

حکایت حضرت ابراہیم خواصؑ سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر ان کو پیاس محسوس ہوئی۔ چاروں طرف نگاہ ڈالی دور دور تک پانی کا نام
و نشان نہ تھا۔ پیاس کی شدت کا جب غلبہ ہوا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ انہیں اپنے چہرے پر
کچھ ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک خوب صورت نوجوان عمدہ گھوڑے پر سوار ہے۔ سبز رنگ کا لباس زیب تن
کیے اور زرد رنگ کا عمامہ باندھ ہوئے پانی کا پیالہ لیے ہوئے کھڑا ہے۔ اس نے مجھ کو پانی پیش کیا اور مجھ سے کہا کہ میرے گھوڑے پر
سوار ہو جا۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کہاں کا قصد ہے؟ میں نے عرض کیا مدینہ جانے کا ارادہ
ہے۔ اس نے کہا یہی مدینہ ہے تشریف لے جائیے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جا کر عرض کرنا کہ رضوان خازن جنت نے
آپ کو سلام عرض کیا ہے۔

وهذه کرامة عظيمة ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

الجواف

(مچھلی کی ایک قسم) الجواف: (ضمہ کے ساتھ) یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ مالک ابن دینار فرماتے ہیں۔ اکلت و غیفا وراس
جوافه و فعلی الدنيا العفاء۔

لہ الجواف: مقطعی ”الجوافہ“ CHATOESSUS NOSSUS کی مچھلی کو کہتے ہیں۔ (ج)

الجودر

(جنگلی گائے کا پچہ) الجودر (زال کے صمد و فتح کے ساتھ) جنگلی گائے کا پچہ۔ شاعر کہتا ہے۔

ان من یدخل الكنيسة يوما له يلقی فیہا جاذرا و طباء
ترجمہ:- جو گر جاگر روزانہ جاتا رہے گا تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اسے وہاں حسین ہرنیاں اور دیدہ زیب جنگلی گائیں ملیں گی۔
اسی مفہوم کو علی بن اسحاق زاہی نے بہتر طریقہ پر اس شعر میں ادا کیا ہے۔

وبیض بالحاظ العیون کانما ہزرن سیوفا و استلن خناجرا
ترجمہ:- اور وہ گوری چٹیاں خوف ناک آنکھوں والیاں گویا اسی ہیں کہ انہوں نے اپنی نگاہوں کو تلواریں سونت رکھی ہیں اور اپنی آنکھوں کے خنجر سنبھال رکھے ہیں۔

تصدیق لی یوما بمنعرج اللوی فغادرن قلبی بالتصبر غادرا
ترجمہ:- اچانک ایک دن میرے سامنے ٹیلہ پر نمایاں ہوئیں تو میرے دل پر ڈاکہ ڈالا اور میری متاع صبر لے اڑیں۔
سفرن بدورا و النقیس اہلہ و مسن غصونا و التفتن جاذرا
ترجمہ:- جب سامنے آئیں تو محسوس ہوتا تھا کہ چودہویں کا چاند ہیں اور جب نظروں سے غائب ہوئیں تو یوں لگتا تھا گویا کہ پہلے دن کا چاند ہیں۔

واطلعن فی الاجیاد بالدر انحما جعلن لحبات القلوب خرائرا
ترجمہ:- عمدہ قسم کے گھوڑوں کے ساتھ رونما ہوئیں جیسے کہ ستاروں میں موتی اور انہوں نے اپنی محبتوں کے پھر پرے سیدائے قلب میں اڑا دیئے۔

الریح تعصف و الاغصان تعتنق والمزن بکیہ والذہر مفتیق
ترجمہ:- ہوائیں چلتی ہیں تو شاخیں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاتی ہیں، بادل رو پڑتے ہیں اور کلیاں چٹک جاتی ہیں۔
کانما اللیل جفن والبروق له عین من الشمس تبدو ثم تنطلق
ترجمہ:- گویا کہ رات اس کا غلاف چشم ہے اور نگاہوں کی چمک سورج کی شعاعیں ہیں کبھی نمایاں اور کبھی غائب۔
تبدت لہذا البدر من خجل بہا و حقک مثلی فی دجی اللیل حائر
ترجمہ:- محبوبہ سامنے آئی تو چودہویں کا چاند بھی شرمایا۔ بخدا میں تو اندھیروں میں ہی بھٹک رہا تھا۔

وماست فشق الغصن غیظا جیویہ الست تری اورقہ تتناثر
ترجمہ:- وہ مجھ سے ملی تو غضب ناک ہو کر میرا گریبان پھاڑ ڈالا تو کیا تو نہیں دیکھ رہی ہے کہ غیض و غضب کی چنگاریاں بھکر گئیں۔
ولفاحت فالقی العود فی النار جسمہ کذا نقلت عنہ الحدیث المجامر

لہ الكنيسة: ہودج سے ملتی جلتی ایک شے، شاخوں اور لکڑیوں پر کپڑا پھیلا دیا جاتا تھا تاکہ سوار چھپ جائے۔ (ج)

ترجمہ:- اس کی خوش بو پھیلی گویا کہ عود کی لکڑیاں آگ میں ڈال دی گئیں اور پھر یہ داستان عالم آشکارا ہو گئی۔“

وقالت فغادر الدرو واصفر لونه
کذلک مازالت تغارا لضرائر
ترجمہ:- اور جب بولی تو موتی کمرائی میں چلے گئے لیکن ان کا رنگ سامنے آگیا۔ اسی طرح سوتیں ایک دوسرے پر ہشیہ غیرت کرتی ہیں۔“

بادر اذا حاجة في وقتها عرضت
فلله حوائج اوقات وساعات
ترجمہ:- جب ضرورت پیش آئے تو اسے پیش کرو، چونکہ ضرورتوں کے اوقات اور متعین گھنٹیاں ہوتی ہیں۔“

ان امكنت فرصة فانقض لها عجلا
ولا توخر فللتاخير آفات
ترجمہ:- اگر موقع ہاتھ آجائے تو فوراً اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ تاخیر کی صورت میں بہت سے نقصانات درپیش ہوتے ہیں۔“

اماترى الغيث كلما ضحكت
كمائم الزهر فى الرياض بكي
ترجمہ:- کیا بادلوں کو نہیں دیکھا کہ جب وہ ہنستے ہیں تو غنچے باغوں کے اندر رو پڑتے ہیں۔“

كالحب يبيكي لديه عاشقة
و كلما فاض و معه ضحكا
ترجمہ:- جیسا کہ عاشق سوزش عشق میں روتا ہے اور جب وہ روتا ہے تو عشق اس پر ہنستا ہے۔“

لحي الله امرا اولاك سرا
فبحت به وفض الله فاه
ترجمہ:- خدا تعالیٰ تجھے اور نعمتوں سے سرفراز کرے چونکہ تو نے شاعر کی سرگرمیوں کو باقی رکھا۔“

لا انك بالذى استودعت منه
انعم من الزجاج بما و عاء
ترجمہ:- تو ہی تو ہے جس نے ساغر کو لبریز کیا اور پھر چھلکنے لگا۔“

ينم بسر مستر عيه سرا
كما لم الظلام بسر نار
ترجمہ:- راز کو راز رکھنے کی جدوجہد کی جیسا کہ تاریکیاں آگ کو لپٹوں سے جاتی ہیں۔“

انم من النصول على مشيب
ومن صافى الزجاج على عقار
ترجمہ:- تیروں سے زیادہ کارگر اور خالص شراب کے پیالوں سے زمین کے حق میں پڑھ کر جواد بخئی۔“

علی ابن اسحاق شاعر کا انتقال ۳۶۰ھ میں ہوا۔

الجوزل

(کبوتری کا بچہ)

الجوزل (ضمہ کے ساتھ) کبوتری کے بچہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جوازل آتی ہے۔ مفصل بیان قضا کے بیان میں آئے گا۔ شاعر کہتا ہے۔“

يا ابنة عمي لا احب الجوزلاء
ولا احب قرصك المفلفلاء
ترجمہ:- اے میرے چچا کی لڑکی! میں کبوتر کے بچے کو پسند نہیں کرتا اور اسی طریقہ پر تیرے خالی خولی ناز کو۔“

وانما احب ظبیا اعمالا و ریماسمی الشاب جوزلاء
ترجمہ:- میں پسند کرتا ہوں چوکڑی بھرنے والی ہرن کو اور کبھی کبھی جوان کا نام بھی جوزل رکھ دیا جاتا ہے۔

جیال

(بجؤ) جیال، لہ جو کو کہتے ہیں۔ اس کا بیان باب الصاد میں آئے گا۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ ”انبش من جیال“ کہ فلاں بجو سے بھی زیادہ چور ہے۔ کیونکہ بجو قبر میں مردہ کا کفن وغیرہ نکال لیتا ہے۔

الوجرادة

یہ ایک پرندہ ہے جس کو اہل عراق باذنخان کے نام سے جانتے ہیں اور اہل شام بصیر کہتے ہیں۔ اس کا گوشت بوا سیر والے مریض کے لیے مفید ہے۔

باب الحاء

حائمہ

حائمہ: علم کالے رنگ کے کوئے کو کہتے ہیں۔ مرقش کہتا ہے۔

ولقد غدوت و كنت لا
ترجمہ:- میں صبح ہی صبح چلا حالانکہ میں اس وقت چلنے کا عادی نہیں تھا اور حیران و پریشان انداز میں گھومتا رہا۔

فاذا الاشائم
ترجمہ:- تو میں نے عجیب منظر دیکھا، بد نصیب خوش نظر آئے اور خوش قسمت بد نصیب دیکھائی دیئے۔

و كذلك لاجير و لا
ترجمہ:- اس سے میں یہ سمجھا کہ خیر اور شر دائمی چیزیں نہیں ہیں (اس لیے آدمی کو برے حالات میں متاثر اور اچھے احوال میں مغرور نہ ہونا چاہیے۔)

ان شعروں پر مزید تفصیل باب الوداؤ میں آئے گی۔ اس صفت کے کوئے کا نام غراب البین بھی ہے جس کا بیان باب الفین میں آئے گا۔

لہ جیال: یہ لفاظ جاسن اور لین کی ڈکشنریوں میں جمل ہے۔ (ج)

لہ غالباً یہ نقل کی غلطی ہے اور اصل لفظ الحاتم ہے جس کا مطلب ہے کالا کوا۔ (ج)

لہ الواق: ایک پرندہ۔ (ج)

لہ الحائمہ: کوا۔ بڑے شیطان کا پرندہ۔ محیط المحيط میں یہی لفظ لفظ حاتم میں دیئے گئے ہیں۔ (ج)

الحاریۃ

چت کو برہ سانپ کی ایک قسم: اس کا بیان باب الہمزہ میں گزر چکا ہے۔

الحباب

(سانپ) الحباب: اصل میں سانپ کا نام ہے۔ چونکہ سانپ کو بھی شیطان کہا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا نام الحباب رکھ دیا۔
حباب کا حدیث شریف میں ذکر:-

”سعید بن مسیب بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حباب نامی انصاری کا نام تبدیل فرمایا وجہ یہ بیان فرمائی کہ حباب شیطان کا نام ہے۔“

نیز ابو داؤد نے باب تغییر اسم القسح کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے عاص، عزیز، عقلم، شیطان، حکم، غراب، شہاب اور حباب وغیرہ کے ناموں کو تبدیل فرمایا اور جس شخص کا آپ نے نام تبدیل فرمایا اس میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی سلول ہیں جن کا نام حباب تھا۔ آپ نے عبد اللہ نام تجویز کیا اور ان کے والد ابو حباب کی کنیت سے پکارے جانے لگے۔

الحبتر

(لومڑی) الحبتر: لومڑی کو کہتے ہیں۔ باب التاء میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

الحبث

(سانپ) الحبث: سانپ کو کہتے ہیں۔ یہ ڈسنے میں بہت ماہر ہوتا ہے اور اس کا زہر بہت مملک ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان اسی باب کے آخر میں آئے گا۔

حباحب

(جگنو) حباحب بروزن بباد۔ مکھی کی طرح ایک جانور ہے جس کے دو پر ہوتے ہیں اور رات میں چمکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آگ کی چنگاری ہو۔ اہل عرب اس کو کہاوتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: اضعف من نار الحباب کو فلاں چیز اس روشنی سے بھی سریع الزوال ہے جو جگنو کے پروں میں ہوتی ہے۔ اس لیے اہل عرب نے اس کو ضرب المثل بنالیا۔
جو ہری کہتے ہیں کہ حباحب ناقابل انتفاع آگ ہے۔ جگنو کے لیے اس کا استعمال بطور استعارہ کرتے ہیں۔ حباحب کا دوسرا نام قطرب بھی ہے۔ جیسا کہ ابن بیطار وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔ صحاح میں اس کی تشریح موجود ہے۔ قطرب کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہے۔

الحباری

(سرخاب) الحباری: (حَاء پر ضمہ باء پر فتح) یہ ایک مشہور و معروف پرندہ ہے جس کو سرخاب کہتے ہیں حباری اسم جنس

ہے اس کا اطلاق مذکور مونث پر یکساں ہوتا ہے۔ نیز جمع و واحد کے لیے یہی لفظ آتا ہے۔ قیاسی پر اس کی جمع جباریات بھی ہو سکتی ہے۔

جوہری کہتے ہیں کہ نحوی اعتبار سے جباری میں الف نہ تانیث کا ہے اور نہ الحاق کا، چونکہ کلمہ کی اساس پر رکھی گئی ہے اس لیے کلمہ کا جز بن گیا۔ جوہری کے نزدیک جباری معرفہ و نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہے۔

دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جوہری کا یہ کہنا کہ اس میں الف نہ تانیث کا ہے نہ الحاق کا یہ ان کی سخت بھول ہے۔ درحقیقت الف تانیث کے لیے ہے جیسے سانی میں۔ اور اگر اس کا الف تانیث کے لیے نہ ہوتا تو یہ منصرف پڑھا جاتا۔

اہل مصر جباری کو جرج کہتے ہیں۔ یہ اڑنے میں بہت تیز ہوتا ہے اور سنگلاخ علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پر اکھاڑ لینے سے یا خود گر جانے سے اس کی خوب صورتی کم ہو جاتی ہے اور اسی صدمہ و غم کی وجہ سے مرجاتا ہے۔ سرخاب کی گردن طویل اور رنگ دل کش ہوتا ہے۔ اس کے پیٹ میں ایک قیمتی موتی ہوتا ہے اگر وہ خارج ہو جاتا ہے تو وہ اپنے تمام پروں کو اکھاڑ دیتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کا سبب ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

وہم ترکوک اسلح من جباری زَنَتْ صقرا و اشرد من نعام
ترجمہ:- اور انہوں نے مجھ کو چھوڑ دیا جباری سے بھی زیادہ پریشان حال کہ ایک جانب تو وہ دیکھ رہا ہے کہ شکرہ اس حملہ آور ہے اور دوسری جانب وہ گھبرا ہوا شتر مرغ ہے۔

دمیری کہتے ہیں کہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ شکار کرتا ہے خود شکار نہیں ہوتا۔
www.KitaboSunnat.com حدیث شریف میں جباری کا ذکر۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کسی مرد سے یہ کہتے سنا کہ ظالم خود اسی کے لئے نقصان دہ ہے۔ ابو ہریرہؓ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے سرخاب بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔
یعنی جب زمین پر کثرت سے گناہ ہونے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ بارش کو روک لیتے ہیں جس کی وجہ سے غلہ کم مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

يسقط الطير حيث يلتقط الحبة و تغشى منازل اكرماء
ترجمہ:- پرندہ وہیں گرتا ہے جہاں اسے دانہ نظر آتا ہے اور پھر وہ چھپا لیتا ہے شریف لوگوں کے مقام کو۔

سرخاب پرندوں میں سب سے زیادہ حیلہ باز ہوتا ہے اور طرح طرح کے مکر و فریب کر کے رزق حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی جب اس کی موت آتی ہے تو بھوک کی وجہ سے آتی ہے۔ سرخاب کے بچے کو لیل و نهار بولتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے اپنے کلام میں کہا ہے۔

ونهارا لَ زَائِثٌ منتصف الليل وليلا زَائِثٌ ربط النهار

لہ جاری: عمان میں جاری (HOUBARA MACQUEENI) شام اور مغربی فلسطین میں H-UNDOLATA حصر میں OTIS HOUBARA ہے۔

لہ یہاں لیل و نهار کے الفاظ دو معنی ہیں۔

ترجمہ:- اور میں نے آدمی رات میں دن دیکھا اور دن کے ٹھیک نصف حصہ میں رات دکھائی دی۔“
سرخاب کا شرعی حکم | سرخاب کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حلال و طیب ہے۔

ابوداؤد ترمذی نے حضور اکرم ﷺ کے غلام یزید بن عمر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:-
 ان کے دادا نے آپ کے ساتھ سرخاب کا گوشت تناول فرمایا ہے۔“
 ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ضرب الامثال و کماتیں | اہل عرب کہتے ہیں کہ ”احمد من الحباری“ فلاں شخص حباری (سرخاب) سے زیادہ غمگین و ملول ہے۔ حضرت عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہر جانور اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ سرخاب بھی جس کی حماقت ضرب المثل ہے۔ یعنی حماقت و بیوقوفی کے باوجود در سروں کی طرح اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔
 اہل عرب خوف و رنج کے وقت کہتے ہیں ”اصلح من الحباری“ حباری سے زیادہ بزدل“ اور امن کے وقت کہتے ہیں۔“ اصلح من الدجاج نیز یہ مثال بھی دیتے ہیں۔“ الحباری خالة الکروان“ لہٰذا کہ سرخاب کروان کی خالہ ہے۔“
 اکثر ابہام ومن ابہام القطاة اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سرخاب اور کوچ سے بھی زیادہ پست قامت۔

سرخاب کے طبی فوائد | سرخاب کا گوشت معتدل و متوسط ہوتا ہے۔ نہ تو مرغ کی طرح زود ہضم اور نہ بطخ کی طرح دیر ہضم۔ اس کا تاثیر گرم و تر ہے۔ جس ریح کے لئے مفید ہے۔ لسن و جمع مفاصل و جمع قوارج کے لئے نقصان دہ ہے۔ نیز بلغم بھی بناتا ہے۔ دار چینی، زیتون، سرکہ ملانے سے اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے۔ جن کا مزاج سرد ہو ان کے لئے اس استعمال مفید ہے۔ خصوصاً سردیوں میں یا ٹھنڈے علاقہ میں اس کا گوشت کھانا نفع بخش ہے۔

قرظوبیٰ فرماتے ہیں کہ سرخاب کے پوٹے میں ایک چھوٹا سا پتھر ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کثرت احتلام کی شکایت ہو تو اس پتھر کو اپنے پاس رکھنے سے یہ شکایت دور ہو جائے گی۔ اسہال والا مریض اپنے پاس رکھے تو اس کی بیماری بھی ختم ہو جائے گی۔ اگر یہ پتھر اس شخص کے قلب پر لٹکا دیا جائے جس کو نیند زیادہ آتی ہے تو اس کی نیند کم ہو جائے گی۔

حکیم ارسطاطالیس نے لکھا ہے کہ سرخاب کا بیضہ جس میں مذکر کے جراثیم موجود ہوں بالوں پر لگا لیا جائے تو بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے جس کا ایک سال تک رنگ زائل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس بیضہ میں مونث کے جراثیم موجود ہو تو یہ سیاہ نہیں کرتا۔ نیز اس کا علم کہ اس کے اندر مذکر کے جراثیم موجود ہیں یا مونث کے؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوئی کے ذریعہ سے دھاگہ اندے میں داخل کر کے دیکھ لیا جائے۔ اگر دھاگہ کالا ہو گیا تو سمجھ لیجئے اس کے اندر مذکر جراثیم ہیں ورنہ نہیں۔
 سرخاب کی خواب میں تعبیر خنی مرد سے دی جاتی ہے۔

الحبرج

(ز سرخاب) الحبرج: ز سرخاب کو کہتے ہیں اور بچے کو مجبور کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ مجبور ایک بکری پرندہ ہوتا ہے۔

الحبرکی

(چچڑی) الحبرکی چچڑی کو کہتے ہیں۔ خساء شاعرہ کہتی ہے۔

فلست بموضع شدی حبرکی ابوہ من بنی چشم بن بکر

ترجمہ:- میں دودھ نہیں پلاؤں گی چچڑی کو دارنحالیکہ ان کا باپ قبیلہ بنو چشم ابن بکر سے ہے۔

مونٹ کے لئے حرکات آتا ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ الحبرکی میں الف تانیث کیلئے ہے جس کی بنا پر غیر منصرف پڑھا جائے گا۔ چھوٹے ہاتھ والے شخص کو بھی حبرکی سے تشبیہ دیتے ہیں۔

حبلق

(بکری کا بچہ) حبلق: بکری کے بچہ کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے نحیف ولاغردن والی بکریاں بھی مراد لی ہیں۔

حَبِيش

(پرندہ کی ایک قسم) حَبِيش: جو ہری کہتے ہیں کہ یہ بلبل کی مانند ایک پرندہ ہوتا ہے۔

الحجر

(گھوڑی) الحجر: گھوڑی کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ لفظ مونٹ کے لئے خاص ہے اس وجہ سے تاء تانیث کا الحاق نہیں کیا گیا۔ اس کی جمع اجارو حجو ر آتی ہے۔ افزائش نسل کے لئے جو گھوڑی ہوتی ہے اس کو اجار الخیل کہتے ہیں۔ الحجر کا حدیث شریف میں تذکرہ:

عمر بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑوں اور فچروں میں کوئی ذکوۃ نہیں ہے۔

مندرجہ بالا حدیث شریف میں حجر کا لفظ تاء تانیث کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ تاء کا الحاق ہو سکتا ہے۔ لیکن مستدرک میں ابو زرعة ابو ہریرہؓ سے راوی ہیں کہ آنحضور ﷺ گھوڑیوں کے لئے فرس کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔

حجر کے طبی فوائد و شرعی حکم گھوڑے کی مانند ہے۔ اس کا مفصل بیان باب الخلاء میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

حجرۃ کی خواب میں تعبیر | نیک و شریف عورت سے دی جاتی ہے۔ جس شخص نے یہ دیکھا کہ وہ گھوڑی پر سوار ہے۔ اس کی تعبیر

یہ دی جائے گی کہ وہ کسی نیک و شریف عورت کے ساتھ شادی کرے گا اور اگر اس گھوڑی پر زین و لگام لگا ہوا ہو تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ جس کی عصمت محفوظ نہ ہو یا ایسے امر میں ملوث ہوگی جو اس سے غیر متعلق ہوگا۔ سفید گھوڑی کو خواب میں دیکھنا اعلیٰ حسب نسب والی عورت سے کنایہ ہے۔ سرخ رنگ کی گھوڑی سے خوب صورت، حسین و جمیل عورت مراد ہے اور پیلے رنگ کی گھوڑی سے مریضہ عورت مراد ہوتی ہے اور کالی رنگ کی گھوڑی مالدار عورت پر دلالت کرتی ہے۔ اور سبز رنگ کی گھوڑی بھی مال و دولت والی عورت پر دلالت کرتی ہے۔ کبھی گھوڑی کی تعبیر موسم و سال سے بھی دی جاتی ہے۔ چنانچہ موٹی و فربہ گھوڑی کو دیکھنا سرسبز و شادابی کی طرف اشارہ ہے۔ دہلی و لاغر گھوڑی کو دیکھنا قحط سالی کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ علم

الحجروف

(جانور کی ایک قسم) الحجروف۔ ابن سعید کہتے ہیں کہ یہ ایک جانور ہوتا ہے جس کی ٹانگیں طویل ہوتی ہیں اور جسامت میں چوٹی سے بڑا ہوتا ہے۔

الحجل

(نر چکور) الحجل: لہ جاء پر فتح۔ حجلۃ واحد ہے۔ اس کی جمع حجلی آتی ہے۔ فعلی کے وزن پر۔ دو لفظوں کی جمع آتی ہے۔ ایک حجلۃ کی دوسرے ظربی کی کہ حجلی و ظربان آتی ہے۔ ظربان اس کیرے کو کہتے ہیں جو ہوا میں اڑتا ہے۔ تفصیل باب الظاء میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔
جمل، کبوتر کے برابر اور قطاء کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ اس کو دجاج البر بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں:-

(۱) بخدی (۲) تہامی۔

بخدی سبز رنگ کا ہوتا ہے اور سرخ ٹانگیں ہوتی ہیں اور تہامی میں سبز و سفید دونوں رنگ ہوتے ہیں۔ ان کے بچے پروں سمیت معرض وجود میں آتے ہیں۔ اس کی خاص صفت یہ ہے کہ جب حاملہ ہونے کا ارادہ کرتی ہے تو مٹی میں لیٹ جاتی ہے جس کی بناء پر وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے نر کی آواز سن کر حاملہ ہو جاتی ہے۔ جس وقت یہ انڈے دے کر فارغ ہو جاتی ہے تو نر انڈوں کو علیحدہ نر جانور سیتا ہے اور مونث انڈوں کو مادہ سیتی ہے اور بچوں کی پرورش بھی اسی انداز پر کرتے ہیں۔
توحیدی فرماتے ہیں کہ ان کی عمر ۲۰ سال کی ہوتی ہے۔ نیز یہ جانور گھونسلے بھی علیحدہ علیحدہ بناتے ہیں۔ نر کے واسطے علیحدہ اور مادہ کے واسطے علیحدہ۔ اس کی عادت یہ ہے کہ یہ جانور اپنے ہم مثل جانوروں کے گھونسلوں میں جا کر ان کے بیضہ سیتا ہے۔ جب بچے

لہ الحجل: (AMMOPERDIX REYI) (THE PARTRIDGE)

عمان میں اسے بہ کہتے ہیں۔ مغربی فلسطین میں جل (CACCABIS CHAKAR) کو کہتے ہیں۔ (ج)

پیدا ہو کر اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو پھر وہی اصلی ماں کی طرف عود کر آتے ہیں۔ یہ جانور اڑنے میں تیز ہوتا ہے۔ انسان بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتا حتیٰ کہ گوپھن سے بھی نکل جاتا ہے۔ ز جانور مادہ کے سلسلہ میں انتہائی غیور ہوتا ہے۔ چنانچہ دوز اگر جمع ہو جاتے ہیں تو مادہ کے حصول کے لیے جنگ کرتے ہیں۔ غالب مغلوب کو قتل کر دیتا ہے۔ یہ جانور اپنے ہم مثل کی آواز سے دھوکہ دیتا ہے اس لیے شکاری اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس کی آواز سے دوسرے کا شکار کر سکیں۔ جب اس جانور کے پاس انڈے ختم ہو جاتے ہیں تو دوسرے جانوروں کے گھونسلوں میں جا کر ان کے انڈے چرا کر ان کو دیتا ہے۔

کتاب انشوان و تاریخ ابن نجار میں ابو نصر محمد ابن مروان بعدی کا یہ واقعہ منقول ہے کہ یہ ایک کردی کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے بچے ہوئے تھے جس میں دو چکور بھنے ہوئے تھے۔ کردی چکور کو ہاتھ میں اٹھا کر بھسنے لگا۔ ابو نصر محمد ابن مروان نے ہنسی کا سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں غفوان شباب میں چوری کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنا نشانہ ایک تاجر کو بنایا اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ گریہ و زاری کرنے لگا۔ چنانچہ مجھے رحم آگیا اور میں اس کے قتل سے باز رہا۔ لیکن ابھی میں نے اس کو اپنے قبضہ سے آزاد نہیں کیا تھا تو جب اس نے دیکھا کہ میں اس کے قتل پر آمادہ ہی ہوں (حالانکہ یہ اس کا خیال تھا تو وہ اچانک ان دو چکوروں کی جانب متوجہ ہو ا جو پہاڑ پر موجود تھیں اور ان سے کہا کہ میں تم کو گواہ بنا تا ہوں کہ یہ شخص مجھ کو ظلماً قتل کر رہا ہے۔ یہ بات سن کر میں نے اسے قتل کر دیا۔ تو اب اس چکور کو دیکھ کر مجھے اس تاجر کی حماقت پر ہنسی آگئی۔ ابن مروان نے یہ واقعہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! تیرے خلاف راہبزی کے معاملہ میں ہم گواہ ہیں۔ چنانچہ اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

چکور کا شرعی حکم | اس کا کھانا بالاجماع جائز ہے۔

باب النون میں نحم کے ضمن میں یہ حدیث آئے گی کہ ایک پرندہ بھنا ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا گیا وہ چل تھا جس کو نحم بھی کہتے ہیں۔

نیز آپ ﷺ کے دونوں مومنینوں کے درمیان جو مہربوت تھی وہ جملہ کے انڈے کے بقدر تھی۔ بیہقی نے دلائل النبوة میں واقعی کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب صحابہ کرام، آپ ﷺ کی وفات کے بارے میں ریب و شک کرنے لگے۔ کوئی کہتا کہ آپ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ کوئی انکار کرتا تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپ کے کتفین مبارکین کے درمیان ڈالا اور کہا کہ آپ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ کیونکہ آپ کی مہربوت اٹھالی گئی ہے جس کی وجہ سے آپ کی وفات کا علم ہوا۔ اسماء بنت عمیس، جعفر ابن ابی طالب کی اہلیہ تھیں۔ ان کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ نے ان سے شادی فرمائی جس سے محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے۔ صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اس وقت محمد ابن ابی بکر چھوٹے تھے اس لیے حضرت علیؓ نے ان کی پرورش کی۔ محمد ابن ابی بکرؓ حضرت علیؓ کے پروردہ کہلاتے ہیں۔

مستدرک میں ہے کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سب کی علامت نبوت داہنے ہاتھ پر تھی سوائے آپ ﷺ کے کہ آپ کی مہربوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ حضرت علیؓ اہل عراق سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے یا اشراف الرجال ولا رجال یا عقول و مات الحجال (کہ احمق بظاہر تو تم انسان معلوم ہوتے ہو لیکن تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں) اور بسا اوقات یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

وانت الذی حببت کل قصیرة الی فلا تدرك نداک القصائر ترجمہ:- اور تو ہی وہ شخص ہے جو ہر گناہ کو پسند کرتا ہے اور میرے ساتھ ہر زیادتی کا روادار ہے۔“

عنیت قصیرات الحال و لم ارد قصار الخطا شر النساء البحاتر ترجمہ:- میرا مطلب برائیاں ہیں جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو نہ کہ وہ برائیاں جو عورتوں میں پائی جاتی ہیں۔“ مرنبت کے بارے میں مفصل بیان باب الکاف میں کرکی کے ضمن میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں جناب رسول اللہ ﷺ اس کو مثال میں بیان فرماتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَذْعُوْا فَرْنِشًا وَّ قَدْ جَعَلُوْا اَطْعَامِیْ طَعَامَ الْحَجَل۔ ازہری فرماتے ہیں آپ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قریش میری دعوت کو قبول نہیں کرتے اور بہت کم لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

”ابو القاسم اصباہی نے کتاب الترغیب والترہیب میں انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہو گا جس کی نماز درست ہوگی تو اس کے تمام اعمال درست ہوں گے اور جس کی نماز ناقص و بیکار ہوگی اس کے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں کاندھوں کو ملا کر کھڑے ہوا کر۔ کیونکہ شیطان صفوں میں داخل ہو جاتا ہے جس طرح جمل داخل ہو جاتی ہے اور داہنی صف بائیں صف سے بہتر ہے۔“

آپ ﷺ کا قول حاذو حداسے ماخوذ ہے جس کے معنی مونڈھے سے مونڈھا ملانا ہے۔

چکور کے طبی فوائد چکور کا گوشت معتدل، خوش ذائقہ و زود ہضم ہوتا ہے۔ اس کا گوشت قدرے گرم ہے لیکن خوف و گھبراہٹ کو دفع کرتا ہے۔ چکور کے پتے کو آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں کے دھندلے پن کے لیے مفید ہے۔ اس کے پتے کو ہر ماہ ایک مرتبہ ناک میں ڈالنے سے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور نسیان کی شکایت رفع ہو جاتی ہے۔ نیز قوت بینائی میں اضافہ کرتا ہے۔

مختار ابن عبدون کہتے ہیں کہ چکور کا بیضہ، بیضہ مرغ سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے معتدل غذا بنتی ہے۔ معتدل مزاج کے موافق ہو جاتا ہے۔ مرغ کے بیضہ کے مقابلہ میں زود ہضم ہوتا ہے۔ سب سے خوش ذائقہ وہ انڈا ہوتا ہے جس کو جوش مارتے ہوئے پانی میں چھوڑ دیا جائے اور اس میں تھوڑا سا سرکہ ملا دیا جائے۔ بھنڈا، بیضہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ مثانہ میں پتھری پیدا کرتا ہے اور قولنج کی بیماری پیدا کرتا ہے۔ ابلہا ہو بیضہ بھنے ہوئے کے مقابلے میں زود ہضم و مفید ہوتا ہے۔

چکور کے بیضہ کو زیرہ یا نمک یا جنگلی پیاز کے عرق میں ملا کر استعمال کرنے سے آنتوں کو مروڑا اور پیٹ کے تمام دردوں کو ختم کر دیتا ہے۔

چکور کی خواب میں تعمیر چکور کی خواب میں تعبیر عام طور پر مرد عورت سے دی جاتی ہے کبھی اس سے مراد اولاد کی محبت ہوتی ہے۔

الْحَدَاة

(چیل) الْحَدَاة: ^۱ (حاء پر کسرہ) چیل کو کہتے ہیں۔ یہ جانور میں رذیل جانور ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الخظاف و ابو الصلت ہے۔ اگر اس کو حاء کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے۔ اس صورت میں اس کے معنی دو سروالی کدال کے ہوں گے۔ حدیث شریف میں یہ لفظ حدیا بروزن ثریا اور حدایا بغیر ہمزہ کے استعمال ہوا ہے۔ نیز بعض روایتوں میں ہمزہ کے ساتھ حَدِیْقَةُ آیا ہے۔ گویا کہ یہ حداء کی تغیر ہے۔ حدیث میں ہے کہ چت کو یہ سانپ کو اور چیل کو ہلاک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس حدیث میں واؤ سے بدل دیا۔ جیسے افعی میں ہوا۔ اصمعی کہتے ہیں حداء کی جمع جداء ہے۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ جدآن بھی آتی ہے۔ جو ہری کہتے ہیں کہ یہ عنبہ کی طرح ہے کہ اس کی جمع عنب انگور کو کہتے ہیں اور عنبہ انگور کے دانہ کو بولتے ہیں۔ دمیری کہتے ہیں کہ جمع بنانے کا یہ طریقہ نادر ہے۔ عام طور پر اس قاعدہ کی رو سے جمع بناتے ہیں جیسے قِرْدٌ سے جمع قِرْدَةٌ اور خِیلٌ سے جمع خِیْلٌ صرف واحد کے لیے یہ لفظ مستعمل ہوتے ہیں جیسے عنبة 'القولة' 'الطیبة' 'الخیرة' 'الطیرة' وغیرہ۔

چیل عام طور پر دو بیضہ دیتی ہے۔ بسا اوقات تین اندے بھی دے دیتی ہے۔ بیضہ سینے کی میعاد صرف بیس دن ہے۔ اس کے بعد بیضہ میں سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چیل کا رنگ کالا یا خاستری ہوتا ہے۔ چیل پرندہ کا شکار نہیں کرتی بلکہ اس کو اچک لیتی ہے۔ نیز یہ جانور بہت کمی کے ساتھ اڑتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اپنے پڑوسی کی بہت رعایت رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کا پڑوسی ہلاک ہو جائے تو اس کے بچوں سے دشمنی نہیں کرتی بلکہ ان کی پرورش کرتی ہے۔

اخبار و آثار کے راویوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ پرندہ سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کے شکاری پرندوں میں تھا اور اس جانور کے مادہ کی عجیب و غریب صفت یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ جفتی کے وقت چلاتی ہے۔ جس کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نر جانور نے ایک دفعہ ایک مادہ کے ساتھ جفتی کی جس سے بچہ پیدا ہوا لیکن اس نے اپنے بچے کا انکار کر دیا۔ ماں نے اس مقدمہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں پیش کیا کہ اس بچہ کے والد نے میرے ساتھ جفتی کی جس کی وجہ سے یہ معرض وجود میں آیا لیکن وہ اس کا انکار کرتا ہے۔ حضرت سلیمان نے نر جانور کو بلایا اور معاملہ کی صورت حال دریافت فرمائی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ جنگلوں میں پھرتی ہے دیگر جانوروں سے پرہیز نہیں کرتی۔ معلوم نہیں یہ بچہ میرا ہے یا کسی اور کا۔ آپ نے بچہ کو غور سے دیکھا تو اس میں والد کی شبیہ پائی۔ آپ نے حکم فرمایا کہ یہ بچہ اسی کا ہے اور آپ نے بچہ اس کے ساتھ کر دیا۔ پھر مادہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس وقت تیرا شوہر جفتی کرے گا تو جب تک اپنے اوپر قدرت مت دینا تا آنکہ دوسرے پرندوں کو گواہ نہ بناو۔ تو اسی وقت سے اس کی یہ عادت ہو گئی کہ جب نر چیل مادہ کے ساتھ جفتی کرتا ہے تو وہ مادہ چیختی ہے اور کہتی ہے کہ اے پرندو! تم گواہ رہو یہ میرے ساتھ جفتی کر رہا ہے اور مجھے کے وقت قرآن شریف کی آیت کا یہ ٹکڑا بھی کہتی ہے: کل شیء ہالک الا وجهہ۔ اس کی عادت یہ ہے کہ بائیں طرف سے شکار کرتی ہے۔ دائیں جانب سے نہیں۔ قزوینی فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ چیل ایک جانب سے دیکھتی نہیں۔

الْحَدَاة: MILVUS AEGYPTIOCUS (PANDION HOLIAS) کو کہتے ہیں۔ مغربی فلسطین میں حدایا

MILVUS MIGRANS کو کہا جاتا ہے۔

میں تو وجہ ہے کہ اس کا حملہ ہمیشہ ایک جانب سے ہوتا ہے۔

قریبی کہتے ہیں کہ چیل ایک سال زرخیز ہے اور ایک سال مادہ۔

حدیث شریف میں حدادہ (چیل) کا ذکر:-

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک اعرابیہ جو ازواج مطہرات کی خدمت میں رہتی تھی وہ اکثر و بیشتر یہ شعر پڑھا کرتی تھی:-

ویوم الوشاح من اعاجیب دنیا علی انه من ظلمة الکفر نجانی

ترجمہ:- وہ دن بھی عجیب و غریب تھا جس دن کہ ہار کھویا گیا۔ یہ وہی دن تھا جب میرے خدا نے مجھ کو کفر کے اندھیروں سے ایمان کی روشنی تک پہنچایا۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے دریافت کیا کہ شعر کا مطلب کیا ہے؟ اس اعرابی عورت نے جواب دیا کہ ایک دن میں اپنے خاندان کی ایک دلہن دیکھنے گئی تو وہ نہانے کے لیے غسل خانے میں داخل ہوئی اور اپنے زیورات اتار کر رکھ دیئے۔ اچانک چیل آئی اور ان کی سرخی کو دیکھ کر اٹھالے گئی۔ اہل خانہ نے جب ان کو غائب پایا تو مجھ پر شک و شبہ کرنے لگے اور میرے پورے جسم کی حتیٰ کہ شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ تو میں نے حق تعالیٰ سے اپنی برأت کی دعا کی کہ اچانک وہ چیل آئی اور وہ سب کے سامنے اس کو ڈال گئی۔“

ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ یا غیث المستغیثین ابھی فارغ بھی نہیں ہوئی تھی کہ چیل آئی اور ان کو ڈال گئی۔ ام المؤمنین اگر آپ اس وقت میری حالت دیکھتیں تو خلاصی و رہائی کی درخواست ضرور کرتیں۔ میں نے اس واقعہ کو شعر میں نظم کر دیا ہے اور اس کو پڑھ کر رب کریم کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔“

واقعہ | حافظ نسفی نے اپنی کتاب ”فضائل الاعمال“ میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ عاصم ابن ابی النجود فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک دن فقر و فاقہ و تنگدستی سے دوچار ہونا پڑا۔ میں نے اپنی مصیبت کو اپنے بعض دوستوں سے بیان کیا اور ان سے امداد کا طالب ہوا۔ ان دوستوں نے بھی بے توجہی کا ثبوت دیا جس کا مجھے بہت ملال ہوا اور مصمم ارادہ کیا کہ کسی بندے کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔ لہذا میں صحرا میں نکل گیا اور وہاں صلوٰۃ الحاجز پڑھی۔ پھر سجدہ میں جا کر نہایت تضرع و انکساری کے ساتھ یہ دعا پڑھی:-

یا مسبب الاسباب یا مفتاح الابواب یا سامع الاصوات یا مجیب الدعوات یا قاضی الحاجات اکفنی بحلالک عن

حرامک و اغنی بفضلک عن سواک۔

ابھی میں نے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ کسی شے کے گرنے کی آواز محسوس ہوئی۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ چیل نے سرخ تھیلی ڈال دی ہے۔ میں نے اس تھیلی کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں اسی دینار اور روٹی میں لپٹا ہوا قیمتی پتھر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے قیمتی پتھر ایک کثیر رقم کے عوض بیچ دیا اور دنانیر بحفاظت رکھ لیے جس سے میں نے دیگر متاع خریدیں اور اس پر رب کریم کا بہت شکریہ ادا کیا۔

قتیری نے اپنے رسالہ باب کرامات الاولیاء کے آخر میں شبیل مروزی کا واقعہ لکھا ہے۔ ایک دن انہوں نے نصف درہم کا گوشت خریدا۔ راستہ میں اس کو چیل نے اچک لیا۔ آپ سیدھے مسجد میں پہنچے اور نماز کے بعد دعا مانگی۔ پھر آپ گھر تشریف لائے تو بیوی نے آپ کی خدمت میں گوشت پیش کیا۔ آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ گوشت کہاں سے آیا؟ بیوی نے عرض کیا کہ دو چیل آپس میں اس گوشت کی بنا پر تنازعہ کر رہی تھیں ان سے گر گیا۔ اس پر شبیل نے کہا کہ تمام حمد و ستائش اس پروردگار کے لیے ہے جو

اپنے بندے شبل کو نہیں بھولا اگرچہ شبل نے ذکر اللہ میں تغافل کیا اور حق تعالیٰ کو بھول گیا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سعد ابن ابی وقاص گوشت لے رہے تھے، اچانک چیل آئی اور گوشت کو اچک کر لے گئی۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کے واسطے بد دعا فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہڈی چیل کے گلے میں انک گئی اور اس نے وہی دم توڑ دیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک روز مریدین کو پسند و نصلیح فرما رہے تھے۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ آپ کی مجلس پر سے ایک چیل چلائی ہوئی گزری۔ حاضرین کو اس کے چیخنے پر تشویش و تعجب ہوا۔ شیخ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس چیل کی گردن اڑادی جائے۔ چنانچہ فوراً اس کا سر ایک طرف اور جسم دوسری جانب گر پڑا۔ اس کے بعد آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور چیل کے سرو جسم کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ پھر وہ چیل زندہ ہو کر اڑ گئی۔ اور حاضرین نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

چیل کا شرعی حکم چیل کا گوشت کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ ان پانچ محرمات میں سے ہے جن کے بارے میں شریعت نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ باب الفاء میں لفظ فار کے بیان میں اس کی تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ ایسے بدترین جانور ہیں جنہیں مقامات حل و حرم دونوں میں مارا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ احرام کی حالت میں کوئی ان پانچ جانوروں کو مار دے تو اس پر کفارہ وغیرہ کچھ نہیں آئے گا۔ ان میں سے ایک چیل، دوسرا چنگبر، کو اتیرا، چھو چھو تھوچھا، چوہا اور پانچواں پاگل کتا ہے۔“ (یعنی پانچوں جانوروں کو مارنے میں کہیں بھی کوئی کفارہ نہیں۔)

وفی الصحيحین من حدیث عمر وعائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا مقصد ان پانچ سے یہ ہے کہ ہر موزی جانور کو قبل الاذی ہلاک کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس صورت میں ان جانوروں کو قتل کر دینے کی صورت میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثلاً چیتا، بھیڑیا، باز، بھڑ، مچھر، کھٹل، پسو، مکھی اور چیونٹی وغیرہ۔

رافعیؒ کہتے ہیں کہ موزی جانوروں میں سانپ، بھیڑیا، شیر، گدھ اور عقاب بھی شامل ہیں۔ ان موزی جانوروں کو محرم کے لیے قتل کرنا مستحب ہے۔ مفصل بیان باب الصاد میں صید کے بیان میں آئے گا۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں اہل عرب جب کسی کو چوکننا اور ہوشیار کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں جَدَاةٌ حِدَاةٌ وَزَاکَ بِنْدَلَقَةٍ (اے چیل! اے چیل! تیرے پیچھے بندوق کی گولی ہے) ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس مثال سے مراد کسی کو آنے والے خطرات سے چوکننا کرنے کے لیے اہل عرب بولتے ہیں یا جب کسی کو چوکننا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ بندوق سے مراد بندوق کی گولی ہے۔

چیل کے طبی فوائد چیل کے پتہ کو سایہ میں سکھا کر شیشہ کے برتن میں بھگو کر کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنے کی جگہ ایک قطرہ نکالنے سے اس کے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر اسی پت کا سرمہ بنا کر آنکھ میں لگائیں۔ اگر داہنی طرف کاٹا ہو تو تین سلائی بائیں آنکھ میں اور بائیں طرف کاٹا ہو تو تین سلائی داہنی آنکھ میں لگائے۔ ان شاء اللہ شفاء ہوگی۔

چیل کے پت کو باریک پس کر سانپوں کے بل میں چھڑکنے سے تمام سانپ مر جائیں گے۔ ضیق النفس کے مریض کے لیے چیل

کے خون کو معمولی سے مشک یا عرق گلاب میں ملا کر استعمال کرنا بہت مفید ہے۔ جس گھر میں چیل کا پت لٹکا دیا جائے اس گھر میں سانپ بچھو وغیرہ داخل نہیں ہو سکتے۔

چیل کی خواب میں تعبیر | چیل کو خواب میں دیکھنا جنگ و جدال کی علامت ہے۔ چونکہ اہل عرب اس کو کماوت میں بیان کرتے ہیں کہ حدادۃ حدادۃ وراک بندقہ اس کماوت کا پس منظر یہ بتاتے ہیں کہ حدادۃ اور بندقہ دو قبیلوں کے نام تھے۔ ایک موقع پر حدادۃ قبیلہ نے بندقہ پر حملہ کر کے اس کو شکست دی اور دوسری مرتبہ بندقہ نے اس کو زیر کر دیا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ حدادۃ قبیل کو اور بندہ شکاری کو کہتے ہیں۔ اور کبھی چیل کو خواب میں دیکھنے سے اجل فاسق یا زانیہ عورت کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور چیلوں کی جماعت دیکھنا چوروں، ڈکیتوں پر دلالت کرتا ہے۔

ابن الدقاق تحریر فرماتے ہیں چیل سے کبھی ظالم بادشاہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے چیل کو پکڑ لیا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ صاحب خواب کے لڑکا پیدا ہو گا جو بالغ ہونے سے قبل بادشاہ ہو جائے گا۔ اگر اس شخص کے ہاتھ سے چیل اڑ گئی تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ پیدا ہونے والا بچہ انتقال کر جائے گا۔

ارطامید درس فرماتے ہیں کہ کبھی چور اور اچکے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

الحذف

(بھیڑ کے بچے) الحذف: (چھوٹے چھوٹے بھڑکے بچوں کو کہتے ہیں۔ نماز کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ لا یتخللکم الشیاطین کانہا حذف وفی روایۃ کا ولا الحذف۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ اولاد حذف سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے جواب دیا بھڑکے بچے۔

الْحُرُّ

(اصیل گھوڑا) الْحُرُّ: اس کے متعدد معنی آتے ہیں۔ اصیل گھوڑا، کبوتر کا بچہ، زرقمری، ہرن کا بچہ، سانپ کا بچہ، شکرہ بار۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ الحرسیہ و سفید داغ والا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔ اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے مونڈھے اور سر بڑا ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سبزہ میں جا کر شکار کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الْحَرْبَاءُ

(گرگٹ) الحرباءؑ: (گرگٹ) کی کنیت ابو خبار، ابو الزندیق، ابو قادم ہے۔ اس کو جمل الیسود بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات سے معلوم ہو چکا ہے۔ امام قزوینی عجائب المخلوقات میں رقم طراز ہیں کہ گرگٹ پیدا کنشی طور پر بطی السیر واقع ہوا ہے اور چونکہ زندہ رہنے کے لیے ہر جاندار کے لیے رزق کا حصول و استعمال لازمی ہے تو بدیع العجائب نے اس کو انوکھے انداز پر پیدا فرمایا تاکہ بغیر حرکت و مقصد کے اپنا رزق و قوت حاصل کر سکے۔ چنانچہ خالق کائنات نے اس کی بھوں میں یہ قوت ودیعت کر رکھی ہے کہ

گرگٹ بغیر مشقت و تکلیف کے اپنی آنکھیں چاروں طرف گھما پھرا سکتا ہے۔ جس درخت پر ہوتا ہے اسی کا رنگ بدل لیتا ہے کہ دیکھنے والا ادراک نہیں کر سکتا کہ اس درخت پر کوئی جانور ہے اور دونوں کا رنگ یکساں ہو جاتا ہے۔ شکلیں اور رنگ تبدیل کرنے میں ضرب المثل ہے۔

چنانچہ جب یہ خطرہ محسوس کرتا ہے تو مختلف رنگ و شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔ اس تغیر و تبدل کو دیکھ کر ہلاک کرنے والا شخص خوفزدہ ہو جاتا ہے اور جب اس کو بھوک لگتی ہے تو شکار کے قریب جا کر برق رفتاری سے اس کو اچک لیتا ہے۔ پھر رنگ تبدیل کر کے درخت پر آ جاتا ہے۔ دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ درخت کا جز ہے۔ زبان بھی اس کی طویل ہوتی ہے۔ کم از کم تین باشت دوری پر واقع شے کا شکار کر لیتا ہے۔ گرگٹ باعتبار نبش چھپکلی سے بڑا ہوتا ہے۔ سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے اور اس کی حرارت سے رنگ بدلتا ہے۔ یہ مختلف رنگ اختیار کرتا ہے۔ لال، پیلا، سبز وغیرہ وغیرہ۔ مونٹ گرگٹ کو ام حین کہتے ہیں۔ اس کی جمع حرابی اور حباء آتی ہے۔

ایک شخص کا اپنے برادر زادہ سے جھگڑا ہوا۔ مقدمہ حضرت معاویہؓ کی عدالت میں پہنچا۔ اس شخص نے اپنے بھتیجے کے خلاف یکے بعد دیگرے دلیلوں کی بوچھاڑ کر دی۔ امی پر معاویہؓ نے اس کو مخاطب ہو کر کہا کہ تم اس شعر کے مصداق ہو گئے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

انی اتیح له حرباء تنضبة لا یوسل الساق الاممسکا ساقا

ترجمہ:- میں اس کے سامنے اس گرگٹ کی طرح آتا ہوں جو درخت کی شاخوں پر مسلسل رنگ بدلتا رہتا ہے۔

(گویا کہ یہ شخص بھی ایک دلیل کے ختم ہونے سے پہلے دوسری دلیل قائم کرتا جیسا کہ گرگٹ مسلسل اپنے رنگ بدلتا ہے) اس شعر میں ساق سے شاخ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دلیل ختم نہیں ہوتی کہ دوسری دلیل شروع کر دیتے ہو گرگٹ کے رنگ بدلنے کی طرح۔

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا دوسرا نام حرباء انطیرہ ہے۔ گرگٹ ابتداء میں چھپکلی کی مانند خاستری رنگ کا ہوتا ہے بڑا ہونے کے بعد یہ رنگ زائل ہو جاتا ہے۔ گرگٹ ہمیشہ سورج کی طلب و جستجو میں رہتا ہے۔ چنانچہ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی یہ بھی اسی کے نقش قدم پر مصروف ہو جاتا ہے اور اس کو غور سے دیکھتا رہتا ہے۔ استواء شمس تک تو گرگٹ کسی بلند شے یا درخت پر چڑھ کر سورج کو دیکھتا ہے لیکن جب سورج اس کے اوپر آ جاتا ہے اور اس کو دکھائی نہیں دیتا تو یہ پاگل ہو جاتا ہے اور اس کی طلب و جستجو میں رہتا ہے۔ پھر مغرب کی طرف رخ کر کے غروب الشمس تک دیکھتا رہتا ہے اور غروب شمس کے بعد یہ جانور طلب معاش میں نکل جاتا ہے۔

ماہرین حیوانات و طبعیات نے اس کو مجوسی کہا ہے اور اس کی زبان جو تین باشت لمبی ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے یہ دور ہی سے شکار کر لیتا ہے اس کے حلق میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ مادہ گرگٹ کو ام حین کہتے ہیں اس کا مفصل بیان باب کے آخر میں آئے گا۔

ابو نجم شاعر نے اپنے بعض اشعار میں اس کو شقی کے نام سے موسوم کیا ہے حالانکہ کسی بھی لغت میں اس کا نام شقی نہیں ہے۔ ف اس وجہ سے کہ یہ استقبال شمس کرتا ہے۔ گرگٹ چالاک جانور ہوتا ہے۔ سورج کی حرارت سے اپنا رنگ بدلنے کے ساتھ

ساتھ مارنے والے کے قبضہ میں نہیں آتا اور دفعتاً دوسری شاخ یہ پہنچ جاتا ہے۔ گرگٹ پھرنے کی سرکی طرح چھوٹی پھلی کے مشابہ ہوتا ہے اور چھپکلی کے مانند اس کی چار ٹانگیں ہوتی ہے۔ شیخ جمال لدین ابن ہشام فرماتے ہیں کہ گرگٹ اونٹ کے کوہان کی طرح ہوتا ہے اور مختلف رنگ بدلتا ہے۔ جس درخت پر رہتا ہے اسی جیسا رنگ تبدیل کر لیتا ہے اس کی کنیت ابو قرہ ہے اور جب مکھی وغیرہ قریب آتی ہے تو اس کو اچک لیتا ہے۔ وقد تقدم عن القروینی نظیر ذلک۔

گرگٹ کا شرعی حکم | اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ چھپکلی کی اقسام میں سے ہے۔ جانظ وجوہی فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ ام حین کا نڈ کر ہے اور ام حین کا کھانا جائز ہے اس لیے اس کا کھانا بھی حلال ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ گرگٹ کو چھپکلی کی نوع کی بنا پر حرام نہیں کیا گیا بلکہ بذات خود اس کے اندر حرمت کی علت موجود ہے۔ وہ اس کا ذوات سموم میں سے ہوتا ہے۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | اہل عرب اس فحش کے لیے یہ مثال دیتے ہیں جو ایک حالت پر نہ رہے۔ قالوا افلان یتلون تلون الحریاء (فلاں فحش بار بار اس طرح رنگ بدلتا ہے جیسا کہ گرگٹ)۔

اجود من عین الحریاء (گرگٹ کی آنکھ سے زیادہ نخی) واحزم من الحریاء اور گرگٹ سے زیادہ محتاط۔ حزم کے معنی احتیاط کے اور اقدام سے قبل غور و فکر کرنے کے لیے آتے ہیں۔

گرگٹ کی طبی فوائد | آنکھوں کی پلکوں کے بال اکھاڑ کر بالوں کی جڑ میں گرگٹ کا خون لگانے سے بال نہیں اگتے۔ اگر کسی فحش کی بینائی کمزور ہو اور آنکھ میں دھندلا پن ہو تو اس کا پت آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں قوت اور دھندلا پن ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کے سر میں پھوڑے پھنسیں ہوں تو اس کی چربی کو لوہے کے برتن میں گرم کر کے خون اور پانی بقدر چربی ملا کر پھوڑے پھنسیوں پر لگانے سے ان شاء اللہ پہلی مرتبہ میں ہی صاف ہو جائیں گی۔

گرگٹ کی خواب میں تعبیر | خواب میں گرگٹ سے مراد ایسا زیرک حکمران ہوتا ہے جس کو معزول کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ گرگٹ کی عادت یہ ہے کہ وہ سورج کے ساتھ رہتا ہے اس سے جدا نہیں ہوتا۔ کبھی گرگٹ سے بادشاہ کی خدمت مراد ہوتی ہے اور بسا اوقات فتنہ فی الدین کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور کبھی مجوسی عورت مراد ہوتی ہے اور کبھی وجدال سے کنایہ ہوتا ہے اور میت پر نوہ خوانی بھی مراد ہوتی ہے۔

الْحِرْذُونُ

(گوہ کے مانند ایک جانور) الحرذون: (حاء پر کسرہ) بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حرذون مذکر گوہ ہے۔ کیونکہ گوہ کی طرح اس کے بھی دو ذکر ہوتے ہیں۔ یہ زہریلا ہوتا ہے۔ مقفل و بند عمارتوں میں عموماً پایا جاتا ہے۔ انسانوں کی طرح اس کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی کھال میں برص نہیں ہوتا ہے جس طریقہ سے چھپکلی کی کھال میں ہوتا ہے۔

لہ الحرذون: (AGAMA STELLIO) STELLIO VULGARJS

لہ صب: گوہ (UROMASTIX SPSINIPES) (ج)

دمیری کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جانور گویہ نہیں ہے بلکہ گویہ کی مانند ایک جانور ہے۔
حزون کا شرعی حکم | اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ذوات السموم میں سے ہے۔

طبی فوائد | ارسطو تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہرزون کی چربی کو جسم پر مل کر مگر مجھ سے مقابلہ کرے تو مگر مجھ بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جنگلی گدھا اس کی چربی کی بوسوگھ کر قریب نہیں آتا۔ اگر اس کی کھال کو جلا کر اپنے جسم پر مالش کرے تو چوٹ کا درد بالکل محسوس نہیں ہو گا۔ حتیٰ کہ بدن یا جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی احساس نہ ہو گا۔ چور اور راہزن ایسا کرتے ہیں چنانچہ انہیں مار پیٹ کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ جانور بچھو کو قتل کر دیتا ہے۔ اس کی چربی کو چوتھیا بخار والے شخص کے گلے میں کالے کپڑے میں لپیٹ کر ڈالنے سے بخار ختم ہو جاتا ہے۔
خواب میں تعبیر | اس جانور کو خواب میں دیکھنے سے طمع و حرص کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی بھول و نسیان کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔

الحرشاف یا الحرشوف

(لاغر ٹڈیاں) الحرشاف یا الحرشوف۔ دہلی و پٹی ٹڈیاں۔ اس کا واحد حرشافة ہے۔ یہ ٹڈی کثیر الاکل ہوتی ہے۔
 ”خولہ بنت ثعلبہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کے سلسلے میں پیغمبر اسلام سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے شوہر نے مجھ کو انت کظہر اُمی کہا ہے تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
 قد سمع اللہ قول النبی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللہ۔
 ”نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر سے کہنا ایک غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کر دو، بیوی نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ لے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ تو لاغر ٹڈی کی طرح دسبلے پتلے ہیں اور ان کی بیٹائی بھی ختم ہو چکی ہے۔“
 اس حدیث میں لاغر ٹڈی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

الحرقوقص

(چت کو ریا پسو) الحرقوقص (حاء اور قاف پر ضمہ) ایک لغت میں صدا کی جگہ سین بھی استعمال ہوا ہے چھوٹے پسو کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر سرخ اور زرد داغ ہوتے ہیں۔ رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے پر اگ آتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے

مالقی البیض من الحرقوقص یدخل تحت الحلق المرصوص
 ترجمہ: حرقوص کو سفیدی قطعاً لاحق نہیں ہوتی اور اس کے گلے کے نیچے صرف ایک دھاری ہوتی ہے۔“

من مار دلص من من اللصوص

ترجمہ:- یہ چوروں میں سے ایک بڑا سرکش چور ہے اور نہ اس کی حاصل کیا جاسکتا ہے کسی بھاری قیمت پر اور نہ سستے داموں پر۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرقوص بندر کی طرح ایک جانور ہوتا ہے اور اپنے قول کی تائید میں یہ مصرعہ پیش کرتے ہیں۔

مثل الحراقیص علی حمار

ترجمہ:- علامہ زرخشی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ربیع الابرار میں مرقوم ہے کہ حرقوص پسو سے قدرے بڑا جانور ہوتا ہے۔ پسو سے سخت کٹا

ہے۔ عورت کی شرمگاہ میں کاٹنے کو پسند کرتا ہے۔ جس طرح چوٹی سخت زمین کو پسند کرتی ہے اور چوٹی کی طرح اس کے بھی دو پر

اگ جاتے ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ حرقوص پسو کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس کے قائل اپنے قول کی تائید میں طرح شاعر کا یہ شعر

پیش کرتے ہیں۔

و لَوْ أَنَّ حَرْقُوصًا عَلَى ظَهْرِ قُمَّلَةٍ

ترجمہ:- اگر حرقوص ایک جوں کی پشت پر سوار ہو کر قبیلہ تمیم کے صف بستہ لوگوں پر حملہ آور ہو تو مقابلہ سے بھاگ بھاگ جائیں

گے۔

حرقوص کو نیک بھی کہتے ہیں۔ ایک اعرابیہ نے کہا ہے۔

یا ایہا الحرقوص مهلا مهلا

ترجمہ:- اے حرقوص ٹھہر! ٹھہر! کیا تو نے اونٹ دیا ہے یا شہد کی مکھی؟

ام انت شنی لاتبالی الجھلا

ترجمہ:- یا تو ایک ایسی چیز ہے جسے کار جہالت کی کوئی پرواہ نہیں۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ حرقوص ایک حرام جانور ہے۔ اس کے بھڑکی طرح ایک ڈنک ہوتا ہے جس سے چابک کی نوک کی مانند

سخت ڈستا ہے۔ اسی وجہ سے المضروب باطراف السیاط (جس کی کوڑے سے پٹائی کی جائے) کو کہتے ہیں کہ اس کو حرقوص نے

ڈس لیا۔

حرقوص سعدی تمیمی چھڑی والے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت تقسیم کرتے وقت انہوں

فائدہ

نے کہا تھا انصاف فرمائیے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا ابراہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف

کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کرتا تو تم خائب و خاسر ہو جاتے۔ یعنی ایک مرتبہ انہوں نے ایک زمین کے بارے میں حضرت زبیرؓ کے

خلاف مقدمہ دائر کیا تھا تو آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو ان کا حق ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

ابن اثیر فرماتے ہیں کہ حرقوص ابن زبیر سعدی کو کہتے تھے۔ طبری نے اپنی کتب میں یہی ذکر کیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ ہرمزان

فارسی مرتد ہو گیا تھا اور بغاوت پر اتر آیا تھا۔ اگر ازلے بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے اس طرح اس کے پاس ایک بھاری جمیعت ہو گئی

تھی۔ چنانچہ عقبہ ابن غزو ان نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپؓ نے اس کے مقابلہ کا حکم صادر فرمایا

لہ اشیاء کی ایک قوم کا نام ہے۔

اور حرقوس کو مسلمانوں کی مدد کی خاطر روانہ کیا تھا۔ حرقوس اور ہرمزان کے درمیان معرکہ ہوا اور ہرمزان پسپا ہو گیا اور حرقوس سوق ابو از کو فتح کر کے اس پر قابض ہو گیا۔ اس جنگ میں حرقوس نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ حرقوس حضرت علیؑ کے دور خلافت تک زندہ رہا اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی حاضر ہوا۔ پھر یہ خوارج میں شامل ہو گیا اور حضرت علیؑ کا سخت دشمن ہو گیا تھا۔ ۷۳ھ میں جب حضرت علیؑ اور خوارج کا مقابلہ ہوا اس میں یہ مارا گیا۔

حرقوس کا شرعی حکم | حرقوس حشرات میں سے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

الْحَرِيشُ

(چیت کو ریا سانپ) الحریش: چیت کو ریا سانپ کی ایک قسم ہے کذا قالہ الجوهري۔ جو ہری کے بعد کے بعض لغویین کہتے ہیں کہ حریش ایک دابہ ہے جس کے شیر جیسے پنجے ہوتے ہیں اور پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔ اس جانور کو کرکدن بھی کہتے ہیں۔ ابویان توحیدی کا بیان ہے کہ حریش بکری کے برابر ایک چوپایہ ہوتا ہے جو طاقت اور انتہائی تیز رفتاری پر قدرت کے باوجود بے حد ست رہتا ہے اور اس کے بچہ سر میں ایک سخت اور سیدھا سینگ ہوتا ہے اس کے ذریعے یہ تمام جانوروں کو مارتا ہے اور غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کو شکار کرنے کے لیے تدبیر یہ کی جاتی ہے کہ اس کے سامنے ایک کنواری لڑکی پیش کی جاتی ہے یا بچی۔ جس وقت یہ اسے دیکھتا ہے تو دوڑ کر اس کا دودھ پینے کے لیے آتا ہے۔ یہ ایک فطری خواہش ہے جو اس میں خدا تعالیٰ نے رکھ دی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات اس لڑکی کے دودھ وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر یہ خالی چوسنے سے بھی خود میں ایک نشہ محسوس کرتا ہے۔ ٹھیک اسی وقت شکاری اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے مضبوط رسوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ بس اس کے شکار کی یہی تدبیر ہے۔

حریش کا شرعی حکم | حریش سانپ کے اقسام میں سے ہو یا حیوان مذکورہ کی قسم میں سے ہو ہر صورت اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ شریعت نے ہرزی ناب درندہ کو کھانے سے منع کیا ہے۔

حریش کے طبی فوائد | جتلائے خنق لے اگر اس کا خون پی لے تو فوراً فائدہ ہوتا ہے۔ مریض قونج کے لیے اس کا گوشت مفید ہوتا ہے۔ خون بار رگ پر اگر اس کی پستان لگا دی جائے تو درد بند ہو جاتا ہے۔

الْحَسْبَان

(مڈی) الحسبان: مڈی کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد حسبانہ آتا ہے۔

الْحَسَّاسُ

(چھوٹی مچھلیاں) الحساس: چھوٹی مچھلیوں کو کہتے ہیں۔

لہ الخنق: ایک بیماری ہے جس میں سانس لینا دشوار ہوتا ہے۔

الْحَسَلُ

(گوه کا بچہ) الحسل: گوه کا بچہ۔ اس کی جمع احسال وحسول وحسلان اور حسلۃ آتی ہے۔ جب گوه کا بچہ انڈے سے خارج ہوتا ہے اس وقت اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی لیے گوه کی کنیت ابو حسل ہے۔
حسل کا شرعی حکم | یہ بھی (ضب) گوه کے تابع ہے۔

کماوتیں | اہل عرب کہتے ہیں کہ تجھے حسل کی عمر حاصل نہیں ہو سکتی یعنی دائمی حیات۔ کیونکہ اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ چنانچہ اسے علاج کتا ہے۔

انک لو عموت عمر الحسل او عمر نوح زمن الفطحل
ترجمہ:- اگر تجھے ایسی عمر مل جائے جیسا کہ گوه کے بچہ کی ہوتی ہے یا اتنی دراز جیسا کہ نوح علیہ السلام کی تھی۔
والصخر مینل کطین الوجمل کنت رہین هرم و قتل
ترجمہ:- اور پتھر پانی پکانے لگیں جیسا کہ کچھ تو پھر تو بڑھاپے کی گرفت میں ہو گا اور موت کا شکار۔
فطمل بروزن ہرز پیدا نش انسان سے قبل کا زمانہ جس وقت پھر نرم تھے۔

الْحَسِيلُ

(بچھڑا) الحسیل: گھریلو گائے کا بچہ۔ واحد اور جمع کے لیے یہی لفظ مستعمل ہے۔ اس کا مونث حیلۃ آتا ہے۔ کذا قالہ الجوهری۔
علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جو ہری کا یہ خیال محض وہم ہے۔ درست بات یہ ہے کہ جمع کے لیے لفظ حیل اور واحد کے لیے حیلۃ مستعمل ہے۔ کیونکہ اہل عرب سے یہی مسوع ہے۔ کفایتہ المختصہ میں مرقوم ہے کہ واحد کے لیے حیلۃ اور جمع کے لیے حائل کا استعمال ہوتا ہے۔

حَسُونٌ

(خوش آواز پرندہ) (نیل کنٹھ) حَسُون: ایک پرندہ جو مختلف رنگوں سرخ، پیلا، سفید، سیاہ نیلگوں اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔
اندلسی اس کو ابوالحسن کہتے ہیں اور مصری لوگ ابوزقابۃ اور کبھی زاء کو سین سے بدل کر ابوسقایتہ کہتے ہیں۔ اس میں تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ مثلاً یہ سیکھ لیتا ہے کہ دور کے آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز لے کر اپنے مالک کے پاس لے آتا ہے۔ اس کا بھی وہی حکم ہے جو عام چیزوں کا ہے۔ مفصل بیان ان شاء اللہ باب العین میں آئے گا۔

لہ العجاج: لین کے خیال میں صحیح رباح بن البجاج ہے۔ لین نے ایک لوی جگہ قتل لو کے الفاظ دیے ہیں جو کہ میری رائے میں سیاق و سباق کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔ (ج)

الحشرات

(زمین پر ریگنے والے جانور) الحشرات: وہ چھوٹے جانور جو زمین پر ریگتے ہیں۔ اس کا واحد حشرۃ آتا ہے۔ ابن ابی اشعث ان تمام جانوروں کو ارضی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ جانور زمین سے جدا نہیں ہوتے اور نہ ہوا اور پانی میں جاتے ہیں۔ یہ اپنے بلوں اور زمین کے اندر پنہا لیتے ہیں۔ نہ ان کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے نہ خوش بو سونگھنے کی۔ ان میں سانپ، چوہ، یربوع، گد، سہی، بچھو، گبریلہ، چھپکلی، چوئی، کیرے اور دیگر اقسام وغیرہ شامل ہیں۔ ان جانوروں میں سے جن کا ذکر ابھی نہیں گزرا ہے ان شاء اللہ آگے ان کا ذکر آئے گا۔

فائدہ:- مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ویلعنہم اللاعون میں لاعنون سے مراد حشرات اور بہائم ہیں۔ کیونکہ علماء سوء اور صاحب کتمان علم کے گناہوں کے سبب یہ قحط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ تمام جانور علماء سوء کے لیے بد دعا کرتے ہیں اور لعنت بھیجتے ہیں۔ اس آیت کے متعلق یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ غیر ذوی العقول کے لیے ذوی العقول کی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کیونکہ غیر ذوی العقول کے فعل کی اسناد کی گئی ہے اس لیے ایسا کیا گیا ہے جیسا کہ سورہ یوسف میں رأیتہم لی مساجدین فرمایا گیا۔ حالانکہ قاعدہ کے مطابق مساجدات ہونا چاہیے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا وقالو الجنود ہم لم شہدتم علینا حالانکہ یہ خلاف قاعدہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لاعنون سے جن والنس کے ماسوا تمام مخلوقات مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک ماسوا ملائکہ کے تمام مخلوقات مراد ہیں۔

حشرات کا شرعی حکم | امام احمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور داؤد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ان کا کھانا حرام ہے۔ نیز ان کی بیچ بھی درست نہیں۔ امام مالکؒ ان کی حلت کا قول کرتے ہیں اور دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش فرماتے

ہیں:-

قُلْ لَا آجِدُ مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْقَلُ ذَرَّةٍ مِّنْهُنَّ

”آپؐ فرما دیجئے کہ مجھ پر جو احکام بذریعہ وحی اتارے گئے ہیں ان میں کسی ماکول چیز کی حرمت میں نے نہیں پائی الا یہ کہ وہ ماکول مردار ہو۔“

نیز اس حدیث سے بھی امام مالکؒ استدلال فرماتے ہیں:-

”قلب بن ثعلبہ بن ربیعہ تمیمیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی صحبت میں رہا اور حشرات ارض کے بارے میں تحریم کی کوئی بات نہیں سنی۔“ (رواہ ابوداؤد)

تلب (نامفتوحہ اور لام مکسورہ کے بعد باء ہے) شعبہ نے اس کو ثاء سے پڑھا ہے اور کبھی ثاء اور تاء کے بین بین پڑھا ہے۔ تلب کی کنیت ابوالمقام ہے۔ ان کے بیٹے ملقام نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے۔

”تلبؓ، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعاء مغفرت فرمائیے۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرِ الْقُلُوبَ وَاَحْمَدُ ثَلَاثًا۔“

امام شافعیؒ اور دیگر اصحاب نے اللہ تعالیٰ کے قول و یحرم علیہم الغبائث سے استدلال کیا ہے اور اہل عرب حشرات کو خبائث میں شمار کرتے ہیں۔ نیز یہ حدیث بھی ان کا مستدل ہے۔

”پانچ جانور خبیث ہیں حل اور حرم (دونوں جگہ) اور ہر جگہ ان کو مارا جاسکتا ہے ’کوا‘ چیل، ’بچھو‘ چوہا اور ہاؤلاکتا۔“ (رواہ بخاری و مسلم)

دوسری حدیث ام شریک کی ہے۔

”نبی کریم ﷺ نے گہریلوں کو مارنے کا حکم دیا ہے۔ شیغین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔“

امام مالکؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں قرآن کریم کی آیت قل لا اجد فی ما اوحی الخ کو پیش فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ اور دیگر علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو تم کھاتے ہو اور حلال سمجھتے ہو ان میں سے کسی کے متعلق حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا۔

امام غزالیؒ الوسیط میں رقمطراز ہیں کہ حشرات میں سے صرف گوہ کا کھانا جائز ہے اور اسی حکم میں یربوع اور ابن عدس اور ام حنین سیسی وغیرہ کو رکھا ہے۔ ان کے بارے میں واضح تفصیل ان کے مقالات پر ان شاء اللہ آئے گی۔

الحشو والحاشیة

(اونٹ کے چھوٹے بچے) الحشو والحاشیة: اونٹ کے بالکل چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے بچوں کو بھی حشو اور حاشیہ کہتے ہیں۔

الحصان

(گھوڑا) الحصان (حاء پر کسر ہے) اس کی وجہ تسمیہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ اس کا نطفہ محفوظ ہوتا ہے عمدہ گھوڑی کے علاوہ کسی اور سے جفتی نہیں کرتا اس لیے اس کو حصان کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں حصان کا ذکر:

”براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ ایک صاحب سورہ کف پڑھ رہے تھے اور ان کے قریب ہی گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اچانک ایک بادل سلیہ قلن ہوا اور آہستہ آہستہ ان صاحب سے قریب ہونے لگا۔ اس منظر کو دیکھ کر گھوڑا بدک گیا۔ صبح کو ان صاحب نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا تو آپؐ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن پر جو سکون قلبی نصیب ہوتا ہے اسی نے بادل کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ صاحب جو تلاوت کر رہے تھے، حضرت اسید بن حنیر تھے۔“

قصہ بنی اسرائیل | کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ فرعون، بحر قلزم میں داخل ہونے سے گھبرا رہا تھا اور ادہم گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے قافلہ میں کوئی گھوڑی نہیں تھی۔ اس لیے حضرت جبرائیلؑ ہلان کی شکل میں جفتی کی خواہش مند گھوڑی پر سوار ہو کر رونما ہوئے اور گھوڑی کو لے کر دریا میں کود گئے۔ فرعون کا گھوڑا بھی حضرت جبرائیلؑ کی گھوڑی کے پیچھے دریا میں کود پڑا اور حضرت میکائیلؑ اس لشکر کو پیچھے سے سمندر کی جانب دھکیل رہے تھے۔ چنانچہ جب وہ سب کے سب دریا میں داخل

ہو گئے اور حضرت جبرئیل نکل گئے تو دریا اپنی حالت سابقہ پر آگیا اور پورے لشکر کو غرقاب کر دیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سات لاکھ ستر ہزار افراد تھے۔ عمرو ابن میمون چھ لاکھ کا قول بیان کرتے ہیں اور بعض حضرات نے چھ لاکھ ۲۰ ہزار کی تعداد بیان کی ہے۔ اس عدد میں ۲۰ سال اور ۶۰ سال کی عمر کے افراد شمار نہیں کیے اور حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مصر میں داخل ہونے والوں کی تعداد ۲۷ ہزار مرد اور عورتیں تھیں۔ جب انہوں نے چلنے کا قصد کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو میدان تیبہ میں ڈال دیا۔ لہذا وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کے عمر رسیدہ افراد سے تحقیقات کی۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت یوسف رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت اپنے بردار ان سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر مصر سے نہیں جائیں گے اس وجہ سے ہمارا راستہ مسدود کر دیا گیا۔

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی قبر کے بارے میں علم رکھتا ہو اور مجھے نہ بتائے تو اس سے اللہ تعالیٰ باز پرس کرے گا اور جو شخص نہیں جانتا وہ میری آواز نہ سنے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ دو شخصوں کے سامنے سے گزرے انہوں نے آپ کی آواز نہیں سنی اور ایک بوڑھی عورت نے سنا جو بنی اسرائیل میں سے تھی اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں تمہیں حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق بتا دوں تو کیا تم میری درخواست کو پورا کر دو گے۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ کے حکم کے بغیر میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست منظوری کا حکم دے دیا۔ بڑھیا نے کہا پہلی شرط جو دنیا سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں۔ چلنے پر قادر نہیں ہوں۔ لہذا تم مجھے اس شہر سے اٹھا کر باہر کر دو گے۔ دوسری شرط جو آخرت کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ جنت کے کسی بھی درجہ میں تب تک داخل نہیں ہوں گے جب تک میں آپ کے ساتھ نہ چلوں۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی منظور فرمالیا۔ اس کے بعد بڑھیا نے بتایا کہ حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی قبر دریائے نیل کے درمیان ہے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام سے پانی کو ہٹا دیا۔ نیز حضرت موسیٰ نے یہ بھی دعا فرمائی کہ طلوع فجر کو اس وقت تک کے لیے موقوف کر دیا جائے جب تک کہ حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کے معاملہ سے فراغت ہو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اس جگہ کو کھودا اور وہ صندوق نکالا جس میں حضرت کا جسم محفوظ تھا اس کو اپنے ساتھ لاکر شام میں دفن فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا راستہ کھول دیا اور وہ وہاں سے حضرت موسیٰ کے ہمراہ چل دیئے اور حضرت ہارون ان کے آگے تھے۔

ادھر فرعون تیاری میں مصروف تھا۔ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے حکم دیا کہ مرغ کے بولنے کے بعد ان کے تعاقب کے لیے نکلا جائے۔ عمر بن میمون فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس رات مرغ بولا ہی نہیں۔ فرعون بنی اسرائیل کے تعاقب میں کروڑوں کی فوج لے کر نکلا تھا۔ اس کے مقدمہ انجیش کی قیادت ہا مان کر رہا تھا۔ اس کے لشکر میں ستر ہزار گھوڑ سوار تھے۔

شیخ التفسیر علامہ محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں کہ فرعون کے لشکر میں ایک لاکھ گھوڑے تھے اور سات ہزار گھوڑ سوار اور اس کے آگے ایک لاکھ تیرا اندازوں کا دستہ اور ایک لاکھ نیزہ بازوں کا دستہ ایک لاکھ عمود والوں کا دستہ تھا اور دریا کا پانی جوش مار رہا تھا۔ جس وقت فرعون بنی اسرائیل کے قریب پہنچا تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ حضرت موسیٰ کے ساتھی یہ دیکھ کر گھبرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ حضرت موسیٰ نے سمندر پر عصا مارا اور سمندر میں بارہ راستے بن گئے۔ ہر خاندان کے لیے ایک مستقل راستہ اور ہر راستے کے درمیان پانی پہاڑ کی طرح حائل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہوا اور سورج

کے ذریعہ دریا کی زمین کو خشک کر دیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ہر خاندان ایک ایک راستہ سے سمندر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ ہر راستہ کے درمیان پانی اس طرح حائل ہو گیا تھا کہ ایک خاندان دوسرے کو نہیں دیکھ پا رہا تھا اس لیے ہر خاندان گھبرانے لگا کہ ہمارے دوسرے بھائی مارے گئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حق تعالیٰ نے پانی کو پھٹ جانے کا حکم دیا تو پانی میں سے کھڑکیاں بن گئیں اور ہر خاندان کو دوسرا خاندان نظر آنے لگا اور ایک دوسرے کی آواز سننے لگا۔ اس طرح سے بنی اسرائیل صحیح و سالم سمندر پار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے:

فَأَنجَيْنَاكَ وَمَا نَعَمْنَا لِقَوْمِكَ فِرْعَوْنَ وَآتَنَّاكَ أَنْ تَرْفَظَ وَتَكُونَ مِنَ الْكَافِرِينَ

”ہم نے تمہیں نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اس حال میں کہ تم ان کو غرق ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔“

بنی اسرائیل کے سمندر پار کرنے کے بعد جب فرعون سمندر کے قریب پہنچا اور اس کو منتشر پایا تو اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ دیکھو میرے خوف سے دریا کس طرح پھٹ گیا اور میں نے ان غلاموں کو پالیا جو بھاگ آئے تھے۔ تم لوگ دریا میں داخل ہو جاؤ۔ اس کی قوم دریا میں داخل ہونے سے گھبرا رہی تھی۔ کہنے لگی آپ رب ہیں تو پہلے آپ داخل ہو جائیں جس طرح موسیٰ داخل ہو گئے۔ فرعون گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے لشکر میں کوئی گھوڑی نہیں تھی۔ لہذا جبریلؑ جفتی کی خواہش مند گھوڑی پر سوار ہو کر اس کے لشکر کے آگے آئے اور دریا میں داخل ہو گئے جب فرعون کے گھوڑے نے اس کی بوسہ نکھی تو اس گھوڑی کے پیچھے دریا میں کود پڑا اور فرعون بے بس و لاچار ہو گیا۔ اس کو جبرائیلؑ کی گھوڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے گھوڑے کے پیچھے ہی پورا لشکر دریا میں کود پڑا اور پیچھے حضرت میکائیلؑ گھوڑے پر سوار ہو کر اس لشکر والوں کو یہ کہہ کر کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہو جاؤ سب کو دریا میں دھکیل رہے تھے۔ یہاں تک کہ تمام کا تمام لشکر سمندر میں داخل ہو گیا اور حضرت جبرائیلؑ ان سب سے پہلے سمندر سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کو غرق کر دو۔ چنانچہ دریا پہلے کی طرح مل گیا اور سب کو غرقاب کر دیا۔ دریا کے دونوں کناروں کے درمیان کی مسافت چار فرسخ تھی۔ کنارے سے ہی بنی اسرائیل فرعون کی غرقابی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَآتَنَّاكَ أَنْ تَرْفَظَ وَتَكُونَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ اس سمندر کا نام بحر قزقم ہے۔ یہ بحر فارس کا ایک کنارہ ہے۔

قارہؑ فرماتے ہیں کہ یہ وہ سمندر ہے جو مصر کے قریب ہے اور اس کو اساف کہتے ہیں۔ یہ بات مسلم ہے کہ فرعون کفر پر مرا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے برخلاف کہا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔

عبدالملک بن مروان کا قصہ | ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جب مصعب ابن زبیر سے مقابلہ کے لیے خروج کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے اس بات کا اصرار کیا کہ وہ خود مقابلہ

کے لیے نہ جائیں بلکہ کسی کو نائب بنا کر بھیج دیں اور اس نے اس بارے میں خوب ملامت کی۔ لیکن جب مروان نے اپنی بیوی کی بات نہیں مانی تو وہ رونے لگی اور اس کے قریب کے سب لوگ بھی اس کی عظمت کے باعث رونے لگے تو عبدالملک ابن مروان نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ کثیر (نام شاعر) کو خدا غارت کرے کہ جب وہ یہ شعر کہہ رہا تھا تو گویا وہ اس موقف کو دیکھ چکا تھا۔

اذا ما اراد الغزو لم يشن هممه حصان عليها نظم و ريزنها

ترجمہ:- جب کوئی جنگ کا ارادہ کرے اور اس کی ہمت اس میں نہ ہو اور گھوڑوں کا انتظام جنگ کے لیے نہ کیا گیا ہو تو اسے جنگ سے کنارہ کشی کرنی چاہیے۔“

نَهْنَةُ فَلَمَّا لَمْ تَرَ النَّهْيَ عَاقِبَةً بَكَتْ فَبَكَى مِمَّا شَاجَهَا قَطِينَهَا

ترجمہ:- اور اگر بے انتظامی کے باوجود جنگ میں کودے گا تو پھر اس جنگ کا انجام اسے زمانہ دراز تک رلاتا رہے گا۔

اس کے بعد عبدالملک نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ وہ اپنے اصرار سے باز آجائے اور مقابلہ کے لیے نکل پڑا۔ اس واقعہ کو خلیفان نے عمدہ اور دلچسپ ترین واقعات میں شمار کیا ہے۔ جس طرح مامون الرشید کے اس واقعہ کو بہترین گردانتا ہے۔

مامون کا واقعہ | مامون جب پہلی رات کو بوران بنت حسن بن سل کے پاس شبِ باشی کے لیے گیا تو اس کے لیے سونے سے بنی ہوئی چٹائی بچھائی گئی اور اس کے اوپر کثیر تعداد میں موتی بکھیر دیئے۔ مامون نے جب مختلف قسم کی موتی چٹائی پر بکھرے دیکھے تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ابو نواس کو قتل کرے۔ گویا اس نے اس حالت کا مشاہدہ کر کے وہ شعر کہا ہے جس میں شراب کے منکے کی تشبیہ بیان کی ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

كان كبرى و صغرى من فواقعها حصباء در على ارض من الذهب

ترجمہ:- کبرئی اور صغریٰ گویا کہ وہ سنگریزے ہیں جو سونے کی زمین پر ڈال دیئے گئے ہیں۔

یہ شعر ابو نواس کی جانب بطور عیب منسوب کیا گیا ہے اور اس نے اس کے بارے میں بایں طور معذرت کی ہے کہ اس بیت میں لفظ من کو زائد قرار دیا ہے اور یہ بات ابوالحسن انفحش نحوی کے نزدیک جائز ہے کہ ضرورت کے باعث کسی کلام میں کسی لفظ کی زیادتی کی جاسکتی ہے۔ اور مثال میں اللہ تعالیٰ کے قول من جبال فیہا من بزد کو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ تقریر عبارت من جبال فیہا بزد ہے۔

الْحَصُورُ

(اوٹنی) الحصور: اس اوٹنی کو کہتے ہیں جس کے پیشاب کا سوراخ تنگ ہو۔ نیز اس مرد کو بھی حصور کہتے ہیں جو عورت کے قریب نہیں جاتا۔

فائدہ:- صاعقلی نے عہد میں ذکر کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے (اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے) مجھ سے ۵۹۰ سال قبل کی یہ بات معلوم کی اور میں اس وقت جوانی کی منزلیں طے کر رہا تھا اور عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا تھا، والد محترم اکثر مجھے فائدہ مند باتیں اور نادر معلومات سے واقف کراتے رہتے تھے۔ وہ بہت ہی شریف الطبع شخص تھے۔ چنانچہ والد محترم نے اہل عرب کے اس قول کا مطلب پوچھا، قد الر حصیر الحصیر فی حصیر حصیر (ترجیع دی حصیر کو حصیر میں) میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم، تو آپ نے فرمایا کہ پہلے حصیر سے باریہ مراد ہے اور دوسرے سے قید اور تیسرے سے پہلو اور چوتھے سے بادشاہ مراد ہے۔ یعنی بادشاہت کو چھوڑ کر صحرا نوردی اختیار کی اور نرم و گداز گدوں کو چھوڑ کر چیل کی زندگی کو ترجیح دی۔ مطلب یہ ہے کہ بڑی چیز کو چھوڑ کر چھوٹی چیزوں کے پیچھے پڑ گیا۔

حَضَاجِرُ

(بجو) حضاجر: بجو کو کہتے ہیں۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔ اس کے پیٹ کی کشادگی کے باعث اس کو

حضاجر کہتے ہیں۔ یہ لفظ معرفہ ہے شاعر نے اسی طرح استعمال کیا ہے۔

حضا ج ر ک اذتنبذہ لرحل ج ا غصبت

ترجمہ:- تم کو اس وقت غصہ کیوں نہیں آیا اپنے پڑوسی کے اس طرز پر جبکہ وہ پھینک رہا تھا بگو کو تمہاری طرف۔

ایک نحوی بحث | ابن سیدہ نے اس شعر کو اسی طرح پڑھا ہے اور جوہری نے معمولی سے تغیر کے ساتھ ہلا غصبت لجاجرینک پڑھا ہے۔ سیرانی کا خیال ہے کہ بگو کے لئے حضاجر لفظ جمع مبالغہ کے واسطے استعمال کیا ہے اور سیبویہ یہ کہتا ہے کہ ہم نے اہل عرب کو فقط۔ حضج و اؤظب حضاجر کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس لئے یہ لفظ معرفہ اور نکرہ دونوں صورتوں میں غیر منصرف رہتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ واحد کے لئے استعمال کیا گیا ہے حالانکہ صیغہ جمع کا ہے۔ علامہ حاجب نے اپنی کتاب کافیہ میں اس کے غیر منصرف ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ اسم علم اور منقول عن الجمع ہے۔ علامہ ومیریؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

الْحَضْبُ

(اڑوہا) بعض لوگوں کے نزدیک چھوٹے اور سفید سانپ کا نام الْحَضْبُ ہے۔

الحفان

(چوپاؤں کے بچے) الحفان: چوپاؤں کے بچوں کو کہتے ہیں۔ واحد کے لئے حَفَانَةٌ آتا ہے۔ مذکر اور مؤنث کے لئے صرف ایک لفظ مستعمل ہے۔ کبھی صرف اونٹ کے بچوں کو بھی حفان کہتے ہیں۔

الحفص

(شیر کے بچے) الحفص: شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہلوار حفص کو بھی حفص سے پکار لیتے ہیں۔

الحقم

(کبوتر جیسا بچہ) الحقم: کبوتر جیسا ایک پرندہ ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ کبوتری کو حقم بھی کہتے ہیں۔

الحلزون

(کیڑے) الحلزون: ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو سمندر اور دریاؤں کے کناروں پر واقع چھوٹی چھوٹی تالیوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کیڑے غذا کی تلاش میں اپنا آدھا بدن باہر نکال کر دائیں اور بائیں غذا تلاش کرتے ہیں۔ اگر نرم مٹی اور رطوبت پاتے ہیں تو اس میں آکر غذا حاصل کرتے ہیں اور اگر خشکی اور سختی دیکھتے ہیں تو باہر نہیں آتے بلکہ اپنے جسم کی نظر اپنے مقام میں داخل ہو جاتے

لہ حقم: عمان میں گھریلو کبوتر کو کہتے ہیں۔

ہیں۔ جیسے جیسے ان کا حجم بڑھتا رہتا ہے اور ان کا مکان بھی اس کے مطابق بڑھتا رہتا ہے۔

حِلْزُون کا شرعی حکم | یہ اپنے اندر پائے جانے والے خُبث کے باعث حرام ہے۔ نیز آنحضور ﷺ نے سیپ کے استعمال سے روکا ہے اور یہ بھی از قبیل سیپ ہی ہے۔ ان میں سے بعض کو الدَّيْنَلَس بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق باب الدال میں بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

الحلکۃ والحلکاء والحلکاء والحلکی

(چار ضمہ، فتح، کسرہ تینوں پڑھ سکتے ہیں) چھپکلی کے مشابہ ایک جانور ہوتا ہے جو رت میں گھسٹتا ہے۔

الحلم

(چچڑی) العلم: چچڑی کو کہتے ہیں۔ واحد کے لئے حِلْمَةٌ آتا ہے۔ جو ہری کہتا ہے کہ جوں کی مانند ہوتا ہے۔ نیز حلم اس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو بکری کی کھال کے اوپر اور اندر پیدا ہو جاتا ہے اور کھال وہاں سے کنزور بنادیتا ہے۔ چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں جب یہ کیڑا چڑے کو کھالیتا ہے۔ حلم الادیم۔ نیز ولید بن عقبہ بن ابو معیط کا شعر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

فَإِنَّكَ وَالْكِتَابَ إِلَى عَلِيٍّ كَذَابِغَةٍ وَ قَدْ حَلِمَ الْاَدِيمُ
ترجمہ:- تو اور کتاب ایسا بن گیا جیسا کہ چچڑی چڑے کو لپٹ کر رہ جاتی ہے (یعنی ہمیشہ مطالعہ میں لگا رہتا ہے)
ابن سیکت کہتا ہے کہ حلم سے مراد دیک ہے۔
حلم (چچڑی) کا حدیث میں ذکر:-

”حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری کے کان سے چچڑی چھڑانے سے منع فرماتے تھے۔“

ابوداؤد سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی تو اپنے جوتے اتار کر بائیں جانب رکھ دیئے جب لوگوں نے آپ ﷺ کا یہ عمل دیکھا تو سب نے اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جوتے کیوں اتار دیئے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جب ہم نے آپ کو نعلین مبارک اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اپنے نعلین اس لئے اتارے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر یہ بتایا تھا کہ نعلین میں چچڑی کا خون لگا ہوا ہے۔“

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ”دم“ سے مراد اس حدیث میں معمولی دم ہے جو معاف ہے لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے جوتوں کی نجاست سے بچنے کی خاطر اتار دیا تھا۔

الحلکۃ: غالباً یہ وہی لفظ ہے جو عمان میں حکانلکل (HAKAAILKIL) بولا جاتا ہے۔ (SCINCUS MUSCATENSIS)

مسئلہ:- علماء نے ہر اس خون کو جو معمولی ہو اور بہتانہ ہو معمولی قرار دیا ہے کتے اور خنزیر کے خون کے علاوہ کیونکہ یہ دونوں جانور نجس العین ہیں۔ جو خون گوشت اور ہڈیوں پر لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔ عموم بلوئی کے تحت۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ سے تعرض کیا ہے۔

ابو اسحاق ثعلبی مفسر نے صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے اس بات کو نقل فرمایا ہے کہ اس خون میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

امام احمد وغیرہ نے مزید صراحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ گوشت اور ہڈی پر لگا ہوا خون کا رنگ اگرچہ گوشت پر بھی غالب آ جائے تو بھی دفع عری خاطر اس کو معفو عنہ قرار دیا ہے۔

ابو اسحاق نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے **إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْنَةً أَوْ ذِمًّا مَسْفُوحًا** کہ اس آیت میں دم مسفوح کے کھانے سے روکا گیا ہے اور دم مسفوح اس خون کو کہتے ہیں جو بننے والا ہو۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ چیچری جب بالکل چھوٹی ہوتی ہے تو اس کو مقامتہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد حَمَافَة اور اس کے بعد قراد پھر بالکل مکمل ہو جانے کے بعد حلم کہا جاتا ہے۔ ابو علی فارسی نے یہ شعر کہا ہے۔

و ما ذکر فإن یکبر فاشی شدید الازم لیس له ضرر

ترجمہ:- اور نصیحت نہ پکڑی حالانکہ دانتوں میں دبا رکھا ہے گوشت کا سخت ٹکڑا در انحالیکہ دائرہ کا نام و نشان نہیں۔

اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صُزْمَش کی جمع اضرائش آنی چاہیے۔ تمام دانت مونث مستعمل ہوتے ہیں سوائے اضراس اور انیاب کے۔

حلم کا شرعی حکم | خبث کی درجہ سے حرام ہے۔

مزید تفصیل ان شاء اللہ باب القاف میں قراد کے تحت آئے گی۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | اہل عرب کہتے ہیں فردان فما بال الحلم (جب دو چیچریاں ہوں تو پھر تحمل کیسے برتا جاسکتا ہے)

اور عربوں کا یہ مقولہ استنت الفصال حتی القرعی بھی اسی کے معنی میں ہے۔ یعنی اونٹ کے بچہ بھی جوان ہو گیا تا آنکہ چیچریاں بھی۔ مطلب یہ ہے کہ کمزور اور چھوٹے بھی مقابلہ پر آگئے۔

الحمار الاہلی

(گھریلو گدھا) الحمار الاہلی گدھے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع حمیرُ حُمُر اور اَحْمَرَة آتی ہے۔ اس کی تصغیر حُمیر آتی ہے۔ تو یہ ابن حمیر صاحب لیلیٰ کا نام اسی سے ہے۔ گدھے کی کنیت ابو زیاد اور ابو صابر آتی ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

لہ الحلم: الدیانی نے اس مثل کو دوسری طرح بیان کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چھوٹے بندر بھی وہی کچھ کرنا چاہتے ہیں جو بڑے بندر کرتے ہیں۔

زَيَادٌ لَسْتُ اَدْرِى مِنْ اَبُوهِ وَلَكِنَّ الْحِمَارَ اَبُو زَيَادٍ

ترجمہ:- زیادہ کے متعلق میں یہ نہیں جانتا کہ اس کا باپ کون ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ گدھا ابو زیاد ہے۔

گدھے کو بہت سے لوگ ام محمود اور ام تولب، ام مجلس، ام وہب بھی کہتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حیوان ایسا نہیں جو اپنے غیر جنس حیوان پر جفتی کرتا ہو۔ صرف گدھا اور گھوڑا ایسے جانور ہیں جو ایک دوسرے پر جفتی کرتے ہیں۔ گدھا تیس ماہ کی عمر میں قابل جفتی ہوتا ہے۔ گدھے اور گھوڑی کے باہم جفتی کرنے سے ایک ایسی نوع پیدا ہوتی ہے جو بہت زیادہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہے جس کو ہندوپاک میں فخر کہتے ہیں۔ گدھے کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ جب وہ شیر کی بو سونگھ لیتا ہے تو شدت خوف کے باعث نہایت پریشان ہو جاتا ہے اور بھاگنے لگتا ہے۔ گدھے کی اسی خاصیت کی وجہ سے حبیب بن ادس طائی نے عبدالصمد بن معدل کی جھو کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔

اَقْدَمْتُ وَ يَحْكُ مِنْ هَجْوَى عَلَيَّ خَطَرٍ وَالْعَيْتُ بِقَدَمٍ مِنْ خَوْفٍ عَلَى الْاَسَدِ

ترجمہ:- تیرا برا ہو کیا تو آگئی اور میرے دل پر حملہ آور ہوئی۔ کیونکہ گدھا شیر پر اس وقت حملہ آور ہوتا ہے جب کہ وہ شیر سے خوف کھا رہا ہو۔

گدھے کی تعریف اور مذمت میں لوگوں کی مختلف رائیں اور اقوال ہیں۔ چنانچہ خالد بن صفوان اور فضل بن عیسیٰ الرقاشی گدھے کی سواری کو (برزون) ترکی گھوڑوں کی سواری پر ترجیح دیتے تھے۔ خالد ابن صفوان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بصرہ میں گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستہ میں بصرہ کے چند شرفاء سے ملاقات ہو گئی۔ ان شرفاء نے ان کو گدھے پر سوار دیکھ کر کہا اے ابن صفوان یہ کیا ہے؟ ابن صفوان نے جواب دیا کہ یہ ایک پالتو گدھا ہے جو سستی نسل کا ہونے کے باوجود میری بار برداری کے کام آتا ہے اور کبھی کبھی میں اس پر سوار ہو کر عقبہ (دشوار گزار گھائیوں) سے بھی گزرتا ہوں۔ یہ بیمار کم پڑتا ہے۔ نیز اس کا علاج کم خرچ میں ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ مجھے اس بات سے روکتا ہے کہ میں کیسے ظالم اور مفسد نہ ہو جاؤں۔ اسی طرح جب فضل بن عیسیٰ کے گدھے کی سواری کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آپ گدھے پر کیوں سواری کرتے ہیں؟ تو فضل نے جواب دیا کہ گدھا سب سے ارزاں اور سب سے سختی اور کار آمد جانور ہے۔

اتفاق سے فضل کی یہ تمام باتیں ایک اعرابی سن رہا تھا تو اس نے فضل بن عیسیٰ کو جواب دیا کہ گدھے کی سواری بدترین سواری ہے اور اس کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ نہ اس پر سوار ہو کر دشمن سے لڑا جاسکتا ہے اور نہ اس کو عورت کے مہر میں دیا جاسکتا ہے۔ نیز اس کی آواز نہایت مکروہ ہوتی ہے۔

عربی میں دستور ہے کہ جب کسی کی برائی یا جھو کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ اس کو گدھے سے منسوب کرتے ہیں (ہندوستان میں بھی یہ رواج ہے کہ جب کوئی کسی پر ناراض ہوتا ہے تو اس کو ”گدھے کا بچہ“ کہتا ہے اور جب کسی کی حماقت کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ”وہ تو گدھا ہے“) عرب لوگ گدھے کا نام بھی اپنی زبان سے ادا کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ضرورتاً اس کی کنیت سے ذکر کرتے ہیں اور اگر کبھی اس کے نام کی اشد ضرورت ہو جاتی ہے تو بھی نام لینے سے احتراز کرتے ہیں اور کہتے ہیں ”الطویل الاذنین“ بڑے کانوں والا۔ اہل عرب کے نزدیک یہ آداب محفل کے خلاف ہے کہ اہل مروءۃ (شرفاء کی مجلس) میں گدھے کا ذکر آئے۔ اس لئے وہ گدھے کی سواری میں عار محسوس کرتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ جو ہری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ”مروءۃ“ کا ترجمہ انسانیت ہے اور ابن فارس کے نزدیک ”مروءۃ“ کا مطلب رجولیت (مردانگی) ہے۔ بعض لوگوں نے صاحب مروءۃ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص جو اپنے نفس کو بری باتوں سے بچائے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ صاحب مروءۃ وہ شخص ہے جو اپنے زمانے اور اپنے ملک کے لوگوں کی چال چلے اور ان کی خوبیوں کو اختیار کرے۔ داری کے نزدیک مروءۃ کا اعتبار پیشہ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک مروءۃ آداب دین سے متعلق ہے۔ مثلاً محفل میں چلا کر بولنا یا سائل کو جھڑکنا، باوجود استطاعت کے کوئی نیک کام نہ کرنا یا کثرت سے ہنسنا اور قہقہہ لگانا وغیرہ۔

حدیث شریف میں حمار کا تذکرہ:-

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھائے، ڈر ہے کہ خداوند تعالیٰ کہیں اسے گدھے کی شکل میں منتقل نہ کر دیں یا اس کا سر گدھے کے سر کی طرح ہو جائے۔“ (فی الصحیحین)

اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر اور اس کے جسم کو گدھے کا جسم بنا دیں گے۔ (واللہ اعلم) بہر حال اس حدیث میں مسخ کے جواز اور وقوع کی دلیل ہے (اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اور ایسا جب ہی ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ بہت بڑھ جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْفِرَاقَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ۔

”کیا تمہیں تمہیں خدا تعالیٰ کے اس سے بڑے عذاب کی اطلاع نہ دوں کہ جس پر خدا تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہوا تو ان کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا اور یہی معاملہ ان لوگوں سے کیا جو شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔“

مذکورہ بالا حدیث بصرحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے اندر رکوع و سجدہ و دیگر ارکان کو امام سے پہلے ادا کرنا حرام ہے۔

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جب تم گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو شیطان سے، کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے اور جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کرو۔ کیونکہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔“

مرغ کا بیان ان شاء اللہ باب الدال میں آئے گا)

عجیب حکایت | علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ظفر کی کتاب النصارح میں دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں اندلس کے ایک سرحدی علاقہ میں گیا وہاں میری قرطبہ کے ایک نوجوان عالم فقیہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نوجوان عالم نے مجھ کو اپنی باتوں اور علمی تذکروں سے موہ لیا۔ میں نے ایک دن ان کے سامنے یہ دعا مانگی ”یا من قال واسئالو اللہ من فضله“ ”اے وہ ذات پاک جس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو) اس دعا کو سن کر اس نوجوان عالم نے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کو اس آیت کے متعلق ایک عجیب قصہ سناؤں۔ میں نے جواب دیا کہ ضرور سنائیے۔ چنانچہ وہ بیان کرنے لگے کہ ہمارے بزرگوں کے حوالے سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہمارے یہاں طلیحہ کے دور اہب جو اپنے شہر میں بہت قاتل قدر سمجھے

جاتے تھے وہ تشریف لائے۔ وہ عربی زبان سے واقف تھے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور قرآن پاک اور فقہ کے ماہر تھے۔ الغرض بزرگوں میں سے کسی نے ان کو اپنے یہاں ٹھہرا لیا اور خوب خاطر مدارات کیں حالانکہ شہر کے لوگ ان کے متعلق کافی بدگمان تھے۔

وہ دونوں بوڑھے تھے چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ مگر دوسرا سہا سہا ہمارے یہاں رہا۔ اتفاقاً ایک دفعہ وہ بھی بیمار پڑ گیا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ تم دونوں کیوں مسلمان ہو گئے تھے اس کو میرا یہ پوچھنا بہت ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن میں اس کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آیا اور پھر وہی سوال کیا۔ تو اس نے بیان کیا کہ اہل قرآن یعنی مسلمانوں کا ایک قیدی ایک کلیسہ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہم دونوں اس کلیسہ کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ ہم نے اس قیدی کو اپنی خدمت کے لیے مانگ لیا وہ ہمارے پاس مدتوں رہا اس طرح ہم نے اس سے عربی سیکھی اور چونکہ وہ تلاوت قرآن پاک کثرت سے کیا کرتا تھا اس لیے ہم کو بھی کافی آیتیں یاد ہو گئیں۔ ایک دن اس نے یہ آیت پڑھی واسئلوا اللہ من فضله۔ یہ سن کر میں نے اپنے ساتھی سے جو مجھ سے زیادہ صاحب الرائے اور ذی فہم تھا کہا کہ تم نے سنایہ آیت کس چیز کی دعوت دے رہی ہے؟ اس پر میرے ساتھ نے مجھے جھڑک دیا۔ اس کے بعد اس قیدی نے یہ آیت تلاوت کی ”وقال ربکم ادعونی استجب لکم“ (اور فرمایا تمہارے رب نے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا) میں نے یہ آیت سن کر پھر اپنے ساتھی سے کہ یہ آیت پہلی آیت سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ اس پر میرے ساتھی نے کہا کہ ہاں جو کچھ مسلمان کہتے ہیں وہی مجھ کو ٹھیک معلوم ہوتا ہے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام سے جس نبی کی بشارت دی تھی وہ مسلمانوں ہی کے نبی ہیں۔

اس کے بعد ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہم دونوں کھانا کھا رہے تھے اور وہ مسلمان قیدی کھڑا ہوا ہم کو شراب پلا رہا تھا کہ اچانک میرے منہ میں لقمہ انگ گیا۔ میں نے قیدی کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور مزید شراب پینے سے انکار کر دیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا یا رب! محمد (ﷺ) کو آپ کا یہ فرمان ہے اسئلوا اللہ من فضله اور ”ادعونی استجب لکم“ اگر یہ نبی جن کے ذریعہ آپ کے یہ فرمان پہنچے ہیں برحق ہیں تو آپ مجھ کو پانی پلا دیں۔

بس یہ کہتے ہی اس خانقاہ کا ایک پتھر بیٹھا اور اس میں سے پانی بننے لگا۔ چنانچہ میں جلدی سے اٹھ کر اس پتھر کے پاس پہنچا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ جب میں پانی پی چکا تو پانی آنا بند ہو گیا۔ میرے پیچھے وہ مسلمان قیدی کھڑا ہوا یہ قصہ دیکھ رہا تھا اس وجہ سے اس کے دل میں اسلام کی طرف سے شک پیدا ہو گیا جب کہ میرے دل میں اسلام کے لیے رغبت اور یقین پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے ساتھی سے بیان کیا۔ اس کے بعد میں اور میرا ساتھی دونوں مسلمان ہو گئے۔ اگلے دن صبح کو وہ مسلمان قیدی ہمارے پاس آیا اور ہم سے اپنا مذہب اسلام چھوڑ کر عیسائی ہونے کی رغبت ظاہر کی۔ ہم دونوں نے اس کو جھڑک دیا اور اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا۔ مگر وہ عیسائی ہوئے بغیر نہ رہا اور کہیں جا کر مرتد ہو گیا۔

ہم دونوں اپنے معاملے میں پریشان تھے کہ کس طرح کہیں جا کر خلوص سے ہدایت حاصل کریں اور دین اسلام کو مضبوطی سے دلوں میں جمالیں۔ آخر کار میرے ساتھی نے جو مجھ سے زیادہ سمجھ دار تھا سوچ کر کہا کہ ہم کو انہی دعاؤں کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم نے اس ظہان سے نجات پانے کے لیے انہی دو آیتوں کو پڑھ پڑھ کر دعا مانگی اور دوپہر کے وقت سو گئے۔ میں نے خواب دیکھا کہ تین نورانی چہرے والے اشخاص ہماری خانقاہ میں داخل ہوئے اور ان تصویروں کی طرف جو خانقاہ میں رکھی ہوئی

تھیں اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی وہ تصویریں محو ہو گئیں۔ پھر انہوں نے ایک تخت لاکر وہاں بچھا دیا۔ اس کے بعد انہی جیسی ایک اور جماعت جن کے چہروں اور سر سے نور نپک رہا تھا خانقاہ میں داخل ہوئیں۔ اس جماعت میں ایک صاحب اتنے حسین تھے کہ میں نے صورت شکل میں ان سے زیادہ حسین اور خوب صورت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ میں ان کے سامنے آیا اور عرض کیا کہ کیا آپ سید المسیح ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں مسیح نہیں ہوں بلکہ ان کا بھائی احمد ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ چنانچہ میں مسلمان ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں اور آپ کی امت کے ملک میں جانا چاہتے ہیں۔ اس کی کیا سبیل ہوگی؟

آپ نے یہ سن کر ایک شخص سے جو آپ کے سامنے کھڑا تھا فرمایا کہ تم ان کے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ان دونوں مسلمانوں کو اس شہر میں جس میں کہ یہ جانا پسند کریں عزت و احترام کے ساتھ پہنچانے کا انتظام کرے اور اس قیدی کو جو مرتد ہو گیا ہے اس کو بلا کر تاکید کریں کہ وہ اپنے دین پر لوٹ آئے۔ اگر وہ انکار کر دے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے ساتھی کو جگا کر پورا خواب بیان کیا اور اس سے پوچھا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ تو میرے ساتھی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کشائش اور آسانی فرمادی ہے۔ کیا تو نے ان تصویروں کو نہیں دیکھا کہ ان کا کیا حال ہوا؟ میں نے جو نظر گھما کر تصویروں کی طرف دیکھا تو وہ واقعی محو ہو گئی تھیں۔ اس سے میرے ایمان میں اور ترقی ہو گئی۔

اس کے بعد میرے ساتھی نے کہا کہ چلو بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ نے حسب دستور ہم کو تعظیم و تکریم کے ساتھ بٹھایا اور ہمارے آنے کا مقصد نہ سمجھ سکا۔ میرے ساتھی نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے اس مرتد قیدی (خدمت گار) کے بارے میں جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل فرمائیے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ کانپنے لگا۔ جب کچھ افاتہ ہوا تو اس نے مرتد قیدی کو بلایا اور پوچھا کہ تو مسلمان ہے یا عیسائی؟ قیدی نے جواب دیا کہ میں عیسائی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ تو اپنے پہلے دین پر لوٹ جا کیونکہ ہم کو ایسے شخص کی ضرورت نہیں ہے جو اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے۔ قیدی نے جواب دیا کہ میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں گا۔ یہ سن کر بادشاہ نے تلوار سے اس کی گردن اڑادی۔

پھر اس نے ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جو شخص میرے اور تمہارے خواب میں آیا تھا وہ شیطان تھا لیکن تم کیا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم مسلمانوں کے ملک جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ مگر تم لوگوں سے یہ کہنا کہ ہم بیت المقدس جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا بہت اچھا ہم ایسا ہی کہیں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہم لوگ آپ کے شہر میں آ گئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آرشاد گرامی ہے کہ جب تم رات میں کتے کا بھونکنا اور گدھے کا چلانا سنو تو اللہ کی پناہ طلب کرو شیطان مردود سے۔ کیونکہ کتا اور گدھا ان بلاؤں کو دیکھ کر بولتے ہیں جنہیں انسان نہیں دیکھ پاتے اور جب رات کا وقت ہو جائے تو پھر گھروں میں سے بھی کم نکلو کیونکہ رات میں تکلیف دہ جانور اور کیڑے نکل آتے ہیں۔“

سنن ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم کسی ایسی مجلس سے اٹھتی ہے جس میں ذکر خداوندی نہ ہو تو اس قوم کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی قوم مردار گدھے سے اٹھے اور اس پر حسرت و ندامت طاری ہو (یعنی ایسی مجلس کی شرکت جس میں ذکر خدا نہ ہو شریک ہونے والوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موجب حسرت رہے گی۔“)

تاریخ نیشاپور اور کامل ابن عدی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے جس میں عمار کا ذکر ہے۔
”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین گدھا وہ ہے جو سیاہ رنگ کا اور کوتاہ قد کا ہو۔“

عشیر حمار جو ہری کہتے ہیں کہ عشیر حمار سے مراد گدھے کی وہ دس آوازیں ہیں جو وہ دم گھونٹ گھونٹ کر نکالتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا دستور تھا کہ جب کبھی وہ ایسے شہر میں داخل ہوتے جہاں کوئی وباء پھیلی ہوئی ہوتی تو وہ اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے دس مرتبہ گدھے کی طرح ہچکچاہٹوں کی آواز نکالتے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ایسا کرنے سے وہ اس وباء سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اسی بارے میں کسی شاعر کا کہنا ہے۔

لَعْمَرِي لَيْتَنِي عَشَرْتُ مِنْ خَيْفَةِ الرَّدَى
يَهَاقُ حِمَارًا أَنَّنِي لَجَزُوعٌ
ترجمہ: قسم ہے اپنی جان کی اگر میں موت کے ڈر سے دس مرتبہ گدھے کی آواز نکالوں تو بے شک میری جانب سے یہ انتہائی ناخوشگوار بات کا اظہار ہو گا۔

دوسری حکایت مسروق کا بیان ہے کہ کسی گاؤں میں ایک شخص کے یہاں تین جانور پلے ہوئے تھے یعنی گدھا، کتا اور مرغ۔ مرغ اس کو صبح کی نماز کے لئے جگاتا۔ کتا اس کے گھر کا پہرہ دیتا اور گدھے پر وہ پانی اور اپنا ڈیرہ وغیرہ لا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا۔ ایک دن ایک لومڑی آئی اور اس کے مرغ کو پکڑ کر لقمہ بنا گئی۔ گھر والوں کو مرغ کے مرجانے سے کافی رنج و غم ہوا۔ مگر مرد چونکہ ایک نیک شخص تھا اس لئے اس نے کہا کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری ہوگی۔ اس کے بعد ایک دن بھیڑیا آیا اور اس نے گدھے کا پیٹ چیر دیا جس سے وہ مر گیا مگر مرد نے پھر یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں بھی ہمارے لئے کوئی بہتری ہوگی۔ اس کے کچھ دین بعد کتا بھی بیمار ہو کر مر گیا۔ مرد نے پھر وہی الفاظ کہے۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ صبح کو جب وہ سو کر اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس کے بھی پڑوس والے گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ ان کی گرفتاری کی وجہ یہ تھی کہ ان کے یہاں جو جانور پلے ہوئے تھے ان کی آوازوں سے حاکم وقت کو تکلیف ہوتی تھی۔ لہذا اس مرد صالح کے ان تینوں جانور کے مرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ مصلحت تھی کہ وہ گرفتار نہ ہو سکے۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے رموز کو سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پر راضی ہوتا ہے۔

فائدہ: یہی نے دلائل النبوۃ میں ابوسیرۃ النخعی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے آ رہا تھا۔ راستہ میں اس کا گدھا مر گیا تو اس نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ جِئْتُ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِیْلِکَ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَ اَنَا اَشْهَدُ اَنَّکَ تُحْیِی الْمَوْتِی وَ تَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْر
لَا تُجْعَلْ لِّاَخِیْدٍ عَلٰی الْیَوْمِ مِثْلَکَ اَنْ تَبْعَثَ لِیْ حِمَارِی۔

”یا اللہ میں تیری راہ میں جہاد کرنے آیا تھا اور اس سے میرا مقصد آپ کی خوش نودی حاصل کرنا تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور اہل قبور کو ایک دن زندہ کر کے اٹھائے گا آج تو مجھے کسی کا احسان مند نہ

کرنا۔ لہذا میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو زندہ فرمادیے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کا گدھا کلن ہلاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

ہیبتی کہتے ہیں کہ اس قصہ کے اسناد صحیح ہیں۔ علامہ دمیری کہتے ہیں کہ مردوں کا زندہ کرنا صاحب شریعت کے لیے ایک معجزہ ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امت محمدیہ میں ایسے نفوس قدسیہ بھی موجود ہیں کہ جن کی دعاؤں سے مردہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے اس گدھے کو بازار میں بکتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے اس کے مالک سے کہا کہ کیا سو ایسے گدھے کو بیچنے کا ارادہ کر رہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر زندہ کر دیا تھا۔ مالک نے جواب دیا کہ اگر اس کو فروخت نہ کروں تو کیا کروں۔ اس پر ایک شخص نے تین اشعار کے جن میں سے ایک شعر مجھے یاد ہے اور وہ یہ ہے۔

وَمِنَّا الَّذِي أَحْيَا آلَهُ حِمَارَهُ
وَقَدْ مَاتَ مِنْهُ كُلُّ عَضْبٍ مَفْضَلٍ

ترجمہ:- اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی (افراد) ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے گدھے میں ایسی جان ڈال دی جیسا کہ ایک نبی کے گدھے میں ڈال دی گئی تھی۔ حالانکہ اس گدھے کے ایک ایک عضو اور جوڑے سے جان نکل گئی تھی۔“

اس گدھے والے کا نام نباحہ بن یزید النخعی تھا۔

دوسرا فائدہ:- اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ (اے میرے رب مجھ کو دیکھلا دیجئے کہ آپ کیسے مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں) اس آیت شریفہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جو بغرض افادہ ذیل میں درج ہیں:-

(۱) حسن، قتادہ اور عطاء خراسانی، ضحاک اور ابن جریج رحمہم اللہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ ہے کہ آپ کا گزر ایک مردہ جانور پر ہوا (بقول ابن جریج وہ ایک گدھے کی لاش تھی جو دریا کے کنارے پڑی ہوئی تھی اور بقول عطاء وہ دریا بحر طبریہ سہ تھا)۔ اور لاش کو خشکی و تری کے جانوروں نے آپس میں بانٹ رکھا تھا۔ جب دریا موج مارتا تو مچھلیاں اور دوسرے دریائی جانور اس کو کھاتے اور جب دریا سمٹ جاتا تو خشکی کے درندے اس سے شکم سیر ہوتے۔ پرندوں کے کھانے سے جو بچ جاتا وہ ہوا میں اڑ جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا اور عرض کیا۔ اے میرے رب! میں جانتا ہوں کہ آپ اس لاش کے تمام اجزاء کو خشکی کے درندوں، پانی کے جانوروں اور پرندوں کے پوٹوں سے نکال کر پھر جمع فرمادیں گے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ آپ کیسے زندہ فرمادیں گے۔ اس طرح میرا علم عین الیقین میں بدل جائے کیونکہ مثل مشہور ہے۔ ”شہیدہ کی بود مانند دیدہ“ (یعنی خبر سے مشاہدہ اور معائنہ جیسا یقین حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اس خواہش پر اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا اور کہا کہ کیا تم مجھ پر ایمان نہیں رکھتے حضرت ابراہیم نے جواب دیا کیوں نہیں، بے شک میں آپ پر یقین اور ایمان رکھتا ہوں۔ مگر یہ خواہش صرف اس لیے ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میرا یقین عین الیقین میں بدل جائے۔

بعض شعراء عرب نے اسی مفہوم کو بڑے اچھے انداز میں ان شعروں میں بیان کیا ہے:

لَئِنْ كَلَّمْتُ بِالتَّفَرُّقِ قَلْبِي فَانَّتْ بِخَاطِرِي أَبَدًا مُقِيمٌ

ترجمہ:- اگر میرے دل میں تجھ سے جدائی کا کوئی خیال بھی آئے (تو اس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) تو تو ہمیشہ سے میرے دل میں مقیم ہے۔

وَ لَكِنَّ لِلْعَيْنِ لَطِيفَ مَعْنَى لَهُ سَأَلَ الْمُعَايَنَةَ الْكَلِيمُ

ترجمہ:- لیکن آنکھیں تیرے دل میں رہنے کے باوجود دیدار کا مطالبہ ایسے ہی کرتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے طور پر آواز خدا سننے کے بعد خدا تعالیٰ سے روت کی درخواست کی تھی۔

(۲) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے مناظرہ کے وقت یہ دلیل پیش کی تھی کہ ”ربی الذی یحیی ویمیت“ یعنی میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے تو نمرود نے جواب دیا کہ میں بھی موت اور حیات پر قدرت رکھتا ہوں اور اس کے ثبوت میں اس نے قید خانہ سے دو شخصوں کو بلا کر ایک کو رہا کر دیا اور ایک کو ہلاک کر دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں نے ایک کو ماریا اور دوسرے کو زندگی دے دی۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو جسد مردہ کو زندگی بخشتا ہے اور تو نے تو زندہ کو زندہ چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ میں نے زندگی دے دی۔ نمرود نے یہ سن کر کہا کیا آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو اس پر حضرت ابراہیمؑ ﷺ لاجواب ہو گئے اور دوسری حجت طلوع آفتاب کی پیش کر کے اس کو خاموش کر دیا۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ احیاء موتی کا منظر مجھے دکھا دیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ نے اس پر سوال کیا کہ کیا تجھ کو مجھ پر ایمان نہیں ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ بے شک میں ایمان رکھتا ہوں مگر میں اس لیے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا دل میری دلیل کی مضبوطی پر مطمئن ہو جائے اور جب پھر کبھی نمرود مجھ سے یہ سوال کرے گا تو میں جواب میں کہہ سکوں کہ ہاں میں نے اپنی آنکھوں سے احیاء موتی کا منظر دیکھا ہے۔

حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ ﷺ کو اپنا خلیل بنالیا تو ملک الموت نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ میں حضرت ابراہیمؑ کو جا کر یہ خوش خبری سناؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی تو ملک الموت حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ مگر اس وقت حضرت خلیل اللہ گھر پر موجود نہ تھے اس لیے ملک الموت آپ کے انتظار میں وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت ابراہیمؑ چونکہ انتہائی غیور تھے۔ لہذا جب آپ گھر تشریف لائے اور ایک غیر شخص کو وہاں موجود پایا تو آپ اس کو پکڑنے کے لیے دوڑے اور پوچھا تو کون ہے اور کس کی اجازت سے گھر میں داخل ہوا؟۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ مجھ کو اس گھر کے مالک نے اجازت دی ہے۔ اس جواب سے آپ نے پہچان لیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے اور فرمانے لگے کہ یہ سچ ہے۔

اس کے بعد فرشتہ نے عرض کیا کہ میں ملک الموت ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو یہ خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ ملک الموت سے یہ خوش خبری سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پوچھا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی ہے اور آپ کے کہنے سے مردہ کو زندہ فرمادیں گے۔ اس پر ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے ”رب ارنی کیف تحیی الموتی“ کا سوال کیا۔

بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت نقل فرمائی ہے:-

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ جٹائے شک ہو سکتے ہیں جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ مجھے دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟ اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ کیا تمہیں ہمارے زندہ کرنے پر یقین نہیں ہے تو ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یقین تو بھرپور ہے لیکن میں اپنے دلی اطمینان کے لیے چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ لوطؑ پیغمبرِ رحم فرمائے جب انہوں نے حالات کی شدت سے گھبرا کر ایک مضبوط سارے کی تمنا کی تھی اور میں بھی اگر اتنے زمانے قید خانے میں گزارتا جتنی لمبی مدت یوسفؑ رہے تو البتہ شامی فرستادہ کی دعوت کو بلا تامل قبول کر لیتا۔“

حضورؐ کے قول ”نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ“ کے بارے میں مزنی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے یا حضرت ابراہیمؑ نے اس بارے میں شک کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ شک سے مراد اس بارے میں یہ شک تھا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مردے کو زندہ کرنے کی دعا مانگیں تو وہ قبول بھی کریں گے یا نہیں؟

خطابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول میں آپ کا اپنی ذات خاص پر شک کا اعتراف ہے نہ کہ ابراہیمؑ پر۔ لیکن دونوں کی جانب سے نفی شک کرنا بھی مقصود ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی احیاء موتی کی قدرت پر شک نہیں کرتا ہوں تو ابراہیمؑ تو شک نہ کرنے میں مجھ سے اول نمبر پر تھے اور یہ حضورؐ نے محض ازراہ تواضع و کسر نفسی کے فرمایا اور یہی کسر نفسی آپ ﷺ کے اس قول میں کار فرما ہے جو آپؐ نے حضرت یوسفؑ کے بارے میں فرمایا تھا۔

اس حدیث سے آپؐ یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا سوال بوجہ شک نہیں تھا بلکہ زیادتی فی الیقین حاصل کرنے کی غرض سے اس کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ جو معرفت اور طمانیت مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے وہ استدلال سے نہیں ہوتی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو کچھ مسلمان کہنے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ نے شک کیا مگر ہمارے نبیؐ نے شک نہیں کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے تو انہما حضرت ابراہیمؑ کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے یہ قول فرمایا۔ اس آیت کے متعلق مزید مضمون ان شاء اللہ باب الطاء میں لفظ طیر کے ضمن میں آئے گا۔

فائدہ:- اَوْكَالَئِیْ مَرَّ عَلَیْ قَرْیَةٍ وَهِيَ خَاوِیَةٌ عَلَیْ غُرُوشِهَا قَالَ اَلَا اِنِّیْ یُحْیِیْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَّا تِلْكَ اللّٰهُ مِائَةٌ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةً عَامٍ فَانْظُرْ اِلَیْ طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلَیْ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ (الایۃ)

ترجمہ:- ”یا تم کو اس طرح کا قصہ معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس بستی کے مکانات مع اپنی چھتوں کے گر گئے تھے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو کیسے آباد کریں گے؟ اس کے دیران ہونے کے بعد، سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا اور پوچھا کہ تو کتنی مدت تک اس حالت میں رہا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گایا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے۔ تو اپنے کھانے پینے کی چیز دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر تاکہ ہم تجھ کو نظیر لوگوں کے لیے بنادیں۔“

اس آیت کا عطف ماقبل والی آیت پر ہے۔ مفسرین اور اہل سیر کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ ماری یعنی گزرنے والا شخص جو اس آیت میں مذکور ہے کون تھا؟ وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ارمیاء علیہ السلام بن حلقیا تھے جن کا تعلق ہارون علیہ السلام کے خاندان سے تھا۔ لیکن عکرمہ، قتادہ اور ضحاک کے نزدیک یہ حضرت عزیر بن شریاء تھے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح قول عکرمہ اور قتادہ وغیرہ کا ہی ہے۔ لیکن مجاہد کا کہنا ہے کہ کوئی کافر شخص تھا جو کہ بعثت (قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے پر) میں شک کیا کرتا تھا۔ اسی طرح بستی کے بارے میں بھی ان لوگوں کا اختلاف ہے کہ یہ کون سی بستی تھی جس پر کو گزرنے والا گزرا تھا۔ چنانچہ وہب، قتادہ، عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے۔ جب کہ ضحاک اس سے مراد ارض مقدس لیتے ہیں۔ لیکن کلبی نے اس سے مراد دیر ساہر آباد لیا ہے اور بعض نے دیر ہرقل کہا ہے۔ اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق یہ وہ بستی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جو اپنے گھروں سے نکلے تھے اور کچھ لوگوں نے اس سے مراد قریہ عنب لیا ہے جو بیت المقدس سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع تھی اور اس وقت ویران تھی۔ جن لوگوں نے مار (گزرنے والا) حضرت ارمیا کو مٹا ہے اور قریہ سے مراد بیت المقدس لیا ہے اور اس بستی کے ”خاویہ علمی عروشا“ ہونے کا سبب وہ بتلائے ہیں جو محمد ابن اسحق صاحب السیرۃ نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے بادشاہ ناشیہ بن انوص کی جانب مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ اس کی اصلاح فرمائیں اور اللہ کے احکام ان تک پہنچائیں۔

آپ بنی اسرائیل پر بطور منتظم بھیجے گئے تھے تاکہ ان کو بادشاہ وقت کی اور بادشاہ کو نبی وقت کی اطاعت کی ترغیب دیتے رہیں۔ لہذا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام پہنچتے آپ اس کو بتلا دیتے اور حکومت میں مناسب مشورہ اور ہدایت فرماتے۔ لیکن جب بنی اسرائیل بدعات میں ملوث ہو گئے اور کثرت سے گناہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء پر وحی بھیجی اور حکم دیا کہ وہ جا کر بنی اسرائیل کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جن نعمتوں اور انعامات سے نواز ہے وہ ان کو یاد دلائیں۔ چنانچہ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ایک موثر تقریر ان کے سامنے فرمائی جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور الہام آپ کے دل میں اتار دی تھی۔ اس تقریر میں اطاعت کرنے پر ثواب اور گناہوں پر عذاب کا وعدہ اور وعید تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم گناہوں سے باز نہیں آؤ گے تو میں تم کو ایسی سخت مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ بڑے بڑے حکماء بھی اس پر حیران و پریشان ہو جائیں گے اور تم پر ایک جابر و ظالم شخص کو مسلط کر دوں گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی رحم نہ ہو گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء کو بذریعہ وحی اطلاع دی کہ میں یافث میں رہنے والے اسرائیلیوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ (یافث سے مراد اہل بابل ہیں اور یہ لوگ یافث ابن نوح کی اولاد میں سے ہیں) حضرت ارمیاء نے جب یہ فرمان خداوندی سنا تو رونے اور چلانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ کر سر پر خاک ڈالنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حالت دیکھ کر حضرت ارمیاء سے بذریعہ وحی معلوم کیا کہ کیا تم کو میری بات گراں گزری ہے؟ حضرت ارمیاء نے جواب میں کہا کہ اے میرے رب! بے شک یہ حکم میرے اوپر شاق گزرا۔ اے میرے رب بنی اسرائیل کو عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے مجھے موت دے دے کیونکہ مجھ کو ان کی تباہی پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء پر پھر وحی بھیجی اور مطلع کیا کہ اپنی عزت کی قسم میں بنی اسرائیل کو اس وقت تک ہلاک نہیں کروں گا جب تک کہ تم خود مجھ سے ان کی ہلاکت کی استدعا نہ کرو۔

حضرت ارمیاء یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی برحق بنا کر بھیجا، میں

کبھی بھی اسرائیل کی ہلاکت پر رضامند نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد آپ بادشاہ وقت کے پاس جو ایک صالح مرد تھا تشریف لے گئے اور اس کو یہ خوش خبری سنائی۔ بادشاہ بھی اس بشارت سے خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہلاک کرے تو یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے اور اگر معاف کرے تو یہ اس کی رحمت ہے۔

اس کے بعد تین سال گزر گئے مگر بنی اسرائیل کی صلاح نہ ہوئی اور ان کی نافرمانیاں بڑھتی گئیں۔ بادشاہ وقت نے بار بار اس کی کوشش کی کہ بنی اسرائیل توبہ کر لیں مگر چونکہ ان کی ہلاکت کا وقت قریب آ رہا تھا اس لیے انہوں نے بادشاہ کی ایک نہ سنی بلکہ مزید گناہوں میں ملوث ہو گئے۔ اس عرصہ میں دجی آنا بھی کم ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر شاہ بابل کو مسلط کرنے کا حکم فرما دیا۔ چنانچہ بخت نصر نے ساٹھ لاکھ فوج سے بیت المقدس پر حملہ کر دیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے حضرت ارمیاء سے کہا کہ آپ کا وہ دعویٰ کمال گیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بنی اسرائیل کو ہلاک نہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ مجھے تو وعدہ خلائی ہوتی نظر آ رہی ہے۔ حضرت ارمیاء نے جواب دیا کہ میرا رب ہرگز وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس کے وعدے کی سچائی پر پورا یقین ہے۔ جب بخت نصر کے حملہ کا وقت قریب آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ کسی اسرائیلی مرد کی صورت میں حضرت ارمیاء کے پاس بھیجا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اور کس لیے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک اسرائیلی ہوں اور آپ سے اپنے اہل خاندان کے بارے میں فتویٰ لینے آیا ہوں۔ میں ان کے ساتھ نہایت نرمی اور اکرام سے پیش آتا ہوں مگر وہ مجھ سے غلط برتاؤ کرتے ہیں اور میری نیکی کا بدلہ بدی سے دیتے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے رہو۔ کیونکہ اسی میں تیری بھلائی ہے۔ یہ سن کر وہ فرشتہ چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ فرشتہ اسی اسرائیلی مرد کی صورت میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور وہی شکایت کی۔ آپ نے سوال کیا تو کون ہے؟ فرشتہ نے جواب دیا کہ میں وہی ہوں اور ایک مرتبہ آپ کے پاس پہلے بھی آچکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ابھی تک ان لوگوں نے تیرے ساتھ اخلاق کا برتاؤ نہیں کیا۔ فرشتے نے جواب دیا کہ نہیں! تو آپ نے اس کو پھر وہی نصیحت فرمائی۔ اور کچھ دنوں کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل پریشان ہو گئے۔ اور بادشاہ پھر حضرت ارمیاء کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایفاء عہد کا سوال کیا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ میرا رب وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ یہ سن کر بادشاہ واپس چلا گیا۔

جب بادشاہ واپس چلا گیا تو وہ فرشتہ پھر تیسری بار حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بیت المقدس کی دیوار پر بیٹھے ہوئے نصرت الہی کے انتظار میں ہنس رہے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے۔ فرشتہ کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی اسرائیلی ہوں اور اس سے پہلے بھی دو مرتبہ آپ کے پاس آچکا ہوں۔ میں نے اب تک تو اپنے اہل خاندان کی بدسلوکیاں برداشت کیں مگر اب برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ آج میں نے ان کو ایسی حرکات کرتے دیکھا جو حکم خدا کے بالکل خلاف ہیں۔ یہ حرکات دیکھ کر مجھے ان پر بے حد غصہ آیا اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں اور میں اس ذات کے واسطے سے جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ ان کی ہلاکت کی دعا کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت ارمیاء نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھالیا اور کہا کہ اے مالک ارض و سماء اگر یہ لوگ حق اور صواب پر ہوں تو ان کو زندہ رکھ اور اگر وہ تیری مرضی کے خلاف کام کر رہے ہوں تو تو ان کو ہلاک کر دے۔

یہ دعا ختم ہی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر آسمان سے بجلی گرائی جس سے بیت المقدس کے آس پاس کے مکانات

منہدم ہو گئے۔ اور بیت المقدس کے سات دروازے زمین میں دھنس گئے۔ ارمیاء نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے رب العزت تیرا وعدہ جو تو نے مجھ سے کیا تھا کھل گیا؟ تو آسمان سے ندا آئی کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہوا ہے وہ آپ ہی کے فتویٰ اور دعا کی وجہ سے ہوا ہے۔ اب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ میری ہی بدعا کی وجہ سے ہوا اور یہ کہ وہ سائل جو بار بار میرے پاس آتا تھا وہ انسان نہیں بلکہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا۔ اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام اس بستی سے فرار ہو گئے اور جنگلی جانوروں کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔

اس کے بعد بخت نصر بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور ملک شام کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل کو قتل کر ڈالا اور بیت المقدس کو اجاڑ ڈالا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر ایک سپاہی اپنی اپنی ڈھال میں مٹی بھر کر بیت المقدس پر ڈال دیں۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کے طور پر بیت المقدس کو مٹی سے آٹ ڈیا۔ پھر بخت نصر نے حکم دیا کہ بیت المقدس کے دوسرے شہروں میں جس قدر آدمی (بچے، بوڑھے، جوان) ہوں ان کو اکٹھا کر کے لاؤ۔ چنانچہ چھوٹے بڑے تمام لوگ اکٹھا کر کے اس کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ بخت نصر نے ان میں سے ستر ہزار لڑکے منتخب کر کے اپنے مددگار بادشاہوں میں اس کے ساتھ تھے تقسیم کر دیئے۔ ہر ایک کے حصہ میں چار چار غلام آئے۔ ان غلاموں میں حضرت دانیال اور حانیا بھی تھے۔ باقی ماندہ قیدیوں کو بخت نصر نے تین حصے کیے ایک حصہ کو قتل کروا دیا اور دوسرے حصے کو غلام بنالیا اور تیسرے حصہ کو ملک شام میں آباد کر دیا۔ یہ پہلا حادثہ تھا جو بنی اسرائیل پر ان کے گناہوں کے سبب سے نازل ہوا۔

جب بخت نصر اسرائیلی قیدیوں کو لے کر بابل واپس چلا گیا تو حضرت ارمیاء علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلے اور ایک مشکیزہ انگور کے عرق کا اور ایک انجیر کی ٹوکری اپنے ساتھ لے لی۔ جب آپ شریلیا میں پہنچے تو آپ نے اس کے ویرانہ کو دیکھ کر فرمایا:

انی یحییٰ هذه اللہ بعد موتہا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کی ویرانی کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔)

پھر آپ اپنے گدھے کو ایک نئی رسی سے باندھ کر لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند طاری فرمادی آپ سو برس تک برابر سوتے رہے۔ اسی عرصہ میں آپ کا گدھا بھی مر گیا۔ مگر آپ کے انجیر اور انگور کا پانی جوں کا توں تروتازہ رکھے رہے۔ ان میں کسی قسم کی سڑن یا بدبو وغیرہ پیدا نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام آنے جانے والوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ لہذا اس سوسال کے عرصہ میں کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکا اور پرندوں درندوں وغیرہ کو گدھے کا گوشت کھانے سے روک دیا تھا۔ جب آپ کو سوتے ہوئے ستر برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک فارس کے ایک بادشاہ جس کا نام نوشک تھا۔ بیت المقدس کو آباد کرنے کے لیے بھیج دیا۔ چنانچہ نوشک ایک ہزار منتظم لے کر آیا۔ ہر منتظم کے زیر نگرانی ایک ایک ہزار مسلمان تھے۔ چنانچہ تعمیر شروع ہو گئی اور تیس سال کے عرصے میں یہ شہر بالکل آباد ہو گیا اور اسی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو محصر کے ذریعہ ہلاک کر دیا جو اس کی ناک میں گھس کر اس کے دماغ میں سرایت کر گیا تھا۔ بنی اسرائیل جو اس کی قید میں تھے تعداد میں کافی ہو گئے تھے۔ اس لیے اس کو موت کے بعد وہ پھر سے اپنے وطن واپس آ گئے اور ان کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔ جب سو برس پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کی سب سے پہلے آنکھیں کھولیں اور باقی جسم بے حس رکھا۔ اس کے بعد ان کے باقی جسم میں بھی جان ڈال دی۔

حضرت ارمیاء نے اپنے گدھے پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اس کے تمام اعضاء گل سڑ گئے ہیں اور کھوکھلی ہڈیوں پر سفیدی چھا گئی ہے۔ پھر آسمان سے ایک ندا آئی کہ اے کھوکھلی ہڈیو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ ہڈیاں جمع ہو گئیں۔

دوسری آواز پر ان ہڈیوں پر گوشت و پوست چڑھ گیا اور تیسری آواز پر اس کے جسم میں روح پڑ گئی اور گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور بولنے لگا۔ ارمیاء علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حیات جاوید عطا فرمائی۔ جنگلوں اور ویرانوں میں جو لوگوں کو نظر آتے ہیں وہ آپ ہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس قصہ کو حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے ان کا بیان یہ ہے کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر کے اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے گیا تو ان قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ پھر جب کبھی حضرت عزیر علیہ السلام کو بخت نصر کے ملک بابل کی قید سے نجات ملی تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیئے اور دیر ہرقل میں دریائے دجلہ کے کنارہ پر قیام فرمایا۔ آپ سواری سے اتر کر بستی کے چاروں طرف گھومے مگر کوئی شخص نظر نہ پڑا۔ درخت پھلوں سے لدے پڑے تھے۔ آپ نے پھل کھائے اور انگوروں کو نچوڑ کر ان کا عرق پیا اور سفر کے لیے بھی کچھ پھل توڑ کر رکھ لیے اور ایک مشکیزہ میں انگور کا عرق بھر لیا۔ جب بستی کی ویرانی کا خیال آیا تو بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ نکلا۔ انی یحییٰ ہذہ اللہ بعد موتہا یہ الفاظ آپ کی زبان سے بطور تعجب نکلے تھے۔ شک کے طور پر نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے ابعدا ہے کہ وہ بعث کے معاملہ میں شک و شبہ کریں۔

یہ کہہ کر آپ لیٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی جس سے آپ سو برس تک سوتے رہے۔ اس کے بعد ان کے ساتھ بھی وہی واقعات ہوئے جو حضرت ارمیاء علیہ السلام کے حالات میں بیان ہو چکے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس کے بعد زندہ فرمایا تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ وہاں پہنچے اور اپنے محلہ میں گئے تو کسی نے آپ کو نہیں پہچانا اور نہ ان کو آپ کے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ آخر آپ اندازے سے کام لیتے ہوئے اپنے گھر کے دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے۔ وہاں پر ایک اندھی اور لنگڑی بڑھیا جس کی عمر ۱۲۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی وہ آپ کے گھر کی لونڈی تھی اور جس وقت آپ گھر سے نکلے تھے اس وقت اس کی عمر ۲۰ سال تھی۔ اور اس زمانہ میں وہ آپ سے بست مانوس تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بڑھیا کیا یہ عزیر کا مکان ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں یہ انہی کا مکان ہے اور یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی کہ کتنے عرصہ سے میں نے کسی کی زبان سے عزیر کا نام نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں عزیر ہی ہوں۔ یہ سن کر بڑھیا بولی کہ سبحان اللہ! ان کو مفقود ہوئے سو برس گزر گئے اور جب سے اب تک ہم نے ان کی کوئی خبر نہیں سنی۔ آپ نے فرمایا کہ بڑھیا میں ہی عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سو برس مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ عزیر تو مستجاب الدعوات تھے۔ بیمار کے لیے دعا کرتے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے اگر کسی مصیبت زدہ کے لیے دعا کرتے تو اس کی مصیبت دور ہو جاتی۔

لہذا اگر آپ حقیقت میں عزیر ہی ہیں تو میرے لیے دعا فرمائیے کہ میری آنکھوں کی بینائی واپس آجائے تاکہ میں آپ کو پہچان سکوں۔ چنانچہ آپ نے کچھ پڑھ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ کے حکم سے اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی اور پھر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ یہ کہتے ہی اس کی ٹانگیں ٹھیک ہو گئیں اور وہ بغیر کسی عذر کے کھڑی ہو گئی۔ جب اس نے آپ کو نظر بھر کر دیکھا تو بے ساختہ کہہ اٹھی کہ میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ آپ عزیر ہی ہیں۔ اس کے بعد وہ بنی اسرائیل کی مجالس میں گئی۔ وہاں آپ کے ایک معمر صاحبزادے اور پوتے اور دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ اس نے پکار کر کہا کہ حضرت عزیر آگئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔

لیکن ان لوگوں کو اس بات کا یقین نہیں آیا اور وہ لوگ اس کو جھٹلانے لگے تو اس نے کہا میں تمہاری وہی اپانچ اور اندھی لونڈی ہوں۔ حضرت عزیر کی دعا سے ابھی ابھی ٹھیک ہو کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ عزیر تو مر چکے تھے مگر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر زندہ کر دیا۔ یہ سن کر وہ سب لوگ بڑھیا کے ساتھ گھر پہنچے۔ آپ کے صاحبزادے نے آپ سے عرض کیا کہ میرے باپ کی ایک خاص شناخت یہ ہے کہ ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہلالی شکل کا ایک سیاہ تل تھا۔ چنانچہ حضرت عزیر نے اپنے شانوں کو کھول کر وہ سیاہ تل سب کو دکھایا جس سے سب کو یقین آگیا کہ آپ عزیر ہی ہیں اور سب لوگ خوشی میں جھوم گئے۔

سعدی اور کلبی کی یہ روایت ہے کہ جب حضرت عزیر علیہ السلام اپنی بستی میں پہنچے تو دیکھا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس سے شرعی احکام معلوم ہو سکیں۔ کیونکہ بخت نصر نے توریت کے تمام نسخے جلادیئے تھے۔ آپ ایسی حالت دیکھ کر رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایک برتن میں پانی لے کر آیا اور وہ پانی اس نے حضرت عزیر علیہ السلام کو پلا دیا۔ پانی پیتے ہی توریت آپ کے سینہ میں اترتی چلی گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ بنی اسرائیل کے پاس آئے اور کہا کہ میں عزیر ہوں۔ مگر کسی نے آپ کے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کی۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ میں عزیر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں تم کو از سر نو توریت سکھلا دوں۔ لوگوں نے اس پر کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ ہم کو توریت لکھو اور تجھے چنانچہ آپ نے اپنے حافظہ سے توریت لکھوا دی۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ جب سے توریت مفقود ہو گئی تھی تب سے اب تک اللہ تعالیٰ نے توریت کو کسی کے قلب میں القاء نہیں کیا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ) آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کے بیوی اور بیٹے ہوں۔

جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو عارضی موت دی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال تھی۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندگی دی تو آپ کی عمر اس وقت ۱۲۰ سال ہو چکی تھی۔ آپ کے بیٹے اور پوتے جو اس وقت موجود تھے وہ بوڑھے ہو چکے تھے مگر آپ جو ان تھے آپ کی داڑھی اور مونچھیں کالی تھیں (پس پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قادر ہے)

فائدہ:- ابن خلکان اور دوسرے مورخین نے ذکر کیا ہے کہ روم کے شاہ قیصر نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میرے سفیروں نے جو آپ کے پاس سے لوٹ کر آئے ہیں مجھے بتایا ہے کہ آپ کے یہاں ایک درخت ہے کہ جب وہ زمین سے لگنا شروع ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گدھے کے دوکان ہوں جب وہ نکل کر ذرا اٹھتا ہے تو اس پر بور آتا ہے جو مردارید کے دانے جیسا ہوتا ہے اور جب کچھ اور پھیلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سبز مرد اور زبرد لگے ہوئے ہیں۔ پھر جب اس کے پھولوں پر سرخی آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یا قوت سرخ کے دانے لٹکے ہوئے ہوں اور جب وہ پک جاتا ہے تو کھانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک عمدہ قسم کا فالودہ کھالیا ہو اور جب وہ خشک ہو جاتا ہے تو مقیم کے لیے ذخیرہ کا اور مسافر کے لیے زاد راہ کا کام دیتا ہے۔ اگر میرے سفراء کی یہ اطلاع صحیح ہے تو میرے گمان میں یہ کوئی جنتی درخت ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس خط کے جواب میں شاہ روم کو لکھا کہ آپ کے سفراء نے آپ کو صحیح اطلاع دی ہے۔ بے شک ہمارے یہاں ایسا درخت موجود ہے اور یہ وہی درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت مریم کے لیے اگایا

تھا۔ اخیر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اے قیصر اللہ سے ڈرو اور اس کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰؑ کو معبود مت بنا۔ اس کے بعد یہ آیت نقل کی:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنُ مِنَ الْمُمْتَرِينَ۔

”تحقیق حضرت عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر اس کو کہا ہو جا پس وہ ہو گیا، سچی

بات تیرے رب ہی کی ہے لہذا تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔“

قیصر قیصر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ افریقی لفظ ہے اس کے معنی ”چیر کر نکالنا“ ہیں۔ مورخین نے قیصر کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قیصر کی ماں کا انتقال دردہ میں ہو گیا تھا تو اس کو یعنی قیصر کو فوراً اس کی ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا لہذا اس کا لقب قیصر پڑ گیا تھا قیصر اپنے ہم عصر بادشاہوں میں یہ کہہ کر فخر کرتا تھا کہ میں تمہاری طرح فرج سے نہیں نکلا۔ قیصر کا نام اغطش تھا۔ اسی کے عہد سلطنت میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی تھی۔ بعد میں یہ لقب (قیصر) روم کے ہر بادشاہ کو دیا جانے لگا۔ جس طرح ملک ترک کا لقب خاقان اور ملک فارس کا کسریٰ، ملک شام کا ہرقل اور ملک قبط کا فرعون اور ملک حبشہ کا لقب نجاشی ہے اور ملک فرغانہ کا اخشید اور ملک مصر کا اسلام میں سلطان لقب ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ اہل عرب رومیوں کو جو بنو اصف کہتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ لکھتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک دفعہ روم میں آگ لگ گئی تھی اور اس آگ میں تمام شاہی خاندان کے لوگ جل گئے تھے۔ بجز ایک عورت کے، لہذا رعایا میں سے ہر شخص کو حکومت کا شوق پیدا ہو گیا اور نوبت جنگ و جدال تک پہنچنے والی تھی کہ آپس میں یہ فیصلہ ہوا کہ صبح کو جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہو گا اس کو بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کام کے لیے ایک مجلس بلائی گئی اور وہ شہر کے دروازے پر پہلے شخص کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ اتفاقاً یمن کی طرف سے ایک شخص آ رہا تھا اور اس کے ہمراہ ایک حبشی غلام تھا۔ یہ دونوں روم آ رہے تھے۔ اتفاق سے غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر اس سے پہلے شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ شہر کے دروازے میں داخل ہوتے ہی اہل مجلس نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور کہنے لگے کہ تمہارے مقدر نے کیسا پلٹا کھایا۔ چنانچہ اس غلام کو بادشاہ بنا دیا گیا اور تہنچنے والی شہزادی سے اس کی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا رنگ کالے اور گورے لطفوں کے اختلاط کی وجہ سے ”زرد“ تھا تو اس کا نام اصف رکھ دیا گیا اس لیے ان سے جو نسل چلی وہ سب بنی اصف کہلانے لگی۔ کچھ عرصہ بعد اس بادشاہ کا آقا بھی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا بی بیٹھو ڈا غلام ہے اور اس کے بعد حکومت پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس غلام بادشاہ نے اس کو اپنا آقا تسلیم کر لیا اور کچھ رقم دے کر بعد میں اسے راضی کر لیا۔

ابن ظفر کی کتاب النملع میں لکھا ہے کہ جب خلیفہ ہارون رشید طوس پہنچا اور اس کے مرض میں شدت پیدا ہو گئی تو اس نے ایک طبیب کو جو طوس کا رہنے والا تھا اور فارسی النسل تھا طلب فرمایا اور حکم دیا کہ اس کا قارورہ طبیب کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے کہ کچھ تندرست اور مریض لوگوں کے قارورے بھی اس کے ساتھ رکھے ہوئے ہوں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ طبیب نے ان سب شیشوں میں سے خلیفہ کے قارورہ کی شیشی پہچان کر نکال لی اور اس کو دیکھ کر کہا کہ اس قارورہ والے مریض سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی آخری وصیت کر دے۔ کیونکہ اس مریض کے قوی بالکل کمزور ہو گئے ہیں اور بدن ڈھل چکا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ کے حکم سے طبیب کو رخصت کر دیا گیا۔ طبیب کی اس پیش گوئی کے بعد ہارون رشید اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے اور مایوسی

میں اشعار پڑھے۔

إِنَّ الطَّبِيبَ بِطَبِّهِ وَ دَوَائِهِ لَا يَسْتَطِيعُ دِفَاعَ نَحْبٍ قَدْ آتَى
ترجمہ:- حکیم اپنی تمام تجربہ کاری اور بہترین دواؤں کے ہوتے ہوئے بھی آئی ہوئی موت کو دفع نہیں کر سکتا۔

مَا لِلطَّبِيبِ يَلْمُزُ بِالْإِذَاءِ الَّذِي
ترجمہ:- طبیب اس بیماری میں (عموماً) مرتا ہے جس کے علاج میں اس کی شہرت ہو اور وہ سینکڑوں مریضوں کو اس بیماری سے اچھا کر چکا ہو۔

پھر ہارون الرشید کو اطلاع ملی کہ لوگوں نے اس کی موت کی خبر اڑادی ہے تو اس نے ایک گدھا طلب کیا اور حکم دیا کہ مجھے اس گدھے پر سوار کرا دیا جائے۔ چنانچہ اس کو گدھے پر سوار کرا دیا گیا لیکن جیسے ہی ہارون گدھے پر سوار ہوا اس کی ٹانگوں میں استرخ پیدا ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ مجھے گدھے سے اتار لیا جائے۔ چنانچہ اس کو فوراً اتار لیا گیا۔ پھر ہارون نے اپنے کفن کے لیے کپڑا طلب کر کے من پسند کفن منتخب کیا۔ پھر اپنے بستر کے سامنے ہی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھد گئی تو اس نے اس میں جھانک کر دیکھا اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيهِ هَٰذَاكَ عَتَىٰ سُلْطَانِيهِ (پ ۲۹)

”میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میری سلطنت مجھ سے جاتی رہے۔“

پھر اسی دن اس کا انتقال ہو گیا۔

منصور حلاج کا واقعہ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ حلاج کے بعض صاحبوں کا کہنا ہے کہ منصور حلاج کو جس دن قتل کیا گیا اسی دن ان کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر چڑھے ہوئے نہروان کی سڑک پر جا رہے ہیں۔

انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں کا گمان ہے کہ میں مسزوب اور مقتول ہوں۔

منصور حلاج کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر حامد ابن عباس کی مجلس میں ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا جو بظاہر خلاف شرع تھا۔ اس پر قضاة اور علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ خلیفہ مقتدر نے شہر کو وال محمد بن عبدالصمد کو حلاج کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ کو تو وال نے اس ڈر سے کہ کہیں لوگ ہنگامہ کر کے اس کو چھڑانہ لیں آپ کو رات کے وقت گرفتار کیا۔ لیکن جب آپ کو منگل کے دن بتاریخ ۲۴ یقعد ۳۰۹ھ میں باب الاطلاق میں لے جایا گیا تو ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ سب سے پہلے جلاوٹ نے ایک ہزار کوڑے لگائے۔ لیکن آپ نے اف تک نہ کی۔ پھر آپ کے چاروں ہاتھ پاؤں کانٹے اس پر بھی آپ خاموش رہے۔ اس کے بعد آپ کا سرتن سے جدا کر دیا گیا اور آپ کی لاش جلا کر اس کی راکھ دریائے دجلہ میں بہادی گئی اور آپ کا سر شہر بغداد کی دیوار پر نصب کر دیا گیا اور پھر اس کو شرکی ہر گلی کو چپے میں گھمایا گیا۔

آپ کے رفقاء اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے کہ آپ چالیس دن بعد واپس آجائیں گے۔ اتفاقاً اسی سال دریائے دجلہ میں زبردست طغیانی آئی جس کو کچھ لوگوں نے اسی بات سے منسوب کیا کہ یہ طغیانی آپ کی راکھ کی وجہ سے آئی ہے جو کہ آپ کو جلانے کے بعد دریا میں بہادی گئی تھی۔ آپ کے بعض معتقدین کا یہ دعویٰ تھا کہ آپ کو قتل کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے کسی دشمن کو ان کی صورت میں منتقل کر دیا اور وہی اس وقت قتل ہوا اور آپ بچ گئے۔ جب منصور کو قتل گاہ کی جانب لے جانے لگے تو

آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

طَلَبْتُ الْمُسْتَقْرَ بِكُلِّ أَرْضٍ فَلَمْ أَرَلْنِي بِأَرْضٍ مُسْتَقَرًّا
ترجمہ:- میں نے زمین کے ہر گوشے پر سکون کی تلاش کی لیکن کہیں بھی سکون نصیب نہیں ہوا۔

أَطَعْتُ مُظَامِعِي فَأَسْتَبْعِدْتَنِي وَ لَوْ إِنِّي قَتَعْتُ لَكُنْتُ حُرًّا
ترجمہ:- اور مبتلا لالچ ہو گیا تو لالچ میرا حاکم بن گیا کاش کہ میں قناعت اختیار کرتا تو بدستور آزاد رہتا ہے۔
کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ منصور حلاج قتل کے وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

لَمْ أَسْلِمِ النَّفْسَ بِالسَّقَامِ تَتَلَفَّهَا إِلَّا لِعِلْمِي بِأَنَّ الْمَوْتَ يَشْفِيهَا
ترجمہ:- میں اپنے آپ کو ایسی بیماریوں کے سپرد نہیں کر سکتا جو ہلاکت خیز ہیں، چونکہ میں جانتا ہوں کہ اب کوئی محالہ کار آمد نہیں بجز موت کے۔

و نَظَرْتُ مِنْكَ يَا سَوْءَ لِي وَ يَا أَمَلِي أَشْهَى إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا
ترجمہ:- اور اے وہ ذات جو میری حاجت روا ہے اور جس سے کہ میری امیدیں وابستہ ہیں، تیری ایک نظر مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ مرغوب ہے۔

نَفْسُ الْمُحِبِّ عَلَى الْأَلَامِ صَابِرَةٌ لَعَلَّ مُتَلَفِّيَهَا يَوْمًا يَذْأَوِيهَا
ترجمہ:- عاشق کی جان (تو) تکالیف پر صبر کرنے والی ہے، اس امید پر کہ شاید اس کا تلف کرنے والا ایک دن اس کا معالج بن جائے۔
منصور شیخ جنید بغدادی کی صحبت میں رہے اور ان کا شبلی اور دیگر مشائخ صوفیاء سے بھی تعلق رہا ہے۔ شیخ الامام عزیز الدین بن عبد السلام مقدسی نے مقابلہ لکنوز میں لکھا ہے کہ جب منصور کو دار پر چڑھانے کے لیے لائے اور آپ نے تختہ اور میخوں کو دیکھا تو آپ قہقہہ لگا کر خوب ہنسے۔ پھر جب مجمع پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ شبلی موجود ہیں۔ آپ نے شبلی سے پوچھا اے ابابکر! کیا آپ کے پاس جامنا ہے۔ شبلی نے جواب دیا کہ ہاں ہے۔ تو آپ نے کہا کہ جامنا بچھائیں۔ چنانچہ شبلی نے جامنا بچھادی۔ منصور نے آکر اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں الحمد شریف اور یہ آیت وَلَتَبْلُوَنَّهُمْ بَشِيٍّ ؕ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ۔ الایہ اور دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد یہ آیت پڑھی۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ الایہ۔ اس کے بعد ایک طویل وظیفہ پڑھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ابوالحرث سیاف نے آکر ایک طمانچہ اتنے زور سے مارا کہ اس سے آپ کی ناک اور چہرہ دونوں شدید زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر شبلی پر وجد سا طاری ہو گیا اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور خوب چیخنے چلانے لگا۔ ابوالحسن واسطی اور دیگر مشہور مشائخ پر غشی طاری ہو گئی۔ قتل ہونے سے پہلے حلاج نے کہا کہ تمہارے لیے میرا خون مباح ہو گیا ہے لہذا مجھے قتل کر ڈالو۔ آج مسلمانوں کے لیے میرے قتل سے اہم کوئی اور کام نہیں اور میرا قتل حدود اللہ کے قیام اور شریعت کے مطابق ہے۔ جو شخص حد سے تجاوز کرتا ہے اس پر حد جاری ہونی چاہیے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ منصور کے بارے میں لوگوں کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ کوئی ان کو صاحب عظمت اور کوئی کافر قرار دیتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام قطب الدین نے اپنی کتاب مشکوٰۃ الانوار و مصفاۃ الاسرار میں منصور کے متعلق ایک طویل فصل لکھی ہے اور

منصور کے اقوال ”أَنَا الْحَقُّ“ ”وَمَا فِي الْجَبَّةِ إِلَّا اللَّهُ“ کی تاویل کر کے ان سے اچھے معانی مراد لیے ہیں اور فرمایا ہے کہ منصور کا یہ قول فرط محبت اور شدت وجد کے باعث صادر ہوئے ہیں اور ان کے اقوال کی مثال شاعر کے اس شعر کی سی ہے۔

أَنَا مِنْ أَهْوَى وَ مِنْ أَهْوَى أَنَا فَإِذَا أَبْصَرْتُهُ أَبْصَرْتُكَ

ترجمہ:- میں وہ ہوں جس کو میں چاہتا ہوں اور جس کو میں چاہتا ہوں۔ وہ میں ہی ہوں۔ اے مخاطب یعنی اگر تو نے اس کو یعنی میرے محبوب کو دیکھا لیا تو گویا تو نے مجھے کو ہی دیکھ لیا (مطلب یہ کہ میں محبوب کی محبت میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ گویا ہم دونوں ایک جان دو قالب بن گئے ہیں۔)

حجۃ الاسلام امام قطب الدین کی بیان کردہ توجیہات منصور کی مدح اور برأت کے لیے کافی ہیں۔ نیز امام شریح سے جب منصور حلاج کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کیونکہ وہ مخفی الحال شخص تھے۔ یہ جواب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیا تھا جب کہ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ حضرت علی اور امیر المومنین معاویہؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو ان کے خون سے پاک و صاف رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان کے بارے میں کلام کرنے سے کیوں نہ پاک و صاف رکھیں۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنی بحث خوف خدا رکھنے والے شخص کے لیے کسی کو کافر قرار دینے سے روکنے کے لیے کافی ہے۔ کسی ایسے قول کی بنیاد پر جو تاویل کا احتمال رکھتا ہو اور چونکہ اسلام سے خارج کرنا بہت اہم مسئلہ ہے اس لیے اس میں جلد بازی کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے۔

شیخ العارفین قطب الزمان عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے منصور کی برأت کرتے ہوئے فرمایا کہ حلاج کو ہلاک کر دیا گیا اور کسی نے اس کی دست گیری نہیں کی۔ اگر میں حلاج کے زمانے میں ہوتا تو ضرور اس کا ساتھ دیتا۔ عبدالقادر جیلانی کا یہ قول اور امام غزالی کا گذشتہ قول حلاج کے بارے میں ادنیٰ بصیرت اور فہم رکھنے والوں کے لیے کافی ہے۔

حلاج کی وجہ تسمیہ منصور کا لقب حلاج اس وجہ سے پڑ گیا کہ ایک دن وہ کسی نداف (روٹی دھننے والا، دھنیہ) کی دکان پر بیٹھے ہوئے اس سے کوئی کام کرنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ نداف نے ان سے کہا کہ میں روٹی دھننے میں مصروف ہوں، مجھے فرصت نہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم میرا کام کر دو میں تمہارا کام (روٹی دھنتا) کر دوں گا۔ چنانچہ وہ راضی ہو گیا اور منصور کے کام سے چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ جتنی روٹی اس کے یہاں موجود تھی وہ سب دھنکی ہوئی رکھی ہے حالانکہ وہ اتنی زیادہ تھی کہ اگر دس آدمی مل کر اس کو کئی دن تک دھونکتے تو بھی کچھ باقی رہ جاتی۔ اس دن سے لوگ منصور کو حلاج کہنے لگے۔ حلاج کے معنی بھی نداف کے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ آپ تصوف کے اسرار اور صوفیاء کے نکات بیان کرتے تھے۔ اس لیے آپ کو حلاج کہنے لگے۔ منصور ملک فارس کے شہر بیضا کا باشندہ تھا اور اصل نام حسین بن منصور تھا۔ واللہ اعلم۔

محمد بن ابی بکر کا قصہ ابن خلکان اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ محمد ابن ابی بکر صدیقؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں مصر کا والی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ مصر میں آپ کا داخلہ ۳ھ میں ہوا اور اس وقت تک وہاں رہے جب تک کہ امیر معاویہؓ نے حضرت عمر ابن العاص کو شامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر مصر بھیجا۔ اس لشکر کے ساتھ معاویہ بن حجاج

(حدیث کو اکثر علماء نے حدیث بنی الجلاء پڑھا ہے۔ اگرچہ ابن خلکان کی تاریخ کے بعض نسخوں میں حدیث بنی الجلاء بھی آیا ہے لیکن اس کو غلط قرار دیا گیا ہے۔) اور ان کے رفقاء بھی تھے۔ طرفین میں جنگ شروع ہوئی اور آخر کار محمد بن ابی بکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور بھاگ کر ایک مجنوں کے گھر میں چھپ گئے۔ کچھ ہی دیر میں معاویہ بن حدیج اور اس کے ساتھی اس مجنوں کے پاس پہنچے تو اس نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیونکہ اس وقت اس کا ایک بھائی قید میں پڑا ہوا تھا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ ہم تیرے بھائی کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر اس مجنوں نے کہا کہ میرے گھر میں محمد ابن ابی بکر موجود ہیں۔ یہ سن کر معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ وہ گھر میں گھس گئے اور محمد ابن ابی بکر کو رسیوں سے جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے معاویہ کے سامنے لائے محمد ابن ابی بکرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کا واسطہ دے کر اس سے اپنی جان بخشی کی درخواست کی۔ معاویہ نے جواب دیا تو وہ شخص ہے جس نے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سلسلہ میں میرے خاندان کے اسی آدمیوں کو نہ تیغ کیا تھا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تجھ کو چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم میں تجھ کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ چنانچہ ماہ صفر ۳۸ھ میں ان کو قتل کر دیا گیا اور معاویہؓ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ ان کی لاش کو راستوں پر گھسیٹا جائے اور عمرو بن العاص کے گھر کے سامنے سے گزارا جائے۔ کیونکہ وہ ان کے قتل کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کے بعد ان کی لاش کو مردہ گدھے کے جسم کے ساتھ جلا دیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی لاش کو نہیں بلکہ انہیں زندہ ہی گدھے کے مردہ جسم کے ساتھ رکھ کر جلا دیا گیا تھا۔

محمد ابن ابی بکر کے اس طرح قتل ہونے کا سبب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ بددعا تھی جو آپ نے جنگ جمل کے دن محمد ابن ابی بکر کے لیے کی تھی۔ جنگ جمل میں جب محمد نے آپ کے ہودج میں ہاتھ ڈالا تو آپ نے غصہ میں فرمایا کہ ”یہ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حرم سے تعرض کرتا ہے“ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں جلا دے۔ آپ کو اس وقت معلوم نہیں تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ چنانچہ جب محمد نے کہا کہ اے میری بہن! یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ دنیا کی آگ سے ”تب آپ نے فرمایا ”دنیا کی آگ سے“ چنانچہ اس بددعا کا ظہور اس وقت ہوا (یہ واقعہ تفصیل سے باب الحجیم میں لفظ جمل کے ضمن میں گزر چکا ہے۔) محمد ابن ابی بکر کو جمل قتل کیا گیا تھا وہی دفن کر دیا گیا۔ ایک سال کے بعد آپ کے غلام نے آپ کی قبر کو کھودا تو اس میں سے صرف سر اور کھوپڑی کے اور کچھ نہ نکلا۔ اس نے اس کھوپڑی کو مسجد کے مینارہ کے نیچے دفن کر دیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن کو حضرت عمرو بن العاص کے پاس اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے معاملہ میں بھیجا تھا مگر حضرت عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ ان کا معاملہ معاویہ بن حدیج کے ہاتھ میں ہے۔ جب آپ کو قتل کر دیا گیا اور آپ کا غلام کرتے لے کر مدینہ منورہ آپ کے گھر پہنچا تو تمام مرد اور عورتیں جمع ہو گئیں۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے ایک میز ڈھا۔ بھنوا کر عائشہؓ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ آپ کے بھائی محمد ابن ابی بکر کو بھی اسی طرح بھونا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے اخیر عمر تک کبھی بھنا ہوا گوشت تناول نہیں فرمایا۔ اور ہندہ بنت شمر حضرمیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ناکلہ زوجہ حضرت عثمان غنیؓ کو دیکھا کہ وہ معاویہ بن حدیج کے پاؤں چوم رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ مجھ کو تمہارے ذریعہ سے انتقام ملا۔

جب اسماء بنت عمیس (محمد ابن ابی بکر کی والدہ) کو آپ کے قتل کا حال معلوم ہوا تو غصہ کی وجہ سے ان کی چھاتیوں سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی آپ کے مرنے کا شدید صدمہ ہوا اور فرمایا کہ میں نے محمد کی پرورش کی تھی اور میں اس کو اپنا بیٹا

اور محبتیں سمجھتا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد محمدؐ کی والدہ اسماء بنت عمیس سے حضرت علیؓ نے نکاح کر لیا تھا اس وجہ سے محمدؐ آپ کی پرورش میں رہے تھے۔

سفیان ثوری کا واقعہ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا اور ہمارے سامنے کھجور اور گرم دودھ رکھا۔ ابھی ہم نے آدھا ہی کھانا کھایا تھا کہ سفیان نے کہا اٹھو دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر لیں۔ اس وقت کھانے پر ابن کعب بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ ہمارے سامنے لوزینہ (بادام کا حلوہ) رکھتے تو پھر تو آپ ہمیں نماز تراویح پڑھنے کے لیے کہتے۔ ابن کعب کی یہ بات سن کر سفیان ہنسنے لگے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ خلیفہ مہدی کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے ان کو معمولی طرز سے سلام کیا۔ یعنی خلیفہ کے لیے جو سلام مخصوص تھا وہ نہیں کیا۔ مہدی غصہ سے ان سے مخاطب ہوا اور کہا کہ اے سفیان تم ہم سے بچ کر ادھر ادھر بھاگے پھرتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ اگر ہم تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے حالانکہ ہم اسی وقت ایسا کر کے تم کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیا تم کو ڈر نہیں ہے کہ ہم اسی وقت تیری ذلت و خواری کا حکم دے سکتے ہیں۔ حضرت سفیان نے جواب دیا کہ اگر آپ میرے لیے ابھی اسی وقت کوئی حکم دے سکتے ہیں تو وہ بادشاہ عالم و قادر جو حق و باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ آپ کے لیے بھی کوئی حکم دے سکتا ہے۔ (ربیع) وزیر مہدی نے یہ سن کر کہا کہ امیر المومنین آپ اس جاہل کے منہ کیوں لگ رہے ہیں آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں ابھی اس کی گردن اڑا دوں۔

مہدی نے وزیر کو ڈانٹا اور کہا خاموش رہو۔ سفیان اور اس کے ہم مشرب تو چاہتے ہی ہیں کہ ہم آپ کو قتل کر کے شقی بن جائیں اور ان کو ہمارے ذریعہ سے شہادت حاصل ہو۔ اور یہ کہہ کر وزیر سے کہا کہ ان کے نام کو فہ کا عمدہ قضاء کا پروانہ لکھ دو اور اس میں یہ بھی اضافہ کر دو ان کے فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وزیر نے پروانہ لکھوا کر سفیان ثوری کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ یہ پروانہ لے کر وہاں سے رخصت ہوئے اور آکر اس کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا اور بغداد سے فرار ہو گئے۔ بعد میں مہدی نے آپ کو ہر چند تلاش کیا مگر آپ کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ ۱۱ھ میں بحالت روپوشی بصرہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ آئمہ مختمدین میں سے ایک بڑے ثقہ دیندار، پرہیزگار شخص تھے۔ لوگوں کا آپ کے اوصاف پر اجماع ہے۔

امام العظام ماوردی وغیرہ نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے خلاف عادت کچھ زیادہ کھانا کھالیا تو آپ نے فرمایا کہ جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کی حکایت کتاب ابتلاء الاخیار میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰؑ کی اہلیس سے ملاقات ہوئی۔ وہ لعین پانچ گدھوں کو جن پر بوجھ لدا ہوا تھا ہانکے لیے جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا لادے لیے جا رہا ہے؟ اہلیس نے جواب دیا یہ مال تجارت ہے اس کے لیے خریداروں کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ پھر آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا کیا مال تیرے پاس ہے؟ اہلیس نے اس مال کی تفصیل جو ان پانچ گدھوں پر لدا ہوا تھا بتلائی کہ:

(۱) اس میں ظلم ہے اس کو میں سلاطین کو فروخت کروں گا۔ (۲) اس میں کبر (اپنے کو بڑا سمجھنا) ہے اس کو سوداگر اور جوہری خریدیں گے۔ (۳) اس میں حسد بھرا ہوا ہے اس کے خریدار علماء ہیں (۴) اس میں خیانت بھری ہوئی ہے جس کو میں تاجروں کے کارندوں کو فروخت کروں گا۔ (۵) اس میں کمر اور فریب ہے اس کو میں عورتوں کو فروخت کروں گا۔

عورتوں کی مکاری کے قصے

جعفر صادق محمد الباقر سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دیندار شخص تھا جس کا معاملہ اللہ کے ساتھ اچھا تھا اور اس کی ایک عورت تھی جو نہایت خوب صورت تھی اس دیندار شخص کو اس پر کسی وجہ سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب کبھی یہ دیندار شخص باہر جاتا تو گھر کا دروازہ باہر سے مقفل کر کے جاتا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی جوان مرد سے اس کی بیوی کی آنکھ لڑ گئی چونکہ دونوں خوب صورت اور نوجوان تھے اس لیے وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے مگر باہمی معاملات کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی عورت نے یہ کیا کہ اس نے کسی ذریعہ سے باہر کے تالے کی ایک کنجی بنوائی اور اس نوجوان کو بھجوا دی اور اس نوجوان کا اس عورت کے پاس اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں آنا جانا شروع ہو گیا۔ رات اور دن میں جب کبھی اس کو موقع ملتا وہ دروازے کا قفل کھول کر اس کے پاس آ جاتا اور اس سے ہم صحبت رہتا۔ عورت کے شوہر کو اس آمد و رفت کی عرصہ دراز تک خبر نہ ہوئی اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کا شوہر چونکہ ایک عابد و زاہد شخص تھا تو اس کو خود بخود یہ احساس ہوا کہ اس کی عورت اس سے کچھ کنارہ کشی اختیار کرنے لگی ہے چنانچہ اس نے اس خدشہ سے عورت کو مطلع کر دیا اور کہا کہ مجھے اسی وقت اطمینان ہو سکتا ہے جب کہ تو اپنی عفت و عصمت پر حلف اٹھالے گی۔ عورت اس پر راضی ہو گئی اور کہنے لگی کہ جب آپ کا جی چاہے مجھ سے حلف لے لیجئے۔

جس شہر کا یہ واقعہ ہے اس شہر کے باہر ایک پہاڑ تھا اور اس کے قریب ایک نہر بہتی تھی وہاں جا کر بنی اسرائیل قسم اور حلف اٹھایا کرتے تھے اور جو شخص وہاں پر جھوٹی قسم یا حلف اٹھاتا فوراً ہلاک ہو جاتا۔ میاں بیوی کے درمیان حلف کی بات چیت کے بعد اس کا آشنا اس کے پاس آیا تو اس نے اس سے اپنے شوہر کی بدگمانی اور پہاڑ پر چل کر قسم کھانے کا قصہ سنایا۔ یہ سن کر وہ نوجوان پریشان ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے۔ عورت نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں ایسی ترکیب کروں گی کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ فلاں دن فلاں وقت میں اپنے شوہر کے ساتھ قسم کھانے کے لیے اس پہاڑ پر جاؤں گی۔ لہذا تم بھیس بدل کر اور سواری کا ایک گدھالے کر شہر کے باہر پھانگ پر کھڑے ہو جاؤ اور جب تم ہم دونوں میاں بیوی کو آتا دیکھو تو گدھے کو لے کر ہمارے قریب آ جانا۔ میں تمہارے گدھے پر پہاڑ تک جانے کے لیے سوار ہوں گی تو جلدی سے مجھے اٹھا کر گدھے پر سوار کر دینا۔ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ جب حلف اٹھانے کا دن آیا تو اس دیندار شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ چلو اس پہاڑ پر چلیں تاکہ تم وعدے کے بموجب حلف اٹھا کر مجھے مطمئن کر سکو۔

یہ سن کر وہ جلدی سے کپڑے بدلے بغیر چلنے کے لیے تیار ہو گئی اور کہنے لگی کہ میں پیدل پہاڑ پر نہیں جاسکتی۔ شوہر نے کہا چلو شہر کے پھاٹک پر کوئی گدھے والا کھڑا ہو گا اس کا گدھا کر ایہ پر لے لیں گے۔ چنانچہ دونوں گھر سے چل دیئے۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو عورت کا آشنا گدھالے ہوئے وہاں موجود تھا۔ اس کو دیکھتے ہی عورت نے آواز دی کہ او گدھے والے ہم تجھ کو نصف درہم دیں گے کیا تو ہمیں اس پہاڑ تک پہنچا دے گا۔ وہ بولا جی ہاں پہنچا دوں گا اور جلدی سے گدھالے کر آیا اور عورت کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دے کر گدھے پر بٹھادیا اور روانہ ہو گئے۔ آگے آگے گدھا جا رہا تھا اور پیچھے پیچھے عورت کا شوہر اور وہ مصنوعی گدھے والا چل رہا تھا۔ جب پہاڑ اُگیا اور گدھے سے اترنے کا وقت آیا تو عورت نے اس ہروپیہ کو آواز دی کہ گدھا پکڑے اور مجھ کو اتار دے۔ وہ آنے بھی نہ پایا تھا کہ عورت خود بخود گدھے سے گر پڑی اور اس طرح مری کہ اس کی شرم گاہ ہروپیہ کے سامنے کھل گئی۔ عورت اس کو بناوٹی گالیاں دینے لگی تو یہ ہروپیہ بولا کہ بیوی صاحبہ میرا اس میں قصور نہیں ہے اور اس کو پکڑ کر زمین سے اٹھا کر کھڑا

کر دیا۔ اس کے بعد وہ پہاڑ پر چڑھے اور جب اس جگہ پر پہنچے جہاں قسم کھائی جاتی تھی تو عورت نے اپنے ہاتھ سے پہاڑ کو پکڑ لیا اور شوہر کی طرف مخاطب ہو کر قسم کھا کر کہنے لگی کہ جب سے تمہارا اور میرا ساتھ ہوا ہے تب سے آج تک مجھے سوائے آپ کے اور اس گدھے والے کے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ دیکھا ہے۔ چونکہ یہ قسم ظاہر میں سچی تھی کہ سوائے اس کے شوہر اور اس بہرہ پیہ کے کسی تیسرے شخص نے نہ اس کو چھوا تھا اور نہ اس سے قربت کی تھی اس لیے وہ پہاڑ زور زور سے ہلنے لگا اور زمین میں دھنس گیا اور بنی اسرائیل اس کو بھول گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَانْ يَكُنْ مَكْرَهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ** (اگرچہ ان کفار و مشرکین کی سازشیں ایسی تھیں جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتے۔

ایسا ہی ایک واقعہ وہب بن منہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں ایک شخص شمشون اسرائیلی تھے جو روم کے کسی شہر کے تھے اور بوجہ رشد و ہدایت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے ہو گئے تھے۔ شمشون کے خاندان کے لوگ بت پرست تھے اور شہر میں رہتے تھے۔ انہوں نے بستی سے دور ایک مکان میں سکونت اختیار کر لی اور موقع بموقع آپ شہر والوں سے جہاد کر کے ان کو قید کر لیتے اور مال غنیمت حاصل کرتے۔ بعض اوقات آپ بغیر کچھ کھائے پئے کئی دن تک قتل کرتے اور جب کبھی آپ کو پیاس لگتی تو آپ کے لیے پتھروں سے پانی نکلنے لگتا اور آپ خوب سیر ہو کر پی لیتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قوت بطش (گرفت) اعلیٰ پینے پر عطا ہوئی تھی۔ اس لیے اہل شہر ان سے پریشان تھے اور ان کا کچھ نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن آپس میں مشورہ کیا کہ ان سے کس طرح نمٹا جائے۔ اہل مشورہ میں سے کسی نے کہا کہ جب تک ہم ان کی اہلیہ سے ساز باز نہیں کریں گے تب تک ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ حضرت شمشون کی بیوی کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر کو بندھو ادوگی تو ہم تم کو اتنا مال انعام میں دیں گے۔ چنانچہ یہ عورت مال کی طمع میں اپنے شوہر سے غداری کرنے پر رضامند ہو گئی اور ان سے وعدہ کر لیا کہ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ ان لوگوں نے عورت کو خوب مضبوط رسیاں دے دیں اور کہا کہ جب شمشون سو جائیں تو یہ رسیاں آپ کے پاؤں میں ڈال کر گردن سے جکڑ دینا۔ اس طرح وہ عورت کو خوب سمجھا کر واپس چلے گئے۔

رات کو جب حضرت شمشون گھر تشریف لائے اور سونے کے لیے لیٹ گئے اور خوب غافل ہو گئے تو عورت نے آپ کے شانوں میں رسیاں ڈال کر آپ کے ہاتھ گردن سے جکڑ کر خوب مضبوط باندھ دیئے اور صبح کے انتظار میں لیٹ گئی۔ لیکن جب آپ نیند سے بیدار ہوئے اور آپ نے ہاتھ پھیلائے تو وہ رسیاں ٹوٹ گئیں اور آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بیوی سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ بیوی مکارہ نے جواب دیا کہ یہ میں نے آپ کی قوت آزمانے کے لیے کیا تھا کہ دیکھوں آپ کتنے طاقت ور ہیں۔ اس کے بعد اس عورت نے خفیہ طور سے شہر والوں کو کہلا بھیجا کہ میں نے اس کو رسیوں سے باندھ دیا تھا مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا کیونکہ وہ بھی ان کی طاقت کے سامنے موم بن گئیں۔

یہ سن کر شہر والوں نے اس کے پاس لوہے کا طوق اور زنجیر بھجوا دی اور کہا کہ جب وہ سو جائیں تو یہ ان کی گردن میں ڈال دینا۔ چنانچہ رات کو عورت نے ایسا ہی کیا مگر جب حضرت شمشون بیدار ہوئے تو یہ طوق اور زنجیر بھی آپ کے گلے سے ٹوٹ کر نکل گئی۔ آپ نے عورت سے پھر وہی سوال کیا تو اس نے پھر وہی جواب دیا اور کہنے لگی کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جس سے تم مغلوب ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ مجھ کو مغلوب کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو ایک اور چیز بھی مجھے مغلوب کر سکتی ہے۔

عورت نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ چیز میں تجھ کو نہیں بتا سکتا۔ لیکن یہ مکار اور غدار عورت ان کو برکاتی اور پھسلاتی رہی اور وہ ترکیب معلوم کرتی رہی اصرار کرتی رہی۔ حضرت شمشون کے بال بہت لانے اور گھنے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میری والدہ میرے لیے ایک بہت ڈر کی چیز چھوڑ گئی ہیں اور وہ میرے یہ سر کے بال ہیں اگر کوئی مجھے ان سے باندھ دے گا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ان پر میرا بس نہیں چلتا۔

عورت یہ معلوم کر کے دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی اور جب رات کو آپ سو گئے تو اس نے چپکے سے اٹھ کر آپ کے بالوں سے آپ کو باندھ دیا اور شر والوں کو اطلاع دے دی۔ چنانچہ شر والے آئے اور حضرت شمشون کو پکڑ کر لے گئے اور آپ کے کان و ناک کاٹ دیئے اور آنکھیں نکلا کر شر کے وسط میں لوگوں کے تماشہ کے لیے کھڑا کر دیا۔ اس شہر میں جگہ جگہ ستون کھڑے تھے جن پر بیٹھ کر لوگ ان کا تماشہ بنا رہے تھے۔ بادشاہ بھی تماشہ دیکھنے کے لیے محل سے نکلا اور ایک مینارہ پر شر کے دیگر عمائدین شر کے ساتھ بیٹھ گیا۔ چنانچہ جب آپ کا مشلہ کیا جانے لگا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ تو مجھ کو ان پر مسلط فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور پھر صحیح و سالم فرما کر حکم دیا کہ شر کا وہ مینارہ جس پر بادشاہ و دیگر لوگ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جس سے وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے اور آپ کی غدار بیوی پر اللہ تعالیٰ نے بجلی گرا دی جس سے وہ بد بخت جل کر خاکستر ہو گئی۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب ”نزہۃ الابصار فی اخبار ملوک الاحصار“ (اس کتاب کے مصنف کا نام علامہ دمیری کو معلوم نہ ہو سکا) جو ایک عظیم تصنیف ہے اس میں لکھا ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ ایک کم رفتار گدھے کو ہانکے لیے جا رہا تھا اور بار بار اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے ہانکتا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر لڑکے سے کہا کہ اے لڑکے اس گدھے سے نرمی کا معاملہ کر۔ لڑکے نے جواب دیا اگر میں ڈانٹ ڈپٹ نہ کروں تو یہ راستہ دیر میں طے کرے گا۔ تو اس کو بھوک زیادہ لگے گی اور بوجھ زیادہ دیر تک اس پر لدا رہے گا اور اگر جلدی پہنچ جائے گا تو بوجھ سے جلدی چھٹکارا مل جائے گا اور چارہ بھی دیر تک کھائے گا۔ بادشاہ کو لڑکے کا یہ جواب بہت پسند آیا اور اس کو ایک ہزار درہم انعام میں دیا۔ لڑکے نے انعام لے کر کہا کہ یہ رزق میرے لیے اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا اور میں پہلے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں پھر آپ کا مشکور ہوں۔

اس جواب سے بادشاہ کے دل پر اور اثر ہوا اور کہنے لگا آج سے ہم نے تیرا نام اپنے دوستوں میں لکھ لیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ یہ میرے لیے باعث فخر بھی ہے اور باعث پریشانی تھی۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ لڑکے مجھے کچھ نصیحت کرو۔ کیونکہ تم مجھے عقل مند معلوم ہوتے ہو۔

”لڑکے نے کہا کہ جب اپنے آپ کو صحیح و سالم دیکھیں تو ہلاکت کا خیال کریں اور جب آپ خوش و مسرور ہوں تو مصیبت کو یاد کیا کریں اور جب امن و امان سے آپ کا دل مطمئن ہو تو خوف کی طرف دھیان دیں اور جب کوئی کام پورا ہو جائے تو موت کو یاد کریں اور اگر آپ کو اپنے نفس سے محبت ہے تو اس کو برائی میں مبتلا نہ ہونے دو۔“

بادشاہ لڑکے کی اس حکیمانہ گفتگو سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو کس نہ ہو تا تو میں ضرور تجھ کو اپنا وزیر بنا لیتا۔ اس پر لڑکے نے جواب دیا ”بزرگی عقل است نہ بسال“ بادشاہ نے پوچھا۔ کیا تجھ میں وزارت کی صلاحیت ہے؟ لڑکے نے جواب دیا برائی اور بھلائی کا اندازہ تجربے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ کسی انسان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک

کہ اس کو آزمانہ لیا جائے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس کو اپنا وزیر مقرر کر دیا اور اس کو اس منصب کی انجام دہی میں صاحب الرائے اور صحیح فیصلوں کا حامل پایا۔

ایک بوڑھے کی حکایت | اسی کتاب میں چند مزاحیہ حکایات بھی موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:-

خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ شکار کرنے کے لیے نکلے۔ فضل بن ربیع آپ کے ہمراہ تھے۔ اتفاقاً ایک شکار کا تعاقب کرتے ہوئے خلیفہ اپنے آدمیوں سے پھڑکے۔ خلیفہ اور وزیر دونوں گھوڑوں پر جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک بوڑھا گدھے پر سوار آتا ہوا نظر پڑا۔ اس کی آنکھوں میں رطوبت (میل) بھری ہوئی تھی۔ خلیفہ نے اس کو دیکھ کر فضل کی طرف آنکھ کا اشارہ کیا۔ جب وہ بوڑھا بالکل قریب آگیا تو فضل نے اس سے پوچھا کہ بڑے میاں کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے باغ میں جا رہا ہوں۔ فضل نے اس سے کہا کہ بڑے میاں تم کو تو میں تمہارے لیے کوئی دوا بتلا دوں جس سے کہ تمہاری آنکھ سے پانی بہنا بند ہو جائے۔ بڑے میاں نے کہا کہ مجھے ایسی دوا کی سخت ضرورت ہے۔ فضل نے کہا کہ اچھا آپ ایک کام کریں ہوا کی تو لکڑیاں لیں اور کماۃ یعنی ساروغ کی پتیاں (یعنی سانپ کی پھتری) لیں پھر ان سب چیزوں کو اخروٹ کے چھلکے میں رکھ کر اس کا سرمہ آنکھ میں لگائیں اس سے آپ کی آنکھوں کی رطوبت جاتی رہے گی۔ یہ سن کر بڑے میاں نے اپنے گدھے کی زین کو دیوار سے ٹیک لگا کر اور اپنے سرین ابھار کر بست زور سے گوز (رتج خارج کی) مارا اور کہا کہ یہ آپ کی دوا کا انعام ہے۔ اگر دوا سے ہم کو آرام ہو گیا تو اور انعام دے کر آپ کو خوش کر دیں گے۔ خلیفہ یہ سن کر مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

ایک درزی کی حکایت | ایک درزی کسی امیر کے یہاں قباء کے لیے کپڑا بنانے آیا۔ چنانچہ جب وہ کپڑا کاٹ رہا تھا تو امیر سامنے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا جس کی وجہ سے اس کو کپڑا چرانے کا موقعہ نہیں ملا۔ کافی دیر تک درزی کپڑا کاٹنے میں لگا رہا لیکن امیر سامنے ہی بیٹھا رہا۔ آخر تنگ آکر درزی نے ایک زوردار گوز مارا جس سے امیر ہنسی میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور درزی نے جلدی سے حسب فشاء کپڑا کاٹ کر چھپا لیا۔ امیر کی جب ہنسی رکی تو اس نے درزی سے کہا کہ ایک دفعہ پھر ایسا ہی کیجئے۔ درزی نے جواب دیا اب نہیں کیونکہ اگر اب میں ایسا کروں گا تو آپ کی قباء تنگ ہو جائے گی۔

ذوالنون بن موسیٰ کی حکایت | کتاب ”نشان المحاضرة“ میں ذوالنون بن موسیٰ کی یہ حکایت مذکور ہے کہ میں کم عمر تھا اور اتفاق سے خلیفہ معتمد باللہ ہوازی کی سڑک کے موڑ پر موجود تھے، ایک دن میں قصبہ سانطف سے نکل کر عکر مکر میں جانا چاہتا تھا اور میرے ساتھ دو گدھے تھے ایک پر میں سوار تھا اور دوسرے پر خربوزے لدے ہوئے تھے۔ میں خلیفہ کے لشکر کے پاس سے گزرا مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ لشکر کس کا ہے؟ اسی لشکر میں سے ایک سپاہی نے آکر تین خربوزے گدھے کے بورے میں سے نکال لیے، میں نے اس ڈر سے کہ یہ شمار میں کم ہو جائیں اور مالک مجھ پر چوری کا الزام لگا دے گا رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ گدھا اور میں سڑک کے درمیان سے گزر رہے تھے کہ اچانک میرے سامنے گھوڑ سواروں کی ایک جماعت آگئی جس کے آگے آگے ایک شخص چل رہا تھا۔ وہ شخص مجھ کو روتا ہوا دیکھ کر ٹھہر گیا اور پوچھنے لگا کہ لڑکے کیوں رو رہے ہو؟ میں نے اس سے رونے کا سبب بیان کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً لشکر والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اس کو فوراً میرے پاس لاؤ۔

یہ سنتے ہی چند سپاہیوں نے اس سپاہی کو پکڑ کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس سپاہی کو دیکھ کر اس نے مجھ سے پوچھا کیا یہ وہی شخص ہے جس نے تیرے خربوزے نکالے ہیں؟ میں نے جواب دیا جی ہاں یہی ہے۔ میرا جواب سن کر اس نے اس سپاہی کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ اس کو کوڑے لگائے جارہے تھے اور میں گدھے پر بیٹھا ہوا اس کو دیکھ رہا تھا اور وہ شخص اس سپاہی سے کہہ رہا تھا کہ کتے کیا تیرے پاس ان خربوزوں کے دام نہیں تھے جن سے تو ان کو خرید لیتا۔ کیا یہ تیرے باپ کا مال تھا جو تو نے اچک لیا، کیا ان خربوزوں کے مالک نے ان کو محنت کر کے پیدا نہیں کیا؟ کیا ان کے مالک نے سرکاری محصول یعنی لگان ادا نہیں کیا تھا۔ جب سو کوڑے سپاہی کو لگ چکے تو اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس کے بعد اس شخص نے مجھے ان خربوزوں کے ہر جانے کے طور پر چار دینار دیئے اور روانہ ہو گیا۔ اس کے پیچھے لشکر مجھے گالیاں دیتے ہوئے گزرنے لگا کہ اس کی وجہ سے اس سپاہی کو سو کوڑے لگے۔ میں نے اس لشکر میں ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ میرا فریاد رس کون تھا؟ اس نے جواب دیا یہ خلیفہ معتمد باللہ تھے۔

ایک بچہ کی حکایت ابن الجوزی کی کتاب الاذکیا میں جاحظ سے روایت منقول ہے کہ ثمامہ بن اشرس نے بیان کیا کہ میں اپنے ایک دوست کی عیادت کے لیے اس کے گھر گیا اور اپنا گدھا دروازہ پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے ساتھ کوئی خادم نہیں تھا جو باہر گدھے کی حفاظت کرتا۔ جب میں اپنے دوست کی عیادت سے فارغ ہونے کے بعد گھر سے نکلا تو دیکھا کہ میرے گدھے پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم کیسے گدھے پر سوار ہوئے؟ بچہ نے جواب دیا کہ میں اس پر اس وجہ سے سوار ہو گیا کہ یہ کہیں بھاگ نہ جائے اور آپ کو پریشانی ہو۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کا چلا جانا یہاں کھڑا رہنے سے زیادہ بہتر تھا۔ یہ سن کر بچہ بولا کہ اگر آپ کو ایسا خیال ہے تو اس گدھے کو مجھے بہہ فرما دیجئے اور سمجھ لیجئے کہ کھویا گیا اور میرے شکر یہ کہ مستحق ہو جائیے۔ ثمامہ کہتے ہیں کہ بچے نے مجھے لا جواب کر دیا اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ بچہ کو کیا جواب دوں۔

ابن خاقان کی حکایت بچہ کی ذہانت سے متعلق ایک قصہ یہ ہے کہ جو ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتمد باللہ گھوڑے پر سوار ہو کر خاقان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس وقت فتح بن خاقان بالکل بچہ تھا۔ معتمد نے اس سے پوچھا کہ بتا امیر المومنین کا گھر اچھا ہے یا تیرے باپ (خاقان) کا؟ فتح نے جواب دیا کہ جب امیر المومنین میرے باپ کے گھر میں ہوں تو میرے باپ کا گھر بہتر ہے ورنہ امیر المومنین کا۔ اس کے بعد معتمد نے اس کو انگشتی کا ٹکینہ دکھا کر پوچھا کہ اس سے بہتر تو نے کوئی چیز دیکھی ہے؟ فتح نے جواب دیا کہ جی دیکھی ہے وہ، وہ انگلی ہے جس میں کہ یہ انگشتی ہے۔

ایک جوان کی حکایت ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے پاس ایک نوجوان لڑکا حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اس سے اس کے باپ کی وفات کے بارے میں سوال کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ان کا فلاں دن انتقال ہو گیا۔ پھر 'اور فلاں دن سے بیمار ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اتنی عمر پائی۔' اس نوجوان کے بار بار دہلیزہ کہنے سے رنج چڑ گیا اور نوجوان کو ڈانٹ کر کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی امیر المومنین کے سامنے بار بار دہلیزہ کہتے جا رہے ہو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ میں آپ کی ڈانٹ ڈپٹ کا برا نہیں مانوں گا کیونکہ آپ والدین کے لطف و کرم سے نا آشنا ہیں۔ یہ سن کر خلیفہ منصور اتنا ہنسا کہ پہلے کبھی ان کو اتنا ہنسنے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا اور اس ہنسی کی وجہ یہ تھی کہ رنج کا باپ نامعلوم تھا اور رنج بہت چھوٹی عمر میں زمین پر پڑا ہوا ملا تھا۔ چونکہ رنج اس وقت بالکل بچہ تھا اور اچھی طرح بول بھی نہ پاتا تھا اس لیے اس کے ماں باپ کا کچھ پتہ نہ تھا اس لیے نوجوان نے اس

پر یہ طنز کیا تھا۔

حاکم عبیدی کی حکایت

تاریخ ابن خلکان حاکم عبیدی کے حالات کے تذکرے میں لکھا ہے کہ حاکم کے پاس ایک طاقتور گدھا تھا جس کو اشہب (سفید مائل بہ سیاہی) کہا جاتا تھا۔ حاکم نے اس کا نام قمر رکھا تھا۔ حاکم اسی پر سوار ہو کر نکلتا تھا اور ہمیشہ تنہا سوار ہوتا تھا۔ ایک رات دو شنبہ کے دن ۱۷ اشوال ۴۱۱ھ کو شہر (مصر) میں گشت کے لیے نکلا اور تمام رات گھومتا رہا اور صبح کے وقت شرق حلوان کی طرف چل دیا اور ساتھ میں دو سوار جو رات بھر اس کے ساتھ گشت کرتے رہے ان کو اس نے واپس کر دیا۔ یہ دونوں سوار واپس آ گئے۔ اس کے بعد لوگ حاکم کے لوٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ واپس نہیں آیا تو تلاش و جستجو کی گئی اور شوال کے اخیر تک تلاش کیا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر ۲ زلقعدہ کی ایک بڑی جماعت اس کو تلاش کرنے نکلے اور تلاش کرتے کرتے وہ غلام ایک پہاڑ پر پہنچے تو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹی پر اس کا گدھا پڑا ہوا ہے اور تلوار سے اس کے اگلے پاؤں کٹے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ خون کے نشانات دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ یہ خون کے نشانات شرق حلوان میں ایک حوض تک ظاہر ہوئے۔ پس ان میں سے ایک غلام اس حوض میں اترا تو اس میں سے سات عدد مٹن جو خلیفہ حاکم لگایا کرتے تھے خون لگے ہوئے ملے لیکن خلیفہ کی لاش کا کچھ پتہ نہ چلا سکا اور ان مٹنوں سے یقین ہو گیا کہ خلیفہ قتل ہو چکے ہیں۔ اس وقت بعض احمقوں کا خیال تھا کہ خلیفہ زندہ ہیں اور وہ ضرور کبھی نہ کبھی ظاہر ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ کے قتل میں اس کی بہن کا ہاتھ تھا۔

حاکم سختی بھی تھا اور سفاک بھی اس کی عادت عجیب قسم کی تھی روز عوام پر ایک نیا حکم نافذ کرتا اور لوگوں کو اس کی پابندی پر مجبور کرتا۔ چنانچہ ۳۹۰ھ میں اس نے ایک حکم جاری کیا کہ مسجدوں کی دیواروں اور بازاروں اور تمام شہروں میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی جائے۔ پھر دو سال بعد اس حکم کو کالعدم کر کے یہ حکم نافذ کیا کہ جو شخص بھی صحابہ کرام کو گالیاں دے اور ان کی شان میں گستاخی کرے اس کو قتل کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ کتوں کو مارنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ گلی کو چوں اور بازاروں میں جہاں بھی کتا نظر آتا اس کو مار دیا جاتا۔ پھر اس نے یکے بعد دیگرے مختلف حکم نافذ کیے جو ذیل میں مذکور ہیں:-

(۱) جو کی شراب اور بد مزہ گوشت پر مکمل پابندی (۲) کشش کی فروخت پر قلمنا ممانعت اور ملک میں جتنی کشش بھی موجود تھی سب کو اکٹھا کر کے جلوا دیا اور اس کے جلوانے پر پانچ سو دینار خرچ ہوئے (۳) انگور کو فروخت پر مکمل پابندی (۴) یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اور مسلمانوں کے لباس میں امتیاز رکھیں (۵) یہود و نصاریٰ کے لیے الگ الگ حمام بنوائے۔ نیز یہ حکم دیا کہ وہ اپنی کشتیاں علیحدہ بنوائیں اور مسلمانوں کی کشتیوں پر سوار نہ ہوں۔ (۶) کسی مسلمان کو بطور خدمت گار نہ رکھیں اور نہ کسی مسلمان مکاری (کرایہ پر گدھے چلانے والے) کے گدھے پر سوار ہوں۔ (۷) ۴۰۸ھ کو ثمامہ اور مصر کے تمام گرجوں کو منہدم کر دیا اور ان کا تمام ساز و سامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ان گرجوں کی تعمیر نو اور واپسی مسلمان کا حکم جاری کر دیا (۸) منہموں کو شہر بدر کر دیا اور علم نجوم کے بارے میں گفتگو کرنے کی ممانعت کر دی۔ نیز گویوں (گانے بجانے والوں کو جلاد وطن کر دیا) (۹) عورتوں کی رات اور دن کے وقت سڑکوں پر نکلنے کی ممانعت کر دی۔ (۱۰) موچوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کے لیے خف یعنی موزے نہ بنائیں۔

ایک اور حکایت

رسالہ قشیری کے باب ”کرامتہ الاولیاء“ میں لکھا ہے کہ ابو حاتم سحستانی نے ابو نصر سراج سے اور ابو نصر نے حسین ابن احمد رازی سے اور انہوں نے ابو سلیمان خواص سے سنا کہ وہ ایک مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر جا

رہے تھے اور گدھے کو کھیاں پریشان کر رہی تھیں جس کی وجہ سے وہ بار بار اپنے سر کو جھٹکتا تھا۔ میں اس کی اس حرکت پر اس کو بار بار لکڑی سے مار دیتا تھا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور میں گدھے کو مارتا رہا تو گدھے نے میری طرف منہ کر کے کہا کہ مجھ کو (بلا قصور) مارے جا رہے ہو تیرے سر پر بھی اسی طرح مار پڑے گی۔ حسین کہتے ہیں کہ میں نے خواص سے پوچھا کہ اے ابو سلیمان کیا واقعی گدھے نے تم سے گفتگو کی تھی؟ تو انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا اور کہا کہ میں نے گدھے کی بات اس طرح سنی تھی جس طرح کہ تم میری بات سن رہے ہو۔

تذنیب یہیقتی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تمام نبیاء کرام علیہم السلام گدھے پر سواری کرتے تھے اور صوف (اون) کے کپڑے پہنتے تھے اور خود اپنے ہاتھ سے بکریوں کا دودھ دہنتے تھے اور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک گدھا تھا جس کا نام عفیر (بضم العین مملہ) تھا۔ بعض لوگوں نے عفیر کو غفیر (غین سے) بھی پڑھا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے اور یہ گدھا آپ کو مقوقس شاہ مصر نے ہدیہ میں پیش کیا تھا اور ایک دوسرا گدھا آپ کا یعفور نامی تھا جو آپ کو فردہ بن عمر نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔ عفیر اور یعفور دونوں عفروہ سے مشتق ہیں جس کے معنی ہیں خاکی رنگ۔

سبیلی کہتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اس دن یعفور نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں میں گرا کر ہلاک کر لیا تھا۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ کی کتاب میں ابو منصور کی سند سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو ایک سیاہ گدھا آپ کے ہاتھ آیا۔ آپ نے اس گدھے سے گفتگو فرمائی اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے اور ان پر نبی کے علاوہ اور کوئی سوار نہیں ہوا۔ اب اس نسل سے سوائے میرے اور کوئی باقی نہیں رہا اور نہ سوائے آپ کے کوئی نبی رہا۔ مجھے یہ امید تھی کہ آپ مجھ پر سوار ہوں گے۔ آپ سے پہلے میں ایک یہودی کے پاس تھا جب وہ میری پشت پر سوار ہوتا تو میں قصد اُس کو لے کر پڑتا تھا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو یعفور ہے اور اس سے پوچھا کہ کیا تجھ کو مادہ کی خواہش ہوتی ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ اس گدھے پر سوار ہوا کرتے تھے اور جب کسی صحابی کو آپ طلب فرماتے تو اس گدھے کو بھیج دیتے۔ چنانچہ یہ گدھا جاتا اور مطلوب صحابی کا دروازہ اپنے سر سے کھٹکھٹاتا۔ جب گھر والا باہر نکل کر آتا تو گدھا ان کو اشارہ کر دیتا جس سے وہ مجھ جاتے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ کو طلب فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہو جاتے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو اس گدھے نے ابو الشیم بن تیمان کے کنوئیں میں گر کر آپ کے غم میں خود کشی کر لی اور وہ کنواں اس کی قبر بن گیا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کا متن اور اسناد نہایت ضعیف ہیں۔ چنانچہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میرے اس تبصرے کے بغیر اس کو ذکر کرے۔ حالانکہ سبیلی نے اپنی کتاب التعریف والاعلام فی الکلام میں اللہ تعالیٰ کے قول وَالْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْحَمِيرُ لَتَرْنَ كَيْدَهُمْ وَرَيْدَهُ کی تفسیر کرتے ہوئے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

کامل ابن عدی احمد بن بشیر کے حالات میں اور یہیقتی کی ”شعب الایمان“ میں حضرت جابرؓ سے یہ روایت ہے:-

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص اپنی خانقاہ میں عبادت کیا کرتا تھا جب بارش ہوئی اور زمین سبزہ زار ہو گئی تو اس نے اپنے گدھے کو چرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ اے اللہ! اگر تیرا گدھا ہوتا تو میں ضرور اس کو اپنے گدھے کے ساتھ چراتا۔ اس کی یہ بات بنی اسرائیل کے کسی نبی کو پہنچی تو نبی نے اس کے حق میں بد دعا کرنے کا ارادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب وحی فرمائی اور فرمایا کہ ہم اپنے بندوں کو ان کی عقلوں کے مطابق جزا اور بدلہ دیتے ہیں۔
یہ حدیث ابو نعیم کی کتاب الحلیہ میں زید بن اسلم کی حالات میں بھی اسی طرح منقول ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی کتاب میں اور امام احمد سلیمان بن مغیرہ سے ثابت کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ اپنی حاجت روائی کی غرض سے کوئی گدھالے لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایسی چیز سے بچتا ہوں جو مجھے اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔

گدھے کا شرعی حکم اکثر علماء کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ اگرچہ حضرت ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں رخصت منقول ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پندرہ صحابہؓ سے اس کا کمرہ ہونا منقول ہے۔ ابن عبد البر نے اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ غالب بن ابجر سے روایت منقول ہے۔

”راوی فرماتے ہیں کہ ایک سال ہم مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو ہم آپ سے اس کی شکایت کی۔ پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سوائے گدھے کے اور کچھ بھی بچوں کو کھلانے کے لئے نہیں ہے اور آپؐ نے گدھے کا گوشت حرام قرار دے دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو پالتو گدھے کھلا سکتے ہو۔ میں نے تو ان گدھوں کے استعمال سے روکا ہے جو بار برداری کے کام میں آتے ہیں۔“
غالب ابن ابجر سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت منقول نہیں۔

”نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے گدھا کا گوشت کھانے سے اور اجازت دی ہے گھوڑوں کا گوشت کھانے کی۔“
غالب ابن ابجر کی روایت کو تمام حافظین حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے اور اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ حالت اضطراب (یعنی انتہائی مجبوری میں) پر محمول ہوگی۔ نیز یہ اتفاقی امر ہے اس میں عموم نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ علماء کرام کا اس کی حرمت کی علت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کی علت اہل عرب کے طبائع میں گدھے کے متعلق پائی جانے والی کراہت کو قرار دیا ہے اور بعض نے نص کو۔ مگردویانی نے دونوں ذکر کیا ہے۔ حافظ منذری نے فرمایا ہے کہ گدھے کے گوشت کی حرمت بھی دو مرتبہ منسوخ ہوئی ہے اور قبلہ بھی دوبار منسوخ ہوا ہے۔ اسی طرح نکاح متعہ بھی دو مرتبہ منسوخ ہوا ہے۔ گدھی کے دودھ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ عطاء اور طاؤس وزہریؒ نے اس میں رخصت دی ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ اس کا دودھ حرام ہے کیونکہ دودھ کا حکم گوشت کے تابع ہوتا ہے۔ نیز بلا ضرورت گدھے کو اور اسی طرح حرام جانور کو مارنا بالاتفاق حرام ہے۔

بخاری شریف میں یہ حدیث مذکور ہے۔

”فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسے گدھے پر ہوا جس کے چمڑے کو داغا گیا تھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور فرمادے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ رحمت سے دور کرے اس کو جس نے داغا ہے۔“

ضرب الامثال اور کہاوتیں اہل عرب کہتے ہیں عَشْرُ تَغْشِيَةِ الْحَمَارِ۔ جو ہری کہتے ہیں کہ معشیر حمار کا مطلب وہ آواز ہے جو گدھا گلا گھونٹ کر نکالتا ہے اور اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی کسی بلا کے خوف

سے گدھے کی آواز نکالے کہ جیسا کہ پیچھے بیان ہے۔

قرآن کریم میں علماء یسود کے بارے میں فرمایا گیا۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا الثَّوْرَةَ لَمَّا لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔

”جن کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ چار پایہ براوکتا بے چند۔“

نیز حدیث میں بھی گدھے سے مثال دی گئی ہے۔

”قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا اور اسے جنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کے پیٹ کے اندر وہی اعضاء اس طرح

چکر کھائیں گے کہ جیسا کہ گدھا چکر کھاتا ہے۔ اہل جنم اس سے پوچھیں گے تمہارا ایسا کیا جرم تھا جس کی اتنی خوف ناک

سزا دی گئی تو وہ کہے گا کہ میں لوگوں کو نیک کام کی تلقین کرتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا مگر خود نہیں بچتا

تھا۔ (یعنی یہ شخص داعظ بے عمل تھا۔“)

اہل عرب بہت نکاح کرنے والے کو کہتے ہیں هُمْ يَنْتَهَزُونَ لَهَا رَجَ الْحُمُرِ۔ نیز کہتے ہیں۔ يَهْرُجُهَا أَيْلَهُ جَمِينًا۔

حافظ ابو نعیم ابو الزہریہ سے نقل کرتے ہیں:-

”لوگ فتنہ یا جوج ماجوج کے بعد دس سال بڑے راحت و آرام سے گزاریں گے۔ یہاں تک کہ ایک اناور اور ایک خوشہ

انگور کو اٹھانے کے لیے دو دو آدمی کا درکار ہوں گے۔ اس حالت میں دس سال گزر جائیں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ

ایک خوشبودار ہوا بھیجیں گے جو ہر مومن اور مومنہ پر موت طاری کر دے گی۔ پھر اس کے بعد لوگ ایسی گڑبڑ زندگی کے

جیسا کہ گدھا چراگاہ میں جدھر منہ اٹھاتا ہے چل دیتا ہے اور پھر اسی بے نظم زندگی کے اوقات میں قیامت آجائے گا۔“

کسی غیر پندیدہ کام پر اگر کوئی قوم تعاون کرتی ہے تو اس کی مثال دیتے ہوئے اہل عرب کہتے ہیں بَالِ الْحِمَارِ فَاسْتَبَالَ أَحْمَرَةَ

ای حملہن علی البول یعنی ایک گدھے کے دیکھا دیکھی دوسرے گدھے بھی پیشاب کرنے لگتے ہیں۔ یہ مثال اس وقت دی جاتی

ہے جب کہ لوگ ازراہ عصبیت حق اور ناحق کو دیکھے بغیر کسی کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اہل عرب یہ بھی کہتے ہیں۔ اتخذ فلان حمار الحاجات۔ یعنی فلاں شخص ضرورتوں کے گدھے پر سوار ہو گیا۔ یعنی ذلت آمیز

مصروفیات میں لگ گیا۔ نیز یہ بھی مثال دیتے ہیں۔ ترکنہ جوف حمار۔ یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کسی چیز میں بھلائی کا نام و

نشان نہ ہو اور یہ بھی کہتے ہیں اصبر من حمار کہ فلاں شخص گدھے سے بھی زیادہ صابر ہے۔

غدونا غدوة سحرًا بلبل عشاء بعد ما انتصف النهار

ترجمہ:- ہم صبح ہی صبح چلے (اور) برابر چلتے رہے یہاں تک کہ دن آدھا ہو گیا۔“

قَصَدْنَاهَا جَمَارًا ذَا قُرُونٍ أَكَلْنَا اللَّحْمَ وَ انْفَلَتِ الْحِمَارُ

ترجمہ:- پھر ہم نے ایک سینگ والے گدھے کا ارادہ کیا اس کا گوشت تو کھالیا اور گدھا اپنی جان سے گیا۔“

شاعر کا مطلب ہے کہ کل کا کل گدھا کھالیا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا اور ”ذو قرن“ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر بکی تھی بچہ نہیں

تھا۔ چنانچہ دو سرا شاعر کہتا ہے۔

وَمَا يَقْنِمُ بَدَارُ الدُّلِّ يَغْرِفُهَا إِلَّا الْإِذْلَانُ عِيرَ الْحَيِّ وَ الْوُتْدُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترجمہ:- ایسی جگہ جہاں ذلت ہی ذلت ہو وہاں کوئی نہیں ٹھہرتا۔“

هَذَا عَلَى الْخَسْفِ مَرْبُوطٌ بِرَمِيهِ وَذَا يُشَجُّ فَلَا يَرْتِي لَهُ أَحَدًا

ترجمہ:- اور اگر ٹھہرتے ہیں تو دو وہی چیزیں ایک گدھا اور دوسری ٹھکی ہوئی میٹھی (کیلیں) اور گدھا تو پاؤں میں رسی ڈال کر باندھ دیا جاتا ہے اور میٹھوں کو نیچے اتارنے کے لیے ان کے سر کو ٹھوکا جاتا ہے مگر اس ظلم پر کوئی دو آنسو بھی نہیں گراتا۔“

گدھے کے طبی فوائد | اگر کوئی شخص گدھے کے کان کا میل شراب یا کسی اور چیز میں ملا کر پی لے تو اس کو ایسی بے ہوشی کی نیند آجائے گی کہ اسے کسی چیز کی خبر نہ رہے گی۔ جس وقت گدھا جفتی کرتا ہے اس وقت اگر اس کی دم

کا بال اکھاڑ کر اپنی ران میں باندھ لے تو اس سے قوت ماہ تیز تر ہو جاتی ہے۔ گدھے کی دم میں اگر پتھر باندھ دیا جائے یا اس کے سرین پر تیل مل دیا جائے تو وہ چیخنا چلانا بند کر دیتا ہے۔

امام رازیؒ اور صاحب حاوی فرماتے ہیں کہ اگر گدھے کے گوشت کو ابال کر اس میں کراز (ٹیشس) کے مریض کو بٹھا دیا جائے تو اس کو بے حد فائدہ ہو گا۔ اور اگر اس کے کھری انگوٹھی بنا کر مصروع (مرگی والے) کے مریض کو پسادی جائے تو اس کی مرگی ختم ہو جائے گی۔ گھوڑے اور گدھے کی لید کو جلا کر یا بغیر جلائے سرکہ میں ملا کر لگائی جائے تو سیلان خون کو فوراً بند کر دے گی۔ گدھے کی پیشانی کی کھال کو اگر بچوں کے گلے میں ڈالا جائے تو بچوں کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور ان کا سوئے ہوئے ڈرنا بند ہو جاتا ہے اور اگر اس کی لید میں سرکہ ڈال کر سو گتھ لیا جائے تو نکسیر کے لیے فائدہ مند ہے۔

صاحب الفلاح نے لکھا ہے کہ بچھو کے ڈسے ہوئے کو گدھے پر سوار کر کر پیٹھ کی جانب اس کا چہرہ کیا جائے تو اس کی تکلیف گدھے میں منتقل ہو جائے گی اور سوار ٹھیک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے بچھونے کاٹ لیا ہو تو وہ گدھے کے پاس آکر اس کے کان میں کہہ دے کہ میرے فلاں جگہ بچھونے کاٹ لیا ہے تو بھی اس کی تکلیف گدھے منتقل ہو جائے گی اور وہ ٹھیک ہو جائے گا مگر پہلا عمل یعنی دم کی طرف منہ کر کے بیٹھنا زیادہ مجرب ہے۔ گدھے کی ہڈی کا گودا تیل میں ملا کر سر پر ملنے سے بال بے اور کالے ہو جاتے ہیں۔ گدھے کا جگر بھون کر اور سرکہ میں ملا کر اگر نہار منہ کھائیں تو مرگی کے لیے تیر ہدف ہے۔ نیز تندرست اگر اس کو کھا لے تو مرگی سے محفوظ رہے گا۔ ذکر پر گدھی کا دودھ ملنا قوت باہ کے لیے مفید ہے۔ گدھے کے چیخنے سے کتے کو تکلیف ہوتی ہے اور بسا اوقات کتا شدت تکلیف کی وجہ سے رونے لگتا ہے۔

خواب میں گدھے کا نظر آنا خوش بختی اور کامیابی کی دلیل ہے اور بعض دفعہ اس کو خواب میں دیکھنا غلام یا ولد یا مال کے حصول کی دلیل ہے اور کبھی سفر اور علم کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے كَمْثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اسْفَارًا۔ اور کبھی معیشت پر دال ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَانْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ وَلِتَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ۔ اور کبھی اس کی تعبیر یہودی عالم سے دی جاتی ہے اور بسا اوقات مصائب اور پریشانی سے نجات کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے یا کسی بڑے مرتبے پر پہنچنے کی علامت ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے قول وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ لَتَكُوْنُنَّ زِينَةً لِّرُوحَانِيٍّ میں اس پر سوار ہونے سے زینت مال یا ولد سے بھی تعبیر دیتے ہیں۔

گدھے پر سواری کی تعبیر معبرین غموں سے چھٹکارا بھی دیتے ہیں۔ خواب میں گدھے کی موت یا کمزوری کی تعبیر مالک کے فقر و فاقہ سے دی جاتی ہے اور بعض معبرین گدھے کی موت کی تعبیر مالک کی موت بتاتے ہیں۔ گدھے کی پیٹھ سے خواب میں گر جانا یا

خواب میں اس کو بچپنا کی تعبیر غریبی اور مفلسی ہے۔ خواب میں گدھے کو ذبح کر کے کھانا معاش میں فراخی کی جانب اشارہ ہے اور دوسرے کے لیے ذبح کرنا معاشی حالت کی تباہی کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے گدھے کی دم بہت طویل دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگئی کہ اس کا مال و دولت مدت دراز تک قائم رہے گا اور اضافہ جاہ کا سبب بنے گا اور اگر کوئی شخص خواب میں زین سمیت گدھے کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکا پیدا ہو گا یا عزت حاصل ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھے پر سوار ہونے کو ناپسند کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو وہ چیز ملے گی جس کا وہ اہل نہیں ہے۔ نیز کبھی فریب و تحیف دونوں گدھوں کی تعبیر کثرت مال سے دیتے ہیں۔

اور خواب میں گدھی کو دیکھنے کی تعبیر ذی حسب و نسب خوب صورت اور معیشت میں معین و مددگار عورت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھی پر سوار ہو اور دیکھے کہ پیچھے اس کا بچہ بھی آ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بچے والی عورت سے شادی کرے گا۔ خواب میں گدھے کا چلانا شتر پر دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے: **إِنَّ أَكْثَرَ الْأَصْنَافِ لَصُوفُ الْخَمِيرِ** (سب سے ناپسندیدہ اور مکروہ آواز گدھے کی ہے) یا کسی وباء کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ گدھے کی آواز شیطان کے دیکھنے پر دال ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ گدھے کی آواز سنو تو تعوذ پڑھو۔ اگر کوئی شخص لدے ہوئے گدھے کو اپنے گھر میں داخل ہوتا ہوا دیکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوجھ کے بقدر اس کو خیر سے نوازیں گے۔

گدھے کے دودھ کو خواب میں دیکھنا سرسبزی اور شادابی کی علامت ہے۔ کبھی خواب میں گدھی کا دودھ پینے کی تعبیر پینے والی کی بیماری سے دی جاتی ہے۔ جو شخص خواب میں اس کا گوشت کھائے تو اس کو مال حاصل ہو گا۔ اگر خواب میں عورت نے گدھا دیکھا تو اس سے مراد اس کا شوہر ہے۔ چنانچہ اگر عورت یہ دیکھے کہ اس کا گدھا مر گیا تو اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے گا یا اس کا انتقال ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھے سے کشتی لڑے تو اس سے بعض اقارب کی موت کی جانب اشارہ ہے۔

جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کا گدھا گھوڑا ہو گیا ہے تو اس کو بادشاہ کی جانب سے مال حاصل ہو گا۔ اور اگر یہ دیکھے کہ اس کا گدھا خچر بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو سفر سے مال حاصل ہو گا اور اگر کوئی خواب میں اپنے گدھے کے پر سوار ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کو بے پناہ مال و دولت حاصل ہو گا۔ خواب میں گدھے کے کھر دیکھنا قوت فی المال اور قوت فی التصریف کی علامت ہے اور خف کو دیکھنے کی تعبیر بھی یہی ہے۔ نیز اگر کوئی شخص گدھے کے کھروں کی یا کسی بھی چوپائے کے کھروں کی آواز سنے اور ان کو نہ دیکھے تو اس سے بارش کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی گدھے کی تعبیر جال شخص سے دی جاتی ہے اور کبھی ولد زنا سے بھی اس کی تعبیر دیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ آسمان سے گدھے نے اتر کر اپنا ذکر اس کی سرین میں داخل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بے پناہ مال حاصل ہو گا۔ بالخصوص اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہو اور گدھے کا رنگ سرخ یا نکل بہ سیاہ ہو۔ واللہ اعلم۔

الْحِمَارُ الْوَحْشِيُّ

(الفرء۔ گور خر۔ جنگلی گدھا) اس کو حمار وحش بھی کہتے ہیں۔ گور خرا انتہائی غیرت مند ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر وقت اپنی مونث (مادہ) کی مدافعت کرتا رہتا ہے۔ نیز اس کا ایک معاملہ یہ ہے کہ جب اس کی مادہ کوئی مذکر بچہ جنتی ہے تو وہ بالکل خون کا لو تھڑا سا ہوتا

ہے۔ چنانچہ مادہ بچہ سے بھاگنا چاہتی ہے لیکن نراس کو بھاگنے نہیں دیتا اور اس کی تدبیر یہ کرتا ہے کہ وہ اپنی مادین (یعنی بچہ کی ماں) کی ٹانگ توڑ دیتا ہے تاکہ وہ کہیں جانہ سکے اور بچہ کو برابر دودھ پلاتی رہے۔ تو گویا کہ بچہ کے تحفظ کا ذریعہ صرف نر بنا۔ اس مضمون کو حریری نے مقامات کے تیرہویں مقام کے اشعار میں بیان کیا ہے۔

يَا يَارَازِقُ الثَّعَابِ فِي عَيْتِهِ وَ جَابِزِ الْعَظِيمِ الْكَثِيرِ الْمُهَيَّضِ
ترجمہ:- اے وہ پاک ذات جو چوزے کو بھی اس کے گھونسلہ میں روزی پہنچاتا ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیتا ہے۔
اتح لَنَا اللَّهُمَّ مِنْ عِزِّهِ مِنْ دَنْسِ الدَّمِ نَقِي لَجَبِضُ
ترجمہ:- ہمیں بے آبروی سے بچاؤ اور کسی کو ایسا موقع نہ دے جو ہماری عزت سے کھیلے۔

گور خر کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی عمر ۲۰ سال یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ مؤرخ ابن خلکان نے یزید بن زیاد کے حالات زندگی میں بیان کیا ہے کہ ایک لشکری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم جرو میں پہنچے وہاں ہم کو بہت سے جنگلی گدھے شکار میں ہاتھ آئے۔ ان میں سے ہم نے ایک گدھے کو ذبح کر کے پکنے کے لئے چڑھا دیا۔ اور خوب پکایا مگر وہ گلا نہیں۔ پھر ہم نے اس کے نیچے آگ زیادہ کر دی اور پورے ایک دن تک اس کو پکایا مگر پھر بھی وہ نہیں گلا، تو ہم میں سے ایک سپاہی اٹھا اور اس گدھے کی سری کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ اچانک ان کی نگاہ اس کے کان پر پڑی تو کیا دیکھا کہ اس کے کان پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ اس نے اسے پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس کے کان پر ”بہرام گور“ لکھا ہوا ہے اور یہ نام کوئی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ لوگ اس سری کو میرے پاس لائے میں نے بھی یہ نام صاف طور سے اس کے کان پر لکھا ہوا دیکھا۔

بہرام گور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے بہت عرصہ قبل ملک فارس کا ایک بادشاہ گزرا ہے جس کو گور خر کے شکار کا بہت شوق تھا اور اسی وجہ سے اس کا لقب ”گور“ پڑا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی وہ کوئی جانور شکار کرتا تو اس پر اپنا نام لکھ کر چھوڑ دیتا۔ یہ علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ اس کے کان پر بہرام گور کا نام کندہ کرنے سے قبل اس گور خر کی عمر کتنی تھی مگر اس کے ذبح ہونے کے وقت کے اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ دو سو برس سے زائد زندہ رہا۔

جرو و دمشق کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔ اس شہر کے جنگلوں میں گور خر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس شہر میں ایک پہاڑ ہے جس کو جبل المدخن کہتے تھے (یعنی جو اлакھی) اس سے دھواں نکلتا رہتا تھا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ گور خر ۸۰۰ برس سے بھی زیادہ زندہ رہتا ہے اور اس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں زیادہ دراز عمر اور خوبصورت اخدری (اخدر) کی جانب منسوب ہے۔ جو کسری ارد شیر کا ایک گدھا سا نڈ تھا جو بھاگ کر جنگلی جانوروں میں چلا گیا تھا۔ اس سے جنگل میں جو نسل چلی اس کو اخدری کہتے ہیں۔

جاہظ کہتے ہیں کہ جنگلی گدھوں کی عمریں گھریلو گدھوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر ہمارے علم میں گھریلو گدھوں میں ابوسیارہ کے گدھے سے کسی گدھے کی عمر زیادہ نہیں ہوئی۔ ابوسیارہ کا نام عیملہ بن خالد عدوانی تھا۔ ان کے پاس ایک کالا گدھا تھا جس کو انہوں نے چالیس سال تک مزدلفہ سے منی تک کرائے پر چلایا۔ اپنے بارے میں وہ یہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

لَا هُمْ مَالِي فِي الْحِمَارِ الْأَسْوَدِ أَصْبَحْتُ بَيْنَ الْعَالَمِينَ أَحْسَدُ

ترجمہ:- وہی (یعنی گدھا) صرف میرا مال نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی میرے پاس دو تئیں ہیں جن کی بناء پر لوگ مجھ سے حسد

کرنے لگے۔“

هلا يكاد ذو الحمار الجلعده فق اباسيارة المحسد

ترجمہ:- تو گدھا ایسا کیوں نہیں رکھ لیا گیا جو حاسدوں کے حسد سے بچاتا۔“

من شر كل حاسد اذا حسد و من اذاة النافثات في العقد

ترجمہ:- اب تو صرف یہی دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حاسدوں کے حسد سے بچائے اور ان جادو گر نیوں سے بھی جو پھونک پھونک کر کندوں پر دم کرتی ہیں۔“

ابو سیارہ کے بارے میں کسی شاعر کے یہ شعر ہیں۔

خلوا الطريت عن ابى سياره و عن موالیه بنی فزاره

حتى بجيز سالما حماره

ترجمہ:- ابو سیارہ اور اس کے رشتہ داروں کے لئے راستہ چھوڑ دو تاکہ اس کا گدھا سلامتی کے ساتھ قبلہ کی جانب پہنچ جائے۔“

مستقبل القبلة يدعوا جاره فقد اجار الله من اجاره

ترجمہ:- اہل قبلہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کو پناہ دے اپنی پناہ میں رکھے۔“

اسی طرح عرب میں یہ مثال مشہور ہے کہ اصح من حمار ابی سیارہ یعنی ابو سیارہ کے گدھے سے زیادہ تندرست۔“

ابن ابی شیبہ اور ابن عبد البر نے ابو فاطمہ لیثی سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

”ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صحت کون چاہتا ہے تو ہم میں سے آگے بڑھ کر ہر ایک بولا کہ میں یا رسول اللہ! میں یا رسول اللہ! تو آپؐ نے

فرمایا کہ کیا تم گمشدہ گدھا بننا چاہتے ہو؟ ہم نے جواب دیا کہ ایسا تو نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ پھر تم مصیبت سے کیوں بھاگتے

ہو؟ اور آپؐ نے پھر قسم کھا کر فرمایا، اللہ تعالیٰ کبھی کسی مومن کو مبتلا مصیبت کرتا ہے تو اس سے ناراض ہو کر نہیں بلکہ

یہ خدا تعالیٰ کا اس بندہ مومن پر احسان ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس کے پاس کوئی

نیک عمل نہیں تھا تو مبتلا مصیبت کر دیتے ہیں تو یہی مصیبتیں اس کی ترقیات کا موجب بن جاتی ہیں۔“

بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے بعض اہل ادب سے حرمضالہ کے متعلق سوال

کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس سے گور خر مراد ہے۔ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ احمد عسکری نے آپ کے قول اتحبون ان تکونوا

کالحمر الضالۃ میں ضالۃ کے بجائے صالۃ (بالصا) پڑھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ نیز گور خر کو شدت صوت اور قوت ودانائی جسم کی

بنا پر صال اور صلال بھی کہا جاتا ہے۔

گور خر کا شرعی حکم | احادیث صحیحہ کی روشنی میں بالاتفاق اس کا کھانا جائز ہے۔ صحیحین میں یہ حدیث منقول ہے۔ ان النبی صلی

اللہ علیہ وسلم قال انالہم نردہ علیک الا انا حرم۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے احرام کی بنا پر

گور خر کو چھوڑ دیا۔“ (تو اگر احرام میں نہ ہوتے تو یقیناً استعمال فرماتے)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر پالتو گدھا آبادی سے نکل کر جنگلوں میں مقیم ہو جائے تو پھر اس کا کھانا حرام ہے اور

یہی مسئلہ نکاح کے سلسلہ میں بھی ہے، تو اگر کوئی لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا باپ آسانی دین پر ایمان رکھتا تھا یا اس کے برعکس صورت ہو تو اس لڑکی سے نکاح جائز نہ ہو گا۔ لیکن اس اصول کو جزیہ کے مسائل میں چھوڑ دیا گیا ہے جزیہ اس پر بھی لاگو کیا جائے گا۔ جس بچہ کی پیدائش کتالی اور کافرہ کے ملاپ سے ہوئی ہے۔ نیز اس اصول کی دیت کے مسائل میں بھی چھوڑ دیا گیا ہے اور اس بچہ کو جو ایسی صورت میں پیدا ہوا ہے اس جانب میں لگایا جائے گا جس پر دیت زیادہ ملتی ہو۔

www.LaboSunnat.com

مسئلہ تابعیت قربانی و عقیقہ کے سلسلہ میں زیر بحث نہیں آیا مگر اس میں احتیاط یہی ہے کہ جس کی عمر زیادہ ہو گئی اسی کا لحاظ کریں گے۔ اسی لئے اگر بچہ پیدا ہوا بھیڑ اور بھیڑنی کے ملاپ سے تو قربانی میں اس کے کافی ہونے کے لئے ضروری ہو گا کہ تیرے سال میں وہ داخل ہو جائے۔ چونکہ ہم ابون میں سے زیادہ عمر والے کا اعتبار کر رہے ہیں اور یہاں وہ بھیڑ ہے نہ کہ بھیڑنی۔ نیز فقہاء نے اس

تابعیت کو سود کے مسائل میں بھی لانے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ یہ دیکھنا ہے کہ دو گوشت ایک دوسرے کے عوض اگر فروخت ہو رہے ہیں تو کمی بیشی ملحوظ رہے گی یا نہیں، اہم مسئلہ ہے ورنہ تو سود بن جانے کا خطرہ ہے۔

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ احتیاط کے پیش نظر برابر برابر فروخت کئے جائیں کم اور زیادہ نہیں۔ کیونکہ مسائل سود بڑی احتیاط کے طالب ہیں۔ نیز مسائل شرکت و کالت اور قرض دینے لینے کے سلسلے میں بھی تابعیت کے اصول کو سامنے نہیں رکھا گیا۔ غالباً اس وجہ سے کہ یہ مسائل بہت کم پیش آتے ہیں جبکہ فقہاء انہی صورتوں سے بحث کرتے ہیں جو بکثرت پیش آتی رہتی ہیں اور لوگوں کو ان کے احکام جاننے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں اہل عرب کہتے ہیں اَکْفَزُ مِنْ جَمَادٍ (فلاں ہمارے زیادہ کافر ہے) عرب اس مثال کو اس وقت کہتے ہیں جب وہ کسی کو شدید کفر سے منسوب کرتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ قوم عاد میں ایک شخص جس کو ہمارا ابن مویج یا ہمارا ابن مالک بن نصر الازدی کہتے تھے یہ شخص مسلمان تھا اور اس کی ملکیت میں ایک وادی تھی جس کی لمبائی ایک یوم کی مسافت کے برابر اور چوڑائی ۴ فرسخ تھی۔ یہ وادی عرب میں تمام وادیوں سے سرسبز اور شاداب تھی اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے درخت تھے۔

ایک دن اس کے لڑکے شکار کھیلنے اس وادی میں گئے تو اتفاقاً ان پر وہاں آسمانی بجلی گر گئی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اس پر وہ کم بخت کافر ہو گیا اور کہنے لگا کہ جس نے میری اولاد کے ساتھ ایسا کیا اس کی میں (نعوذ باللہ) عبادت نہیں کروں گا اور پھر اس نے اپنی قوم کو بھی کفر کی دعوت دی اور قوم کے جس فرد نے بھی اس کی دعوت کو قبول نہ کیا اس کو اس نے قتل کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک اور اس کی وادی کو ویران اور تباہ و برباد کر دیا۔ تبھی سے یہ مثل بن گئی۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ حَارِثَةَ بْنَ بَدْرٍ يُضَلِّلُنِي وَهُوَ أَكْفَزُ مِنْ جَمَادٍ

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حارث بن بدر نماز پڑھتا ہے حالانکہ وہ ہمارا نامی شخص سے زیادہ کافر ہے۔

گور خر کے طبی فوائد ابن وحشیہ اور ابن سہید لکھتے ہیں کہ گور خری آنکھوں کو دیکھنے سے آنکھیں صحت مند رہتی ہیں اور آنکھوں سے پانی بننے کے لئے مفید ہے۔ اس کے پت کا سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ اور آنکھوں کی بے نوری جاتی رہتی ہے۔ نیز آنکھیں نزول ماء (موتیا بند) سے محفوظ رہتی ہیں اور اس کا گوشت کھانا وجع مفاصل (گٹھیا) کے مریض کے لئے مفید ہے۔ نیز اس کا گوشت نفرس (پیر کی انگلیوں کا درد) میں بھی فائدہ مند ہے۔ برص کا مریض اگر اس کی چربی کی مالش کرے تو ٹھیک ہو جائے گا۔ گور خر کا پت بال کرنے کی بیماری میں مالش کے طور پر استعمال کریں تو بہت فائدہ مند ہے اور اگر بستر پر پیشاب کرنے والا مریض اس کے پت کو کھالے تو اس کو اس سے نجات مل جائے گی۔ اس کا گودا چنبیلی کے تیل میں ملا کر سفید داغ والا مالش کرے تو سفید داغ ختم ہو جائیں گے۔

گور خری خواب میں تعبیر گور خر کا خواب میں دیکھنا عورت یا لڑکے کی جانب اشارہ ہوتا ہے اور خواب میں گور خر پر سواری کرنا معصیت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ گور خر پر سوار ہو کر گر پڑا ہے تو اسے معصیت کے تادان سے ڈرنا چاہیے اور اگر کوئی شخص خواب میں گور خر کا کچھ گوشت حاصل کر لے یا گور خر کا مالک بن

جائے تو اس کو مال و دولت و عزت ملے گی اور جو شخص خواب میں گور خر کا دودھ پی لے تو اس کو دین کی سوجھ بوجھ عطا ہوگی۔ خواب میں اگر گور خر بدک کر بھاگ جائے تو نقصان اور شرکی جانب اشارہ ہے۔ اور اگر خواب میں گور خر مانوس ہو جائے تو نفع اور خیر کی دلیل ہے۔

حَمَارُ قَبَانِ

(ایک چھوٹا سادابہ) امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ قبان، فعلان کے وزن پر ہے۔ قَبَّ يَقْبُ سے ماخوذ ہے اور معرفہ اور نکرہ دونوں حالت میں یہ غیر منصرف ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ حمار قبان ایک چھوٹا سادابہ ہوتا ہے اور قبان فعلان کے وزن پر قب سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ اہل عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ معرفہ ہے اور اگر یہ فعال کے وزن پر قب سے ماخوذ ہوتا تو اہل عرب اس کو منصرف پڑھتے۔ حالانکہ وہ اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں رَأَيْتُ قَطِيعًا مِنْ حُمُرِ قَبَانٍ (میں نے حمار قبان کی ایک ٹکڑی دیکھی) شاعر نے بھی اس کو غیر منصرف پڑھا ہے۔

يَا عَجَبًا لَقَدْ رَأَيْتُ عَجَبًا حَمَارُ قَبَانِ يَسُوقُ أَزْبَانًا
ترجمہ:- میں نے ایک حیرت انگیز معاملہ دیکھا کہ ایک حمار قبان خرگوش کو ہانک رہا ہے۔

حَاظِبَهَا يَمْنَعُهَا أَنْ تَذْهَبَا فَقَالَتْ أَرْدِفْنِي فَقَالَ مَرَحَبًا
ترجمہ:- اس نے خرگوش سے کہا کہ تم کہیں میری اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے۔ اس پر خرگوش بولا کہ پھر تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو تو جواباً حمار قبان نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

ابن مالک اور دیگر صرفین فرماتے ہیں کہ ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف کے بعد نون اور الف اور فاء کلمہ کے درمیان کوئی حرف مشدود ہو تو اس میں نون کے اصلی ہونے اور زائد ہونے دونوں کا احتمال رہتا ہے اور مثال میں حسان، دسکان، تیان اور ربان وغیرہ کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اگر حسان جو حسن سے ماخوذ مانا جائے تو اس صورت میں ایک سین زائد ہو گا اور اگر اس کو حسن سے ماخوذ مانا جائے تو اس کو نون زائد مع الالف ہو گا اور اس کا وزن پہلی صورت میں ”فعال“ اور دوسری صورت میں فعلان ہو گا اور پہلی صورت میں منصرف اور دوسری صورت میں الف، نون زائد تان کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

اسی طرح اگر ثبان جو ثب (نقصان) سے ماخوذ مانا جائے تو اس میں الف نون زائد ہو گا اور یہ غیر منصرف پڑھا جائے گا اور اگر اس کو ثبن سے ماخوذ مانا جائے تو اس میں نون اصلی ہو گا۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ جب آپ یہ قاعدہ سمجھ چکے تو اب سمجھئے کہ قبان قب سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے۔ قب کے معنی ”پتلے پیٹ والا“ اور آقب کے معنی بھی پتلے پیٹ والا کے آتے ہیں اور جوہری نے اس قول کو لیا ہے۔ کہا جاتا ہے ”الْحَبْلُ الْقَبُّ“ یعنی پتلے پیٹ والے گھوڑے۔ جاحظ نے عورتوں کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے اور اس میں بھی قب کے یہی معنی لئے ہیں۔

يَمْشِيْنَ مَشًى قَطَا الْبَطَاحِ تَاوَدًا قَبُّ الْبَطْلُونِ رَوَاحِجِ الْاِكْفَالِ

لہ حمار قبان: ٹکڑی کا کیرا۔ فارس لک کو ام علی کا عربی نام دتا ہے۔

ترجمہ:- وہ اس طریقے پر چلتی ہیں جیسا کہ ستے (پتلے) ہوئے پیٹ والے گھوڑے چلتے ہیں، حرکت دیتے ہوئے اپنے سرین کو۔“
لہذا ممکن ہے کہ حمار قبان چھریے ہٹ پیٹ کا ہونے کی وجہ سے قب سے ماخوذ ہو کیونکہ یہ دینار کے بقدر گول سا جانور ہوتا ہے اور اس کا پیٹ چھریا ہوتا ہے۔ یہ نرم زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اس کی پیٹھ ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ نیز اس کی کمر بھی پتلی ہوتی ہے۔ جب یہ چلتا ہے تو اس کی ٹانگوں اور سر کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ الا یہ کہ اس کو پلٹ دیا جائے۔ کیونکہ اس کی پیشانی کے سامنے ایک گول سی روک (آڑ) ہوتی ہے۔ یہ گھریلے سے کچھ کم کالا ہوتا ہے اور اس سے چھوٹا بھی ہوتا ہے۔ اس کے چھ پیر ہوتے ہیں اور یہ کھاری اور کھٹیلی زمین میں رہنا پسند کرتا ہے۔ نیز قبان، قبن، یقبن سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے۔ قبن، یقبن کے معنی ”تیز چلنے“ کے ہیں۔ صاحب مفردات لکھتے ہیں کہ یہ وہ جانور ہے جس کو ہدیہ کہتے ہیں۔ اس جانور کے بہت سارے پیر ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کو چھو دیا جائے تو یہ کنڈلی مار لیتا ہے۔ اور حمار قبان کی ایک قسم وہ ہے جو چھریے پیٹ کی ہوتی ہے لیکن کنڈلی نہیں مارتی اور لوگ اس کو ابو شمیم بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی نرم زمین کو پسند کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ کوئی الگ قسم نہیں بلکہ چھوٹے حمار قبان ہی ہیں۔ اہل یمن حمار قبان اس جانور کو کہتے ہیں جو ٹڈی سے بڑا اور فراش کی قسم سے ہوتا ہے۔ حالانکہ اشتقاق اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا اشتقاق قبن المتناع سے ہو تو اس وقت یہ منصرف ہو گا کیونکہ اس میں نون اصلی ہو گا۔ قبن اسی چیز کو کہتے ہیں جس سے وزن کیا جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ قبان قب سے ماخوذ ہے۔ اسی وجہ سے اہل عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

حمار قبان کا شرعی حکم | یہ جانور اپنے اندر پائے جانے والے خبث کی وجہ سے حرام ہے۔

حمار قبان کے طبی فوائد | حمار قبان کا جھوٹا پانی پینے سے عربوں اور یرقان کی بیماری زائل ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حمار قبان کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر تیسرے دن چڑھنے والے بخار کے مریض کے گلہ میں ڈال دیا جائے تو بخار کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔

حمار قبان کی خواب میں تعبیر | خواب میں حمار قبان کا نظر آنا ارادہ کی پستی اور کمین لوگوں سے اختلاط اور ان کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے۔

الْحَمَام

(کبوتر) بقول جوہری اہل عرب حمام لہ ان تمام پرندوں کو کہتے ہیں جن کے گلے میں قدرتی طور پر کٹھی ہو مثلاً فاختہ، قمری، سلق حر (قری کا نر) قطاء (ٹیزی) و رشان (قری کی ایک قسم) وغیرہ اور لفظ حمام کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر ”ق“

لہ حمام: GEN. COLUMBA مغربی فلسطین میں یہ نام (C. PALUMBUS) کو دیا جاتا ہے۔ مصر میں C. SCKIMPERI اور عمان میں LENSIS TURTUR SENEGA کو حمام کہا جاتا ہے۔ تمام گھریلو کبوتر قسم کلاتا ہے اور TRISORIOS (COLORED - TURTLE - DOVE) کو لہ کتے

داخل کر کے جو حمام استعمال کیا جاتا ہے وہ جس کیلئے ہے تائانیث کے لئے داخل نہیں کی گئی۔ لیکن جوہری کے علاوہ علماء کا خیال ہے کہ حمام کا اطلاق صرف زہر ہوتا ہے اور واحد کے لئے حمامہ آتا ہے۔ حمید بن ثور ہلالی نے اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

وَمَا هَاجَ هَذَا الشَّقُوقُ إِلَّا حَمَمَةً
دَعَتْ سَاقٍ حَرٍّ لَهْ بَرَهَةً فَتَرَنَمًا

ترجمہ:- میرے اس شوق کو نہیں بھڑکایا مگر قمری نے اس نے چھوڑ دیا شرج کو ملتے ہوئے۔ پس دونوں گانے میں مصروف ہو گئے۔
مذکورہ شعر میں حمامہ سے مراد قمری ہے اور صمعی نے قول بالغہ میں یہ شعر کہا ہے۔

وَاحْكُمْ كَحْكُمِ فَتَاةَ الْحَيِ إِذَا نَظَرْتُ
إِلَى حَمَامٍ شَرَّاعٍ وَارِدَ الْمَشَدِّ
ترجمہ:- ”اور حکم دیتا ہوں جیسا کہ قبیلہ کی نوجوان لڑکی نے حکم دیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ کبوتر گھاٹ پر اتر رہے ہیں پانی پینے کے لئے۔“

قَالَتْ أَلَا لَيْتَمَا هَذَا الْحَمَامُ لَنَا
إِلَى حَمَامَتِنَا أَوْ يَصْفُهُ فَقَدْ

ترجمہ:- تو وہ بولی کہ دیکھو تو کسی یہ کبوتر ہیں جو ہمارے کبوتروں میں آٹے ہیں۔

فَحَسْبُوهُ فَالْقَوَّهُ كَمَا زَعَمَتْ
تَسْعَا وَتَسْعِينَ لَمْ يَنْقُصْ وَلَمْ يَزُدْ

ترجمہ:- انہوں ان سب کبوتروں کو شمار کیا تو ننانوے ہوئے نہ ایک کم نہ زائد۔

یہ شہریمامہ کی زرقہ نامی لڑکی تھی جس نے تنگ پہاڑیوں میں قطا جانور کو دیکھ کر کہا تھا کہ کاش یہ جانور ہمارے قبضہ میں ہوتا اور کہا تھا کہ اگر اس کو پکڑ لیا جائے تو ہمارے جانور پوڑے سو ہو جائیں۔ ”اس لڑکی کے کہنے پر اس جانور کا پیچھا کیا گیا مگر جب ان کو گنا گیا تو وہ ۶۶ نکلے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس لڑکی نے اس جانور کو تین دن کی مسافت کے فاصلہ سے دیکھ لیا تھا اور اس کو دیکھ کر اس نے قطاء کے نام سے اس کا نام لیا تھا حالانکہ وہ کبوتر تھے۔

اموی کہتے ہیں کہ وہ پالتو کبوتر جو گھروں میں رہتے ہیں حمام کا اطلاق صرف انہی پر ہوتا ہے اور اپنے قول کی تائید میں عجاج کا شعر پیش کرتے ہیں۔

إِنِّي وَ رَبِّ الْبَلَدِ الْمَحْرَمِ
وَالْقَاطِنَاتِ الْبَيْتِ عِنْدَ زَمْرَمِ

قَوَاطِنَا مَكَّةَ مِنْ وَرَقِ الْحَمَمِ

ترجمہ:- بخدا اور اب خانہ کعبہ کی قسم اور ان کبوتروں کی قسم جو زمرم کے ارد گرد جمع رہتے ہیں اور جنہوں نے اس کو اپنی کثرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے۔

مذکورہ شعر میں شاعر نے حمام ہی مراد لیا ہے۔ حمامہ کی جمع حمامات آتی ہے اور کبھی کبھی مفرد پر بھی حمام کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں۔

لہ ساق حو: TURTLE DOVE لین (LANE) نے اس شعر کے آخری لفظ تو حفو تو نما دیئے ہیں جبکہ مصنف نے ھہ فتور نما ذکر کئے ہیں۔

۴۰ ان اشعار کے لئے کتاب الاغانی ملاحظہ فرمائیں جہاں یہ اشعار قدرے مختلف ذکر کئے گئے ہیں حالانکہ آخری مصرعہ حذف ہو جانے سے مفہوم واضح نہیں ہے۔ آخری مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ اس طرح سو کا عدد مکمل ہو جائے گا جس میں ہمارا کبوتر بھی شامل ہو گا۔

وَ ذَكَرْنِي الصَّبَا بَعْدَ الثَّانِي حَمَامَةٌ إِنَّكَ تَدْعُو حَمَامًا

ترجمہ:- مجھے بچپن یاد دلایا حالانکہ میں لڑکپن سے بہت دور ہو چکا تھا، ٹیلہ کے اس کبوتر نے جو دوسرے کبوتر کو بلارہا تھا۔

ابو حاتم نے کتاب الطیر الکبیر میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ یمام^۱ سے مراد خشکی کا کبوتر ہے۔ اس کا واحد یمامۃ آتا ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں اور ہمارے نزدیک یمام اور حمام میں فرق یہ ہے کہ حمام کی پشت کے متصل دم کے نیچے سفیدی ہوتی ہے اور یمامہ کی دم کے نیچے سفیدی نہیں ہوتی اور نووی نے تحریر نامی کتاب میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ جس جانور کے دائر میں دائرہ (کنٹھی) ہو وہ حمام ہے اور دائرہ سے مراد وہ سرخی یا سیاہی کی دھاری ہے جو ان کی گردن کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اور کسائی کہتے ہیں کہ حمام سے مراد خشکی کا کبوتر ہے اور یمام سے وہ کبوتر مراد ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں یعنی پالتو کبوتر۔ لیکن درست بات وہی ہے جو اصمعی سے نقل کی گئی ہے۔

ازہری نے امام شافعی^۲ سے نقل کیا ہے کہ حمام وہ ہے جو بغیر سانس لئے پانی پئے اور بغیر فصل کے آواز بلند کرے ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ کبوتر کی خاصیت نہیں بلکہ تمام پرندوں کے لئے شرب کے بجائے ”عب“ (بغیر سانس لئے پانی پینا) ہی استعمال ہوتا ہے۔ رافعی اور اشبہ کہتے ہیں کہ بغیر ”هدر“ (بغیر فصل کے آواز بلند کرنا) کے بجائے صرف ”عب“ سے بھی حمام کی تعریف کی جاسکتی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام شافعی نے عیون السائل میں فرمایا ہے کہ جو جانور پانی پینے میں سانس نہ لے بلکہ لگاتار پیتا رہے وہ حمام ہے اور وہ پرندہ جو قطرہ قطرہ پانی پئے جیسے مرغی تو وہ حمام کے اطلاق سے خارج ہے۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ رافعی کے قول میں اشکال ہے۔ کیونکہ عب ہر کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

عَلَى حَوْضٍ نَغْرُ مَكْبُ إِذَا فَتَرَتْ فَتْرَةٌ يَعْثُ وَ حَمَمَاتٌ شُرْبِهِنَّ عِبٌ

ترجمہ:- میں نے اپنے حوض کے کنارے کبوتروں کی غرغروں سنی اور یہ دیکھا کہ وہ پانی پی رہے ہیں ایک ہی سانس میں۔

.. اس شعر میں نغر کو عب سے موصوف کیا گیا ہے باوجود یہ کہ یہ ہدر نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ ہدر کرتا تو حمام میں شامل ہوتا۔ نغر ایک قسم کی چڑیا کا نام ہے اس کا ذکر ان شاء باب النون میں آئے گا۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس طویل بحث کے سمجھانے کے بعد اب میں آپ کے سامنے امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل لغت کا یہ قول پیش کرتا ہوں کہ حمام کا اطلاق ان پرندوں پر بھی ہوتا ہے جو گھروں میں رہتے ہیں اور وہیں بچہ پیدا کرتے ہیں جیسے جنگلی کبوتر۔ اور اسی طرح قمری^۳ اور ساق حرپر بھی۔ نیز فاختہ، دسی قطاء، ورش، کوا اور وحسی پرندوں وغیرہ پر بھی۔ ان میں سے ہر پرندے کا بیان ان سے متعلق باب میں آئے گا۔ اس وقت گفتگو گھر میں رہنے والے حمام سے متعلق ہوگی۔ اس کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) بری (۲) اہلی۔

بری: وہ ہے جو برج وغیرہ میں رہتا ہے اس میں بہت تیزی ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کو بری کہا جاتا ہے۔

اہلی: اس کی کئی قسمیں ہیں اور مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے مثلاً ردا عیت، امرا عیش، عداد سرا، مضرب، قلاب وغیرہ اس کی

اقسام ہیں۔ جس طرح گھوڑوں میں عتاق، برذون، وغیرہ مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ جاحظ کہتے ہیں کہ قتیق کبوتر لوگوں کی مقلاب نسل کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے (مقلاب قسطنطینیہ کے بننے والی ایک قوم تھی جو بعد میں یورپ میں پھیل گئی) حدیث میں حمام کا ذکر:-

ابوداؤد، طبرانی، ابن ماجہ اور ابن حبان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے پھرتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ شیطان، شیطانہ کے پیچھے پھر رہا ہے، اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ شیطان، شیطان کے پیچھے جا رہا ہے۔“

یہی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اس حدیث کا مصداق کبوتر بازوں کو قرار دیا ہے کیونکہ اکثر یہ کبوتر باز، کبوتر اڑانے پکڑنے وغیرہ کے چکر میں مکانوں کی چھتوں وغیرہ پر چڑھ جاتے ہیں جس سے پڑوسیوں کے گھروں کی بے پروگی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اس پر مفصل بحث شرعی احکام کے بیان میں آئے گی۔ نیز یہی نے اسامہ ابن زید کا یہ قول نقل کیا ہے:-

”میں عمر بن عبدالعزیز کے یہاں پہنچا تو وہ اڑانے والے کبوتروں کو فسخ کرنے اور پر قتیق کبوتروں کو چھوڑنے کے لئے فرما رہے تھے۔“

ابن قانع اور طبرانی نے حبیب ابن عبداللہ بن ابی کبشہ سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اترج اور سرخ کبوتر کا دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا۔“

اور حاکم نے تاریخ، نیشاپور، میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے:-

”آپ ﷺ کو سبزی، اترج (نارنجی سنترہ) اور سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔“

ابن قانع اور حافظ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ہلال بن العلاء اور بعض دوسرے حضرات حدیث میں مذکورہ حمام احمر سے مراد سیب لیتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر سرخ کبوتروں کی پسندیدگی کا قصہ حدیث سے ثابت نہیں ہو سکے گا۔ لیکن حافظ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ حمام احمر سے مراد سیب ہیں یہ تفسیر کسی اور سے سننے میں نہیں آئی سوائے ہلال کے، اور بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ کے کاشانہ مبارک میں سرخ کبوتر تھے جنہیں ”وردان“ کہا جاتا ہے۔ ابن سبجی کی کتاب ”عمل الیوم واللیلہ“ میں معاذ بن جبل کی یہ روایت منقول ہے:-

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے گھر میں وحشت محسوس ہوتی ہے تو آپؐ

نے فرمایا کہ کبوتر کا جوڑا پال لو جب وہ بولا کرے (غمر غوں کرے) تو تم ٹھیک اس وقت ذکر اللہ شروع کر دیا کرو۔“

اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن عدی

نے اپنی کتاب ”مکمل“ میں میمون بن موسیٰ کے ترجمہ میں حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے:-

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کے گھبرانے کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ کبوتر پال لو، ان سے انس بھی ہو

گا، ان کے بچے بھی ہوں گے اور یہ اپنی غمر غوں سے تمہیں نماز کے لئے بھی جگائیں گے، یا ایک مرغ پال لو، اس سے بھی

دل بیلے گا اور وہ اپنی بانگ سے تمہیں نماز کے لئے بھی بیدار کرے گا۔“

محمد بن طحان بن میمون بن مہران نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے:-
 ”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پر قبیح کبوتر اپنے گھر میں رکھو، کیونکہ وہ تمہارے بچوں کو جنات کے اثر سے محفوظ رکھیں گے۔“

حضرت عبادہ ابن صام رضی اللہ عنہ یہ روایت کرتے ہیں:-

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صاحب نے دل اچاٹ رہنے کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ کبوتر پال لو۔“
 اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے مگر اس میں راوی صلت بن الجراح ہے جو کہ غیر معروف ہے۔ باقی راوی صحیحین کے رجال

ہیں۔

کابل ابن عدی میں سہل بن فریر کے حالات میں محمد بن المنکدر سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے:-
 ”کعبہ نے خدا تعالیٰ سے شکایت کی کہ میری زیارت کو آنے جانے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم کو اب بھیج رہا ہوں جو تجھ سے ایسا شغف رکھیں گے جیسا کہ کبوتروں کو اپنے بچوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔“

سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث سند کے ساتھ مذکور ہے۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرب قیامت میں ایسے اشخاص ہوں گے جو اپنے سر اور ڈاڑھیوں کو ایسا خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے میں سیاہی ہوتی ہے۔ یہ اشخاص جنت کی ہوا تک نہیں پائیں گے۔ (چونکہ انہوں نے میت میں تغیر کیا اور بالوں کی سفیدی جسے وقار کہا گیا ہے اسے بدلنے کی کوشش کی۔“

کبوتر کی خاص عادتیں | کبوتر کی خاص عادت یہ ہے کہ اگر اس کو ایک ہزار میل کے فاصلہ سے بھی چھوڑا جائے تو یہ اڑ کر اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔ نیز دور دراز ملکوں سے خبریں لاتا اور لے جاتا ہے۔ ان نامہ بر کبوتروں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک دن میں تین تین ہزار فرسخ کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کبھی کسی کا پالتو کبوتر کہیں اور کسی وجہ سے پکڑا گیا اور تین تین سال یا اس سے بھی زیادہ مدت تک اپنے گھر سے غائب رہا مگر باوجود اس طویل غیر حاضری کے وہ اپنے گھر کو نہیں بھولتا اور اپنی ثابت عقل، قوت حافظہ اور کشش گھر پر برابر قائم رہتا ہے اور جب کبھی اس کو موقع ملتا ہے اڑ کر اپنے گھر آ جاتا ہے۔

شکار کرنے والے پرندے اس کی گھٹت میں رہتے ہیں مگر جس قدر یہ باز سے ڈرتا ہے اتنا کسی دوسرے پرندے سے نہیں ڈرتا حالانکہ اس کی پرواز باز سے کافی تیز ہوتی ہے۔ لیکن باز کا خوف اس قدر ہوتا ہے کہ اس کو دیکھتے ہی اس کے بازو ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور اس طرح مرعوب ہو جاتا ہے جیسے گدھا شیر کے سامنے، بکری بھیڑیے کے سامنے اور چوہا بلی کے سامنے بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔

کبوتر کی طبیعت میں ایک عجیب بات یہ ہے جو کہ ابن قتیبہ نے ”عیون الاخبار“ میں شنی بن ظہور سے نقل کی ہے۔ کہتے کہ میں نے مرد اور عورت میں کوئی ایسی خصلت نہیں دیکھی جو کبوتروں میں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے کبوتری کو دیکھا کہ وہ اپنے جوڑے

کے نر کے علاوہ کسی دوسرے نر کو جفتی کی قدرت نہیں دیتی اور نہ ہی نر کسی دوسری کبوتری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ البتہ اگر جوڑے میں سے کوئی ایک مر جائے یا بچھڑ جائے تو بات دوسری ہے اور میں نے ایک خاص بات یہ دیکھی کہ جب کبوتر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو کبوتری فوراً بن سنور جاتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبوتری اپنے نر کے ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے نر کو اپنے پر جفتی کی قدرت دے دیتی ہے لیکن ایسا معاملہ نادر الوقوع ہوتا ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں۔ اور بعض دفعہ کبوتر نر پر چڑھ کر جفتی کرتی ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ اس جفتی سے انڈے تو پیدا ہوتے ہیں مگر ان انڈوں سے بچے نہیں نکلتے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نر نر پر اور مادہ مادہ پر چڑھ جاتے ہیں۔ اور ایک حیرت انگیز بات جو کبوتر اور انسان کے علاوہ کسی اور جاندار میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ کبوتر انسان کی طرح جفتی سے پہلے بوسہ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ جفتی کی خواہش نہ ہونے پر بھی یہ آپس میں بوسہ بازی کرتے رہتے ہیں۔ کبوتر چھ ماہ تک جفتی کرتا ہے اور کبوتری چودہ دن حاملہ رہتی ہے۔ پہلے اور دوسرے انڈے کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فصل ہوتا ہے۔ ایک انڈے سے نر اور ایک سے مادہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دن کے کچھ حصہ میں نر انڈوں پر بیٹھتا ہے اور باقی حصہ میں مادہ انڈوں کو سستی ہے اور انڈے دینے کے بعد اگر کبوتری اپنے خانہ میں نہیں جاتی تو کبوتر مار مار کر اس کو خانہ میں لے جاتا ہے اور مستقل اس کے پیچھے پیچھے پھرتا رہتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے کبوتر کو یہ صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے کہ جب بچہ نکل آتا ہے تو کبوتر شور مٹھی (کھاری مٹی) چبا کر ان کو کھلاتا ہے تاکہ ان کے کھانے کا راستہ صاف ہو جائے۔ فَسُبْحَانَ اللَّطِيفِ الْخَبِيرِ الَّذِي آتَى كُلَّ نَفْسٍ هَذَاهَا (پس پاک ہے وہ ذات جو لطیف و دانا ہے جس نے ہر جاندار کو اس کے مناسب و ضروری ہدایت دی ہے۔)

ارسطو نے کبوتر کی عمر کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عام طور پر کبوتر کی آٹھ سال ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ تحقیق تیرا رب جسے چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے منتخب کرتا ہے (کی تفسیر میں مٹھی وغیرہ نے وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوہاؤں میں سے بکری اور پرندوں میں سے کبوتر کو اختیار کیا ہے۔

مسترشد باللہ کا واقعہ کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ امیر المومنین مسترشد باللہ بن مسلمہ باللہ نے موت سے کچھ دن قبل یہ خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک گندے دار کبوتری ہے۔ پس ایک آنے والے نے خواب میں ہی کہا کہ تمہاری نجات اسی میں ہے۔ جب صبح ہوئی تو خلیفہ نے یہ خواب امام بن سکیئہ سے بیان کیا۔ امام بن سکیئہ نے امیر المومنین سے پوچھا کہ آپ خود اس کی کیا تعبیر لیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں نے تو اس کی تعبیر ابو تمام کے اس شعر سے لی ہے۔

هَنَّ الْحَمَامُ فَإِنْ كَسَرَتْ عِيَاةً مِنْ هَاهُنَّ فَإِنَّهُنَّ حِمَامٌ

ترجمہ:- یہ حمام (کبوتر) ہیں اگر تو فال لینے کی غرض سے ان کی "ح" کو کسرہ دیدے تو حمام یعنی موت ہو جائیں۔

خلیفہ نے یہ شعر پڑھ کر کہا کہ میری نجات میری موت میں چھپی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد ۵۲۹ھ میں خلیفہ مسترشد باللہ قتل کر دیے گئے۔ ان کی خلافت تیرہ سال آٹھ ماہ اور چند دن رہی۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتر نے ایک موتی نکل لیا اور پھر وہ موتی اس کے پیٹ سے بڑا ہو کر نکلا۔ اس کے بعد ایک دوسرا کبوتر دیکھا اس نے بھی ایک

موتی نکل لیا مگر اس کے پیٹ سے وہ موتی چھوٹا ہو کر نکلا۔ حسن بصری حدیث کو سن کر اس خواب کی تعبیر دی کہ وہ موتی جو پیٹ سے بڑا ہو کر ہو نکلا اس سے مراد امام حسن بصریؒ ہیں۔ حسن بصری حدیث سنیں گے اور اپنی زبان سے اس میں جدت پیدا کریں گے اور اپنے مواعظ کے ذریعے اس میں تسلسل پیدا کر دیں گے۔ یعنی کسی بات کو سن کر اسے اپنی منطق سے عمدہ بنا لیتے ہیں اور پھر اس میں اپنی نصح شامل کر لیتے ہیں اور دوسرا موتی جوں کا توں نکلا اس سے مراد قتادہ ہیں جو حدیث کے بہترین حافظ ہیں اور عظیم حافظہ کے مالک ہیں اور تیسرا موتی جو چھوٹا ہو کر نکلا اس سے مراد خود ابن سیرین ہیں۔ کیونکہ وہ حدیث کو سنتا ہے۔ مگر اس کو مختصر کر دیتا ہے یعنی جو بات سنتے ہیں اس کو کم کے بیان کر دیتے ہیں۔

ابن خلکان نے محمد ابن سیرینؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں پڑوسی کی کبوتری پکڑی اور اس کے بازو توڑ دیئے۔ یہ سن کر ابن سیرین کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ آگے بیان کر! پھر اس شخص نے کہا کہ اس کے بعد ایک سیاہ کو آیا اور میرے مکان کی پشت پر بیٹھ گیا اور پھر اس کوے نے مکان میں نقب (پاڑ) لگائی اور اس میں گھس گیا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے پورا خواب سن کر فرمایا کہ کس قدر جلد تیرے رب نے تجھ کو تنبیہ فرمادی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی کے پاس ناجائز طور پر آتا جاتا ہے اور وہ کالا کو ایک حبشی غلام ہے جو تیری بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن سیرینؒ براز تھے اور خادم النبی ﷺ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور آپ کسی قرض کی وجہ سے جو آپ کے ذمہ تھا قید کر دیئے گئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو معلوم ہے کہ کس وجہ سے میں نے یہ قید کائی؟ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مفلس شخص کو چالیس سال تک ”اے مفلس“ کہہ کر پکارتا رہا۔ امام ابن سیرینؒ مشہور تابعین میں سے ہیں۔ آپ کو خواب کی تعبیر دینے کی مہارت تھی۔ روایت ہے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت صبح کا ناشتہ کر رہے تھے۔ اس عورت نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ چاند ثریا میں داخل ہو گیا اور ایک پکارنے والے نے میرے پیچھے سے پکار کر کہا کہ ابن سیرین کے پاس جا کر ان سے یہ خواب بیان کر۔ یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ اپنا پیٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی بہن نے آپ سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس عورت کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میں سات دن میں مرجاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سات دن کے بعد ۱۱ھ میں امام حسن بصریؒ کی وفات کے سو دن بعد آپ کی بھی وفات ہو گئی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یہی کتاب ”شعب الایمان“ میں حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کبوتر بازی قوم لوط کا شغل تھا۔ اور امام نخعی کا قول ہے کہ کبوتر بازی (یعنی جو شرط پر کبوتر اڑائے اور ہار جیت پر کچھ معاوضہ لے یا دے) موت تب تک نہیں آئے گی جب تک کہ وہ فقر و فاقہ کی تکلیف نہ جھیل لے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو ضرور زندگی میں شدید مفلسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

بزار نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکزی نے غار کے منہ پر جالاتن دیا اور جنگلی کبوتر کا ایک جوڑا آ کر غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور یہ وہ واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے وقت غار ثور میں آنحضور ﷺ کی مشرکین سے حفاظت فرمائی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کفار جو کہ آپؐ کی تلاش میں غار تک پہنچ گئے تھے مگر مکزی کے جالے اور کبوتروں کو دیکھ کر ناکام واپس آ

گئے۔ حرم بیت اللہ شریف کے تمام کبوتر اسی غار ثور کے جوڑے کی نسل سے ہیں۔ ابن وہب نے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن کبوتروں نے آپ ﷺ پر سایہ کر لیا تھا تو آپ نے ان کے لئے دعاء برکت فرمائی تھی۔ طبرانی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”آنحضور ﷺ یہ آیت بکثرت تلاوت فرماتے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”جو خدا تعالیٰ سے ڈریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پریشانی میں خلاصی کی شکل پیدا فرما دیتے ہیں اور اسے وہاں سے رزق دیں گے جہاں سے اسے رزق ملنے کا تصور تک نہیں ہو گا اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں۔“ آپ اس آیت کو بار بار تلاوت فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے سنتے سنتے اونگھ آگئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ابوذر! اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں حرم میں چلا جاؤں گا اور وہاں ایسا گوشہ نشین ہو جاؤں گا جیسا کہ وہاں کے کبوتر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مکہ سے بھی نکالے گئے تو میں نے عرض کیا کہ فلسطین اور بیت المقدس کی راہ لوں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے تو میں نے عرض کیا کہ اگر یہ صورت حال برابر چلتی رہی تو پھر میں مقابلہ کے لئے تلوار اٹھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ابوذر! اس سے اچھی ایک بات میں بتاؤں؟ تم تلوار کبھی نہ اٹھانا امیر وقت کی اطاعت میں لگے رہنا، اگرچہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر بن جائے۔“

بخاری شریف میں اس پوری روایت کا ایک ٹکڑا آیا ہے اور ابن ماجہ میں اس روایت کا صرف ابتدائی حصہ ہے۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کو کبوتر اور کبوتر بازی کا شوق تھا۔ چنانچہ ان کے سامنے کسی نے نذرانے میں کبوتر پیش کئے تو اس وقت خلیفہ کے پاس قاضی ابوالنختری بھی بیٹھے تھے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے ایک حدیث بیان کی:-

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بازی (یعنی ہار جیت) صرف ان جانوروں میں ہے۔ جس کے خف (گدی) جافر (سم) یا جناح (بازو) ہوں یعنی گھوڑے، اونٹ اور کبوتر وغیرہ میں بازی وغیرہ میں بازی جائز ہے اور جانوروں میں نہیں۔“

قاضی ابوالنختری نے اس حدیث میں ہارون رشید کو خوش کرنے کے لئے او جناح اپنی طرف سے بڑھادیا۔ اس پر ہارون رشید نے ابوالنختری کو کافی انعام دیا اور جب ابوالبحری چلا گیا تو ہارون رشید نے کہا کہ بخدا میں جانتا ہوں کہ اس ظالم نے کبوتر کا تذکرہ کر کے آنحضور ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور پھر فوراً حکم دیا کہ ان کبوتروں کو ذبح کر دیا جائے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کبوتروں کا کیا قصور تھا؟ جو ذبح کر دیئے گئے تو خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ انہی کی وجہ سے آپ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔

چنانچہ ابوالنختری کے اس جھوٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء نے ان کی روایت کردہ تمام احادیث کو ترک کر دیا۔ ابوالنختری مدینہ کے قاضی تھے۔ اس عہدہ پر ان کا تقرر بکار بن عبد اللہ الزہیری کے بعد ہوا تھا۔ پھر امام ابو یوسف کی وفات کے بعد ان کو شہر بغداد کا قاضی بنادیا گیا تھا۔ مختصری، مختصر سے ماخوذ ہے جس کے معنی تکبر اور غرور کے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ابوالنختری کو ابوالنختری (یعنی خاکی جگہ) لکھ دیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے ابوالنختری (حاء سے) ایک مشہور شاعر گزرا ہے۔ قاضی ابوالنختری کی وفات مامون رشید کے دور خلافت میں ۲۰۰ھ میں ہوئی۔

ابن ابی شیمہ اور شیخ تقی الدین فہرستی ان تراج میں لکھتے ہیں کہ کبوتر کی حدیث وضع کرنے والا ابوالنختری نہیں بلکہ غیاث ابن

ابن قتیبہ فرماتے کہ ابوالبختری کا اصل نام وہب بن وہب تھا۔ یعنی تین پشت تک برابر ایک ہی نام چلتا رہا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہی ترتیب اسماء دوسرے معنوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً شاہان فارس میں بہرام بن بہرام، تابعین میں حسن بن حسن بن حسن اور غان میں اس کی مثال حرث الصفر بن الحرث الاعرج بن الحرث الاکبر اور متاخرین میں اس کی مثال الفزالی محمد بن محمد بن جو کہ امام غزالیؒ کا نام تھا۔

شیخ ابو الحسن شاذلی علیہ الرحمہ کا خواب | شیخ عارف باللہ ابو الحسن شاذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضور ﷺ کی زیارت کی۔ اس حال میں کہ آپؐ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام سے امام غزالی کے بارے میں مفاخرت کر رہے ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں کہ کیا آپؐ دونوں صاحبان کی امت میں ان جیسا (امام غزالی کی طرف اشارہ کر کے) عالم ہوا ہے؟ اس کا جواب آپؐ دونوں صاحبان نے نفی میں دیا۔

شیخ الامام عارف باللہ استاذ رکن الشریعت والحقیت ابو العباس المرسی نے امام غزالی کا ذکر فرماتے ہوئے آپؐ کے لئے صدیقیت عظمیٰ کی شہادت دی ہے۔ شیخ جمال الدین دسنوی نے اپنی کتب ”المہمات“ میں امام غزالیؒ کی بڑے اچھے الفاظ میں تعریف فرمائی ہے وہ الفاظ یہ ہیں:-

”آپؐ ہر موجود کے لئے قطب الوجود و خلاصہ اہل الایمان و بطریق کے روح رواں تھے جو ان کو رضائے رحمن تک پہنچاتی تھی۔ آپؐ کے وسیلہ سے ہر صدیق، اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکتا تھا۔ آپؐ سے وہی شخص بغض رکھ سکتا ہے جو کہ لحد یا زندیق۔ آپؐ اپنے زمانے کے مشاہیر میں منفرد تھے اور کوئی شخص آپؐ کے ہم سر نہیں تھا۔“

حجت الاسلام زین الدین محمد الغزالی بغداد میں مدرسہ نظامیہ کے طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہ سلسلہ ختم کر کے شام چلے گئے اور دمشق کے راویۃ الجامع (جامع مسجد) میں قیام فرمایا۔ پھر بیت المقدس چلے گئے۔ اس کے بعد مصر کا قصد کر کے اسکندریہ میں عرصہ تک مقیم رہے۔ اس کے بعد آپؐ اپنے وطن طوس پہنچ گئے۔ طوس سے پھر نیشاپور پہنچے اور وہاں کے مدرسہ نظامیہ میں درس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ پھر تدریس چھوڑ کر دوبارہ طوس آگئے اور صوفیاء کے لیے ایک خانقاہ قائم فرمائی اور اس میں آپؐ کا وقت تلاوت کلام پاک، وظائف الخیرات اور صحبت صالحین اور عبادت میں صرف ہوتا ہے اور ایک طرح سے آپؐ نے فرد کو ان چیزوں کے لیے وقف کر دیا اور دنیا سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی۔

آپؐ کو علم دین میں تبحر حاصل تھا۔ آپؐ کی تصانیف و تالیف کردہ کتابیں بہت مفید ہیں۔ خصوصاً احیاء علوم الدین سے کوئی طالب آخرت بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ آپؐ کی وفات جمادی الآخرہ ۵۰۵ھ میں بمقام طوس واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ شرف الدین بن عنین ایک مرتبہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر تھے کہ پانک ایک کبوتری آپؐ کے پاس آکر گری اور اس کبوتری کا پیچھا کوئی درندہ پرندہ کر رہا تھا۔ لیکن جب یہ کبوتری گر گئی تو وہ پرندہ واپس ہو گیا۔ لیکن اس پرندہ کے خوف سے کبوتری اڑنے سکی اور نہ اس میں اڑنے کی ہمت و طاقت تھی۔ جب امام صاحب درس سے فارغ ہوئے تو آپؐ اس کبوتری کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور اس پر ترس کھانے لگے۔ پھر آپؐ نے اس کو ہاتھ میں اٹھالیا اس پر الیاس نے فی البدیہہ چند اشعار کہے جن میں سے تین اشعار یہ ہیں:-

مِنْ نَبَاءِ الْوُزْقَاعِ اِنْ مَجْلِسَكُمْ حَرَمٌ وَانَّا لَمُجْلَبَاءٌ لِلْخَائِفِ
ترجمہ:- کبوتری کا واقعہ یہ ہے کہ تمہاری مجلس اس کے لیے حرم ثابت ہوئی اور تم خود خوف زدہ چیزوں کے لیے جائے پناہ ثابت ہوئے۔

وَ قَدْ ثَبَّتْ عَلَيْكَ وَ قَدْ ثَبَّتْ لِي حَقَّقَهَا فَحَبُّونَهَا بِبَقَائِهَا الْمُسْتَأْنِفِ
ترجمہ:- یہ کبوتری آپ کے پاس (بطور پناہ گزین) حاضر ہوئی۔ در آنحالیکہ اس کی موت قریب آگئی تھی، لہذا آپ کے ہاتھ میں لینے سے نئے سرے سے زندگی ملی۔

وَ لَوْ اَنَّهَا تُحِبُّ بِمَالٍ لَانْتَشَتْ مِنْ رَاحَتِكَ مَنَابِلُ مُتَصَاعِفٍ
ترجمہ:- اگر تو بجائے زندگی کے مال کا تحفہ دیتا تو البتہ وہ لوتی اور تیرے دونوں ہاتھوں سے دو گنا عطیہ لیتے ہوئے۔
اشرف بن عنین اور حاکم دمشق ملک معظم عیسیٰ بن ملک عادل ابو بکر بن ایوب کے دو میان دوستانہ تعلقات تھے اور ان دونوں کے درمیان بہت سے ایسے معاملات ہوتے رہتے تھے جو ملک معظم کے حسن سلوک پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابن عنین کو تیز بخار ہو گیا تو اس نے ملک معظم کو یہ عبارت لکھ کر بھیجی:-

انظر اِلَى بَعِيْنٍ مَوْلَى لَمْ يَزَلْ يُؤَلِّى التَّدْيِ وَ تَلَا فِ قَبْلِ تَلَا فِ
اَنَا كَالَّذِي اَحْتَاجُ مَا يَخْتِاجُهُ فَاَغْنِمْ ثَنَائِي وَ الثُّوَابَ الْوَافِي

یعنی آپ مجھے اس آنکھ سے دیکھیں جس سے آقا اپنے غلام کو دیکھتا ہے۔ اس لیے مجھے اپنی سخاوت کی بارشوں سے تر کیجئے۔ اس سے پہلے کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ دیکھئے آپ بھی محتاج ہیں اور میں بھی محتاج ہوں۔ مگر دونوں کی ضرورتوں میں فرق ہے۔ آپ تعریف کے محتاج ہیں اور میں اس تعریف کے بدلہ کی ضرورت رکھتا ہوں۔

یہ پیغام پہنچتے ہی ملک معظم بنفس نفیس ابن عنین کی عیادت کو تشریف لائے اور ان کو تین سو دینار عطا فرمائے۔ اور کہا کہ یہ تو صلہ ہے اور عائد یعنی عیادت کرنے والا یا بار بار عطا کرنے والا میں ہوں۔ ملک کے اس قول: هَذِهِ الْبَصْلَةُ وَ اَنَا الْغَائِذُ کی کئی تاویس کی گئیں ہیں۔ کیونکہ اسم موصول صلہ اور ضمیر عائد کو چاہتا ہے۔ پس صلہ یہاں وہ مال ہے جو اس کو ملا اور عائد دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ میں لوٹوں گا دوبارہ تیرے پاس (بار بار) صلہ لے کر پس تو خوش ہو جا اور دوسرے یہ کہ عائد عاد یَعُوذُ عِبَادَةً سے مشتق ہو۔

ملک معظم نہایت عاقل و فاضل، بہادر اور حنفی المذہب تھے۔ ان کو فن ادب سے خاص دلچسپی تھی، یہاں تک کہ آپ نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص زنجشیری کی کتاب ”مفصل“ کو مکمل حفظ کر لے گا۔ اس کو سو دینار انعام دیئے جائیں گے اور ایک قیمتی جوڑا عنایت کیا جائے گا۔ چنانچہ اس انعام کے لالچ میں بہت سے لوگوں نے اس کتاب کو حفظ کر لیا۔ ملک معظم نے ۲۲۳ھ میں وفات پائی پائی اور امام رازی علیہ الرحمہ نے ۶۰۶ھ میں عید الفطر کے دن وفات پائی۔

فائدہ:- بعض حکماء کا قول ہے کہ ہر انسان اپنے ہم شکل کی طرف راغب ہوتا ہے جس طرح ہر پرندہ اپنے ہم جنس کی طرف راغب ہوتا ہے۔ یعنی ہر انسان مع اپنی شکل کے ایسا ہے جیسا کہ ہر پرندہ مع اپنی جنس کے، مطلب یہ کہ انسانوں میں جو امتیاز باعتبار شکل ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پرندوں میں جنس کا اختلاف ہوتا ہے۔ مالک بن دینار فرمایا کرتے تھے کہ دس شخصوں

میں دو ضرور ہوں گے ایسے کہ اگر ایک میں کوئی وصف ہو گا تو دوسرے میں وہ نہیں ہو گا کیونکہ لوگوں کی شکلوں میں وہ اختلاف موجود ہے جو پرندوں میں جنس سے ہوتا ہے۔ اگر پرندوں کی دو نوع میں طیران (اڑان) میں اتفاق ہو بھی جاتا ہے تو ان دونوں میں کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک دن ایک کبوتر کو کوئے کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ کو ان کی یکجائی پر بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ تو مختلف الاشکال تھے۔ لیکن وہ چلے تو لنگڑاتے ہوئے چلے۔

یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ان کی یکجائی کی وجہ یہ (لنگڑاپن) ہی ہے۔ ہر انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے ہم شکل سے مانوس ہوتا ہے۔ اگر بالفرض دو شخص جن میں کسی قسم کی مناسبت نہ ہو اور وہ کچھ دیر کے لیے ساتھ بیٹھ جائیں تو لازمی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

وَ قَائِلٌ كَيْفَ تَفَرَّقْتُمَا فَقُلْتُ قَوْلًا فِيهِ انْصَافٌ

ترجمہ:- کسی کہنے والے نے دریافت کیا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے کیسے جدا ہو گئے، تو میں نے کہا کہ میں ایک پتہ کی بات بتاتا ہوں۔

لَمْ يَكْ مِنْ شَكْلٍ ففارقته وَ النَّاسَ أَشْكَالٌ وَ آلاَفٌ

ترجمہ:- جدائی کی وجہ یہ ہے کہ یہ میرے ہم شکل نہیں تھے۔ لوگ مختلف شکلوں کے ہوتے ہیں اور وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔“^۱
امام احمد نے زہد میں یزید بن میسرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اللہ کی محبت میں کبوتر کی طرح مست ہونے کی استطاعت رکھتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔ کہا جاتا ہے کہ کبوتر سے زیادہ بیوقوف یا مست کوئی دوسرا حیوان نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ اس کے بچے اس کے گھونسلے سے پکڑ کر فزع کر دیئے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ اسی جگہ آکر انڈے دے دیتا ہے اور وہیں بچہ نکالتا ہے۔

کبوتر کا شرعی حکم | کبوتر بالاتفاق حلال ہے۔ کیونکہ یہ طہیبات میں سے ہے اور اس وجہ سے شریعت نے اس پر بکری کا ضمان دوست ہوتے ہیں اور انسان دوست بھی، یہ تو ایک وجہ ہوئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ (اور یہی وجہ زیادہ قوی ہے) کہ ہمیں معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبوتر اور انسان میں کیا مشابہت پائی۔ البتہ ہمیں حکم کبوتر کے مارنے کی صورت میں مکمل جزا کا دیا۔ پس ہم تو اسی حکم پر عمل کریں گے اور اگر ہم یہ کہیں کہ مسئلہ عمل کرنے کا ہے نہ کہ علت کو دریافت کرنے کا، تو پھر بکری جزا میں آتی چاہیے جیسا کہ آپ کا حکم ہے اور اگر بنیاد کبوتر اور انسان کے درمیان مشابہت کو قرار دی جائے تو قیمت واجب ہونی چاہیے۔

امام نوویؒ نے ”روضہ“ میں اس مسئلہ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس سلسلہ میں اختلاف لفظی ہے اور اس اختلاف کا کوئی نتیجہ نہیں۔ کبوتر اور ہر اس جانور کے انڈے جس کا شکار محرم کے لیے حرام ہو، حرام ہے۔ چنانچہ اگر محرم کسی ایسے جانور کے انڈے ضائع کر دے تو اس پر ضمان واجب ہو گا۔ ہمارا اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ البتہ مزنی اور بعض اصحاب داؤد کا

^۱ عربی کے اشعار کے ہم معنی فارسی کا یہ شعر بھی ہے۔

مشکل یہ ہے کہ انڈوں میں کوئی ضمان نہیں۔ امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ انڈے کا ضمان جانور کی قیمت کا دسواں حصہ ہے۔

ابن المنذر فرماتے ہیں کہ حمام کے انڈے کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور عطاء یہ فرماتے ہیں کہ دو انڈوں کا ضمان ایک درہم ہے۔ زہریؒ اور امام شافعیؒ اور ابو ثور فرماتے ہیں کہ انڈے میں جانور کی قیمت واجب ہے۔ بیض نعام میں ان شاء اللہ اس کا حکم آئے گا۔ اور اس کے شکار کا حکم یہ ہے کہ اگر کبوتروں کے ساتھ کوئی خاص علاقہ کا کبوتر شریک ہو گیا تو اس کبوتر کا شکار صرف اس علاقہ میں جائز ہو گا اور اگر برج میں رہنے والے کبوتروں کے ساتھ کسی دوسرے علاقے کے کبوتر بھی شریک ہو گئے تو اب اس کے شکار کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ اصح قول جواز کا ہے۔ برج کے کبوتر کی بیع کا حکم حوض میں مچھلی کی بیع کے مانند ہے۔ مچھلی کا بیان ان شاء اللہ باب السین میں آئے گا۔ اگر کوئی کبوتر فروخت کر دے اس حال میں کہ وہ اڑ رہا ہو اس بنیاد پر کہ اس کی عادت لوٹ کر واپس آنے کی ہے تو اس مسئلہ میں بھی دو رائیں ہیں۔ ان میں اصح رائے امام شافعیؒ کی جواز کی رائے ہے۔ اور وہ اس کو اس غلام پر قیاس کرتے ہیں جس کو آقاؐ کسی کام کے لیے کہیں بھیج دے۔ جمہور علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ مراۓ سے منقول ہے اور علماء عراق حمام کی ہر نوع کو ایک مستقل جنس شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کبوتر ایک جنس ہے، قمری ایک الگ جنس اور فاخہ بھی ایک جنس ہے۔ انڈوں اور بچوں کے لیے کبوتر پالنا اسی طرح انسیت یا پیغام رسانی کے لیے کبوتر پالنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

کبوتروں سے کھیلنا اور ان کو اڑانا اور مقابلہ بازی کرنا بعض اس کو بغیر کسی کراہت کے جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ جنگ وغیرہ میں پیغام رسانی کے لیے اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اصح بات یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے بوجہ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کے جو گذشتہ صفحات پر گزری ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ شیطان يتبع شیطانہ۔ ابن حبان اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کبوتر باز کو شیطان اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس میں مشغول ہونے کے بعد انسان لغویات اور معصیت سے محفوظ نہیں رہتا اور عاصی پر شیطان کا اطلاق بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: شَیْطَانِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ کبوتر پر شیطان کا اطلاق صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ موجب گمراہی بن رہا ہے۔ محض کبوتر سے کھیلنے کی بنیاد پر کسی شخص کو مردود الشہادت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ مردود الشہادت ہو جائے گا۔ اگر اس کھیل کو جوئے وغیرہ کے مانند بنالیں تو بالافتاق ایسے شخص کی شہادت ناقابل قبول ہو جائے گی۔

مالک بن انس کا قصہ | ابو محمد راہمرزی نے اپنی کتاب المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی میں مصعب بن زہیری سے نقل کیا ہے کہ میں نے مالک بن انسؒ سے سنا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں اس شان کو یعنی حدیث کو پسند کرتے ہو اور طلب کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں تو انس نے فرمایا کہ اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہیں فائدہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ ذریعے لوگوں کو نفع پہنچائیں تو حدیث کی روایت تو کم کرو البتہ اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔

کہتے ہیں کہ ابن مالک ایک مرتبہ چھت سے نیچے اتر رہے تھے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں ایک کبوتر تھا جس کو وہ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن لوگوں نے کبوتر کو دیکھ لیا اور جب مالک کے علم میں یہ بات آگئی کہ لوگوں نے کبوتر کو دیکھ لیا ہے تو کہنے لگے کہ ادب اللہ کا ادب ہے نہ کہ والدین کا، اور خیر اللہ تعالیٰ کی خیر ہے نہ کہ والدین کی، نیز انہی سے منقول ہے کہ یحییٰ ابن مالک ابن انس آتے جاتے رہتے تھے لیکن ہمارے ساتھ اپنے والد کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ پس ایک دن ان کے والد نے ان کو دیکھا اور

اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا کہ مجھے یہ طریقہ بہت پسند ہے جو وراثت میں نہیں ملتا۔ پھر فرمایا کہ کسی نے اپنے والد کا مقام نہیں سنبھلا سوائے عبدالرحمن بن قاسم محمد بن ابوبکرؓ کے۔ عبدالرحمن اپنے زمانے میں سب سے افضل انسان تھے اور ان کے والد اپنے زمانہ میں اور ان کے والد اپنے زمانہ میں۔

امام بخاریؒ نے مناسک میں فرمایا ہے کہ ہم سے علی ابن عبداللہ نے بیان کیا اور علی کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اور سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن ابن قاسم نے بیان کیا جو اپنے زمانہ کے افضل ترین انسان تھے اور انہوں نے اپنے والد سے سنا جو اپنے زمانہ کے افضل ترین انسان تھے وہ کہتے ہیں کہ:-

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کے اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو ملی ہے۔“

عبدالرحمن بن قاسم کی جلالت شان، آپ کی امامت، تقویٰ، زہد اور کثرت علم پر تمام لوگ متفق ہیں، آپ کی پیدائش حضرت عائشہؓ کی زندگی میں ہوئی اور ۱۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔

امیر المومنین منصور کا واقعہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور عباسی نے حضرت عبدالرحمن سے کہا کہ مجھے آپ کچھ نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے بوقت وفات گیارہ لڑکے چھوڑے اور ترکہ میں سترہ دینار، جن میں سے پانچ دینار کا کپڑا کفن کے لیے خرید لیا اور دو دینار سے قبر کے لیے زمین خریدی گئی اور جو دینار باقی بچے وہ لڑکوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر ایک لڑکے کے حصہ میں انیس درہم آئے۔ جب ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو اس نے بھی گیارہ لڑکے ہی چھوڑے اور ہر لڑکے کو باپ کے ترکہ میں سے دس دس لاکھ درہم ملے۔ میں نے اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سو گھوڑے بھیجے جب کہ ہشام کی اولاد میں سے ایک کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا لہذا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہو گئے اور ان کو غنی کر دیا۔ اور ہشام نے اس کے برخلاف اپنے بیٹوں کو دنیا کے سپرد کر دیا تھا لہذا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقیر بنا دیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کبوتر کی بیٹ اور ماکول وغیرہ ماکول چوپائوں کی لید و گوبر وغیرہ کی بیج باطل ہے اور اس سے حاصل ہونے والی قیمت حرام ہے۔ یہ مذہب شوافع کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ گوبر وغیرہ کی بیج کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ میں ہر جگہ کے لوگ بغیر کسی انکار کے اس کی بیج پر متفق ہیں۔ نیز اس وجہ سے بھی اس کی بیج جائز ہے کہ اس سے انتفاع جائز ہے لہذا دیگر تمام اشیاء کی طرح اس کی بیج بھی جائز ہونی چاہیے۔ امام شافعیؒ علیہ الرحمہ اپنے مسلک کو مدلل کرنے کے لیے یہ حدیث پیش کرتے ہیں:-

”حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی چیز حرام فرمادیتا ہے تو اس کی ثمن کو حرام فرماتا ہے۔“

یہ حدیث تمام اشیاء کو عام ہے سوائے ان چیزوں کے جو کسی دلیل کی بناء پر اس حدیث کے حکم سے خارج ہو گئی جیسے گدھا وغیرہ۔ امام شافعیؒ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ جنس العین ہے لہذا عذرہ (باخانہ) کی طرح اس کی بیج بھی جائز نہیں۔ کیونکہ باوجود انتفاع کے عذرہ (باخانہ) کی بیج کے عدم جواز پر سب لوگ متفق ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گوبر وغیرہ کی بیع جاہل اور ذلیل قسم کے لوگ کرتے ہیں اور ان کا فعل اسلام میں حجت نہیں بن سکتا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس سے انقلاع کی وجہ سے یہ دیگر اشیاء کے مثل ہو گیا تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ گوبر نجس ہے اور دیگر اشیاء سے انقلاع جائز ہے۔

کبوتر کی ضرب الامثال اور کہاوتیں | اہل عرب امن و امان کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں امن من حمام الحرم۔ یعنی کیا حرم کے کبوتر سے زیادہ مامون ہے اور کسی سے محبت کے لیے بولتے ہیں۔ ”أَلْفٌ مِنْ حَمَامٍ مَكَّةَ“ ”کہ مکہ کے کبوتروں سے زیادہ محبت کرنے والا۔“ اور کسی کی بری خصلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”أَتَقَلَّدُهَا طَوْقَ الْحَمَامَةِ“ یعنی اس نے بری عادت کو اس طرح اپنے اندر پوست کر لیا ہے کہ اب وہ اس سے جدا نہیں ہوگی۔ جس طرح حمامتہ (کبوتر) کے گلہ سے اس کا دائرہ زائل نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال قرآن پاک میں بھی ہے:

وَكُلُّ إِنْسَانٍ لِرَؤْمَانِهِ ظَلِيمٌ فِي عُنُقِهِ (الایہ)

”یعنی ہر انسان کا نامہ اعمال اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا جو قطعاً جدا نہیں ہوگا۔“

زمنخشیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آگے اس آیت میں ”حسبنا“ کیوں فرمایا گیا تو اس کا میں یہ جواب دوں گا کہ انسان اس وقت بمنزل شاہد داین کے ہو گا کیونکہ یہ امور ایسے ہیں کہ عموماً لوگوں کو سوچنے جاتے ہیں۔ تو گویا آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اپنے نفس کے لیے سب سے بہترین حساب کرنے والا خود وہی نفس ہے۔ حضرت حسن بصریؒ جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ اے ابن آدم اپنے بہترین حساب کرنے والا خود وہی نفس ہے۔ حضرت حسن بصریؒ جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ اے ابن آدم اپنے نفس کے ساتھ انصاف کر، اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیرے نفس کا حساب لینے والا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی اور ان کے اعمال ان پر اس طرح چپکا دیئے جائیں گے جس طرح طوق گردن میں۔ ”نیز کہا جاتا ہے طوق فلان عملہ طوق الحمامة۔ یعنی اس کے اعمال کی جزا ضروری ہے۔“

امام احمد نے زہد میں مطرف سے یہ مثال نقل کی ہے۔ قَالَ إِذَا نَامَتْ فَلَا تَحْسَبُونَنِي لَكِن يَجْتَمِعُ النَّاسُ فَأَطَوَّقَهُمْ طَوْقُ الْحَمَامَةِ۔ ”کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے کسی حیثیت میں نہ رکھنا بلکہ لوگوں کو جمع کرنا تو میں انہیں ایسا لپٹ جاؤں گا جیسا کہ طوق (دائرہ) کبوتر کی گردن میں۔“

انہی معنی میں سفیان کے لیے عبد اللہ بن جحش کے یہ شعر ہیں۔

أَبْلَغُ أَبَا سَفْيَانَ عَنْ أَمْرِ عَوَاقِبِهِ نَدَامَةٌ
ترجمہ:- ابو سفیان کو بتاؤ کہ اس کے معاملات کا انجام ندامت ہے۔

دَارِ ابْنِ عَمَلِكَ بِعَتَهَا تَقْضِي بِهَا عَنْكَ الْغَرَامَةُ
ترجمہ:- تیرے چچا کے بیٹے کا مکان میں نے فروخت کر دیا جس سے قرض خواہوں کا قرضہ اتارا جائے گا۔

وَ حَلِيفَتُكُمْ بِاللَّهِ رَبِّ النَّاسِ مُجْتَهِدُ الْقَسَامَةِ
ترجمہ:- اور تمہارا واقعی مددگار خدا ہے جو لوگوں کا رب ہے اور جو وارثین میں تقسیم کا ذمہ دار ہے۔

إِذْهَبْ بِهَا إِذْهَبَا بِهَا طَوَّقَتْهَا طَوْقُ الْحَمَامَةِ

ترجمہ:- یہ فیصلہ گھر کی فروختگی کا میں نے ایسے قلعی انداز میں کر دیا جیسا کہ کبوتر کے گردن کا طوق، یعنی اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔“

امام ابو عبد الرحمن سیلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مثال نبی کریم ﷺ کے اس قول سے لی گئی ہے:-
”جس کسی نے کسی کی ایک بالشت برابر زمین بھی ہڑپ کر لی تو قیامت کے دن اس کی گردن میں ساتوں زمین طوق کی طرح ڈال دی جائیں گی۔“

(۱) شاعر کا قول طوق الحمامة اس وجہ سے ہے کہ اس کا طوق (دائرہ، کنتھی) کبھی اس کے گلے میں نہیں نکلتا جس طرح کہ کوئی انسان کوئی ہار پہن لے۔ اس شعر میں جو اشارات کی حلاوت اور استعارات کی ملاحیت ہے وہ بہت کم کلام میں ملتی ہے۔ شاعر کا قول طوق الحمامہ میں ان لوگوں کا رد بھی ہے جو آپ کے قول طوقہ من سبع ارضین کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ طاقت سے ماخوذ ہے طوق سے نہیں۔

خطابی نے بھی اپنے ایک قول میں اس تاویل کو اختیار کیا ہے باوجودیکہ بخاری میں ہے خسف به الی سبع ارضین اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت منقول ہے:-

”کہ جس نے ایک بالشت برابر زمین کی ہڑپ کی تو اس کے گلے میں ساتوں زمین ہنسی کی طرح پہنا دی جائیں گی۔“
اسی طرح عرب کہتے ہیں اخرق من حمامة یعنی بہت زیادہ کمزور یا کبوتر سے بھی زیادہ کمزور۔ یہ مثال اس لیے دی جاتی ہے کہ کبوتر اپنے گھونسلہ کو مضبوط نہیں بناتا۔ بسا اوقات یہ درخت کی ایسی شاخ پر گھونسلہ بناتا ہے جہاں سے ہوا سے گر کر اس کے انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی کے ہم مثل شاعر عبید بن الابرص کے یہ شعر ہیں:-

عِوَا بِأَمْرِهِمْ كَمَا عَيَّبَتْ بَيْنِيضُهَا الْحُمَامَةُ

ترجمہ:- وہ اپنے کاموں میں ایسے عاجز رہ گئے جیسا کہ کبوتر اپنے انڈوں کی حفاظت میں رہ جاتا ہے۔“

جَعَلَتْ لَهَا غُودَيْنِ مِنْ بَشِيمٍ لَهُ وَ آخِرُ مِنْ ثَمَامَةٍ

ترجمہ:- چونکہ کبوتر چند تنکوں سے اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور وہ تنکے بھی بہت کمزور ہوتے ہیں۔“

حمام (کبوتر) کے طبی فوائد | اگر کسی شخص کے اعضاء شل ہو جائیں (یا لقوہ، فالج) کا اثر ہو جائے تو ایسے شخص کو کسی ایسی جگہ جہاں کبوتر رہتے ہوں یا کبوتر کے قریب رہنا مفید ہے۔ یہ کبوتر کی عجیب و غریب خاصیت ہے۔ اس کے علاوہ ایسے شخص کے لیے اس کا خون اور گوشت بھی فائدہ مند ہے۔ کبوتر کا گرم خون بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں میں پائے جانے والے زخم اور دھندلکے کو دور کرتا ہے۔ بالخصوص کبوتر کا خون حجاب دماغ سے آنے والی نکسیر کو بند کر دیتا ہے۔ کبوتر کے خون کو زیتون میں ملا کر جلے ہوئے زخموں پر لگانے سے بہت جلد آرام ہو جاتا ہے اور کبوتر کی بیٹ گرم ہوتی ہے بالخصوص جنگلی کبوتر کی۔ اس کی بیٹ کی ایک عجیب تاثیر یہ ہے کہ اگر اس کو پانی میں گھول کر عسرول کا مریض اس پانی میں بیٹھ جائے تو بہت ہی صحت بخش ہے۔

فائدہ:- عسرول کے لیے یہ عمل بہت آزمودہ اور مجرب ہے۔ کسی پاک و صاف برتن پر مندرجہ ذیل آیات لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو ان شاء اللہ فوراً پیشاب ہوگا۔

ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وما قدر الله حق قدره والارض جميعا قبضته يوم القيمة والسموات مطويات بيمينه سبحانه وتعالى عما يشركون۔ رمص نفع وشفا بفضل الله عز وجل۔
”خدا تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتے، شرک کے علاوہ جس کے چاہیں گناہ معاف کر دیں اور انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں پہچانی۔ حالانکہ زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان لپٹے ہوئے کا کاندھ کی طرح اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کی شان شرک سے بہت بلند و بالا ہے۔“

اگر کبوتر کی بیٹ سرکہ میں ملا کر اس غھص کے پیٹ پر لیپ کر دیا جائے جو درد استقاء میں مبتلا ہو تو ان شاء اللہ اس کو فوراً فائدہ ہوگا۔ اور اگر سرخ کبوتر کی بیٹ دو درہم کے بقدر لے کر تین درہم دار چینی میں ملا کر کسی چیز (پانی وغیرہ) کے ساتھ پی لی جائے تو پتھری والے مریض کے لیے نفع بخش ہے۔ کبوتر کا گوشت بہترین ہوتا ہے اور تولید منی و خون میں اعانت کرتا ہے۔ اگر زندہ کبوتر کا پیٹ چاک کر کے گرم گرم بچھو کے کاٹے پر (جس جگہ بچھونے کاٹا ہے) رکھ دیا جائے تو یقینی فائدہ ہوگا ان شاء اللہ۔ کبوتر کی بیٹ کی دھونی اگر کسی درد زہ میں مبتلا عورت کو دی جائے تو ولادت میں جلدی اور آسانی ہو جائے گی۔

خواب میں حمام (کبوتر) کی تعبیر | خواب میں کبوتر ائمن قاصد، سچے دوست اور با وفا محبوب کی شکل میں آتا ہے۔ کبھی خواب میں کبوتر کا دیکھنا نوحہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

صَبَّ يَنْفُخُ إِذَا الْحَمَامُ يَنْفُخُ۔

ترجمہ:- جب کبوتر نوحہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ عاشق بھی مصروف بکا ہوتا ہے۔

کبھی خواب میں کبوتری کا نظر آنا عربی النسل، بابرکت، خوب صورت عورت پر دلالت کرتا ہے جو کہ اپنے شوہر کے بدل کی خواہاں نہ ہو۔ اور اگر کسی مریض کے سر پر بیٹھا ہوا دکھائی دے تو یہ مریض کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی نے بروج حمام (یعنی وہ جگہ یا گنبد جہاں کبوتر رہتے ہیں) کو دیکھا تو عورتوں اور بچوں اور لڑکوں پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر کوئی غھص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ کبوتروں کو دانہ ڈال رہا ہے اور ان کو بلارہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا قوم کی قیادت کرے گا۔ نیز اگر کوئی غھص خواب میں کبوتر اور کوئے کو ایک جگہ جمع کر لے یا ان کو ایک جگہ دیکھے تو اس کی تعبیر بھی قوم کی قیادت سے دیتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو خواب میں اپنے غیر جنس کے ساتھ جمع ہو تو اس سے قیادت مراد ہوتی ہے اور خاص طور سے کوؤں کے سلسلہ میں یہ وجہ ہے کہ کوؤں کا شمار فاسقین میں سے ہے۔ کبوتر کی غمرغوں (یعنی کبوتر کی آواز) خواب میں سننا اس بات پر دال ہے کہ وہ کوئی کلام باطل ہے۔ یعنی اس کی یہ غمرغوں کسی غلط بات کی طرف کنایہ ہے۔ لہذا اگر کوئی غھص خواب میں کبوتری کی غمرغوں نے تو اس سے مراد عورت ہے جو اپنے شوہر سے جھگڑتی ہے۔

اور اگر کوئی غھص خواب میں یہ دیکھے کہ کبوتر اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا ہے تو اس سے مراد خط ہے جو عن قریب دیکھنے والے کو موصول ہوگا۔ اور اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ اس کی کبوتری اڑ گئی اور وہ لوٹ کر نہ آئی تو دیکھنے والا یا تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔ یا اس کی بیوی کا انتقال ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی غھص خواب میں اپنی کبوتری کے پر کاٹ دے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ

اپنی بیوی کو باہر نکلنے یا بچہ جنمنے یا حاملہ ہونے سے روکے گا اور اگر کوئی یہ خواب دیکھے کہ کبوتر اس کو راستہ دکھا رہا ہے تو دیکھنے والے کے پاس عن قریب دور دراز مقام سے کوئی خیر (بھلائی) کی خبر آئے گی۔ اور کبوتر کو خواب میں دیکھنا دوستی اور شرکت والے کے لیے خیر کی علامت ہے۔

جاماسب کا قول ہے کہ جو شخص خواب میں کبوتر کا شکار کرے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ دیکھنے والے کو اس کے دشمنوں سے مال و دولت ملے گی۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں کبوتری کی آنکھ میں نقص دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی کے دین اور اخلاق میں کمی ہے۔

ابن المقرئ کہتے ہیں کہ خواب میں ایسے جانور کو دیکھنا جو کبوتر کی شکل میں ہو تو اس سے مراد شریف النسب شریف القدر ہونا ہے، کبھی کبھی خواب میں کبوتر کا آنا کھیل کود، مسرت اور دشمن پر غلبہ کی دلالت کرتا ہے۔ اور کبھی اس سے مراد پاک دامن، رازدار اور بچوں پر مہربان بیوی ہوتی ہے اور کبھی اس سے مراد بہت اولاد والی عورت یا کثیر النسل مرد جو اہل بیت پر مہربان ہو۔

الْحُمْدُ

(قطاط کے بچے) اہل عرب اس پرندے سے ایک مثال بیان کرتے ہیں حَمْدٌ قَطَاةٌ يُسَمَّى الْارْنَبُ اِنْ يَصِدَّهَا۔ "یہ مثال اہل عرب اس وقت بولتے ہیں کہ جب کوئی ضعیف شخص کسی قوی سے لڑنے کا ارادہ کرے۔ میدانی نے کہا ہے کہ میں نے کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر نہیں دیکھا۔

الْحُمْرُ

(ایک پرندہ) الْحُمْرُ (حاء پر پیش اور میم مشد) یہ عصفور یعنی گوریا کی قسم میں سے ایک چڑیا ہے۔ ابوالمہوش شاعر کہتا ہے۔
فَإِذَا لَصَافٌ تَبِضُّ فِيهِ الْحُمْرُ قَدْ كُنْتُ أَحْسِبُكُمْ أَسْوَدَ حَمِيَّةٍ
ترجمہ:- میں نے انہیں سیاہ کوئلہ سمجھ رکھا تھا۔ لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو گورے چڑے ہیں اور ان سے انڈے نکلتے ہیں سرخ رنگ کے۔"

لصاف ایک پہاڑ کا نام ہے اور حمر کا واحد حمرة آتا ہے۔ راجر نے یہ شعر کہا ہے۔

و حمرات شربهن عتب إذا غفلت غفلة تعب

ترجمہ:- اور سرخ رنگ کی شراب پینا جب کہ غافل کرے تو پھر پینا ایک عیب ہے۔"

کبھی اس کو میم کی تخفیف کے ساتھ حُمْرۃ بھی پڑھتے ہیں۔

ابن لسان کا واقعہ | ابن لسان الحمرة عرب کا مشہور خطیب گزرا ہے۔ اس کا تعلق بنی تمیم اللات بن ثعلبہ سے تھا اور اپنے زمانے کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ فصاحت اور درازنی عمر کی وجہ سے لوگ ان کا نام بطور ضرب المثل استعمال کرنے لگے تھے۔ ان کا اصلی نام ورقاء بن الاشعر تھا اور کنیت ابو کلاب تھی۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ان سے کچھ سوالات کیے جن کے انہوں نے بالکل صحیح صحیح جواب دیئے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے علم کس ذریعہ سے

حاصل کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بکثرت سوال کرنے والی زبان اور عاقل قلب سے مجھ کو یہ علم حاصل ہوا اور پھر کہا کہ امیر المومنین علم کے لیے آفت ضاعت اور استجماعت ہے۔

چنانچہ علم کی آفت نسیان ہے اور اس کی اضاعت یہ ہے کہ کسی نااہل کے سامنے بیان کیا جائے اور اس کی نکل (نقص) یہ ہے کہ اس میں کذب یعنی جھوٹ کی آمیزش کی جائے اور اس کی استجماعت (بھوک) یہ ہے کہ طالب علم کبھی علم سے سیر نہیں ہوتا۔

حرکات شرعی حکم | حرکات کھانا بالاثاق جائز ہے۔ کیونکہ یہ عصافیر کی ایک نوع ہے۔ عبادی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرام کہا ہے کیونکہ یہ نماش ہے۔ لیکن یہ قول شاذ و مردود ہے۔

حدیث میں حرکات ذکر:-

ابوداؤد طیالسی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:-

”ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں ایک صاحب ایک گھونسلا لیے ہوئے اور اس میں سے انہوں نے حرہ جانور کا انڈا نکالا تو اچانک خود حرہ جانور بھی آیا اور آپ اور آپ کے صحابہ کے سروں پر منڈلانے لگا۔ آں حضرت ﷺ نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس پرندے کو کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟ آپ کے سوال پر وہ صاحب بولے یا رسول اللہ! میں نے اس کے انڈے نکال لیے ہیں اور حاکم کی روایت کے بموجب بچے نکال لیے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واپس کر دو، واپس کر دو۔ اس پر رحم کر کے۔

”اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عامرداری سے ایک روایت ہے کہ رسول اکرم کی صحابہ کی ایک جماعت ایک گھونسلا لے کر آئی۔ انہوں نے ایک پرندہ کے بچے کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ پرندہ آپ پر آکر منڈلانے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کس نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے؟ تو ان صحابی نے عرض کیا کہ میں نے، پس آپ نے حکم دیا، چھوڑ دو۔ تو چھوڑ دیا گیا۔“

کتب الجائز کے شروع میں ابوداؤد عامرداری کی جو روایت نقل کی ہے وہ روایت ابن شہاب اللہ باب اللقاء میں فرخ کی بحث میں آئے گی اور آنحضور ﷺ نے صحابہ کو انڈے اور بچہ لوٹانے کا جو حکم فرمایا تھا اس کی دو حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ صحابہ کرام حالت احرام میں ہوں۔ دوسری یہ کہ اس پرندے نے جب آپ سے فریاد کی اور آپ کو اس پر رحم آگیا تو اس صورت میں ان کا چھوڑنا لازمی تھا۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | کسی کی طول عمری کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں اَعْمَرُ مِنْ لِسَانِ الْحُمْرَةِ (وہ حر سے بھی زیادہ لمبی عمر والا ہے) اور کسی کے عالی نسب کے بیان میں کہتے ہیں اَنْسَبُ مِنْ ابْنِ لِسَانِ الْحُمْرَةِ (وہ حر سے زیادہ نسب والا ہے۔ ابن نسان الحمرہ عرب کا ایک اونچے خاندان کا فرد تھا اور نہایت متکبر تھا۔

الْحُمْسَةُ

الْحُمْسَةُ: سمندر کا ایک جانور۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حمہ مینڈک کو کہتے ہیں۔ حَمْسَةُ کی جمع حَمَمٌ آتی ہے۔

لہ الحمسة: کچھوا۔ مقطوع میں غیل (GAILAM) کہلائی ہے۔

الْحِمَاطُ

الْحِمَاطُ وَالْحُمُوطُ - سبزی کا کثیرا۔

الْحَمَكُ

الْحَمَكُ: ہر قسم کے جانوروں کے چھوٹے بچوں کو کہا جاتا ہے۔ بخون کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے۔ قطاء اور شتر مرغ کے بچوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ نیز صفار ناس کے لیے بھی حمک کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ راجز کے اس قول میں لا تعدلینی بوزالات الحُمُک یعنی اے محبوبہ! تو مجھ کو ملامت نہ کر اور مجھے مت کہہ کہ میں ذلیل لوگوں میں سے ہوں۔“

الْحَمَلُ

الحمل: بکری کا چھ ماہ کا بچہ۔ بعض نے حمل سے مراد نہ لیا ہے اس کی جمع حملان و احمال آتی ہے۔ حدیث میں حمل کا ذکر:-

ابن ماجہ نے ابویزید انصاری سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے مکان کے قریب سے گزرے تو آپؐ نے وہاں گوشت بھننے کی خوشبو محسوس کی تو آپؐ نے فرمایا یہ کس گھر میں ذبح ہوا ہے؟ اس پر ایک انصاری باہر نکل کر آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ذبح کیا ہے اپنے بچوں کے لیے! آپؐ نے فرمایا یہ قربانی جائز نہیں ہوئی دوبارہ کرو (چونکہ ان صاحب نے عید النہی کے دن یہ قربانی نماز عید سے پہلے ادا کر دی تھی اور یہ مسئلہ ہے کہ شہری حضرات نماز عید سے پہلے قربانی نہیں کر سکتے اور دیہاتیوں کو اجازت ہے) اس پر وہ صاحب بولے کہ یا رسول اللہ! اب میرے پاس بجز بھیڑ کے بچے کے علاوہ کوئی جانور نہیں ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اسی بچہ کی قربانی کرو اور یہ صرف تمہارے لیے اجازت ہے (یعنی اتنی کم عمر بچہ کی قربانی) تمہارے بعد اور کسی کے لیے اجازت نہیں۔“

ایک حکایت ابو طالب مکی نے اپنی کتاب ”قوت القلوب“ کی پچیسویں فصل کے شروع میں اپنے دوستوں کی حکایت نقل کی ہے کہ ہمارے پاس ایک فقیر آیا تو ہم نے ایک پڑوسی سے بکری کا بچہ جو بھنا ہوا تھا خرید اور اس فقیر کو اپنے ساتھ کھانے پر مدعو کیا کھانا شروع ہوا اور جب ان بزرگ نے بھنے ہوئے بکری کے بچہ کا ایک لقمہ اپنے منہ میں رکھا تو فوراً اگل دیا اور کہنے لگے کہ آپ لوگ کھائیے میں نہیں کھاؤں گا اس لیے کہ مجھے ایک حادثہ پیش آگیا اس لیے میں نہیں کھاؤں گا۔ ہم نے کہا آپ کے بغیر ہم بھی نہیں کھا سکتے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں کھاؤں گا اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ بالآخر ہم بھی کھانے سے رک گئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ آخر کس وجہ سے ان بزرگ نے گوشت نہیں کھایا۔ پھر مشورہ کے بعد طے ہوا کہ اس پڑوسی کو جس سے یہ بھنا ہوا گوشت لیا تھا بلا کر دریافت کریں شاید کوئی بات معلوم ہو جائے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے جو ان بزرگ نے اس کو نہیں کھایا۔

پس ہم نے اس پڑوسی کو بلایا اور پوچھا کہ بتایہ گوشت کس چیز کا تھا لیکن اس نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ آخر کار ہم لوگوں نے سختی سے کام لیا اور کافی دیر بعد اس نے کہا کہ یہ مردہ بکری کا بچہ تھا اور میں نے روپوں کے لالچ میں اس کو بھون کر آپ کو فروخت کر دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم کو یہ معلوم ہو گیا تو ہم نے وہ بھنا ہوا گوشت کتوں کو کھلادیا اور پھر ان بزرگ کی تلاش میں نکلے اور ان سے مل کر دریافت کیا کہ آخر آپ کو کیا عارضہ پیش آگیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے گوشت نہیں کھایا۔ انہوں نے فرمایا کہ تقریباً بیس سال ہو گئے مجھے گوشت سے بالکل رغبت نہیں ہے (یعنی اس بیس سال کے عرصہ میں شاذ و نادر ہی گوشت کھایا حالانکہ اکثر گوشت میرے سامنے ہوتا تھا لیکن کھانے کو طبیعت نہ چاہتی تھی) لیکن آج جب آپ نے یہ بھنا ہوا گوشت میرے سامنے رکھا تو میرا دل اس کو کھانے کے لیے بے انتہا چاہا حالانکہ گوشت کی اتنی شدید خواہش پہلے کبھی نہیں تھی۔ اس لیے فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ہو نہ ہو اس گوشت میں کوئی قباحت ہے لہذا میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔

ایک عجیب حکایت معجم ابن قانع اور طبرانی نے کرم بن سائب انصاری کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ (ابن سائب) فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ منورہ جا رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کا چرچا شروع ہوا تھا (یعنی نبوت کا ابتدائی دور) راستہ میں جب رات ہو گئی تو ہم شبِ باشی کی غرض سے ایک چرواہے کے پاس ٹھہر گئے۔ جب رات کا نصف حصہ گزر گیا تو بھیڑا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری کا بچہ اٹھا کر لے گیا تو چرواہا جلدی سے اٹھا اور پکار کر کہا ”یا حامر الوادی او ذی جارک“ یعنی اے اس میدان کے جنوں کے سردار! اپنے پڑوسی کی خبر لے۔“

پس اس کے یہ کہتے ہی ایک آواز سنائی دی کہ کسی نے کہا ”یا سرہان ارسله“ یعنی اے بھیڑیے اسے چھوڑ دے اس کے بعد وہ بچہ دوڑتا ہوا واپس آگیا اور بکریوں کے گلہ میں مل گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَ اِنَّهٗ كَانَ رِجَالًا مِّنَ الْاِنْسِ يَغُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَرَاذُوْهُمْ زَهْقًا۔

”اور ہیں کچھ مرد انسانوں میں جو پناہ مانگتے ہیں جنوں کے مردوں کی“ پس انہوں نے بڑھادی ان کی شیخی۔“

یعنی بعض انسان بعض جنوں سے پناہ طلب کرتے تھے۔ پس جنوں نے جب یہ عمل دیکھا تو وہ (اکڑ گئے) شیخی کرنے لگے۔ یہ حکایت میزان میں اسحاق ابن حرث کے حالات میں مذکور ہے۔ نیز یہ روایت ضعیف ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک دن باپ اور بیٹا دونوں ایک دسترخوان پر بیٹھے ہوئے حلوان (حمل) کا بھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور آپ کے مکان سے ملا ہوا ایک یتیم بچہ کا مکان تھا۔ جب اس کو بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو پہنچی تو اس کا دل بھی اس بھنے ہوئے گوشت کے لیے چاہنے لگا مگر ناداری اور غربت کی وجہ سے وہ رونے لگا اور ساتھ ہی اس کی بڑھیا دادی بھی رونے لگی لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اس واقعہ سے بالکل لاعلم رہے۔ لہذا حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا کر دیئے گئے۔ اور آپ ان کے فراق میں اس قدر روئے کہ روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

پھر جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا کہ کھانا کھانے سے پہلے چھت پر چڑھ کر یہ آواز لگوا کر دیتے تھے کہ جو کوئی بھوکا ہو یعقوب کے گھر آکر کھانا کھالے اور جو روزہ سے ہو وہ روزہ انظار کر لے۔

اس روایت کے بارے میں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں اس روایت کو درست نہیں سمجھتا اور میں حیرت زدہ ہوں کہ قاضی عیاض جیسے شخص نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں کیسے جگہ دی۔ حالانکہ یہ وہ معاملہ ذیلہ ہے جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ضروری ہے۔ اور اس نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں صرف اس لیے نقل کیا ہے تاکہ میں آگاہ کردوں کہ اس واقعہ کو میں درست نہیں مانتا۔ اگرچہ طبرانی نے اپنی کتاب ”معجم الاوسط والصغیر“ میں حضرت انسؓ کی طویل روایت بیان کی ہے جس میں یہ بھی شامل ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام جب کھانا کھانے کا قصد فرماتے تو آواز لگاتے کہ جو شخص کھانا کھانا چاہے وہ میرے ساتھ کھالے اور جب آپ روزہ رکھتے تو افطار کے وقت اعلان فرماتے کہ جو شخص روزہ دار ہو میرے ساتھ آ کر افطار کرے۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنے شیخ محمد بن احمد الباہل البصری سے نقل کیا ہے جو کہ نہایت ضعیف راوی ہیں۔ بہیقی نے بھی ”شعب الایمان“ میں اسی طرح اس روایت کو بانیسویں باب میں نقل کیا ہے۔

واحدی نے سورہ یوسف کی اس آیت کی تفسیر میں ”انی لا جد ریح یوسف“ تحقیق کہ میں پاتا ہوں خوشبو یوسفؑ کی) میں لکھا ہے کہ باد صبا نے اللہ رب العزت سے اجازت طلب کی کہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خوش خبری پہنچنے سے پہلے حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو پہنچا دوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے باد صبا کو اجازت مرحمت فرمادی اور پھر باد صبا نے اس قدر دراز مقام سے آپ کے فرزند کی خوشبو آپ کے دماغ میں پہنچادی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر غمگین شخص باد صبا سے راحت و سکون محسوس کرتا ہے۔ یہ ہوا جانب شرق سے چلتی ہے۔

أَيَا جَبَلْنِي نَعْمَانُ بِاللَّهِ خَلِيتَا نَسِيمُ الصَّبَا يَسْرِي إِلَى نَسِيمِهَا
ترجمہ:- اے نعمان کے پہاڑ اللہ کے واسطے تم نسیم سحری کے جھونکے آتے ہیں تو غمزدہ لوگوں کے غموں کو دور کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔“

فَإِنَّ الصَّبَارِيحَ إِذَا مَا تَنَسَّمَتْ عَلَى نَفْسٍ مَهْمُومٍ تَحَلَّتْ هَمُومَهَا
ترجمہ:- کیونکہ جب نسیم سحری کے جھونکے آتے ہیں تو غمزدہ لوگوں کے غموں کو دور کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔“

الْحَمْنَانُ

الحمنان: چھوٹی چچیریاں۔ اس کا واحد حَمْنَانَةٌ اور حَمْنَةٌ آتا ہے۔

الْحُمُولَةُ

الحمولة: امام جوہریؒ کہتے ہیں کہ حاء کے فتح کے ساتھ ہے۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ ہر اس جانور کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے بار برداری کا کام لیا جائے جیسے گدھا وغیرہ چاہے ان پر سامان لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔

فائدہ:- جتانہ عرف جب فاعل پر ”ہ“ داخل ہوتی ہے تو وہ مفعول بہ کے معنی دینے لگتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول: وَمِنْ الْأَنْعَامِ حُمُولُهُ وَفَرَشَا (اور جانوروں میں سے بعض بار برداری کا کام کرتے ہیں جب کہ بعض دوسرے دوسرا کام کرتے ہیں۔

”فرش“ کا بیان ان شاء اللہ باب الفاء میں آئے گا۔

الْحَمِيقُ

الحمیق: ^۱ ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ ایک پرندہ ہے جو قطاء اور ٹڈیوں وغیرہ کا شکار کرتا ہے اور میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ الحمیق باز کو کہتے ہیں اور تاریخ مکہ میں مذکور ابو الولید کے اس قول سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ عطاء سے ابن جریج نے معلوم کیا کہ کیا حالت احرام میں عقاب کو قتل کر سکتا ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کیا صقراور حمیق کو بھی قتل کر سکتا ہوں کیونکہ یہ دونوں مسلمانوں کے کبوتروں کو پکڑتے ہیں۔ تو عطاء نے جواب دیا کہ ہاں ان کو بھی قتل کر سکتے ہیں اور کبھی چھراور بھیڑیے کو بھی قتل کر سکتے ہیں کیونکہ یہ انسان کے دشمن ہیں۔

حُمَيْلٌ حُرٌّ

حُمیل حُر (حاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں) ایک پرندہ کا نام ہے۔

الْحَنْشُ

الحنش: (حاء اور نون پر فتح) سانپ کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ چت کو ریا سانپ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع احناش آتی ہے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ”احناش“ تمام دواب الارض مثلاً گدھے، قنفذ اور یربوع وغیرہ کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ مگر اس کو بعد میں صرف سانپ کے لیے خاص کر دیا گیا۔ ذوالرمہ نے یہ شعر کہا ہے۔

وَكَمْ حَنْشٌ دَغَفَ اللَّعَابَ كَأَنَّهُ عَلَى الشَّرِّكَ الْعَادِي نِصْفَ عِصَامٍ

ترجمہ:- اور بہت سے کیڑے مکوڑے ایسے ہیں خصوصاً سانپ جو انسان کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

حنش ایک آدمی کا نام بھی تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ حنش اڑدے یا اس سے بھی بڑے سفید سانپ کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ سب سے کالے سانپ کو کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ پرند اور ہوام میں سے جو چیز شکار کی جائے اس کو حنش کہتے ہیں۔ اور کتاب العین میں لکھا ہے کہ حنش سے چھپکلی اور ہرودہ جانور مراو ہے جس کا سر سانپ کے سر کے مشابہ ہو۔ حدیث میں حنش کا ذکر:- قتل دجال کے سلسلہ کی حدیث میں ہے:-

”آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دور ایسا ہو گا کہ اس میں کینہ پروری، کینہ دوزی سب کا خاتمہ ہو جائے گا اور زہریلے جانوروں کا زہر ختم ہو جائے گا یہاں تک کہ بچہ اڑدے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا مگر اڑدہ اس کو نہیں ڈسے گا۔“

سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں خرمیہ بن جزاء کی یہ حدیث منقول ہے:-

”عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ زمینی جانوروں میں سے لومڑی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ

^۱ الحمیق: الحمیق۔ ایک سفید پرندے کو کہتے ہیں۔

^۲ حمیل حُر: غالباً یہ وہی پرندہ ہے جسے ”جمیل“ کہتے ہیں۔ (ج)

نے فرمایا کہ کوئی ایسا بھی ہے جو لو مڑی کھاتا ہو؟ پھر میں نے پوچھا کہ کیا بھیڑیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کیا کوئی بھلا آدمی بھیڑیا بھی کھاتا ہے؟“ (گویا کہ دونوں جانوروں کی حرمت کا اشارہ اعلان کیا۔)

الْحَنْظَبُ

(مڈی) الحنظب: مڈی کو کہتے ہیں۔ لیکن خلیل نے کہا ہے کہ حناظب بچھو کو کہتے ہیں۔ حضرت حمزہ اصفہانی نے فرمایا کہ حنظب جنگلی بلا اور لو مڑی کے درمیان پیدا ہونے والے جانور کو کہتے ہیں اور دلیل میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھے۔

أَبُوكَ أَبُوكَ وَ أَنْتَ ابْنُهُ
فَبِئْسَ النَّبِيُّ وَ بِئْسَ الْأَبُ
ترجمہ:- تیرا باپ تیرا باپ ہے اور تو اس کا بیٹا ہے، باپ بھی بدتر اور بیٹا بھی برا۔“

وَ أُمُّكَ سَوْدَاءُ نَوْبِيَّةٌ
كَأَنَّ أُنَامِلَهَا الْحَنْظَبُ
ترجمہ:- اور تیری ماں کالی کلونی حبشیہ ہے جس کی انگلیاں مڈی کے مشابہ ہیں۔“

بِئْسَ أَبُوكَ لَهَا سَافِدًا
كَمَا سَفَدَ الْهَرَّةُ الثَّغْلَبُ
ترجمہ:- تیرا باپ تیری ماں سے اس طرح جفتی کرتا ہے جیسا کہ بلا لومڑی کے ساتھ۔“
اور طبافی نے سیاہ کتے کی تعریف میں یہ شعر کہے ہیں۔“

أَعَدْتُ الذَّنْبَ وَ لَيْلَ الْحَارِسِ
مَصْدَرًا اتَّلَعُ مِثْلَ الْفَارِسِ
ترجمہ:- میں نے کتابالا ہے بھیڑیے سے بچاؤ کے لیے اور رات کو پہرہ دینے کے لیے۔“

يَسْتَقْبِلُ الرِّيحَ بَانْفِ خَانَسٍ
فِي مِثْلِ جِلْدِ الْحَنْظَبَاءِ انْيَابِسِ
ترجمہ:- یہ کاشہ سوار سے بھی زیادہ بہادر ہے اور اس کے ناک کے نتھنوں سے ایسی خشک ہوا نکلتی ہے جیسا کہ مڈی کی خشک چمڑی سے۔“

الْحَوَازُ

(اونٹنی کا بچہ) الحواز: اونٹنی کا بچہ جب تک اپنی ماں کے ساتھ رہے اس وقت تک حوار اور ماں سے جدا ہونے کے بعد نفیل کہلاتا ہے۔ تین تک کے لیے اس کی جمع احوڑہ اور تین سے زائد کے لیے حیران اور حوران آتی ہے اور ابن ہشام وغیرہ نے خالد بن لیث کے حوالہ سے عبد اللہ ابن انیس کے سفر میں ذکر کیا ہے (یہ سفر ۳۳ھ ماہ محرم میں ہوا تھا) کہ اس نے اس سلسلہ میں پانچ اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔“

تَوَكَّحْتُ ابْنَ ثَوْرٍ كَالْحَوَازِ وَ حَوْلَهُ
نَوَاحٍ تُفْرِى كُلَّ جِيبٍ مُقَدِّدٍ

ترجمہ:- میں نے ابن ثور کو چھوڑ دیا ایسا بے چہین جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے جدائی میں تڑپتا ہے۔ اب اس کے ارد گرد رونے والیاں ہیں جو شدت غم سے پھاڑ رہی ہیں اپنے گریبان۔“

اہل عرب کہتے ہیں یا یسار کل لَحْمِ الْحَوَارِ وَ اشْرَبْ لَبَنَ الْعِشَارِ وَ بَنَاتَ الْاَحْرَارِ۔
اونٹ کے بچہ کا گوشت کھاؤ اور گاہن اونٹنی کا دودھ پیو اور آزاد لڑکیوں سے خود کو بچاؤ۔ اس کے
پس منظر میں ایک قصہ ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

وَ اِنِّیْ لَا خَشٰی اِنْ خَطَبْتُ اِلَیْہِم
عَلٰیكَ الَّذِیْ لَا تُیْسَارُ الْکَوَاعِبُ
ترجمہ:- میں تو انہیں پیغام دیتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں ان سے وہ پریشانیوں نہ اٹھانی پڑیں جو ان جیسوں سے اٹھانی جاتی ہیں۔
اہل عرب بے فائدہ چیز کے لیے بولتے ہیں امسَخ من لحم الحوار۔ شاعر کہتا ہے۔

وَ قَدْ عَلِمَ الْغُضْرُ وَ الطَّارِقُونَ
بِاَنَّكَ لِلصَّیْفِ جُوعٌ وَ قَرٍ
ترجمہ:- مسمانوں کو تیرے بارے میں اس کا یقین ہو گیا کہ تیرے مسمان بھوکے تڑپتے ہیں۔

مَسِيحٌ مَّلِيحٌ كَلَحِمِ الْحَوَارِ
فَلَا اَنْتَ حُلُوٌّ وَ لَا اَنْتَ مُرٌّ
ترجمہ:- تو ایسا ہی ہے جیسا کہ اونٹ کے بچہ کا سڑا ہوا گوشت نہ تو اب میٹھا ہی ہے اور نہ کڑوا۔
مسیح اور ملح بے ذائقہ گوشت کو کہتے ہیں۔

بعض موقعوں پر اہل عرب یہ مثال دیتے ہیں۔ كَسُوْرُ الْعَبْدِ مِنْ لَحْمِ الْحَوَارِ۔ یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز میں
سے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ اس کمات کا پس منظر یہ ہے کہ ایک غلام نے اونٹنی کا بچہ ذبح کیا اور سب کا سب خود کھا گیا اور اپنے مالک
کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ تب ہی سے اہل عرب نے اس چیز کے لیے جو تمام کی تمام فوت ہو جائے یہ مثال بنالی۔

الْحُوْتُ

(مچھلی) الْحُوْتُ: اس کی جمع احوات، حوتہ اور حیتان آتی ہے۔ اس کا مفصل بیان لفظ ”سمک“ کے تحت آئے گا۔ کیونکہ سمک
بھی عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذْ تَاْتٰیہِمْ حِیْتَانِہِمْ یَوْمَ سَبْتِہِمُ الْاٰیۃ (جب کہ ان کا سبت
(ہفتہ کا دن) ہوتا تھا تو ان کی مچھلیاں ان کے پاس بکفرت آتی تھیں اور جس دن سبت (ہفتہ کا دن) نہیں ہوتا تھا تو نہیں آتی تھیں) اس
کے متعلق کہ مچھلیوں کو یہ علم کیسے ہو جاتا تھا کہ آج سبت کا دن ہے اور وہ شکار ہونے سے محفوظ رہیں گی۔ اسی سلسلہ میں علامہ
دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف توجیہات کی ہیں جو درج ذیل ہیں:-

(۱) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ از قسم بادل کوئی چیز ایسی بھیج دیتے ہیں جس سے مچھلیوں کو ہفتہ کے دن کا علم ہو جاتا ہو۔

(۲) یا شمد کی کھپوں کی طرح اللہ تعالیٰ ان کی طرف بھی الامام کرتا ہو۔

(۳) یا ان کو یوم السبت (ہفتہ کا دن) کا علم اس طرح ہو جاتا ہو جیسا کہ دواب الارض کو جمعہ کے دن وقوع قیامت کا علم ہو جاتا

ہے، جس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

”اَتَحْضُرُ مَعِیْہِمُ نَیِّمٌ فَرَمَاہُ کہ کوئی ایسا جانور نہیں جس کا کہ جمعہ کے دن دل گھبرا یا ہو انہ رہتا ہو، اس خطرے کے پیش نظر

کہ کہیں آج قیامت قائم نہ ہو جائے (کیونکہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ قیامت جمعہ کے دن ہوگی)۔“

(۴) یا حرم کعبہ کے کبوتروں کی طرح ان کو بھی سبت کے دن سلامتی کا شعور ہو جاتا تھا۔ کیونکہ حرم کے کبوتر بھی جلاج کے اتنے

بڑے مجمع میں آزادی کے ساتھ پھرتے ہیں اور باوجود طبعی تنفر کے نہیں بھاگتے۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کو بھی اسی طرح کا شعور ہو جاتا ہو۔

اس سلسلہ میں بعض اصحاب تاریخ نے لکھا ہے کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کثیر تعداد میں اتنی قریب ہو جاتی تھیں کہ ان کو ہاتھ سے پکڑا جاسکتا تھا۔ لیکن یوم احد ہوتے ہی تمام غائب ہو جاتی تھیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ اکثر غائب ہو جاتی تھیں اور بہت کم رہ جاتی تھیں۔

علامہ دمیری کہتے ہیں کہ ہم کو باسناد صحیح حضرت سعید بن جبیر سے پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اس وقت زمین پر گدھ اور سمندر میں مچھلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ گدھ رات کے وقت مچھلی کے پاس آکر رہا کرتا تھا۔ جب گدھ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا تو مچھلی کے پاس آکر کہا کہ آج زمین پر ایسی چیز اتری ہے جو اپنے پیروں سے چلتا ہے اور ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ یہ سن کر مچھلی نے کہا اگر تو سچا ہے تو دریا کے اندر مجھ کو اس سے نجات ملنے والی نہیں اور نہ خشکی میں تجھ کو اس سے خلاصی ملے گی۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | شاعر کہتا ہے۔

كَانَ حُزْبٌ لَا يُلْهِمُهُ شَيْءٌ يُلْهِمُهُ يَصْبُحُ ظِلْمَانٌ وَ فِي الْبُحْرِ فَمَةٌ

ترجمہ:- مچھلی کے طریقہ پر کہ جسے کوئی چیز غافل نہیں کرتی۔ عجیب معاملہ ہے کہ سمندر میں رہتی ہے اور پھر بھی پیاسی۔
یہ مثال اس شخص کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس کے پاس مال و دولت ہو۔ مگر اعلیٰ درجہ کا بخیل (کنجوس) ہو اور اپنی دولت سے کوئی فائدہ نہ اٹھاتا ہو۔

حدیث میں مچھلی کا ذکر:-

طبرانی نے اپنی معجم الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے:-

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اس امت کے علماء دو قسم کے ہوں گے ایک وہ عالم ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور اس نے اس کو لوگوں میں تقسیم کیا اور اس کے عوض میں اس نے نہ تو کسی قسم کا معاوضہ طلب کیا اور نہ علم فروشی کو ذریعہ بنایا۔ لہذا یہی وہ عالم ہے جس کے لیے آسمان کے پرند، پانی کی مچھلیاں، زمین پر چلنے والے جانور اور کرنا کا تین دعاء رحمت کرتے ہیں۔ یہ عالم اللہ تعالیٰ کی جناب میں عوام کے سردار کی حیثیت سے پہنچے گا اور یہ رسولوں اور انبیاء کی رفعت میں رہے گا۔ دوسرا وہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کو علم دیا مگر اس نے اس علم کو اللہ کے بندوں پر خرچ کرنے میں بخل کیا اور اس کے عوض میں اس نے دنیا کمائی اور معمولی قیمت لے کر مسائل بدلتا رہا۔ یہ عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آتشیں لگام ہو گا اور ایک پکارنے والا پکار پکار کر حاضرین کے روہرہ کئے گا کہ یہ فلاں شخص ابن فلاں ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم دیا تھا مگر اس نے اس علم کی اشاعت میں بخل سے کام لیا اور اگر اشاعت بھی کی تو معاوضہ لے کر کی، یہ عالم جب تک کہ حساب و کتاب سے فراغت نہ ہوگی عذاب میں مبتلا رہے گا (العیاذ باللہ)

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ
 مچھلی کی سعادت کے لیے یہ امر کافی ہے کہ وہ اللہ کے نبی کا مسکن بنی۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں پھنسا دیا تو مچھلی کو آگاہ فرمایا دیا کہ میں یونسؑ کو تیرے لیے رزق نہیں بنا رہا ہوں بلکہ تیرے بطن کو یونسؑ کی پناہ گاہ اور قید بنا رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد حضرت یونسؑ کو مچھلی کے بطن سے نکال لیا تھا۔ مچھلی کے بطن میں حضرت یونسؑ کتنی مدت رہے اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مقاتل ابن حیان تین یوم فرماتے ہیں اور عطاء سات یوم اور ضحاک بیس یوم کا قول کرتے ہیں جب کہ سدی و کلبی اور مقاتل اور مقاتل ابن سلیمان چالیس یوم کا قول کرتے ہیں اور شعبی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونسؑ کو مچھلی نے صبح کو نگلا تھا اور شام کو نکال دیا تھا۔

قرآن پاک کی اس آیت میں **وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّفُطَيْنَ** (اور آگادیا ہم نے اس پر ایک درخت بیل دار) ”یَفُطَيْنَ“ سے مراد کدو کا درخت ہے اور اس پر جملہ مفسرین کا اجماع ہے۔ ہر وہ درخت جو زمین پر چھلیتا اور لمبا ہو جاتا ہو اور اس میں تانہ ہو وہ ”یَفُطَيْنَ“ کہلاتا ہے۔ چنانچہ ککزی، کھیر، خربوزہ اور تربوز کے درخت (بیلیں) بھی اس میں شامل ہیں۔

فائدہ:- امام الحرمین سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا باری تعالیٰ کسی جت میں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔ اس پر ان صاحب نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ قول ”لَا تَفْضُلُونِي عَلَى يُونُسَ بْنِ مَتَى“ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے ترجیح نہ دینا تا آنکہ یونس بن متی پر بھی (آنحضور ﷺ) یہ قول حضرت یونسؑ کو بے حیثیت ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے۔ کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت یونسؑ پر خود کو ترجیح دی ہے بلکہ معاملہ ایسا ہے کہ یہود نے حضرت یونسؑ پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا الزام عائد کر کے انہیں رسوا کیا تا آنکہ آپ سوسائلی میں العیاذ باللہ بے حیثیت ہو گئے کیونکہ یہ سب یہود کی خفاقت کا نتیجہ ہے ورنہ تو حضرت یونسؑ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معزز نبی ہیں اور آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ مجھے ترجیح نہ دینا تا آنکہ یونس ابن متی یہ بھی ”اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کسر نفسی سے کہہ رہے ہیں کہ یونس مجھ سے زیادہ فضیلت والے ہیں اور مقرب الی اللہ ہیں نہ کہ نعوذ باللہ وہ بے حیثیت ہیں) پھر سوال کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو امام الحرمین نے فرمایا کہ تب تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ میرا یہ ممان ایک ہزار دینار حاصل کر کے اپنا قرض نہ چکا دے۔ چنانچہ اس کام کے لیے دو شخص تیار ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ممان کو ایک ہزار دینار ادا کر دیے۔ تب آپ نے فرمایا کہ حضرت یونسؑ علیہ السلام جب دریا میں کود پڑے تو آپ کو ایک مچھلی نے نگل لیا اور تہ دریا میں پہنچ کر آپ پر تین قسم کی تاریکیاں چھا گئیں (ایک دریا کی تہ کی تاریکی، دوسری شکم ماہی اور تیسری رات کی) اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کو نندا دی اور دعا کی:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

”اے خدا تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک اور برتر ہے اپنی جان پر ظلم کرنے والا میں خود ہی ہوں نہ کہ تو۔“

اور نبی کریم ﷺ شب معراج میں جب رف رف پر سوار ہو کر اس مقام پر پہنچے جہاں پر قلموں کے چلنے کی آوازیں آرہی تھیں اور آپؐ نے وہاں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کیں تو اس حالت میں ہونے کے باوجود ”یونس ابن متی کو سمندر کی گہرائیوں میں جو قرب خداوندی نصیب تھا وہ آنحضور ﷺ کو شب معراج میں نہیں تھا۔ یعنی نبی کریم ﷺ بمقابلہ حضرت یونسؑ قریب تر نہیں تھے۔ (ان شاء اللہ باب النون میں ملک روم کے اس خط کا جس میں حضرت معاویہؓ سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ کون سی قبر ہے جو اپنے مردے کو لیے ہوئے چلتی تھی۔ اس کا جواب حضرت ابن عباسؓ کی جانب سے نقل کیا جائے گا۔)

حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے:-

”ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، دوران سفر ایک منزل پر ہمارا قیام ہوا۔ اس لق ودق وادی میں کسی شخص کی آواز سنائی دی کہ وہ کہہ رہا ہے کہ ”یا اللہ! مجھ کو بھی محمد کی امت مرحومہ میں شامل کر دے“ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اس آدمی کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص جس کا قد تین سو ہاتھ لمبا تھا، بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون صاحب ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خادم انس ابن مالک ہوں۔ ان بزرگ نے پوچھا کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ یہیں قریب میں ہیں اور آپ کی دعائیں رہے ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ آپ جا کر محمد ﷺ سے کہہ دیں کہ آپ کے بھائی الیاسؓ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کا یہ پیغام نبی کریم ﷺ کو پہنچا دیا چنانچہ حضور اکرم ﷺ آپ کے پاس گئے اور بغل گیر ہوئے اور بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے رہے حضرت الیاسؓ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں سال بھر میں صرف ایک بار کھانا کھاتا ہوں اور آج میرے افطار کا دن ہے، آپ بھی میرے ساتھ شریک ہو جائیے۔ اتنے میں آسمان سے ایک دسترخوان اترا جس میں روٹی مچھلی اور کرفس (ساگ پات) وغیرہ تھے۔ آپ دونوں نے کھایا اور مجھے بھی کھلایا پھر دونوں نے عصر کی نماز پڑھی، پھر نبی کریم ﷺ چل دیئے میں نے دیکھا کہ الیاسؓ ایک بادل پر سوار ہو کر بجانب آسمان پرواز کر رہے ہیں۔“

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے مگر شیخ الاسلام علامہ شمس الدین ذہبی نے ”میزان“ میں لکھا ہے کہ حاکم کو اس جیسی حدیث کو صحیح کہتے ہوئے اللہ سے شرم نہ آئی۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے اپنی کتاب تلخیص المستدرک میں حاکم کے اس قول کے اخیر میں ”هذا صحیح“ (یہ صحیح ہے) کے بعد لکھ دیا ہے کہ میری رائے میں یہ حدیث موضوع ہے اور جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اللہ اس کا برا کرے اور یہ گمان نہیں تھا کہ حاکم اس کو صحیح قرار دینے کی جمالت کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت | قیصری نے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ایک دن تمام حیوانات کی دعوت کروں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے درخواست منظور فرما کر اجازت مرحمت فرمادی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعوت کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا اور اس کام میں آپ کو ایک عرصہ لگ گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سمندر سے صرف ایک مچھلی دعوت کھانے کے لیے بھیجی۔ اس مچھلی نے وہ تمام سامان جو آپ نے ایک عرصہ دراز تک اکٹھا کیا تھا صرف ایک ہی دفعہ میں کھالیا اور جب اس کا پیٹ نہ بھرا تو اس مچھلی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور کھانے کو مانگا تو حضرت علیہ السلام نے کہا کہ میرے پاس اب کچھ نہیں ہے جو تجھ کو اور کھانے کے لیے دوں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی سے سوال کیا کہ کیا تو روز اتنا ہی کھاتی ہے تو مچھلی نے جواب دیا کہ میری روانہ کی خوراک اس سے تین گنا ہے لیکن آج اللہ تعالیٰ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ کھانے کو نہیں دیں گے۔ لہذا آپ کو دعوت نہیں کرنی چاہیے تھی اور میں آپ کی ضیافت کی وجہ سے آج بھوکا رہوں گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اس کی بادشاہ کی عظمت اور اس کے وسعت خزانہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا جلیل القدر بادشاہ اور پیغمبر باوجود اپنی وسعت جہاں داری اور عظیم سلطنت کے اللہ تعالیٰ کی کثیر تعداد مخلوق میں سے صرف ایک مچھلی کا پیٹ بھی نہ بھر سکے۔ ”فسبحان المتکفل بارزاق خلقہ۔“ (پس پاک ہے وہ محکمہ دلائل وبراین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ)

ذات جو اپنی بے شمار مخلوق کے رزق کی حفاظت کرتا ہے۔)

یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ کھانے اور پینے سے شکم سیر اور آسودہ ہونا یہ دانہ اور پانی کا فعل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایک عادت ہے کہ بندہ کھانے سے شکم سیر اور پینے سے آسودہ ہو جاتا ہے۔ اہل حق کا مذہب یہی ہے اور جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ ناقابل التفات ہے۔ مچھلی کا شرعی حکم، طبی فوائد اور خواب میں تعبیر یہ سب چیزیں باب السین میں لفظ سمک کے تحت آئیں گی۔

حُوتُ الْحَيْضِ

(مچھلی کی ایک قسم) حُوتُ الْحَيْضِ :- ابن زہر کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا ہے جس نے اس مچھلی کو دیکھا ہے کہ حوت الحیض سمندر میں ایک بڑی مچھلی ہوتی ہے اور یہ بڑی سے بڑی کشتی کو سمندر میں چلنے سے روک دیتی ہے۔ پس جب کبھی اہل سفینہ گرفتار مصیبت ہو جاتے ہیں تو اس کی طرف حیض کے خون میں آلودہ کپڑے کا ٹکڑا پھینک دیتے ہیں تو یہ ان کپڑوں کے ٹکڑوں سے بھاگ جاتی ہے اور کشتی کے قریب نہیں آتی۔ چنانچہ حیض اس سے بچنے کا سامان ہے جو کشتی والے ہر وقت کشتی میں رکھتے ہیں۔ اس مچھلی کا نام فاطوس ہے اور مچھلی اس کشتی کے نزدیک نہیں آتی جس میں حائضہ عورت سوار ہو۔ باب الفاء میں اس کا مفصل ذکر آئے گا۔

حوت الحیض کا شرعی حکم | اس مچھلی کا حکم بھی اور دیگر مچھلیوں کی طرح ہے اور مچھلی کے خون کے بارے میں دو رائے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بھی تمام خونوں کی طرح ناپاک ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مچھلی کا خون پاک ہے۔ کیونکہ یہ خون خشک ہونے کے بعد سفید ہو جاتا ہے برخلاف دیگر خونوں کے کہ وہ خشک ہونے کے بعد کالے ہو جاتے ہیں۔ قرطبی نے بعض حنفیہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حوت الحیض کے طبی فوائد | امام رازی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا مرادہ (پتہ) کو گیہوں کے دانہ کے بقدر اگر کسی مرگی والے شخص کی ناک میں پھونک دیا جائے (چڑھا دیا جائے) تو اس کی مرگی سے چھٹکارہ مل جائے گا اور یہ نسخہ انتالی مجرب ہے۔ نیز یہ بھی مجرب ہے کہ اس مچھلی کی کلیجی (جگر) کو سکھا کر پینے کے بعد اگر بستے ہوئے خون پر چھڑک دیا جائے یا زخم پر رکھ دیں تو فوراً خون بسا بند ہو جائے گا اور زخم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بھر جائے گا اور اگر اس کی پشت کا گوشت لے کر چبایا جائے تو قوت باہ میں بہت افادہ ہوتا ہے۔

تہتم | خواب میں حیض سے مراد نکاح حرام ہے۔ پس جو یہ خواب دیکھے کہ وہ حاض ہے تو وہ حرام کار تکاب کر لے گا اور اگر عورت اپنے آپ کو خواب میں حائضہ دیکھے تو معاملہ مخفی ہے اور اگر وہ خواب میں غسل کرے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ اگر ایسی عورت جس کے حیض کا سلسلہ منقطع نہ ہوا ہو وہ خواب میں یہ دیکھے کہ اس کو دم استخاضہ آ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے گناہ کثیر ہیں۔ یہ عورت توبہ کرنے کے بعد اس پر برقرار نہیں رہتی (اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے) مرد اگر خواب میں اپنے آپ کو حائض دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جھوٹا ہے اور اگر اپنی عورت کو حائضہ دیکھے تو اس کا معاملہ پوشیدہ ہے۔ (واللہ اعلم)

حوت موسیٰ و یوشع علیہم الصلوٰۃ والسلام (حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع علیہم السلام کی مچھلی) ابو حلد اند لسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شہر بستہ کے قریب اس نسل کی ایک مچھلی دیکھی ہے جس کا کچھ حصہ حضرت موسیٰؑ حضرت یوشعؑ نے کھایا تھا اور نصف حصہ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمادیا تھا اور وہ سمندر میں داخل ہو گئی تھی اور سرنگ بناتی ہوئی چلی تھی۔ اس مچھلی کی نسل دریا میں اب تک موجود ہے۔ اس مچھلی کی چوڑائی ایک بالشت اور لمبائی ایک گز ہوتی ہے اور اس کے ایک آنکھ اور آدھا سر ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس کو اس جانب سے دیکھتا ہے تو مردہ سمجھ کر نہیں اٹھاتا جب کہ وہ صحیح اور زندہ ہوتی ہے۔ لوگ اس مچھلی کو تبرک سمجھ کر دور دراز کے مقامات پر ہدیت لے جاتے ہیں۔ ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مچھلی کو اسی طرح دیکھا ہے۔ جیسا کہ ابو حلد اند لسیٰ کا بیان ہے۔

اس مچھلی کے متعلق امام بخاریؒ نے جو روایت ابن عباسؓ سے کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مچھلی اس وجہ سے زندہ ہو گئی تھی کہ اس جگہ پر عین الحیات یعنی آب حیات کا چشمہ موجود تھا اور اس کا پانی اس مچھلی سے مس ہو گیا تھا کیونکہ اس پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جو مردہ اس پانی سے مس ہو جاتا وہ زندہ ہو جاتا۔

کلبی کہتے ہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے آب حیات سے وضو فرمائی تھی اور وضو کا بچا ہوا پانی آپؑ نے مچھلی پر چھڑک دیا تھا جو کہ توشہ دان میں تلی ہوئی رکھی تھی اس سے وہ مچھلی زندہ ہو کر دم مارنے لگی۔ لیکن اس کی دم پانی پر نہیں بلکہ خشکی پر پڑ رہی تھی حالانکہ پانی جاری تھا لیکن وہ جب بھی دم مارتی تو پانی خشک ہو جاتا۔

بعض مفسرین نے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب توجیہ کی ہے جس جگہ سے یہ مچھلی گزری تھی وہاں خشک راستہ بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے پیچھے چلے یہاں تک کہ اس راستہ پر چل کر ایک جزیرے تک پہنچ گئے اور اس جزیرے پر آپؑ نے حضرت خضر علیہ السلام کو پایا اور آپؑ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ قطرہ آب جس سے مچھلی زندہ ہو گئی تھی ایک متوضی کے چہرے کا بچا ہوا پانی تھا اور چونکہ عبادات میں اللہ تعالیٰ نے تاثیرات بھی رکھی ہیں لہذا اس کے ذریعہ سے ایک مردہ مچھلی زندہ ہو گئی۔ قاعدہ ہے کہ نیک عمل سے قلب زندہ ہو جاتا ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے۔ اس لیے اس نیک عمل کی تاثیر سے مچھلی کے زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفیق حضرت یوشع علیہ السلام جو مبتلائے مشقت اور پریشان تھے) حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ کو بھی اپنے مقصد کی طرف راہنمائی ہو گئی اور وہ اپنی منزل کا راستہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح جو ارج اور اعضاء انسانی بھی خوف و حیرت سے دو چار رہتے ہیں لیکن جو نبی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قلب میں جان پڑتی ہے تو جملہ اعضاء میں امن اور سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طلب و جستجو میں محنت شاقہ اٹھائی اور آخر ایک دن (اس مچھلی کے زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ) آپؑ نے ان کو پایا۔ اسی طرح ہر طالب دین اور دنیا کے لیے مناسب یہ ہے کہ کوشش کرتا رہے اور محنت شاقہ اور کوشش سے جان نہ بچائے۔ اس لیے کہ مسلسل کوشش اور محنت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر کامیاب ہو گیا تو غنیمت ملے گی اور اگر قتل ہو گیا تو شہادت ملے گی جیسا کہ حسین طالع وغیرہ کے ساتھ ہو چکا جس کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:-

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مچھلی کی گزر گاہ سے پانی ہٹ گیا تھا اور ایک طاقتور سا بن گیا تھا۔ موسیٰؑ اس مچھلی کے پیچھے

چلے تو خضرؑ سے ملاقات ہو گئی۔“

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جتنی دیر تک مچھلی چلی تھی وہاں کاپانی جامد ہو گیا تھا اور خشک راستہ بن گیا تھا اور حضرت موسیٰؑ کو جب بھوک کا احساس ہوا تو انہوں نے حضرت یوشع سے فرمایا: اَيْنَا غَدًا اَنَا لَقَدْ لَقَيْنَا مِنْ سَفَرٍ نَا هَذَا نَصَبًا۔ (آلاتہ) (ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لاؤ اس سفر میں تو بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔)

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ جو ہری اپنے وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے چالیس یوم تک سفر کیا۔ لیکن آپ کو کھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن جب ایک بسر کی تلاش میں چلے تو ایک دن ہی بھوک لگنے لگی اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ یہ دونوں طالب علم تھے اور طالب علم شان یہ ہے کہ وہ ہر مشقت کو برداشت کرے اور نہ سردی کی پرواہ کرے نہ گرمی کی نہ اس کو بھوک کا احساس ہو اور نہ ذلت کا۔ کیونکہ مطلوب کی قدر و قیمت اس کا طالب ہی جانتا ہے اور جو شخص مطلوب کی قدر و قیمت سے واقف ہو جائے اس کے لیے تمام مصائب اور جدوجہد آسان ہو جاتی ہیں اور اصول بھی یہی ہے کہ مطلوب جس قدر اہمیت کا حامل ہو اسی کے بقدر طلب و جستجو درکار ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک قصہ طویل مقاتل کی روایت سے ان شاء اللہ باب الصاد میں ”صرد“ کے بیان میں آئے گا۔

حضرت موسیٰؑ کی مچھلی کی حیات ”مجمع البحرین“ (یعنی جہاں پر دو دریا ملتے ہیں) پر ہوئی تھی۔ ان سمندروں کے تعین میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ قتادہؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ بحر فارس اور بحر روم کے جانب شرق میں پیش آیا جہاں پر کہ یہ دونوں دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ بحر اردن اور بحر قلزم کا واقعہ ہے اور بعض کے نزدیک دو بحروں سے مراد بحر مغرب اور بحر زقاق ہے، مجمع البحر (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات میں یہ حکمت تھی کہ یہ دونوں علم کے سمندر ہیں، ایک علم ظاہری یعنی حضرت موسیٰؑ علم شریعت کے سمندر ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام علوم باطنی یعنی باطنی علوم حقیقت و اسرار ملکوت کے سمندر ہیں۔ چنانچہ ان دو علمی دریاؤں کے دو آبی دریاؤں کے پاس ملنے میں مناسبت پیدا ہو گئی۔

فائدہ:- حضرت موسیٰؑ باوجودیکہ حضرت خضرؑ سے مرتبہ میں بڑے تھے۔ مگر آپ کو (حضرت خضرؑ کو) اس وقت تک نہ پاسکے جب تک کہ ماسوائے حضرت خضرؑ سے کنارہ کشی نہ کر لی۔ یہی حال اس بندے کا ہے جو طالب حق ہو مگر اپنے مولیٰ کا قرب اور اس کی محبت تب تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ غیر اللہ سے سے تجرد یعنی تنہائی اور کنارہ کشی اختیار نہ کرے۔ چنانچہ شیخ شبلی فرماتے ہیں:-

انْفَرِدْ بِاللّٰهِ حَتّٰی تَكُوْنَ مُعْجَزًا عَنِ الْاَغْيَارِ وَ تَكُوْنَ وَاحِدًا لِلْوَاحِدِ فَرْدًا لِلْفَرْدِ۔

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی تنہائی اختیار کرو جس سے کہ اغیار سے تنہائی ہو جائے اور واحد یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے واحد اور فرد (صفت الہی) کے لیے فرد ہو جائے۔“ یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر واحد اور یکتا ہو جانا چاہیے۔“

امام تاج الدین سکندری فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے موجودہ وقت میں آئندہ کے لیے مجر ہو گیا یعنی اس نے آج کا کام کل پر چھوڑ دیا اور اس نصیحت پر کاربند نہ ہوا کہ ”کار امروز بفردا نگزار“ تو وہ اپنے مقصود کو بالکل ہی کھو بیٹھا اور جس نے کل کا کام آج ہی

کر لیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

لَا كُنْتُ اِنْ كُنْتُ اَذْرِي كَيْفَ الْقَطْرِثُ الْيَكَا
ترجمہ:- میں جان کر بھی اس سے انجان ہو گیا کہ تیری طرف جانے کا راستہ کون سا ہے۔

اَفْنَيْتَنِي عَنْ جَمِيعِي فَكُنْتُ سَلَمَ يَدَيْكَ
ترجمہ:- تو نے میرا دلی سکون برباد کر دیا۔ اب میں تیرے ہاتھ میں مقید ہو کر رہ گیا ہوں۔

حضرت شیخ جنید سے کسی نے پوچھا کہ بندہ منفرد اور متمیز کب ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت وہ اپنے جوارح یعنی اعضاء کو جملہ مخالفت سے لازمی طور پر روک لیتا ہے اور اپنی خواہشات کی تمام حرکات کو فاکر دیتا ہے تو وہ اپنے رب کی بارگاہ میں ممتاز ہو جاتا ہے اور اس طرح اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور چیز کی تمیز اور پہچان نہیں رہتی۔ کسی شاعر نے اسی مفہوم کو کیا خوب انداز میں بیان کیا ہے۔

وَ عَنْ فَتَائِي فَتَى فَتَائِي وَ فِي فَتَائِي وَ اجْدْتُ اَنَا
ترجمہ:- میں تو فنا ہو گیا اور میرے ساتھ میرا نام اور میری ذات دونوں ختم ہو گئے مگر بعد فنا میں نے تجھے پالیا۔

فِي مَحْوِاسِمِي وَ رَسَمِ جَنَسِي سَأَلْتُ عَنِّي فَقُلْتُ اَنَا
ترجمہ:- اور جب میں نے اپنے بارے میں سوال کیا تو جواب تیرے ہی متعلق ملا۔

اَنَارَ سِرِّي إِلَيْكَ حَتَّى فَتَى فَتَائِي وَ دُمْتُ اَنَا
ترجمہ:- میرا راز یعنی عشق ہمیشہ تیری طرف اشارہ کرتا رہا یعنی میرا مطلوب اور محبوب ہمیشہ تو ہی رہا حتیٰ کہ میں معدوم (فنا) ہو گیا لیکن تو باقی رہا۔

أَنْتَ حَيَاتِي وَ سِرُّ قَلْبِي فَحَيْثُ مَا كُنْتُ كُنْتُ اَنَا
ترجمہ:- تو ہی میری زندگی اور تو ہی میرے دل کا راز ہے۔ لہذا جہاں کہیں میں ہوتا ہے ہوں وہاں تو بھی ہوتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا نام | حضرت خضر علیہ السلام کے نام کے سلسلہ میں شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض حضرات آپ کا اسم گرامی ”بلیا بن ملکان بن قانع بن شالح بن ارفخذ بن سام بن نوح علیہ السلام“ بتاتے ہیں اور یہ قول وہب بن منبہ کا ہے۔ بعض علماء آپ کا نام ایلیا بن عامیل بن شالح بن ارمیا بن علقمان بن عیص بن اسحق بن ابراہیم علیہما السلام“ بتاتے ہیں۔ لیکن نقلی کا قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ کا اسم گرامی ”ارمیا بن حلقیا من سبط ہارون علیہ السلام“ ہے۔ اور آپ کا تعلق حضرت ہارون کے خاندان سے ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح نام وہی ہے جس کو عام اہل سیر نے نقل کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؒ کا اسم گرامی ”بلیا بن ملکان“ ہے۔

جس طرح آپ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے اسی طرح آپ کے نسب میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ شہزادگان میں سے تھے اور آپ کی کنیت ابو العباس تھی۔

سبیل فرماتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد بادشاہ تھے اور آپ کی والدہ کا نام ”ألہا“ تھا اور انہوں نے حضرت خضر کو ایک غار میں جنا تھا۔ وہاں ایک دیہاتی کے ریوڑ کی ایک بکری روزانہ آپ کو دودھ پلاتی تھی کیونکہ آپ کی والدہ نے آپ کی پیدائش کے بعد غار میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ پھر جب اس دیہاتی کو معلوم ہوا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے آیا اور آپ کی پرورش کی۔ جب آپ جوان ہو گئے تو بادشاہ یعنی آپ کے والد کو حضرت شیث رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نازل شدہ صحیفوں کو نقل کرانے کے لیے ایک کاتب کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ بہت سے اہل علم اور اہل قلم بطور امید وار بادشاہ کے پاس گئے۔ ان میں حضرت خضر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بادشاہ آپ سے قطعاً واقف تھا اور نہ بادشاہ کو اور نہ کسی دوسرے کو یہ معلوم تھا کہ آپ بادشاہ کے صاحبزادے ہیں لیکن بادشاہ کو حضرت خضر رضی اللہ عنہ کی تحریر سب سے زیادہ پسند آئی اور بادشاہ نے آپ کو کاتب کے عہدہ پر مقرر کرنے سے پہلے آپ کے حسب و نسب کی تحقیق کا حکم دیا۔ جب بادشاہ پر آپ کی پیدائش کا راز کھلا اور معلوم ہوا کہ حضرت خضر رضی اللہ عنہ آپ کے فرزند ہی ہیں تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور آپ کو سینہ سے لگالیا۔ پھر آپ کو رعایا کے امور کا والی مقرر کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ وہاں سے نکل کر بھاگ گئے اور صحرا نوری اختیار کر لی اور ایک عرصہ تک ملکوں ملکوں پھرتے رہے اور گھومتے گھومتے آپ اتفاقاً آب حیات ملے کے چشمہ پر پہنچ گئے اور اس کا پانی پی لیا۔ اس طرح آپ نے حیات جاودانی حاصل کر لی۔ چنانچہ آپ اب تک زندہ ہیں اور تا خروج دجال زندہ رہیں گے۔ آپ وہی بزرگ ہیں جن کو دجال بوٹیاں کاٹ کر مار ڈالے گا اور اللہ جل شانہ کے حکم سے آپ پھر زندہ ہو جائیں گے۔ باب السیمین میں لفظ سعادت کے تحت ان شاء اللہ صاحب ابتلاء الاخیار کا یہ بیان نقل کریں گے کہ حضرت خضر رضی اللہ عنہ ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کو خضر کا لقب کیوں ملا اس سلسلہ میں بھی علماء کے کئی اقوال ہیں۔ لیکن اکثر علماء اور مورخین کا یہ قول ہے کہ آپ کو خضر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جس زمین پر آپ تشریف فرما ہوتے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے ارد گرد ہریالی (سبزی) پیدا ہو جاتی تھی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے۔

لہٰذا آب حیات کے وجود کا ذکر نہ کیسے قرآن مجید میں ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں بلکہ قرآن مجید کی وضاحتوں کے بھی آب حیات کا تخیل خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اَوْ رَوْ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَوْ كُلُّ شَيْءٍ ؕ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ۔ ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو دائمی و ابدی زندگی نہیں دی گئی اور فناء ہر ایک کے لیے مقدر ہے۔ اس لیے ان آیات کے پیش نظر محققین نے لکھا ہے کہ جنت اور جہنم کے لیے بھی فلاذی ہے۔ اگرچہ وہ آئی فانی ہو یعنی دوسرے ہی آن میں وجود پذیر ہو جائیں۔ نیز رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی سند ہے کہ ”جو اس وقت زندہ ہے وہ قرن (صدی) کے ختم ہونے تک باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ اس حدیث کی بناء پر محققین امت آئندہ جہنم کے حصار سے محفوظ رہیں گے۔“

www.KitaboSunnat.com

انکار کیا ہے۔

رہا یہ کہ کسی کو طویل تر زندگی حاصل ہو تو اس کا امکان ہے کہ خود حضرت نوح رضی اللہ عنہ کی زندگی قرآن مجید سے ایک ہزار سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہے مگر یہ بھی غلط رہے کہ اس وقت زندگی کا اوسط مختصر ہے۔ آنحضور ﷺ نے تو صاف ارشاد فرمایا کہ میری امت کا اوسط عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔“ اسی طرح حضرت خضر رضی اللہ عنہ کی طویل زندگی تو خود مختلف فیہ بنی ہے اور قرآن و حدیث سے کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس کی بناء پر ان کی طویل ترین زندگی کا قائل ہونا پڑے۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد الف ثانی کی تحقیق اعلیٰ ترین ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”خضر ایک عہدہ ہے جیسا کہ قلب ’غوث‘ ابدال‘ مجذوب‘ وغیرہ چنانچہ شخصیتیں ختم ہوتی رہتی ہیں اور دوسرے اشخاص ان عہدوں پر فائز ہوتے رہتے ہیں۔ غرض یہ کہ آب حیات کا تصور اسلامی روایات کے ذخیرے میں نہیں موجود نہیں۔“

آپ کی حیات جاوید کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ امام محی الدین نوویؒ اور جمہور علماء کے نزدیک آپ اب تک زندہ اور موجود ہیں۔ تمام علماء اور صوفیاء اور اہل معرفت اسی کے قائل ہیں۔ علماء کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور سوال اور مقامات مقدسہ میں آپ کی موجودگی کی روایتیں اور اقوال بے شمار اور بہت زیادہ مشہور ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؑ عام علماء اور صلحاء کے ساتھ رہتے ہیں اور حیات ہیں۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ البتہ بعض محدثین کا آپ کی حیات کے بارہ میں انکار ہے۔

ابن المنادی کا یہ قول ہے کہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ حیات ہیں اور حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ امام ابو بکر بن عربی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کی صدی ختم ہونے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرت الیاسؑ اور حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

”یعنی جو اس وقت سطح زمین پر موجود ہے وہ دوسری صدی کے شروع کے وقت باقی نہیں رہے گا۔“

صحیح اور رائج قول یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں۔ چنانچہ بعض محدثین کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس موجود تھے اور جب آپ کو غسل دیا جا رہا تھا تو آپ نے اہل بیت سے تعزیت فرمائی تھی۔ ابن عبد البر جو فن حدیث کے امام ہیں ان کی کتاب تمہید میں ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ کو غسل دیا جا رہا تھا اور کفن پسایا جا رہا تھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا:-

”اے گھر والو! تم پر خدا کی طرف سے سلامتی ہو، ہر فنا ہونے والے کا خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی جانشین ہے اور ہر ضائع شدہ چیز کا وہی معاوضہ دیتا ہے اور مصیبت و غم کی تلافی صرف وہی کر سکتا ہے لہذا تم صبر کرو اور صبر سے اجر حاصل کرو۔“

اس کے بعد آپ نے اہل بیت کو دعائیں دیں۔ حاضرین صحابہ کرامؓ نے آواز تو سنی مگر کہنے والے کو کھائی نہ دیئے تو تمام صحابہ کرام اور اہل بیت سمجھ گئے کہ یہ آواز حضرت خضر علیہ السلام کی تھی۔

سہیلی لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خضر سے مراد امیاء علیہ السلام ہیں۔ (جن کا تذکرہ گزر چکا) لیکن امام ابن جریر الطبری نے اس کو غلط کہا ہے اور اس کے بطلان پر بہت سے دلائل پیش کئے جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھی یسع ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے عجیب قول نقاش کا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کے بیٹے ہیں۔

اب رہا آپ کی نبوت کا معاملہ تو اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ قشیری اور دیگر اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ حضرت خضر نبی نہیں بلکہ ولی ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ آپ نبی ہیں اور نووی نے اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے لیکن ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین قول لکھے ہیں۔ اول یہ کہ آپ نبی ہیں، دوم یہ کہ آپ ولی ہیں اور سوم یہ کہ آپ ملائکہ میں سے ہیں لیکن ماوردی کا یہ تیسرا قول انوکھا اور باطل ہے۔

ماوردی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں علماء کا اختلاف ہے۔ کوئی آپ کو نبی اور کوئی ولی بتاتا ہے۔ لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ آپ نبی ہیں اور قرآن پاک کی اس آیت سے دلیل دیتے ہیں وما فعلتہ عن امری (میں نے یہ کام از خود نہیں کیا) لہذا اس

آیت سے یہ ثابت ہوا کہ آپ نبی ہیں اور جو کچھ آپ نے کیا وہ بذریعہ وحی الہی کیا۔ اس لئے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ پر وحی الہی آتی تھی اور دوسری دلیل نبوت خضر پر یہ دیتے ہیں کہ آپ کا علم حضرت موسیٰ سے زیادہ تھا اور یہ امر دور از قیاس ہے کہ دلی بمقابلہ نبی کے زیادہ عالم ہو۔ اور جو لوگ نبوت خضر کے منکر ہیں انہوں نے اس دلیل کی تردید میں یہ مہمل دلیل پیش کی ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو یہ حکم دیا ہو کہ خضر علیہ السلام سے کہہ دو کہ وہ ایسا کریں۔ لیکن اس بات کی کوئی سند موجود نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں اور بھی کوئی نبی موجود تھا۔ کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام کو اس وقت تک نبوت عطا ہوئی تھی۔ نیز یہ کہ حضرت یوشع بھی بوقت ملاقات خضر موسیٰ کے رفیق سفر تھے اور انہوں نے ہی حضرت موسیٰ کو سمندر میں مچھلی کے گھس جانے کی اطلاع دی تھی۔

آپ کے رسول ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ پس ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت خضر نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ زندہ ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات آخر وقت میں ہوگی۔ جب قرآن کریم کو دنیا سے اٹھالیا جائے گا۔ کشتی غلام اور قریبہ کے متعلق حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بہت مشہور ہے۔ ہم نے طوالت اور شہرت کے سبب سے اس کو بیان نہیں کیا۔

فائدہ:- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر آپ صبر کرتے تو ایک ہزار عجوبہ و نادر واقعات آپ پر ایسے منکشف ہوتے جو ان واقعات سے بھی جو آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں عجیب تر ہوتے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی جدائی پر رونا آگیا اور حضرت خضر سے فرمایا کہ اللہ کے نبی مجھے نصیحت فرما دیجئے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نصیحتیں کیں۔

- ۱۔ آپ اپنی آخرت کی فکر کریں اور لایعنی باتوں کی جستجو میں نہ پڑیں۔
- ۲۔ امن و امان کے وقت خوف کو نہ بھولیں اور خوف کی حالت میں امن سے مایوس نہ ہوں۔
- ۳۔ اعلانیہ باتوں میں تدبیر سے کام لیں سلع اور قدرت ہوتے ہوئے احسان کرنا نہ چھوڑیں۔
- ۴۔ کبھی لجاجت نہ برتیں اور بغیر ضرورت سفر نہ کریں اور جب تک کوئی انتہائی تعجب خیز بات نہ سنیں نہیں۔
- ۵۔ خطا دار لوگوں کو ان کی خطاؤں پر جب کہ وہ اظہار ندامت کر لیں غیرت نہ دلائیں اور جب آپ سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس پر اے ابن عمران ندامت کے آنسو بہالیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمتیں تمام کرے اور آپ کی عمر کو اپنی اطاعت میں تمام کرے اور دشمن سے آپ کی حفاظت فرمائے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ بھی مجھ کو نصیحت فرمادیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے یہ نصیحتیں فرمائیں:-
- ۱۔ غصہ سے اجتناب کرو اور اگر کسی پر غصہ کریں تو صرف اللہ کے معاملہ میں کر سکتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے

۱۔ ایک نسخے میں الفاظ ”تدبیر الامور فی علانیہ“ ہیں۔ اور ایک نسخے میں ”تدبیر الامور فی علانیہ“ ہیں۔ لیکن چونکہ یہاں تمام نصاب میں بہت سی باتوں کی نئی ہے اور لا ساتھ ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ یہاں بھی غلطی سے لا حذف ہو گیا ہے۔

کے سلسلہ میں غصہ اور سختی کرو اور اس میں کسی کی رعایت نہ کرو)

۲۔ کسی سے سوائے اللہ کے بارہ میں راضی نہ ہوں۔

۳۔ دنیا سے محبت نہ کرنا اور نہ اس سے بغض رکھیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انسان ایمان سے خارج اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت خضرؑ نے بھی حضرت موسیٰؑ کو دعائیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کو آپ کے جملہ امور میں سرور و خوشی عطا فرمائے اور مخلوق کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا فرمائے اور اپنے فضل سے نوازے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس دعا پر آمین فرمایا۔

اوپر کی یہ پوری روایت سہیلیؒ کی ہے۔

علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے علیحدگی کا قصد فرمایا تو ان سے نصیحت کرنے کو کہا۔ تو حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ علم کو اس لئے مت طلب کرو کہ اسے صرف لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے بلکہ علم کو عمل کے لئے حاصل کرو۔

حضرت علیؑ کا واقعہ ابو بکر بن ابی الدنیا کی کتاب ”الہوائف“ میں مذکور ہے کہ حضرت علیؑ سے حضرت خضرؑ کی ملاقات ہوئی تو حضرت خضرؑ نے آپ کو یہ دعا سکھائی اور فرمایا کہ اس دعا کا اجر عظیم ہے۔ اور جو شخص ہر نماز کے بعد اس کو پڑھے اس پر رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے۔ دعایہ ہے:-

يَا مَنْ لَا يُشْغَلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَيَا مَنْ لَا تَعْظِلُهُ الْمَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَا يَبْرِمُهُ الْخَاخُ الْمُلْحِنُ اَذْقِنِي بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ۔

ایک عجیب حکایت حافظ ابو بکر خلیب بغدادی نے اپنی کتاب ”المتفق والمتفرق“ میں اسامہ بن زیدؓ تنوخی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ خلیفہ ولید بن عبد الملک اور اس کے بعد خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی جانب سے مصر کے گورنر تھے (یہ وہی سلیمان ہے جس نے مصر کے جزیرہ فسطاط میں مقاس النیل العتیق کی تعمیر کی تھی اور ابن یونس نے اس کا ذکر اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

خلیب آگے لکھتے ہیں کہ اسکندریہ میں ایک بت تھا جس کا نام شر ایل تھا۔ یہ بت سمندر کے کنارے لگا ہوا تھا اور اس بت کی ایک انگلی قسطنطنیہ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اس کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ یہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے کا تھا یا اسکندر اعظم کے زمانے کا اس بت کے پاس پھیلیاں کثرت سے جمع رہتی تھیں اور لوگ ان کا شکار کیا کرتے تھے۔ اس بت کا قد اتنا لمبا تھا کہ اگر آدمی سیدھا ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تب اس کے برابر ہو سکتا تھا۔ پس ولید بن عبد الملک بن مروان کے مقرر کردہ گورنر مصر اسامہ بن زید تنوخی نے ولید کو لکھا کہ امیر المومنین ہمارے پاس اسکندریہ میں ایک بت سمندر کے کنارے کھڑا ہے جس کو شر ایل کہتے ہیں۔ یہ بت تانبے کا ہے اور ہمارے پاس پیسہ (سکون) کی قلت ہے۔ اگر امیر المومنین حکم دیں تو ہم اس کو اتار کر اس کے سکے بنالیں۔ جیسی بھی آپ کی رائے ہو مطلع فرمائیں۔ ولید نے جواب میں لکھا کہ تم اس بت کو تب تک نہ اتارنا جب تک کہ میں تمہارے پاس پرکھنے والے اشخاص نہ بھیج دوں۔ چنانچہ ولید نے چند پرکھنے والوں کو بھیجا اور انہوں نے اس بت کو سمندر کے کنارے سے اٹھایا تو اس کی آنکھیں قیمتی یا قوت کی ٹکلیں اور یہ دونوں یا قوت اس قدر قیمتی تھے کہ کوئی ان کی قیمت کا اندازہ نہ کر سکا۔ اسامہ

نے بت کو ڈھلوا کر اس کے سکے بنوا لئے۔ جب یہ بت سمندر کے کنارے سے ہٹا لیا گیا تو بت کے ہٹتے ہی مچھلیاں وہاں سے چلی گئیں۔ ادھر پھر کبھی اس جگہ پر مچھلیاں نہیں دیکھی گئیں ورنہ مچھلیاں ہر وقت وہاں موجود رہتی تھیں اور اس قدر ہوتی تھیں کہ ہاتھوں سے پکڑی جایا کرتی تھیں۔

الْحَوْشَى

(وحشی اونٹ) الحوشی: وحشی اونٹ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وحشی اونٹ حوش کی جانب منسوب ہیں اور ”حوش“ جنات کا ساڑھ ہے۔ اہل عرب کا گمان ہے کہ اس حوش (سانڈ) نے بعض اونٹنیوں سے جفتی کر لی تھی۔ لہذا یہ نسل اس کی جانب منسوب ہے۔

الْحَوْصَلُ

(ایک بڑا پرندہ) اس پرندہ کا پوٹا کافی بڑا ہوتا ہے اور اس کے پروں سے پوٹیں بنائی جاتی ہے۔ اس کی جمع حواصل آتی ہے۔ ابن بیطار کہتے ہیں کہ یہ پرندہ مصر میں کثرت سے پایا جاتا ہے اور ”بجع“ و ”جمل ماء“ اور کئی دوسرے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سفید اور کالا کالائنتائی بدبو دار اور ناقابل استعمال ہوتا ہے۔ لیکن سفید عمدہ ہوتا ہے اس میں حرارت کم اور رطوبت زیادہ ہوتی۔ اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ اس کا استعمال ان لوگوں کے لئے مفید ہے جن کا مزاج گرم ہو جن پر صفراء غالب ہو جائے۔ جوانوں کے لئے بھی اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔ یہ تفصیل ابن بیطار کی ہے لیکن لوگوں میں اس کے خلاف مشہور ہے کہ یہ نہایت گرم ہوتا ہے۔ بھیڑ اور لومڑی سے بھی زیادہ حرارت اس میں ہوتی ہے اور اس کا پوٹا انسان کے معدہ کی طرح ہوتا ہے۔

حاصل کا شرعی حکم | حوصل کا کھانا جائز ہے جیسا کہ رافعی وغیرہ سے مذکور ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس میں ”طیرماء“ کی صورت کیوں نہیں اختیار کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صورت ان پرندوں کے لئے ہے جو ہمیشہ پانی میں رہتے ہوں اور یہ پرندہ پانی میں تو جاتا ہے لیکن پھر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی گھریلو بطخ کے مانند ہے۔

علامہ دمیری کہتے ہیں کہ میں نے اس پرندہ کو مدینہ طیبہ میں دیکھا ہے کہ اس میں سے ایک کئی سال تک وہاں رہا اور نالیوں وغیرہ میں پھرتا رہتا تھا۔“

الْحُلَانُ

(بکری کے پیٹ میں پایا جانے والا بچہ) اصمعی کہتے ہیں کہ حلان چھوٹی بکریوں کو کہا جاتا ہے۔ لیکن ابن سکیت کہتے ہیں کہ حلان سے مراد بکری کا وہ بچہ ہے جو قربانی میں ذبح کیا جاسکے۔

۱۔ الحوصل: THE PELICAN (بگلی کی قسم کا ایک پرندہ) مصر میں PCRIPIUS PELECANUS اور P-MINAR مغربی
لسطین میں جمل البحر کہلاتا ہے۔

۲۔ جمل الماء: لین نے جمل البحر کو PELICAN اور جمل الماء کو سورڈ فیش (SWORDFISH) کہا ہے۔

حدیث میں حلال کا ذکر:-

”حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا اس بکری کے بارے میں جو گابھن تھی اور جسے ایک محرم نے قتل کر دیا تھا۔ آپ نے فیصلہ میں یہی ضمان دلویا تھا۔“

”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس طریقہ پر ذبح کئے گئے جیسا کہ نہایت ہی بے دردی سے بکری کے پیٹ میں موجود بچہ کو ذبح کر دیا جاتا ہے یعنی ان کا خون بکری کے بچہ کے خون سے بھی زیادہ بے قیمت اور ارزاں سمجھا گیا۔“

اس کا حکم ان شاء اللہ آگے بیان کریں گے۔

حَیْدَرَة

(شیر) شیر کے ناموں میں سے ایک نام۔

حدیث میں حیدرہ کا ذکر:-

بخاری اور مسلم نے سلمہ بن اکوعؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے:-

”غزوہ خیبر میں آنحضور ﷺ نے مجھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور علیؓ اس وقت آشوب چشم میں مبتلا تھے اور آپ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ ”کل میں محاذ کا نشان (جھنڈا) اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب ہے اور اس کے رسول کا بھی اور جو خود بھی خدا اور اس کا رسول سے عشق رکھتا ہے۔“ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا، علیؓ شدید آشوب چشم کی وجہ سے خود نہیں چل سکتے تھے اس لیے میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر لے آیا۔ آنحضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا جس سے فوراً ہی ان کی آشوب چشم کی بیماری جاتی رہی اور پھر آپ نے جھنڈا انہیں دے دیا۔“

راوی آگے کہتے ہیں کہ یہودی جانب سے مرحب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے نکلا اور یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا۔

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرَ النَّاسِ مُرَجَبٌ شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُحَرَّبٌ

ترجمہ:- اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب پہلوان ہوں، تھیاریں بند اور آزمودہ کار جنگ۔“

إِذَا الْخُرُوبُ أَقْبَلْتُ فَلْتَهَبُ

جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور چنگاریاں اڑنے لگتی ہیں تو میں بھی سامنے آتا ہوں۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے جواب میں یہ اشعار کہتے ہوئے آگے بڑھے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَیْدَرَة كَلَيْتُ غَابَاتِ كَرْنَهَةِ الْمُنْظَرَةِ

ترجمہ:- میں وہ ہوں کہ جس کی والدہ نے اس کا نام حیدرہ رکھا تھا اور میں جھاڑی کے اس شیر کی طرح ہوں جس کی طرف دیکھتے ہوئے بھی لوگ کانپتے ہیں۔“

أَكِيلُهُم بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَةِ

لہ السنْدَرَة: ایک پتہ ہوتا ہے۔ اگر اس شعر میں السنْدَرَة سے مراد پتہ لیا جائے تو شعر کا ترجمہ یہ ہوگا:

”میں دشمنوں کو اپنی تلوار سے اس طرح تپاتا ہوں جس طرح سنْدَر ہ تپاتا ہے۔“

اور میں تلوار سنت کر بجلی کی طرح دشمن پر جا پڑتا ہوں۔“

یہ کہہ کر حضرت علیؑ نے جب مرحب پر وار کیا تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور خیبر فتح کر لیا۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ قاسم بن ثابتؓ نے ”حیدرہ“ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تین قول نقل کیے ہیں۔

(۱) کتب قدیمہ میں حضرت علیؑ کا نام اسد لکھا ہوا تھا اور اسد اور حیدر شیر کے لیے مرادف الفاظ ہیں اس لیے حیدرہ کہا گیا ہے۔

(۲) آپ کی ولادت سعیدہ کے وقت آپ کے والد (حضرت ابو طالب) گھر پر موجود نہیں تھے تو والدہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے

باپ کے نام پر آپ کا نام اسد رکھ دیا۔ پھر جب آپ کے والد تشریف لائے تو انہوں نے آپ کا نام علی (بنی شجر) رکھا۔

(۳) بچپن میں آپ کا لقب حیدرہ تھا۔ چونکہ آپ کا جسم شیر کی طرح پر گوشت اور شکم بڑا تھا لہذا آپ کو بھی حیدرہ کہا جانے لگا۔

اسی وجہ سے ایک چور نے حضرت علیؑ کی نافع نامی قید سے بھاگتے ہوئے یہ کہا تھا

وَلَوْ أَنِّي مَكَثْتُ لَهُمْ قَلِيلًا لَخَزُونِي لِحَيْدَرَةٍ الْبَطِينِ

ترجمہ:- اگر میں ان کی قید میں کچھ دن اور رہتا تو وہ ضرور مجھ کو کھینچ کر کلاں شکم کے سامنے ڈال دیتے۔“

کہتے ہیں کہ جنگ خیبر سے پہلے مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو ایک شیر نے پھاڑ دیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کرم اللہ

وجہ نے بوقت مبارزت مرحب کے سامنے یہ اشعار پڑھے تو مرحب کو اپنا خواب یاد آ گیا اور وہ موت کے ڈر سے کانپنے لگا۔

علامہ ومیریؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے ایک شرعی مسئلہ یہ نکلا ہے کہ جنگ میں اس طریقہ پر بازی لگانا جائز ہے کہ بازی

لگانے والا اگر قتل کر دیا جائے تو عام مسلمانوں کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔ پس اگر کوئی کافر مبارزت کا مطالبہ کرے تو کسی مسلمان کو اس

کے مقابلہ کے لیے نکلنا مستحب ہے۔

ابو داؤد نے باسناد صحیح حضرت علیؑ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

”کہ غزوہ بدر کے دن مسلمانوں کے مقابلہ پر سب سے پہلے عقبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ولید پسر عتبہ میدان جنگ میں

آئے اور مبارزت طلب کی۔ چنانچہ ان کی پکار پر تین انصاری جوان ان سے مقابلہ کے لیے نکلے۔ عتبہ نے ان سے پوچھا

کہ تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا پتہ بتلایا اس پر عتبہ نے کہا کہ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے ہم تو صرف اپنے قریبی رشتہ

داروں کو چاہتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہؓ حضرت علیؑ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو

نکلنے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ عتبہ کے اور حضرت علیؑ اس کے بھائی شیبہ کے اور حضرت عبیدہؓ ولید بن عتبہ کے

مقابلہ میں آکھڑے ہوئے۔ حضرت عبیدہؓ اور ولید کے درمیان صرف دو دو ہاتھ چلنے پائے تھے کہ دونوں زخمی ہو گئے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ شیبہ اور عتبہ کو قتل کرنے کے بعد ہم دونوں چچا عتبہؓ ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو قتل

کر کے حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ آپ کے زخموں سے خون فوارے کی طرح

بہہ رہا تھا۔ حضرت عبیدہؓ بولے کہ یا رسول اللہ کیا میں شہید مروں گا؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں یہ جواب سن کر حضرت

عبیدہؓ نے فرمایا کہ کاش! آج ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کو ہمارے حق پر ہونے کا یقین آتا۔ نیز انہیں پتہ چلا کہ جو مضمون

انہوں نے شعر میں پیش کیا ہے اس کے مصداق ہم ہیں بمقابلہ ان کے۔“

حضرت ابو طالب کا وہ شعر یہ ہے:-

وَلَا تُسَلِّمُهُ حَتَّى تَصْرِعَ حَوْلَهُ وَ لُذْهِلْ عَنْ أَبْنَائِنَا وَ الْحَلَائِلِ
ترجمہ:- ہم ان کو (رسول اللہ ﷺ کو) قطعاً تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور تم ان کو (ﷺ کو) اسی وقت پکڑ سکتے ہو جب ہماری
لاشیں گر جائیں اور ہم اپنی اولاد اور بیویوں سے ہٹ کر جائیں۔
اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

فَإِنْ تَقْطَعُوا أَرْجُلِي فَأَنْتَ مُسْلِمٌ أَرْجُو بِهَا عَيْشًا مِنَ اللَّهِ عَالِيًا
ترجمہ:- اگرچہ دشمنوں نے میرا پاؤں کاٹ ڈالا (مگر مجھ کو کوئی غم نہیں اس وجہ سے کہ) میں مسلمان ہوں اور اس کی بدولت مجھ کو اللہ
تعالیٰ سے ایک بلند پایہ زندگی یعنی شہادت کی امید ہے۔
وَ الْبَسْنَى الْوَحْمَانُ مِنْ فَضْلٍ مِنْهُ لِبَاسًا مِنَ الْإِسْلَامِ غَطَّى الْمَسَاوِيَا
ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو اسلام کا ایسا لباس پہنا دیا ہے جس نے کہ میری برائیوں کو چھپا لیا ہے۔
امام شافعی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:-

”کہ خندق کی جنگ میں عمرو بن عبدود دعوت جنگ دیتے ہوئے سامنے آیا وہ سر سے پاؤں تک لوہے سے ڈھکا ہوا تھا اس
کی اس پکار پر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ
عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے دوسری بار آواز دی کہ کیا کوئی مرد نہیں ہے جو میرے مقابلہ پر آوے اور کہنے لگا کہ اے
مسلمانو! وہ تمہاری جنت کہاں لگئی جس کی نسبت تمہارا دعویٰ تھا کہ تم میں سے جو بھی مارا جاوے گا وہ جنت میں داخل ہو
گا۔ اب تم میں سے میرے مقابلہ پر کوئی کیوں نہیں نکلتا؟ یہ سن کر حضرت علیؓ پھر کھڑے ہوئے اور اجازت طلب کی۔
آپ ﷺ نے پھر وہی الفاظ کہہ کر آپ کو بٹھادیا۔ تیسری بار عمرو نے پھر للکارا اور رجز یہ اشعار پڑھے۔

حضرت علیؓ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اگر عمرو ہے تو آپؐ کچھ پرواہ نہ فرمائیں صرف مجھ کو اجازت دے دیں۔
چنانچہ اس بار آپؐ نے اجازت دے دی۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور عمروؓ کے مقابل پہنچ گئے۔ عمرو نے پوچھا کہ لڑکے
تو کون ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے یہ سن کر کہا کہ جیسے مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔
میں تو تیرے رشتہ داروں میں سے کسی کو چاہتا ہوں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہو۔ کیونکہ مجھے یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ
میں تیرا خون بہاؤں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھ کو تو یہ برا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تیرا خون بہاؤں یہ
جواب سن کر عمرو غصہ سے سرخ ہو گیا اور گھوڑے سے اتر کر تلوار سونت لی۔ جو آگ کے شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔

۱۔ عمرو عبدود (جس کا اوپر حدیث میں تذکرہ ہے) عرب کا ایک مشہور پہلوان تھا اور تن تھا کئی سو آدمیوں کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ
قریش کے تجارتی قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا جو تعداد میں پچاس تھے مگر عمرو بن عبدود نے تھان پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ عمرو بن عبدود غزوہ بدر میں زخمی
ہو گیا تھا اور میدان جنگ سے بھاگ گیا تھا۔ تب اس نے عہد کیا تھا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے انتقام نہ لے لوں گا تب تک سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ چنانچہ
یہ مستقل انتقام کے فکر میں لگا رہا اور غزوہ خندق کے دن یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور ایک جگہ سے جہاں پر خندق کی چوڑائی کم تھی وہاں سے اس نے
گھوڑا کودا کر اندر کھس گیا اور مقابلہ کے لیے للکارا۔ پس حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دیا۔

پھر آگ بگولہ ہو کر حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کا دار کیا۔ حضرت علیؓ نے اس کو اپنی ڈھال پر روکا۔ مگر وہ اس قدر شدید تھا کہ تلوار ڈھال کے اندر گھس گئی اور حضرت علیؓ کے سر مبارک کو بھی زخمی کر دیا۔ اس کے بعد شیر خدا نے اس پر جوابی حملہ کیا اور اس کے شانے پر ذوالفقار حیدری کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ چونکہ غبار کافی چڑھا ہوا تھا اور جنگ کا منظر کسی کو دیکھا ہی نہ دیا۔ جب حضرت علیؓ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو پتہ چلا کہ عرب کا مشہور پہلوان قتل ہو گیا۔

بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ جب حضرت علیؓ اور عمرو کا مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

الْيَوْمَ بَرَزَ الْإِنْسَانُ كَيْلَهُ لِلشَّيْءِ كَيْلَهُ۔ ”کہ آج ایمان مجسم (علیؓ) کفر مجسم (عمرو) سے صف آراء ہے۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ اس کو ذوالفقار اس لیے کہتے تھے کہ اس کے وسط میں کچھ نشانات تھے اور یہ تلوار منہ ابن حجاج کی تھی اور غزوہ بدر میں حضور اکرم ﷺ کو اس کے سامان میں سے ملی تھی اور آپ نے اس کو حضرت علیؓ کو دے دیا تھا۔ یہ تلوار خانہ کعبہ کے قریب پائے جانے والے دینے کے لوہے سے تیار شدہ تھی جو جرم یا کسی غیر کے دینے کے ساتھ برآمد ہوا تھا۔ عمرو بن معدیکرب کی تلوار بھی اسی لوہے کی تھی۔

تنتہ | مقدمۃ العسکر (مقدمۃ الجیش یا سپہ سالار) کے لیے مناسب ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حیوانی صفات سے متصف ہو قوت قلب میں شیر کی مانند ہو جو نہ ہمت ہارتا ہے اور نہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ کبر میں چھپنے کی طرح ہو۔ کیونکہ چیتا دشمن کے سامنے جھکتا نہیں۔ شجاعت میں ریچھ کی طرح، کیونکہ ریچھ اپنے تمام اعضاء سے دشمن کو مارتا ہے۔ حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح جو حملہ کرنے کے بعد پیٹھ نہیں پھیرتا۔ اور غارت گری میں بھیڑیے کی طرح جو اگر ایک جانب سے ناکام ہوتا ہے تو فوراً دوسری جانب سے حملہ کرتا ہے۔ ہتھیاروں کا بوجھ اٹھانے میں چوئی کی طرح جو اپنے وزن سے کئی گنا زیادہ وزن اٹھا لیتی ہے اور ثابت قدمی میں پتھر کی طرح جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور وفاداری میں کتے کی طرح جو اپنے مالک کے پیچھے آگ میں بھی داخل ہونے سے گریز نہیں کرتا اور صبر میں گدھے کی طرح اور موقع شناسی میں مرغ کی طرح جو کبھی موقع سے نہیں چوکتا اور حفاظت میں سارس کی طرح اور محنت و مشقت میں بھڑکی طرح۔ بھڑا ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو خراسان میں پایا جاتا ہے۔

الْحَيَرَمَةُ

(گائے) الْحَيَرَمَةُ: اس کی جمع حیرم آتی ہے۔ جیسا کہ ابن احمر نے اپنے اس شعر میں استعمال کی ہے۔

تَبْدَلْ أَدْمًا مِنْ ظَبَاءٍ وَ حَيَرَمًا

ترجمہ: ہرن کا چمڑا گائے کا چمڑا بن جاتا ہے۔

الْحَيَّةُ

(سانپ) ۱۔ الْحَيَّةُ: اسم جنس ہے، مذکر اور مونث سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ مذکر اور مونث میں تمیز کرنے کے لیے اس طرح استعمال کرتے ہیں هَذَا حَيَّةٌ ذَكَرٌ وَ هَذَا حَيَّةٌ اُنْثَى۔ مبرد نحوی نے اپنی کتب ”الکامل“ میں ذکر کیا ہے کہ ”س میں تاء جنس کے

لیے ہے کہ دجاجة اور بطۃ میں اگرچہ بعض اہل عرب سے یہ استعمال بھی مروی ہے۔ کہتے ہیں رأیت حیاء علی حیة (میں نے ایک سانپ کو سانپنی کے اوپر دیکھا) اور حیة کی جانب نسبت کا استعمال حیوی ہوتا ہے۔ حیات کے مذکر کے لیے حیوت بھی مستعمل ہے جیسا کہ اصمعی کے اس شعر میں۔

وَ يَأْكُلُ الْحَيَّةُ وَ الْحَبْوَتَا وَ يَخْنُقُ الْعُجُوزُ أَوْ تَمُوتَا

ترجمہ:- سانپ مچھلیوں کو تو کھا جاتا ہے لیکن بوڑھیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں سانپ کے ایک سونام ہیں۔ اور سیلی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سانپ کو زمین پر اتارا تو سب سے پہلے سجستان میں اس کا نزول ہوا۔ چنانچہ بمقابلہ دیگر ممالک سجستان میں آج بھی سانپوں کی کثرت ہے اور اگر عرب (قسم سانپ) ”جو سانپوں کو کھا جاتا ہے“ نہ ہوتا تو سانپوں کی کثرت کی وجہ سے اہل سجستان اس کو خالی کر دیتے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ سانپ کو اللہ تعالیٰ نے اصفہان میں، ابلیس کو جدہ میں، حضرت حوا کو عرفات میں اور حضرت آدم علیہ السلام کو جبل سرائندپؑ میں اتارا۔

سرائندپ (لنگا) بحر ہند میں مملکت چین کا ایک جزیرہ ہے۔ اس کا پہاڑ اس قدر بلند ہے کہ جہاز سے سفر کرنے والے اس پہاڑ کو کئی دن کی مسافت کی دوری سے دیکھ لیتے ہیں۔ اس پہاڑ کے ایک پتھر پر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم شریف کا نشان بنا ہوا ہے اور روزانہ رات کے وقت اس نشان پر بجلی جیسی چمک دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہیں ہوتا اور روزانہ اس نشان مبارک پر بارش کا ہونا لازمی ہے جو اس نشان کو دھوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ پر یاقوتؑ سرخ اور الماس پایا جاتا ہے اور بارش ہوتی ہے تو پانی کے بہاؤ کے ساتھ اوپر سے نیچے آ

۱۔ عمان: عمان میں سانپ کا عام نام غل ہے جس کی جمع غیلان ہے۔ یہ لفظ بیٹ کے کیڑوں کے لیے بھی مستعمل ہے۔

۲۔ سرائندپ کسی زمانے میں مملکت چین کا ایک جزیرہ تھا مگر آج کل ایک خود مختار علیحدہ ملک ہے اور سری لنکا کے نام سے مشہور ہے۔ اسی ملک میں ایک بلند پہاڑ ہے جس کو جبل سرائندپؑ کہتے ہیں۔

۳۔ یاقوت: اس کو انگریزی میں (RUBY) ہندی میں مانک، پنجابی میں لعل اور سنسکرت میں پدم راگ کہتے ہیں۔ اس کا عربی نام ”لعل“ ہے۔ دینا میں جو جواہرات پائے جاتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے ہیں ان کو ماہرین نے قیمت کے اعتبار سے اس طرح لکھا ہے:-

(۱) الماس (۲) یاقوت (۳) زمرد (۴) نیلم (۵) مروارید (۶) بکھراج (۷) مرجان (۸) زرقون (۹) لسینا۔

ان جواہرات کو اول درجہ کے جواہرات بھی کہتے ہیں۔ ہندی میں ان کو ”نورتن“ اور عربی میں ”جواہر تسعہ“ کہتے ہیں۔ مغل بادشاہ اکبر نے بھی اسی مناسبت کے لحاظ سے اپنے لیے نو مشیر منتخب کیے تھے جو نورتن کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

اول درجہ کے جواہرات کے اعتبار سے یاقوت دوسرے نمبر کا جواہر ہے اور اس کا شمار اعلیٰ درجہ کے قیمتی پتھروں میں ہوتا ہے۔ یہ پتھر چمکدار اور بلوری لال رنگ کا ہوتا ہے جو اندھیری رات میں بھی چمکتا ہے۔ قدیم زمانے کے شعراء اس کی سرفی کو محبوب کے ہونٹوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ اس کا استعمال زیورات کی زیبائش دو بالا کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ خصوصی طور پر بادشاہ اور امراء لوگ اس کو اپنے پاس رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کو خوش بختی اور ازدواجی زندگی کی خوش گواہی سے منسوب کرتے ہیں۔

اقسام

رنگ کے اعتبار سے یا قوت کی چار قسمیں ہیں:- (۱) سرخ حمری، جو کہ گمرا لال رنگ کا ہوتا ہے (۲) سرخ اودی، جو کہ گلابی رنگ کا ہوتا ہے (۳) سرخ نارنجی، جو کہ گمرے لال رنگ کے ساتھ کچھ معمولی پیلاہٹ لے ہوتا ہے (۴) سرخ لیوی، جو کہ پختہ لیمو سے مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی زردی مائل سرخ، ویسے اکثر ماہرین جو اہرات کے مطابق سب سے اعلیٰ یا قوت وہ ہے جس کا رنگ کبوتر کے تازہ خون سے ملتا ہو۔

شناخت:- اس پتھر کے اصلی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صرف الماس (ڈائمنڈ) سے ہی کتنا ہے اگر اس کے علاوہ کسی اور پتھر یا کسی اور چیز سے کٹ جائے تو یہ نقلی ہو گا اور یہ پتھر بہت ہلکا ہوتا ہے۔

تاریخی وابستگی:- زمانہ قدیم سے یا قوت کا تذکرہ ملتا ہے۔ مگر مختصر چند تاریخی وابستگیاں حسب ذیل ہیں:-

(۱) روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو انگوٹھی پہنتے تھے ان میں یا قوت کے گھینے کی بھی ایک انگوٹھی تھی۔

(۲) حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ یا قوت فقر کو ناکل کرتا ہے۔

(۳) شیخ محمد بابوہ ریڑھی کی کتاب ”ثواب الاعمال“ میں درج ہے کہ یا قوت کی انگوٹھی پہننا ثواب ہے۔

(۴) حضرت مفصل بن حمر سے روایت ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا کہ یا قوت کی انگوٹھی پہننا بہترین ہے۔

(۵) ”تحفہ عالم شاہی“ میں تحریر ہے کہ یا قوت رکھنے سے قدر و منزلت اور عزت بڑھتی ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یا قوت پہننا فقر اور کارِ ثواب ہے اور بچوں کے گلہ میں ڈالنے سے مرض ام الصبیان نہیں ہوتا اور اگر حاملہ عورت اس کو

بازو پر باندھ لے تو اس کو اسقاط حمل کا ڈر نہیں رہے گا اور ساتھ ساتھ ورم کے لیے بھی مفید ہے۔

(۷) حضرت امام موسیٰ رضا سے روایت ہے کہ یا قوت کی انگوٹھی محتاجی سے بچاتی ہے۔

(۸) ارسطو نے یا قوت کے متعلق تحریر کیا ہے کہ یہ دشمن کو زیر کرتا ہے۔ اس کے پہننے سے قوت ارادی اور حوصلہ بلند ہوتا ہے اور انسان بڑے بڑے کام

بغیر کسی جھجک کے کر گزرتا ہے۔

(۹) ایک اعلیٰ قسم کا یا قوت محمود غزنوی کو سو منات کے مندر سے ملا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا وزن ۱۱۳۵ کیرٹ تھا اور محمود غزنوی نے اس کو

تاحیات اپنے پاس رکھا مگر بعد میں اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

دنیا کے مشہور یا قوت:- (۱) مشہور عالم یا قوت ”برہا ستار روپی“ امریکہ کے قدرتی تاریخی چیزوں کے لیے بنائے گئے۔ عجائب گھر میں موجود ہے۔ اس کا

وزن ۱۰۰ کیرٹ ہے۔ یہ ایک نایاب یا قوت شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) روس کے عجائب گھر میں زار روس کے تاج کا ایک گھینہ موجود ہے جو اس نے ۱۸۷۸ء میں حاصل کیا تھا۔ اس کا حجم چھوٹے انڈے کے برابر ہے اور

وزن ۱۱۰ کیرٹ ہے۔ یہ بھی مشہور عالم یا قوت ہے۔

(۳) ملکہ وکٹوریہ کے تاج میں ایک یا قوت جڑا ہوا ہے جو خوب صورتی کے لحاظ سے یکساں ہے۔

(۴) شہنشاہ ایران کے پاس بھی ایک قیمتی یا قوت تھا جو آج کل ایران کے عجائب گھر میں ہے۔

یا قوت کے طبی فوائد:- مفرح قلب اور مقوی اعضاء رنیمہ ہے۔ خون کو متحرک کرتا ہے اور قمر بوس (قالج و تقویٰ) کے لیے مفید ہے۔ نبض کی

رفتار کو اصل حالت میں رکھتا ہے۔ خون صاف رکھتا ہے اور پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے۔ نیز امراض قلب کے لیے بھی مفید ہے۔ مرگی، جنون، طاعون اور

کھٹھیا کو شفاء دیتا ہے۔ رطوبت خشک کرتا ہے اور جگر کو طاعت بخشتا ہے۔ نیز وحشت کو دور کرتا ہے اور جریان کے لیے مجرب ہے۔ بیلان الرحم کی شکایت

دور کرتا ہے، اس کا سرہ آنکھ کی تمام بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی بڑھاتا ہے۔ واقعہ زہر ہے اور کمزوری کو دور کرتا ہے۔

یاقوت کے سحری خواص:- فراخ دل اور محبت بڑھاتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں مفید اور خوش گوار ہے۔ اس کا رنگ مزاج میں تیزی اور پھرتی پیدا کرتا ہے اور روزگار میں ترقی کا باعث ہے اس کو برابر دیکھنے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کی ہمت بڑھاتا ہے۔ دل میں دوسوسہ پیدا نہیں ہونے دیتا اور انسان میں آخر تک مقابلہ کی صورت میں جرأت پیدا کرتا ہے۔ خود اعتمادی اور ہوشیاری پیدا کرتا ہے۔ بڑے لوگوں سے تعلقات بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

(۳) الماس: اس کا عربی نام ہے۔ انگریزی میں ڈائمنڈ (DIAMOND) پنجابی میں ہیرا اور سنسکرت میں ہیرک کہتے ہیں۔ یہ بلوری رنگ کا صاف اور شفاف پتھر ہے اور دنیا میں جو اعلیٰ قسم کے نوجواہرات پائے جاتے ہیں ان میں اس کا اول نمبر ہے یعنی دنیا کے سب قیمتی پتھروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کی چمک دک و خوب صورتی اور بخشنی طرہ امتیاز ہے۔ اسے شاہی پتھر بھی کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے خزانوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ تمام اقوام عالم میں اسے بیک وقت دوسرے تمام جواہرات پر ترجیح دی ہے اور پرانے قلمی نسخوں میں اس کی نشاندہی ۵۰۰ قلم مسج کی گئی ہے۔

الماس کی اقسام:- اس کی بے شمار اقسام ہیں۔ لیکن اہل یورپ اس کی تقسیم چار اقسام میں کرتے ہیں:-

(۱) الماس خاص:- یہ بلور کی طرح شفاف ہوتا ہے اور اسے سب سے قیمتی اور اعلیٰ پتھر سمجھا جاتا ہے۔ اس کا استعمال نگینوں و زیورات میں کیا جاتا ہے۔

(۲) پورٹ:- یہ ہموار سیاہی مائل پتھر ہوتا ہے۔ اس کو صنعتی ضروریات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(۳) بلاس:- یہ پتھر سخت ہوتا ہے اور اس میں چمک بالکل نہیں ہوتی اور یہ بھی صنعتی استعمال میں لایا جاتا ہے۔

(۴) کار یوٹا:- یہ کالے رنگ کا پتھر ہوتا ہے اور صنعتی استعمال میں لایا جاتا ہے۔

الماس کی شناخت:- الماس بخشنی کے لحاظ سے سب سے سخت پتھر ہوتا ہے۔ اگر یہ پتھر نلیم اور یاقوت کو کاٹ دے تو یہ اصلی الماس ہو گا بصورت دیگر

قلمی۔

تاریخی وابستگی:- اس کی اہمیت مندرجہ ذیل تاریخی واقعات سے لگائی جاسکتی ہے:-

کوہ نور ہیرا:- یہ ہیرا آج سے تقریباً ۵۰۰۰ سال پہلے گوداوری کے دریا کے دہانے سے ملا تھا۔ یہ ہیرا ہندوستان کے اکثر شاہان اور شہزادگان کی ملکیت میں رہا اور روایت ہے کہ قیمتی اور لافانی ہونے کی وجہ سے سب کی نظریں اس پر لگی ہوتی تھیں یہ سازشوں کا باعث بنا۔ مالوہ کے راجہ اس کو اپنی پگڑی میں لگایا کرتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ جس دن یہ پگڑی سے گر جائے گا تو وہ دن رعایا کے لیے باعث تباہی ہو گا اور ۱۳۰۴ء میں ایک دن راجہ کی پگڑی سے بھرے دریا میں گر گیا تو اسی سال سلطان علاؤ الدین نے مالوہ پر حملہ کر کے یہ ہیرا مالوہ کے راجاؤں سے حاصل کر لیا۔ اسی طرح ایک دن یہ ہیرا مسراجہ بکریم جیت جو گوالیار کا راجہ تھا کے پاس پہنچ گیا۔ ۱۵۲۶ء میں بانی پت کی جنگ کے بعد ابراہیم لودھی کی والدہ نے یہ ہیرا دے کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ شہنشاہ ہمایوں نے یہ ہیرا اپنے والد بابر کی خدمت میں پیش کیا۔ بابر نے یہ ہیرا پھر اپنے جیتے بیٹے ہمایوں کو واپس کر دیا اور پھر روایات کے بموجب اس ہیرے کی برکات کی وجہ سے مغل سلطنت پورے ہندوستان پر چھا گئی۔

کہا جاتا ہے کہ مغلیہ سلطنت میں اس ہیرے نے شہنشاہ اکبر کے زمانے میں سب سے زیادہ چمک دک دکائی اور اسی وجہ سے شہنشاہ اکبر کا عہد دور مغلیہ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اکبر کے ہی دور میں پھر چاچک اس ہیرے کی چمک دک کم ہو گئی تو شہنشاہ اکبر کے دو بیٹے فوت ہو گئے اور شہزادے سلیم نے بغاوت کر دی۔ اور شکستہ دل اکبر ۱۶۰۵ء میں انتقال کر گیا۔

۱۶۳۸ء میں نادر شاہ نے ہندوستان پر چڑھائی کر کے لٹوہات حاصل کیں۔ بعد میں ایک دوستی کا معاہدہ مغلوں اور نادر شاہ میں ہوا۔ معاہدہ کی رسم

■ دھتھل کے وقت مغل شہزادہ اس ہیرے کو اپنے پگڑی میں لگا کر نادر شاہ کے سامنے آیا تو نادر شاہ نے اس ہیرے کو دیکھتے ہی اپنی پگڑی شہزادہ کے سر پر اور شہزادے کی پگڑی اپنے سر پر رکھ لی ”جسے پگڑی بدلنا کہتے ہیں“ اس طرح یہ ہیرا نادر شاہ کے ہاتھ لگا۔ نادر شاہ کے بعد اس کے بیٹے شاہ رخ کو یہ ہیرا ملا اور پھر شاہ رخ سے افغانستان کے بادشاہ احمد شاہ کو ملا اور پھر احمد شاہ کے جانشینوں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ لگا۔ لیکن ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے دلپ سنگھ کو انگریزوں کے ہاتھ شکست ہو گئی اور کوہ نور ہیرا برطانیہ کے قبضہ میں آیا اور ملکہ وکٹوریہ تک پہنچا اور آج تک وہیں شاہی خزانے میں محفوظ ہے۔

ریجنٹ ہیرا:- یہ ہیرا ۱۸۱۶ء میں گوئلڈرے سے ایک قیدی کو مشقت کے دوران ملا۔ اس ہیرے کے ملنے کے بعد یہ قیدی قید سے فرار ہو گیا اور ایک جہاز سے سفر کرنے لگا اور بطور کرایہ اس نے جہاز کے کپٹن کو دے دیا۔ کپٹن نے اس ہیرے کو ایک ہندو ساہوکار کو فروخت کر دیا۔ اس کے بعد کئی ہاتھوں میں ہوتا ہوا فرانس کے بادشاہ لوئیس تک پہنچا۔ لوئیس نے اس کو اسی ہزار پونڈ میں خرید لیا۔ مگر یہ لوئیس کے لیے منحوس ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کے خریدتے ہی انقلاب کی ابتداء ہو گئی اور لوئیس کی حکومت تباہ و برباد ہو گئی۔ آج کل یہ ہیرا فرانس کی ایپلائیڈ لیری میں موجود ہے۔

اکبر شاہ ہیرا:- اس ہیرے پر عربی میں دو عبارتیں کندہ ہیں:-

(۱) اکبر شاہ شاہ عالم ۱۰۲۸ھ (۲) شاہ جہاں دو جہاں ۱۰۳۹ھ

یہ ہیرا لندن لایا گیا اور اس کو ”گیمکوڈ آف بیوڈو“ میں ۵۰۰۰۰ ڈالر میں خریدا۔ اس کا وزن ۲ کیرٹ ہے۔

شاہ ہیرا:- یہ بہت مشہور ہیرا ہے اور اس کا وزن ۸۸ کیرٹ ہے اور ایک ٹایاب ہیرا ہے۔ اس پر تین نام کندہ ہیں:

(۱) اکبر شاہ (۲) نظام شاہ اور (۳) فتح علی شاہ۔

اس ہیرے کا فارس (ایران) کی تاریخ سے قریبی رشتہ ہے۔ ۱۸۲۹ء میں شہزادہ خسرو نے زار نکولاس کو روسی سفیر کے تہران میں قتل ہونے کے عوض میں دیا جو آج کل ماسکو کے عجائب گھر میں ہے۔

سانسی ہیرا:- اس ہیرے کی ایک لمبی اور دلچسپ داستان ہے مگر مختصر یہ کہ ”مسٹر ڈی سانی“ جن کا فرانس کے دربار سے تعلق تھا انہوں نے ہنری سوم شہنشاہ فرانس کی درخواست پر اس ہیرے کو سوزہ لینڈ کے ہاتھوں رہن رکھنے کے لیے بھیجا۔ مگر یہ ہیرا لے جانے والا شخص اس ہیرے کی وجہ سے راستہ میں قتل ہو گیا۔ مگر قتل سے پہلے اس شخص نے اس ہیرے کو نگل لیا۔ بعد میں مسٹر سانی نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس ہیرے کو نکھو لیا اور شہنشاہ جیمز اول (انگلستان) کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ جیمز نے اسے ۱۲۶۱ء میں فرانس کے بادشاہ کو فروخت کر دیا اور ۱۶۷۱ء میں فرانس کے لوئیس نے رسم تاج پوشی کے وقت اپنے تاج میں لگوایا۔ لیکن پھر انقلاب فرانس کے دوران یہ ہیرا غائب ہو گیا۔ لیکن ۱۸۶۵ء میں بیجے کے مشہور پارسی سر جشید جی جیجا بھائی نے اسے خرید لیا اور پھر اس کے لڑکے نے مہاراجہ پٹالہ کو فروخت کر دیا۔ اس ہیرے کا وزن ۵۵ کیرٹ تھا۔

الماس (ہیرا) کے طبی فوائد | اس پتھر کو عورت کے زانو پر باندھنے سے درد زہ سے نجات ملتی ہے اور معدہ پر لٹکانے سے انسان درد شکم اور پیشاب سے محفوظ رہتا ہے۔ دل کے نزدیک لٹکانے سے دل قوی ہوتا ہے اور مرگی جیسے موزی مرض کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اکسیر اعظم:- ہیرے کا کشتہ اکسیر روح حیات اور معاون حیات ہے۔ یہ متعدد دوا علاج امراض کے لیے شافی ہے۔ دنیا کے کسی بھی طریقہ علاج میں ہیرے کے کشتہ سے موثر اور مکمل علاج ذیابیطس (پیشاب میں شکر آنا) اور فالج و لقوہ اور دق وغیرہ کا نہیں۔ ذیابیطس کے مریض کے لیے صرف اس کی چار خوراکیں کافی ہیں۔ اسی طرح دمہ، لقوہ وغیرہ کے لیے بھی آخری علاج کی حیثیت رکھتا ہے اور چند خوراکیں میں تندرستی بخشتا ہے۔ اوپر بیان کئے گئے کسی

جاتا ہے اور قزوینی نے لکھا ہے کہ یہاں پر عود ہندی بھی کافی تعداد میں دستیاب ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جبل سراندیپ ”ساتیدما“ کے قریب ہے۔ ساتیدما ایک جزیرہ ہے جو بحر ہند اور بحر قلزم کے اتصال پر واقع ہے۔ ”ساتیدما“ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خون ریزی کے ہیں اس کو ساتیدیا اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جو وہاں پر خون ریزی نہ ہوتی ہو۔ بکری نے اپنی کتاب معجم میں اور جوہری نے سیویہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ قیصر روم اور کسریٰ فارس میں جنگ ہوئی۔ قیصر کسریٰ کی مملکت میں داخل ہو گیا۔ مگر کسریٰ نے جوابی حملہ کر کے اس کو پسپا کر دیا اور فوج لے کر اس کے تعاقب میں نکلا اور جزیرہ ساتیدما میں اس کو جا کر گھیر لیا۔ قیصر کی فوج گھر جانے کے بعد اس قدر مرعوب ہوئی کہ بلا جنگ کے بھاگ پڑی۔ لیکن کسریٰ کی فوجوں نے ان کو کتوں کی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن قیصر روپوش ہو گیا اور ہاتھ نہ آیا۔ اس واقعہ کی مظہر کشی کرتے ہوئے شاعر نے کہا ہے۔

لَمَّا زَاَتْ سَاتِيدَمَا اسْتَعْبَزَتْ لِلَّهِ ذُرُّ الْيَوْمِ مِنْ لَامَهَا

ترجمہ۔ محبوبہ نے میرے خونی آنسوؤں کو دیکھا مگر پھر بھی اس کے آنسو جاری نہیں ہوئے۔ اس کی اس سخت دلی پر اگر کوئی اسے ملامت کرے تو ٹھیک ہی ہے۔

سانپ کی مختلف اقسام ہیں مثلاً زَفْشَاءُ اس سانپ کو کہتے ہیں جس کے بدن پر سفید اور کالے نقطے ہوتے ہیں۔ اس کو زَفْطَاءُ بھی کہتے ہیں۔ یہ سانپ چت کو ریا سانپوں میں سب سے خبیث ہوتا ہے۔ نابغہ نے سلیم کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

فَبِتْ كَانِي سَاوَزْتِي ضَبِيلَةَ مِنَ الرُّقْشِ فِيْ اَنْبِيَاهَا اَلْسِمِ نَاقِعٌ

ترجمہ۔ میں نے رات گزاری اس پریشانی اور متحراری میں جیسا کہ میں سانپ کی گرفت میں ہوں اور اس کا وہانہ زہر سے لبریز ہو۔

تَبَاوَدَهَا الرَّاوُونَ مِنْ شَرِّ سَمِهَا فَتَطْلُقُهُ يَوْمًا وَ يَوْمًا تَوَاجِعُ

ترجمہ۔ اس کے ڈسنے پر منتر کرنے والے زہر سے بچانے کے لیے منتر پڑھنے لگے لیکن یہ منتر کبھی کامیاب اور کبھی ناکام۔

تَسْهَدُ مِنْ لَيْلِ التَّمَامِ سَلِيْمَهَا كَحُلِّي نِسَاءِ فِيْ يَدَيْهِ قَعَاقِعُ

ترجمہ۔ سانپ کا ڈسا ہوا ایسی بیدار رات گزارتا ہے جیسا کہ عورتوں کے ہاتھوں میں گھنگرو والے زیور۔

بھی مرض کے لیے اس کی ایک خوراک کی مقدار دو چاول کے برابر ہے اور ان تمام بیماریوں کے لیے اس کا کشتہ ہفتہ میں صرف ایک بار استعمال کرایا جاتا ہے۔

خام ہیرا (غیر کشتہ شدہ) کا ایک ذرہ بھی اگر انسانی معدہ میں چلا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ جسم کے جس حصہ میں جاتا ہے اس کو کاٹتا چلا جاتا ہے۔ اس کا علاج کافی مشکل ہے تاہم حکماء نے کہا ہے کہ اگر گائے کا دودھ پلا کر تین گراہیں تو بچنے کے امکانات ہو جاتے ہیں یا چند مکمل پیس کر دودھ میں ملا کر پلانے سے بھی آرام آ جاتا ہے۔

الماس کے سحری خواص | اس کو دیکھنے سے دل کو تعزیت ملتی ہے۔ طبیعت میں بٹاشگی پیدا ہوتی ہے اور قوت ارادی میں پختگی آتی ہے اور اس کے

پہننے سے انسان آسمانی بجلی سے محفوظ رہتا ہے۔ اس پر سورج کی کرنیں خاص اثر کرتی ہیں جس سے ذہنی خالصتار دور ہوتا ہے اور مزاج میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

وَهُمْ يَتَقَطَّرُوا رَقَطَ الْأَنَامِيِّ وَ تَبْهَوُا
ترجمہ:- وہ بیدار ہے جیسا کہ سانپ کا ڈسا ہوا بیدار رہتا ہے اور راتوں کو بچھو جو ادھر ادھر پھرتے ہیں لیکن سونے والے سوتے ہیں۔

وَهُمْ نَقَلُوا عَنِّي الَّذِي لَمْ أَفْهِ
ترجمہ:- لوگوں نے محبوب کے بارے میں میری طرف منسوب کر کے وہ باتیں کیں جو میرے وہم و خیال میں بھی نہیں تھیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سی مصیبتیں غلط خبریں اڑانے والوں کی وجہ سے کھڑی ہوتی ہیں۔

اہل عرب کا خیال ہے کہ چت کو ریا سانپ گونگا ہوتا ہے اور اسی طرح شتر مرغ بھی گونگا ہوتا ہے۔

علی ابن نصر جہنمی کا واقعہ | اصرعی نے میرے سامنے یہ اشعار پڑھے ہیں۔

لَمْ أَرِ مِثْلَ الرَّفْقِيِّ فَنِي لِنِيهِ
ترجمہ:- میں نے نرمی میں اس سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ یہ نرمی ہی ہے جو دو شیرزہ کو اس کے محفوظ مکان سے نکال لائی۔

مَنْ يَسْتَعْفِنُ بِالرَّفْقِيِّ فَنِي أَمْرِهِ
ترجمہ:- اور جو بھی اپنے کاموں میں بجائے گرمی کے نرمی برتے گا تو کامیاب ہو گا۔ دیکھو سپیرا سانپ کو اس کے بل سے نرم رویہ اپنا کر ہی نکالتا ہے۔

متوکل نے یہ شعر سن کر غلام کو کھنڈ اور قلم لانے کے لیے حکم دیا۔ چنانچہ غلام نے کاغذ اور قلم خدمت میں پیش کر دیئے تو متوکل نے ان اشعار کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور مجھے انعام عظیم سے نوازا۔ ابو بکر داؤد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین مستعین باللہ نے نصر بن علیؑ کے پاس ایک پروانہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ آپ کو عمدہ قضاء کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب ان کو یہ پروانہ ملا تو عبدالملک نے ان کو استخارہ کا حکم دیا۔ چنانچہ نصر اپنے گھر واپس آئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی۔ ”اے اللہ! اگر میرے لیے تیرے نزدیک کوئی خیر ہے تو مجھے موت دے دے۔“ اور اس کے بعد سو گئے۔ چنانچہ جب لوگوں نے ان کو جگایا تو مردہ پایا۔ یہ واقعہ ربیع الآخر ۲۵۰ھ کا ہے۔

سانپ کی ایک قسم ”ازعر“ بھی ہے کہ یہ کثیر التعداد بھی ہے۔ اسی کی ایک قسم (ازب) ہے۔ یہ سانپ بالوں والے ہوتے ہیں۔ اور ایک قسم کا نام ”ذوات القرون“ ہے۔ اس سانپ کے سینگ ہوتے ہیں۔ لیکن ارسطو نے اس قسم کے وجود کا انکار کیا ہے۔ مگر ”راجز“ نے یہ شعر کہا ہے۔

وَذَاتُ قَرْنَيْنِ طُحُونُ الصَّرْسِ
تَنْهَسُ لَوْ تَمَكَّنَتْ مِنْ نَهْسِ
تَذِيئُو عَيْنًا كَشِهَابِ الْقَيْسِ

۱۔ ایک ایڈیشن کے حاشیہ پر تحریر ہے کہ یہاں علی بن نصر درج ہے۔ (ج)

ترجمہ:- وہ سانپ سنگھ والے اور ڈاڑھ والے میں اگر وہ اپنے دانت گھسادیں تو گھس کر رہ جائیں ان سانپوں کی آنکھوں سے زہر کے شعلے نکلتے ہیں۔

سانپ کی ایک قسم ”شجاع“ ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ باب الشین میں آئے گا۔ ایک قسم ”عرد“ کہلاتی ہے۔ یہ بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں اور دوسرے سانپوں کو کھا جاتے ہیں اور ایک قسم ”اصلہ“ ہے۔ یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور اس کی شکل انسانوں سے ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ سانپ ہزاروں سال کا ہو جاتا ہے تو اس کا چہرہ انسانوں جیسا ہو جاتا ہے۔ اس سانپ کا ایک خاص وصف یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو نگاہ سے ہی ہلاک کر دیتا ہے۔ یعنی جس کسی انسان کی اس پر نظر پڑی اور آنکھیں چار ہوئیں تو فوراً انسان مر جاتا ہے۔

ایک قسم ”صل“ ہے اس کو ”مکملہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ یہ سانپ انتہائی زہریلا ہوتا ہے اور جس جگہ سے گزر جاتا ہے۔ اس کو جلادیتا ہے اس کے بل (بائی یا بمبی) کے آس پاس کسی قسم کی سبزی اور ہریالی وغیرہ نہیں پیدا ہوتی اور اگر کوئی پرندہ اس کے بل کے آس پاس سے گزرتا ہے تو وہیں گر کر مر جاتا ہے۔ نیز اگر کوئی حیوان بل کے قریب سے گزرتا ہے تو وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شکاری اس پر تیر سے وار کرتا ہے تو وہیں سے سوار کو اور سواری کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تاثیر اس کی پھنکار اور آوازیں ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک گھوڑا سوار نے اس کو نیزے سے مارا تو گھوڑا اور سوار دونوں مر گئے۔ یہ سانپ ترکستان میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ سانپ کو ایک قسم ”ذوالطفین“ ہے اور ایک قسم ”اہتر“ (دم کٹا) ہے۔ ان دونوں سانپوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی صحیحین میں مروی ہے:-

”کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں قسم کے سانپوں کو مار ڈالو چونکہ ان کے دیکھنے سے بینائی جاتی رہتی ہے اور حاملہ کا حمل گر جاتا ہے۔“

زہری کہتے ہیں کہ ہم نے اس سانپ کا زہر دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل ان شاء اللہ باب الطاء میں آئے گی۔ سانپ کی ایک قسم کا نام ”ناظرہ“ ہے اس کی آواز ہی سن کر انسان راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے سانپوں کی جملہ اقسام کے نام ذیل میں لکھے ہیں:-

(۱) الْوَيْمُ (۲) الْغَيْنُ (۳) الصُّمُّ (۴) الْأَزْعَرُ (۵) الْأَبْتَرُ (۶) النَّاشِزُ (۷) الْأَيْنُ (۸) الْأَزْقَمُ (۹) الْأَصْلَةُ (۱۰) الْجَانُّ (۱۱) الثَّغْبَانُ (۱۲) الشَّجَاعُ (۱۳) الْأَرَبُ (۱۴) الْفُفْوَانُ (یہ افعی کا زہر ہوتا ہے) (۱۵) الْأَزْقَشُ (۱۶) الْأَقْظُ (۱۷) الْأَصْلُ (۱۸) ذُو الطَّفَتَيْنِ (۱۹) عَزَبْدُ۔

ابن اثیر فرماتے ہیں کہ سانپ کو ابو البختری، ابو الریح، ابو عثمان، ابو العاصی، ابو ند عور، ابو دھاب، ابو یظان، ام طبق، ام عافیہ، ام عثمان، ام الفتح، ام محبوب بنات طبق اور حیتہ السماء بھی کہتے ہیں۔ حیتہ السماء انتہائی خبیث ترین سانپ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں:-

إِذَا تَحَاوَزْتُ وَ مَا بَيْنِي مِنْ حُزْرٍ ثُمَّ كَسَزْتُ الطَّرْفَ مِنْ غَيْرِ حُزْرٍ
ترجمہ:- جس وقت میں تیرا اور بظاہر مجھے کوئی تکلیف نہ تھی تو میں نے بندھن بغیر کسی دشواری کے توڑ ڈالے۔
الْفَيْتَيْنِ الْوَيَّ بَعِيدُ الْمُسْتَمِرِّ أَحْمَلُ مَا حَمَلْتُ مِنْ خَيْرٍ وَ شَرِّ

كَالْحَيَّةِ الصَّمَاءِ فِي أَصْلِ الشَّجَرِ

ترجمہ:- تم نے مجھے دیکھا کہ میں بل کھا رہا ہوں دور دراز جگہ پر اور بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں برائی اور بھائی کا۔ جیسا کہ نرسناپ جو درخت کی جڑ میں لپٹا ہوا ہو۔

مذکر سانپ کو صمد بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع صم آتی ہے۔ اسی سے ورید بن صمد کے والد کا نام ہے۔

اہل علم میں سے جن لوگوں نے طبائع حیوانات کا مطالعہ کیا ہے (یعنی ماہر حیوانات) وہ لکھتے ہیں کہ سانپ عموماً ایک ہزار سال تک زندہ رہتا ہے اور ہر سال یہ اپنی جلد (کینچلی) اتار ڈالتا ہے۔ نیز یہ ایک سال میں ایک مرتبہ انڈے دیتا ہے اور انڈوں کی تعداد اس کے بدن کی ہڈیوں کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی جتنی اس کے جسم میں ہڈیاں ہوتی ہیں اتنی ہی تعداد میں یہ انڈے دیتا ہے۔ لیکن اکثر انڈوں پر چوئیٹیل جمع ہو کر ان کو خراب کر دیتی ہیں۔ صرف تھوڑے سے انڈوں سے یہ بچے نکل پاتے ہیں۔

سانپ کو اگر بچھو ڈنک مار دے تو وہ فوراً مرجاتا ہے۔ سانپ کی ایک قسم حریش بھی ہوتی ہے (جس کا ذکر گزر چکا) یہ قسم بھی چمکو ریا سانپ کی طرح انتہائی خمیٹ ہوتی ہے اور یہ قسم ریتلے مقامات میں رہتی ہے۔ سانپ کے انڈے لبوترے اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔ بعض میالے، بعض سبز مکالے اور چمکبرے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بعض انڈوں پر سیاہ اور سفید چمکیلے نقطے بھی ہوتے ہیں۔ بعض میالے، بعض سبز مکالے اور چمکبرے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بعض انڈوں کے اندر پانی جیسا ایک رقیق مادہ ہوتا ہے جو انڈے کے جوف میں ایک لمبے خط کی طرح چپکا ہوا ہوتا ہے۔ سانپ عام طریقہ سے جفتی نہیں کرتا بلکہ ان کے جفتی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آپس میں کنڈلی مار کر بیٹے جاتے ہیں۔ سانپ کی زبان شکاف دار (درمیان سے چری ہوئی) ہوتی ہے۔ اس لیے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی دو زبانیں ہیں۔ سانپ انتہائی حریص اور شرعی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی وہ مرغی وغیرہ کے بچوں کو پکڑ لیتا ہے تو شیر کی طرح بغیر جبائے نگل جاتا ہے اور جب کبھی یہ سخت چیز کو نگل جاتا ہے تو کسی درخت یا اس جیسی کسی سخت چیز کو سختی سے لپٹ جاتا ہے اور خوب زور لگاتا ہے یہاں تک کہ وہ چیز اس کے پیٹ میں ٹوٹ جاتی ہے۔

سانپ کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی کو کاٹ لیتا ہے تو الٹا ہو جاتا ہے اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح سانپ لپٹ کر اپنا پورا زہر انڈ لیتا ہے مگر یہ بات غلط ہے۔ سانپ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب اس کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو صرف ہوا پر قناعت کرتا ہے۔ بھوک کی انتہائی شدت میں بھی وہ ہوا پر ہی قناعت کر لیتا ہے اور جب سانپ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کا جسم سکڑ کر چھوٹا ہو جاتا ہے اور اس عمر میں سانپ صرف ہوا پر ہی گزارا کرتا ہے۔ سانپ کی فطرت میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ وہ پانی نہیں چاہتا اور نہ اس کو پانی کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن جب کبھی وہ پانی پر پہنچ جاتا ہے تو پھر پے بغیر نہیں رہتا۔ یعنی پانی پر پہنچ کر اسے اپنے نفس پر کنٹرول نہیں رہتا اور چونکہ اسے پینے کی چیز (دودھ وغیرہ) کا شوق ہوتا ہے اور اس لیے بعض دفعہ وہ اس کو اس قدر پی لیتا ہے کہ اس کو نشہ ہو جاتا ہے اور یہ نشہ ہی کبھی کبھی اس کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

نرسناپ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک جگہ نہیں رہتا بلکہ مستقل اپنی رہائش کی جگہ کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ البتہ مادہ سانپ ایک جگہ پر اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ اس کے انڈوں سے بچے نہ نکل آئیں۔ یعنی انڈوں کو سستی ہے اور جب بچہ نکل آتا ہے اور اپنی غذا حاصل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے تو مادہ اس جگہ کو چھوڑ کر کوئی اور جگہ اپنے رہنے کے لیے تلاش کر لیتی ہے۔ سانپ کی آنکھیں اس کے سر میں گھومتی نہیں بلکہ ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ جیسے انہیں ایک جگہ کیل کی طرح ٹھونک دیا گیا ہو۔

یہی کیفیت مڈی کی آنکھوں کی بھی ہوتی ہے۔ اگر سانپ کی آنکھ نکال دی جائے تو وہ دوبارہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اس کے دانت توڑ دینے پر اور دم کاٹ دینے پر دوبارہ نکل آتے ہیں۔ سانپ کی ایک عجیب عادت یہ بھی ہے کہ وہ برہنہ مرد سے بھاگتا ہے اور آگ سے اس کو فرحت محسوس ہوتی ہے اور اگر سانپ کو گھوڑے کے پسینہ سے ترکیا ہو ا کوڑا مار دیا جائے تو وہ فوراً مر جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ذبح کر کے چھوڑ دیا جائے تو مرتا نہیں بلکہ مدتوں زندہ رہتا ہے۔ جب سانپ اندھا ہو جاتا ہے یا زمین کے نیچے سے نکلتا ہے تو اس کو دیکھائی نہیں دیتا ہے اس لیے پھر وہ سونف کو تلاش کر کے اس کے پتوں سے اپنی آنکھیں مس کرتا ہے اس طرح اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے ”فلسبحان من قدر فہدیٰ“ کیا ہی شان ہے خدا تعالیٰ کی کہ جتنا بھی کرتا ہے اور راہ نجات بھی سمجھا دیتا ہے۔

روئے زمین پر کوئی جانور ایسا نہیں جس کا جسم سانپ کے جسم کی طرح قوی ہو اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کبھی سانپ کسی سوراخ یا بل میں اپنا سینہ داخل کر لیتا ہے تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ کوئی طاقت ور سے طاقتور انسان اس کو کھینچ کر نکال لے بلکہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اگر ایسی کوشش کی گئی تو ناکامی ہوئی ہاں البتہ بچ سے ٹوٹ جاتا ہے مگر باہر نہیں نکلتا۔ حالانکہ نہ اس کے ناخن ہوتے ہیں اور نہ پیر جن سے مدد حاصل کر سکے۔ اس کی کمر کی یہ قوت اس کی پسلیوں کی وجہ سے ہے اس کی تیس پسلیاں ہوتی ہیں جب یہ چلتا ہے تو اس کے جوڑ ایک دوسرے میں ایسے پیوست ہو جاتے ہیں کہ پھر اس کی مرضی کے بغیر الگ نہیں ہو سکتے۔ چاہے کوئی کتنی ہی طاقت کیوں نہ لگائے۔ سانپ طبعاً اور اصلاً آبی جانور ہے۔ لیکن خشکی میں پیدا ہونے والا سانپ پانی میں بھی رہ سکتا ہے اور اسی طرح پانی میں پیدا ہونے والا سانپ خشکی میں بھی رہ سکتا ہے۔

جاہل کا قول ہے کہ سانپ (باعتبار زہر) تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم ان میں سے وہ ہے کہ جس کے کانٹے پر نہ تریاق اور نہ کوئی دوا فائدہ دیتی ہے۔ اس قسم کے سانپ ثعبان، افعی اور ہندی سانپ ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس کے کانٹے پر تریاق وغیرہ سے فائدہ ہو جاتا ہے اور ان دو قسموں کے علاوہ جو سانپ ہیں ان کا ڈسا ہوا انسان صرف دہشت سے مرتا ہے جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ماہر حیوانات کا خیال ہے کہ صرف دہشت ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ زہر میں بیجان پیدا ہوتا ہے کیونکہ دہشت کی وجہ سے انسانی بدن کے تمام مسامات لٹھ کھل جاتے ہیں اور زہر یا سانی بدن کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ ایک قصہ مشہور

لے ”مسامات“ انسانی جلد (کھال) میں پائے جانے والے وہ مسمن اور چھوٹے سوراخ ہیں جن کو سادہ آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہیں۔ مطلب یہ کہ مسامات اتنے باریک اور چھوٹے ہوتے ہیں کہ خوردبین کے بغیر ان کا دیکھنا ممکن نہیں۔ اور یہ مسامات ہر وقت کھلے رہتے ہیں خاص طور سے ان کا مشاہدہ آپ گرمی کے موسم میں کر سکتے ہیں۔ جب آپ کا تمام بدن پیسہ سے شرابور ہو جاتا ہے یہ پیسہ ان مسامات کے ذریعہ ہی آپ کی جلد کے اوپر آتا ہے۔ رہا یہ نظریہ کہ ان مسامات کے ذریعہ زہر انسانی بدن میں پھیلتا ہے تو یہ غلط ہے۔ جدید تحقیق کی روشنی میں کسی بھی چیز کا انسانی بدن میں ایک جگہ سے سرایت کرنا اور پھر پورے بدن میں پھیلنا ان مسامات کا کام نہیں بلکہ یہ دوران خون کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ ہر انسان کے بدن میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دماغ اور دل ایسی بنائی ہیں کہ پورا جسم اولاً تو دماغ کے تابع ہے اور بعد میں دل کے دل ایک ایسا آلہ ہے جو خون کو پورے جسم انسانی میں بھیجتا ہے اور ساتھ خون کی صفائی وغیرہ بھی کرتا ہے دل کس طرح کام کرتا ہے اس کا اندازہ آپ اس طرح کر سکتے ہیں جیسے کسی غبارے کو جس میں کچھ پانی پھرا ہوا ہو آپ اس کو دبائیں تو اس کا پانی باہر نکلنے لگے۔ بالکل یہی طریقہ دل کا بھی ہے جو مستقل آپ کے پورے بدن میں شریں کے ذریعہ خون کو پہنچاتا رہتا ہے حتیٰ کہ سر سے لے کر آپ کی چوٹی انگلی تک خون جاتا ہے اور

دل ایک پمپ کی طرح پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے اور جو آپ دل کی دھڑکن محسوس کرتے ہیں یا سننے ہیں۔ یہ صرف دل کے کام کرنے کی آواز ہے یعنی

ہے کہ کوئی شخص ایک درخت کے نیچے ٹاپڑا ہوا سو رہا تھا۔ درخت کی ایک شاخ پر سانپ تھا اس نے لنگ کر اس شخص کے سر میں کاٹ لیا جس سے اس شخص کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ وہ سر کو کھجاتا ہوا پھر سو گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد بیدار ہوا۔ لیکن اس کو زہر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ادھر کسی شخص نے سانپ کو اس کے سر میں کانٹے ہوئے دیکھ لیا تھا مگر اس شخص سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ جب اس واقعہ کو کئی دن ہو گئے تو اس شخص نے اس سونے والے سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے فلاں دن تم اس درخت کے نیچے سو رہے تھے اور تم کو کسی چیز نے کانٹا تھا۔ اس پر اس شخص نے لاعلمی کا اظہار کیا تو دیکھنے والے شخص نے کہا کہ اس دن ایک سانپ نے درخت کی شاخ سے لنگ کر تمہارے سر میں ڈس لیا تھا۔ چنانچہ یہ سنتے ہیں اس شخص پر خوف اور گھبراہٹ اس قدر طاری ہوئی کہ فوراً ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

فائدہ ابن ظفر کی کتاب ”الانصاح“ میں لکھا ہے کہ جب اہل حیرہ اپنے قصر ایض میں قلعہ بند ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید نے نجف میں قیام فرمایا اور اہل نجف کو کہلا کر بھیجا کہ اپنے سرداروں میں سے کسی شخص کو میرے پاس مصالحت کے لیے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے عبدالمسیح ابن عمرو بن قیس بن حیان بن نفیثہ العسائی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ شخص بہت بوڑھا تھا اور اس کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس بوڑھے سے گفتگو فرمائی جو بہت مشہور ہے۔ دوران گفتگو یہ بوڑھا شخص ایک شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے تھا اور بات کرنے کے درمیان بار بار اس شیشی کو دیکھتا رہا۔ حضرت خالدؓ نے اس بوڑھے سے دریافت فرمایا کہ یہ تم بار بار اس شیشی کو کیوں دیکھ رہے ہو اور اس میں کیا شے ہے۔ بوڑھے نے جواب دیا کہ اس شیشی میں ”سم ساعت“ ہے (یعنی ایسا زہر ہے جو کھانے والے کو گھڑی بھر میں ہلاک کر دے) آپ نے پوچھا کہ اس کو کیوں اپنے ساتھ لائے ہو؟

❖ دل مستقل پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے اور جو آپ دل کی دھڑکن محسوس کرتے ہیں یا سنتے ہیں۔ یہ صرف دل کے کام کرنے کی آواز ہے یعنی دل مستقل پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے جس کے نتیجے میں ایک فورس (دھک) پیدا ہوتا ہے اور خون اس فورس (دھک) سے تمام شریں میں جاتا ہے اور پھر یہ شریں اس کو تمام انسانی بدن میں لے جاتی ہے۔ یہی خون پھر واپس دل میں آ جاتا ہے اور پھر شریں کے ذریعہ انسانی اعضاء میں آتا رہتا ہے یعنی ایک سلسلہ خون کے آنے جانے کا مستقل رہتا ہے کہ خون سے بدن کا کوئی بھی حصہ ایک منٹ کے لیے بھی خالی نہیں رہتا۔ یعنی ایک طرف سے خون دل سے ایک خاص دھک سے نکلتا ہے اور دوسری طرف سے پورے بدن سے ہوتا ہوا پھر دل میں آ جاتا ہے اس لیے اگر کوئی چیز یا مادہ انسانی جسم کے کسی حصہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ چند منٹ کے بعد ہی پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور خون جیسا کہ آپ جان چکے ہیں مستقل رواں دواں رہتا ہے اس لیے وہ مادہ فوراً خون کے ذریعے پورے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی جسم میں خون کسی وجہ سے کسی حصہ میں نہیں پہنچتا تو وہ حصہ شل ہو جاتا ہے (فالج پڑ جاتا ہے) یعنی انسانی جسم کی حرکت صرف خون سے ہے۔ اگر کسی حصہ میں کسی وجہ سے خون کا دوران بند ہو جائے تو وہ حصہ شل ہو جائے گا۔ رہا گھبراہٹ یا دہشت کا مسئلہ تو گھبراہٹ اور دہشت کے ہوتے ہی انسانی دماغ تیزی سے حرکت کرتا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ دماغ پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے تو جب کبھی کوئی حادثہ پیش آتا ہے جس کے نتیجے میں دل کی پمپ کرنے کی رفتار بڑھتی ہے اور جب دل کی پمپ کرنے کی (یا دھڑکنے کی رفتار بڑھے گی) تو لامحالہ خون بھی تیزی سے جسم میں رواں دواں ہو گا۔ اور جو بھی چیز اس وقت انسانی بدن کے کسی حصہ میں داخل ہوگی وہ تیزی سے ہی پورے بدن میں خون کی رفتار کے ساتھ ساتھ پھیلے گی اور اتنی ہی تیزی سے اس چیز کے اثرات انسانی جسم پر مرتب ہوں گے۔ یعنی اگر وہ چیز جو بدن میں داخل ہوئی ہے نقصان دینے والی ہے تو تیزی سے جسم میں نقصان ہو گا اور اگر فائدہ دینے والی ہے تو تیزی سے فائدہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ انجشن بہ نسبت دواؤں کے زیادہ تیزی سے اثر انداز ہوتا ہے۔

بیان کرتا۔ چنانچہ یہ سانپ عرش کو لپٹ گیا اور عرش اس کے نصف جسم تک آیا یعنی وہ سانپ عرش سے دو گنا تھا) چنانچہ عرش اس سانپ کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا اور اس نے تواضع اختیار کر لی۔

ہارون الرشید کا واقعہ | کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک دفعہ رات میں سو رہے تھے تو اس نے یہ آواز سنی۔

يَا راقِدَ اللَّيْلِ اَنْتَبِهْ اِنَّ الْخَطُوبَ لَهَا سَرَى
ثَقَّةُ الْفَتَى مِنْ نَفْسِهِ ثَقَّةُ مُحَلِّلَةٍ الْعَزَى

ترجمہ:- اے رات کو سونے والے جاگ۔ کیونکہ مصیبتیں آگے بڑھ رہی ہیں، نوجوان کو خود اعتمادی چاہیے۔ کیونکہ خود اعتمادی ہی مشکلات کا حل ہے۔

چنانچہ یہ اشعار سنتے ہیں خلیفہ کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ شمع گل ہو چکی ہے۔ خلیفہ نے شمع جلانے کا حکم دیا۔ جب روشنی ہوئی تو دیکھا کہ ایک سانپ آپ کے پلنگ کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو مار دیا۔

حکایت | امام الفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیاء میں بشر بن فضل سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے تو عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے تو ہم سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہاں قریب میں تین لڑکیاں ہیں جو حسن و جمال میں بے نظیر اور آپس میں ہمشیرہ ہیں اور یہ تینوں بہنیں طبیب (حکیم) ہیں۔ چنانچہ سن کر ہم کو بھی ان کے دیدار کا اشتیاق ہوا اور ہم نے ان کے پاس جانے کا یہ حیلہ کیا کہ جنگل کی ایک بڑی لکڑی اٹھا کر اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی میں زور سے مار کر خراش لگا دی جس سے وہ خون آلود ہو گیا اور پھر اس ساتھی کو لے کر ان لڑکیوں کے گھر پہنچے اور آواز دی کہ کیا کوئی مار گزیدہ (سانپ کے ڈسے ہوئے) کا جھاڑنے والا ہے۔ ہماری آواز سن کر ایک لڑکی نکل کر آئی جو سب سے چھوٹی تھی۔ اس نے خوب غور سے اس مصنوعی مار گزیدہ کی پنڈلی کی خراش کو دیکھا اور کہنے لگی کہ سانپ نے اس کو نہیں کاٹا۔ بلکہ جس چیز سے اس کو یہ خراش لگی ہے۔ اس پر کوئی نر سانپ پیشاب کر گیا ہو گا مگر یہ شخص بچے کا نہیں اور جب آفتاب طلوع ہو گا تو یہ مر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سورج نکلنے ہی وہ شخص مر گیا۔ ہم کو اس واقعہ سے سخت حیرت ہوئی اور پھر ہم وہاں سے واپس آ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ | اسی کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک منتر کرنے والے پر ہوا جو سانپ کو قبضہ میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سانپ نے (جس کو یہ منتر کرنے والا پکڑنے کی فکر میں تھا)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ اے روح اللہ! اس سے فرما دیجئے کہ اگر یہ مجھ سے دور نہیں ہو گا تو اس کو سخت ترین زک پہنچاؤں گا اور اس کو ڈس لوں گا۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے چلے گئے۔ پھر کچھ دور جا کر جب واپس تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ وہ سانپ سپیرے کی جھولی میں ہے۔ حضرت عیسیٰ نے اس سانپ سے فرمایا کہ اے سانپ ابھی تو مجھ سے سپیرے کے بارے میں شکایت کر رہا تھا اور اب اس کی جھولی میں ہے آخر ماجرا کیا ہے؟ تو سانپ نے جواب دیا کہ اے روح اللہ اس نے قسم کھائی تھی اور اب میرے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے۔ یعنی یہ کہ مجھ کو چھوڑ دے گا اور اپنی جھولی میں بند نہیں کرے گا۔ لیکن اب یہ ایسا نہیں کر رہا ہے۔ لہذا اس کے دھوکے کا زہر اس کے لیے میرے زہر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

نوشیرواں کا واقعہ ”عجائب المخلوقات“ میں علامہ قزوینی نے نوشیرواں عادل کی ایک حکایت بیان کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ”ریحان السہ فارسی“ پہلے ملک فارس میں نہیں تھا بلکہ ایک سانپ نے اس کانچ نوشیرواں کو لا کر دیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ نوشیرواں کے زمانے میں ایک سانپ کے بھائی کو ایک بچھو نے کاٹ کر مار ڈالا تھا تو مرنے والے سانپ کا بھائی یعنی ایک دوسرا سانپ نوشیرواں کے پاس فریاد لے کر آیا تو جیسے ہی یہ سانپ نوشیرواں کے قریب پہنچا اس کے مصاحب اس کو مارنے کے لیے دوڑے۔ نوشیرواں نے اپنے مصاحبوں کو روکا اور فرمایا کہ ابھی اس کو نہ مارو مجھے لگتا ہے کہ اس کے آنے کی کوئی خاص وجہ ہے۔ چنانچہ وہ سانپ چل کر نوشیرواں کے قریب آگیا اور کچھ اس قسم کے اشارے کیے جس سے نوشیرواں سمجھ گیا کہ سانپ مظلوم ہے اور یہ مجھ سے دادرسی چاہتا ہے۔ چنانچہ نوشیرواں نے اس سانپ کے ساتھ اپنا ایک سپاہی بھیج دیا۔ یہ سانپ اس سپاہی کو لے کر ایک کنوئیں کے پاس پہنچا۔ سپاہی نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک سانپ مرا پڑا ہے اور اس مرے ہوئے سانپ کی کمر پر ایک بچھو سوار ہے۔ چنانچہ سپاہی نے برچھے سے اس بچھو کو مار ڈالا اور اس احسان کے بدلہ میں سانپ نے بادشاہ کو ختم ریحان دیا۔ بادشاہ نے اس بچ کو بونے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس سے ریحان کا پودا اگا اور چونکہ نوشیرواں زکام اور دیگر دماغی بیماریوں کا مریض تھا تو اس نے ان امراض کے لیے اس کو استعمال کیا تو بہت مفید پایا۔ اس طرح فارس میں ریحان کی ابتداء ہوئی اور پھر ریحان فارسی بہت سے امراض کے دفعیہ کے لیے مشہور ہو گیا۔

ایک انوکھا واقعہ علامہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”حلیۃ الاولیاء“ میں مذکور ہے کہ یحییٰ بن عبد الحمید نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفیان ابن عیینہ کی مجلس میں تھا اور اس وقت وہاں پر کم و بیش ایک ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ پس ابن عیینہ نے ایک شخص سے جو کہ اس کی داہنی جانب آخر صف میں بیٹھا تھا کہ ذرا اٹھ کر حاضرین کو سانپ کا وہ قصہ تو سناؤ جو تم کو معلوم ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ بہت اچھا لیکن پہلے مجھے کمرٹینے کے لئے کوئی چیز عنایت فرمادیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے اٹھ کر ان کی کمر کے پیچھے ایک بڑا تکیہ لگا دیا۔ اس کے بعد حاضرین کو اس نے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے والد نے میرے دادا مرحوم کی زبانی سنا تھا کہ ان کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام ابوالخیر تھا اور بہت ہی متقی پرہیزگار شخص تھا اکثر روزے رکھتا اور مستقل تہجد پڑھتا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ شکار کرنے کے لئے جنگل کی طرف گیا اور جنگل میں پہنچ کر شکار کی تلاش شروع ہی کی تھی کہ دفعتاً ایک سانپ ان کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے محمد بن حمیر مجھے خدا کے واسطے پناہ دو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

ابن حمیر نے پوچھا کہ تمہارا دشمن کہاں ہے؟ سانپ نے جواب دیا کہ میرے پیچھے آ رہا ہے۔ پھر ابن حمیر نے پوچھا کہ تم کس امت سے تعلق رکھتے ہو؟

سانپ نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں۔ ابن حمیر نے یہ جواب سن کر اس کے لئے اپنی چادر کھول دی اور کہا کہ اس میں

لہ ریحان عربی کا لفظ ہے اس کی جمع ریاحین آتی ہے۔ فارسی میں اس کو شاہ سزم یا شاہ اسفرغ کہتے ہیں اور ہندی میں تلسی یا مردہ جو کہ ایک دویا اڑھائی فٹ لمبا پودا ہوتا ہے کہہ سکتے ہیں اور اس کے پتوں میں سے تیز قسم کی ایک مخصوص خوشبو آتی ہے۔ اطباء بہت سے امراض میں اس کو استعمال کراتے ہیں۔ ویسے ریحان عربی میں ہر اس سبزہ کو کہتے ہیں جس سے کسی قسم کی کوئی خوشبو آتی ہو جو طبیعت کو ناگوار نہ لگے۔

گھس جاؤ۔ مگر سانپ نے جواب دیا کہ اس میں تو وہ مجھے دیکھ لے گا۔ تب ابن حمیر نے اپنی چادر کھول دی اور کہا کہ اس کے اندر آ جاؤ اور اس پوشتین اور میرے سینہ کے درمیان چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ لیکن سانپ نے پھر وہی جواب دیا اور کہا کہ وہ یہاں بھی مجھ کو دیکھ لے گا تو ابن حمیر نے کہا کہ آخر پھر تم کو کہاں چھپاؤں تو سانپ نے جواب دیا کہ اگر تم میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہو تو اپنا منہ کھول دو۔ میں اس میں گھس جاؤں گا۔ ابن حمیر نے کہا کہ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں تم مجھ کو ہلاک نہ کر دو۔ سانپ نے جواب دیا کہ میں خداوند کریم اور اس کے رسولوں، فرشتوں اور حالمین عرش اور آسمانوں پر رہنے والوں کو شاہد بناتا ہوں کہ میں تم کو کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا اور دشمن کے جانے کے بعد فوراً باہر آ جاؤں گا۔ چنانچہ ابن حمیر نے اپنا منہ کھول دیا اور سانپ اس کے منہ میں گھس گیا اور ابن حمیر اس کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ ابھی کچھ قدم چلا تھا کہ ایک شخص ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے میرے دشمن کو دیکھا ہے۔ ابن حمیر نے جواب دیا کہ کیسا دشمن؟ اس نے جواب دیا کہ وہ ایک سانپ ہے جو ابھی اس طرف آیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا اور پھر اس دروغ گوئی پر فوراً سو مرتبہ استغفار پڑھی اور اس شخص کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد سانپ نے اپنا سرا ہر نکال کر پوچھا کہ ذرا دیکھو تو وہ میرا دشمن ہے یا چلا گیا؟ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ اس لئے میں نے سانپ سے کہا کہ تمہارا دشمن چلا گیا ہے اور اب تم کا پھر آ جاؤ۔

اس پر سانپ نے جواب دیا اے ابن حمیر اب تم اپنے لئے دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ میں نے کہا وہ کیا تو سانپ نے کہا کہ میں دو جگہ ڈسنا پسند کرتا ہوں ایک جگر کو اور دوسرے دل کو۔ اب یہ تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم کو تو میں تمہارے جگر کو پاش پاش کر دوں یا تمہارے دل کو جھلس دوں تاکہ تمہارا جسم بغیر روح کے رہ جائے۔

ابن حمیر نے جواب دیا کہ سبحان اللہ کیا خوب وعدہ کا ایسا ہے اور کیا خوب قسموں اور حلفیہ بیان کا نتیجہ ہے۔ ابھی جو تم نے مجھ سے لمبے چوڑے وعدے کئے تھے اور جن کے حوصلے میں میں نے تم کو پناہ دی تھی۔ کیا تم اس بھلائی کا ایسا ہی بدلہ دینا چاہتے ہو۔

سانپ نے جواب دیا کہ اے ابن حمیر میں نے تجھ سے زیادہ احمق شخص نہیں دیکھا۔ کیا تجھ کو وہ عداوت یاد نہیں جو میرے اور تیرے باپ کے درمیان تھی اور جس کی وجہ سے میں نے ان کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس وجہ سے تم نے میرے ساتھ نیکی کی۔ ابن حمیر نے کہا کیا تو نے مجھے مارنے کا مہم ابراہہ کر لیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔ سانپ نے جواب دیا کہ ہاں اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ تو ابن حمیر نے کہا کہ جب تیرا قصد ایسا ہی ہے تو تو مجھ کو اتنی مہلت دے کہ میں اس پہاڑ تک پہنچ جاؤں اور اپنے مرنے مرنے کے لئے کوئی جگہ تجویز کر لوں۔ چنانچہ سانپ نے کہا کہ ٹھیک ہے چلو اس پہاڑ تک جانے اور جگہ تجویز کرنے کی تمہیں رعایت ہے۔ چنانچہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو کر پہاڑ کی طرف چل دیا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی شروع کی:-

يَا لَطِيفُ يَا لَطِيفُ الْخَفِيِّ يَا لَطِيفُ يَا قَدِيرُ أَسْأَلُكَ بِالْقُدْرَةِ الَّتِي اسْتَوَيْتَ بِهَا عَلَى الْعَرْشِ فَلَمْ يَعْلَمْ الْعَرْشُ أَينَ مُسْتَقَرُّكَ مِنْهُ يَا حَلِيمُ يَا عَلِيمُ يَا عَلِيَّ يَا عَظِيمُ يَا حَسِي يَا قَيُّوْمُ يَا إِلَهَ الْأَمَّاكَفَيْتَشْنِي شَرَّ هَذِهِ الْحَيَّةِ۔

اور ابھی میں نے دوسری دفعہ یہ دعا پڑھی ہی تھی کہ دفعتاً ایک شخص جو بے حد خوب صورت، خوش پوشاک اور خوشبو سے معطر تھا، میرے سامنے آیا اور کہا السلام علیک میں نے جواب دیا وعلیک السلام یا انی (اے میرے بھائی) سلام کا جواب سننے کے بعد اس نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تمہارا رنگ بدلا ہوا اور تجھ کو پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ ایک دشمن نے مجھ کو ستا

رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے میں پریشان حال ہوں۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا دشمن کہا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرے پیٹ کے اندر اس پر اس نے کہا کہ اچھا ذرا اپنا منہ کھولو۔ چنانچہ میں نے منہ کھول دیا۔ تو اس نے ایک بڑا سا پتہ جو برگ زیتون کے مشابہ تھا میرے منہ میں رکھ دیا اور کہا کہ اس کو چبا کر نگل جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پتہ چبا کر نگلنا تھا کہ میرے پیٹ میں مروڑ ہونا شروع ہوا اور وہ سانپ میرے پیٹ میں گھونسنے لگا۔ اس کے بعد میں نے اس کو نیچے کی طرف سے نکلنے کی شکل میں نکال دیا اور اس کے نکلنے ہی میرے دل میں جو خوف چھایا ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔

اس کے بعد میں نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا کہ برادر م محترم آپ کی تعریف کیا ہے؟ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زبردست احسان کیا ہے اور مجھے اس موذی سے نجات دے دی۔ اس لئے مجھے بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ یہ سن کر وہ شخص مسکرایا اور کہا کہ کیا تم مجھ کو نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا تو اس شخص نے تفصیل سے بتایا کہ جس وقت تمہارے اور سانپ کے درمیان گفتگو ہو چکی اور پھر تم نے اس سے مہلت مانگ کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے دعا مانگی شروع کی تو ساتوں آسمان کے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت اور جلال کی جو کچھ اس سانپ نے میرے بندے کے ساتھ کیا۔ وہ سب مجھ پر آشکارا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ جنت سے شجر طوبی کا ایک پتا توڑ کر لاؤ اور اس کو لے کر میرے بندے ابن حمیر کے پاس پہنچ جاؤ۔ چنانچہ میں نے جنت سے شجر طوبی کا پتہ لیا اور لا کر تجھ کو کھلادیا۔ اس کا اثر جو کچھ ہوا وہ تم دیکھ چکے اور میرا نام معروف ہے اور میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ پھر معروف نے مجھ کو کہا کہ اے محمد حسن سلوک کو لازم پکڑ لو۔ کیونکہ نیکی بدی کے حملوں سے بچاتی ہے۔ اگرچہ وہ شخص جس کے ساتھ نیکی کی گئی ہے اس کی ناندری کر کے اس کو ضائع کر دے مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

فائدہ:- حاکم نے ابوالسرر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَالشَّرِّ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْحَزَقِ وَالْفَرْقِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ يَتَحَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مَذْبُورًا وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ لَدَيْغًا.

”اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں گرنے اور تباہ ہونے سے، جلنے اور ڈوب جانے سے اور اس سے کہ شیطان مجھ کو گمراہ کر دے بوقت موت اور اس سے کہ میدان جہاد سے میں فرار اختیار کروں اور اس سے کہ ڈسنا میری موت کا باعث ہو۔“

علماء نے اس دعا کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ چونکہ شیطان ملعون اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس وجہ سے وہ مرد مومن کو موت کے وقت بہکانا اور ڈمگانا چاہتا ہے تاکہ مرد مومن کا خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے شیطان کے شر سے پناہ مانگی ہے اور یہ پناہ گیری امت کے لئے تھی۔ کیونکہ حضور ﷺ شیطان کے نزع سے قطعی مامون و محفوظ ہیں۔ سانپ اور بچھو کے کانٹے ہوئے کو لمسوع اور ملدوغ کہتے ہیں۔

وظائف و عملیات | بعض علماء محدثین کا قول ہے کہ جو شخص رات میں اور دن میں اول وقت یہ کہہ لیا کرے:-

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.

تو وہ سانپ اور بچھو کی زبان اور چور کے ہاتھ سے مامون رہے گا۔

پچھو کے کاٹے ہوئے کو جھاڑنے کا عمل
 ہے۔ پھر اس جگہ پر جہاں تک درد پہنچتا ہو لوہے کی ایک سلاح رکھے اور جھاڑ کی دعا
 (عزیمہ) پڑھے اور بار بار پڑھتا رہے۔ اور درد کی جگہ کو اس سلاح سے دباتا رہے۔ یہاں تک کہ درد سمٹ کر اس جگہ (زخم) پر پہنچ
 جائے۔ جس جگہ پچھو نے ڈسا ہے پھر اس جگہ کو چوسنا شروع کر دے اور جب تک درد بالکل ختم نہ ہو جائے برابر چوستے رہیں۔ دعا یہ
 ہے:-

سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ وَ عَلَى مُحَمَّدٍ فِي الْمُرْسَلِينَ مِنْ حَامِلَاتِ السِّمِّ أَجْمَعِينَ لَا دَابَّةَ بَيْنَ السَّمَاءِ
 وَالْأَرْضِ إِلَّا وَرَتَيْنِ أَحَدُنَا صَنِيعَهَا أَجْمَعِينَ كَذَلِكَ يُجْزَى عِبَادَةُ الْمُحْسِنِينَ إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ نُوح
 نوح قَالَ لَكُمْ نُوحٌ مَنْ ذَكَرْنِي فَلَا تَلْذَعُوا إِنَّ رَبِّي بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَى
 آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ-

سانپ کے ڈسنے یا باؤ لے کتے کے کاٹنے یا زہری لینے والے کے لئے مجرب جھاڑ
 علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 میں نے بعض علماء محققین کے قلم
 کا لکھا ہوا یہ منتر دیکھا ہے کہ اگر سانپ کے کاٹے ہوئے کو یا کتے کے کاٹے ہوئے کو یا زہری لینے والے کو یا اس کے رسول کو (یعنی وہ
 شخص جو جھاڑنے والے کو اطلاع کرنے یا بلانے آئے) سیدھا کھڑا کیا جائے اور اس کے دونوں قدموں کے گرد ایک دائرہ اس طرح
 کھینچا جائے کہ داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے (خط) دائرہ شروع ہو کر پھر اسی جگہ لوٹ آئے۔ پھر فولاد کی ایک نئی چھری سے دونوں
 قدموں کے درمیان ایک دو سرا خط کھینچا جائے۔ اس کے بعد داہنے پاؤں کے تلوے اور بائیں پاؤں کے ٹخنے کے نیچے سے مٹی اٹھا کر
 ایک پاک برتن میں ڈال دی جائے اور پھر اس مٹی پر پانی چھڑک دیا جائے۔ پھر چھری لے کر اس کو ایک دوسرے برتن میں کھڑی کی
 جائے۔ اسی طریقہ پر کہ چھری کی نوک اوپر کی جانب ہو۔ اس کے بعد وہ پانی جو پہلے برتن میں ہے (جس میں قدموں کی مٹی بھی ہے)
 اس چھری پر جو دوسرے برتن میں کھڑی ہے بہایا جائے اور بہاتے وقت منتر (رقیہ) پڑھا جائے اور اس طرح پانی بہایا جائے کہ ادھر
 آپ کا منتر ختم ہو۔ ادھر پانی بھی ختم ہو جائے (یعنی منتر کے ساتھ ساتھ پانی بھی ختم ہو جائے) پھر چھری کو اٹھا کر پہلے برتن میں جو خلی
 ہوا ہے اسی طرح کھڑا کیا جائے اور وہی عمل دہرایا جائے۔ پھر اس پانی کو سانپ یا پاگل کتے کے کاٹے ہوئے کو یا زہری لینے والے کو پلا
 دیا جائے۔ ان شاء اللہ فوراً شفاء ہوگی۔ عمل یا رقیہ یہ ہے:-

سَارَا سَارَا فِی سَارَا عَاتِیْ نُورٌ نُورٌ نُورٌ اَنَا وَ اَرْمِیَہ فَاہِ یَا ظُورَا کَا طَوَابِرِ مِلْسِ اَوْ زَانَا وَ صَنَانِیْمَا کَا مَیو قَا بِنِیَا سَاتِیَا
 کَا طَوَابِرِ اَصْبَاوَا تَا بَرِیْلِسِ تَوْتِی تَنَاوَسْ-

www.KitaboSunnat.com

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عمل نہایت مجرب ہے اور بار بار آزمایا جا چکا ہے۔

کسی عربی شاعر نے سانپ کے ڈسنے اور پچھو کے کاٹنے کی کیا اچھی مثال دی ہے:-

قَالُوا حَبِيبُكَ مَلْسُوعٌ فَقُلْتُ لَهُمْ مِنْ عَقْرِبِ الصَّلَاغِ اَوْ مِنْ حَبِیَةِ الشَّعْرِ

ترجمہ:- لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے محبوب کو کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا ہے (یہ سن کر) میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کٹی
 کے پچھو نے اس کو کاٹ لیا ہے یا اس کی زلفوں کی ٹانگن نے اس کو ڈس لیا ہے۔

قَالُوا بَلَىٰ مِنْ إِبَاعِي الْأَرْضِ قُلْتُ لَهُمْ
ترجمہ:- وہ بولے کہ یہ بات نہیں بلکہ زمین کے سانپوں میں سے کسی سانپ نے اس کو ڈس لیا ہے۔ یہ جواب سن کر میں نے تعجب سے کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ زمینی سانپ کی رسائی چاند تک کیسے ہو سکتی ہے۔

ان اشعار میں شاعر نے اپنی محبوبہ کی صدف (آنکھ اور کان کا درمیانی حصہ، کنپٹی) کو پھو سے اور اس کی زلف کو ناگ سے اور خود محبوبہ کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔ (از مترجم)

جمال الملک بن الفلح شاعر کا شعر ہے:-

وَ قَالُوا يَصِيرُ الشَّعْرُ فِي الْمَاءِ حَيَّةً
ترجمہ:- لوگ کہتے ہیں کہ بل پانی میں سانپ بن جاتے ہیں جبکہ سورج کی روشنی ان پر پڑ رہی ہو مجھ کو یہ قول سچا نہیں لگتا۔

فَلَمَّا انْتَوَىٰ صُدْغَاهُ فِي مَاءٍ وَجَهَا
ترجمہ:- لیکن محبوبہ نے جب اپنے چہرے پر پانی ڈالا اور اس کی زلفوں نے سانپ کی طرح بل کھا کر میرے دل کو ڈس لیا تو مجھ کو یقین آ گیا کہ لوگوں کا کہنا بالکل صحیح تھا۔

عجیب حکایت
مسعودی بن زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دو بھائی سفر کے لئے نکلے اور راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں جو سڑک کے کنارے تھا دم لینے کے لئے رکے۔ اس پیڑ کے نیچے ایک پتھر بھی پڑا تھا۔ جب کچھ دیر بعد انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو اس پتھر کے نیچے سے ایک سانپ ایک دینار لئے ہوئے نکلا اور اس نے وہ دینار ان دونوں بھائیوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس دینار کو پا کر وہ دونوں بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہونہ ہو یہاں پر کوئی خزانہ مدفون ہے۔ لہذا انہوں نے تین دن تک وہاں پر قیام کیا۔ اور وہ سانپ روزانہ ایک دینار لا کر ان کے سامنے ڈالتا رہا لیکن چوتھے دن ان بھائیوں میں سے ایک کہنے لگا کہ بھائی ہم کب تک یہاں بیٹھے ہوئے ایک ایک دینار حاصل کرتے رہیں گے کیوں نہ اس سانپ کو مار کر خزانہ کو نکال لیا جائے۔ لیکن دوسرے بھائی نے اس کو منع کیا اور کہا کہ اگر اس میں خزانہ نہ نکلا تو ہماری سلامتی بیکار ہو جائے گی۔ مگر اس نے اس کی بات نہ مانی اور ایک کلباڑی لے کر سانپ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور جیسے ہی سانپ نے پتھر سے سر نکالا۔ اس نے کلباڑی سے اس پر وار کر دیا مگر حملہ پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا اور صرف زخمی ہو گیا مرا نہیں۔

سانپ نے تیزی سے پلٹ کر جوابی حملہ کیا اور اس کلباڑی سے حملہ کرنے والے کو ڈس کر ہلاک کر دیا اور واپس پتھر کے اندر گھس گیا۔ دوسری بھائی نے اپنے ہلاک شدہ بھائی کو دفن کر دیا اور وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ وہ سانپ اگلے دن پھر نکلا۔ مگر اس کے منہ میں کوئی دینار نہیں تھا اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ سانپ نکلتے ہی اس کی طرف لپکا مگر اس نے فوراً کہا کہ تجھ کو معلوم ہی ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اس اقدام سے منع کیا تھا اور تیرے قتل کرنے پر اس کا ہم خیال نہیں تھا مگر اس کم بخت نے میرا کہنا نہ مانا اور تم پر حملہ کر بیٹھا جس کے نتیجے میں اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ان حالات کے تحت کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھ کو کوئی نقصان نہ پہچائے اور نہ میں تجھ کو کوئی نقصان پہنچاؤں۔ اور تم پھر اسی طرح مجھ پر مہربان ہو جاؤ جو تم نے چار دن تک ہم پر مہربانی کی تھی۔ لیکن سانپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ انکار کی وجہ کیا ہے؟ سانپ نے جواب دیا کہ انکار کی وجہ یہ ہے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تیرا دل میری طرف سے کبھی صاف نہ ہو گا کیونکہ میں نے تیرے بھائی کو مار ڈالا ہے اور تو اس

کی قبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور میرا دل بھی میری طرف سے صاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ میرے سر کا زخم مجھ کو اس صدمہ کی یاد دلاتا رہے گا جو تیرے بھائی کے ہاتھوں مجھ کو اٹھانا پڑا۔ پھر اس سانپ نے (جو اصل میں جن تھا) نابغہ جعدی کا یہ شعر پڑھا

وَمَا لَيْفِيْثَ ذَاتِ الصَّفَا مِنْ حَلِيْفِهَا وَكَانَتْ تَرْبُهُ الْمَالُ زَعْبًا وَظَاهِرُهُ

ترجمہ:- اور میں اپنے حلیف سے کوئی نیک معاملہ نہیں دیکھ سکا حالانکہ میرا مال اس کی پرورش کرتا تھا اور اس کے ظاہر کا خبر گیر تھا۔
ایک انوکھی حکایت | رحلہ ابن صلاح اور تاریخ ابن نجار میں یوسف بن علی محمد زنجانی فقیہ شافعی المسلک کے ترجمہ میں مذکور ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابواسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی امام ابو طیب سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ بغداد کی جامع منصور میں بہت سے اہل علم کے ساتھ موجود تھا کہ ایک خراسانی آیا اور مسئلہ مصراۃ پر دلیل مانگنے لگا۔ چنانچہ کسی دلیل دینے والے نے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے استدلال کیا جو صحیحین میں مذکور ہے تو اس نوجوان نے جواب میں کہا کہ ابو ہریرہؓ کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ وہ نوجوان ابھی اپنی بات مکمل بھی نہیں کر پایا تھا کہ اس کے پاس ایک بڑا سانپ چھت سے آکر گرا۔ لوگ اس سانپ سے ڈر کر بھاگنے لگے۔ لیکن وہ سانپ سب کو چھوڑ کر اس خراسانی نوجوان پر حملہ آور ہوا اور اس کے پیچھے لگ گیا تو وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے اس نوجوان سے کہا کہ توبہ کر لو۔ کیونکہ تم نے ابھی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت پر شبہ کا اظہار کیا تھا یہ اسی کی سزا ہے۔ چنانچہ اس نوجوان نے فوراً توبہ کی تب وہ سانپ اس کے پیچھے سے غائب ہوا۔ یہ واقعہ مستند ہے اور اس کی نقل میں تین ائمہ موجود ہیں۔ یعنی قاضی ابو طیب، طبری، ابواسحاق اور ابو القاسم زنجانی۔

اس واقعہ سے ملتا جلتا یہ واقعہ بھی ہے جو ابو الیمین کندی نے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو منصور قزازی نے اور ان سے ابو بکر محمد بن قاسم نحوی نے ان سے کربکی نے اور ان سے یزید بن قرۃ الدرع نے عمر بن حبیب سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوا تو وہاں مصراۃ کا مسئلہ چھڑ گیا اور زور و شور سے بحث ہونے لگی۔ بعض حضرات نے اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا جو اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے۔ فریق مخالف نے اس روایت کو قبول نہ کرتے ہوئے کہا کہ ابو ہریرہؓ مقبول الروایت نہیں ہیں اور ان کے ساتھ ہارون رشید نے بھی ان کی تائید کی تو میں نے آگے بڑھ کر پر زور الفاظ میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو ہریرہؓ ثقہ ہیں۔

میرے یہ الفاظ سن کر ہارون نے مجھ کو گھورا تو میں مجلس سے اٹھ کر گھر آ گیا۔ گھر پہنچ کر ابھی بیٹھا تھا کہ فوراً دروازے پر سپاہی آ گیا اور کہا کہ امیر المومنین نے حاضری کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ ابھی میرے ساتھ تشریف لے چلے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی مدافعت کی ہے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جرم عظیم قرار دیا ہے کہ آپ کے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کی جائے۔ پس اے اللہ رشید سے میری حفاظت فرما اور پھر میں ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ وہ سونے کی کرسی پر آستین چڑھائے ہوئے ہاتھ میں تلوار لئے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے نفع (وہ چڑا جو مجرم کے قتل کے لئے بچھایا جاتا ہے) بچھا ہوا ہے۔ رشید نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے ابن حبیب آج تک کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ میری بات کو اس طرح رد کر دے اور جواب دے جس طرح تو نے کیا ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جو آپ نے فرمایا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے احکامات پر عیب لگتا ہے۔

رشید نے جواب دیا کہ وہ کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ جب آپ کے صحابہ غیر معتبر ہو جائیں گے تو پوری شریعت باطل ہو جائے گی اور تمام فرائض نماز، روزہ، حج، نکاح، طلاق و حدود وغیرہ کے سب احکام غلط اور باطل ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ سب کچھ انہی کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور ان کے علاوہ معرفت دین کے لئے ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ رشید نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! اے ابن حبیب تم نے تو مجھے زندگی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے زندگی عطا فرمائے۔ اور پھر مجھے دس ہزار درہم انعام دیئے جانے کا حکم دیا۔

اسی واقعہ کے مثل ایک اور واقعہ بھی ہے جو باب القاف میں قرہ کے بیان میں اس شخص سے متعلق آئے گا جو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کرتا تھا اس حال میں کہ وہ منبر پر ہوتے تھے۔

تتمہ طارق ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میراث کے بہت سے مقدموں میں دادا کو بھائیوں کے مثل قرار دے کر فیصلے کئے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع فرمایا اور لکھنے کے لئے لوہے کا ایک پتہ لیا۔ حضرات صحابہ کرام یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اب میراث کے سلسلہ میں دادا کو باپ کے مثل قرار دیں گے لیکن ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لکھنے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ ایک سانپ نمودار ہوا جس کی وجہ سے تمام صحابہ منتشر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں اس فیصلہ کو نافذ کروں تو میں ضرور نافذ کروں گا اور پھر آپ حضرت زید بن ثابت کے گھر تشریف لائے اور اجازت طلب فرما کر گھر میں چلے گئے۔ حضرت زید بن ثابت اس وقت ایک باندی سے سر میں تیل لگوا رہے تھے۔ پس حضرت زید نے باندی کو ہٹ جانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ آپ قاصد بھیج دیتے ہیں خود حاضر ہو جانا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ باندی سے اپنا کام کرایئے، مجھے ضرورت تھی لہذا میں خود آپ کے پاس آیا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ (دادا کی میراث کے مسئلہ کے متعلق) میں دادا کو باپ کے قائم مقام کر دوں۔ حضرت زید نے فرمایا کہ میری رائے اس سے مختلف ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر غصہ کی حالت میں واپس آگئے اور پھر آپ نے حضرت زیدؓ کے پاس پیغام بھیجا تو حضرت زیدؓ نے اس سلسلہ کے متعلق اپنی رائے ایک لکڑی کے ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کر دی اور ایک درخت کی مثال سے وضاحت کی کہ مثلاً کوئی درخت ایک تہ پر اگے اور پھر اس سے ایک شاخ نکلے اور پھر اس شاخ سے ایک اور شاخ نکلے تو یہ تنا تمام شاخوں کو سیراب کرتا ہے۔ پس اگر پہلی ہی شاخ کو کاٹنا چاہیں تو پانی دوسری شاخ کی جانب لوٹ جاتا ہے اور اگر دوسری شاخ کو کاٹنا جائے تو پانی پہلی شاخ کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت زیدؓ کا مراسلہ پہنچا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت زیدؓ کا مراسلہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ حضرت زیدؓ نے دادا کے مسئلہ میں یہ قول کیا ہے اور میں اس کو نافذ کرتا ہوں۔

تکملہ امام حافظ ابو عمر بن عبد البر وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابو خراش ہذلی (جن کا اصل نام خویہ بن مرہ تھا) کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے ہوئی۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ ابو خراش اس قدر تیز رفتار دوڑتے تھے کہ بعض دفعہ انہوں نے گھوڑوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

لَقُلْتُ وَ أَتَكَرُّتُ الْوُجُوهُ هُمْ هُمْ

رَقُونِي وَ قَالُوا يَا خُوَيْلِدُ لَا تَنُغْ

ترجمہ:- جھاڑنے والوں نے مجھ کو سانپ کے کانٹے سے جھاڑا اور کہنے لگے کہ اے خلید ڈرو دمت (تم اچھے ہو جاؤ گے) میں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ میں صورتوں کو نہیں پہچانتا اور نیند کی وجہ سے میرا سر نیچے کو جھکا جاتا ہے۔"

ابو خراش مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اسلامی احکامات کی سختی سے پابندی کی تھی۔ آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک بار کچھ یمنی لوگ جو کہ حج کو جا رہے تھے آپ کے یہاں مقیم ہوئے اور چونکہ پانی آپ کے گھر سے کافی دور تھا اور اس وقت آپ کے گھر میں پانی بھی ختم تھا اس لئے آپ نے ان یمنی مہمانوں کو ایک رسی مشک اور ایک بکری دے کر کہا کہ آج گھر میں اتفاق سے پانی ختم ہے اس لئے آپ فلاں جگہ سے پانی لے کر اس بکری کو ذبح کر کے پکالینا اور جب آپ یہاں سے واپس جانے لگیں تو یہ مشک اور رسی کنوئیں پر ہی چھوڑ جانا۔ صبح کو یہاں سے جا کر کوئی لے آئے گا۔ مہمانوں نے کہا کہ بخدا ہم آج کی رات بالکل سفر نہیں کریں گے حتیٰ کہ پانی بھی نہیں لائیں گے۔

چنانچہ ابو خراش خود ہی رسی اور مشک لے کر کنوئیں کی طرف دوڑے تاکہ ان مہمانوں کو پانی لادیں اور کنوئیں پر پہنچ کر پانی بھر کر گھر کی طرف واپس ہوئے لیکن گھر پر پہنچنے اور مہمانوں کو پانی دینے سے پہلے ہی آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا۔ آپ تیزی سے گھر پہنچے اور مہمان کو پانی دے کر کہا کہ لو جلدی سے بکری ذبح کر لو۔ مگر آپ نے ان سے یہ نہیں بتایا کہ ان کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ مہمانوں نے وہ بکری ذبح کر کے پکائی اور خوب سیر ہو کر کھائی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ ادھر ابو خراش نے بھی بستر مرگ پر صبح کی۔ مہمانوں کو جب معلوم ہوا تو وہ تدفین وغیرہ میں شریک ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی خبر ملی اور معلوم ہوا کہ یمنی مہمان آپ کی وفات کا سبب بنے تو آپ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ اگر مہمان نوازی سنت نہ ہوتی تو میں یہ حکم نافذ کر دیتا کہ آئندہ کسی یمنی کو ہرگز مہمان نہ رکھا جائے اور اس حکم کو تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرا دیتا۔ پھر آپ نے اپنے عامل یمن کے نام ایک حکم نامہ ارسال فرمایا کہ جب یہ مہمان حج کر کے واپس آئیں تو ان سے ابو خراش کی ریت وصول کی جائے اور تادیباً ان کو سزا بھی دی جائے۔

قاضی امام شمس الدین احمد بن خلکان نے وفیات الاعیان میں عماد الدولہ ابوالحسن علی بن بویہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے والد مچھلی کے شکاری تھے اور ان کا ذریعہ معاش سوائے شکار کے اور کچھ نہ تھا۔ ان کے تین لڑکے تھے۔ سب سے بڑے عماد الدولہ، ان سے چھوٹے رکن الدولہ اور سب سے چھوٹے معز الدولہ تھے۔ یہ تینوں لڑکے بادشاہ ہوئے ہیں اور عماد الدولہ ان دونوں کی خوشحالی اور شہرت کے سبب بنے۔ عماد الدولہ کی مملکت میں عراق، عرب و عجم اور اہواز و فارس وغیرہ شامل تھے۔ آپ نے رعایا پروری میں حسن تدبیر سے کام لیا۔

راوی یعنی ابن خلکان فرماتے ہیں کہ عماد الدولہ کو ایک مرتبہ ایک عجیب اتفاق پیش آیا کہ جب شیراز ان کے قبضہ میں آیا تو ان کے رفقاء ان کے پاس آکر جمع ہوئے اور ان سے مال کے خواستگار ہوئے۔ عماد الدولہ کے پاس اس وقت اتنا مال نہیں تھا کہ اس کو دے کر ان کو راضی کر لیتے۔ چنانچہ اس فکر کی وجہ سے عماد الدولہ کی ہمت پست ہو گئی۔ چنانچہ وہ اسی فکر میں مبتلا اٹھ کر ایک دوسرے کمرے میں جو کہ خالی تھا چلے گئے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے۔ لیکن جب کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی تو پھر واپس مصاحبوں میں آ گئے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے اور رفقاء مال کے لئے تقاضا کرنے لگے تو عماد الدولہ پھر اسی کمرے میں آ کر لیٹ گئے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک ان کی نگاہ ایک سانپ پر پڑی جو کمرے کی چھت کے ایک شکاف سے نکلا اور

دوسرے شگاف میں داخل ہو گیا۔ آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں یہ سانپ مجھ پر نہ گر پڑے اس لئے آپ اٹھے اور فراشوں کو بلا کر ان سے سیڑھی منگوائی اور ان کو حکم دیا کہ اس سیڑھی پر چڑھ کر دیکھو کہ وہ سانپ کہاں گیا؟ فراشوں نے سیڑھی پر چڑھ کر دیکھ بھال شروع کی تو معلوم ہوا کہ اس چھت میں اور دوسری چھت (جو اس سے ملی ہوئی ہے) کے درمیان ایک کھڑکی لگی ہوئی ہے۔ فراشوں نے عماد الدولہ کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے اس کو کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب اس کھڑکی کو کھولا گیا تو اس کے اندر صندوق رکھے ہوئے نظر آئے۔

عماد الدولہ نے صندوقوں کو کھولنے کا حکم دیا۔ جب ان کو کھولا گیا تو ان کے اندر سے پانچ لاکھ دینار کی رقم برآمد ہوئی جو عماد الدولہ کے سامنے رکھ دی گئی۔ یہ دیکھ کر عماد الدولہ بہت خوش ہوئے اور اپنے رفقاء کو بلا کر ان کے مطالبات پورے کر دیئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بگڑے کام کو پھر بنادیا۔ ان صندوقوں میں ان دیناروں کے علاوہ عمدہ قسم کے کافی تعداد میں کپڑوں کے تھان بھی بھرے ہوئے تھے۔ پھر عماد الدولہ نے ان تھانوں کو جو صندوقوں سے برآمد ہوئے تھے پہنے کے کپڑے سلوانے کے لئے ایک تجربہ کار درزی کی تلاش شروع کی تو لوگوں نے کہا کہ جو درزی سابق بادشاہ کے کپڑے سیتا تھا اس سے اچھا اور کوئی درزی یہاں نہیں ہے۔

چنانچہ عماد الدولہ نے اس درزی کو بلانے کا حکم دیا جو کہ شہر میں کہیں رہتا تھا۔ اتفاق سے یہ درزی بہرہ تھا اور اس کے پاس سابق بادشاہ کی کچھ امانت رکھی ہوئی تھی۔ عماد الدولہ کے بلانے پر اس نے سمجھا کہ کسی چغل خور نے عماد الدولہ سے چغلی کر دی ہے اور اس کو سابق بادشاہ کی امانت کا پتہ چل گیا ہے۔ چنانچہ جب اسے عماد الدولہ کے سامنے حاضر کیا گیا اور عماد الدولہ نے اس سے کپڑے کو تاپنے کے لئے کہا تو وہ بہرہ ہونے کی وجہ سے سمجھ نہ سکا۔ اور جلدی سے بولا کہ خدا کی قسم! میرے پاس تو صرف بارہ صندوق ہیں اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان کے اندر کیا ہے؟ عماد الدولہ نے جب درزی کی زبانی یہ الفاظ سنے تو اس کو بہت حیرت ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چند آدمیوں کو درزی کے ساتھ روانہ کر دیا اور کہا کہ وہ صندوق اٹھالو۔ چنانچہ درزی نے گھر جا کر ان صندوقوں کو ان آدمیوں کے حوالے کر دیا اور ان آدمیوں نے عماد الدولہ کے سامنے لا کر جب ان کے حکم سے ان صندوقوں کو کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ صندوق قسم قسم کے قیمتی کپڑوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس طرح عماد الدولہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ مزید احسان فرمایا۔ عماد الدولہ کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔

گھروں میں جو سانپ نکلتے ہیں ان کو دیکھتے ہی نہ مارا جائے۔ بلکہ تین دن تک ان کو تنبیہ کی جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر گھر میں سانپ دیکھو تو اس کو تین دن تک مہلت دو۔ بعض علماء نے اس حدیث کو صرف مدینہ منورہ کے لئے محدود کر رکھا ہے۔ مگر علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور ہر شہر پر اس پر عمل ہو سکتا ہے۔ تنبیہ کے الفاظ یہ ہیں۔ یعنی ان الفاظ سے سانپ کو تنبیہ کی جائے۔

اَنْشِدْ كُنْ بِالْعَهْدِ الَّذِي اَخَذَهُ عَلَيْنَا نَحْنُ وَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَنْ لَا تَبْذُورَنَا وَلَا تُؤْذُوْنَا۔

”یعنی میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمارے سامنے نہ آؤ اور نہ ہم کو

ستاؤ۔“

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ کانڈ کے چار ٹکڑوں پر مندرجہ ذیل حروف لکھ کر گھر کے چاروں کونوں میں ایک ایک آزمودہ عمل | ایک آزمودہ عمل
ایک ایک کانڈ رکھ دیں ان شاء اللہ اس سے سانپ بھاگ جائیں گے اور کوئی بھی سانپ گھر میں داخل نہیں ہو گا۔ حروف یہ ہیں:-

۶ ۸ ۱۱ ۷ ارح ۵۵ ۷ ۵ ۱۱ ۷ ۷ ۷

دواہ بروام ح ح ط ۵ ۵ ۵ ۸

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل عمل سانپوں کو بھاگنے کے لئے مجرب ہے اور مجھ کو میرے بعض مشائخ سے ملا ہے اور بارہا اس کو آزما یا جا چکا ہے۔

سانپ کا شرعی حکم | سانپ ضرر کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح وہ تریاق جو سانپ کے گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن دریا میں جو مچھلی سانپ کے مشابہ ہوتی ہے اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔

(حنفیہ کے نزدیک تداوی بالحرم (حرام چیزوں سے علاج) میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض نے مطلقاً حرام کہا ہے اور بعض بشرط ضرورت یعنی اس شرط پر کہ باخبر طبیب حاذق مسلم یہ معلوم ہو کہ اس مرض کی اور کوئی دوا نہیں اور اس میں شفا مظنون ہے، جائز رکھتے ہیں۔ کمافی الدر المختار)

آپ ﷺ نے سانپ کو مارنے کا جو حکم دیا ہے وہ استحباب پر محمول ہو گا۔ حدیث میں سانپ کا ذکر:-
بخاری، مسلم، نسائی وغیرہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں:-

”ہم منیٰ میں آنحضور ﷺ کے ساتھ ایک غار سلے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ پر اس وقت سورہ مرسلات نازل ہوئی ہم اس کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے رغبت کے ساتھ سن رہے تھے کہ یکایک ایک سانپ نمودار ہوا۔ آپؐ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم اس کو مارنے کے لئے دوڑے مگر وہ ہم سے بچ کر نکل گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خیر تم اس کے شر سے بچ گئے اور وہ تمہارے شر سے بچ گیا۔“

حضرت قتادہؒ روایت کرتے ہیں:-

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سے ہماری ان سانپوں سے دشمنی ہوئی ہے ہم ان سے بچے نہیں رہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جو سانپ کو مارتے نہیں بلکہ چھوڑ دے وہ مسلمان نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس شخص نے سانپ کو اس ڈر سے کہ وہ ہم سے بدلہ لے گا۔ بغیر مارے ہوئے چھوڑ دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“

سنن بیہقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے:-

۱۔ یہ غار ۵۵ سیدہ منیٰ میں موجود تھا اور غار مرسلات کے نام سے مشہور تھا مگر بعد میں مملکت سعودیہ نے اس جگہ سے ایک سڑک نکالی اور اس غار کو معدوم کر دیا۔ اب اس کا کوئی نشان وہاں باقی نہیں رہا۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ بچھو، چوہا، کوا سب خدا کے نافرمان ہیں۔“

مسند امام احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سانپ کو مار ڈالا تو اس نے گویا مشرک کو مار ڈالا اور جو اس کو انجام (بدلہ) کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سانپ مسموم ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل بندروں کی صورت میں مسح کر دیئے گئے تھے۔

امام مسلمؒ اور امام مالکؒ نے مؤطا کے آخر میں اور دیگر محدثین نے ابوسائب مولیٰ ہشام بن زہرہ سے روایت کی ہے:-

”میں ابوسعید خدری کے گھر پہنچا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ میں آپ کی نماز سے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں، میں نے ایک چارپائی کے نیچے جو مکان کے ایک گوشہ میں بچھی ہوئی تھی کسی چیز کی سرسراہٹ سنی، دیکھا تو سانپ ہے میں اسے مارنے کے لئے اٹھا۔ حضرت ابوسعیدؓ نے نماز پڑھتے ہی انگلی کے اشارے سے منع فرمایا۔ چنانچہ میں رک گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے گھر کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم نے اس کمرے کو دیکھا میں نے کہا کہ جی ہاں! اس کے بعد کہنے لگے کہ اس کمرے میں ہمارے گھرانے کا نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رہا کرتا تھا، ہم لوگ مع اس نوجوان کے غزوۂ خندق کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان نصف النہار (دوپہر) کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر آ جاتا اور پھر لوٹ جاتا۔ ایک دن اس نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ جب جایا کرو تو اپنے ہتھیار اپنے ساتھ لے جایا کرو۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بنی قریظہ تمہیں زک پہنچا دیں۔“

چنانچہ اس نے اپنا نیزہ اپنے ساتھ لے لیا جب وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دیکھا کہ دروازے پر کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر اس کو غیرت آئی اور بیوی کو مارنے کے لئے اپنا نیزہ سیدھا کر لیا۔ اس نے کہا کہ ہاتھ تھام لو اور ذرا گھر میں چل کر دیکھو کہ کیا معاملہ ہے اور میں کس وجہ سے گھر سے باہر کھڑی ہوں چنانچہ جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے ہوئے بستر پر بیٹھا ہوا ہے۔ نوجوان نے اس سانپ کو نیزہ۔ سیندھ کر گھر میں نیزہ کھڑا کر دیا۔ سانپ نے تڑپ کر اس نوجوان کو کاٹ لیا۔ اور نوجوان فوراً مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ سانپ بھی مر گیا مگر یہ معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا؟ سانپ یا نوجوان۔

ہم آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپ اس نوجوان کے لئے زندہ ہونے کی دعا فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے رفیق کے لئے مغفرت کی دعا کرو (گویا آپ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے) پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنات ہیں جو اسلام لے آئے ہیں۔ لہذا جب تم کسی سانپ کو گھر میں دیکھو تو مارنے سے پہلے تین دن تک اس کو تنبیہ کرو اور اگر اس کے بعد وہ تمہارے سامنے آئے تو مار ڈالو کیونکہ یقیناً پھر وہ شیطان ہے۔“

علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ مدت مہلت تین مرتبہ ان کو تنبیہ کرنا ہے یا تین دن تک تنبیہ کرنا ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ تین دن تک تنبیہ کرتے رہو۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سانپ گھر میں دکھائی دے تو اس سے باوازی بلند کہو کہ تجھے اپنا وعدہ عہد یاد رکھنا چاہیے کہ تو نے نوح اور سلیمان علیہما السلام سے کیا تھا؟ اگر اس کے بعد بھی وہ نظر آئے تو پھر مار ڈالو۔“

حافظ ابو عمر ابن عبد البر روایت کرتے ہیں:-

”عقبہ ابن عامر بن نافع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہوئے اور یہ عمرو بن العاصؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں جب انہوں نے افریقہ کو فتح کیا تو قیروان نامی جگہ کو جہاں سانپ بے حد تھے، انہوں نے باوازی بلند اعلان کیا کہ وادی کے باشندو! ہم اس علاقہ میں اب قیام کریں گے لہذا تم یہ علاقہ خالی کر دو۔ آپ کے اس اعلان کے بعد عجیب منظر دیکھنے میں آیا کہ ہر پتھر اور درخت کی جڑ میں سے سانپ نکلتے اور وادی کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جاتے تھے۔ جب پورا علاقہ سانپوں سے خالی ہو گیا تو عقبہ اپنے ساتھیوں سے بولے بسم اللہ اب قیام کرو۔“

حضرت عقبہ بن عامر مستجاب الدعوات تھے۔

علماء احناف فرماتے ہیں کہ سفید سانپ کو مارنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ جن ہوتا ہے۔ مگر امام طحاوی فرماتے ہیں کہ تمام سانپوں کو مارنے میں کوئی حرج نہیں مگر اولیٰ یہی ہے کہ پہلے ان کو تنبیہ کر دی جائے۔

کتاب احیاء میں آداب سفر کے باب میں لکھا ہے کہ یہ بات مستحب ہے کہ جب کوئی شخص سفر یا حضر میں موزوہ پہننے تو اس مسئلہ کو پہلے جھاز لے تاکہ سانپ اور بچھو کے کاٹنے کے ممکنہ خطرہ سے بچا جاسکے۔ اس مسئلہ کی دلیل ابو امامہ باہلی کی وہ حدیث ہے جو ہم باب الغین میں لفظ غراب کے تحت ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ، فتاویٰ امام نووی میں اس مسئلہ کا جواب یہ ہے:-

”کہ اگر کوئی سپیرا سانپ کو پکڑ لے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور سانپ اس کو کاٹ لے جس سے وہ سپیرا ہلاک ہو جائے تو وہ سپیرا گناہ گار ہو گیا نہیں؟ جواب یہ دیا کہ اگر اس نے سانپ کو اس نیت سے پکڑا ہے کہ لوگ اس کے فن پر اعتماد کرنے لگیں اور وہ اس فن پر ماہر بھی ہو اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ سانپ سے محفوظ رہے گا“ اس کے باوجود سانپ کے ڈسنے سے اس کا انتقال ہو جائے تو گناہ گار نہیں ہو گا۔ نیز اگر سپیرے سے کوئی سانپ چھوٹ کر کسی کو نقصان پہنچا دے تو سپیرے سے کوئی ضمان نہیں لیا جائے گا۔“

www.KitaboSunnat.com

امام احمد زہد میں لکھتے ہیں کہ ایک سپیرا جس کے پاس پٹارے میں چند سانپ تھے یمن میں کسی کے یہاں مسمان ہوا پس رات کو ایک سانپ پٹارے سے نکلا اور گھر کے کسی فرد کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ یمن کے گورنر نے یہ واقعہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس لکھ کر حکم دریافت کیا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ سپیرے پر کوئی ضمان نہیں البتہ تاکید کر دی جائے کہ آئندہ کسی کے گھر میں مسمان ہو تو اہل خانہ کو مطلع کر دے کہ میرے ساتھ سانپ ہیں۔

حافظ ابو سعید سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان اصبہانی کی کتاب، الاربعین علی مذہب المحققین من الصوفیہ میں حضرت عمران بن حسینؓ سے یہ روایت منقول ہے:-

”کہ آنحضور ﷺ نے پیچھے سے میری دستار کا شملہ پکڑا اور فرمایا کہ عمران اللہ تعالیٰ کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بے پسند ہے اور بخل ناپسند ہے اس لیے تم کھاؤ، کھاؤ، اگر تم نے ہاتھ روک لیا تو اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے بند کر دے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ جب شبہات کا هجوم ہو تو اللہ تعالیٰ کو بصیرت پر مبنی فیصلے پسند ہیں اور جب مصائب گھیر لیں تو عقل کی

راہنمائی انہیں محبوب ہے اور سخاوت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اگرچہ کھجوریں ہی دی جائیں اور دلیری کو بھی محبوب رکھتے ہیں اگرچہ ایک سانپ ہی مارا جائے۔“

انسان اور سانپ کی عداوت مشہور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا۔ ”اتر جاؤ (زمین پر) اس حال میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔“

چنانچہ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ خطاب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو تھا اور اس میں سانپ اور ابلیس بھی شامل ہیں۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں | اہل عرب چستی و چالاکی کی مثال دیتے ہوئے بولتے ہیں ”فَلَانٌ أَسْمَعُ مِنْ حَيَّةٍ وَأَعْدَى مِنْ حَيَّةٍ“ ”اُعدی عدو سے ماخوذ ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں۔ کیونکہ سانپ کو جب کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو انتہائی سرعت کے ساتھ اپنے بل میں داخل ہو جاتا ہے۔

احادیث میں بھی سانپ سے مثال دی گئی ہے۔ چنانچہ امام بخاری اور مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:-
”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام نامانوس ماحول میں رونما ہوا اور عنقریب نامانوس سہاوی ہو جائے گا اور صرف مکہ اور مدینہ میں سمٹ کر رہ جائے گا۔“

حدیث شریف میں ”مسجدین“ سے مراد مسجد حرام اور مسجد نبوی ہیں اور ”یاز“ نیغم (ملنا) کے معنی میں ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخر وقت میں مومن کا ایمان آپ کی محبت اس کو مدینہ کھینچ لائے گی۔ نیز اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا اور اسلام مدینہ میں شان و شوکت کے ساتھ باقی رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے لوگوں کا سنت رسول اللہ ﷺ کی جانب رجوع مراد ہو۔ نیز یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ علم دین اس وقت صرف علماء اور ائمہ مدینہ سے حاصل کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ باب المیم میں لفظ مطیہ کے ذیل میں ترمذی کی یہ حدیث نقل کریں گے۔

”آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ طلب علم میں دور دراز کے سفر کریں گے مگر کہیں صحیح معنی میں عالم نہیں ملے گا، بجز مدینہ کے۔“

کسی چیز کی کراہت کو بیان کرنے کے لیے بولتے ہیں من ریح السذاب الی الحیات کیونکہ مشور ہے کہ (مذاب) گندھک کی بدبو سانپ کو سخت ناگوار لگتی ہے۔

اور جب کسی چھوٹے (کمزور) کا مقابلہ کسی بڑے (طاقتور) سے ہو تو کہتے ہیں الحیة من الحیة اور کبھی اس طرح بھی کہتے ہیں الحیوت من الحیة۔

سانپ کے طبی فوائد | عیسیٰ بن علی لکھتے ہیں کہ اگر زندہ سانپ کے ناب (دانت) اکھاڑ کر کسی ایسے شخص کے گلے میں ڈال دیئے جائیں جس کو چوتھیا بخار نے ستار کھا ہو تو ان شاء اللہ بخار پھر نہیں آئے گا۔ نیز ایسا کر نادانتوں کے درد کے لیے بھی مفید ہے۔ سانپ کا گوشت حواس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے گوشت کا شوربہ بینائی کو تیز کرتا ہے۔ سانپ کا گوشت سخت اور گرم ہوتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے اور بہت سی بیماریوں میں مفید ہے۔ سانپ کی کھال کو اگر اونی کپڑوں کے ساتھ رکھ دی جائے تو کپڑے خراب نہیں ہوتے اور کپڑے وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں اور اگر اس کی کھال کو جلانے کے بعد زیتون کے تیل میں ملا

کر در دالے دانت یا داڑھ پر لگایا جائے تو فوراً فائدہ ہو گا۔ اسی طرح اس کی کھال سر کے کے ساتھ پیس کر گنچ والے شخص کے سر پر لیپ کیا جائے تو نئے اور صحت مند بال اگ آئیں گے۔

سانپ کی کھال اور جھنے ہوئے باز کی دھونی بھی بوا سیر کے لیے مفید ہے۔ سانپ کے انڈے کو سہاگہ اور سرکہ میں پیس کر اگر ایسے شخص کو مالش کی جائے جو تازہ تازہ مرض کا مریض ہو تو اس کا برص ختم ہو جائے گا۔ سانپ کی کھال کو تین کھجوروں کے ساتھ خوب ملا کر اگر اس شخص کو کھلایا جائے تو پھوڑے اور پھنسیوں کا مریض ہو تو ان شاء اللہ شفا ہوگی اور اگر صحت مند آدمی بھی کھالے تو اس کو آئندہ کبھی پھوڑے پھنسیوں کی بیماری نہ ہوگئی۔ سانپ کے دل کے چوتھیا بخار والے مریض کے گلے میں ڈالنے سے فائدہ ہو گا۔

فائدہ:- ابن شیبہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس کی آنکھیں سفید اور بے نور ہو چکی تھیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا پیر ایک دفعہ ایک سانپ کے انڈے پر رکھا گیا اور یہ میری لاعلمی میں ہوا۔ اس وجہ سے میری بینائی ختم ہو گئی۔ آپ نے یہ سن کر اس کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگا دیا۔ پس اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی اور اس قدر تیز بینائی ہوئی کہ اسی سال کی عمر میں جبکہ ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں وہ سوئی میں دھاگہ پرونے لگا۔

خواب میں سانپ کی تعبیر مختلف طریقہ سے دی جاتی ہے۔ مثلاً دشمن، دولت، زندگی، سیلاب، عورت اور اولاد وغیرہ۔

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ سانپ سے لڑ رہا ہے اور سانپ اس کو ڈسنے کی فکر میں ہے تو اس کی تعبیر دشمن سے دی جائے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سانپ کو دشمن سے تعبیر کیا گیا ہے اور اگر خواب میں یہ دیکھے کہ سانپ کو پکڑ لیا اور اس پر غالب آ گیا اور جس طرح چاہتا ہے اس کو بے بس کر دیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کو دولت اور فتح نصیب ہوگی۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کے ذریعہ فرعون کو شکست دی تھی اور اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے منہ سے سانپ نکلا ہے اور خواب دیکھنے والا مریض ہو تو یہ اس کی موت کی جانب اشارہ ہے کیونکہ جیہ (سانپ) اور حیات (زندگی) ایک ہی مادہ سے ہیں اور اگر درختوں اور کھیتوں میں سانپ پھرتے نظر آئیں تو اس کی تعبیر اس کی بیوی کی موت ہے۔

اور اگر کوئی شخص اپنی حاملہ بیوی کو سانپ جتنے ہوئے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی اولاد نافرمان ہوگی اور اگر کوئی شخص خواب میں سانپ کو مردہ دیکھے تو اس سے اس کا دشمن مراد ہے جس کے شر سے اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ فرمادیا، اور جس شخص کو خواب میں سانپ ڈس لے اور ڈسنے کی جگہ پر درم آجائے تو اس کی تعبیر مال ہے جو اس شخص کو عنقریب ملے گا۔ کیونکہ زہر سے مال اور درم سے زیادتی مال مراد ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں سانپ کا گوشت کھائے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو اپنے دشمن کے مال و دولت پر تصرف حاصل ہو گا اور اگر یہ دیکھا کہ وہ سانپ کا کچا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر اس کا دشمن ہے جو غائب ہو جائے گا۔ اور اگر خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے گھر کی چھت سے کوئی سانپ گرا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر کا کوئی معزز فرد انتقال کر جائے گا اور اگر کسی نے خواب میں سانپ کو نگل لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کو سلطنت حاصل ہوگی۔

سانپوں کے ساتھ اختلاط دیکھا اور اس سے اس کو کوئی نقصان نہ ہوا تو یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ وہ اپنے دشمن سے مامون رہے گا۔ اور اگر خواب میں یہ دیکھے کہ کسی کے گھر سے سانپ غائب ہو گیا تو اس کی تعبیر اس گھر میں کثرت اموات اور وباء سے ہوگی۔ کیونکہ سانپ سے زندگی مراد ہوتی ہے۔ اگر قیدی اپنے آپ کو سانپوں میں گھرا ہوا دیکھے اور ان سے مامون رہے تو یہ اس کی رہائی کی جانب اشارہ ہے۔ راستہ میں سانپوں کو اس حالت میں دیکھنا کہ وہ پھنکاروں سے لوگوں کو روک رہے ہوں تو اس سے بادشاہ کا ظلم مراد ہے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں سانپ سے کلام کرے تو اس کو خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔ کالے سانپ کو خواب میں دیکھنا قوی دشمن کی جانب اشارہ ہے اور اگر کوئی شخص خواب میں کالے سانپ کو قبضہ میں کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سلطنت اور ولایت حاصل کرے گا۔

سفید سانپوں کا خواب میں دیکھنا کمزور دشمن کی جانب اشارہ ہے۔ اڑدے سے اہل و عیال اور بیوی کی عداوت مراد ہوتی ہے اور کبھی اڑدے سے حامد پڑوسی مراد ہوتا ہے۔ تین سانپ کا خواب میں دیکھنا خطرناک اور ظالم حکمران پر دلیل ہے اور کبھی اس سے آگ مراد ہوتی ہے۔ اصلہ سانپ کو خواب میں دیکھنا حسب و نسب والی عورت کی جانب اشارہ ہے۔ شجاع سانپ سے خرچیلی عورت یا جسارت مند لڑکا مراد ہوتا ہے۔ افعی سانپ کی تعبیر مالدار قوم سے دی جاتی ہے۔ ان کی زہر کی کثرت کی وجہ سے گھریلو سانپ کی تعبیر راہزن سے کی جاتی ہے۔ پانی کے سانپ کی تعبیر مال ہے۔ لہذا جو شخص خواب میں پانی کے سانپ کو پکڑ لے تو اس کی تعبیر عنقریب ملنے والے مال سے کی جاتی ہے۔ اگر خواب میں سانپ پیٹ کے اندر معلوم ہو یا پیٹ کے اندر دکھائی دے تو اس سے خاندان اور اقارب میں سے کوئی دشمن مراد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

الحيوت

الحيوت: حیوت بروزن ”سفود“ مذکر سانپ کو کہتے ہیں۔

الحيدوان

الحيدوان: (قمری) اس کا تفصیل تذکرہ باب الواؤ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

الحیقطان

الحيقطن: قاف پر ضمہ۔ مرغ کو کہتے ہیں۔

الْحَيَوَانُ

(ہر وہ چیز جس میں زندگی اور حرکت پائی جاتی ہے)

حیوان جنت کے ایک پانی کا نام بھی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے بیان کیا ہے اور حیوان نامی چوتھے آسمان پر ایک نہر بھی ہے اور ہر روز اس نہر میں ایک فرشتہ غوطہ لگاتا ہے اور پھر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے۔ جس سے ستر ہزار پانی کے قطرے گرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں۔ اس طرح ستر ہزار فرشتے روزانہ وجود میں آتے ہیں۔ پھر ان کو حکم ہوتا ہے کہ بیت

العمور کا طواف کریں۔ چنانچہ جب وہ ایک مرتبہ طواف کر لیتے ہیں تو پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ پھر ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر کر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں۔

یہ روایت روح بن جنح مولیٰ ولید بن عبد الملک بیان کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:-

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صحیح عالم شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔“

یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے۔

علامہ زمخشری نے آیت ”وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہو گی اور موت نام کی کوئی چیز نہ ہو گی۔ گویا وہ عالم سرایا حیات ہو گا۔

”حیوان“ حَیٌّ کا مصدر ہے اس کی اصل ”حییان“ ہے لیکن یاء ثانی کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔ جیسا کہ عرب میں بعض لوگوں کا نام ”حیوة“ تھا۔ انہی معنی کے اعتبار سے ہر اس چیز کو جس میں حیات ہو حیوان کہتے ہیں۔ لفظ حیوان میں بمقابلہ حیات کے معنی کی زیادتی پائی جاتی ہے جو وزن فعلان کا خاصہ ہے۔ حیات کے معنی حرکت کے آتے ہیں اور موت کے معنی سکون چنانچہ فعلان کا وزن معنی میں زیادتی پیدا کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ حیوة اور حیوان کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلیل اور سیبویہ کے نزدیک حیوان مصدر ہے جیسے ہیمن وغیرہ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ عالم آخرت میں موت نہیں ہو گی۔ مجاہد نے یہی کہا ہے اور یہی بہتر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیوان کی اصل حییان تھی۔ اجتماع یاء کے ثقل کی وجہ سے ایک یاء کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔

جاہظ کہتے ہیں کہ حیوان کی چار قسمیں ہیں:-

(۱) زمین پر چلنے والے (۲) اڑنے والے (۳) تیرنے والے (۴) گھسنے والے۔

مگر ہر وہ جانور جو اڑتا ہے وہ چلنے پر بھی قادر ہوتا ہے لیکن جو جانور چلتا ہے وہ اڑنے پر قادر نہیں ہوتا۔ اور جو حیوان چلتے ہیں

ان کی تین اقسام ہیں:-

(۱) انسان (۲) مویشی (۳) درندے۔

دنیا میں جتنے بھی پرند یعنی اڑنے والے جانور ہیں ان کی بھی چار اقسام ہیں:-

(۱) یا تو وہ سبع یعنی گوشت خور ہیں۔

(۲) یا مویشی یعنی زمین پر چلنے والے ہیں۔

(۳) یا مہج یعنی ادنیٰ طبقہ کے طائر ہیں اور

(۴) یا حشرات الارض ہیں۔

پہلی قسم یعنی سبع (گوشت خور) میں شکاری پرندے مثلاً باز، شاہین، چیل، کوا، گدھ وغیرہ شامل ہیں اور دوسری قسم میں کبوتر اور فاختہ وغیرہ ہیں اور تیسری قسم میں بھیڑیں، کھیاں، شد کی کھیاں، تھلیاں اور ٹڈیاں وغیرہ ہیں اور چوتھی قسم میں چوہے، چوئیاں اور دیک وغیرہ ہیں۔ جو موسم برسات میں پر نکال کر اڑنے لگتے ہیں۔ تیسری اور چوتھی قسم کے جانور اگرچہ اڑنے والے ہیں مگر ان کا شمار

طیور اور پرندوں میں نہیں ہوتا اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر وہ جانور جس کے بازو یعنی پر ہوں وہ طائر کہلائے۔ مثلاً فرشتے یا جنات ان کے بازو ہیں جن سے یہ اڑتے بھی ہیں مگر طیور نہیں کہلاتے۔ حضرت جعفر طیارؓ بحکم خدا جنت کے باغوں میں اڑتے پھرتے ہیں مگر آپ کا شمار انسانوں میں ہے طیور میں نہیں۔

پرندوں میں بعض ایسے ہیں جو محض گوشت کھاتے ہیں جیسے باز، شاپن، عقاب وغیرہ اور بعض ایسے ہیں جو صرف دانہ کھاتے ہیں۔ مثلاً کبوتر، فاختہ وغیرہ اور بعض ایسے ہیں جو دونوں چیزیں کھاتے ہیں جیسے مرغی کو اور چڑیاں کیڑے کو اور مکھیوں و مڈیوں وغیرہ کو بھی کھالیتی ہیں۔

حدیث میں حیوان کا تذکرہ:-

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے:-

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر لعنت بھیجتا ہے جو کسی جانور کا مثلہ کرے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس شخص پر جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کسی جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر تیروں (یا بندوقوں) کا نشانہ بنایا جائے۔“

فقہاء نے حدیث میں مذکور ”نہی“ سے مراد تحریم لی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں لعنت کا لفظ موجود ہے اور یہ لعنت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس فعل میں جاندار کو دکھ دینا، اس کی جان کو تلف کرنا اور اس کی مالیت کو ضائع کرنا ہے۔ علاوہ اس کے اگر وہ جانور حلال ہے تو اس کی حلت کا اور اگر حلال نہیں ہے تو اس کی منفعت کا ایضاً ہے۔

تتمہ کتاب التئور فی اسقاط التمدیر میں شیخ تاج الدین عطاء اللہ اسکندری نے لکھا ہے کہ دیگر موجودات کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حیوان (انسان) کو خصوصی طور پر غذا کا محتاج اسی لئے بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں سے وہ صفات اس کو عطا فرمائی ہیں کہ اگر اس کو غذا سے مستغنی چھوڑ دیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھتا یا اپنے اندر ربوبیت کا وجود محسوس کرنے لگتا۔ لہذا حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے جو ”حکیم اور خبیر“ ہے۔ اس کو ماکولات و مشروبات، ملبوسات اور دیگر اسباب حاجت کا محتاج بنادیا تاکہ اس کی یہ تمام حاجتیں خود اس کے دعویٰ کو باطل کرتی رہیں۔

حیوان کا شرعی حکم | امام شافعیؒ کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ یہ قیمت کی حیثیت سے مشتری کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ نیز دیت میں بھی یہ چلتا ہے اور نکاح میں مہر کی جگہ چلتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ نے

بھی حیوانات میں بیع سلم کی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے ان کی بیع سلم کو ناجائز قرار دیا ہے اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ اس کو مکروہ کہتے تھے۔ نیز یہ کہ حیوان کے اوصاف بھی مشخص نہیں کئے جاسکتے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ:-

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض لے لوں اور ادائیگی کی مدت بھی متعین کر دوں اور حضرت علیؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنا اونٹ جس کا نام عصفور تھا بعوض بیس اونٹ ایک

خاص مدت تک کے لئے فروخت کیا اور ابن عمرؓ نے اپنی سواری چار اونٹوں کے عوض میں فروخت کر دی۔ طے یہ ہوا تھا کہ اونٹوں کا مالک یہ چاروں اونٹ مقام زندہ میں عمرؓ کو دے گا۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو حضرت حسنؓ نے سمرہؓ سے روایت کی ہے۔

”کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے بدلہ میں فروخت کرنے سے منع فرمایا۔“

اس روایت کو ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا ہے اور حضرت حسنؓ کا حضرت سمرہؓ سے اس روایت کو سننا بھی ثابت ہے جیسا کہ علی بن المہدی نے بھی کہا ہے اور اس حدیث پر بہت سے صحابہ کرام اور تابعین رضوا اللہ علیہم اجمعین کا عمل ہے کہ حیوان کو حیوان کے بدلے فروخت کرنا ناجائز ہے۔ سفیان ثوری، اہل کوفہ اور امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے اگرچہ بعض حضرات نے حیوان کو حیوان کے بدلہ ادھار فروخت کرنے کی رخصت دی ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ خطابی فرماتے ہیں کہ سمرہؓ کی حدیث کو محمول کیا جائے گا اس صورت پر جبکہ دونوں طرف ادھار ہو یعنی یہ بیع قرض بعوض قرض (کالی بالکالی) کے حکم میں ہو جائے گی۔ یہ تاویل خطابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی گذشتہ روایت کی روشنی میں کرتے ہیں اور امام مالکؒ نے اس صورت میں رخصت دی ہے جبکہ حیوانات کی اجناس میں اختلاف ہو یعنی اگر حیوانات کی جنس مختلف ہے تو آپ حیوان کو حیوان کے بدلہ ادھار بیچنے کی اجازت دیتے ہیں اور اگر طرفین ہم جنس ہوں تو ناجائز کہتے ہیں۔ الاحیاء میں لکھا ہے کہ حیوانات کی تجارت مکروہ ہے کیونکہ مشتری پسند نہیں کرتا اس میں قضاء الہی یعنی موت کو جو بحکم خداوندی ضرور واقع ہوگی۔ کہتے ہیں کہ حیوان کو بیچ اور دو موت خرید۔

تمام جانوروں میں اختلاف کا ضامن قیمت کے ذریعہ وصول کیا جائے گا جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی غلام میں کسی کا حصہ تھا اور اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنے پیسے بھی ہیں کہ جو غلام کی قیمت کے برابر ہیں تو قیمت لگائی جائے گی اور اس کے حصہ کا بیسہ کاٹ کر باقی قیمت شریک کو دی جائے گی اور یہ غلام صرف پہلے آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد سمجھا جائے گا۔“

لہذا غلام میں آزادی کے ذریعہ پیدا کی گئی خرابی کے ضامن میں قیمت واجب ہوگی کیونکہ اگر مثل واجب کیا جائے تو ایک ہی جنس میں قیمت کے تفاوت اور اختلاف کے باعث یہ ناممکن ہے۔ لہذا ایفاء حق کے لئے قیمت ہی زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک تمام اعضاء حیوان میں اس نقص کی وجہ سے جانور کی جتنی قیمت کم ہوگی اتنا ہی ضامن دلایا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اونٹ گائے اونٹ اور گھوڑے وغیرہ میں ربع قیمت واجب ہوگی۔ ان شاء اللہ باب الفاء میں لفظ فحل کے بیان میں عروہ الباری کی حدیث نقل کریں گے جو اس کے ثبوت کی دلیل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ گدھے اور خچر کی دم کاٹنے کی صورت میں پوری قیمت کو واجب فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس کو نقصان پہنچایا گیا ہے نقصان کرنے والے کو دے دی جائے گی۔

حیوان کے طبی فوائد

خصی حیوان غیر خصی کی بہ نسبت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ تو مند اور چربی دار حیوان لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے مگر دیر ہضم ہوتا ہے اور اگر نحیف ہو تو اس کا گوشت اس کے برخلاف ہوتا ہے مگر زود ہضم ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ گوشت بکری کی ران کا ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ زود ہضم بھی مگر اس کا گوشت معدہ کو ڈھیلا کرتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسے

پھلوں کا شربت پیا جائے جو قابض ہوں۔ سب سے زیادہ خوش ذائقہ گوشت جو ان بھیڑ، کسن گائے اور خسی بکرے کا ہوتا ہے۔

حیوان کی خواب میں تعبیر | اگر کوئی شخص خواب میں چوپایہ یا پرندے سے گفتگو کرے اور یہ گفتگو اس کی سمجھ میں آجائے تو اس کی تعبیر وہی ہے جو کچھ اس حیوان نے (چوپایہ یا پرند) اس سے کہا ہے اور کبھی اس کی تعبیر یہ دی جاتی ہے کہ خواب دیکھنے والے سے کوئی ایسا امر صادر ہو گا جس پر لوگ تعجب کریں گے۔ اور اگر خواب میں اس کی (چوپایہ یا پرند) کی گفتگو سمجھ میں نہ آئے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کا مال ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ حیوان کھائی جانے والی چیز ہے اور اکثر ایسا خواب لغو ہوتا ہے لہذا اس کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہیے۔

تمام حیوانات کی کھال کو خواب میں دیکھنا حصول میراث یا حصول مکان کی علامت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ”وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا وَهُمْ فِيهَا خَوَاصِدٌ لَّكُمْ فِيهَا مَعَالٍ كَثِيرَةٌ وَفِيهَا مَعَالٍ كَثِيرَةٌ وَفِيهَا مَعَالٍ كَثِيرَةٌ وَفِيهَا مَعَالٍ كَثِيرَةٌ“۔ وہ جانور یہ ہیں ستھور (نیولے کے مشابہ ایک جانور) سنجاب، لہ لومڑی، خرگوش، چیتا وغیرہ۔ اگر کوئی مریض خواب میں یہ دیکھے کہ اس کی کھال کھینچی جا رہی ہے تو یہ اس کی موت کی طرف اشارہ ہے یا فقر اور رسوائی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اوقات جانور کی کھالیں ان چیزوں پر دلالت کرتی ہیں جو ان سے تیار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اونٹ کی کھال سے طبلہ، بھیڑ کی کھال سے کتابت، بکری کی کھال سے نطوع (چرمی فرش) گائے کی کھال سے ڈول اور تسمہ وغیرہ گدھے اور خچر کی کھال سے ڈول وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ حیوانوں کے بال اور اون وغیرہ کی تعبیر فوائد مال، دولت اور لباس کا بغیر وراثت کے دستیاب ہوتا ہے۔ سینک کی تعبیر ہتھیار، مال و دولت، عزت و جاہ سے دی جاتی ہے۔ ہاتھی کے دانت کو خواب میں دیکھنا کسی بادشاہ کے ترکہ کی دستیابی کی جانب اشارہ ہے۔

حیوانوں کے کھروں کی تعبیر بیوی اور شوہر کے درمیان اتفاق اور دوڑ دھوپ کی طرف اشارہ ہے اور حیوانوں کے قدموں کی تعبیر کبھی دشمن کے ارد گرد گھومنے اور کبھی مرض سے دی جاتی ہے اور حیوانوں کی دمیں (پونچھ) کی تعبیر اس جانور کی ہی تعبیر ہوتی ہے جس کی دم وہ دم ہے۔ نیز کبھی کبھی دم کی تعبیر خطرہ ٹلنے اور معاونت سے بھی دیتے ہیں۔ اور حیوانوں کی آوازوں کی تعبیر الگ الگ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بکری کی آواز سے عورت یا دوست کی طرف سے مہربانی یا کسی شریف شخص کی جانب سے احسان کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بکری کے بچہ کی آواز سے مسرت اور شادمانی مراد ہوتی ہے۔ گھوڑے کی ہنناہٹ سے کسی شریف انسان کی جانب سے ہیبت مراد ہوتی ہے اور گدھے کی آواز کو خواب میں سننا کسی بے وقوف کی جانب اشارہ ہے اور خچر کی آواز سے صعوبت یعنی تنگی مراد ہوتی ہے۔ بھڑے، بیل، گائے ان کی آواز کی تعبیر کسی فتنہ میں ملوث ہو جانے کی طرف اشارہ ہے اور اونٹ کی آواز کی تعبیر لہذا سفر ہے جو ج یا جہاد کی غرض سے ہو سکتا ہے۔ شیر کی چنگھاڑ سے مراد کسی ظالم بادشاہ کی ہیبت اور خوف ہے جو صاحب خواب کو لاحق ہو گا۔ اگر کوئی خادم جو چور ہو یا کوئی فاجر و فاسق شخص خواب میں بلی کی آواز سے تو اس سے اس کی تشبیر کی جانب اشارہ ہے۔ چوہے کی آواز کی تعبیر کسی نقب زن یا چور کی جانب سے ضرب کا پہنچنا ہے۔ خواب میں ہرن کی آواز سننا کسی نیک دل عورت سے فائدہ پہنچنے کی طرف اشارہ ہے اور کتے کی آواز کا خواب میں سننا کسی ظالم کی پشیمانی کی طرف اشارہ ہے اور بھیڑیے

کی آواز سے کسی ظالم کے ظلم کی شروعات کی جانب اشارہ ہے۔ لومڑی کی آواز کی تعبیر جھوٹے مرد سے یا عورت کے مکرو فریب سے دی جاتی ہے۔ گیدڑ کی آواز سے مراد عورتوں کی یا مایوس قیدیوں کی آہ و بکا ہوتی ہے۔ اور خنزیر کی آواز کا سننا کسی بے وقوف دشمن پر فتح کی نشانی ہے۔ چیتے کی آواز کی تعبیر یہ ہے کہ کسی حریص اور غیر معتبر انسان کے چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس آواز کا سننے والا اس پر فتح مند ہو گا۔ مینڈک کی آواز سے کسی عالم یا بادشاہ کے کاموں جیسا کوئی کام کرنا مراد ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے اس کی تعبیر ناپسندیدہ بات دی ہے اور سانپ کی آواز سے ایسے دشمن کی آواز مراد ہوتی ہے جو اپنی دشمنی کو ظاہر کرتا ہو اور اس آواز کو سننے والا اس کے مقابلہ میں فتح مند ہو گا۔ اگر سانپ خواب میں کسی سے کوئی اچھی بات کہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا دشمن اس کے سامنے پسپا ہو جائے گا اور لوگ اس امر سے حیران ہوں گے۔

اُمّ حُبَیْن

اگر گٹ جیسا ایک جانور اُمّ حُبَیْن: حاء پر ضمہ اور باء پر فتح) ام حبین اسم جنس معرفہ ہے۔ کبھی کبھی اس پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے۔ لیکن ان کے حذف سے یہ نکرہ نہیں ہوتا۔ اس کا نام ”حبین“ (بیٹ کا سوجنا) سے لیا گیا ہے۔ جیاس کہہ سکتے ہیں ”فلان یہ حبین“ (اس کا بیٹ سو جا ہوا ہے) اور چونکہ اس جانور کا پیٹ بڑا ہوتا ہے اس لئے اس کو ام حبین کہا جانے لگا۔ سینہ کے علاوہ اس کے تمام اعضاء گرگٹ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ مؤنث تشنہ اور جمع وغیرہ کے لئے اس کا استعمال اس طرح ہوتا ہے۔ ہی انشی الحرابی و ہما ام حبین و ہن امہات حبین۔

ابو منصور نے کہا ہے کہ یہ جانور ہتھیلی کے بقدر بڑا اور گوہ کے مشابہ ہوتا ہے جبکہ صاحب کفایہ نے اس کو گرگٹ کا مؤنث قرار دیا ہے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کہ یہ عطاء (چھپکلی) سے قدرے چوڑا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشان ہوتا ہے۔ ابو زید کے نزدیک ام حبین سے چور مراد ہے۔ اس کے چار پیر ہوتے ہیں اور یہ چھوٹی مینڈک کے بقدر بڑا ہوتا ہے۔ شکاری اس کا پیچھا کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔

اُمّ حُبَیْن اِنْشَرِیْ بَرْدِیْ
اِنَّ الْاَمِیْرَ نَاطِرَ الْیَلْبِ

وَضَارِبٌ بِسَوْطِهِ حَبِیْبُکَ

ترجمہ:- اے ام حبین کیا ہم تیری چادر کو خرید لیں چونکہ امیر تجھے لچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ عنقریب تیرے پہلو میں کوڑے برسائے گا۔

www.KitaboSunnat.com

یہ کہہ کر اس کا پیچھا کرتے ہیں اور اس کو پالیتے ہیں تو یہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر پروں کو پھیلا دیتی ہے۔ یہ پر میالے رنگ کے ہوتے ہیں۔ پھر جب شکاری اس کا مزید پیچھا کرتے ہیں تو یہ اپنے پروں کے نیچے والے حصہ کو پھیلا دیتی ہے۔ پروں کے نیچے والے حصہ کی ملی جلی سرخی، زردی اور سفیدی بے حد خوب صورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد شکاری اس کا پیچھا چھوڑ دیتے ہیں۔

علی ابن حمزہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ صفت ام عویف (مادہ مذی) کی ہے۔ ام عویف کا مفصل بیان ان شاء اللہ باب العین میں آئے گا۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ ام حبین سورج کی طرف منہ کئے رہتی ہے اور جدھر سورج گھومتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ اپنا چہرہ گھماتی رہتی ہے۔ یہ ہی وصف گرگٹ میں پایا جاتا ہے۔

مرصع میں لکھا ہے کہ ام حنین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض اس کو عضاء کی ایک قسم بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اس سے قدرے بڑی ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ گرگٹ کا مونٹ ہے۔ اعرابی اس سے احتراز کرتے ہیں اور اس کی بدلو کی وجہ سے اس کو نہیں کھاتے اور ابن قتیبہ کا یہ کہنا کہ یہ چھپکلی کی ایک قسم ہے اس میں اشکال ہے اس لئے کہ وزغ کے معنی چھپکلی کے ہیں جیسا کہ اہل لغت لکھتے ہیں۔

ام حنین کو حبینہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بغیر الف لام کے معرفہ ہے واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی اس کی جمع ام حینات، امات حین بھی استعمال کرتے ہیں۔

حضرت عقبہؓ کی حدیث میں ہے۔ اتموا اصلا تکم ولا تصلوا صلاة ام حنین (اپنی نماز پوری پڑھو اور ام حنین کی سی نماز مت پڑھو) اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام حنین کا قاعدہ ہے کہ جب وہ چلتی ہے تو اپنے شکم کے بڑے ہونے کی وجہ سے اپنا سر کبھی اوپر اور کبھی نیچے کر کے چلتی ہے۔ لہذا مصلیٰ کو منع کیا گیا ہے کہ وہ بحالت سجود اپنا سر اونچا نیچا نہ کیا کرے۔ حدیث میں ام حین کا ذکر۔

”ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس حالت میں کہ ان کا پیٹ نکلا ہوا تھا تو حضورؐ نے ان کو ندا قائم حین کہہ کر پکارا۔“

جاظ فرماتے ہیں کہ ابو زید نجوی نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک اعرابی سے ام حین کو حبینہ کہتے ہوئے سنا ہے اور ام حین احن کی تفسیر ہے۔ احن اس کو کہتے ہیں جو چٹ لپٹے اور اس کا پیٹ پھول جائے۔

ام حین کا شرعی حکم | ام حین، امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہے اس لئے کہ یہ طیبات میں سے ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی محرم اس کو قتل کر دے یا حرم میں کوئی اس کو مار ڈالے تو اس سے فدیہ دلایا جاتا ہے اور امام شافعیؒ کا اصول ہے کہ فدیہ اسی چیز کا دلایا جاتا ہے جو جانور بری ہو اور ماکول اللحم ہو۔

باوروی سے اس سلسلہ میں دو روایت منقول ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حلال ہے اور ابن اثیر نے مرصع میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے۔ ابن عبد البر کی کتاب ”التمہید“ میں ایک بڑی جماعت سے یہ بات منقول ہے کہ ایک شہری نے کسی اعرابی سے پوچھا کہ کیا تم لوگ یربوع کو کھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! پھر پوچھا کہ سیسی کو کھاتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں! پھر پوچھا کیا ام حین کو کھاتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں تو اس پر شہری نے کہا کہ پھر تو ام حین اس عافیت سے بہت خوش ہو گا۔

ام حسان

ام حسان :- انسان کی ہتھیلی کے بقدر ایک داہ۔

ام حسیس

ام حسیس :- (حاء پر ضمہ) پانی کا ایک جانور جس کے پاؤں بہت ہوتے ہیں۔

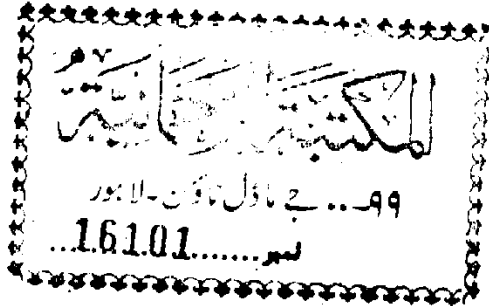
اُم حفصہ

www.KitaboSunnat.com

ام حفصہ - گریو مرغی -

اُم حمارس

ام حمارس :- (حاء پر فتح) ابن اثیر نے کہا ہے کہ ام حمارس (ہرن کو کہتے ہیں) واللہ اعلم۔





الامير الاسلامي پبلشنگ ایکسپریز

لاہور — دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور

فون ۳۲۳۴۱۲ - فیکس ۳۲۳۴۸۵ - ۴۲-۴۲-۹۲

لاہور — ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان

فون — ۴۲۳۳۹۹۱ - ۴۳۵۳۲۵۵

کراچی — موہن روڈ

چوک اردو بازار، کراچی فون ۴۴۲۲۴۰۱

E mail: islamiat@lcci.org.pk

web site: <http://www.lcci.org.pk/islamiat>